قرآن مجید کے متن وترجمہ کی اشاعت
اور بریل کوڈ

[اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے 24ویں فقہی سمینار مؤرخہ 1 تا 3/ مارچ 2015ء منعقدہ دارالعلوم اسلامیہ اوچیرا (کیرالا) میں پیش کئے جانے والے علمی وتحقیقی مقالات اور مباحثات کا مجموعہ]

ایفا پبلیکیشنز - نئی دہلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	قرآن مجید کے متن و ترجمہ کی اشاعت اور بریل کوڈ
صفحات	:	680
قیمت	:	500روپئے
سن طباعت	:	جنوری2016

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

161-ایف، بیسمنٹ، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر:9708

جامعہ نگر، نئی دہلی-110025

ای میل:ifapublication@gmail.com

فون:26981327 - 011

مجلس ادارت

۱- مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی
۲- مولانا محمد برہان الدین سنبھلی
۳- مولانا بدر الحسن قاسمی
۴- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
۵- مولانا عتیق احمد بستوی
۶- مفتی محمد عبید اللہ اسعدی

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

پیش لفظ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۹

پہلا باب: تمہیدی امور

اکیڈمی کا فیصلہ		۱۳
سوالنامہ		۱۷
تلخیص مقالات	مفتی احمد نادر القاسمی	۲۱
عرض مسئلہ	ڈاکٹر ومفتی محمد شاہجہاں ندوی	۵۵

دوسرا باب: تعارف موضوع - بریل کوڈ وغیرہ

قرآنی بریل کوڈ - تعارف		۶۹
نابیناؤں کے لئے قرآن کی کتابت، طباعت وتعلیم	مولانا محمد ارشاد قاسمی	۹۰
بریل رسم الخط میں قرآن کریم کو منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟	قاضی مزمل الدین ندوی	۹۴

تیسرا باب: تفصیلی مقالات

نظم قرآنی کے بغیر محض ترجمہ شائع کرنا	ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صدیقی	۱۰۱
قرآن مجید کے متن وترجمہ سے متعلق بعض قابل غور مسائل	مفتی جمیل احمد نذیری	۱۱۶
قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت اور بریل کوڈ	ڈاکٹر مفتی شاہ جہاں ندوی	۱۳۰
عربی متن کے بغیر ترجمہ قرآن کی اشاعت	مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	۱۴۶
قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت کے شرعی احکام	مولانا محمد ظفر عالم ندوی	۱۵۵
بغیر عربی متن کے ترجمہ کی قباحتیں	مفتی اقبال احمد قاسمی	۱۷۰
بغیر متن ترجمہ قرآن کی اشاعت وطباعت	مولانا سید باقر ارشد قاسمی بنگلوری	۱۸۲
بغیر عربی متن کے صرف ترجمہ قرآن کی اشاعت	مولانا محمد عثمان بستوی	۱۹۸
قرآن مجید کے رسم وترجمہ کے بعض مسائل واحکام	مفتی محمد حذیفہ داحودی	۲۰۹

قرآن مجید کے متن وترجمہ اور بریل کوڈ سے متعلق مباحث	مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی	۲۱۹
قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت-غور کے چند پہلو	مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی آواپوری	۲۲۹
بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت کا حکم	مولانا ندیم احمد انصاری	۲۳۸
موبائل اسکرین پر آیت قرآنی چھونے کا حکم اور موبائل کی تباہ کاری	مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی	۲۴۹
عربی متن کے بغیر تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت	مولانا عبدالباسط فیاض قاسمی شراوستی	۲۵۹
قرآن مجید کے متن وترجمہ کی اشاعت وطباعت	مولانا اسماعیل لاجپوری	۲۷۰
قرآن مجید کی کتابت میں مصحف عثمانی کی رعایت	مفتی عبدالرحیم الحسنی الکشمیر ی	۲۸۰
قرآن مجید کے متن وترجمہ سے متعلق احکام	مولانا عبدالرب عبدالوہاب خان واپی سعادتی	۲۹۲
بغیر متن کے ترجمہ قرآن مجید کی اشاعت	مولانا محمد اعظم ندوی	۳۰۴
قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت-جدید وقدیم فتاوی کی روشنی میں	مولانا محمد صادق مبارکپوری	۳۱۷
غیر عربی رسم الخط میں قرآن مجید کی کتابت	مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی	۳۲۷
غیر عربی رسم الخط میں قرآن مجید کی کتابت واشاعت	مولانا عبدالباسط پالنپوری	۳۳۳
قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت	قاضی محمد ریاض ارمان القاسمی	۳۳۸
قرآن کریم سے متعلق بعض مسائل کی تحقیق	مولانا روح الامین	۳۴۹
بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت	قاضی حسین احمد قاسمی	۳۵۹
عربی متن کے بغیر ترجمہ قرآن کی اشاعت	مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی	۳۷۰

چوتھا باب: مختصر تحریر

قرآن مجید کے متن وترجمہ کی اشاعت	مولانا زبیر احمد قاسمی	۳۸۱
قرآن مجید سے متعلق بعض مسائل کا شرعی حل	مفتی حبیب اللہ قاسمی	۳۸۵
قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت	مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی	۳۸۸
قرآن کریم کی کتابت وطباعت اور چھونے سے متعلق بعض مسائل	مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی	۳۹۴
غیر عربی رسم الخط میں قرآن مقدس کی اشاعت	مفتی شبیر احمد قاسمی	۴۰۱
قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت سے متعلق بعض مسائل	مولانا محمد مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی	۴۰۹
غیر عربی زبان میں متن قرآن کی کتابت	مولانا سید قمرالدین محمود بروڈوی	۴۱۸
بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت	مفتی عبدالمنان پرمائی آسام	۴۲۵
قرآن کریم کے متن وترجمہ کی کتابت	مولانا محمد یوسف علی آسام	۴۳۲
ترجمہ قرآن پاک بغیر متن کے شائع کرنے کا حکم	مفتی سعید الرحمٰن فاروقی	۴۳۷
غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت	مولانا محمد ثوبان اعظم القاسمی	۴۴۵
قرآن کریم سے متعلق بعض مسائل	مولانا محمد منصف بدایونی	۴۵۱
غیر عربی رسم الخط میں قرآن کریم کی کتابت واشاعت	مفتی ریاست علی قاسمی رامپوری	۴۵۶

قرآن مجید کے ترجمہ کی طباعت کے مروجہ طریقے	مفتی محمد ارشد فاروقی	۴۶۲
بغیر متن کے صرف ترجمہ قرآن کی اشاعت کا حکم	مولانا محمد ممتاز خان ندوی	۴۷۰
غیر عربی زبان میں قرآن کی اشاعت اور حفاظت	مفتی نذیر احمد کشمیری	۴۷۷
متن قرآن کے بغیر صرف ترجمہ کی اشاعت	مفتی محمد شاہد قاسمی (مدھوبنی)	۴۸۳
قرآن کریم کے متن و ترجمہ سے متعلق چند مسائل	مفتی محمد روح اللہ قاسمی	۴۹۱
قرآن مجید کے متن و ترجمہ کی کتابت و اشاعت کے مسائل	مولانا حفیظ الرحمٰن مدنی خیر آبادی	۴۹۹
متن کے بغیر قرآن مجید شائع کرنے کا حکم	مفتی غلام اللہ کاوی والا	۵۰۴
بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت	مولانا عبید اللہ ندوی	۵۱۰
غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت	مولانا محمد اقبال قاسمی	۵۱۸
بغیر متن کے قرآن مجید شائع کرنا	مفتی محمد ارشاد پالنپوری	۵۲۳
بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت	مفتی محمد حنیف ویراول	۵۲۹
بغیر قرآن مجید کے متن کے ترجمہ کی کتابت و اشاعت	مولانا محمد عبید اللہ ابوبکر ندوی (شافعی) کنڈلوری	۵۳۴
غیر عربی زبان میں قرآن کی کتابت و اشاعت	مفتی محمد اشرف قاسمی گونڈوی	۵۴۱
قرآن مجید کے متن و ترجمہ کی کتابت و اشاعت	مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی	۵۴۹
بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت	مولانا عبد العظیم ندوی	۵۵۲
عربی متن کے بغیر ترجمہ قرآن کی اشاعت	مولانا اسرار احمد آبادی	۵۵۹
بغیر عربی متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت	مولانا عبد الرشید نعمانی	۵۶۷
بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت	مولانا محمد عمر بن یوسف کوکنی	۵۷۲
قرآن کریم کے متن و ترجمہ کی اشاعت اور بریل کوڈ	مولانا طاہر حسین قاسمی	۵۷۷
قرآن مجید کے متن و ترجمہ کی کتابت و اشاعت	ڈاکٹر مبین سلیم ندوی ازہری	۵۸۴
قرآن مجید سے متعلق چند اہم مباحث	مولانا محمد شکیل اسلامپوری	۵۸۶
قرآن مجید کا ترجمہ بغیر متن کے شائع کرنا	مولانا محمد ذکاء اللہ شبلی مفتاحی	۵۹۴
قرآن مجید کے متن و ترجمہ کی کتابت	مفتی عبد اللہ کاوی والا	۵۹۶
قرآن کریم کے متن و ترجمہ کی کتابت و اشاعت	مولانا اویس بن صالح بنگ	۵۹۸
عربی متن کے بغیر کسی زبان میں ترجمہ شائع کرنا	مفتی جنید بن محمد پالنپوری	۶۰۲
متن کے بغیر شائع شدہ ترجمہ قرآن کی خرید و فروخت اور ہدیہ	مولانا مشبر مصطفیٰ امروہوی قاسمی	۶۰۶
قرآن مجید کی کتابت و اشاعت - شرعی نقطہ نظر سے	مفتی لطیف الرحمٰن ولایت علی	۶۱۰
غیر عربی رسم الخط میں قرآن مجید کی کتابت	مولانا قاضی محمد حسن ندوی	۶۱۶
بلا متن ترجمہ کی اشاعت علاحدہ کسی اور نام سے اشاعت	مولانا مقیم احمد ندوی	۶۲۳
عربی کے علاوہ دوسرے رسم الخط میں گنجائش کا مسئلہ	مولانا عبد العظیم قاسمی	۶۲۸
بریل کوڈ میں قرآن مجید تیار کرنا	مفتی شبیر یعقوب دیولوی	۶۳۲

غیرعربی رسم الخط میں قرآن مجید کی کتابت	مولانا عبدالحکیم پالنپوری	۶۳۶
غیرعربی میں قرآن کی اشاعت اور بریل کوڈ	مفتی سلمان قاسمی پالنپوری	۶۴۰
قرآن مجید کے متن وترجمہ اور بریل کوڈ میں کتابت	مولانا حیدرعلی قاسمی	۶۴۳
غیرعربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت	مولانا عبدالشکور قاسمی	۶۵۱
غیرعربی رسم الخط میں قرآن مجید کی کتابت	مولانا محمد فاروق دربھنگوی	۶۵۵
عہدجدید میں قرآن مجید کے متن وترجمہ کی اشاعت	مولانا محمد نثارعالم ندوی	۶۶۱
بغیرمتن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت	مولانا وحیدالدین ترکیسر	۶۶۹
غیررسم عثمانی میں قرآن کریم کی کتابت	مولانا محمد موسی القاسمی	۶۷۳

☆☆☆

پیش لفظ

قرآن مجید اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہونے والی آخری کتاب ہے اور اب اسی کتاب سے قیامت تک انسانیت کی فلاح ونجات متعلق ہے، رسول اللہ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ تمام ہوگیا، آپ کے بعد نہ کسی نبی کی آمد ہوسکتی ہے اور نہ کسی آسمانی کتاب کا نزول، اس لئے منجانب اللہ اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ لیا گیا ہے: ''**إنا نحن نزلنا الذکر وإنا له لحافظون**'' (سورۂ حجر:۹)، اللہ تعالی نے حفاظت کے اس نظام کو اپنے منتخب بندوں کے ذریعہ پورا فرمایا، حافظوں نے اس کے الفاظ کی حفاظت، قاریوں نے اسلوب ادائیگی اور قراءت کو محفوظ کیا، محدثین نے احادیث کی جمع وتدوین کا فریضہ انجام دے کر قرآن کی صحیح تشریح وتوضیح امت کے سامنے رکھ دی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا قول وفعل ہی قرآن مجید کا اصل بیان ہے اور آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہی ہے: ''**وأنزلنا إلیک الذکر لتبین للناس مانزل إلیھم**'' (سورۂ نحل:۴۴)، اور فقہاء نے اجتہاد واستنباط کے اصول وقواعد مقرر کئے اور قرآن مجید کے اشارات اور دلالت سے ثابت ہونے والے احکام کو اس طرح مرتب کردیا کہ قرآن مجید میں معنوی تحریف کے لئے کوئی موقع باقی نہ رہے۔

قرآن کے الفاظ، معانی اور لب ولہجہ کی طرح اس کے خط کو بھی محفوظ کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے زمانہ میں لغت قریش کے مطابق قرآن کی کتابت کرائی جس کو رسم عثمانی کہا جاتا ہے اور اسی خط میں آج تک قرآن مجید کی کتابت ہوتی آئی ہے، اسی طرح جب قرآن مجید کا ترجمہ دوسری زبانوں میں ہونے لگا تو اس بات کا بھی اہتمام کیا گیا کہ ترجمے کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کا متن بھی لکھا جائے، تاکہ متن قرآن سے امت کا رشتہ کمزور نہ ہو اور جیسے گذشتہ قوموں نے اصل کتاب کو کھودیا اور ترجمہ ہی کو انہوں نے اپنا اصل سرمایہ بنالیا، خدانخواستہ قرآن مجید کے ساتھ ایسا ہی معاملہ نہ ہو۔

موجودہ دور میں قرآن مجید کی کتابت وطباعت کے سلسلہ میں بعض ایسے مسائل پیدا ہوئے ہیں جن سے گذشتہ زمانے میں لوگ دوچار نہیں تھے، ان میں ایک نابینا حضرات کے لئے بریل کوڈ میں قرآن کی کتابت ہے، یہ ایک اشاراتی زبان ہے جس کے ذریعہ دنیا بھر میں ہزاروں نابینا لوگوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔ اسی سلسلہ کا ایک اور مسئلہ متن کے بغیر ترجمہ

قرآن مجید کی طباعت کا ہے، چونکہ وسائل ابلاغ کی ایجاد کی وجہ سے یہ بات ممکن ہوگئی ہے کہ مسلمان بہت سے ان غیر مسلموں تک بھی اللہ کا دین پہنچائیں جو عربی زبان سے نابلد ہیں، ایسے غیر مسلم یا ان قوموں میں سے اسلام قبول کرنے والے نومسلم عربی متن کونہیں پڑھ سکتے اور ایک اندیشہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر عربی متن ان کے ہاتھ میں جائے تو کہیں اس سے قرآن مجید کی بے ادبی نہ ہو، اسی طرح نوجوانوں کی نئی نسل اردو پڑھنے یا عربی خط میں قرآن کو پڑھنے سے قاصر ہے، ظاہر ہے کہ اس میں سرپرستوں کی کوتاہی ہی ہے، لیکن عملی صورت حال یہی ہے، اس لئے بعض طباعتی ادارے متن کے بغیر صرف قرآن کا ترجمہ شائع کررہے ہیں یا قرآن مجید کو رومن خط میں طبع کرارہے ہیں۔

موبائل اس عہد کی ایک اہم ایجاد ہے اور بہت سی دوسری ایجادات کی طرح اس میں بھی نفع ونقصان کا دونوں پہلو موجود ہے، اس کے مفید استعمال کی ایک صورت یہ ہے کہ اس طرح لوگوں کے لئے سفر میں یا چلتے پھرتے تھوڑا بہت وقت مل جانے پر قرآن مجید کی تلاوت آسان ہوجاتی ہے۔

یہ مسائل یا تو نئے ہیں یا موجودہ حالات میں ان کی وضاحت کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی، اس لئے اکیڈمی کے چوبیسویں سمینار منعقدہ دارالعلوم اسلامیہ اوچرا (کیرالہ) مورخہ ۱-۳/مارچ ۲۰۱۵ء مطابق ۹-۱۱/جمادی الاولی ۱۴۳۶ھ میں ان موضوعات کو بھی شامل رکھا گیا، بحمد اللہ ایک سو کے قریب مختصر اور تفصیلی مقالات آئے، بریل کوڈ کے ماہرین شریک ہوئے اور موضوع سے متعلق مناقشات بھی ہوئے۔ چنانچہ پچھلے سمیناروں کے مجلّات کی طرح یہ مجلّہ بھی قارئین کے سامنے ہے جو سمینار کے مقالات، مقالات کی تلخیص، سمینار میں پیش کئے جانے والے عرض مسئلہ، ماہرین کی تحریروں، مشارکین کے مناقشات اور پھر سمینار میں طے پانے والی تجاویز پر مشتمل ہے، غالباً اردو زبان میں اس موضوع پر اتنی تفصیل کے ساتھ کوئی کتاب سامنے نہیں آئی، اس کی ترتیب کی ذمہ داری شعبہ علمی کے رفیق مفتی احمد نادر القاسمی نے حسن وخوبی کے ساتھ انجام دی ہے، اللہ تعالی ان کو بہتر سے بہتر اجر عطا فرمائے اور گذشتہ مجلّات کی طرح یہ نئی کاوش بھی قبول کی جائے۔

(خالد سیف اللہ رحمانی)

جنرل سکریٹری، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

تاریخ: 13/دسمبر 2015، مطابق یکم ربیع الاول ۱۴۳۷ھ

پہلا باب

تمہیدی امور

اکیڈمی کا فیصلہ

قرآن کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت

۱- قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری کتاب ہدایت ہے، جو قیامت تک انس وجن کی رہنمائی کرتی رہے گی، دنیا میں چونکہ مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں، لہٰذا قرآنی تعلیمات کو عام انسانوں تک پہونچانے کے لئے مختلف زبانوں میں معتبر تراجم کو فروغ دیا جائے۔

۲- متن قرآن کے بغیر کسی بھی زبان میں تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت ناجائز ہے، لہٰذا اسے خریدنا، تقسیم کرنا، ہدیہ کرنا درست نہیں ہے۔

۳- عثمانی رسم الخط کے علاوہ کسی دوسرے رسم الخط میں قرآن مجید کی کتابت واشاعت ناجائز ہے۔

۴- قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنا اور اپنے اندر ناظرہ قرآن پڑھنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہر مسلمان مرد وعورت کا شرعی فریضہ ہے، اس لیے ہر شخص کو خود بھی یہ صلاحیت حاصل کرنی چاہئے اور اپنے بچوں اور زیر تربیت افراد کو اس کی تعلیم دلانے کا اہتمام کرنا چاہئے ورنہ وہ عند اللہ جواب دہ ہوں گے۔

۵- اصل تو یہ ہے کہ صرف عربی رسم الخط میں قرآن کریم کی اشاعت کی جائے، لیکن ضرورتاً عربی متن کے ساتھ غیر عربی رسم الخط میں درج ذیل شرائط کے ساتھ اشاعت کی گنجائش ہے:

الف: قرآن کریم کی ترتیب نہ بدلے۔

ب: مخارج کا حتی الامکان لحاظ کیا جائے۔

ج: عثمانی وعربی رسم الخط کی تمام خصوصیات کے لئے جامع ومانع اصطلاحات وضع کرکے اس زبان کے رسم الخط کو مکمل کرنے کی پوری کوشش کی جائے۔

۶- نابینا اور معذور افراد سماج کی خصوصی توجہ اور ہمدردی کے مستحق ہیں، ان کی تعلیم کے لئے بریل کوڈ کی ایجاد نہایت اہم پیش رفت ہے، مسلمانوں کو چاہئے کہ اس رمزی زبان کے ذریعہ نابینا حضرات کو زیادہ سے

زیادہ علوم اسلامیہ سے استفادہ کی سہولت فراہم کی جائے۔

۷- بریل کوڈ کے مسلمان ماہرین سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اس کوڈ کو زیادہ سے زیادہ عربی خط اور رسم عثمانی سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کریں؛ تاکہ یہ رموز قرآن مجید کے اصل رسم سے زیادہ سے زیادہ ہم آہنگ ہوجائے۔

۸- چونکہ بریل کوڈ علامتی زبان ہے، رسم الخط نہیں، اس لئے نابینا افراد کی حاجت وسہولت کے پیش نظر بریل کوڈ میں قرآن حکیم کی کتابت واشاعت جائز ہے، اور چونکہ یہ قرآن کریم کا رمز ہے اس لئے اس کا پورا احترام ملحوظ رکھا جائے، البتہ یہ بات ضروری ہے کہ نابینا حضرات قرآن مجید کے صحیح تلفظ سے واقف شخص کی مدد سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کریں۔

۸- موبائل کی اسکرین پر نظر آنے والی آیات کو بے وضو نہ چھوا جائے۔

۹- موبائل اور اس قسم کے دیگر آلات کا ڈھانچہ اسکرین سے علیحدہ ہے، لہٰذا جب اسکرین پر قرآن مجید ہو تو موبائل یا دیگر آلہ کو ہاتھ میں لینے کے لئے باوضو ہونا ضروری نہیں۔

نوٹ: شرکاء سمینار میں سے مفتی جنید بن محمد پالن پوری (ممبئی)، مفتی محمد شاہد قاسمی (بھروچ) کی رائے میں قرآن مجید کے اصل متن کے ساتھ بھی غیر عربی رسم الخط میں اس کی کتابت جائز نہیں، نیز مولانا محمد ثوبان اعظم قاسمی (بہار) کی رائے میں یہ صورت بھی جائز نہیں ہے اور قرآن مجید کو بریل کوڈ میں منتقل کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

☆☆☆

برصغیر میں مطبوعہ قرآن مجید کے نسخے

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی آخری کتاب ہے اور قیامت تک انسانیت کی ہدایت اسی کتاب سے متعلق ہے، اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور نہ صرف قراء وحفاظ کے ذریعہ اس کی حفاظت فرمائی گئی ہے، بلکہ متن قرآن کو جس طرح آپ نے املاء کرایا اور لکھوایا وہ طریقہ کتابت بھی رسم عثمانی کی صورت میں محفوظ ہے، عربی اور عجمی نیز مشرقی اور مغربی ممالک میں اسی طرح قرآن مجید کی کتابت ہوتی آئی ہے، البتہ اصل الفاظ سے ہٹ کر تسہیل تلاوت کے لئے جو رموز وعلامات اعراب استعمال کئے گئے ہیں ان میں کسی قدر فرق پایا جاتا ہے جس کا قرآن مجید کے الفاظ اور نفس متن کی کتابت سے تعلق نہیں، ہندو پاک میں قرآن مجید کی جس انداز پر کتابت ہوتی ہے وہ اس فن کی مرکزی شخصیت شیخ ابوعمرو الدانی (متوفی ۴۴۴ھ) کی تصریحات کے مطابق ہے، اور ہندوستان کے نہایت معتبر علماء، ارباب افتاء اور ماہرین فن کی توثیق کے ساتھ اس کی نشر وطباعت ہوتی آئی ہے، اس لئے اس میں تبدیلی اور بلاد عرب میں مروجہ رموز وعلامات کے مطابق اس کی کتابت نہ صرف غیرضروری عمل ہے بلکہ یہ امت میں افتراق وانتشار کا سبب بن سکتا ہے، اس لئے امت میں جو طریقہ مروج رہا ہے کہ مختلف علاقوں کے لوگ اپنی سہولت کے اعتبار سے اس علاقہ میں مروج رموز کے مطابق قرآن مجید کی نشر واشاعت کی خدمت انجام دیا کرتے ہیں، اس کو اسی طرح باقی رکھا جائے اور کسی بھی ایسے عمل سے بچا جائے جو فتنہ وانتشار کا سبب بن سکتا ہو۔

☆☆☆

سوالنامہ:

قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت سے متعلق بعض مسائل

قرآن کریم اللہ تعالی کی نازل کردہ آخری کتاب ہدایت ہے، قرآن کے بعد کوئی اور آسمانی کتاب نازل ہونے والی نہیں، قیامت تک انس وجن کی رہنمائی اسی کتاب (قرآن) کے ذریعہ ہوگی، اللہ تعالی نے خود اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا: ''إنا نحن نزلنا الذکر وإنا له لحافظون'' (سورہ حجر: ۹)۔

یہ اللہ جل شانہ کی حفاظت ہی ہے کہ قرآن کریم چودہ صدیاں گذرنے کے باوجود اسی طرح محفوظ اور موجود ہے جس طرح نازل ہوا تھا۔ دشمنان اسلام کی تمام تر سازشوں اور کوششوں کے باوجود نہ اس کے الفاظ میں تحریف ہوسکی اور نہ اس کے معانی میں تحریف کی ناپاک کوششیں کامیاب ہوسکیں۔

سابقہ آسمانی کتابوں کے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا کہ ان کا اصل آسمانی متن محفوظ نہیں رہ سکا، ان کتابوں کو ماننے والی قوموں نے ان کتابوں کے ترجموں پر اکتفا کرلیا اور رفتہ رفتہ ان کتابوں کا اصل متن دنیا سے ناپید ہوگیا، اور ترجموں میں بھی ان اقوام کے احبار ورہبان اور ربّی حذف واضافہ، ترمیم وتبدیل کرتے رہے، سابقہ آسمانی کتابوں کے اصل متن کو زبانی یاد کرنے کا رواج ان قوموں میں نہیں رہا، اس طرح ان آسمانی کتابوں کا ربانی متن دنیا سے غائب ہوگیا، نہ وہ کتابوں میں محفوظ رہا نہ انسانی دماغوں میں۔

اللہ تعالی نے قرآن کریم کی حفاظت کا جو وعدہ فرمایا ہے، اس کی عملی صورت یہ ہوئی کہ امت مسلمہ میں قرآن کریم کو یاد کرنے کا غیر معمولی جذبہ وشوق پیدا فرمایا، اور اس امت کے لئے قرآن کریم یاد کرنا آسان بنادیا کہ نوعمر بچے اور بچیاں مختصر مدت میں پورا قرآن حفظ کرلیتے ہیں، ہر ملک میں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں حفاظ قرآن موجود ہیں اور حفاظ قرآن کی تعداد میں دن بہ دن غیر معمولی اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔

غیر عربی میں قرآن کریم کے ترجمہ کا مسئلہ علماء امت میں اختلافی رہا ہے، انیسویں صدی کے اخیر تک علماء کی ایک

بڑی تعداد کسی اور زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کرنے اور اسے چھاپنے کو ممنوع قرار دیتی رہی، ان کے اس نقطہ نظر کی ایک بنیاد تو یہ تھی کہ قرآن کریم کے الفاظ وآیات میں جو اعجاز، ایجاز اور جامعیت ہے اس کی ادائیگی کسی اور زبان میں ہو ہی نہیں سکتی اور دوسری بنیاد تھی کہ ترجمہ قرآن کا رواج پڑنے سے کہیں ایسا نہ ہوجائے کہ اصل متن قرآن سے امت کی توجہ ہٹ جائے اور لوگ تراجم کی طرف متوجہ ہوکر اصل قرآن کی برکتوں اور رحمتوں سے محروم ہوجائیں اور مستقبل بعید میں الفاظ قرآنی کی حفاظت کا مسئلہ خطرے میں پڑ جائے۔

ترجمۂ قرآن کی اجازت دینے والے علماء کا نقطہ نظر یہ رہا کہ ہم بھی اس سے متفق ہیں کہ قرآن کا کسی اور زبان میں ایسا ترجمہ کہ آیات قرآن کے تمام معانی اور اشارات اس میں منتقل ہوجائیں، ممکن نہیں ہے؛ بلکہ کسی اور زبان میں قرآن کے ترجمہ کا مقصد آیات کے ظاہر اور متبادر معنی ومفہوم کو دوسری زبان میں منتقل کرنا ہے؛ تاکہ جو لوگ عربی زبان کو سمجھنے پر قادر نہیں ہیں، وہ ممکن حد تک اپنی زبان میں قرآن کے معنی ومفہوم اور پیغام کو سمجھ سکیں اور قرآن کی ہدایت رسانی کا دائرہ زیادہ وسیع ہوسکے، ترجمۂ قرآن کو ہرگز اصل متن قرآن کی حیثیت حاصل نہیں، نہ اسے پڑھنے کو تلاوت قرآن قرار دیا جائے گا، نہ ہی نماز میں قرآن کی جگہ اسے پڑھا جائے گا وغیرہ۔

علماء ہند کے سرخیل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فارسی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کرکے اور ان کے گرامی قدر صاحبزادگان حضرت شاہ عبدالقادر اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحبانؒ نے اردو زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کرکے برصغیر کے علمی حلقوں کو ترجمہ قرآن کے جواز وعدم جواز کی بحث سے بہت پہلے فارغ کردیا تھا، لیکن برصغیر ہندو پاک میں ماضی قریب تک یہ التزام رہا کہ ترجمہ قرآن کو متن قرآن کے بغیر تنہا شائع نہ کیا جائے، اور اصحاب افتاء تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت کو ممنوع قرار دیتے رہے۔

لیکن ادھر ماضی قریب سے بعض افراد یا ادارے تنہا ترجمہ قرآن (متن قرآن کے بغیر) شائع کرنے لگے اور یہ رجحان رفتہ رفتہ بڑھنے لگا ہے، اس کی تائید میں دو باتیں کہی جاتی ہیں:

۱-اس میں مصارف کم آتے ہیں۔

۲- جو لوگ متن قرآن کو نہیں پڑھ سکتے، انہیں متن والا ترجمہ قرآن دینے سے کیا فائدہ؟ ترجمہ قرآن بہت سے غیر مسلموں کو بھی دیا جاتا ہے، انہیں متن پر مشتمل ترجمہ قرآن دینے میں قرآن کی بے حرمتی کا بھی اندیشہ ہے، اس سے بچنے کی بہتر صورت یہ ہے کہ انہیں متن کے بغیر صرف ترجمہ قرآن دیا جائے؛ تاکہ ان تک قرآن کا پیغام پہنچ بھی جائے اور قرآن کی بے حرمتی کا اندیشہ بھی نہ ہو۔

بغیر متن کے ترجمۂ قرآن کی اشاعت:

اس پس منظر میں علماء اور اصحاب افتاء کو یہ طے کرنا ہے کہ کیا کسی زبان میں (متن قرآن کے بغیر) تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت درست ہے؟ اگر یہ اشاعت ناجائز ہے تو اسے خریدنے، تقسیم کرنے اور ہدیہ کرنے کا کیا حکم ہے، اور اگر یہ اشاعت درست ہے تو بے وضو اسے چھونے کا کیا حکم ہے؟

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

دور حاضر میں قرآن کے حوالے سے ایک بات یہ بھی شروع ہوگئی ہے کہ جو لوگ قرآن پاک کی عبارت کو عربی رسم الخط میں نہیں پڑھ سکتے یا اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے ان کے لئے متن قرآن کو ان کی زبان (ہندی، انگریزی وغیرہ) اور انکے رسم الخط میں لکھ دیا جاتا ہے، یعنی عبارت قرآن کی ہوتی ہے اور رسم الخط غیر عربی ہوتا ہے؛ تاکہ غیر عربی داں حضرات کو تلاوت قرآن میں سہولت ہو، شرعاً ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں متن قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن کو لکھ دیا جائے اور دونوں کو ساتھ شائع کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے اور غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن کی اشاعت کا کیا حکم ہے؟

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

دور قدیم میں نابینا افراد کی تعلیم کا طریقہ صرف زبانی تلقین کا تھا، بصارت سے محرومی کی بنا پر ان کے لئے یہ بات متصور نہیں تھی کہ وہ لکھی ہوئی چیزوں کو پڑھیں، لیکن قریبی ایک دو صدی میں اس کے لئے مخلصانہ کوششیں ہوئیں کہ بینائی سے محروم یا انتہائی کمزور بینائی والے افراد کی تعلیم کے لئے پیش رفت کی جائے، چنانچہ بریل کوڈ ایجاد کیا گیا، جو نسبتاً موٹے کاغذ پر ابھرے ہوئے نقطوں کی شکل میں ہوتا ہے اور نابینا افراد عموماً انگلیوں کے پوروں کے لمس سے اسے پڑھتے ہیں، یعنی جو کام بینا افراد اپنی نگاہوں سے لیتے ہیں، وہ کام بینائی سے محروم افراد انگلیوں کے پوروں کے لمس سے لیتے ہیں، رفتہ رفتہ بریل کوڈ میں کتابیں تیار ہوگئیں، رسالے نکلنے لگے اور نابینا افراد کے لئے پڑھنے لکھنے کی ایک وسیع دنیا کھل گئی۔

نابینا افراد کے لئے اس پیش رفت کو اسلام نہ صرف پسند کرتا ہے؛ بلکہ اس کی حوصلہ افزائی اور ہمت افزائی بھی کرتا ہے۔ اس لئے اب بریل کوڈ کی مدد سے نابینا افراد کی تعلیم کے بڑے بڑے دینی تعلیمی ادارے بھی کھل گئے ہیں اور ایسے لوگوں کے لئے لٹریچر بھی تیار کیا جارہا ہے۔

اس پس منظر میں ایک اہم سوال یہ ابھرا ہے کہ بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ بریل

کوڈ نہ عربی رسم الخط ہے نہ رسم عثمانی، جس میں قرآن کو لکھنا لازم قرار دیا گیا ہے، لیکن بریل کوڈ میں قرآن کی اشاعت سے نابیناؤں کو غیر معمولی سہولت پیدا ہو جاتی ہے، وہ ہر قدم پر بینا افراد کے محتاج نہیں رہ جاتے، حفظ کرنے والے نابینا افراد اس کی مدد سے قرآن یاد کر سکتے ہیں، بھولنے کی صورت میں اس کی طرف مراجعت کر سکتے ہیں، براہ راست قرآن کا مطالعہ کر سکتے ہیں، سوال یہ ہے کہ بریل کوڈ کے عربی رسم الخط اور رسم عثمانی نہ ہونے کے باوجود کیا نابیناؤں کی مجبوری کی بنا پر بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست اور مستحسن ہے؟

بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کا حکم کیا اصل قرآن کی طرح ہے کہ اس کو چھونے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے یا وضو کے بغیر بھی اسے چھوا جا سکتا ہے؟ اگر بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست ہے تو کیا اس کے کچھ مخصوص آداب واحکام ہیں؟

موبائل پر قرآن مجید:

آج کل موبائل میں بھی قرآن مجید کے متن اور اس کی تلاوت کو محفوظ کرنے کی آسانی پیدا ہو گئی ہے، اس طرح سفر وحضر میں کہیں بھی قرآن کی تلاوت کی جا سکتی ہے، تو اگر موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید موجود ہو تو کیا موبائل کو ہاتھ میں لینے یا اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہوگا، یا موبائل کے ڈھانچہ کو ایسا غلاف تصور کیا جائے گا جس کو بے وضو چھونے کی گنجائش ہوتی ہے؟

☆☆☆

تلخیص مقالات:

قرآن مجید کے بلامتن ترجمہ کی اشاعت اور بریل کوڈ

قرآن خالق کائنات اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہونے والی آخری کتاب اور سلسلہ وحی آسمانی کی اختتامی کڑی ہے، اس کے بعد قیامت تک نہ تو کوئی رسول آنے والا ہے، اور نہ ہی کوئی کتاب ہدایت ہی آنے والی ہے، بنی نوع انسان کی ہدایت اور روئے زمین پر عدل وانصاف کی بالادستی، حق وناحق کی شناخت، ظلم وانصاف کے درمیان تمیز، خیر وشر سے آگاہی اور بھلائی وبرائی کے درمیان فرق کرنے والی، انسانی اخلاقیات کا حقیقی سرچشمہ اور خالق ومخلوق کے رشتہ کی استواری اور انسان کے لئے خالق کائنات کی معرفت کا ذریعہ ووسیلہ صرف اور صرف یہی آخری کتاب، یعنی قرآن کریم ہے، چونکہ یہ آخری پیغام ربانی ہے اس لحاظ سے بالعموم پوری انسانیت کی اور بالخصوص امت مسلمہ کے وجود کی اولین ذمہ داری ہے اور قیامت تک رہے گی کہ وہ اس کے تحفظ وصیانت کا فریضہ انجام دے، قرآن کریم کی شکل میں موجود اللہ کا یہ آخری پیغام روئے زمین پر جب تک باقی ہے امت مسلمہ کا وجود بھی باقی ہے، اگر اس سرمایہ ربانی پر کسی بھی طرح معنوی یا لفظی اعتبار سے حرف آجاتا ہے (اللہ نہ کرے قیامت تک کبھی ایسا ہو) تو اس امت کا وجود بھی کائنات ہست وبود سے ختم ہوجائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے یقیناً اس قانونی واخلاقی مجموعہ اور سرمایہ ہدایت کی قیامت تک حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے: "**إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون**" (سورہ حجر: ۹)۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کے تحفظ کا ذریعہ بھی خالق کائنات اور مالک کل نے انسان اور خاص طور پر انسانوں کے اس طبقہ کو بنایا ہے جس نے إلہ وحدہ لاشریک کی معرفت حاصل کی اور ایک ہونے کی گواہی دی ہے، اور اس کے رسولوں کے ساتھ ایمان اور وفاداری کا معاملہ کیا ہے، جس کا آخری گروہ امت محمدیہ ہے جو اپنے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان اور آپ ؐ کے خاتم النبیین ہونے کا عقیدہ رکھتی اور امانت ربانی کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہے (**اللهم أنصرنا وثبت أقدامنا عليه إلى يوم القيامة**)۔

تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ دنیا کی وہ قومیں جنہوں نے پیغامات ربانی کے تحفظ کی ذمہ داری پوری دیانت داری کے ساتھ ادا نہیں کی اور اپنے رسولوں کی دی ہوئی سوغات کو ضائع کردیا، اللہ نے انہیں دنیا میں بھی ہمیشہ کے لئے آنے والی انسانی نسلوں کے لئے نشان عبرت بنادیا اور آخرت میں بھی رسوائی اور ناکامی ان کے مقدر کردی۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا

میں حضرت آدم سے لیکر خاتم النبیین والمرسلین نبینا ورسولنا محمد علیہ الف الف تحیہ وتسلیم تک جتنے بھی انبیاء آئے اور جن کو اللہ نے کتاب اور شریعت دی، جن میں سے بعض کا ذکر قرآن میں موجود ہے اور بعض کا نہیں ہے سب نے ہدایات ربانی میں خرد برد کر کے اپنی منشا کے مطابق اصول زندگی وضع کر لئے، حاملین توریت وانجیل اور زبور کو بطور خاص اس بارے میں مثال میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ اوران کے علاوہ جتنے بھی مذاہب کے لوگ ہیں اور جو جو کتاب بھی اپنی اپنی مذہبی کتاب کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں، ان میں سے کسی بھی کتاب کے بارے میں تاریخی اور دینی بنیاد پر یقینی شواہد موجود نہیں ہیں جن کی وجہ سے ان کتابوں کو حقیقی معنی میں مذہبی کتاب کہا جائے۔ سوائے قرآن کریم کے، قرآن کریم کو ہر لحاظ سے دنیا نے جانچ، پرکھ اور چھان پھٹک کر دیکھنے کے بعد اس کی قائل ہوئی کہ یہ واقعی اللہ ہی کا کلام ہے، کسی انسان اور بشر کا کلام نہیں ہے۔ پوری انسانیت نے اسے تسلیم کر لیا۔ اب ظاہر ہے یہ کتاب الٰہی اور ہدایت ربانی ہے تو اسے دنیا کے ہر انسان تک پہونچنا اور پہونچانا ان لوگوں کی دینی اور ایمانی ذمہ داری ہے جنہوں نے اس کی حقانیت کو دل سے تسلیم کیا اور عقیدت ومحبت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالا ہے۔

دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کے تراجم:

اس ضرورت کا احساس ہر دور میں اہل علم نے کیا کہ دنیا میں بہت سی قومیں آباد ہیں اور سب الگ الگ زبانیں بولتی اور سمجھتی ہیں، ظاہر بات ہے کلام الٰہی عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور اسلام اور قرآن دنیا کے تمام انسانوں کے لئے آیا ہے، اللہ کا کیا پیغام ہے، اللہ اپنے بندوں سے کیا چاہتا ہے، اس کی دنیا اور آخرت کی بھلائی کن چیزوں میں مضمر ہے، انسانی اخلاقیات کے موازین ومعیارات کیا ہوں گے؟ یہ سب کلام الٰہی میں ہی ہے، اس کا تقاضا ہے کہ دنیا کی تمام اقوام تک قرآن کا پیغام پہونچے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا میں موجود مذہبی کتابوں میں صرف قرآن ہی ایسی کتاب ہے جس کے ویکی پیڈیا کی رپورٹ کے مطابق چھ سو سے زائد بولی جانے والی زبانوں میں سے اب تک دنیا کی ایک سو چودہ زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں اور الحمد للہ ہوتے ہی جارہے ہیں۔

انسان اپنی طبیعت کے اعتبار سے سہل پسند واقع ہوا ہے وہ سوچتا ہے کہ دنیا کی کوئی بھی چیز جسے وہ حاصل کرنا چاہتا ہے آسانی سے اسے دستیاب ہو جائے، آج کی انفارمیشن ٹکنالوجی کی ترقی کی وجہ سے جہاں انسانوں کے پاس دوسری چیزیں تیزی سے پہونچی ہیں وہیں اس کے توسط سے اسلام اور قرآن کا پیغام بھی پہونچا ہے، جس کا اثر یہ ہوا کہ لوگوں میں اپنی زبانوں میں قرآن کے پیغام کو سمجھنے کا شوق تو پیدا ہوا ہی، خود قرآن کے الفاظ کو بھی عربی سے ناواقف لوگوں میں پڑھنے کا رجحان پیدا ہوا ہے، اور اس سے متعلق بہت سے نئے مسائل بھی سامنے آئے ہیں، جن کا حل پیش کیا جانا علما اور ماہرین

شریعت کی طرف سے وقت کا اہم تقاضا ہے۔

جہاں ایک طرف قرآن کی حفاظت اور اسے ہر طرح کی تحریف سے پاک رکھنا یہ امت مسلمہ کا بنیادی مسئلہ ہے۔ وہیں دوسری طرف حق کے متلاشی لوگوں کی دینی ضرورت کا احساس بھی امت کے لئے کم اہمیت کا حامل نہیں ہے، ان دونوں صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے اپنے ۲۴/ویں انٹرنیشنل فقہی سمینار کے لئے ایک موضوع ''قرآن مجید کے ترجمہ ومتن کی اشاعت'' سے متعلق بھی رکھا ہے، اور بنیادی طور پر بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت، غیر عربی رسم الخط میں ایک ساتھ یا علاحدہ قرآن کریم کی کتابت، نابینا حضرات کے لئے بریل کوڈ کی تیاری کی شرعی حیثیت، موبائل اسکرین پر قرآن کریم کو چھونا، موبائل کو ہاتھ لگانے کے لئے طہارت، اسی طرح قرآن کریم کے تراجم کو مس کرنے کے لئے وضو وطہارت سے متعلق مسائل زیر بحث لائے گئے ہیں۔

اس اہم موضوع پر جو سوالنامہ اکیڈمی کی طرف سے حضرات علماء، مفتیان اور اسلامی شریعت کے ماہرین کی خدمت میں بھیجا گیا تھا آپ کے ہاتھ میں موجود مقالات کی تلخیص کرتے وقت تک جو ۸۱/علماء کے جوابات مقالات کی شکل میں اکیڈمی کو موصول ہوئے تھے ان کی تلخیص حضرات اہل علم کی مؤقر آراء اور دلائل کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

جن حضرات علماء ومفتیان اور اہل علم وبصیرت کی تحریریں اس موضوع پر اکیڈمی کو موصول ہوئیں ان کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں:

مفتی علام اللہ کاوی والا، مولانا محمد صادق مبارک پوری، مفتی ڈاکٹر شاہجہان ندوی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا محمد عبیداللہ ندوی، مفتی محمد ارشاد پالن پوری، مفتی حنیف (ویراول) مفتی جمیل احمد نذیری، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا محمد ممتاز خان ندوی، مولانا محمد موسی قاسمی، مفتی عبداللہ کاوی والا، مفتی جنید بن محمد، مولانا سلمان کھلی، قاضی محمد حسن ندوی، مولانا محمد یوسف علی (آسام)، مولانا مقیم احمد ندوی، مولانا عبدالباسط پالن پوری، مولانا اویس بن صالح بنگ، مولانا مشبر مصطفیٰ حسن پوری، مولانا عبدالحکیم پانی پوری، مفتی لطیف الرحمٰن (ممبئی)، مفتی شبیر یعقوب دیولوی، مولانا روح الامین، مفتی ریاست علی قاسمی (امروہہ)، مولانا عبیداللہ ابوبکر ندوی، مفتی حذیفہ داحودی، مولانا حفیظ الرحمٰن مدنی، مفتی روح اللہ قاسمی، مفتی اشرف قاسمی، مولانا ندیم احمد انصاری، مفتی محمد اخلاق حسینی قاسمی، مولانا عبدالرب سعادتی، مولانا محمد شکیل اسلام پوری، مولانا قمرالدین حمود بڑودوی، مفتی صادق پٹیل، ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام خان، مولانا سعید احمد ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا عبدالعظیم ندوی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا عبدالشکور قاسمی، مولانا محمد نثار عالم ندوی، مولانا احسن عبدالحق ندوی، مولانا اسرار احمد آبادی، مفتی عبدالرحیم حسنی کشمیری، ڈاکٹر مبین سلیم ندوی ازہری، مفتی ذکاء اللہ شبلی مفتاحی، مولانا حیدر علی قاسمی،

مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی، مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی آواپوری، مولانا عبدالباسط قاسمی (اجراڑہ)، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا محمد منصف بدایونی، مفتی اقبال احمد قاسمی کانپور، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا ظفر عالم ندوی، مولانا فضل الدبی القاسمی الندوی، مولانا عبدالعظیم قاسمی (کوپا گنج)، مفتی عبدالمنان (آسام)، مولانا طاہر حسین قاسمی، مفتی نذیر احمد کشمیری، مفتی محمد شاہد قاسمی (مدھوبنی)، مفتی اسماعیل لاجپوری، مولانا عبدالرشید نعمانی (ممبئی)، قاضی مزمل الدین ندوی، مولانا محمد اقبال قاسمی (شکر پور بھروارا)، مولانا وحیدالدین (ترکیسر)، مولانا محمد اعظم ندوی، مولانا محمد فاروق دربھنگوی، مفتی محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، مولانا حسین احمد قاسمی، مولانا عمر یوسف کوکنی، مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس، مولانا آزاد بیگ قاسمی، مفتی شبیر احمد قاسمی (مرادآباد)، مفتی سعید الرحمٰن فاروقی ممبئی، مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی، پٹنہ اور مفتی عبدالباسط قاسمی (تھانے، ممبئی)۔

بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت:

مذکورہ بالا تمہیدی گفتگو کے بعد اصل سوال کا رخ کرتے ہیں۔

جیسا کہ سوال میں مذکور ہے کہ ماضی قریب تک یہ التزام رہا ہے کہ ترجمہ قرآن کو متن قرآن کے بغیر تنہا شائع نہ کیا جائے، اور اصحاب افتاء تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت کو ممنوع قرار دیتے رہے ہیں، لیکن ادھر ماضی قریب سے بعض افراد یا ادارے متن قرآن کے بغیر تنہا ترجمہ قرآن شائع کرنے لگے اور یہ رجحان رفتہ رفتہ بڑھنے لگا، اور اس کے جواز کے لئے دو باتیں خاص طور سے کہی جاتی ہیں:

۱-صرف ترجمہ شائع کرنے میں مصارف کم آتے ہیں۔

۲- جو لوگ متن قرآن کو نہیں پڑھ سکتے انہیں متن والا ترجمہ دینے سے کیا فائدہ؟ جن میں غیر مسلم بھی شامل ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ:

سوال: ’’کیا کسی بھی زبان میں متن قرآن کے بغیر تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت درست ہے؟ اگر یہ اشاعت ناجائز ہے تو اسے خریدنے، تقسیم کرنے اور ہدیہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ اور اگر درست ہے تو بے وضو اسے چھونے کا کیا حکم ہے؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگاران کی دو طرح کی آراء سامنے آئی ہیں، جواز اور عدم جواز۔

عدم جواز:

اس سوال کے جواب میں ۸۱ مقالہ نگار جن کے مقالے تلخیص میں شامل ہیں، ان میں سے ۲۷ حضرات کی رائے

یہ ہے کہ ترجمہ قرآن خواہ کسی بھی زبان میں ہو بغیر متن قرآن کے تنہا شائع کرنا ناجائز، ممنوع، حرام اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ اور جب اس کی اشاعت جائز نہیں ہے تو اسے خریدنا، تقسیم اور ہدیہ کرنا بھی ممنوع ہے، اور جو مصلحت جواز کے لئے پیش کی جارہی ہے، وہ تحریف قرآنی کے اندیشے اور عظیم مفسدہ کے پیش نظر نا قابل التفات ہے، چونکہ اکثریت کی یہی رائے ہے، اس لئے ان کے اسمائے گرامی کی طویل فہرست کو طوالت کی وجہ سے چھوڑا جاتا ہے، البتہ تمام دلائل و وجوہ جو عدم جواز کے قائلین نے اپنے موقف کی تائید میں پیش کئے ہیں، انہیں ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

دلائل:

- ''**وقال الرسول یار ب إن قومی اتخذوا هذا القرآن مهجورا**'' (سورہ الفرقان:۳۰)۔
- ''**من الذين هادوا يحرفون الكلم عن مواضعه**'' (سورۃ النساء:۴۶)۔
- ''**يحرفون الكلم من بعد مواضعه**'' (سورہ مائدہ:۴۱)۔
- ''**إنا جعلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون**'' (سورہ الزخرف:۳)۔
- ''**ولو جعلنا ه قرآنا أعجميا لقالوا لو لا فصلت أياته أ أعجمی وعربی**'' (سورہ فصلت:۴۴)۔
- ''**واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا واذكروا نعمة الله عليكم**'' (آل عمران:۱۰۳)۔
- ''**ولقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مدكر**'' (سورہ القمر:۱۷،۲۲،۳۲)۔
- ''**ولا تعاونوا على الإثم والعدوان**'' (سورہ المائدہ:۲)۔
- ''**ومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها**'' (سورہ النساء:۸۵)۔
- ''**نبذ فريق من الذين أوتوا الكتاب كتاب الله وراء ظهورهم كأنهم لايعلمون**'' (سورہ بقرہ:۱۰۱)۔
- ''**وما اختلف فيه إلا الذين أوتوه من بعد ماجائتهم البينات بغياً بينهم**'' (سورہ بقرہ:۲۱۳)۔(دیکھئے مقالہ مفتی جمیل احمد نذیری)۔
- ''**يا يها الذين آمنوا أدخلوا فی السلم كافة ولا تتبعوا خطوات الشيطان**'' (سورہ البقرہ:۲۰۸)۔
- ''**ولا تتبعوا أهواء قوم قد ضلوا من قبل وأضلوا كثيرا وضلوا عن سواء السبيل**'' (سورہ مائدہ:۷۷)۔
- ''**ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار**'' (سورہ ہود:۱۱۳)۔
- ''**اتخذوا أحبارهم ورُهبانهم أربابا من دون الله**'' (سورہ توبہ:۳۱)۔
- ''**لايكلف الله نفسا إلا وسعاها**'' (سورہ آل عمران:۲۸۶)۔

- "يتلوا عليهم آياته ويعلمهم الكتاب والحكمة" (سورہ جمعہ:۲)۔
- "لا تحرک به لسانک لتعجل به إن علينا جمعه وقرآنه، فاذا قرأناه فاتبع قرآنه ثم إن علينا بيانه" (سورہ قیامۃ:۱۶-۱۹)۔
- "من قرأ حرفا من كتاب الله فله حسنة، والحسنة بعشر أمثالها لا أقول ألم حرف، ولكن الف حرف، ولام حرف وميم حرف" (ترمذی حدیث نمبر ۲۹۱۰، حدیث کی سند صحیح ہے)، (مذکورہ دلائل ماخوذ از مقالہ مفتی ڈاکٹر شاہجہان ندوی)۔
- "من تشبه بقوم فهو منهم" (ابوداؤد ۲/۵۵۹، کتاب اللباس)۔
- "إن الله لايجتمع أمتي على الضلالة، ويد الله على الجماعة، ومن شذ شذ فى النار، واتبعوا سواد الأعظم" (مشکوۃ باب الاعتصام/۳۰)۔(محمد ریاض ارمان)۔
- والذى نفسي بيده لتركبن سنة من كان قبلكم" (ترمذی ۲/۴۱، ابواب الفتن)۔
- "أمتهوكون أنتم كما تهوكت اليهود والنصارى فقد جئتكم بها بيضاء نقية ولو كان موسى حيّ ما وسعه إلا اتباعى" (رواہ البیہقی فی شعب الإیمان-مشکوۃ المصابیح ۱/۳۰)۔(ماخوذ از مفتی محمد صادق، ڈاکٹر ظفر الاسلام)۔
- "إذا أمرتكم بشئ فأتوا منه ما استطعتم وإذا نهيتكم عن شئ فاجتنبوه" (بخاری ۱۳/۲۸۸/۷)۔
- "لتتبعن سنن من كان قبلكم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتى لو سلكوا جحرضب لسلكتموه، قالوا يا رسول الله! اليهود والنصارى قال: فمن" (بخاری حدیث نمبر: ۳۴۵۶، مسلم حدیق نمبر ۲۶۶۹)۔(روح الامین)۔
- "عن عبد الله بن عمر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه كان ينهى أن يسافر بالقرآن إلى أرض العدو مخافة أن يناله العدو" (مسلم الإمارۃ باب النہی أن یسافر بالمصحف)۔
- (مقوقس شاہ مصر اور ہرقل شاہ روم کے نام عربی زبان میں آپ کا خط):

"بسم الله الرحمن الرحيم – من محمد بن عبد الله ورسوله إلى هرقل عظيم الروم، سلام على من اتبع الهدى، أما بعد: فانى أدعوک بدعاية الاسلام اسلم، تسلم، يوتک الله أجرک مرتين، فإن توليت، فعليک إثم الأريسيين" ويأهل الكتاب تعالوا إلى كلمة سواء بيننا وبينكم ألا نعبد إلا الله ولا نشرک به شيئا، ولايتخذ بعضنا بعضا أربابا من دون الله، فإن تولوا فقولوا اشهدوا بأنا مسلمون"، (سورہ آل عمران:۶۴)، (صحیح بخاری حدیث نمبر ۴۵۵۳، صحیح مسلم حدیث نمبر:۱۷۷۳)۔(ماخوذ از مقالہ: مولانا ندیم

احمد انصاری، ڈاکٹر مفتی شاہ جہان ندوی)۔

- شاہ حبشہ نجاشی کے نام خط میں آپ ﷺ کا درج ذیل آیات درج فرمانا، جبکہ ان کی زبان بھی غیر عربی تھی۔

"هو الذى لا إله إلا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار المتكبر، سبحان الله عما يشركون" (سورہ الحشر:۲۳)۔

"يأيها الكتاب لا تغلوا فى دينكم، ولا تقولوا على الله إلا الحق، إنما المسيح عيسى بن مريم رسول الله وكلمته ألقاها إلى مريم" (سورہ النساء:۱۷۱)۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ حضور کے زمانے میں ان بادشاہوں کی زبان بولنے والے افراد موجود تھے اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عربی زبان ہی میں آیات لکھوانے کا اہتمام فرمایا، **"أصبح كل رجل منهم يتكلم بلسان القوم الذين بعثه إليهم"** (الطبقات الکبری لابن سعد ۱/ ۱۹۸، ۲۰۲ طبع بیروت العلمیۃ:۱۹۹۵)۔(دیکھیے مقالہ ڈاکٹر مفتی شاہ جہان ندوی)۔

- **"لاتشددوا على أنفسكم"** (مشکوۃ کتاب النکاح وکتاب الاعتصام ۱/ ۳۱)۔(دیکھئے مقالہ: مفتی سعید الرحمٰن فاروقی وغیرہ)۔

- **"لايمكن ترجمة القرآن ترجمة ثماثلة فى دقة تعبيره وعلو أسلوبه، وجمال سبكه وإحكام نظمه وتقوم مقامه فى اعجازه وتحقيق جميع مقاصده من إفادة الأحكام والآداب والإبانة عن العبر والمعانى الأصلية والثانوية، ونحو ذلك معا هو من خواصه ومزاياه المستمدة من كمال بلاغته وفصاحته ومن حاول ذلك ممثله كمثل من يحاول أن يصعد إلى السماء بلا أجهزة ولاسلم، أو يحاول أن يطير فى الجو بلا أجنحة ولا آلاته، ويمكن أن يعبر العالم عما فهمه من معانى القرآن حسب وسعة وطاقة بلغة أخرى ليبين لأهلها ما أدركه، فكره من هداية القرآن وما استنبطه من أحكامه أو وقف عليه من عبره ومواعظه، لكن لايعتبر شرحه لتلك بغير اللغة العربية قرآنا ولاينزل منزلة من جميع النواحى، بل هو نظير تفسير القرآن باللغة العربية فى تقريب المعانى والمساعدة على الاعتبار واستنباط الأحكام، ولايسمى ذلك التفسير قرآنا، وعلى هذا يجوز للجنب والكفار مس ترجمة معانى القرآن بغير اللغة العربية كما يجوز مسهم تفسيره باللغة العربية"** (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء، فتوی نمبر ۲۳۳، سوال ۷، ۱۹۹۷، ۴/ ۳۳ی ۳۳)۔

- **أجمع المسلمون قاطبة على وجوب اتباع رسم مصاحف عثمان ومنع مخالفته (ثم قال) قال العلامه ابن عاشر: و وجه وجوبه ما تقدم من إجماع الصحابة عليه وهم زهاء اثنى عشر الفا، والإجماع حجة حسبما تقرر فى أصول الفقه** (۴۱-(رسالہ خلاصۃ النصوص الجلیلہ/ ۲۵، الشیخ القراء شیخ محمد بن علی حداد)

(مولانا عبدالباسط پالن پوری)۔

- ’’وأصل هذه المسأله إذا قرأ فى صلاته بالفارسية جاز عند أبى حنيفة رحمه الله ويكره، وعندهما لايجوز إذا كان يحسن العربية، وإذا كان لايحسنها يجوز، وعند الشافعى رحمه الله لاتجوز القرأة بالفارسية بحال، ولكنه إن كان لا يحسن العربية، وهو أمي يصلى بغير قرأة، فالشافعى رحمه الله يقول: إن الفارسية غير القرآن، قال الله تعالىٰ: ’’إنا جعلناه قرأنا عربيا‘‘ (سورہ الزخرف:۳)۔’’وقال الله تعالىٰ: ولو جعلنا قرآنا أعجميا لقالوا لو لا فصلت آياته أ أعجمى وعربى (سورہ فصلت:۹۹)۔فالواجب قرأة القرآن، فلا يتأدى بغيره بالفارسية والفارسية من كلام الناس، فتفسد الصلاة، وأبو يوسف ومحمد رحمهما الله قالا: القرآن معجز، والإعجاز فى النظم المعنى، فإذا قدر عليهما، فلا يتأدى الواجب إلا بهما، وإذا عجز عن النظم أتى بما قدر عليه كمن عجز عن الركوع والسجود يصلى بالإيما۔ وأبو حنيفة رحمه الله استدل بما روى أن الفرس كتبوا إلى سلمان رضى الله عنه أن يكتب لهم الفاتحة بالفارسية، فكانوا يقرأون ذلك فى الصلاة، حتى لانت ألسنتهم للعربية، ثم الواجب عليه قرأة المعجز، والإعجاز فى المعنى، فإن القرآن حجة على الناس كافة، وعجز الفرس عن الإتيان بمثله إنما يظهر بلسانهم، والقرآن كلام الله تعال غير مخلوق ولا محدث، واللغات كلها محدثة، فعرفنا أنه لايجوز أن يقال: إنه قرآن بلسان مخصوص، كيف؟ وقد قال الله تعالىٰ: ’’و إنه لفى زبر الأولين‘‘ (سورہ الشعراء:۱۹۶)۔وقد كان بلسانهم‘‘ (المبسوط للسرخسی، کتاب الصلاۃ باب افتتاح الصلاۃ ۱/۳۷)۔
- ’’وقال البيهقى فى شعب الإيمان: من يكتب مصحفا، فينبغى أن يحافظ على الهجاء الذى كتبوا به تلك المصاحف ولا يخالفهم فيه ولا يغير بما كتبوه شيئاً، فإنهم كانوا أكثر علما وأصدق قلبا ولسانا وأعظم أمانة منا، فلا ينبغى أن نظن بأنفسنا استدراكا عليهم‘‘ (الاتقان ۲/۲۰۳،مطبع فیصل دیوبند)۔
- ’’ما كان سببا لمحظور فهو محظور‘‘(شامی ۵/۲۲۳)۔
- ’’كل ما أدى إلى الحرام حرام‘‘(درمختار مع شامی ۹/۴۳۲، بدائع الصنائع ۲/۴۸۸)۔
- ’’ما حرم أخذه حرم أعطاؤه‘‘(الاشباہ والنظائر مع الحموی)۔
- ’’إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما‘‘ (المقاصد الشریعۃ للخادمی ۴۶)۔
- ’’وأما لو اعتاد قرأة القرآن أو كتابة المصحف بالفارسية يمنع أشد المنع حتى إن أحدا من أهل

الأهواء فی زمان الشیخ الإمام الجلیل أبی بکر محمد بن الفضل رحمة الله کتب فتوی وبعثها إلیه إن الصبیان فی زماننا یشق علیهم التعلیم باللغة العربیة هل یجوز لنا نعلم بالفارسیة؟ فقال للمستفتی: إرجع حتی نتأمل، ثم استخبر من حاله، فإذا هو کان معروفا بفساد مذهبه فأعطی لواحد من خدامه سکینا، فقال: اقتله بهذا ومن أخذک به فقل: إن فلانا أمرنی به ففعل فجاء الشرطی إلیه وقال: إن الأمیر یدعوک، فذهب الشیخ إلیه فقص القصة وقال: إن هذا کان یرید أن یبطل کتاب الله فخلع له الأمیر وجازاه بالخیر" (فتح القدیر مع الکفایة، ونهایة علی ہامش الفتح ۱/۴۹-۲۴۸)۔

(دیکھئے مقالات: مفتی غلام اللہ کاوی والا، مولانا عبید اللہ ندوی، عبدالرب عبدالوہاب خان)۔

- ماذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالباً، لأن اعتناء الشرع بالمنهیات أشد من اعتناء بالمامورات" (الأشباہ والنظائر ۱/۳۲۲)۔
- "أن القرآن جمیعه کلام الله حروفه، ومعانیه، لیس شئ ذلک کلا ما لغیره، ولکن انزله علی رسوله، ولیس القرآن اسما لمجرد المعنی ولمجرد الحرف، بل مجموعهما" (فتاوی ابن عثیمہ ۱۲/۲۴۳،۲۴)۔
- "إذا أراد أن یکتب مصحفا بها أی بالفارسیة یمنع، وإن فعل فی آیة أو آیتین لا، فإن کتب القرآن وتفسیر کل حرف وترجمته جاز" (فتح القدیر کتاب الصلاۃ: ۱/۴۸۶)۔
- "عن النبی صلی الله علیه وسلم: " أنا تارک فیکم ثقلین: أولهما کتاب الله، فیه الهدی والنور، فخذوا بکتاب الله واستمسکوا به" (مسلم حدیث نمبر: ۲۹۰۸)۔
- "والقرآن معجز، والإعجاز من اللفظ یزول بزوال النظم العربی، فلا یکون الفارسی قرآنا لإنعدام الإعجاز، ولهذا لم تحرم قرأته علی الجنب والحائض" (بدائع الصنائع کتاب الصلاۃ ۱/۱۱۲)۔
- "قدمنا حکایة الإجماع علی منع کتابة القرآن العظیم بالفارسیة، وإنه إنما نص علی الفارسیة لإفادة المنع بغیر بالطریق الأولی، لأن غیرها لیس مثلها فی الفصاحة، ولذا کانت فی الجنة مما یتکلم به کالعربیة کما تقدم" (النفحۃ القدسیۃ/۳۲)۔
- "ویمنع من کتابة القرآن بالفارسیة بالإجماع؛ لأنه یؤدی للإخلال بحفظ القرآن لأنا أمرنا بحفظ النظم والمعنی، فإنه دلالة علی النبوة، و لأنه ربما یؤدی إلی التهاون بأمر القرآن" (جواہر الفقہ ۱/۹۸، کتاب التجنیس ۱/۴۷۷)، (دیکھئے مقالہ: محمد شکیل اسلام پوری وغیرہ)۔

- ”لأن الترجمة ليست قرآنا، والقرآن هو أساس الاسلام وكل مسلم يحسن فى نفسه الحاجة الماسة لتعلم العربية حتى يأخذ الاسلام من مصادره الأصلية والموثرة، وفى ذلک فليتنافس المتنافسون“ (ترجمۃ القرآن الکریم ۱/۹۵)۔
- ”وفى حاشية المغنى: ما نصه استمر الإجماع على قرأة جميع المسلمين القرآن فى الصلاة وغيرها بالعربية كأذكارها وسائر الأذكار والأدعية الماثورة، على كثرة الأعاجم حتى قام بعض المرتدين من أعاجم هذا العصر يدعون إلى ترجمة القرآن وغيره من الأذكار وبطريق التعبد، وإنما مرادهم التوسل بذلک إلى الردة على قومهم، ونبذ القرآن المنزل من عند الله وراء ظهورهم، وهو إنما نزل باللسان العربى كما هو مصرح فى الآيات المتعددة، وإنما كان تبليغه والدعوة إلى الإسلام به وإنذار، كما أنزل الله تعالىٰ لم يترجم النبى صلى الله عليه وسلم ولا أذن بترجمته ولم يفعل ذلک الصحابة ولا خلفاء المسلمين وملوكهم ولو كتب النبى صلي الله عليه وسلم كتبه إلى قيصر وكسرى ومقوقس بلغاتهم لصح تعليل الذى علله به الشافعى فى رسالته الشهيرة فى الأصول إن الله تعالىٰ فرض على جميع الأمم تعلم اللسان العربى بالطبع لمخاطبتهم بالقرآن والتعبد به ولم ينكر ذلک عليه أحد من علماء الإسلام، لأنه أمر مجمع عليه، وإن أهمله الأعاجم بعد ضعف الدين والعلم (مغنی مع شرح الکبیر ۱/۳۵۰)۔
- ”أما كتابة الصحف بالفارسية عند فقهاء مذهب الإمام على ما نقل عنهم فهى ممنوعة بالإجماع أشد المنع إن كان مستقلا مجردا عن النص العربى“۔
- ”وصاحب الكافى أجازها بشرط أن يكتب القرآن ويكتب تحته تفسير كل حرف“ (شیخ الاسلام مصطفیٰ صبری اور فتح القدیر کے حوالہ (۲/۳۶)۔(دیکھئے مقالہ مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی)۔

متن کے بغیر تنہا تراجم شائع نہ کرنے کے مصالح:

مقالہ نگار حضرات نے تنہا ترجمہ شائع نہ کرنے کی بابت بہت سی مصلحتیں بھی تحریر کی ہیں مثلاً:

- متن قرآن کے تحفظ کے پیش نظر۔
- معانی میں شیطانی ذہن رکھنے والوں کی طرف سے خلط ملط اور التباس پیدا کرنے کا اندیشہ۔
- اسلام کی ڈگر سے ہٹنا زیغ وضلال اور انحراف کو دعوت دینا ہے۔
- یہ قرآن کی حفاظت کا معاملہ ہے، مصارف کی کمی کا بہانا قطعی لائق التفات نہیں۔

- ترجمہ عام طور سے مترجم کی فہم وفراست کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے، جو دین میں نزاع کا ذریعہ بنے گا۔
- صرف ترجمہ پڑھنے سے لوگوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ٹوٹے گا اور وہ رحمت سے محروم ہوں گے۔
- ترجمہ میں فساد عقیدے میں فساد کا موجب ہوگا۔
- مترجم تحریف معنوی کے لئے آزاد ہو جائے گا۔
- اس کی اجازت اجماع اور اسلاف کی خلاف ورزی ہوگی۔
- انسان کی طبیعت میں سہل پسندی ہے، اصل کو چھوڑ کر فرع ہی کو اختیار کرلیں گے اور مرور زمانہ کے بعد لوگوں کی عادت بن جائے گی، اور یہ دین وایمان کے لئے بڑا خسارہ ہوگا۔
- یہ امت کے مروجہ طریقہ کے خلاف ایک بدعت ہے۔
- شائع شدہ ترجمہ پرانا ہونے کی صورت میں بے حرمتی کے نذر ہوگا۔
- عربی زبان میں نازل شدہ قرآن نور ہدایت سے لبریز ہے، صرف ترجمہ اس نعمت سے خالی ہوگا۔
- لوگوں کا تعلق رفتہ رفتہ قرآن سے ختم ہو جائے گا۔
- لوگ بجائے اصل قرآن کے اسی کو قرآن سمجھنے لگیں گے۔
- قرآن مجید کے اصل الفاظ توفیقی ہیں، اس کی خلاف ورزی نہیں کی جا سکتی۔
- توریت وانجیل جیسے سلوک کا خطرہ اور اندیشہ ہے، اور دشمن اسی تاک میں ہے، اس لئے اس محض چند لوگوں کے فائدے کے لئے کم خرچ اور ناخواندہ لوگوں کا عذر تلاش نہ کیا جائے۔

مفتی عبد الرحیم حسنی کشمیری نے تو تنہا ترجمہ شائع کرنے والے افراد کے خلاف قانونی کاروائی تک کئے جانے کی رائے دی ہے۔

جو ترجمہ بغیر متن کے شائع ہو چکے ہیں اسے خرید وفروخت کرنا اور ہدیہ دینا ولینا بالکل بند کر دیا جائے، اس سے اس کی اشاعت اپنے آپ بند ہو جائے گی۔

تائید میں اکابر کے فتاوی:

متن کے بغیر ترجمہ شائع کرنے کی ممانعت کی تائید میں مقالہ نگاران نے مندرجہ ذیل کتب فتاوی سے اکابر کے فتاوی کو بھی پیش کیا ہے:

- کتاب الفتاوی (مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ۱؍ ۴۷۳)۔

- امدادالفتاوی (حضرت مولانا اشرف علی تھانوی)
- خیرالفتاوی (۱/۲۱۵)۔
- فتاوی حقانیہ (۲/۱۳۸)۔
- کفایۃ المفتی (مفتی کفایۃ اللہ مرادآبادی، ثم دہلوی: ۱/۱۲۰)۔
- فتاوی محمودیہ (مفتی محمود حسن دیوبند: ۳/۵۱۰)۔
- امدادالاحکام (حضرت تھانوی: ۱/۲۳۲)۔

جواز:

چونکہ اکثر جملہ حضرات مقالہ نگاران کی رائے بغیر متن کے ترجمہ کی اشاعت کے عدم جواز کی ہے، اس لئے ان کے اسمائے گرامی کو حذف کرتے ہوئے صرف ان حضرات کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے جو اس کے جواز کے قائل ہیں، بنیادی طور پر مجوزین حضرات کا خیال یہ ہے کہ جب دنیا کی دوسری زبانوں میں ترجمہ کی اجازت بھی ہے اور دعوت دین اور دنیا تک قرآن کریم کے پیغام کو پہنچانا یہ ضرورت بھی ہے، پھر صرف ترجمہ شائع کرنا کیونکر جائز نہ ہوگا، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

ڈاکٹر مبین سلیم ندوی ازہری، مولانا محمد نثار عالم ندوی، مولانا عبید اللہ ابوبکر ندوی شافعی، مولانا محمد اعظم ندوی، مولانا نعیم احمد ندوی (کیرالا)، مولانا حسین احمد قاسمی (مارت شرعیہ پٹنہ)۔

دلائل:

ان تینوں حضرات نے بنیادی طور پر قرآن کریم کو پوری انسانیت کے لئے ہدایت کا انمول تحفہ اور آفاقی وعمومی کتاب ہونے کی وجہ سے اس کے دعوتی پہلو کو پیش نظر رکھا ہے اور غیر عربی داں حضرات جو اس پر احکام اسلام کی تعلیم کے محتاج ہیں ان کی ضرورت کو بنیاد بنا کر جائز، بلکہ اس عمل کو مستحسن قرار دیا ہے اور اس پر مندرجہ ذیل نصوص پیش کئے ہیں:

- **"يجوز ترجمة معانى النصوص القرآنية إلى اللغات الاجنبية لحاجة الناس إلى معرفة أحكام الإسلام ورسالته العامة للبشرية، إذا أنه يتعذر على كل فرد غير عربى تعلم اللغة العربية لما فى ذلک من حرج وعسر"** (موسوعۃ الفقہ الاسلامی وادلتہ للزحیلی: ۱۰/۵۹۴)۔
- **"يجوز إعطاء ترجمة معانى القرآن الكريم لغير المسلمين من أجل البلاغ و دعوة إلى الإسلام وتغليب الجانب الترجمة"** (فتاوی اللجنۃ: ۴/۴۲)۔

- "ولایسمی ذلک التفسیر قرآن وعلی هذا یجوز للجنب والکفار مس ترجمة معانی القرآن بغیر اللغة العربیة، کما یجوز مسهم تفسیره باللغة العربیة" (فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء: ۴/ ۱۶۴)۔ (دیکھئے مقالہ: مولانا عبیداللہ ابوبکر ندوی)۔
- ''صرف ترجمہ کی اشاعت کے عدم جواز پر کوئی نص موجود نہیں ہے''۔
- جب حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد: "إنا نحن نزلنا الذکر وإنا له لحافظون" (سورہ الحجر: ۹) کے ذریعہ لے لیا ہے تو پھر اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ بعید از قیاس ہے۔
- اس کا جواز دعوتی نقطہ نظر ہے، یہ بڑا مقصد ہے، اور غیر مسلموں کے ہاتھوں میں بے حرمتی کی بات جہاں تک ہے تو بے حرمتی سے بچانا اور ان کو قرآن کی دعوت دینا دونوں حفاظت ہی کے قبیل سے ہے۔
- حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں جمع قرآن کا اہتمام الفاظ قرآنی کے ضائع ہونے کے اندیشے سے ہوا ہے، معانی کے اختلاف کی بنا پر نہیں ہوا ہے جس کا اندیشہ محسوس کیا جارہا ہے۔
- "الضرورات تبیح المحظورات" کے پیش نظر دعوت ایک ضرورت ہی نہیں، بلکہ فریضہ ہے۔ (دیکھئے مقالہ مولانا محمد نثار عالم ندوی، کیرالا)۔

جبکہ مولانا نعیم احمد ندوی کیرالا نے افادۃ اور استفادے کو سامنے رکھتے ہوئے خالص ترجمہ کو کسی اور نام سے شائع کرنے کا عندیہ دیا ہے (دیکھئے موصوف کا مقالہ) اور مولانا اعظم ندوی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے تو خالص بغیر متن کے ترجمہ پڑھنا جائز نہیں ہے، البتہ غیر مسلموں کے لئے تنہا چھاپنا، تقسیم کرنا سب درست ہے، چونکہ مقصد دعوت ہے اور اسے بجائے ایک ساتھ ۳۰/ پارے چھاپنے کے اجزاء میں تقسیم کرکے چھاپا جائے۔

۲- بغیر متن والا ترجمہ قرآن خریدنا اور ہدیہ کرنا:

بیشتر مقالہ نگاران حضرات کی رائے یہ ہے کہ جب ترجمہ قرآن کو بغیر متن کے شائع کرنا جائز نہیں ہے تو پھر اسے خریدنا، تقسیم کرنا اور ہدیہ کرنا کیونکر جائز ہوسکتا ہے، بلکہ کوئی شخص اگر ایسا کرتا ہے تو تعاون علی الاثم ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔ اس موقف کو ۶۸ حضرات نے اختیار کیا ہے، چونکہ اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے، اور تقریباً اتفاقی ہے، اس لئے ان کے اسمائے گرامی کی فہرست کو چھوڑا جاتا ہے۔

دلائل:

مذکورہ حضرات نے عدم جواز کے لئے مندرجہ ذیل دلائل دیئے ہیں:

- ''تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان'' (سورہ المائدہ:۲)۔
- ''ومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها'' (سورہ النساء:۸۵)۔
- ''الدال على الخير كفاعله''۔ (حدیث)
- ''ومن عمل عملا صالحا فله أجرها وأجر من عمل بها، ومن عمل عملاً سيئاً فله وزرها و وزر من عمل بها''۔ (حدیث)
- ''دفع المفاسد أولى من جلب المنافع''۔ (الاشباہ والنظائر)
- اِجماعِ امت کی خلاف ورزی۔

مجوزین کے اسمائے گرامی سوال نمبر ا کے ضمن میں آچکے ہیں اوران کے دلائل بھی مذکور ہیں، حسب خواہش ملاحظہ کرلیا جائے۔

۳- بغیر متن والے ترجمہ قرآن کو ہاتھ لگانے کے لئے وضو کی شرط:

بغیر متن کے ترجمہ سے متعلق تفصیلات اوپر مذکور ہوچکی ہیں کہ اس کی اشاعت ناجائز ہے۔ اگر بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت کوئی کرہی دیتا ہے تو استفادہ کرتے وقت اس ترجمہ کو ہاتھ لگانے کے لئے وضو ضروری ہوگا یا نہیں، اس بارے میں مقالہ نگاران کے تین طرح کے رجحانات سامنے آئے ہیں:

پہلا رجحان:

پہلا رجحان یہ ہے کہ اگرچہ تنہا متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت ممنوع ہے، تاہم اگر شائع کرہی دیا گیا تو اس کو ہاتھ لگانے کے لئے وضو ضروری ہوگا اور بغیر وضو وطہارت اسے چھونا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ وہ بھی قرآن ہی کے حکم میں ہے، اوراس کو نسبت بھی قرآن ہی کی حاصل ہے، یہ رجحان مندرجہ ذیل حضرات کا ہے:

مفتی محمد جہانگیر حیدر، مولانا محمد فاروق دربھنگوی، مولانا عبد الرشید نعمانی، مولانا اسماعیل لاجپوری، مفتی اقبال احمد کانپوری، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا محمد اسرار احمد آبادی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی صادق محمد پٹیل، مفتی اخلاق حسین قاسمی، مفتی روح اللہ قاسمی، مفتی ریاست علی قاسمی، مفتی شبیر یعقوب دیولوی، ڈاکٹر مفتی شاہ جہان ندوی، مفتی لطیف الرحمٰن ممبئی، مولانا عبد الباسط پالن پوری، مولانا یوسف علی آسام، مولانا جنید بن محمد پالنپوری، مولانا محمد موسیٰ القاسمی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی محمد حنیف، مفتی محمد ارشاد پالن پوری، اور مفتی غلام اللہ کاوی والا، مولانا آزاد بیگ قاسمی، مولانا مصطفیٰ عبد القدوس ندوی، مفتی سعید الرحمٰن فاروقی ممبئی، مفتی عبد الباسط قاسمی (تھانے ممبئی)۔

دلائل:

دلائل میں عام طور سے مندرجہ ذیل نصوص پیش کئے ہیں:

- ''**إنه لقرآن كريم، في كتاب مكنون، لايمسه إلا المطهرون**'' (سورہ واقعہ:۷۷-۷۹)۔
- ''**لا يمس القرآن إلا طاهر**''۔ (الاتقان فی علوم القرآن:۹/۱۹۵، سنن دارمی حدیث:۲۳۱۲، دارقطنی حدیث:۱۹۳۷)۔
- اور فقہاء کی عبارتیں، مثلاً:
- ''**ولو كان القرآن مكتوبا بالفارسية يكره لهم مسه عند أبي حنيفة، وكذا عندهما على الصحيح**'' (فتاوی ہندیہ ۱/۲۰)، (دیکھئے: مفتی ثناء الہدی قاسمی، مفتی ریاست علی قاسمی وغیرہ)۔

دوسرا رجحان:

دوسرا رجحان یہ ہے کہ بغیر متن قرآن والے ترجمہ کو بغیر وضو کے ہاتھ لگانا، مکروہ، اور بے ادبی ہے، اس لئے احتیاط کا تقاضا اور بہتر یہ ہے کہ وضو کرلیا جائے، گویا جواز کے باوجود احتیاط وضو میں ہے، اس رئے کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنایا ہے:

مولانا محمد نثار عالم ندوی، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، مولانا محمد اعظم ندوی، مولانا وحید الدین ترکیسر، مولانا محمد اقبال شکر پور، مولانا ظفر عالم ندوی، مولانا عبد العظیم ندوی، قاری ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا سید قمر الدین محمود بڑودوی، مولانا عبد الرب عبد الوہاب، مولانا حفیظ الرحمٰن مدنی، مفتی محمد حذیفہ داحودی، مفتی سلمان پالنپوری، مولانا عبید اللہ ندوی، اور مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا حسین احمد قاسمی، مفتی ثناء الہدی قاسمی۔

دلائل ان حضرات کے بھی تقریباً وہی ہیں جو پہلے رجحان کے حاملین نے پیش کئے ہیں۔

تیسرا رجحان:

تیسرا رجحان یہ ہے کہ جب اس کی اشاعت ممنوع ہے، اس کے باوجود کسی نے چھاپ دیا ہے تو اس کی حیثیت عام کتاب کی سی ہوگی اور اس پر قرآن کے احکام جاری نہیں ہوں گے اور نہ ہی اس کے چھونے کے لئے وضو ضروری ہے۔ بغیر وضو کے اسے ہاتھ لگانا جائز ہے، اس رائے کو مندرجہ ذیل حضرات تحریر کیا ہے:

مفتی حبیب اللہ قاسمی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا محمد شکیل اسلام پوری، مولانا ندیم احمد انصاری، مفتی محمد اشرف قاسمی۔

البتہ-پچیس مقالہ نگار حضرات نے بغیر متن کے ترجمہ قرآنی کی اشاعت کے عدم جواز کی رائے رکھنے کے باوجود انھوں نے اس پر کوئی رائے نہیں دی ہے کہ خالص ترجمہ قرآنی کو ہاتھ لگانے کے لئے وضوضروری ہے یا نہیں ہے، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا محمد صادق مبارکپوری، مولانا محمد ممتاز خان ندوی، مفتی عبداللہ کاوی والا، قاضی محمد حسن ندوی، مولانا محمد نعیم احمد ندوی، کیرالا، مولانا اویس بن صالح بنگ، مولانا مشبر مصطفی، مولانا عبدالحکیم پالنپوری، مولانا روح الامین، مولانا سعید احمد ندوی، مولانا عبدالشکور قاسمی، مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی، قاضی ذکاء اللہ شبلی، مولانا حیدرعلی قاسمی، مفتی عبدالرحیم حسنی کشمیری، مولانا مصطفیٰ قاسمی آواپوری، مولانا عبدالباسط قاسمی اجراڑہ، میرٹھ)، مولانا محمد منصف بدایونی، مولانا افضل الدبی قاسمی ندوی، محمد شفیق الکوثری قاسمی، مولانا عبدالعظیم ندوی، مفتی عبدالمنان (آسام)، مولانا طاہر حسین قاسمی، مفتی نذیر احمد کشمیری، اور مفتی شاہد قاسمی (مدھوبنی)۔

البتہ ڈاکٹر شاہ جہان ندوی صاحب نے اپنی تحریر میں اس تعلق سے اس اندیشہ کا اظہار ضرور کیا ہے کہ اگر لوگوں میں بے وضو ترجمہ پڑھنے کی عادت پڑ جائے گی تو اصل قرآن کی عظمت بھی دل سے آہستہ آہستہ ختم ہوجائے گی، اور ترجمہ کو بے وضو پڑھنا اصل کو بے وضو پڑھنے کا ذریعہ بن جائے گا۔

۴-بغیر متن کے ترجمہ کی خرید وفروخت اور ہدیہ:

اس کے جواب میں بھی بنیادی طور پر دو موقف ہیں۔

پہلا موقف:

چونکہ تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت ناجائز اور ممنوع ہے، بلکہ قرآن کے خلاف بہت سے فتنوں یہاں تک تحریف کے دروازے تک کے کھلنے کا اندیشہ ہے، اس لے شریعت کا قاعدہ ہے کہ "إذا ثبت الشئ ثبت بلوازمه" لہٰذا اس کا خریدنا، ہدیہ اور تقسیم کرنا ناجائز اور تعاون علی الاثم ہے، اس رائے کو ۶۹ حضرات نے اختیار کیا ہے جو تقریباً اتفاقی رائے ہے۔

دلائل:

- "تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان" (سورہ المائدہ:۲)۔
- "ومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها" (سورہ نساء:۸۵، صیانۃ القرآن عن تغیر الرسم واللسان:۱/۹۷)۔
- "ولاتسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم" (سورہ انعام:۱۰۸)۔

- ”ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن“ (سورہ النور:۳۱)۔
- ”يايها الذين آمنوا لا تقولوا راعنا، وقولوا انظرنا“ (سورہ بقرہ:۱۵۴)۔
- ”إذا أمرتكم بشئ فأتوا منه ما استطعتم وإذا نهيتكم عن شئ فاجتنبوه“ (بخاری:۱۳/۲۸۸)۔
- ”عن ابن عمر رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم أنه كان ينهى أن يسافر بالقرآن إلى أرض العدو مخافة أن يناله العدو“ (مسلم:۲/۱۳۱)،(ماخوذ از مقالہ: محمد اقبال قاسمی بھروارا)۔
- ”من عمل عملا صالحا له أجرها و أجر من عمل بها، ومن عمل عملا سيئاً فله وزرها و وزر من عمل بها“ (حدیث)(مفتی عبداللہ کاوی والا)۔
- ”من الكبائر شتم الرجل والدين، قالوا يا رسول الله! هل يشتم الرجل والدين، قال نعم، يسب أبا الرجل فيسب أباه ويسب أمه فيسب أمه“ (متفق علیہ)۔(یہ سارے امور سد الذریعہ کے قبیل کے ہیں)۔ (دیکھئے مقالہ: مولانا روح الامین)۔
- ”إذا ثبت الشئ ثبت بلوازمه، يثبت التبع بثبوت الأصل“ (قواعد الفقہ/۱۳۹)۔
- ”النهى إذا كان لسد الذريعة أبيح للمصلحة الراجحة“ (القواعد الفقہیۃ وتطبیقاتہا فی المذاہب الأربعۃ للدکتور محمد مصطفی الزحیلی:۲/۷۸۳)۔
- ”إذا اجتمع مفسدتان يدفع أعظمها“ (الاشباہ والنظائر لابن نجیم)۔
- ”فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالبا، لأن اعتناء الشرع بالمنهيات أشد من اعتناء بالمأمورات“ (الاشباہ:۱/۳۲۲)۔
- ”ما كان سببا لمحظور فهو محظور“ (شامی:۵/۲۲۳)۔
- ”وكل ما أدى إلى ما لايجوز لايجوز“ (درمختار:۸/۴۳۲)۔
- ”وكل ما أدى إلى الحرام حرام“ (بدائع:۷/۴۸۸)۔
- ”الإعانة على المحظور محظور“(جمہرۃ القواعد الفقہیۃ:۲/۶۴۴)۔
- ”إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما“ (المقاصد الشرعیۃ للخادمی/۴۶)۔(دیکھئے مقالہ: مفتی جعفر ملی رحمانی)۔
- ” درأ المفاسد أولى من جلب المنافع“۔
- ”وتجوز كتابة آية أو آيتين الفارسية لا أكثر“ (درمختار:۱/۴۸۶)۔

- چونکہ ترجمہ کے ساتھ والے قرآن کریم کو غیر مسلم حضرات کو دینے اور احکام کا مکلّف نہ ہونے کی وجہ سے ان کے لئے بلا وضو چھونے کی فقہاء نے اجازت دی ہے اس لئے بلاشبہ محض ترجمہ کی ضرورت نہیں ہے۔

دوسرا موقف:

مندرجہ ذیل حضرات قرآن کریم کو دنیا تک پہونچانے، اور دعوتی نقطہ نظر سے جائز اور مستحسن قرار دیتے ہیں، ان میں بعض جزوی طور پر اور بعض کلی طور پر۔

کلی طور پر:

کلی طور پر محض ترجمہ کی اشاعت اور ہدیہ وتقسیم کو جائز، بلکہ مستحسن قرار دینے والے مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

ڈاکٹر مبین سلیم ندوی ازہری، جناب مولانا عبید اللہ ابو بکر ندوی، مولانا محمد نثار عالم ندوی، مولانا نعیم احمد ندوی، کیرالا، مولانا حسین احمد قاسمی۔

جزوی طور پر اشاعت کی اجازت:

جناب مفتی اشرف قاسمی، جناب سید باقر ارشد قاسمی کی رائے یہ ہے کہ جزوی طور پر اگر چند آیات، یا بعض سورت کا محض ترجمہ شائع کیا جاتا ہے، تو اس کی اجازت ہے، جبکہ مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی کہتے ہیں کہ ''ضرورت کے بقدر اسے خریدنے اور تقسیم کرنے کی اجازت ہے۔

مولانا نعیم احمد ندوی کیرالا کا خیال ہے کہ محض ترجمہ شائع کرنے کے جواز کے باوجود اسے قرآن کے بجائے دوسرے کسی نام سے شائع کیا جائے (دیکھئے موصوف کا مقالہ)۔

دلائل:

جواز کا موقف اختیار کرنے والے حضرات نے مندرجہ ذیل دلائل ووجوہ کا سہارا لیا ہے:

- ''**فاقرؤا ما تيسر من القرآن**'' (سورہ مزمل:۳۰)۔
- ''**و إنه لفي زبر الأولين**'' (سورہ الشعراء:۱۹۶)۔
- رکوع اور سجدہ پر قادر نہ ہونے والے شخص کے لئے ایماء (اشارہ) سے نماز کی اجازت پر قیاس۔
- امام ابوحنیفہ کے نزدیک فارسی ترجمہ کا نماز میں تلاوت کے قائم مقام ہونا۔ ''**إذا أفتتح الصلاة بالفارسية أو قرأ**

فیها بالفارسیة أو ذبح وسمی بالفارسیة وهو یحسن العربیة أجزأه عند أبی حنیفة، وقالا: لایجزیه إلا فی الذبیحة، وإن لم یحسن العربیة أجزأه" (فتح القدیر:۱/۲۹۰)۔

- اہل عجم کے لئے قرآن میں نقطہ اور اعراب کی اجازت **"ویکره التعشیر والنقط فی المصحف لقول ابن مسعود جردوا القرآن ویروی جردوا المصحف، وفی التعشیر والنقط ترک التجرید، لأن التعشیر یخل بحفظ الآی والنقط بحفظ الإعراب اتکالا علیه، فیکره، قالوا فی زماننا لابد للعجم من دلالة، فترک ذلک إخلال بالحفظ و هجران القرآن فیکون حسنا** (ہدایہ کتاب الکراہیۃ: ۵/۴۵۸)۔
- ابتداء میں کسی بھی زبان میں علماء ترجمہ کے عدم جواز کے قائل تھے، بعد میں اجازت دی، شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے خود ترجمہ کر کے جواز کا فتوی دیا۔
- جب آیت قرآنی **"إنا نحن نزلنا الذکر وإنا له لحافظون"** (سورہ الحجر:۹) میں حفاظت کا وعدہ ہے تو ضیاع کا اندیشہ بے بنیاد ہے۔
- قرآن کو بے حرمتی سے بچانے کے لئے غیر کو نہ دینا اور دعوتی نقطہ نظر دینا دونوں ہی حفاظت کے قبیل کی چیز ہے۔
- حضرات شیخین کے زمانے میں اختلاف قرأت کی وجہ سے ضیاع کا اندیشہ تھا، اختلاف معانی کی وجہ سے نہیں، اس لئے یہ اندیشہ بھی بعید معلوم ہوتا ہے۔
- **الضرورات تبیح المحظورات"** (دلائل کے لئے دیکھئے مقالہ: مولانا محمد نثار عالم ندوی)۔

۵- غیر عربی رسم الخط میں قرآن کریم کی اشاعت:

سوال: **دور حاضر میں قرآن کے حوالے سے ایک بات یہ بھی شروع ہوگئی ہے کہ جو لوگ قرآن پاک کی عبارت کو عربی رسم الخط میں نہیں پڑھ سکتے یا اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے ان کے لئے متن قرآن کو ان کی زبان (ہندی، انگریزی وغیرہ) اور انکے رسم الخط میں لکھ دیا جاتا ہے، یعنی عبارت قرآن کی ہوتی ہے اور رسم الخط غیر عربی ہوتا ہے؛ تا کہ غیر عربی داں حضرات کو تلاوت قرآن میں سہولت ہو، شرعاً ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں متن قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن کو لکھ دیا جائے اور دونوں کو ساتھ شائع کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے اور غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن کی اشاعت کا کیا حکم ہے؟**

پہلا رجحان:

۸۱ر مقالہ نگاران میں سے ۷۰ر مقالہ نگاران حضرات علما ومفتیان کرام کی رائے یہ ہے کہ قرآن کریم کی عربی اور عثمانی رسم الخط کے علاوہ دنیا کی کسی بھی زبان کے رسم الخط میں کتابت نہ کلی نہ جزوی، اور نہ ہی دونوں کو ایک ساتھ اور نہ ہی علاحدہ، کوئی بھی صورت ناجائز، حرام اور اجماع امت کے خلاف ہے، چونکہ اکثر حضرات کی رائے ہے، اس لئے ان کے اسمائے گرامی بخوف طوالت حذف کئے جاتے ہیں۔

دلائل ووجوہ:

عدم جواز کے لئے مقالہ نگاران نے بہت سے دلائل دیئے ہیں:

- ”إن كنتم تحبون الله فاتبعونی يحببكم الله ويغفرلكم ذنوبكم“ (آل عمران:۳۱)۔
- ”ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين توله ما تولى، ونصله جهنم“ (سورہ نساء:۱۱۵)۔
- ”كذلک أوحينا إليک قرآنا عربيا“ (سورہ شوری:۷)۔
- ”ولو جعلناه قرآنا أعجمياً لقالوا لو لا فصلت آياته أ أعجمی وعربی“ (سورہ فصلت:۵۶)۔
- ”فإنه من يعيش منكم فسيرى اختلافا كثيرا، فعليكم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين من بعدی عضوا عليها بالنواجذ“ (ابن ماجہ حدیث:۴۲، ۴۳)(دیکھئے مقالہ مفتی شاہ جہاں ندوی)۔
- ”قال جماعة من الأئمة إن الواجب على القراء والعلماء وأهل الكتابة أن يتبعوا هذا الرسم فی خط المصحف، فإنه رسم زيد بن ثابت رضی الله عنهٗ وكان أمين رسول الله وكاتب وحيه“ (تفسیر نیشاپوری:۱ر۴۳)۔
- ”من يكتب مصحفا، فينبغی أن يحافظ على هجاء الذی كتبوا به تلک المصاحف، ولايخالفهم فيه، ولا يغير مما كتبوه شيئاً، فإنهم كانوا أكثر علما وأصدق قلبا و لسانا وأعظم أمانة، فلا ينبغی أن نظن بأنفسنا إستدراكا عليهم“ (مناہل القرآن:۱ر۳۸۰)۔(دیکھئے مقالات: مفتی جعفر ملی رحمانی، مولانا عبدالرب عبد الوہاب، محمد شکیل اسلام پوری، ڈاکٹر مفتی شاہ جہاں ندوی)۔
- ”أجمع المسلمون قاطبة على وجوب إتباع رسم عثمان رضی الله عنه ومنع مخالفته .... قال العلامة ابن عاشر: ووجه وجوبه ما تقدم من إجماع الصحابة عليه، وهم زهاء إثنی عشر الفا،

والإجماع حجة حسبما تقرر فی أصول الفقه'' (نصوص جلد/۲۵۱، جواہر الفقہ: ۲/۸۷)۔

- ''ففی کتابته بالعجمی تصرف فی اللفظ المعجز الذی حصل التحدی به بما لم یرد، بل مما یوهم عدم الاعجاز بل الرکاکة، لأن الألفاظ العجمیة فیها تقدیم المضاف إلیه علی المضاف، ونحو ذلک مما یخل بالنظم ویشوش الفهم'' (الفتاوی الکبیر: ۱/۳۸)۔(ماخوذ از مقالہ: مولانا روح الامین)۔
- ''أراد أن یکتب المصحف بالفارسیة منع أشد المنع'' (المحیط البرہانی: ۱/۳۰۸)۔
- ''رسم القرآن سر من اسرار المشاهدة وکمال الرفعة وهو صادر من النبی صلی الله علیه وسلم ولیس للصحابة ولا لغیرهم فی رسم القرآنی شعرة واحدة، و إنما هو توقیف من النبی صلی الله علیه وسلم – وهو الذی أمرهم أن یکتبوه علی الهیئة المعروفة بزیادة الألف ونقصانها و نحو ذلک للأسرار لا تهتدی إلیها العقول إلا بالفتح الربانی وهو سر من الأسرار، خص الله به کتابه العزیز دون سائر الکتب السماویة، فکما أن نظم القرآن معجز، فرسمه معجز أیضاً'' (ابو اسحاق ابراہیم تونسی مالکی، دلیل الحیر ان علی مورد الظمآن/ ۶۹)۔(ماخوذ از مقالہ ڈاکٹر مفتی شاہجہان ندوی، مفتی جعفر ملی رحمانی، عبد الرب عبد الوہاب سعادتی)۔

دوسرا رجحان: غیر عربی رسم الخط میں کتابت جائز ہے:

غیر عربی رسم الخط قرآن کی کتابت کو تعلیمی، دعوتی اور تبلیغی ضرورت کے پیش نظر اس شرط کے ساتھ کہ غیر عربی رسم الخط کے ساتھ عربی والا مصحف عثمانی بھی ساتھ میں طبع ہو، جائز ہے۔

اس رائے کو مندرجہ ذیل حضرات نے اختیار کیا ہے:

مولانا محمد موسی القاسمی، مفتی عبد اللہ کاوی والا، قاضی محمد حسن ندوی، ڈاکٹر محمد مبین سلیم ندوی از ہری، قاضی ذکاء اللہ شبلی، مفتی جہانگیر حیدر قاسمی، مفتی عثمان بستوی گورینی، مولانا حسین احمد قاسمی، مولانا آزاد بیگ قاسمی اور مولانا عبید اللہ ابوبکر ندوی، یہ حضرات مطلق جواز کے قائل ہیں اور مفتی اشرف قاسمی گونڈوی جزوی طور پر اس کی اجازت دیتے ہیں۔ جبکہ مفتی اقبال احمد کانپوری نے اپنا ناجائز والا موقف تحریر کرنے کے بعد اس عنوان: ''رسم عثمانی کے ساتھ ساتھ دوسری زبان کے خط میں متن قرآن شائع کرنا'' کے تحت حضرت مفتی سید نظام الدین صاحب کا پوری احتیاطی تدابیر کے ساتھ جواز کے رجحان والا فتوی نقل کیا ہے، البتہ اس پر کوئی رائے نہیں دی ہے۔

دلائل:

ان حضرات مجوزین نے بنیادی طور پر تعلیمی ضرورت کو پیش نظر رکھا ہے۔

- نیز متن قرآن کے ساتھ ترجمہ کے جواز پر قیاس کیا ہے (دیکھئے مقالہ: محمد حسن ندوی، مولانا محمد موسیٰ القاسمی)۔
- بعد میں قرآن کریم میں نقطے اور اعراب عجمیوں کی سہولت کے لئے لائے جانے پر قیاس۔

''ثم انتهى الأمر فى ذلک إلى الإباحة والاستحباب، أخرج ابن داؤد عن الحسن وابن سيرين أنهما قالا: لا بأس بنقط المصاحف، وأخرج عن ربيعة بن أبى عبد الرحمان أنه قال: لا بأس بشكله، وقال النووى: نقط المصحف وشكله مستحب، لأنه صيانة له من اللحن والتحريف''
(الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی: ۲/۱۷۱)، (مولانا مفتی جہانگیر حیدر قاسمی)۔

مولانا مفتی محمد عثمان گورینی نے گنجائش کے ساتھ ساتھ اس کی وضاحت بھی کی ہے کہ اسے قرآن کا نام نہ دیا جائے، بلکہ یہ کہا جائے: ''ہندی رسم الخط یا انگریزی رسم الخط یا بنگلہ رسم الخط میں قرآن کریم کی تعلیم کا ذریعہ، یا مثلاً ہندی رسم الخط یا فلاں رسم الخط میں قرآن کریم کا تعارف، تاکہ قرآن کریم کے ساتھ خلط ملط اور التباس نہ ہو، اور اس پر مفتی نظام الدین کے فتوی کا حوالہ دیا ہے (دیکھئے: منتخبات نظام الفتاوی ۳/ ۴۲۸، مقالہ مفتی عثمان البستوی گورینی)

- ''وسئل الإمام الشهاب الرملى هل تحرم كتابة القرآن العزيز بالقلم الهندى أو غيره فأجاب بأنه لايحرم، لأنها دلالة على لفظه العزيز وليس فيها تغيير له ..... وعبارة الاتقان للسيوطى: هل يحرم كتابته بقلم غير العربى، قال الزركشى لم أرى فيه كلاما لأحد من العلماء ويحتمل الجواز، لأنه قد يحسنه من يقرأه، والأقرب المنع والمعتمد الأول'' (حاشیۃ الجمل علی شرح المنہج للجمل: ۱/ ۱۲۳)۔
- '' وأفتى شيخنا (الرملى) بجواز كتابة القرآن بالقلم الهندى وقياسه جوازه بنحو التركى ايضاً''
(حاشیۃ البجیرمی: ۱/ ۳۷۴)، (مولانا عبید اللہ ابوبکر ندوی)۔

بریل کوڈ میں قرآن کریم کی کتابت:

سوال: بریل کوڈ جو نہ عربی رسم الخط ہے نہ رسم عثمانی، جس میں قرآن کو لکھنا لازم قرار دیا گیا ہے، لیکن بریل کوڈ میں قرآن کی اشاعت سے نابیناؤں کو غیر معمولی سہولت پیدا ہوجاتی ہے، وہ ہر قدم پر بینا افراد کے محتاج نہیں رہ جاتے، حفظ کرنے والے نابینا افراد اس کی مدد سے قرآن یاد کرسکتے ہیں، بھولنے کی صورت میں اس کی طرف مراجعت کرسکتے ہیں، براہ راست قرآن کا مطالعہ کرسکتے ہیں، سوال یہ ہے کہ بریل کوڈ کے عربی رسم الخط اور رسم عثمانی نہ ہونے کے باوجود کیا نابیناؤں کی مجبوری کی بنا پر بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست اور مستحسن ہے؟

بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کا حکم کیا اصل قرآن کی طرح ہے کہ اس کو چھونے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے یا وضو کے بغیر بھی اسے چھوا جاسکتا ہے؟ اگر بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست ہے تو کیا اس کے کچھ مخصوص آداب واحکام ہیں؟

اس سلسلہ میں مقالہ نگاران حضرات میں دوطرح کے رجحانات اورآراء پائے جاتے ہیں:

پہلا رجحان:

ان حضرات کے لئے بریل کوڈ جو پڑھنے میں بالکل قرآن ہی طرح ہوتا ہےاور مشاہدہ بتارہا ہے کہ بریل کوڈ پر پڑھنے والے نابینا حضرات اسی طرح مجوداور ترتیل سے قرآن پڑھتے ہیں جس طرح بینا حضرات پڑھتے ہیں۔ اور قرآن جس طرح بینا حضرات کی بنیادی دینی ضرورت ہے اسی طرح نابینا حضرات کی بھی ہے، اور یہ ان حضرات کے لئے ایک اچھی اور مستحسن ایجاد ہے، اس لئے بریل کوڈ تیار کرنے کی گنجائش بھی ہے، جائز بھی ہے، بلکہ امر مستحسن ہے، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ بریل کوڈ کی تیاری میں رسم عثمانی کے اصول وضوابط اور رموز کا خیال رکھا گیا ہو، ورنہ نسخہ کا اختلاف بڑے اختلاف کا سبب بن سکتا ہے۔

یہ رائے مندرجہ ذیل ۴۸ حضرات علماء ومفتیان اوراہل علم کی ہے۔

ڈاکٹر مبین سلیم ندوی ازہری، قاضی مزمل الدین ندوی، مولانا عبدالباسط فیاض قاسمی، مفتی عبداللہ کاوی والا، مولانا محمد نثار عالم ندوی، مولانا عبیداللہ ابوبکر ندوی، مفتی لطیف الرحمٰن ممبئی، مفتی شبیر یعقوب دیولوی، مفتی ریاست علی قاسمی، مفتی روح اللہ قاسمی، مولانا محمد اشرف قاسمی گونڈوی، مولانا عبدالرب عبدالوہاب، مولانا محمد شکیل اسلام پوری، مولانا سید قمرالدین محمود بڑودوی، مفتی صادق محمد پٹیل، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مفتی محمد عثمان بستوی گورینی، مفتی اقبال احمد کانپوری، مولانا ظفر عالم ندوی، مولانا مصطفیٰ قاسمی آواپوری، قاضی ذکاءاللہ شبلی، مولانا حیدر علی قاسمی، محمد احسن عبدالحق ندوی، مفتی ڈاکٹر شاہ جہان ندوی، مولانا روح الامین، مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی، محمد اقبال قاسمی (شکر پور)، مولانا وحیدالدین، مولانا محمد اعظم ندوی، مولانا محمد جہانگیر حیدر قاسمی، مولانا محمد موسی القاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا نعیم احمد ندوی، قاضی محمد حسن ندوی، مفتی غلام اللہ کاوی والا، مفتی جعفر ملی رحمانی، مولانا عبدالحکیم پالن پوری، مولانا مشبر مصطفیٰ، مولانا طاہر حسین قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا عبدالعظیم ندوی، مفتی محمد شاہد قاسمی مدھوبنی، مولانا عبدالعظیم ندوی، مولانا فضل الدبی کوثری، مولانا محمد شفیق قاسمی، مولانا محمد منصف بدایونی، مولانا محمد موسی القاسمی، مولانا عمر بن یوسف کوکنی، مولانا حسین احمد قاسمی، مولانا آزاد بیگ قاسمی، مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی، مفتی شبیر احمد قاسمی، مفتی ثناءالہدی قاسمی، مفتی سعیدالرحمٰن فاروقی۔

دلائل:

ان حضرات نے اس کے جواز کے لئے عام طور پر ضرورت کو بنیاد بنایا ہے، اور جس طرح ضرورت کے پیش نظر علماء نے ترجمہ قرآن کی اجازت دی ہے، اسی طرح اس کی بھی اجازت ہونی چاہئے۔ یہ بات اکثر مقالہ نگار نے اپنے مقالہ میں تحریر کی ہے، اس لئے انسانوں کے ایک طبقہ کی ضرورت اور دین وقرآن سیکھنے کی مصلحت کا تقاضا ہے کہ اس کی گنجائش ہو۔ اور اس کے لئے احادیث اور ان قواعد وعبارات کا سہارا لیا ہے:

- **"و ما جعل عليكم فى الدين من حرج"**۔ (سورہ حج:۷۸)۔
- **"يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر"** (سورہ بقرہ:۱۸۵)۔
- **"طلب العلم فريضة على كل مسلم"** (متفق علیہ)۔
- **"الدين يسر"** (بخاری ۱/۱۰، سنن نسائی، حدیث:۵۰۳۴)۔
- **"من سن سنة حسنة له أجرها وأجر من عمل بها"** (حدیث)۔
- **"ما رأه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن"** (حدیث)(مفتی اقبال احمد کانپور)۔
- **"الضرورات تبيح المحظورات"** (الاشباہ والنظائر)۔
- **"المشقة تجلب التيسير"** (الاشباہ والنظائر)۔
- **"وأما النقط فيجوز، لأنه ليس له صورة، فيتوهم لأجلها ما ليس بقرآن قرآنا، وإنما هى دلالات على هيئة المقروء، فلا يضر إثباتها لمن يحتاج إليها"** (الاتقان ۱/۳۷۷)، (ماخوذ از مقالہ مفتی شاہد قاسمی)۔

۱۰- **الحرج مدفوع"** (الاشباہ)۔

۱۱- **"الحاجة نزل منزلة الضرورة"** (الاشباہ)۔

- **"ولأن النقطة ليست بمقروء، فيتوهم لأجلها ما ليس بقرآن قرآنا، وإنما هى دلالات على هيئة القرآن، فلا يضر إثباتها لمن يحتاج إليها، والله اعلم"** (شعب الإيمان دار الكتب العلمية ۲/۵۴۸، حدیث: ۲۶۷۷)۔(مقالہ مفتی شبیر احمد قاسمی)۔

دوسرا رجحان بریل کوڈ کے عدم جواز کا:

بریل کوڈ کے سلسلہ میں دوسرا رجحان عدم جواز کا ہے عدم جواز کا رجحان رکھنے والے حضرات کا کہنا ہے کہ چونکہ رسم عثمانی کے خلاف قرآن مجید کی کتابت کے لئے کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جانا اجماع امت اور امت کے موروثی طریقے کے

خلاف ہے، اوراس میں رسم عثانی کے جملہ قرآنی رموز واوقاف اورقرأت سبعہ کی رعایت بھی ممکن نہیں ہے، جو بجائے خود ایک تحریف کی شکل ہے، اس لئے بریل کوڈ نا جائز ہے، اور نابینا حضرات کواسی طرح اساتذہ کی مدد سے قرآن پڑھنا اور سیکھنا چاہئے جس طرح اب تک ہوتا چلا آرہا ہے، یہ رجحان مندرجہ ذیل حضرات کا ہے:

مفتی اخلاق حسین قاسمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا ندیم احمد انصاری، مولانا اسرار احمد آبادی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا اسماعیل لاجپوری، مولانا محمد فاروق اعظم، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، مولانا حفیظ الرحمٰن مدنی، مولانا یوسف علی آسام، مفتی محمد سلمان پالنپوری، مولانا عبدالباسط پالن پوری، مفتی جنید بن محمد فلاحی، مفتی محمد ارشاد پالن پوری، مفتی حنیف صاحب، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا محمد صادق مبارکپوری، مولانا محمد ممتاز خان ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا اویس بن صالح بنگ، مفتی عبدالمنان (آسام)، مفتی عبدالرحیم حسنی کشمیری، مولانا سعید احمد ندوی، اور مولانا عبدالشکور قاسمی۔

دلائل:

- **"قل فيهما إثم كبير، ومنافع للناس إثمهما أكبر من نفعهما"** (سورہ بقرہ:۲۱۹)۔
- **"عليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين من بعدى عضوا عليها بالنواجذ"** (ابن ماجہ حدیث:۴۲، ۴۳)۔
- **"يقول الإمام العالم المصرى الشيخ محمد بن على الحداد فى رسالته "خلاصة النصوص الجلية": أجمع المسلمون قاطبة على وجوب اتباع رسم مصاحف عثمانى ومنع مخالفته، ثم قال: قال العلامة ابن عاشر: ووجه وجوبه ما تقدم من إجماع الصحابة عامة وهو زهاء اثنى عشر ألفاً والإجماع حجة حسبما تقرر فى أصول الفقه** (النصوص الجلیۃ/۲۵)۔
- **"وقال البيهقى فى شعب الايمان: من يكتب مصحفا، فينبغى أن يحافظ على الهجاء الذى كتبوا به تلك المصاحف ولا يخالفهم فيه ولا يغير مما كتبوه شيئاً، فإنهم كانوا أكثر علما وأصدق قلبا ولسانا وأعظم أمانة، فلا ينبغى أن نظن بأنفسنا إستدراكا عليهم"** (الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ۱۷۲/۲)۔
- **"ثم قال العلامة الحداد: ثبت بما ذكر من النقول الصحيحة والنصوص الصريحة أنه انعقد إجماع سائر الأمة من الصحابة وغيرهم على تلك الرسوم وأنه لايجوز بحال من الأحوال العدول عن كتابة القرآن الكريم ولانسرع بصورة تخالف رسوم، المصاحف العثمانية"** (رسالہ

النصوص الجلیلہ/ ۲۵)۔

- ”وفی هذا ما فيه من الخطر، درأ المفاسد أولی من جلب المصالح، وبناء علی هذه الأسباب اتحد المجلس القرار التالی:
یری هیئة کبار العلماء: أن یبقی رسم المصحف علی ما کان بالرسم العثمانی، ولا ینبغی تغییره لیوافق قواعد الإملا الحدیثة محافظة عن کتاب الله من التحریف واتباعا لما کان علیه الصحابة وأئمة المسلمین“۔
- ”أن کتابة القرآن العظیم بالأحرف اللاتینیة أمر خطیر بالغ الخطورة وهو غیر جائز، لأن الأحرف العربیة لایوجد کثیر منها باللاتینیة وهو تحریف للقرآن وتغییر له عن العربیة المنزل بها“ (مجلس الاقراء کا فیصلہ)۔
- ”ولایجوز کتابة القرآن الکریم (المصحف) بغیر اللغة العربیة وبغیر الرسم العثمانی حتی ولو کان بقصد تیسیر قرأة القرآن الکریم لغیر العرب أو للمسلمین الجدد لما یترتب علی ذلک من تحریف للقرآن الکریم وتبدیل بعض الحروف، لأنه کتب بالرسم العثمانی الذی یستوعب القرأت السبع کلها سدا للذرائع وصیانة للقرآن الکریم من محاولات التغییر والتبدیل التی یحرص علیها أعداء الإسلام“ (ہیئۃ عامہ کا فیصلہ)۔
- ”أن علماء السلف الصالح لایجیزون کتابة نص القرآن الکریم بغیر العربیة، وهذا هو مسلک الأمة کما هو معلوم أن الأمة الإسلامیة تتعرض لفتتن ومخاطر کثیرة فی هذا العصر علی أید الإعداء“ (جمعیۃ علماء ہند کا فیصلہ)۔
- ”وبذلک أجمع علماء الإسلام سلفا وخلفا علی أن کل تصرف فی القرآن الکریم یؤدی إلی تحریف لفظه أو تغییر فی معناه ممنوع منعا باتا ومحرم تحریما قاطعاً“ (دارالإفتاء عمان کا فیصلہ)۔
- ”أن فکرة کتابة القرآن الکریم بالأحرف اللاتینیة فکرة هدامة یجب محاربتها بکل الوسائل علی علماء الأمة الإسلامیة وعلماء القرارات لم یجیزوا کتابته إلا بالرسم به فی زمن الخلیفة الثالث سیدنا عثمان رضی الله عنه – وحافظوا علی هذا الرسم حتی وصلت بطریق التواتر والآیات القرآنیة مشاهدة علی ذلک“ (وزارۃ أوقاف إدارہ جامع بنی أمیۃ شام)۔
- اس کے علاوہ علماء ہندوا کابر کے فتاوی، مثلاً مفتی محمود صاحب وغیرہ کے فتاوی بھی پیش کئے گئے ہیں۔

متفرق خیالات:

مولانا عبیداللہ ندوی صاحب کی رائے یہ ہے کہ اس سلسلہ میں فیصلے کے لئے کافی غور وخوض کرلیا جائے۔

مزید وہ لکھتے ہیں:

۱- امت نے کتابت قرآن کے لئے رسم عثمانی کی شکل میں جو معیار متعین کیا ہے اس کے خلاف ہے۔

۲- دیگر امور میں یہ پیش رفت یقیناً قابل قدر ہے مگر قرآن شریف میں مناسب معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ نابینوں کا یہ مسئلہ نیا نہیں بلکہ پرانا ہے، اور صدر اول سے لے کر آج تک لاکھوں نابینا حفاظ ہوئے ہیں جبکہ بریل کا وجود بھی نہیں ہوا تھا، میرے خیال میں اس پہلے طریقۂ حفظ کا نہ کوئی بدل ہے اور نہ اس میں کسی تبدیلی کی گنجائش ہے۔

۳- بریل کوڈ کا معاملہ بڑا نازک اور سنگین ہے، ذراسی چوک سے کچھ کا کچھ ہوسکتا ہے، ایک واحد زائد نقطہ یا کسی نقطہ کی کمی لفظ کے معنی ومفہوم تبدیل کردیتی ہے۔

۴- مختلف بریل میں پاروں کی تقسیم میں اختلاف ہے، مثلاً عرب بریل قرآن میں ساتواں پارہ "إذا سمعوا" کے بجائے "لتجدن أشد الناس" (سورۂ مائدہ:۸۲) سے شروع ہوتا ہے جو صحیح نہیں۔ اور مصحف عثمانی کے خلاف ہے۔

۵- بریل کوڈ میں مکتوب قرآن نقطوں پر مبنی ہے حالانکہ قرآن کریم کے الفاظ معجزہ ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو تحدی کی تھی، نیز بریل قرآن کو قرآن کہنا بھی درست ہے یا نہیں؟ یہ ایک مسئلہ ہے۔

۶- بریل علامت تلفظ کی نمائندگی کرتی ہے نہ کہ رسم الخط کی، اور بریل میں حروف کے تلفظ کو زیادہ اہمیت حاصل ہے، حروف کے رسم الخط کو نہیں، جبکہ قرآن کے کئے لئے تلفظ اور رسم الخط دونوں اہمیت کے حامل ہیں۔

۷- بریل کے سلسلہ میں ابھی تک کوئی متفقہ رائے نہیں پائی جاتی ہے مختلف ممالک کے مختلف انداز ہیں۔

۸- عربی دائیں طرف سے لکھی اور پڑھی جاتی ہے جبکہ بریل قرآن میں دونوں کام الٹی سمت سے ہوتے ہیں جو خلاف حدیث "إن الله يحب التيامن فى كل شئ حتى التنعل والترجل" (نصب الرایۃ ۱/ ۳۴، بخاری کتاب الصلاۃ، باب التیمن فی دخول المسجد وغیرہ رقم: ۴۲۶) کے خلاف ہے۔

۹- عربی بریل کے طرز تحریر میں باہم کافی فرق پایا جاتا ہے حتی کہ قرآن میں لفظ "اللہ" لکھنے میں بھی تفاوت پایا جاتا ہے۔

۱۰- بریل میں اگر ہم الف کی آواز کے بدلے میں عثمانی رسم الخط کے ضابطہ کے مطابق واؤ لکھیں تو یہ الفاظ نابینا قاری کے ذریعہ غلط تلفظ کے ساتھ ادا ہوں گے، اس سے بچنے کے لئے "الصلوۃ"، "الزکوۃ" وغیرہ الفاظ الف کے ساتھ

''الصلاۃ''، ''الزکاۃ'' لکھے جاتے ہیں، جو رسم عثمانی کے خلاف ہیں۔

۱۱- اور آخری بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بندے سے کوئی نعمت سلب کرتے ہیں تو اس کا بدل ضرور عطا فرماتے ہیں، چنانچہ مشاہدہ ہے کہ نابینا افراد کا حافظہ عموماً تیز ہوتا ہے جو چیز ایک بار یاد کرلی وہ محفوظ ہوجاتی ہے، اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ وہی پرانا طریقہ ہی ان کے حفظ کے لئے باقی رکھا جائے تا کہ قرآن محفوظ رہے، اور تحریف کا دروازہ نہ کھلے۔

نیز جن افراد یا اداروں نے اس کے جواز کا فتوی دیا ہے ان کی تحریریں پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات بھی اس معاملہ میں ابھی مکمل بصیرت حاصل نہیں کرسکے ہیں، ایسے میں کوئی فیصلہ لینا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔ (دیکھئے موصوف کا مقالہ)۔

جبکہ مولانا ندیم احمد انصاری فرماتے ہیں کہ بریل کوڈ کی بجائے رسم عثمانی کو ہی بڑے حروف میں لکھا جائے اور نابینا حضرات جس طرح کاغذ کے نوٹوں کو چھوکر اندازہ لگالیتے ہیں، اسی طرح ان کے لئے بڑے حروف کا پڑھنا آسان ہوگا۔ مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا محمد موسی قاسمی اور مفتی روح اللہ صاحب کہتے ہیں کہ بریل کوڈ کے جواز کے لئے ضروری ہے کہ دونوں ایک ساتھ طبع کیا جائے، احتیاط اسی میں ہے، مفتی عبدالباسط قاسمی (تھانے، ممبئی) کہتے ہیں کہ یہ اسی صورت میں درست ہے جب کوئی استاذ نابینا حضرات کو پہلے مجوّد پڑھانے کا اہتمام کرے۔

۷- بریل کوڈ کو ہاتھ لگانے کے لئے وضو:

اس سوال کے جواب میں بھی وضو کے وجوب اور عدم وجوب کی بابت دونوں طرح کی رائے مقالہ نگاران میں پائی جاتی ہے۔

وجوب:

بریل کوڈ ہاتھ لگانے کے لئے ۳۶/حضرات مقالہ نگاران کی رائے یہ ہے کہ بریل کوڈ بھی نابینا حضرات کے لئے قرآن ہی کے حکم میں ہے، اس لئے وضو ضروری ہے، انہیں میں سے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ وضو ضروری تو نہیں ہے، تاہم قرآن یا قرآن کی نسبت کا تقاضا ہے کہ احتراماً وضو کرلیا جائے اور قرآنی آداب ہی ملحوظ رکھے جائیں۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

مولانا عبدالباسط فیاض قاسمی، مفتی عبداللہ کاوی والا، مفتی لطیف الرحمٰن، مفتی شبیر یعقوب دیولوی، مولانا نثار عالم

ندوی، مفتی ریاست علی قاسمی، مولانا عبدالرب عبدالوہاب، مولانا محمد شکیل اسلام پوری، مولانا سید قمرالدین محمود بڑودوی، مفتی صادق محمد پٹیل، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مفتی محمد حذیفہ داحودی، مفتی اخلاق حسین قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا اسماعیل لاجپوری، مولانا محمد فاروق دربھنگوی، مولانا حفیظ الرحمٰن مدنی، مولانا یوسف علی آسام، مفتی سلمان پالن پوری، مفتی حنیف، قاضی محمد ریاض ارمان، مولانا عبیداللہ ندوی، مفتی عبدالرحیم حسنی کشمیری، محمد اقبال قاسمی (شکر پور) مولانا وحیدالدین، مولانا محمد اعظم ندوی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی غلام اللہ کاوی والا، مفتی جعفر ملی رحمانی، مولانا عبدالحکیم پالن پوری، شبیر مصطفیٰ، مولانا طاہر حسین، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا عبدالعظیم ندوی، مفتی شاہد قاسمی، مولانا منصف بدایونی، مولانا مصطفیٰ قاسمی آوا پوری، مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی، مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی، ڈاکٹر مبین سلیم ندوی ازہری، مولانا عمر بن یوسف کوکنی، مفتی روح اللہ قاسمی، مفتی عبدالرحیم حسنی کشمیری، مولانا روح الامین، مولانا آزاد بیگ قاسمی، مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی، مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی، مفتی عبدالباسط قاسمی (تھانے ممبئی)، مفتی سعیدالرحمٰن فاروقی۔

دلائل:

اس میں دلائل وہی ذکر کئے گئے ہیں جو ماقبل میں بلا متن ترجمہ کی اشاعت والے سوال کے جواب میں محض ترجمہ قرآن کو ہاتھ لگانے کے ضمن میں آچکے ہیں، اس لئے تکرار سے بچتے ہوئے یہاں ان کو حذف کیا جاتا ہے۔

عدم وجوب:

اس سلسلہ میں وہ حضرات علماء جو بریل کوڈ کو پڑھنے اور ہاتھ لگانے کے لئے وضو کو لازم قرار نہیں دیتے، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مفتی محمد اشرف قاسمی گونڈوی، مولانا عبداللہ ابوبکر ندوی، قاری ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا حسین احمد قاسمی، مولانا محمد صادق مبارک پوری، مولانا حیدر علی قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی، مولانا نعیم احمد ندوی، مولانا محمد موسیٰ قاسمی، مولنا عبد العظیم ندوی، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، قاضی ذکاءاللہ شبلی، مولانا فضل الدبی، مولانا محمد شفیق قاسمی۔

اور مولانا مفتی عثمان بستوی، مولانا ظفر عالم ندوی، مفتی اقبال احمد قاسمی، مولانا عبدالباسط پالن پوری، مفتی جنید بن محمد پالن پوری، مفتی ارشاد پالن پوری، مولانا ممتاز خان ندوی، مفتی عبدالمنان آسام، مولانا جہانگیر حیدر قاسمی، مولانا اویس بن صالح، مولانا اسرار احمد آبادی وغیرہم نے بریل کوڈ کو چھونے اور پڑھنے کے معاملہ میں وضو کے مسئلہ سے تعرض نہیں کیا ہے۔

A-4

جبکہ ڈاکٹر مفتی شاہ جہان ندوی نے بریل کوڈ تیار کرنے والے کو باوضو اور مسلمان ہونا واجب قرار دیا ہے، اور مولانا ندیم احمد انصاری بریل کوڈ کو ہاتھ لگانے سے متعلق یہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب بریل کوڈ تیار کرنا ہی درست نہیں تو پھر وضو کا سوال ہی لاحاصل ہے (دیکھئے موصوف کا تفصیلی مقالہ)۔

تاہم یہ واضح رہے کہ وضو کے وجوب اور عدم وجوب کی یہ بحث نابینا حضرات کے لئے نہیں ہے، نابینا حضرات کے حق میں چونکہ بریل کوڈ کی حیثیت قرآن ہی کی ہے، اس لئے ان کو بریل کوڈ پر ہاتھ لگانے کے لئے وضو ضروری ہوگا۔

مفتی سعید الرحمٰن فاروقی کہتے ہیں کہ بریل کوڈ کوئی مستقل رسم الخط نہیں ہے، بلکہ مستقل تک پہونچنے کا ذریعہ و وسیلہ ہے اور مجازاً اس پر رسم الخط کا اطلاق ہے (دیکھئے موصوف کا مقالہ)۔

دلائل:

عدم وجوب کے قائلین چونکہ بریل کوڈ کو مصحف کے قائم مقام تسلیم نہیں کرتے، بلکہ اس کو محض رموز اور نقطہ کی حیثیت مانتے ہیں، اس لئے وضو کو ضروری قرار نہیں دیتے۔

موبائل اسکرین پر قرآن مجید:

سوال: موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید ہو تو موبائل کو ہاتھ میں لینے یا اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے، کیا موبائل کو غلاف تصور کیا جاسکتا ہے؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگاران میں دو طرح کی رائے پائی جاتی ہے۔

پہلی رائے:

اگر موبائل کے اندر قرآن کریم میموری یا سیم میں ہے تو ظاہر ہے کہ یہ شکل تہہ در تہہ کی ہے، اس لئے موبائل کے اندر ہوتے ہوئے موبائل کو چھونا اور ہر جگہ لے جانا جائز ہے، اس کے لئے طہارت اور وضو ضروری نہیں ہے۔ اس لئے کہ میموری اور سیم کے اندر جب کوئی چیز ہوتی ہے تو خود میموری کا کور ایک غلاف ہوتا ہے، اس کے بعد موبائل کے اندر جس ہارڈ ویئر میں چپس لگایا جاتا ہے، وہ دوسرا غلاف ہوتا ہے، اور اس کے اوپر موبائل کی باڈی جو پلاسٹک کی ہوتی ہے وہ الگ تیسرا غلاف اور اب تو اس کے اوپر بھی کور آتا ہے یہ چوتھا غلاف۔ اور میموری اور سم وہ چیز ہے جسے جب چاہا جائے موبائل سے نکالا جاسکتا ہے۔ یہاں تک کہ خود میموری جس میں قرآن کو ڈاؤن لوڈ کیا گیا ہے موبائل سے نکال کر اگر ہاتھ میں لیا جائے تو اس کے لئے بھی وضو اور طہارت کی ضرورت نہیں ہے، چہ جائیکہ موبائل کو ہاتھ میں لینے کے لئے۔ اور اگر موبائل کو آن کیا جائے

اور اسکرین پر قرآنی آیات موجود ہوں تو اس کو چھونے کے لئے وضو اور طہارت ضروری ہے۔اس رائے کو مندرجہ ذیل زیادہ تر حضرات علماء نے اختیار کیا ہے:

مفتی جعفر ملی رحمانی، عبید اللہ ندوی، مفتی حنیف، مفتی جمیل احمد نذیری، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا ممتاز خان ندوی، مفتی عبد اللہ کاوی والا، مفتی جنید بن محمد، مفتی محمد سلمان پالن پوری، قاضی محمد حسن ندوی، مولانا یوسف علی آسام، مولانا عبد الباسط پالن پوری، مولانا اویس بن صالح بنگ، مولانا مشبر مصطفیٰ، عبد الحکیم پالن پوری، مفتی لطیف الرحمٰن، مفتی شبیر یعقوب دیولوی، مولانا روح الامین، مفتی ریاست علی قاسمی، مولانا عبد اللہ ابو بکر ندوی، مفتی حذیفہ داحودی، مفتی روح اللہ قاسمی، مولانا ندیم احمد انصاری، مولانا عبد الرب عبد الوہاب، مولانا محمد شکیل اسلام پوری، مولانا سید قمر الدین محمود بڑودوی، مفتی صادق محمد پٹیل، ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صدیقی، مولانا سعید احمد ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا عبد العظیم ندوی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا عبد الشکور قاسمی، مولانا محمد احسن عبد الحق ندوی، مولانا اسرار احمد آبادی، مفتی عبد الرحیم حسنی کشمیری، مفتی جہان گیر حیدر قاسمی، مولانا مصطفیٰ قاسمی آواپوری، مفتی محمد عثمان گورینی، مفتی محمد منصف بدایونی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا ظفر عالم ندوی، مفتی ڈاکٹر شاہ جہان ندوی، مفتی شاہد قاسمی مدھوبنی، مولانا اسماعیل لاجپوری، مولانا عبد الرشید نعمانی، مولانا محمد اقبال قاسمی (شکر پور) مولانا محمد اعظم ندوی، مولانا محمد فاروق دربھنگوی، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، مولانا حسین احمد قاسمی، مولانا عمر بن یوسف کوکنی، مولانا محمد مصطفیٰ عبد القدوس ندوی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مفتی عبد اللہ کاوی والا، مولانا محمد نثار عالم ندوی، مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی، مفتی شبیر احمد قاسمی، مفتی عبد الباسط قاسمی (تھانے ممبئی)۔

دلائل:

ان حضرات نے اپنے موقف کی تائید میں وہی دلائل پیش کئے ہیں جن کی بنیاد پر قرآن کریم کو بغیر طہارت اور حالت حدث میں بے بغیر وضو چھونے کو فقہاء نے منع کیا ہے، ان تمام دلائل اور فقہی عبارتوں کا نقل کرنا یہاں تحصیل حاصل ہے، اس سے پہلے سوال نمبر ا کے ضمن میں سب نقل کئے جا چکے ہیں، حسب ضرورت وہاں دیکھا جا سکتا ہے، مثلاً:

- **"إنه لقرآن كريم، في كتاب مكنون لايمسه إلا المطهرون"** (سورہ واقعہ: ۷۷،۷۸،۷۹)۔
- **"لايمسه إلا الطاهر"** (حدیث)۔وغیرہ
- اور فقہاء کی عبارتیں:

دوسری رائے:

اس مسئلہ میں دوسری رائے یہ ہے کہ موبائل کی باڈی تو غلاف متجاف کے حکم میں ہے ہی اسکرین خود غلاف کے حکم

میں ہے،اس لئے اگر اسکرین پر بھی قرآنی آیات نمایاں ہوں تو اس موبائل کو ہاتھ میں لینے یا اسکرین کو ہاتھ لگانے اور ورق پلٹنے کے لئے وضو اور طہارت ضروری نہیں ہے،اس رائے کو مندرجہ ذیل حضرات نے اختیار کیا ہے:

مولانا فضل الدبی،مولانا شفیق قاسمی،مولانا نعیم احمد ندوی،مفتی محمد اشرف قاسمی گونڈوی،مولانا ڈاکٹر مبین سلیم ندوی ازہری،مولانا حیدر علی قاسمی،مولانا عبدالباسط فیاض قاسمی،مولانا مفتی اقبال احمد قاسمی،مولانا عبدالعظیم ندوی،مفتی عبدالمنان آسام،مولانا طاہر حسین قاسمی،مولانا وحید الدین،مفتی سعید الرحمٰن فاروقی۔

وضو کو لازم قرار نہ دینے والوں میں مفتی اقبال احمد قاسمی،عبدالباسط فیاض قاسمی ڈاکٹر مبین سلیم،اور عبدالعظیم ندوی کی رائے یہ ہے کہ صرف ادب کا تقاضا ہے کہ اسکرین کو چھونے کے لئے وضو کرلے۔جبکہ مفتی نذیر احمد کشمیری اور قاضی ذکاء اللہ شبلی نے اس بارے میں کوئی رائے نہیں دی ہے اور اس سوال کے جواب سے خاموشی اختیار کی ہے۔

دلائل:

ان حضرات نے موبائل اور اس کے اسکرین کو ایسا غلاف تصور کیا ہے جس کی وجہ سے اسکرین پر ہاتھ لگانے سے الفاظ قرآنی یا آیات پر انگلی مس نہیں ہوتی ہے،اس لئے وضو اور طہارت کی ضرورت نہیں،نیز یہ کہ وضو کی قید لگانے میں حرج ہے اور قاعدہ ہے:"**الحرج مدفوع**" (مولانا نعیم احمد ندوی،کیرالا)۔

متفرق مشورے:

- مولانا جنید بن محمد کہتے ہیں کہ موبائل کے اوپر اگر کور ہے جو موبائل کی حفاظت کے لئے لگایا جاتا ہے تو اس کو ہاتھ میں لینے کے لئے وضو ضروری نہیں ہے، کیونکہ وہ جزوءدان کی طرح ہے، جب چاہیں اسے جدا کر سکتے ہیں (دیکھئے: مقالہ موصوف)۔
- مولانا عبدالعظیم قاسمی (مئو) کہتے ہیں کہ وہ موبائل میں لگی ہوئی چپس جس میں قرآن اور حدیث وغیرہ محفوظ ہوں، آن کرنے کے بعد قرآن وحدیث کے حروف نظر آتے ہیں موبائل کو ہاتھ میں لیکر بغیر وضو تلاوت کرنا درست اور صحیح ہے، چپس کے اندر ابھرنے والے حروف اور نقوش انتہائی اندرونی خانہ میں ہوتے ہیں،لہٰذا اوپر کا حصہ غلاف کے مانند ہوگا، نیز اس سے اور بھی مسائل تخریج کئے جاسکتے ہیں" (موصوف کا مقالہ)۔
- موبائل ایک مشنری شی ہے جس میں آواز،حروف اور رسم الخط وغیرہ محفوظ کر سکتے ہیں، یہ بعینہ قرآن نہیں ہے اور نہ ہی قرآن کے حکم میں ہے،لہٰذا اگر موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید ہو تو موبائل کو ہاتھ میں لینے یا اسکرین پر ہاتھ لگانے

کے لئے وضو ضروری نہیں، بلکہ موبائل کے ڈھانچہ کو ایسا غلاف تصور کیا جائے گا جس کو بغیر وضو چھونے کی گنجائش ہے، جیسا کہ شرح وقایہ میں ہے: **ولا يمس هولاء أى الحائض والجنب والنفساء والمحدث مصحفا إلا بغلاف متجاف عنه**" (شرح وقایہ ۱/۱۱۷)۔ "**لايمنع إلا مس المكتوب**" (البحر الرائق: ۱/۲۰۱)۔ (دیکھئے مقالہ موصوف)۔

- مولانا احسن عبدالحق ندوی اپنے مقالہ میں موبائل کے تعلق سے نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''موبائل فون صرف بات کرنے کا ایک آلہ نہیں، بلکہ بیک وقت فون بھی ہے، کیمرہ، ریڈیو، ایف ایم، انٹرنٹ سسٹم، ٹی وی، ڈائری، گھڑی، آلارم، ریمائنڈر، کیلکو لیٹر، ٹیپ ریکارڈر، گیم، مراسلت، نیز انسانی طبائع کو جس چیز سے دلچسپی ہو اس کا سامان ایک چھوٹے سے موبائل میں فراہم ہے، زنا، شراب، نغمہ ورقص، عیش ونشاط، ٹیلی وزن ڈش انٹینا، ٹی وی، وی سی آر، آڈیو کمپیوٹر اور انٹرنٹ کے شانہ بشانہ موبائل کی ہولناکیاں اور ہلاکت آفرینیاں اپنی منزل کو تجاوز کر چکی ہیں، اس لئے سنجیدہ فکر رکھنے والوں کو موبائل کے ذریعہ پھیلنے والی بیماریوں کا سد باب کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ عوام اس کی برائیوں اور بیماریوں سے اپنی حفاظت کر سکیں''۔ (دیکھئے موصوف کا مقالہ)۔

مولانا عبدالباسط فیاض قاسمی کہتے ہیں کہ موبائل کے بارے میں علماء کی دو آراء ہیں:

الف: ایک یہ کہ جس اسکرین کو ہم چھوتے ہیں قرآن دراصل اس پر نہیں لکھا ہوتا ہے، بلکہ اس کے نیچے شیشے کی ایک دوسری پلیٹ ہوتی ہے جو میموری سے اخذ کر کے قرآن کا صرف عکس دکھاتا ہے اس بر نہ تو حروف منقش ہوتے ہیں اور نہ الفاظ۔

ب: موبائل کی ظاہری اسکرین اور نیچے کی وہ پلیٹ جس پر قرآن کا عکس نظر آتا ہے یہ دو علاحدہ علاحدہ چیزیں ہیں اور ساتھ ہی ان میں حقیقی اتحاد اور اتصال بھی نہیں ہے۔ اس صورت میں نہ قرآن کی عبارت کو چھونا لازم آئے گا اور نہ ہی بالذات اس شیشے کو اسکرین کے حائل ہونے کی وجہ سے۔

دلائل:

موبائل اسکرین کو ہاتھ لگانے کے لئے وضو ضروری نہیں ہے اس کے مختلف دلائل ووجوہ بیان کئے ہیں:

- موبائل کا ڈھانچہ خود غلاف ہے، خواہ اسکرین کھلا ہوا ہو یا بند ہو (مفتی عبدالمنان آسام)۔
- اسکرین پر جو حروف ابھرتے ہیں، وہ اسکرین کے اوپر نہیں، بلکہ اسکرین کے نیچے ہوتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اسکرین پر ہے (مفتی اقبال احمد قاسمی کانپور)۔

- موبائل میں جو صفحہ کھلتا ہے وہ اس تختی کے مانند ہے جس پر قرآن کی چند آیتیں لکھ دی گئی ہوں، لہٰذا اوپر والی اسکرین کا اگر چہ غیر منفصل طریقہ پر اتصال ہے، لیکن چونکہ وہ غیر مکتوب حصہ ہے، اس لئے اسے چھونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ احتیاط اور افضلیت الگ چیز ہے (عبدالباسط فیاض قاسمی)۔
- موبائل کا ڈھانچہ، موبائل میں جڑا ہونے کے باوجود غلاف منفصل کے حکم میں ہی ہوگا (محمد اشرف قاسمی گونڈوی)۔
- الکٹرونک مصحف مکمل طور پر ہر اعتبار سے اصل مصحف کے حکم میں نہیں ہے، اس لئے آلہ اور مشین کو خواہ اس کی کوئی بھی شکل ہو (موبائل، کمپیوٹر، ہارڈ ویئر وغیرہ) اس میں اصل مصحف کی طرح اس میں مکتوب الفاظ، حروف اور رسوم کو بغیر کسی حائل کے ڈائریکٹ چھونا ممکن نہیں، چونکہ اسکرین پر جو قرآنی کلمات وحروف نظر آتے ہیں وہ تو صرف الکٹرونک وائبریشن اور حرکات ہوتے ہیں...... اس لئے شیشہ یا کسی اور دھات سے تیار اسکرین کو چھونا مصحف کے چھونے کے حکم میں نہیں۔ (باوضو رہیں تو افضل ہے) (ڈاکٹر مبین سلیم از ہری ندوی)۔
- اسکرین خود مانند غلاف ہے (مولانا نعیم احمد ندوی)۔
- موبائل ایک بند غلاف ہے، ابھرے ہوئے نقوش مستقل صنعت کا نتیجہ ہے وہ مصحف اور قرآن کریم کی طرح مستقل نہیں ہے، بلکہ تابع اور بسا اوقات تابع در تابع ہیں، لہٰذا اس کے لئے طہارت کی شرط نہیں ہے (مفتی سعید الرحمٰن فاروقی ممبئی)۔

☆☆☆

عرض مسئلہ :

قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت سے متعلق بعض مسائل

ڈاکٹر ومفتی محمد شاہ جہاں ندوی

اسلامک فقہ اکیڈمی کے چوبیسویں فقہی سمینار کا ایک اہم موضوع : '' قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت سے متعلق بعض مسائل'' ہے۔

اکیڈمی نے اس موضوع پر عرض مسئلہ کی ذمہ داری راقم پر ڈالی ہے۔ چنانچہ اکیڈمی کے توسط سے اس موضوع پر احقر کو کل ۷۷ مقالات دستیاب ہوئے۔ مقالہ نگار حضرات کے اسمائے گرامی طوالت کی وجہ سے ترک کررہا ہوں۔

اس موضوع کا پہلا سوال یہ ہے کہ'' کیا کسی زبان میں متن قرآن کے بغیر تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت درست ہے ''؟ اگر یہ ناجائز ہے تو اسے خریدنے، تقسیم کرنے اور ہدیہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ اور اگر یہ اشاعت درست ہے۔ تو بے وضو اسے چھونے کا کیا حکم ہے؟

اس سوال کی تین شقیں ہیں۔

شق نمبر(۱):

یہ ہے کہ' کیا کسی زبان میں متن قران کے بغیر تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت درست ہے؟

اس شق کے جواب میں بیشتر مقالہ نگار حضرات متفق ہیں کہ تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت ناجائز اور حرام ہے۔ اس رائے کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱) اللہ تعالے کا ارشاد ہے۔﴿**بلسان عربی مبین**﴾[۲۶/الشعراء: ۱۹۵] یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے نازل کردہ قرآن وہی ہے جو عربی الفاظ کے ساتھ ہو۔(مقالہ: مولانا ندیم احمد انصاری)۔

۲)اہل کتاب کے ساتھ تشبہ ہے کیوں کہ بغیر متن کے محض ترجمہ شائع کرنا ان ہی کا وطیرہ ہے۔اور خاص طور سے امر دینی میں ان کے ساتھ تشبہ شنیع اور مذموم ہے ۔چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے :"**ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار**"[**سورۂ هود:۱۱۳**] اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:"**من تشبه بقوم فهو منهم** "[**سنن أبی داوٗد حدیث نمبر : ۴۰۳۱**]

۳)توارث امت کی مخالفت ہے۔کیوں کہ قرآن کریم عجمی ممالک میں چودہ سو سال پہلے پہنچا۔اور تاریخ میں یہ کہیں ثابت نہیں کہ صحابہؓ اور تابعینؒ نے نومسلموں کی مشکلات کی وجہ سے محض ترجمہ شائع کیا ہو۔(مقالہ:مفتی جمیل احمد نذیری،مولانا محمد شکیل اسلام پوری)

۴)اس طرح کا ترجمہ ہی عربی نہ جاننے والوں کیلئے اصل قرآن کا درجہ حاصل کر لیگا۔اور وہ اصل قرآن سے بے تعلق ہو جائیں گے ۔اور اصل قرآن سے دور ہونا سنگین نتائج کا حامل ہے۔اور خدشہ ہے کہ اس طرح کا قرآن شائع کرنے والے وعید الٰہی کے حقدار بن جائیں۔جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:"**وقال الرسول یا رب ان قومي اتخذوا هٰذا القرآن مهجورا**"[**سورة الفرقان: ۳۰**] (مقالہ:راقم الحروف ومحبوب فروغ احمد قاسمی)

۵)ہر مترجم اپنے لحاظ سے ترجمہ کریگا جسکا نتیجہ ہوگا کہ اختلاف پایا جائیگا۔اور متن سامنے نہیں ہوگا تو ترجمہ کی تصحیح نہیں ہو پائیگی۔(مقالہ:محبوب فروغ احمد قاسمی)

۶)اہل کتاب بادشاہوں کے نام دعوتی خطوط میں آپ ﷺ نے قرآنی آیات تحریر کرائے۔(دیکھئے:صحیح البخاری حدیث نمبر ۲۹۴۱)اگر تنہا ترجمہ درست ہوتا تو نبی ﷺ ترجمہ لکھوا دیتے۔اسلئے کہ ترجمہ کے ماہرین آپ ﷺ کے پاس موجود تھے۔چنانچہ ابن سعد لکھتے ہیں:"**وأصبح كل رجل منهم یتكلم بلسان القوم الذین بعثه الیهم**" (ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ ۱/۱۹۸)۔

۷)اگر متن قرآن کے بغیر ترجمہ قران کی اشاعت کی گئی تو انگریزی قرآن،اردو قرآن،اور مختلف زبانوں کے قرآن کے وجود میں آنے کی وجہ سے مسلمانوں کی وحدت پارہ پارہ ہوجائے گی۔

۸)حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:"**من قرأ حرفا من كتاب الله فله حسنة ،و الحسنة بعشر أمثالها،لا أقول الم حرف ،ولكن الف حرف،ولام حرف ،ومیم حرف**"(سنن الترمذی:حدیث نمبر ۲۹۱۰،اور اسکی سند صحیح ہے)۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ اصل قرآن کے پڑھنے میں بڑا ثواب ہے،چنانچہ اگر متن قرآن کے بغیر تنہا ترجمہ

قرآن کی اشاعت کی جائے تو اصل قرآن کو پڑھ کر ثواب حاصل کرنے کی کوشش ہی ناپید ہو جائے گی۔اور اسطرح اصل قرآن سے توجہ ہی ہٹ جائے گی (مقالہ: راقم الحروف)۔

۹) قدیم ومعاصر فقہاء کے اقوال سے استئناس!

قدیم ومعاصر فقہاء نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے کہ متن قرآن کے بغیر تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت درست نہیں ہے۔چنانچہ 'الکافی' کے حوالے سے ابن الہمام لکھتے ہیں: "**أراد أن يكتب مصحفا بها ۔أى بالفارسية۔ يمنع ،وان فعل في آية أو آيتين لا فان كتب القرآن و تفسير كل حرف و ترجمته جاز**،، (فتح القدير ،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة ۱ / ۲۸۶) (مقالہ: محبوب فروغ احمد قاسمی، وراقم الحروف)۔

اور علامہ حسن شرنبلالیؒ نے: "**النفخة القدسيةفى احكام قراء ة القرآن وكتابته بالفارسية**' نامی رسالہ میں اسطرح کے ترجمے کی ممانعت پر مذاہب اربعہ کی تصریحات نقل کی ہیں (مقالہ: محمد حذیفہ داحودی)،اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے دس وجوہ سے اس طرح کے ترجمہ کو ممنوع قرار دیا ہے (مقالہ: محبوب فروغ احمد قاسمی)،اور حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے اس طرح کے ترجمے کی ممانعت پر 'جواهر الفقه' میں مستقل مقالہ لکھا ہے۔

دوسری رائے:

دوسری رائے مولانا عبید اللہ ابوبکر ندوی شافعی، مولانا محمد نثار عالم ندوی، ڈاکٹر مبین سلیم ازہری ندوی، اور مولانا اعظم ندوی کی ہے۔کہ بغیر متن قرآن کے تنہا ترجمہ دعوتی نقطہ نظر اور قرآن کی حرمت کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے شائع کرنا جائز ہے۔ان حضرات کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱) اس میں مصارف کم آتے ہیں۔

۲) غیر مسلموں میں دعوت اور قرآن کے پیغام کو عام کرنے کیلئے یہ ایک موثر ذریعہ ہے۔

۳) نفس ترجمہ کی اشاعت کی صورت میں اس کی حیثیت قرآن کی نہیں رہتی۔لھذا کافر کے ہاتھ اسکی خرید وفروخت اور ھبہ کرنے میں کوئی شرعی ممانعت باقی نہیں رہے گی۔

۴) متن قرآن کے بغیر نفس ترجمہ کی اشاعت کی صورت میں اسکی بے حرمتی کے مسئلے میں اتنی شدت باقی نہیں رہے گی۔اس لئے کہ اسکی حیثیت ایک دینی کتاب کی باقی رہ جائے گی (مقالہ: مولانا عبید اللہ شافعی)۔

ترجیح:

جمہور علمائے امت کا مسلک راجح ہے اسلئے کہ کفار فرعی احکام کے مخاطب نہیں ہیں۔جیسا کہ علامہ" کاسانیؒ"

رقمطراز ہیں:''**الكفار غير مخاطبين بشرائع هي عبادات عندنا**''(بدائع الصنائع ۱/۲۴۶)،لہذا ان کے بے وضو قرآن کے چھونے میں بے حرمتی نہیں ہے۔ نیز غیر مسلم حضرات بھی مذہبی کتابوں کا احترام کرتے ہیں۔اسلئے بے حرمتی کا اندیشہ بے بنیاد ہے۔

اور جہاں تک تنہا ترجمہ چھاپنے کی تائید میں مصارف کم آنے کی بات کا تعلق ہے تو مفتی جمیل احمد نذیری صاحب نے اسکا بہتر جواب دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: یہ حفاظت قرآنی کا معاملہ ہے اسمیں مصارف کے کم آنے یا زیادہ آنے کا کوئی اعتبار نہیں،سارے مسلمان اصل عربی قرآن کو شوق سے لیتے ہیں،انہیں اسکا کوئی شکوہ نہیں ہوتا کہ اسکا ہدیہ کم ہے یا زیادہ؟ وہ صرف اس بات پر نظر رکھتے ہیں کہ کونسی جلد، سائز، کاغذ،اور چھپائی والے قرآن ان کی پسند اور ضرورت کے مطابق ہیں۔

اور جہاں تک متن قرآن نہ پڑھ سکنے کی بات ہے۔تو یہ بڑی بے غیرتی کی بات ہے۔کہ ایک مسلمان دنیوی فوائد کیلئے مختلف زبانیں مختصر سی مدت میں سیکھ لے اور اسلام کی رسمی اور سرکاری زبان عربی کو سیکھنے کی کوشش نہ کرے۔

اور رہا یہ امر کہ غیر مسلموں کیلئے تنہا ترجمہ کافی ہے۔تو یہ نہایت کمزور بات ہے۔اسلئے کہ اسلام کی اشاعت صحیح طریقے سے ہونی چاہیے خواہ اس پر مصارف زیادہ ہی کیوں نہ آتے ہوں۔

شق (۲):

اگر یہ اشاعت ناجائز ہے تو اسے خریدنے،تقسیم کرنے،اور ہدیہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

اس شق کے جواب میں بھی زیادہ تر مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت ناجائز ہے اور اسے خریدنا،تقسیم کرنا،اور ہدیہ کرنا سب ناجائز اور حرام ہے۔ان حضرات کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱)اس میں اعانت علی المعصیت ہے،اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''**ولا تعاونوا على الاثم والعدوان**'' **سورة المائدة: ۲**](مقالہ:مولانا محمد شکیل اسلامپوری)۔

۲)علامہ شامی لکھتے ہیں:''**ما كان سببا لمحظور فهو محظور**''(رد المحتار ۵/۲۲۳،نعمانیه)۔

۳)علامہ کاسانی لکھتے ہیں :''**كل ما أدى إلىٰ الحرام حرام**''(بدائع الصنائع ۶/۴۸۸)۔

۴) قاعدہ فقہیہ ہے :''**الإعانة على المحظور محظور**''(جمهرة القواعدالفقهية ۲/۶۴۴)۔

۵)''**إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما**''(خادمی ،المقاصد الشرعية ص/۴۶)(مقالہ:مفتی محمد جعفر ملی رحمانی)۔

دوسری رائے:

دوسری رائے ان ہی حضرات کی ہے جو دعوتی نقطہ نظر سے تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت جائز قرار دیتے ہیں، اور جب اشاعت جائز ہے تو اسے خریدنا، تقسیم کرنا، اور ہدیہ کرنا سب جائز ہے۔

شق (۳):

تیسری شق یہ ہے کہ بے متن والے ترجمہ کو بے وضو چھونے کا کیا حکم ہے؟

اس شق کے جواب میں اکثر مقالہ نویس حضرات کی رائے ہے کہ بے متن والے ترجمہ کو بلا وضو چھونا اور اٹھانا ناجائز اور مکروہ ہے، ان حضرات کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔عالمگیری میں ہے:'' **ولو کان القرآن مکتوبا با لفارسیة یکرہ لھم مسه عند أبی حنیفة،وکذا عند ھما علی الصحیح** ''(ہندیہ ۱/۳۹)۔

۲-علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں:'' **القرآن قرآن إذا ترجم بغیر العربیة** ''(مدارک التنزیل ۲/ ۵۸۲)۔

۳-حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ترجمہ کا چھونا بھی حسب تصریح فقہاء جائز نہیں ہے، لیکن عوام الناس اس کا لحاظ نہیں رکھ پائیں گے۔

دوسری رائے:

ترجمۂ قرآن قرآن نہیں ہے، لہذا اس کے چھونے کے لئے وضو لازم نہیں ہے لیکن افضل ہے کہ وضو کر لے کہ وہ معانی قرآن کا ترجمہ ہے، یہ رائے مولانا محمد اقبال قاسمی، مولانا وحید الدین، مولانا اعظم ندوی، مولانا محفوظ الرحمان شاہین جمالی، مفتی حبیب اللہ قاسمی مولانا عبد العظیم قاسمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا محمد نثار عالم ندوی، اور راقم الحروف کی ہے۔ان حضرات کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱-قرآن نظم و معنی دونوں کا نام ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:" **وھو إسم للمنزل باللفظ العربی ...والاعجمی انما یسمی قرآنا مجازا)) وکذایصح نفی إسم القرآن عنه** "(ردالمحتار، ۲/ ۱۸۴)۔

اور بزدوی لکھتے ہیں:" **وھو النظم والمعنی ،جمیعا فی قول عامةالعلماء وھو الصحیح من قول أبی حنیفة عندنا** "(کشف الاسرار ۱/ ۶۷)۔

۲-علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:" **والقرآن معجز ،والإعجاز من حیث اللفظ یزول بزوال النظم العربی،فلا یکون الفارسی قرآنا لإنعدام الإعجاز،ولھذالم تحرم قراء ته علی الجنب**

والحائض''(بدائع الصنائع ۱/۱۱۲)۔

۳-وضو کو لازم قرار دینے والے حضرات نے جن فقہی جزئیات سے استدلال کیا ہے،ان کا تعلق ترجمہ قرآن سے نہیں بلکہ ان کا تعلق غیر عربی رسم الخط میں قرآن کے لکھے جانے سے ہے،جیسا کہ ''**موسوعہ فقہیة کویتیة** ''میں بھی اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ غیر عربی داں کی سہولت کی خاطر عبارت قرآن کو غیر عربی رسم الخط میں لکھنا شرعا درست ہے یا نہیں؟ نیز عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں متن قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن کو شائع کرنا کیسا ہے؟

اس سوال کی بھی دو شقیں ہیں:

پہلی شق یہ ہے کہ غیر عثمانی رسم الخط میں تنہا قرآن کی اشاعت کا کیا حکم ہے؟

اس شق کے جواب میں تقریبا تمام مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ غیر عربی رسم الخط میں قرآن کریم کو لکھنا ناجائز ہے ،ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔رسم عثمانی کے اتباع کے واجب ہونے پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے۔

۲۔رسم عثمانی توقیفی ہے،اس کی دلیل یہ ہے کہ سورہ حج میں ''**سعوا**''(سورۂ حج:۵۱) الف کے ساتھ لکھا گیا ہے اور سبا میں ''سعو'' بغیر الف کے لکھا گیا ہے،اس سے پتہ چلتا ہے کہ رسم قرآن میں کوئی راز مضمر ہے۔

۳۔رسم قرآنی خلفاء راشدین کا اختیار کردہ ہے،اور ان کے طریقہ پر چلنا واجب ہے،جیسا کہ عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''**فانہ من یعش منکم فسیری اختلافا کثیرا،فعلیکم بسنتی وسنةالخلفاء الراشدین من بعدی،عضوا علیھا بالنواجذ**''(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۲،۴۳،اور اس کی سند صحیح ہے)۔

۴۔رسم قرآنی کے تلفظ میں آخری درجہ کی لطافت ہے جس میں معمولی سی تبدیلی معنی ومقصود کو بدل کر رکھ دیتی ہے، لہذا غیر عربی و عثمانی رسم الخط میں قرآن لکھنا درست نہیں ہے(بیشتر مقالہ نگار)۔

۵۔یہ بڑی بے غیرتی کی بات ہے کہ ایک آدمی دنیا کی زبان کو مادی فوائد کے لئے چند مہینوں میں سیکھ لے،لیکن اللہ تعالی کی آخری کتاب کے رسم الخط کو سیکھنے کا اہتمام نہ کرے اور مختلف بہانوں سے اسے ہندی اور انگریزی رسم الخط میں پڑھنے کی کوشش کرے(مقالہ راقم الحروف)۔

٦-ائمہ فقہ کے اقوال سے استئناس :

زرکشی (ت:٧٩٤ھ) لکھتے ہیں:"قال أشهب : سئل مالک رحمه الله :هل تكتب المصحف على ما احدثه الناس من الهجاء؟،فقال :لا،إلا على الكتبةالأولى،رواه أبو عمر والدانى فى المقنع ،ثم قال :"ولا مخالف له من علماء الأمة" ،و قال الإمام أحمد رحمه الله تحرم مخالفةخط مصحف عثمان فى يا ء أو واو أو الف ،أو غير ذلک"،(البرهان فی علوم القرآن ٣٧٩/١)۔

اور امام بیہقی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:"من كتب مصحفا فينبغي أن يحافظ على الهجاء التى كتبوا بها تلک المصاحف،ولايخالفهم فيها ،ولا يغير مما كتبوه شيئا،فإنهم كانوا أكثر علما،و أصدق قلبا ولسانا وأعظم أمانة منا،فلاينبغى لنا أن نظن بأنفسنا استدراكا عليهم ولاتسقطا عليهم "(شعب الایمان ٢١٩/٤)۔

اور ابن مازہ بخاری حنفی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:"أراد أن يكتب المصحف بالفارسية منع من ذلک أشد المنع"(المحیط البرہانی ٣٠٨/١)۔

دوسری رائے:

ایک مقالہ نگار مولانا عبیداللہ ابوبکر ندوی شافعی کی رائے ہے کہ غیرعربی میں کتابت قرآن جائز ہے،ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

١۔شوافع کے معتمد قول کے مطابق غیرعربی میں کتابت قرآن جائز ہے،چنانچہ شیخ سلیمان جمل رحمہ اللہ لکھتے ہیں:"سئل الإمام الشهاب الرملى:هل تحرم كتابةالقرآن العزيزبالقلم الهندى أو غيره؟ فأجاب بأنه لا يحرم،لأنه دالةعلى لفظه العزيز،وليس فيها تغييرله".

(حاشیۃ الجمل ١٢٣/١)اور بجیرمی تحریر فرماتے ہیں:"وافتى شيخنا اى الرملى بجواز كتابةالقرآن بالقلم الهندى وقياسه جوازه بنحو التركى أيضا"(حاشیۃ البجیرمی ٣٧٤/١)۔

البتہ شوافع کے یہاں غیرعربی زبان میں لکھے ہوئے قرآن کی تلاوت اسی شخص کے حق میں جائز ہے جو غیرعربی قرآن کو صحیح طریقہ سے پڑھ سکے،چنانچہ علامہ بجیرمی تحریر فرماتے ہیں:"فائدة كتابته بغير العربيةمع حرمة القراءة بها أنه قد يحسنها من يقراه بالعربية" (حاشیۃ البجیرمی ٣٧٤/١)۔

ترجیح:

اگرچہ رسم عثمانی کے توقیفی ہونے پر کتاب وسنت کی کوئی صریح دلیل نہیں ہے، باقلانی وغیرہ اسے توقیفی نہیں بلکہ اصطلاحی مانتے ہیں اورعز بن عبدالسلام وغیرہ عام لوگوں کی سہولت کو ترجیح دیتے ہیں، لیکن جمہور علماء امت کا مسلک راجح ہے کہ رسم عثمانی کا اتباع واجب ہے، اس لئے کہ عثمانی رسم الخط کے التزام سے ہر قاری کو احساس ہوتا ہے کہ وہ قرآن اسی طرح پڑھ رہا ہے، جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو پڑھ کر سنایا، چنانچہ رسم عثمانی کو بدلنے سے کتاب الٰہی کی حفاظت کا یہ اعلی درجہ کا تصور پیدا نہیں ہوسکتا ہے، نیز یہ حفاظت قرآن میں خلل ڈالنے کا ذریعہ ہوگا، خواہ الفاظ کے بدلنے سے معنی نہ بدلیں لیکن قرآن مجید کی حفاظت میں سستی کی طرف مشیر ہے۔

دوسری شق ہے کہ رسم عثمانی کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن لکھ دیا جائے اور دونوں کو ساتھ شائع کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

اس شق کے جواب میں بھی اکثر مقالہ نویس حضرات کی رائے ہے کہ ایسا کرنا ناجائز ہے، اور انکی دلیل درج ذیل ہے:

۱۔ قرآن کا رسم الخط اعجازی ہے اس میں قراءت سبعہ وغیرہ شامل ہیں اور ساری قراءتیں جاری کی جاسکتی ہیں، نیز رسم عثمانی کی جو خوبیاں ہیں وہ دوسری زبان کے رسم الخط میں ادا نہیں ہوسکتی ہیں، اور ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ دیگر رسم الخط میں بہت سے قرآنی حروف کا صحیح تلفظ مشکل ہے، نیز اس میں قرآن کو تابع بنانا لازم آئے گا جو خلاف ادب ہے کیونکہ اس صورت میں لوگ قرآن کریم سے نگاہیں پھیر لیں گے اور اپنی زبان کے رسم الخط میں ہی تلاوت کریں گے (بیشتر مقالہ نگار حضرات)۔

دوسری رائے:

بعض مقالہ نویسوں کی رائے ہے کہ عربی رسم الخط کے ساتھ غیر عربی رسم الخط میں قرآن کریم کو شائع کرنا درست ہے انکے اسماء گرامی ہیں (مفتی محمد ذکاء اللہ شبلی، مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی، مفتی شیر یعقوب، مولانا محمد یوسف علی، مولانا محمد موسی قاسمی، مفتی حنیف، ڈاکٹر محمد مبین سلیم ازہری ندوی، مولانا ابوبکر ندوی، مولانا ندیم احمد انصاری، مولانا اقبال احمد قاسمی، مفتی باقرارشد قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی، مفتی جمیل احمد نذیری) ان حضرات کے یہاں یہ اجازت درج ذیل شرطوں کے ساتھ ہے۔

۱۔ قرآن کی ترتیب نہ بدلے۔

۲۔مخارج کا حتی الامکان لحاظ رکھا جائے۔

۳۔عثمانی اورعربی رسم الخط کی تمام خصوصیات کے لئے جامع ومانع اصطلاحات وضع کر کے اس زبان کو مکمل کرلیا جائے۔

چنانچہ ان شرطوں کے ساتھ حضرت مولانا مفتی نظام الدین نے بھی اجازت دی ہے (دیکھئے:منتخبات نظام الفتاوی ۴۲۸/۳)۔

بریل کوڈ کی تعریف:

بریل کوڈ میں قرآن کریم تیار کئے جانے کے حکم کے سلسلہ میں مقالہ نویسوں کی آراء جاننے سے پہلے مناسب ہے کہ بریل کوڈ کی مراد واضح کردی جائے۔

''بریل کوڈ'' (Brail Code) کا بانی فرانسیسی عالم لویس برایل (Louis Braille) (پ:۱۸۰۹ء۔و:۱۸۵۲ء) ہے ،اور اس نظام کا ظہور ۱۸۲۹ء میں ہوا یہ چھ نقطوں پر مشتمل ہوتا ہے اور ایک خلیہ (Cell) کے اندر نقطوں کی جگہ کی تبدیلی سے مختلف رموز تیار ہوتے ہیں، جن کی تعداد ۶۳ تک پہنچتی ہے۔اوران رموز کو نسبتاً موٹے کاغذ پر نقطے کی شکل میں ابھارا جاتا ہے جنہیں نابینا افراد اپنی انگلیوں کی پوروں کے لمس سے پڑھتے ہیں۔

یہاں پر یہ واضح رہنا چاہئے کہ بریل نظام رسم یا شکل کے لحاظ سے عثمانی اور املائی رسم کے موافق نہیں،البتہ مضمون کے اعتبار سے زیادہ تر خط عثمانی کو بریل طریقہ سے لکھ سکتے ہیں،مثال کے طور پر کلمہ (غیابت) رسم عثمانی کے مطابق تاء مستطیلہ کے رمز سے لکھا جا سکتا ہے ،البتہ بعض حروف رسم عثمانی کے مطابق نہیں لکھے جاسکتے ہیں جیسے (ننجی)(۲۱/الانبیاء:۸۸) کا چھوٹا نون اور (مئاب)(۱۲/الرعد: ۲۹) کا ھمزۂ واسعه ۔

بریل کوڈ میں قرآن کریم تیار کرنے کے سلسلہ میں مقالہ نویس حضرات کی آراء:

تیسرا سوال یہ ہے کہ:

بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست ہے یا نہیں اور بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کا حکم کیا اصل قرآن کی طرح ہے ،اوراگر بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست ہے تو کیا اس کے کچھ مخصوص آداب واحکام ہیں؟

اس سوال کے جواب میں بیشتر مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ بریل کوڈ میں نابینا افراد کی حاجت اور سہولت کے پیش نظر قرآن تیار کرنا جائز و مستحسن اقدام ہے،اوران کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''وما جعل علیکم فی الدین من حرج''(سورۂ حج:۷۸)۔

۲۔فرمان باری تعالی ہے:"**یریداللہ بکم الیسر ولایرید بکم العسر**"(سورۂ بقر:۱۸۵)(مقالہ:مولانا محمد اقبال قاسمی)۔

۳۔فقہی قاعدہ ہے :"**الحرج مدفوع**"(بزدوی ،کشف الاسرار ۴/ ۲۸۷،اور المشقۃ تجلب التیسیر،زرقا،شرح القواعد الفقہیۃ،ص ۱۵۷)(مولانا حیدرعلی قاسمی)۔

نیز "**الحاجۃتنزل منزلۃالضرورۃعامۃکانت أو خاصۃ**"(ابن نجیم ،الاشباہ والنظائر،ص:۸۷)(مقالہ : راقم الحروف)۔

بیشتر مقالہ نگاروں کے نزدیک بریل کوڈ میں تیارکردہ قرآن کا حکم اصل قرآن کی طرح ہے کیونکہ وہ نابینا افراد کے ساتھ خاص حروف میں لکھے گئے ہیں،اورایک نابینا یہی سمجھتا ہے کہ وہ مصحف لئے ہوئے ہےاور مصحف میں پڑھ رہا ہے ،نیزاسے بریل کوڈ میں لکھا ہواقرآن ہی سمجھا جاتا ہے،لہذااسے چھونے کے لیے باوضوہوناضروری ہے۔

اور بریل کوڈ میں قرآن کریم تیارکرنے کےمخصوص احکام وآداب وہی ہیں جواصل قرآن لکھنے کے ہیں،مثلا تیار کرنے والامسلم اور باوضوہو۔

جبکہ مولانا محمداعظم ندوی،مولانا عبدالعظیم قاسمی،مفتی محمد ذکاءاللہ شبلی مفتاحی ،مفتی عبداللہ کاوی والا ،مولانا حیدرعلی قاسمی ،مفتی سلمان پالنپوری ،مولانا مقیم احمد ندوی ،اور قاضی محمدحسن ندوی کے نزدیک اسے چھونے کے لئے باوضو ہونا ضروری نہیں۔

دوسری رائے:

دوسری رائے یہ ہے کہ بریل کوڈ میں قرآن کریم تیارکرنا ناجائز ہے،اوراس میں تیارکردہ مصحف کے احکام قرآن کی طرح نہیں ہیں،یہ رائے مولانا محفوظ الرحمان شاہین جمالی ،مولانا محمد فاروق ،مولانا عبدالرشید نعمانی ،مولانا اسماعیل لاجپوری،(البتہ ان کے نزدیک اگرایسا مصحف تیار ہوجائے تو چھونے کے لئے وضولازم ہے)مفتی حبیب اللہ قاسمی (ان کے نزدیک بھی چھونے کے لئے باوضوہوناضروری ہے)مفتی عبدالمنان ،اسراراحمدآبادی،مولانا عبدالشکورقاسمی،مولانا سعید احمدندوی،ڈاکٹرظفرالاسلام صدیقی ،مفتی صادق محمدپٹیل ،مفتی محمداخلاق حسین قاسمی (ان کے نزدیک بھی چھونے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے)مولانا حفیظ الرحمٰن مدنی قاسمی ندوی،مفتی ریاست علی قاسمی ،اویس بن صالح ،مفتی عبد الباسط پالنپوری،مفتی جنید بن محمد،مولانا محمدممتاز خان ندوی،قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی (البتہ ان کے نزدیک اگرکوئی چھاپ ہی دےتو وہ بریل کوڈوالاقرآن حکما قرآن ہوگا)مفتی حنیف ،مفتی محمدارشاد،مولانا عبیداللہ ندوی،محمدصادق مبارکپوری،مولانا

ندیم احمد انصاری اور مولانا عبدالرحیم حسنی کی ہے۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اس میں رسم عثمانی کی مخالفت ہے، اور قرآن نظم اور معنی دونوں کا نام ہے، اور ظاہر ہے کہ بریل کوڈ نظم نہیں ہے۔ ترجیح:

بریل کوڈ میں قرآن کریم تیار کرنے کا جواز ہی راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ بریل کوڈ میں رسم عثمانی کا التزام بڑی حد تک ہوسکتا ہے، البتہ چند کلمات جو بریل کوڈ میں رسم عثمانی کے مطابق نہیں لکھے جاسکتے ہیں وہ قابل عفو ہیں اس لئے کہ اللہ تعالی بقدر استطاعت ہی مکلّف بناتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: ''**لایکلف الله نفسا الا وسعها**'' (سورۂ بقرہ ۲۸۶)۔

اور بریل کوڈ چونکہ رمز ہے لہذا وہ رسم کے مخالف بھی نہیں ہے۔

چوتھا سوال:

آج کل موبائل میں بھی قرآن مجید کے متن اور اس کی تلاوت کو محفوظ کرنے کی آسانی پیدا ہوگئی ہے۔ اس طرح سفر وحضر میں کہیں بھی قرآن کی تلاوت کی جاسکتی ہے، تو اگر موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید موجود ہو تو کیا موبائل کو ہاتھ میں لینے یا اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہوگا، یا موبائل کے ڈھانچہ کو ایسا غلاف تصور کیا جائے گا جس کو بے وضو چھونے کی گنجائش ہوتی ہے؟

اس سوال کے جواب میں بیشتر مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ موبائل کا ڈھانچہ اسکرین سے علیحدہ شے ہے لہذا جب اسکرین پر قرآن مجید ہو تو موبائل کو ہاتھ میں لینے کے لئے باوضو ہونا ضروری نہیں۔

البتہ جب قرآں مجید کے الفاظ اسکرین پر موجود ہوں تو اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے، اور اس کی نظیر فقہاء کی یہ صراحت ہے: ''**ولا يجوز مس شي مكتوب فيه شي من القرآن ،في لوح أو دراهم أو غير ذلک، اذا كان آيةتامة**'' (ہندیہ ۱/ ۳۸)۔

دوسری رائے:

دوسری رائے یہ ہے کہ موبائل کی اسکرین پر نظر آنے والی آیات نقوش ہیں جنہیں چھوا ہی نہیں جاسکتا، کیونکہ یہ نقوش موبائل کے شیشے پر نہیں بنتے ہیں، بلکہ ''ریم'' (RAM) پر بنتے ہیں، اور شیشے کے اس پار سے نظر آتے ہیں، لہذا موبائل کا ڈھانچہ علیحدہ غلاف کے حکم میں ہے، چنانچہ اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لئے وضو کی ضرورت نہیں، البتہ بہ طور ادب وضو کرلے تو بہتر ہے، اس رائے کے قائل ہیں مولانا محفوظ الرحمان شاہین جمالی، مولانا محمد اعظم ندوی، مفتی عبدالمنان، مولانا عبدالعظیم قاسمی، مفتی محمد ذکاء اللہ شبلی، مولانا اسرار احمد آبادی، مولانا عبدالشکور قاسمی، مولانا عبدلعظیم ندوی، مفتی محمد اشرف

قاسمی، مولانا محمد یوسف علی، مفتی محمد ارشاد پالنپوری، مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی، مولانا حیدر علی قاسمی، ڈاکٹر محمد مبین سلیم ندوی ازہری، مولانا محمد نثار عالم ندوی، مولانا عبدالحکیم قاسمی، مولانا ندیم احمد انصاری، مولانا اقبال احمد قاسمی، مفتی ظفر عالم ندوی اور مولانا مقیم احمد ندوی۔

تیسری رائے:

تیسری رائے یہ ہے کہ جب قرآن اسکرین پر ہوتو نہ بے وضو اسکرین کو چھونا درست ہے اور نہ ہی موبائل کو، البتہ بے وضو موبائل کو اس وقت چھو سکتے ہیں جبکہ کوئی ایسا غلاف ہو جو موبائل کے ساتھ سلے یا چپکے ہونے کی وجہ سے تابع نہ ہو، جیسے موبائل پر لگا ہوا زائد کور جو اس کی حفاظت کے لئے لگایا جاتا ہے۔

اس رائے کے قائل ہیں مولانا محمد فاروق، مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی، مفتی صادق محمد پٹیل اور مفتی عبدالباسط۔

☆☆☆

دوسرا باب

تعارف موضوع

قرآنی بریل کوڈ

(قرآنی بریل کوڈ کے موضوع پر ترکی میں منعقدہ ایک کانفرنس میں پیش کردہ ایک تحریر
جس میں قرآن کے طرزِ تحریر پر غور کیا گیا)

اس مباحثہ کے دوران بحیثیت انسان اپنی کم علمی اور خطا شعاری کا احساس ہمیں دامنگیر رہنا چاہئے، قرآن پاک کے متعلق رائے زنی کرنے یا کوئی بات کہنے کو بڑی جرأت اور بے باکی کا سنگین عمل سمجھنا چاہئے، اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہماری کوتاہی یا جلد بازی (جو ہم سے سرزد ہو) کو معاف فرمائے (آمین)۔

ہم اپنی رپورٹ کی ابتداء اس اعتراض سے کرتے ہیں جو ہمیں علماء اور اسلامی اسکالروں کی جانب سے موصول ہوا ہے۔ ان اعتراضات کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن پاک کو بریل میں منتقل کرنا حرام ہے۔ اور اس کو بریل میں منتقل کرنا اس معیار کے خلاف ہے جو قرآن پاک کی تحریر کے لئے طے کیا گیا ہے کیونکہ قرآن کی تحریر کے لئے جو معیار طے کیا گیا ہے، وہ عثمانی رسم الخط ہے، یعنی وہ رسم الخط جو تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ کے ذریعہ قرآن پاک کی تحریر کے لئے رائج کیا گیا، قرآن پاک کی تحریر کے لئے کسی بھی رسم الخط کو اسی معیار کے مطابق اور اس کے ضوابط و تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا چاہئے۔

ہم (مدرسہ النور فار دی بلائنڈ) نے مذکورہ اعتراض کے تمام نکات کا جواب دیا اور اس کے تمام پہلوؤں پر مباحثہ کیا، ہم (مدرسہ النور برائے نابینا اشخاص) آپ کے سامنے قرآن کریم کو بریل میں منتقل کرنے کی الجھنوں کا پس منظر بیان کرتے ہوئے اپنا نقطۂ نظر واضح کرنا چاہتے ہیں۔

آیئے ہم قرآن پاک کی ماضی سے اب تک کی مختصر تاریخ پر روشنی ڈالتے چلیں۔

قرآن کریم کی مختصر تاریخ:

قرآن کریم میں خود قادر مطلق اللہ تعالی کے الفاظ ہیں، جو ہمارے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر ۲۳ سال کے عرصہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے اتارے گئے۔

قرآن کریم کی حفاظت زبانی یادداشت کے ذریعہ:

قرآن شریف حضور ﷺ پر حرف بہ حرف نازل کیا گیا، جب حضور ﷺ پر وحی اتاری جاتی تو فوراً آپ ﷺ ان

نازل کی گئی آیات کو حفظ کر لیتے، پھر آپ ﷺ وہ آیات صحابہ کرامؓ کو سناتے، پھر وہ بھی ان آیات قرآنی کو یاد کر لیتے، حضور ﷺ کے زمانہ میں یادداشت کے ذریعہ چیزوں کو محفوظ کرنے کی عادت عربوں میں عام تھی، حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو قرآن کے الفاظ و آیات لکھنے کی تاکید فرمائی تھی، سب سے مشہور کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ تھے، کاتبین وحی نے قرآن کی ان آیات کو جانور کی کھالوں، لکڑی کے تختوں، سوکھی ہڈیوں، پتھر کی سلوں اور درختوں کے تنوں پر لکھا۔

آیات قرآنی کو تحریری شکل میں محفوظ کرنے کی تاکید:

حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں کاتبین وحی کو قرآن کریم ایک مخصوص الہامی تحریری شکل میں لکھنے کا حکم دیا تھا، حضور ﷺ کے عہد میں قرآن کی تحریر یا رسم بہت ابتدائی شکل میں تھی، نہ ان پر حرکات وسکنات تھے نہ نقطے۔

قرآن کریم کی تدوین:

حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں ستر سے زیادہ صحابہ جو مکمل حافظ قرآن تھے، جنگ یمامہ (۱۱ھ) میں شہید ہوگئے، تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور قرآن کریم کو ایک مصحف کی شکل میں جمع کرنے کی فوری ضرورت پر زور دیا، اس وقت قرآن کریم مختلف تختیوں پر لکھا ہوا، مختلف صحابہ کے پاس موجود تھا، ان حفاظ کرام کی شہادت کے بعد ایک خطرہ یہ پیدا ہو گیا تھا کہ قرآن کریم کے الفاظ کی حفاظت کے لئے اگر صرف حفظ یا زبانی یاد کرنے پر انحصار کیا گیا تو کہیں قرآن کے الفاظ ضائع نہ ہو جائیں، اس لئے تحریری شکل میں قرآن کریم کی تدوین لازمی ہے۔

قرآن پاک کی تدوین کے عظیم عمل کو انجام دینے کی ذمہ داری صحابہ میں سے قرآن کے ماہرین نے اٹھائی اور اپنے مشن میں وہ کامیاب ہوئے۔

رسم قرآن کو معیار کے موافق بنانے کی کوشش:

حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں اسلامی اقتدار کافی وسیع ہو گیا، اور غیر عرب اقوام دائرہ اسلام میں کثرت سے داخل ہوئیں، تو اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ قرآن پاک کے طرز تحریر اور رسم الخط کو معیار کے موافق بنایا جائے، تاکہ قرآن کریم کی تلاوت اور قرآن کریم کے لکھنے میں غلطیوں سے بچا جا سکے۔

حضرت عثمانؓ کی تاکید:

حضرت عثمانؓ نے خود یہ فرمان جاری کیا کہ قرآن پاک کا ایک معیاری نسخہ مدون کیا جائے جس میں وہی رسم الخط

اختیار کیا گیا ہو جو حضور ﷺ پر قرآن کی شکل میں نازل کیا گیا تھا، لہذا عہد عثمانی میں تقریباً پانچ نسخے تیار کئے گئے اور وہ اسلامی ریاست کے اہم شہروں کی طرف بھیجے گئے جیسے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، دمشق، بصرہ اور کوفہ۔

قرآن کریم کے رسم الخط کی حفاظت:

چند رپورٹیں ظاہر کرتی ہیں کہ خلیفہ حضرت عثمانؓ کے پاس خود ایک ذاتی نسخہ تھا یہ نسخہ عالمی سطح پر ''المصحف الامام'' کے نام سے جانا جاتا ہے، قرآن پاک کے اس نسخہ کی اصل کاپی'' توب کاپی'' استنبول کے ایک میوزیم میں رکھی ہے۔

عثمانی رسم الخط ہر اس شخص کے لئے ایک روایتی معیار ہے جو قرآن کریم کو لکھنا چاہتا ہو، اس کو چاہئے کہ وہ اس کی اقتداء کرے، **خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ رسم خط الہامی ہے اور قرآن کریم کے الفاظ اور رسم خط دونوں منزل من اللہ ہیں، وحی کے ذریعہ اتارے گئے ہیں اور اللہ رب العزت کی جانب سے محفوظ بھی کئے گئے ہیں۔**

تجوید کا ارتقاء:

علم تجوید اور علم رسوم کو ماہر قراء اور اہل علم حضرات کی سرپرستی میں مسلسل ترقی دی جاتی رہی، جن میں امام شمس الدین بن محمد الجزری، امام ابوعمرو الدانی، ابوداؤد سلیمان بن نجح الاندلسی، ابو ولید الباجیؒ وغیرہ شامل ہیں۔

قرآن کے اعراب:

قرآن مجید پر اعراب لگانے کی پیش رفت ابوالاسود الدولی یا نصر بن عاصم لیثی یا یحیی بن یعمرؒ نے کی، اس کا مقصد غیر عرب لوگوں کی تلاوت میں آسانی پیدا کرنا اور ان کو اس قابل بنانا تھا کہ وہ قرآن کریم کی اسی انداز سے تلاوت کر سکیں جس طرح وہ نازل ہوا، قرآن کا اعراب وحی کا حصہ نہیں ہے، یہاں ہمیں یہ نکتہ ذہن نشین کرنا چاہئے کہ اعراب کو وحی کا حصہ نہیں سمجھا جا سکتا۔

قرآن کریم کی طباعت مشین کے ذریعہ:

حضور اکرم ﷺ کے زمانہ سے طباعت کی ابتداء تک قرآن مجید کاتبین کے ذریعہ ہاتھوں سے لکھا جاتا رہا۔

پہلی مرتبہ قرآن کریم کی طباعت ۱۶۹۴ء میں ہمبرگ جرمنی میں ہوئی اور یہ کوشش غیر مسلموں نے انجام دی، مسلمانوں کے ذریعہ قرآن مجید کی طباعت کی پہلی مثال ملا عثمان کا ایڈیشن ہے جو ۱۷۸۷ء میں پیٹرزبرگ میں طبع کرایا گیا، اس کے بعد دوسری طباعتیں بھی عمل میں آئیں جیسے قازان (۱۸۲۸ء)، ایران (۱۸۳۳ء) اور استنبول (۱۸۷۷ء)۔

المصحف المدینۃ المنورۃ:

ماضی قریب میں شاہ مصر فؤاد رحمہ اللہ نے ۱۹۲۵ء میں قرآن پاک کی طباعت کا فرمان جاری کیا، اس طبع شدہ قرآن کو المصحف الامیر المصری کہتے ہیں، یہ مصحف آج مصحف المدینۃ المنورہ کے نام سے مشہور ہے، موجودہ تمام مصاحف میں اس کا رسم خط سب سے زیادہ صحیح ہے۔

بریل قرآن کا آغاز:

بریل میں قرآن کریم کی طباعت کی ابتداء سب سے پہلے مصر اور فلسطین میں کی گئی، سب سے پہلے عربی بریل علامات کو ۱۹۵۱ء میں مصر کے شہر زیتون میں ''عربیین بلائنڈ کمیٹی'' نے اختیار کیا، سب سے پہلے متفقہ انگریزی بریل علامات ۱۹۳۲ء میں اختیار کی گئی تھی۔

بریل کا آغاز تاریخ میں کافی نیا ہے اور قرآن پاک کو عربی بریل میں منتقل کرنے کا تصور اس سے بھی زیادہ نیا ہے۔

زبانی تلاوت:

جب سے قرآن کریم نازل ہوا لاکھوں کروڑوں لوگ اس کی زبانی تلاوت کرتے رہے ہیں، اور اسی طرح بہت سے نابینا لوگ قرآن پاک کی زبانی تلاوت بڑی روانی اور صحیح تلفظ کے ساتھ کرتے ہیں اور وہ تجوید وقرأت کے میدان میں ماہر ہو گئے ہیں، مثال کے طور پر مشہور نابینا امام شاطبیؒ۔

یہ مہارت زبانی تلاوت کے ذریعہ حاصل ہوئی جہاں طالب علم نے استاذ کو قرآن پڑھتے سنا، پھر جیسے سنا تھا اس کو ہوبہو نقل کرنے کی کوشش کی۔

جب نابینا شخص کے قرآن کریم سیکھنے کے لئے کوئی رسم الخط یا بریل علامتیں نہیں تھی، یہ قرآن کو سیکھنے کا بنیادی طریقہ تھا اور آج تک قابل عمل ہے، نہ اس کا کوئی بدل ہے نہ اس میں کسی تبدیلی کی گنجائش ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''قرآن کی تلاوت کرو اس طریقہ پر جیسے تم کو سکھائی گئی''۔

قرآن کی تلاوت میں نابینا شخص کو خودکفیل بنانا:

بریل کے بے شمار فائدوں میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ نابینا شخص کو خودکفیل بناتا ہے، وہ جہاں چاہے اور جو چاہے خود سے پڑھ سکتا ہے، اسے کسی کا انتظار نہیں کرنا پڑتا کہ وہ آئے اور اس کو پڑھ کر سنائے، اس کے پاس کی ہر وقت پڑھنے اور جانچنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔

بریل کا تعارف- بریل کیا ہے؟

بریل ایک قسم کا ذریعہ ابلاغ ہے جو کاغذ پر ابھارے گئے نقطوں پر مبنی ہے جن کے ذریعہ ایک نابینا آدمی اپنی قوت لمس (انگلیوں کے پوروں کے ذریعہ) کا استعمال کرتے ہوئے پڑھنے کے قابل بن سکتا ہے، بریل کوڈ چھ نقطوں پر مبنی ہوتا ہے:

یہ ان کے لئے تعلیم حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، ان چھ نقطوں کے مختلف نمونے نشانات اور شکلوں کی تبدیلی سے بنتے ہیں اور وہ مختلف حروف، الفاظ، حروف علت حرکات اور علامتوں کی نمائندگی کرتے ہیں، ان چھ نقطوں سے ۶۳ مختلف شکلیں بنائی جاسکتی ہیں۔ بریل اپنے بانی لوئس بریل کے نام سے موسوم ہے جو ۱۸۴۲ء میں متعارف ہوا۔

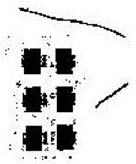

بریل علامات کا استعمال:

بریل علامات زبان وادب کے اظہار کے موقع پر حروف کے لئے استعمال ہوتی ہیں، اور حساب کرتے ہوئے یہی علامتیں نمبرات کے لئے استعمال کی جاتی ہیں، نیز کمپیوٹر وسائنس کے مطالعہ کے دوران یہ علامتوں اور اکائیوں وغیرہ کے لئے استعمال میں آتی ہیں۔

العمیدی کا حصہ:

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ ایک نابینا عرب مسلم جن کا نام علی ابن یوسف ابن خضر العمیدیؒ (وفات ۱۳۱۴) ہے، نابینا لوگوں کے لئے چھو کر پڑھنے کے سب سے پہلے نظام کے موجد و بانی ہیں، اور یہ لوئس بریل کے ذریعہ بریل کے طریقہ کے ایجاد ہونے کے چھ سو سال پہلے کا واقعہ ہے۔

چونکہ بریل ایک قسم کے کوڈ پر مبنی ہے، کسی بھی زبان کے حروف کو بریل میں منتقل کرنا ممکن ہے، بنیادی کوڈ کو ''گریڈ ون'' بریل کہا جاتا ہے، مذکورہ بریل حروف عام حروف ہجاء کا بدل ہیں، عملی طور پر زیادہ تر بریل استعمال کرنے والے ''گریڈ ٹو'' استعمال کرتے ہیں، یہ شارٹ ہینڈ یا مخففات کی ایک شکل ہے جو نسبتا تیز لکھنے اور پڑھنے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے، گریڈ ٹو

بریل میں کتابیں بھی شائع ہوتی ہیں اور وہ نسبتاً کم ضخیم ہوتی ہیں۔

عربی بریل حروف ہجاء:

عربی حروف تہجی ۲۸ حروف پر مشتمل ہیں، عربی بریل میں مزید آٹھ حروف زائد ہیں، جس سے یہ تعداد ۳۶ تک پہنچ جاتی ہے۔

تحریر کے دو طریقے:

ہمارے پاس بریل قرآن کے چند نسخے ہیں جو مصر، تیونس، اردن اور ملیشیا وغیرہ سے طبع ہوئے ہیں، دیگر ممالک جیسے ساؤتھ افریقہ، انڈونیشیا، فلسطین، پاکستان، بحرین، ایران، کویت، ترکی، یمن وغیرہ بھی عربی بریل میں قرآن مقدس کو طبع کراتے ہیں، یہ سب قرآن مخفف عربی بریل میں تحریر شدہ ہیں۔

قرآن پاک کے ان تمام نسخوں کا جائزہ لینے کے بعد ہم نے مشاہدہ کیا ہے، بریل میں رسم قرآن کے دو طریقے پائے جاتے ہیں، پہلا وہ جو عرب قراء کے لئے تیار کیا گیا ہے، اور دوسرا جس میں غیر عرب قاریوں کے لئے خصوصی علامات بھی متعارف کرائی گئی ہیں۔

دونوں طریقہ تحریر درست ہیں:

حسب طبقہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عربی اور عجمی دونوں طریقہ تحریر درست ہیں، ہر قاری کو دونوں میں سے کسی بھی طرز تحریر کو اپنی ترجیح کے مطابق منتخب کرنے کا اختیار ہے۔

اس تعلق سے آپ کو یہ بھی دیکھنے کو ملے گا کہ سعودی عرب نے دونوں طرز تحریر کو اختیار کر کے قرآن پاک کی طباعت کی، ان کے ذریعہ شائع شدہ عربی قرآن کا کور سبز رنگ اور غیر عرب لوگوں کے لئے شائع ہونے والے قرآن کا کور نیلے رنگ کا ہوتا ہے۔

قرأت اور روایت:

زیادہ تر عربی بریل قرآن امام حفص ابن سلیمان ابن مغیرہ الاسدی الکوفیؒ اور امام عاصم ابن ابی النجود الکوفیؒ کی روایت پر لکھا جاتا ہے، تیونس میں ایک بریل قرآن امام قالونؒ کی روایت کے مطابق برالقاسہ میں ۱۹۷۶ء میں چھاپا گیا۔

عربی بریل کوڈ:

اس وقت اہل الجیریا بالکل مختلف عربی بریل کوڈ اختیار کرتے ہیں، حالانکہ عرب ممالک کی اکثریت مشہور عربی

بریل کوڈ کی علامتوں کو اختیار کرتے ہیں، جو بحرین سے وابستہ ہے، اور سب سے تازہ ترین کوڈ ریاض میں ۲۰۰۲ء میں اختیار کیا گیا، نیز اس وقت دنیا بھر کے مختلف اداروں کے درمیان جو قرآن پاک کو طبع کرواتے ہیں قرآن کریم کے لئے متفقہ عربی بریل کے سلسلے میں کوئی اتفاق رائے نہیں پایا جاتا ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ یہاں استنبول میں ہماری میٹنگ متفقہ عربی بریل علامات Unifide Arabic Braille Code پر کسی فیصلہ کن نتیجہ پر پہنچنے میں کامیاب ہوگی۔

بریل قرآن-سعودی عربیہ:

بریل قرآن کریم ریاض، سعودی عربیہ کے پریس میں طبع کیا جاتا ہے، یہ بریل قران پانچ پانچ پاروں کی چھ جلدوں پر مشتمل ہوتا ہے، جس کا وزن تقریباً دس کلو ہوتا ہے، ایک مکمل کمپیوٹرائزڈ پریس کے ذریعہ قرآن کریم کو بریل میں ڈیجیٹل ماسٹر کے ذریعہ چھاپا جاتا ہے، البتہ جیسا کہ اس سے پہلے وضاحت کی گئی کہ غیر عرب لوگ بریل کے اس طرز تحریر کو پڑھنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں۔

بریل قرآن- پاکستان:

نیشنل فیڈریشن فار دی ویلفیئر آف دی بلائنڈ جو کراچی پاکستان میں واقع ہے، ۱۹۵۰ سے قرآن پاک کو عربی بریل میں طبع کراتا رہا ہے، اس کے پاس بریل کی اشاعت کے لئے مینول پلیٹ سسٹم (Manual Plate System) ہے، ہر پلیٹ کو ہاتھ سے براہ راست ٹائپ کیا جاتا ہے اور پھر اس کو پلیٹن پریس کے ذریعہ ابھارا جاتا ہے، البتہ غیر عرب لوگ اس قرآن کے طرز تحریر کو پسند کرتے ہیں، کیونکہ یہ طریقہ ان کے لئے زیادہ آسان ہے۔

بریل کیسے لکھی جاتی ہے؟

بریل کی تحریر کے لئے سب سے سادہ اور سب سے سستا طریقہ بریل پلیٹ اور اسٹائلس کے ذریعہ لکھنا ہے، چھ بٹن کے ٹائپ رائٹر کو پرکنس بریلر Perkins Brailler کہا جاتا ہے، یہ زیادہ رفتار کے ساتھ بریل تحریر کر سکتا ہے۔

کمپیوٹرائزڈ بریل انپٹ:

آج کل بریل کی صنعتی طباعت کمپیوٹر کے ذریعہ ہوتی ہے، ایک ٹائپسٹ عام عبارت ٹائپ کرتا ہے، اور ایک ٹرانسلیشن پروگرام Translation Programe اس عبارت کو بریل میں منتقل کرتا ہے، دوسرا طریقہ ایک بریلسٹ (بریل علامات کا ماہر) براہ راست بریل ہی کو کمپیوٹر پر ٹائپ کرتا ہے۔

سافٹ کاپی، ہارڈ کاپی اور پروف ریڈنگ:

یہ دونوں طریقے بریل کی سافٹ کاپی تیار کرتے ہیں، اس کے بعد کاغذ پر بریل پرنٹ ہوتی ہے، یہ ابھرے ہوئے نقطوں والا صفحہ ہارڈ کاپی کی حیثیت سے جانا جاتا ہے، پھر اس صفحہ کی پروف ریڈنگ ہوتی ہے، یہ جانچنے کے لئے کہ سافٹ کاپی اور ہارڈ کاپی یکساں ہے، عام طور پر ایک صفحہ کی پروف ریڈنگ بینا اور نابینا لوگوں کو ایک جماعت کئی بار کرتی ہے، تب جا کر اس کو امبوسنگ پروسیس Embossing Process کے لئے تیار سمجھا جاتا ہے۔

ٹریکٹر فیڈ اور کنوینشینل امبوسنگ:

امبوسنگ مشین مسلسل ٹریکٹیر فیڈ پیپر استعمال کرتا ہے، اور ہر صفحہ کو اصلی دستاویز کی شکل دیتا ہے، اس نظام میں سب سے بڑی دشواری نقاط ابھارنے میں مکمل استحکام برقرار رکھنا ہے، ہارڈ کاپی اور سافٹ کاپی میں ہم آہنگی پیدا کرنے میں کمزوری یا کوئی جزوی غفلت وکوتاہی کے نتیجہ میں امبوسنگ کی غلطیاں پیدا ہوجاتی ہیں، زنگ پلیٹ کا استعمال کرتے ہوئے روایتی کاغذ پر امبوسنگ سسٹم ضخیم جلدوں والی کتاب جیسے قرآن وغیرہ چھاپنے کے لئے زیادہ محفوظ تصور کیا جاتا ہے، براہ راست پرنٹنگ کے مقابلے میں اس میں غلطیوں کا کم اندیشہ ہوتا ہے۔

سخت محنت:

بریل کی چھپائی مشکل بھی ہے اور مہنگی بھی، کاغذ کا وزن ۱۳۵/ گرام یا اس سے زیادہ ہوتا ہے، چھپائی میں نقطوں پر توجہ دینی ہوتی ہے، پروف ریڈنگ کے دوران بڑی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے، ایک واحد زائد نقطہ یا کسی نقطہ کی کمی پورے لفظ کے معنی تبدیل کر دیتی ہے۔

ہماری صورتحال:

۱۹۸۶ء میں مدرسہ النور فاردی بلائنڈ کی بنیاد رکھنے کے بعد سے بریل قرآن پاکستان، سعودی عربیہ اور اردن سے برآمد کرتے رہے ہیں، بریل قرآن کی ضرورت اس سے بہت زیادہ ہے جتنا کہ وہ دنیا بھر کے پریسوں میں چھپتا ہے۔ فی الحال مدرسہ النور فاردی بلائنڈ نے خود اپنا بریل قرآن طبع کرانے کی ابتداء مقامی طور پر ساؤتھ افریقہ میں اور ہندوستان میں کردی ہے۔

ہماری ترجیح:

عرب قرآن اور غیر عرب قرآن کا جائزہ لینے کے بعد غیر عربوں کے لئے طبع شدہ بریل قرآن کو مذکورہ ذیل

اسباب کی بنیاد پر ترجیح دی۔ یہ بریل قرآن کا نسخہ عکسی قرآن کے عین مطابق ہے، جو برصغیر ہند میں عام طور پر پایا جاتا ہے، ملیشیاء، افریقہ اور ترکی میں بھی یہی عجمی طرز تحریر ملاعلی قاری رسم الخط کے نام سے جانی جاتی ہے۔

مانوس طرز:

اس قرآن میں پاروں کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے کہ جس سے ہم مانوس ہیں، مثال کے طور پر پہلا پارہ (الم)، اکیسواں پارہ (اتل ما اوحی)، تیسواں پارہ (عم) وغیرہ۔ عرب قرآن میں پاروں کی تقسیم دوسرے طرز پر کی گئی ہے۔ مثلاً ساتواں پارہ (لتجدن) سے شروع ہوتا ہے، (اذا سمعوا) سے نہیں، اس طرح عرب قرآن میں رکوع کی تقسیم نہیں پائی جاتی۔

آسان تعریب:

اسی طرح یہ غیر عرب قرآن میں اعراب کی علامات بہت زیادہ آسان اور قریب الفہم ہیں، مثال کے طور پر غیر عرب قرآن میں کچھ خاص علامات بھی ہیں، الضمۃ المقدرہ (و)، الفتحۃ المقدرہ (الف)، الکسرۃ المقدرہ (ی) وغیرہ ان علامتوں سے قرآن کریم کی تلاوت میں سہولت ہوتی ہے۔

ماویرک بریل کوڈ:

قرآن کریم کی تحریر کا کام ایک انتہائی نازک اور دلچسپ سعی ہے، کوئی بھی خود ساختہ من گھڑت علامت جو قرآن اور بریل کے ماہرین کی مسلمہ علامات سے ٹکراتی ہو اس کا اختیار کرنا بڑا خطرناک ہے، ایسی غیر معروف علامات کا گھڑنا، وضع کرنا، غلط فہمی، کشمکش اور اختلاف کا سبب ہوسکتا ہے، اور بالواسطہ طور پر گناہ بھی ہے۔

کیا بریل رسم الخط ہے یا کوڈ ہے؟

قرآن کریم کو معیار عثمانی کے مطابق بریل میں منتقل کرنے کا پورا معاملہ تقاضا کرتا ہے کہ اسے پوری طرح سمجھا جائے، اس سے پہلے ذکر کیا گیا کہ عثمانی رسم الخط وہ رسم الخط ہے جسے خلیفہ حضرت عثمانؓ نے مطلوبہ معیار کے مطابق بنایا، اور یہ ہر شخص کے لئے روایتی طرز تحریر ہے جسے قرآن پاک کے لکھنے میں مسلمہ معیار کے طور پر تسلیم کرنا چاہئے۔

دکھائی دینے والا رسم الخط:

رسم الخط مرئی، یعنی قابل مشاہدہ ہوتا ہے، اور یہ بینا لوگوں کے لئے ہوتا ہے، اور اسے دیکھا جاسکتا ہے، اس کے برخلاف بریل نقطوں کا ایک کوڈ ہے، جسے نابینا لوگوں کے لئے تشکیل دیا گیا ہے، ان لوگوں کے لئے جو پڑھنے کے لئے قوت لمس کا سہارا لیتے ہیں، بریل دیکھ کر پڑھنے کے لئے نہیں مرتب کی گئی ہے، بلکہ یہ چھوکر پڑھنے کے لئے ترتیب دی گئی ہے،

ایک نابینا شخص کے لئے ابھرے ہوئے نقطہ کو پہچاننا اور محسوس کرنا آسان ہے، ایک نابینا شخص پرنٹ شدہ نقطہ کو محسوس نہیں کرسکتا، بینا شخص کے لئے نظروں سے پڑھے جانے والے رسم الخط کو اندھیرے میں پڑھنا ممکن نہیں ہے، البتہ ایک نابینا شخص بریل اندھیرے میں بھی پڑھ سکتا ہے۔

رسم الخط کے متعلق غور وفکر:

علماء اسلام کا عثمانی معیار کے مطابق رسم قرآن کے ضوابط سے متعلق مباحثہ نظر آنے والے رسم الخط پر مبنی ہے، ان کا مباحثہ علامات رسم الخط یا ابھرے ہوئے نقاط کے کوڈ پر جو چھو کر پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں، مبنی نہیں۔

بریل ایک رسم الخط نہیں ہے، کسی رسم الخط کی طرح اس میں شوشے یا گھماؤ پھراؤ نہیں ہوتے ہیں، بریل کو دیکھنے سے نقطے نظر آئیں گے، بریل ابتداء میں جنگ کے دوران میدان جنگ میں ذریعہ ابلاغ کے طور پر ترتیب دیا گیا تھا۔

بریل نقاط لکھے ہوئے نقاط نہیں ہوتے، بلکہ وہ کاغذ پر ابھارے ہوئے ہوتے ہیں، اور بنیادی طور پر اس طرح ترتیب دیئے جاتے ہیں کہ وہ محسوس کئے جائیں اور نابینا لوگوں کے ذریعہ چھو کر پڑھے جائیں اپنی ترتیب اور مقصد میں بینا لوگوں کے لئے ناقابل فہم ہوتے ہیں۔

موضوع:

عثمانی رسم الخط کا موضوع کیا ہے؟ اس کا موضوع قرآن کریم کے حروف ہیں۔

حروف القرآن:

لہٰذا یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا بریل کو جو نقطوں کی زبان ہے قرآن کے حروف تصور کیا جائے؟ بینا افراد کی حیثیت سے ہم ایک اچٹتی سی نظر ڈال کر دنیا بھر کے مختلف رسوم خط کی تحریروں کے فرق کو جان سکتے ہیں، ہم یقینی طور سے پہچان سکتے ہیں کہ یہ کتاب انگریزی میں لکھی ہے، اور یہ قرآن مقدس عربی زبان میں ہے اور وہ ناقابل فہم غیر ملکی زبان کے رسم الخط میں ہے۔

تمام بریل ایک جیسی نظر آتی ہے:

جہاں تک نابینا لوگوں کی بات ہے جب ایک نابینا شخص اس کوڈ کو اچھی طرح جانچتا ہے، جس کو وہ پڑھ رہا ہے، تب وہ بریل کی اس کتاب کو سمجھنے کے قابل ہوتا ہے ورنہ بریل یا نقاط بے معنی ہوتے ہیں، مثال کے طور پر انگریزی ادب کی بریل کی کتاب، حساب کی بریل کی کتاب، چائنیز بریل کا ایک جرنل اور قرآن کے عربی بریل کا ایک نسخہ ایک میز پر رکھا جائے تو

ان ساری کتابوں میں بریل ایک جیسی ہوگی۔اس کے برخلاف طبع شدہ کتابوں کا ایک یکساں انتخاب اگر ایک میز پر رکھا جائے تومختلف زبانوں کے اشاروں اوررسوم خط کوآسانی سے پہچانا جاسکتا ہےاوران کوالگ الگ بھی کیا جاسکتا ہے۔

کوڈ-ترجمہ نگاری:

چونکہ بریل ایک کوڈ ہے، اور یہ کوڈ علامتیں ہر زبان کے حروف تہجی کی نمائندگی کرتی ہیں، اس لئے کسی زبان کے ٹرانسلٹریشن(نقل الفاظ) کی ضرورت نہیں۔یکساں تلفظی بنیادی جب ہم ادبی تخلیق کے لئے بریل کا استعمال کرتے ہیں تو ایک حقیقت یہ پائی جاتی ہے کہ کسی بھی زبان کے الفاظ جن کا تلفظ یکساں ہے وہ یکساں بریل علامتوں سے جانے جاتے ہیں، مثال کے طور پر عربی میں لفظ''ل'' کی علامت انگریزی لفظ "L" کی بریل علامت اور گجراتی کے لفظ---بریل کی علامت یکساں ہے، مطلب نقطہ نمبر۱، ۲، ۳اس کی وجہ یہ ہے کہ ان سب کی بنیاد یکساں تلفظ پر ہے۔

تلفظ کے اعتبار سے ترتیب شدہ:

مذکورہ بالا بحث سے یہ نکتہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ادب کی تخلیق میں بریل کا استعمال تلفظ پر مبنی ہوتا ہےاور منطقی طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بنیادی طور پر بریل علامت تلفظ کی نمائندگی کرتی ہے، نہ کہ رسم الخط کے الفاظ کی، اور بریل میں حروف کے تلفظ کوزیادہ اہمیت حاصل ہے، حروف کے رسم الخط کونہیں۔

ہمارا موقف:

تصحیح واصلاح:

ایک ادارہ کی حیثیت سے اپنے ابتدائی سالوں میں ہم نے صرف تعلیم مہیا کرنے پر توجہ کی، ہمارے پاس اپنی ذاتی عمارت بریل قرآن طبع کرنے کے لئے نہیں تھی، لہذا مدرسہ النور فار دی بلائنڈ نے فیصلہ کیا کہ غیر عرب قرآن جو پاکستان سے طبع شدہ تھا اس کی تصحیح واصلاح کا کام کرے، چنانچہ کئی سالوں تک ہم غلطیاں ڈھونڈتے اوران کی فہرست تیار کرتے رہے، بعد میں ہم نے طبع کرنے والوں کو بھی مطلع کیا، ان میں کچھ بڑی غلطیاں بھی تھیں جن میں الفاظ غلط طریقہ سے لکھے گئے تھے، ۱۹۹۶ء میں ہم نے کراچی کا سفر کیا، اور اصلی ہارڈ کاپی پلیٹ پر غلطیوں کی تصحیح کی، ہم نے بینا اور نابینا پروف ریڈرس کی ایک ٹیم تشکیل دی، تاکہ وہ تصحیح واصلاح کا کام کریں، اور تصحیح کا کام اب بھی جاری ہے۔

سافٹ کاپی:

کمپیوٹرائزڈ سافٹ کاپی کی اصلاح ہارڈ کاپی کے مقابلے میں زیادہ آسانی اور تیزی سے کی جاسکتی ہے، یہ ضرورت

ہمیں سافٹ کاپی تیار کرنے پر آمادہ کرتی ہے، تاکہ ہم آزادی کے ساتھ ایڈیٹنگ کرسکیں۔

دوراستے:

ہمارے پاس عربی بریل قرآن پرنٹ کرنے کے دوراستے ہیں:

ا-مکمل بریل قران از سرنو ڈکز بری ٹرانسلیشن سافٹ ویئر(Duxbusry Translation Software) یا ASC II کے ذریعہ ایک ایک حرف پھر سے ٹائپ کر کے لکھا جائے۔

۲-فی الحال جو غیر عرب قرآن موجود ہے اس کو کاپی کرلیا جائے۔

ہم نے دوسرا راستہ اختیار کیا ہے، قران پاک کو آپٹکل بریل رکوگنیشن سافٹ ویئر (Optical Braille Recognition Software) کے ذریعہ ڈیجیٹل اسکین کیا، اس طرح کئی سال تک ہم قرآن پاک کے اس نسخے کی ایڈیٹنگ اور پروف ریڈینگ کرتے رہے، تاکہ غلطیوں سے پاک ایک ماسٹر کاپی تیار ہوجائے، اور ایک بار جب وہ ماسٹر کاپی تیار ہوگئی تو پھر بریل میں قرآن کریم کی طباعت آسان ہوجائے گی، انشاء اللہ پھر کوئی بھی شخص قرآن حکیم کو مقامی طور پر طبع کراسکے گا، اور اس طرح بریل قرآن کی نشر واشاعت کو کافی بڑھاوا ملے گا۔

احتیاط:

چونکہ یہ قرآن پاک کا معاملہ ہے، اس لئے کافی احتیاط کی ضرورت ہے، ہمیں بریل کی کوئی نئی علامت یا کوڈ ہرگز اختیار نہیں کرنا چاہئے۔

عربی رسم الخط کی سمت:

عربی ایک سامی زبان ہے اور اس کے ہر لفظ کا ایک مخصوص تلفظ ہے، اگر دوسری زبانوں کے رسوم خط سے موازنہ کریں تو اس کا رسم خط بھی نرالا اور منفرد ہے، فن کی دنیا عربی خطاطی کو خود اپنے ایک شاہکار کی حیثیت سے جانتی ہے، عربی ہمیشہ دائیں سے بائیں طرف لکھی اور پڑھی جاتی ہے، اس کے برخلاف عربی بریل بائیں سے دائیں جانب پڑھی جاتی ہے، اور یہ سمت مکمل طور سے عثمانی معیار کے مخالف ہے۔

حروف کی بناوٹ:

عربی کی طباعت میں حروف ہجاء کا طرز تحریر معیاری نہیں ہے، عربی کے حروف اپنی جگہ کی تبدیلی پر سے اپنی شکلیں تبدیل کرتے ہیں، زیادہ تر الفاظ کی تین شکلیں ہوتی ہیں ابتدائی، درمیانی اور اختتامی۔

عثمانی رسم الخط کا معیار اس ضرورت کا تقاضہ کرتا ہے۔حروف کی شکلیں درمیانی مقام پر اس کی اختتامی مقام کی شکل سے مختلف ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر:

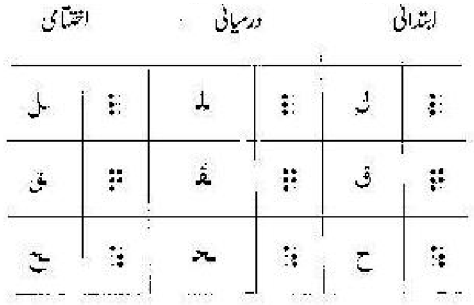

البتہ عربی بریل میں حروف مختلف شکلوں میں نہیں پائے جاتے اور نہ اس کی ضرورت ہے، عربی بریل میں کوئی بھی حرف ابتدائی، درمیانی اور اختتامی ہر مقام پر ایک ہی شکل میں ہوتا ہے، اور وہ اس کی ابتدائی شکل ہے، خلاصہ کلام یہ کہ عربی بریل کے حروف مکمل طور پر عثمانی رسم الخط کے معیار کے موافق نہیں ہیں۔

بریل پڑھنے کی مہارت:

نابینا شخص بریل پڑھنے کے لئے اپنے دونوں ہاتھ بریل کتاب کے صفحہ پر رکھتا ہے، وہ اپنے سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی اس جگہ کو ٹٹولنے کے لئے استعمال کرتا ہے جہاں سے اس کو پڑھنا شروع کرنا ہے اور پھر وہ اپنی شہادت کی انگلی دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے ملا دیتا ہے جس مقام پر وہ ہے، دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیوں کو ملانے کا مقصد صفحہ پر سطروں کے فاصلہ کو سمجھنا ہے، اگر وہ ایسا نہ کرے تو وہ نشانی بھول جائے اور ادھر ادھر سے پڑھنے لگے، نابینا آدمی اب اپنے سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی کو پڑھنے کے لئے بائیں سے دائیں کی طرف حرکت دیتا ہے اور مسلسل پڑھتے ہوئے سطر کے آخری سرے تک پہنچتا ہے، پھر اپنے دائیں ہاتھ کی انگلی اٹھا کر بائیں ہاتھ کی انگلی سے دوبارملا دیتا ہے جو مسلسل سطر کے فاصلہ کو دھیان میں رکھتے ہوئے نیچے کی سطر تک پہنچ جاتی ہے اس طرح پڑھنے والا اگلی سطر تک پہنچ جاتا ہے یہ جگہ کا خیال رکھنا سطروں پر دھیان دینا اور جانچنے، ٹٹولنے کی مہارت یعنی حروف کو اپنی انگلی کے پور سے سمجھنے کی صلاحیت بریل کی تعلیم کے لئے ازحد ضروری ہے۔

سست رفتاری:

اپنی شہادت کی انگلی سے وہ ایک وقت میں ایک ہی بریل سیل محسوس کرسکتا ہے، وہ ہر نقطہ اور حرف کو انفرادی طور پر

محسوس کرتا ہے، اس کی شہادت کی انگلی کا درمیانی نرم حصہ اس کے جسم کا واحد ایسا عضو ہے جو چھونے کے ذریعہ معلومات کی جانچ کرتا ہے۔

ایک سطح اور مختلف سطحیں:

مزید برآں ایک نابینا شخص ہر حرف کو یا سیل کو اسی سطح پر یا منزل پر دیکھتا ہے اس کے لئے لازمی ہے کہ وہ اس حروف کے ساتھ جس کو وہ پڑھ رہا ہے ایک حرف پہلے اور ایک حرف بعد میں بھی محسوس کرنے اور سمجھنے کی کوشش کرے۔

یہ ساری معلومات اسے قوت لمس سے ہی حاصل ہوتی ہے، چھونے کی حس دماغ کو اشارہ دیتی ہے۔ دماغ اس کی وضاحت کرتا ہے جس کو وہ سمجھ رہا ہے وہ ان علامتوں کو جو اس کو ملی ہیں لیتا ہے پھر حروف کو ملاتا ہے، پھر ان سے ایک لفظ کو تشکیل دیتا ہے یہ کافی دقت طلب اور سست رفتار عمل ہے، دماغ رموزی تحریر پڑھ کر احساس کو تشکیل دیتا ہے اور اس سے لفظ اور جملے بناتا ہے۔

ایک بینا شخص رسم الخط کو کیسے پڑھتا ہے:

اس کے برخلاف جب ایک بینا آدمی اپنی آنکھوں کا استعمال کر کے پڑھتا ہے، تو اس کی توجہ کا دائرہ وسیع ہوتا ہے، ایک حرف کو ایک پورے لفظ کو، جملہ کو یا ایک پورے پیرا گراف کو ایک ہی وقت میں دیکھ سکتا ہے، مثال کے طور پر ایک لفظ 'اللہ' پڑھتے ہوئے آپ کی آنکھیں صرف اس کے پہلے حرف 'الف' تک ہی محدود نہیں رہتی، بلکہ آپ کی آنکھیں اس کے آگے بھی چند حروف کو دیکھتی ہیں، الف سے پہلے کے الفاظ اور بعد کے الفاظ دونوں نظر میں ہوتے ہیں۔

جانچنے اور توجہ مرکوز کرنے کا بین الاقوامی طریقہ:

یقیناً دونوں آنکھوں کا مشاہدہ کچھ لفظوں پر، سامنے کی سطروں پر پیچھے اور لفظ کے اوپر اور نیچے مرکوز ہوتا ہے، لفظ اللہ کی طرف دیکھتے ہوئے تم ایک ایسے لفظ کی طرف دیکھ رہے ہو جس کی تین منزلیں ہیں، پہلی منزل پر حروف ہیں، دوسری منزل پر تشدید ہے اور تیسری منزل پر کھڑا زبر (فتحہ مقدرہ) ہے۔

ایک بینا شخص کی حیثیت سے تم ایک ایسے لفظ کی ساخت کو دیکھ سکتے ہو جو ایک ساتھ تین منزلوں پر مشتمل ہے، اس موقع پر آپ کو اپنی نظر گھمانے کی ضرورت نہیں ہے، نہ اس تین منزلہ تحریر کو جو لفظ اللہ تشکیل دیتا ہے بار بار جانچنے کی اور سمجھنے کی ضرورت ہے، ایک بینا فرد کی حیثیت سے آپ ایک نابینا کے مقابلہ میں جب وہ پڑھنے کی شروعات کرتا ہے آپ بہت ممتاز ہو، نابینا شخص ہر حرف اور لفظ کی ایک ہی منزل پڑھتا ہے جس کے لئے اس کو بہت زیادہ وقت اور کوشش صرف کرنی پڑتی ہے۔

یہ تو ایسی مثال ہے گویا کہ ایک کوئلہ کی آگ سے چلنے والی گاڑی کا مقابلہ کسی اسپورٹ سے رکھ دیا جائے۔

آسان طرز تحریر:

اس سوال کے جواب میں کہ قرآن کریم کے چند الفاظ کو بریل میں غیر روایتی طور پر کیوں کر لکھا جائے؟ ہم نے جواب دیا کہ قرآن کریم کو بریل میں منتقل کرنے کے لئے بہترین طرز تحریر وہ ہے جو آسان ہو۔"**عن انس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "يسرا ولا تعسرا بشرا ولا تنفرا "** (صحیح بخاری)(حضور ﷺ نے فرمایا: آسانی پیدا کرو، مشکل پیدا مت کرو، خوشخبری سناؤ اور نفرت پیدا مت کرو)۔

تعریب کا مالہ وما علیہ:

چنانچہ بریل میں وہ طرز تحریر جو آسان ہو مشکل تحریر کے مقابلہ میں زیادہ بہتر اور ممتاز سمجھی جاتی ہے، اعراب کی زیادتی پڑھنے کے عمل کو ناساز گار اور سست بناتی ہے اور اعراب کی کمی پڑھنے کو زیادہ آسان اور تیز کر دیتی ہے۔

لہذا اس طریقہ کے بالمقابل جو بینا لوگوں کے پڑھنے کے لئے پایا جاتا ہے جس میں زیادہ اعراب مطبوعہ عبارت کو زیادہ سادہ سمجھنے میں آسان اور پڑھنے کے لئے تیز تر بنا دیتے ہیں، البتہ نابینا لوگ اس طریقہ کو زیادہ آسان اور پڑھنے میں تیز بہتر سمجھتے ہیں جس میں کم اعراب ہوتے ہیں۔

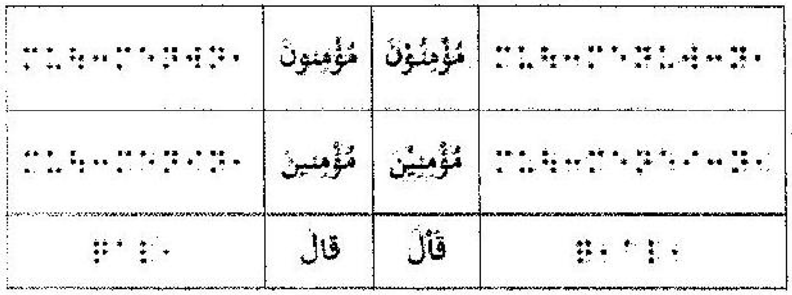

[illegible]	مُؤْمِنُوْنَ	مُؤْمِنونَ	[illegible]
[illegible]	مُؤْمِنِيْنَ	مُؤْمِنِينَ	[illegible]
[illegible]	قَالَ	قال	[illegible]

بریل حرف کے اوپر علامات:

کچھ بریل قرآنوں میں مختلف قسم کا اعراب پایا جاتا ہے، جس میں اعراب بریل سیل کے اوپر لگایا جاتا ہے، جو نابینا لوگوں کے لئے کافی دشواری کا سبب ہوتا ہے، کیونکہ کچھ نابینا لوگ ایک سیل سے زیادہ نقطے جانچنے میں بہت دشواری محسوس کرتے ہیں۔

غربت:

ایک انتہائی قابل غور بات یہ ہے کہ بہت سارے نابینا لوگ آج دنیا میں غربت کی مزید ایک الگ سے مصیبت

سے دوچار ہیں، اکثر اوقات وہ ہاتھ سے استعمال ہونے والا ستا ذریعہ استعمال کرتے ہیں، جیسے سلیٹ اور اسٹالکس یا بعض اوقات بریل لکھنے کے لئے ٹائپ رائٹر کا استعمال کرتے ہیں، یہ ہاتھ سے استعمال ہونے والے ذرائع ساتویں اور آٹھویں نقطہ کو لکھ سکنے کے لائق نہیں ہوتے، یہ مسئلہ بھی ہمارے بہت سارے قاریوں کے لئے مشکل کا سبب ہے۔

نابینا آدمی بریل کیسے پڑھتا ہے:

ایک ایسا شخص جو تبادلہ خیال کے لئے بریل کا استعمال کرتا ہے، اس کے ساتھ سابقہ پڑے تو ایک اہم نفسیاتی پس منظر ذہن میں ضرور رہنا چاہئے جس کو نظر انداز کرنے سے نابینا کی تدریس کا منفی نتیجہ نکلتا ہے، ایک بینا شخص جس رفتار سے پرنٹ شدہ مواد پڑھ سکتا ہے نابینا اس کے مقابلہ میں بریل بہت سست رفتاری سے پڑھتا ہے، نابینا آدمی کو پڑھ سکنے کے لئے آنکھوں میں وہ روشنی نہیں ہوتی ہے، وہ اپنی قوت لمس کا سہارا لے کر پڑھنے کے لئے اپنے ہاتھ کی انگلیاں استعمال کرتا ہے، عام طور پر آدمی کی ساری انگلیوں میں شہادت کی انگلی سب سے زیادہ حساس ہوتی ہے، ہاتھ کی دوسری انگلیوں کے مقابلہ اس میں ادراک کی حس زیادہ ہوتی ہے۔

اسم الجلالہ بریل میں:

جیسا کہ پہلے بھی اس کی وضاحت کی گئی کہ عربی بریل کے طرز تحریر میں باہم کافی فرق پایا جاتا ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ خود ہمارے درمیان خیالات کا فرق ہے، حتی کہ قرآن کریم میں اللہ کا نام لکھنے میں بھی تفاوت پایا جاتا ہے، یہاں ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں جن کے زریعہ ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ مذکورہ مما لک جو بریل قران کی طباعت کا فریضہ انجام دیتے ہیں وہ عربی رسم الخط اور بریل میں لفظ اللہ کو کس طرح تحریر کرتے ہیں:

یہاں ہم آپ کی توجہ چند پیچیدہ مسائل کی جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں:

Pakistan	الله	[illegible]
Malaysia	الله	[illegible]
Egypt	الله	[illegible]
Jordan	الله	[illegible]
South Africa	الله	[illegible]

مسائل ہمزہ:

غیر عربی قرآن کریم کی طباعت میں ہمزہ قطعی اور ہمزہ وصلی کے قاعدوں پر خاص توجہ دی گئی ہے، عربوں کے لئے ان دونوں قسم کے ہمزہ میں فرق کرنا آسان ہے، کیونکہ وہ ان کی مادری زبان ہے۔

وہ مختلف ہمزہ کی اچھی طرح اور واضح تلفظ کی ادائیگی کی اہلیت رکھتے ہیں، مثال کے طور پر مذکورہ آیت (ادع إلى سبيل ربك) (سورۂ نحل:۱۲۵) ''ادع'' میں ہمزہ وصلی اور ''إلی'' میں ہمزہ قطعی ہے، اس لئے غیر عرب قرآن میں دونوں ہمزہ اعراب کے ساتھ لکھے ہوتے ہیں۔

ہم اس بات کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ عربی رسم الخط کی تحریر کے ضابطوں کے مطابق غیر عرب نسخہ جس میں ان دونوں ہمزوں پر حرکت ظاہر کی گئی ہے یہ بات عربی کے نقطہ نظر سے غلط ہے، چونکہ ہمزہ کے قواعد پیچیدہ ہیں، اور غیر عرب لوگوں کے لئے ان دونوں ہمزوں کے فرق کو سمجھنا ممکن نہیں ہے، اس لئے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ جس طرح غیر عرب لوگوں کے لئے مطبوعہ قرآن میں دونوں ہمزوں کے اوپر خاص نشانات واضح طور پر لگائے گئے ہیں، تا کہ قرآن پاک کو صحیح طریقہ پر پڑھا جا سکے۔

اقلاب حروف:

اسی طرح کی ایک مثال ''و'' کی بھی ہے جو الصلوۃ اور الزکوۃ میں پایا جاتا ہے، عثمانی رسم الخط کے ضابطہ کے مطابق یہ واو لکھا تو جاتا ہے، لیکن تلفظ میں اس کے بدلہ میں الف ادا کیا جاتا ہے، ایک مسئلہ ہمارے سامنے کھڑا ہوتا ہے کہ بریل میں ہم الف کی آواز کے بدلے میں عثمانی رسم الخط کے ضابطہ کے مطابق واو لکھیں تو یہ الفاظ نابینا قاری کے ذریعہ غلط تلفظ کے ساتھ ادا ہوں گے، چنانچہ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے ہم الصلاۃ میں لام الف اور الزکوۃ میں الف استعمال کرتے ہیں تو حروف کے اقلاب کی یہ مثالیں ہیں:

دونوں علامتوں کی صحت:

حسب مذکور فتحہ مقدرہ (نقطہ نمبر ۴) اور الف (نقطہ نمبر ۱) دونوں علامتوں کا تلفظ ایک جیسا ہوتا ہے، لہذا ان دونوں میں سے کسی ایک کے لئے یکساں بریل علامت کا استعمال درست ہے، جیسے مالک، ملک۔

مسائل مد:

ہم سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم میں مد کا تلفظ مد کے قاعدے یاد کرنے اور ان کی مشق کرنے سے آسانی سے ادا کئے

جا سکتے ہیں، ہم انڈونیشیا اور ملیشیا کے دوستوں کے تجربات سے یہ سیکھ سکتے ہیں، کہ وہ بریل میں مد کی علامتیں استعمال کرتے ہیں۔

رموز واوقاف:

ہم نے جائزہ لیا کہ تمام مطبوعہ اور بریل قرآنوں کا جو فی الحال ساری دنیا میں موجود ہے، عاصمؒ سے بہ روایت امام حفصؒ کے مطابق وقف، معانقہ اور سکتہ کی علامتیں ہیں، ہم نے دوسری علامات کا بھی مطالعہ کیا جو سجدہ، عجز، رکوع، اور آیت کے اختتام کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔

ان علامات کا موازنہ کرنے پر جو عرب اور غیر عرب قاریوں کے لئے مرتب کی گئی ہیں، ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس عمومی مقصد میں جس کے لئے یہ علامات مرتب کی گئی ہیں کوئی تضاد نہیں ہے، لیکن غیر عرب قاریوں کے لئے یہ علامات بہت زیادہ اور غیر ضروری ہیں، اور بعض اوقات وہ اشتباہ اور ابہام بھی پیدا کرتی ہیں، البتہ عرب قاریوں کے لئے علامات بہت بہتر ہے کہ وہ کم ہیں، ٹھیک اور سمجھنے کے لئے آسان ہیں۔

بائیں جانب سے پڑھنا:

ایک عام سا اعتراض یہ اٹھایا گیا ہے کہ نابینا قرآن کریم کو بائیں جانب سے کیوں پڑھتا ہے، اور حسب ضابطہ دائیں طرف سے کیوں نہیں پڑھتا ہے؟

ہم جانتے ہیں کہ قرآن کریم کا مطبوعہ نسخہ ہمیشہ دائیں جانب سے پڑھا جاتا ہے، البتہ بریل میں بائیں طرف سے پڑھنے والی بات غیر محبوب اور ناپسندیدہ ہے، اسلام اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ تمام اچھے کام دائیں جانب سے شروع کئے جائیں اور سیدھے ہاتھ سے انجام دیئے جائیں۔

اس معاملہ میں حقیقت امر یہ ہے کہ نابینا لوگوں کی اکثریت جو قرآن کریم پڑھتے ہیں وہ دائیں ہاتھ کو اور خاص طور پر دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کو استعمال کرتے ہیں، اور بائیں ہاتھ کو سطر سمجھنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

اگر بریل کو دائیں سے بائیں طرف پڑھا جائے تو نابینا کو بڑی دشوار ہوگی، اس کو اپنا ہاتھ لگا کر اس کو کرنا پڑے گا یا اس کو اپنے بائیں ہاتھ کی انگلی پڑھنے میں استعمال کرنی ہوگی اور دائیں ہاتھ سے سطریں تلاش کرنی ہوں گی، اور اس طرح پڑھنے والے کا ہاتھ بھونڈے اور بے ہنگم طریقہ پر ہوگا اور پڑھنے کا تجربہ بھی تکلیف دہ ہوگا۔

فائق اور مقدم طریقہ:

قادر مطلق اللہ نے نابینا آدمی کے لئے اسے آسان بنایا ہے، اور دین اسلام میں اس کو فوقیت عطا فرمائی ہے، مکہ

مکرمہ میں کعبۃ اللہ کے طواف کی سمت گھڑی کے گھومنے کے متضاد ہے، یا یہ کہ وہ بائیں جانب سے طواف شروع کرتا ہے، ایک شخص طواف بیت اللہ بائیں طرف سے شروع کرتا ہے ہمارے علماء نے اس کے سبب کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ اللہ نے ہم کو اپنے دل کے ساتھ بنایا ہے، جو ہمارے جسم کے بائیں جانب ہے، بائیں جانب سے ہمارے طواف کی وجہ سے ہمارا دل دوران طواف اللہ کے گھر اور اللہ کی رحمت سے قریب تر ہوتا ہے۔

نابینا افراد کی حیثیت سے ہمیں خود کو خطا کار سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے اور اس حقیقت کو محسوس کرنا چاہئے کہ باوجود یہ کہ ہم قران پاک بائیں جانب سے پڑھ رہے ہیں، ہمارے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی اللہ کی رحمت اور اس کی مہربانی کو محسوس کرتی ہے۔

محدودیت:

ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ بریل علامات اپنی طبعی ساخت میں قرآن پاک کے مطلوبہ رسم الخط جس کا عثمانی معیار تقاضہ کرتا ہے نہ اس کے تمام ضابطوں کو سمیٹ سکتا اور نہ ہی ان تمام کو بروئے کار لانا ممکن ہے۔

ترتیب اور استعداد:

یہ توقع غیر امکانی ہے کہ ایک Analog system ہندی نظام (Digital System) کا بوجھ اٹھا سکے، اس طرح ہم اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ وہ کار جو سڑک پر چلنے کے لئے بنائی گئی ہے، وہ پانی پر کشتی کی طرح نہیں چل سکتی ہے، نقل وحمل کے دونوں ذرائع مختلف ہیں، ایک خچر ایک ہاتھی کا وزن لے کر نہیں چل سکتا۔

قابل طباعت حروف ہجاء کا استعمال بریل حروف سے بہت مختلف ہوتا ہے، طبع شدہ حروف کی بنیاد رسم الخط پر ہوتی ہے اور بریل حروف ہجاء کی بنیاد تلفظ اور آواز پر ہوتی ہے، یہ اپنے طریقہ استعمال کے ساتھ دو مختلف نظام ہیں:

متبادل:

بریل نظام پر اس ساری بحث وتکرار کے بعد یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ فی الحال موجودہ بریل نظام کے علاوہ ہمارے پاس کوئی متبادل موجود نہیں ہے، جس کے ذریعہ نابینا شخص قرآن پاک کو لکھ اور پڑھ سکے۔

اصل اور متبادل:

وضو کے لئے پانی کا استعمال طہارت کے حصول کے لئے اساسی حیثیت رکھتا ہے، لیکن جب پانی نہ ملے تو ہم طہارت حاصل کرنے کے لئے مٹی کا استعمال کر کے تیمّم کا سہارا لیتے ہیں، تیمّم وضو کا متبادل ہے۔

بالکل اسی طرح عثمانی رسم الخط قرآن کریم کوتحریر کرنے کے لئے اصلی معیار رسم ہے،لیکن جب ہم نابینا لوگوں کے لئے اس رسم الخط کو استعمال نہیں کر پاتے تو قرآنی عربی بریل علامات اس کے متبادل کا کردار ادا کرتی ہے،اور یہ نابینا شخص کے لئے متبادل بن جاتی ہے۔

رموز القرآن:

چنانچہ اس سوال کے جواب میں کہ'' کیا ہم بریل،یعنی نقطوں کی زبان کوقران کے حروف تصور کر سکتے ہیں؟''ہاں ہم دعوی سے کہہ سکتے ہیں کہ بریل حروف ررموز القرآن یا قرآنی علامات کے طور پر حروف القرآن کے مساوی ہیں نشان یا کوڈ کوعربی میں الرمز الاشارہ یا العلامۃ کہتے ہیں، بریل بطور نشان یا علامت کے یقیناً مذکورہ بالا اصطلاحات پر صادق آتی ہے۔

ذریعہ ابلاغ کی ایک گاڑی کی حیثیت سے بریل میں حتمی طور پر اہلیت ہے کہ وہ اپنے کوڈ علامات کی گاڑی کے ذریعہ تمام ضروری تلفظات اور زبان وآواز کی نمائندگیوں کو جوقرآن پاک کی حفاظت کے لئے مطلوب ہیں بہ حسن وخوبی چل سکتی ہے باذن اللہ۔

روح برقرار رکھی جاتی ہے:

حروف القرآن گویا کہ ایک گاڑی ہے جوقرآن پاک کے رسم الخط کو طباعت تک منتقل کرتی ہیں۔اسی طرح ہم سمجھتے ہیں کہ رموز القرآن ایک گاڑی ہے جوقرآن مقدس کی آواز کو بریل میں منتقل کرتی ہے۔

چنانچہ جس طرح بھی ممکن ہوسکے ہم توجہ مرکوز رکھتے ہیں کہ عثمانی رسم الخط کی روح ہر وقت زندہ رکھی جائے اور اس وقت بھی جب ہم بریل کوایک تلفظی کوڈ یا علامت جورموز القرآن ہے،استعمال کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر سورہ تحریم آیت نمبر ۱۰ ایک مونث لفظ 'امرأۃ' کو 'امرأت' لمبی تاء کے ذریعہ لکھا جائے۔حالانکہ یہ دونوں تاء ایک جیسی آواز پیدا کرتے ہیں اس کے باوجود ہمارے لئے جائز نہیں ہوگا کہ ہم بریل علامت (نقطہ نمبر ۶،۱) جو گول تا کی نمائندگی کرتی ہے اس کو استعمال کریں بلکہ ہمارے لئے لازمی ہے کہ ہم وہاں لمبی تاء (نقطہ ۲،۳،۴،۵) استعمال کریں،جیسا کہ عثمانی معیار تقاضہ کرتا ہے۔

علامات کے ذریعہ قرآن کا تحفظ:

بریل کی ایجاد اور نابینا لوگوں کے ذریعہ اس کا استعمال بہت نیا ہے اور عربی بریل میں قرآن پاک کا آغاز وارتقاء ایک صدی سے زیادہ نہیں ہے،لہذا بریل کے مسائل،اس کے حدود اور ضابطوں کے تحفظ اور اعادہ کی یقینی طور پر ضرورت

ہے، ان مسائل پر ترقی اور تحقیق کے لئے خصوصی کمیٹیاں بنانے کی ضرورت ہے، اس بات کی ضرورت ہے کہ تحقیقی کام کو آگے بڑھائیں جہاں ہم بنیاد رکھ سکیں یا خصوصی بریل کوڈ یا علامات تشکیل دے سکیں، جو مطلوبہ تلفظات کی نمائندگی کرتے ہوں۔

ثواب:

قرآن پاک کا بریل میں منتقل کرنا حرام نہیں ہے، بلکہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ قرآن کو بریل میں نقل کرنا اور اس میں اس کا تحفظ کرنا جائز اور درست ہے، بلکہ یہ ثواب اور اللہ رب العزت کی جانب سے اجر کا ذریعہ ہے۔

ہمارا مقصود قرآن کریم کو درست وصحیح طریقہ پر بریل میں منتقل کرنا ہے (باذن اللہ) اور یہ فرض منصبی کسی بھی قیمت پر ادا کرنا ہے۔

قادر مطلق اللہ سبحانہ وتعالی اپنے کلام قرآن مقدس کی حفاظت کرے گا ان راستوں سے بھی جن کو ہم نہیں جانتے، جیسے کہ اس نے حفاظت کی الفاظ کے ذریعہ، یادداشت کے ذریعہ، رسم الخط کے ذریعہ اور کوڈ اور علامات کے ذریعہ۔

نتیجہ:

ہمیں یقین ہے کہ عربی قرآنی بریل کوڈ رموز القرآن ہیں، اور یقینی طور پر لفظ ''الذکر'' کے ذیل میں آتا ہے۔ جیسے کہ عثمانی نظام اور حروف القرآن الہامی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ بریل کوڈ رموز القرآن کی حیثیت سے قبول کرے اور قرآن کو منتقل کرنے کا عمل اس کے دربار میں اجر کا استحقاق حاصل کرلے، اللہ تعالی نے قرآن میں وعدہ کیا ہے: "**قال تعالی: ولقد یسر نا القرآن للذکر فھل من مدکر**" (سورۂ قمر:۱۷) (اور یقیناً ہم نے قرآن کو سمجھنے اور یاد کرنے کے لئے آسان کردیا ہے، تو ہے کوئی جو اس کو یاد کرے یا اس سے نصیحت حاصل کرے)۔ "**إنا نحن نزلنا الذکر وإنا له لحافظون**" (سورۂ حجر:۹) (بیشک ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں)، اللہ قادر مطلق یقیناً اپنے کلام کو نابینا لوگوں کے لئے محفوظ کرے گا)۔

☆☆☆

نابیناؤں کے لئے قرآن کی کتابت، طباعت وتعلیم

مولانا محمد ارشاد قاسمی☆

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت ہی بڑا احسان ہے کہ ’’فقہ اکیڈمی، انڈیا‘‘ نے ایک بہت ہی اہم موضوع ’’بریل میں قرآن کریم‘‘ پر سیمینار کا پروگرام بنایا ہے۔ جو کہ نابینا اور بریل اساتذہ لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے نیز جو بینائی سے محروم ہیں اور بالمشافہ، براہِ راست قرآن پاک پڑھنے کی حسرت اپنے دل میں رکھتے ہیں ان کے لئے امید کی کرن ہے۔ فالحمدللہ

اللہ تعالیٰ جملہ علماء و ماہرین قرآن وسنت کو اجرعظیم عطا فرمائے، نیز ان معذورین کے حالات و مسائل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان کی رعایت میں قرآن وسنت کی روشنی میں صحیح ومعتدل فیصلہ کی جانب رہنمائی فرمائے۔

بندہ بھی الحمدللہ ادارۂ دینیات میں ’’عربی بریل‘‘ کے ذریعے نابینا حضرات کے دینی تعلیم اور ان کے لئے بریل میں کتابیں تیار کرنے کی خدمت پر مامور ہے۔ ’’عربی بریل‘‘ میں رسم عثمانی سے متعلق بہت سے پیچیدہ مسائل تھے جو کہ انفرادی طور پر مفتی حضرات نیز بریل کے ماہر حضرات سے استفسار پر یا تو ’’جواز وعدمِ جواز‘‘ کے درمیان معاملہ رہا یا بریل ماہرین کی جانب سے ’’بریل قرآن‘‘ میں رسم املائی کی گنجائش کا فرمان رہا۔

بہر حال کوئی حتمی بات کھل کر نہ آسکی، لہٰذا یہ موقع بہت ہی غنیمت ہے کہ فقہی سمینار میں علماء کا اس ’’نازک مسئلہ‘‘ پر قیمتی اجتماع ہو رہا ہے ان شاء اللہ ضرور اس مبارک اجلاس کی برکت سے اس نازک مسئلہ کا حل نکل سکے گا۔

بندہ کی ناچیز معروضات پیش خدمت ہے۔

☆ بریل میں قرآن کریم کے منتقل کرنے کے جواز کے تعلق سے عرب علماء کی تحریرات و آراء سے بندہ کی ناقص رائے کے مطابق کسی حد تک اطمینان ہوتا ہے، لیکن ’’بریل قرآن‘‘ میں کچھ مقامات پر ’’رسم عثمانی‘‘ کی ترتیب کے متعذر ہونے پر ’’رسمِ املائی‘‘ کے لئے جو ’’وجہِ رخصت‘‘ پیش کی گئی ہے بچند وجوہ زیر غور ہے:

سب سے پہلے ان حضرات کے ’’اقوال‘‘ کو ذکر کیا جائے گا بعدہ اُس پر باعتبار ’’بریل‘‘ تجزیہ کیا جائے گا اور

☆ ادارۂ دینیات ’’شعبہ بریل مکتب‘‘ فائن چیمبر بمبئی سینٹرل ۸۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں ''فیصلہ'' حضرات مفتیانِ کرام کا ہوگا۔

☆ رائج ومتداول ''بریل قرآن کریم'' کی ضخامت کو کم کرنے اور نابینا لوگوں کے لئے تلاوت کو آسان بنانے کے پیشِ نظر کئی طریقے اپنائے جاتے ہیں تو کیا ان تمام صورتوں میں مندرجہ ذیل تبدیلیوں کی گنجائش ہوگی؟ مثلاً:

مسئلہ(۱) : ابدالِ اعراب بالحروف : ''بریل قرآن'' میں مٰلِکِ کو مَالِک (باثبات الالف) لکھا جاتا ہے، جبکہ ''بریل'' میں (مٰلِکِ **m`leke**) کھڑا زبر کے ساتھ لکھنے کی گنجائش ہے؟

وجہ : کھڑا زبر'' تلفظ میں الف کے مساوی ہے۔لہٰذا تلفظ اور شناخت میں آسانی کے لحاظ سے اس کو الف سے بدلا جائیگا۔

تجزیہ: (۱) سب سے پہلی بات یہ ہے کہ'' بریل نظام'' میں وسعت ہے کیوں کہ اس میں ہر ایک چیز کا نمبر متعین ہے، نیز بریل میں'' کھڑا زبر'' ہونے کی شکل میں طلباء کو کوئی دِقّت بھی پیش نہیں آتی ہے جو کہ مختلف مقامات پر کثیر الاستعمال بھی ہے۔اور اگر یہ آسانی پیش نظر ہے تو کھڑا زبر والے جتنے بھی کلمات ہیں سب کو'' الف'' سے بدل دینا چاہئے حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے،لہٰذا یہ تکلف غیر معقول ہے۔

مسئلہ(۲): حذف الحروف : زوائد حروف والے قرآنی کلمات میں سے'' غیر متلو'' حرف کو حذف کر کے تلاوت کے مطابق کر دیا جاتا ہے مثلاً: ''مَلَائِهِمْ کو مَلَئِهِمْ، لِشَاىْءٍ'' کو'' لِشَیْءٍ'' وغیرہ۔

وجہ : طلباء کو اشتباہ سے بچانے کے لئے کہ وہ زوائد حروف کو بھی نہ پڑھ لیں، کیوں کہ بزعمِ خویش'' بریل کے اعتبار سے جو لکھنے میں آئیگا وہ پڑھنے میں آئیگا''۔

مسئلہ(۳): ابدال الحروف بالحروف : نابینا حضرات کو تلاوت میں مغالطے اور اشتباہ سے بچانے کے لئے ''ابدال''(ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دینا) کی شکل اپنائی جاتی ہے مثلاً: **الصلٰوۃ کو الصلاۃ** (باثبات الالف)، الزکٰوۃ کو الزکاۃ (باثبات الالف) کر دیا جاتا ہے۔

تجزیہ: یہ کوئی معقول وجہ نہیں ہے کیونکہ جب انہیں ہدایت کردی جائے گی تو مغالطہ کا امکان نہیں رہے گا۔نیز اسی ضابطہ اور اصول کو مان بھی لیا جائے (جبکہ بریل کا کوئی ایسا ضابطہ نہیں ہے) تو اس طرح کے دیگر زوائد حروف والے کلمات میں اس انداز کو کیوں نہیں اپنایا جاتا ہے، جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔مثلا: مِائَة (باثبات الالف الزائد) لٰكِنَّا (باثبات الالف الزائد) وَجِائَ (باثبات الالف الزائد) علی حالہ مذکور ہیں۔

مسئلہ(۴) : حروف مدہ والے کلمات سے ان کے وہ اعراب جو مد اور غیر مد میں وجہِ شناخت ہیں ان کو ختم کر کے

صرف حروف مدہ (خالی عن الاعراب) ہی رکھے جاتے ہیں گویا کہ حروف مدہ ''خالی عن الاعراب'' ایک کوڈ بن گیا،قرآن میں حروف مدہ والے کلمات بااعراب ہی کھینچنے اور نہ کھینچنے کی شناخت ہیں مثلا:

☆ **الف مدہ والے کلمات میں الف:** ماقبل کی حرکت سے خالی ہے۔جیسے:''قالَ''۔

☆ **واومدہ والے کلمات میں واو:** جزم اور ماقبل پیش کی حرکت سے خالی ہے۔جیسے:''قالوا''۔

☆ **یاءمدہ والے کلمات میں یاء:** جزم اور ماقبل زیر کی حرکت سے خالی ہے۔جیسے:''فی ''۔

وجہ : ''اعراب'' اصل نہیں ہیں لہٰذا مخصوص مقامات سے انہیں ختم کر کے بریل میں سیل کی زیادتی سے اجتناب کیا جاسکے تاکہ نابینا کو کم از کم انگلی گھمانا پڑے جو کہ بریل کا ضابطہ ''اختصار'' ہے۔نیز قرآن کا مقصود تلاوت،تلفظ ہے نہ کہ اس کے الفاظ۔

تجزیہ : اس تبدیلئ اعراب کی وجہ سے عربیت سے ناواقف ابتدائی طلباء کو کھینچنے اور نہ کھینچنے کی شناخت میں اشتباہ ہوتا ہے طالب علم تردد کا شکار ہوجاتا ہے کہ آیا اس کو کھینچوں یا نہیں مثلاً:''**فی انفسکم فی الأرض،قالو ا بلٰی قالوا الئن**'' مزید ان کلمات کو مابعد سے ملانے کی شکل میں مد کی حیثیت کو پہچاننا مشکل ترین امر ہے نیز یہ ذوق تو عربی زبان سے واقفیت پر مبنی ہے۔

مسئلہ(۵) : اختصار[contraction]: بریل میں دوحرفوں [cell] کے قائم مقام ایک ایسا نمبر متعین کیا جاتا ہے جو ان دوحرفوں کی ترجمانی کرتا ہے۔مثلاً:''**لا**'': دوحرفوں سے مرکب ہے۔لام،الف۔بریل میں لام کا نمبر (۱،۲،۳ l)،الف کا نمبر(۱ a) ہے۔بریل میں ایک ایسا نمبر متعین کردیا گیا ہے جو ان دونوں کے مجموعے کی جانب مشیر ہو جیسے:۱،۲،۳،۶**Vلا:**(مرکب) متعین کردیا گیا ہے۔

وجہ: اختصار کے پیش نظر ایسا کیا جاتا ہے۔تاکہ کتاب کی ضخامت کو کم کیا جاسکے،نیز چوں کہ نابینا طلباء ''بریل'' کے ایک لفظ کو پہچاننے کے لئے اس لفظ کے تمام حروف پر یکے بعد دیگرے انگلی سے ٹٹولنے کے بعد ہی اس لفظ کی شکل اس کے ذہن نشین ہوتی ہے اختصار کی بنیاد پر نابینا کو ٹٹولنے کی زیادہ زحمت نہیں اٹھانی پڑتی ہے۔

مسئلہ(۶) : ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کو سورۂ فاتحہ کا جز قرار دے کر آیت نمبر ایک دیں گے یا نہیں،انعمت علیھم پر علی اختلاف الاقوال آیت نمبر کو حذف کریں گے یا نہیں۔

نوٹ: مذکورہ تمام باتوں میں ہم اپنے سامنے پرنٹ شدہ سعودی مصحف اور غیر سعودی مصحف کو سامنے رکھیں گے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

بندہ کا موقف یہ ہے کہ :

☆ نابینا حضرات کی باعتبار دینی تعلیم اضطراری ضرورت کی بنیاد پر بریل قرآنِ کریم بترتیبِ عثمانی گنجائش ہونی چاہیے کیوں کہ یہ وقت کا اہم ترین تقاضہ ہے۔ چونکہ حصولِ علم کیلئے براہِ راست استفادہ کرنے کے لئے اس نظام کے متبادل کوئی دوسرا نظام نہیں ہے۔

☆ جب بینا حضرات کے لئے پوری دنیا میں قرآنِ کریم ''براویتِ حفصؒ''، رسمِ عثمانی کی ترتیب پر دوطرح سے طبع ہوتے ہیں ''عربی قرآن'' (جس میں اہلِ عرب کے ذوقِ عربیت کا لحاظ کیا گیا ہے باعتبار'' اعراب ورموز'')، ''غیرعربی قرآن'' (جس میں اہلِ عجم کے ذوق کا لحاظ کیا گیا ہے باعتبار'' اعراب ورموز'') بعینہ اسی طرح بریل قرآن بھی ہونا چاہیے۔ نیز رسم عثمانی کی ترتیب کی مکمل رعایت کی جائے۔

☆☆☆

بریل رسم الخط میں قرآن کریم کو منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

قاضی مزمل الدین ندوی☆

۲۴واں سیمینار ایک ایسے موضوع پر بھی مشتمل ہے جو ہمارے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ بلکہ ہمارے لئے اور ان تمام لوگوں کے لئے جو بینائی سے محروم ہیں اور قرآن پڑھنے کی حسرت اپنے دل میں رکھتے ہیں ایک امید کی کرن ہے۔ بریل رسم الخط میں قرآن کریم کو منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو عرصہ سے الجھن کا سبب بنا ہوا ہے۔

ہمارے ملک میں ۱۵ ملین یعنی ڈیڑھ کروڑ نابینا رہتے ہیں۔ مسلم نابینا لوگوں کی تعداد کا کوئی سروے موجود نہیں ہے۔ لیکن آبادی کے اوسط کے مطابق ہندستان میں ۳۰ لاکھ سے زیادہ مسلم نابینا آباد ہیں۔ نابینا لوگوں کے لئے ہر سطح پر تقریباً ہر ضلع میں عصری تعلیم کا نظم موجود ہے۔ لیکن یہ ایک افسوسناک صورتحال ہے کہ پورے ملک میں ایک مدرسہ بھی ایسا نہیں ہے جو بریل کے ذریعہ قرآنی تعلیم کا انتظام کرتا ہو۔ چند مدارس میں نابینا بچے داخلہ لیتے ہیں، لیکن ان کے لئے صرف حفظ کی تعلیم کی سہولت ہوتی ہے۔ بہت سے نابینا بچوں کو مختلف وجوہات بتا کر ان کی تعلیم حاصل کرنے کی خواہش کے باوجود واپس کردیا جاتا ہے۔ مزید قابل توجہ پہلو یہ بھی ہے کہ عام طور پر عصری تعلیم گاہیں یا تو عیسائی مشنریاں چلاتی ہیں یا متعصب ہندو تنظیمیں، مسلم بچے بھی انھیں اداروں میں مجبوراً پڑھتے ہیں اور ان کے لئے آسان ہدف ثابت ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی اس غفلت پر ہمیں معاف فرمائے۔

گذشتہ پانچ سال قبل کچھ ابتدائی کوششیں ہوئیں اور الحمدللہ ملک بھر میں اس وقت ۱۷، ۱۸ مقامات پر مکاتب کی سطح کی تعلیم جاری ہے۔ مولانا حسن عبدالقادر مرچی صاحب (جو ساؤتھ افریقہ میں رہتے ہیں اور مدرسۃ النور للمکفوفین کے مہتمم ہیں) نے درس نظامی کی بیشتر کتابوں کو بریل میں منتقل کرلیا ہے۔ ان کے مدرسہ میں نابینا طلبہ کے لئے بخاری شریف (دورہ) تک کی تعلیم کا نظم موجود ہے۔ اور یہ نابینا لوگوں کی دینی تعلیم کے نظم کی مثالی کوشش کی ہے۔ ہندوستان میں نابینا لوگوں کی دینی تعلیم، اور بریل میں قرآن کی طباعت کے لئے بھی وہ برسوں سے کوشاں ہیں۔ ممبئی کے ادارۂ دینیات فائن ٹچ نے ان

☆ لیکچرار، شعبہ اسلامک اسٹڈیز، اقراء ایچ جے تھم کالج، مہرون، جلگاؤں۔

کی رہنمائی میں اس پروجکٹ کو عملی جامہ پہنانے کا عزم ۲۰۰۹ء میں کیا۔اور مکاتب کے ایک سلسلہ کی شروعات ہوئی۔عاجز نے بھی بریل سیکھی اور ادارۂ دینیات کے تعاون سے ۱۴ صوبوں کے ۱۷ افراد کو بریل کی تعلیم اور نابینا لوگوں کی تربیت کے لئے تیار کیا۔ادارہ دینیات ممبئی ان مکاتب کی نگرانی کرتا ہے اور نور القرآن، پارۂ عم اور دینیات کی پہلی کتاب بریل رسم الخط میں NAB Press Mumbai سے طبع کرا کر حسب ضرورت نابینا لوگوں کو مہیا کرواتا ہے۔ہندوستان مین قرآن پاک کی بریل میں طباعت نہیں ہوتی ہے۔ ہندوستانی نابینا لوگوں کو قرآن پاک بڑی مشکل سے مل پاتا ہے۔دنیا میں چند مما لک سعودی عرب، مصر، یمن، اردن، فلسطین، ایران، ترکی، ملیشیا، انڈونیشیا، ساؤتھ افریقہ، پاکستان، بنگلہ دیش وغیرہ بریل قرآن طبع کرواتے ہیں۔ان مما لک سے قرآن پاک حاصل کرنا کافی دشوار ہے۔درخواستیں بمشکل منظور ہوتی ہیں۔پھر ٹرانسپورٹیشن بڑی مصیبت ہے۔ بریل قرآن کافی ضخیم ہوتا ہے اور نازک بھی، اگر مناسب احتیاط نہ برتی گئی تو ابھرے نقطے دب جاتے ہیں۔ **ہندستان جیسے وسیع وعریض ملک میں جہاں اتنی بڑی تعداد میں نابینا لوگ رہتے ہیں بریل قرآن کی طباعت نہ ہونا اور مسلمانوں کا کوئی بریل پریس نہ ہونا افسوسناک اور قابل توجہ امر ہے۔**

علماء کرام کے ایک طبقہ کا موقف یہ ہے کہ قرآن حکیم کی بریل میں طباعت جائز نہیں۔کیونکہ بریل میں قرآن کی کتابت میں عثمانی رسم الخط کی اتباع ممکن نہیں ہے۔اس لئے قرآن کے متن کو عربی رسم الخط کے علاوہ دوسرے رسم میں منتقل کرنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔

لیکن یہاں چند باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔

☆ یہ بات محل نظر ہے کہ کیا بریل ایک رسم خط ہے۔ جسے دیکھ کر نہیں، بلکہ چھو کر پڑھا جاتا ہے یا رسم خط کی بجائے محض علامات (Codes) ہیں جو آوازوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

☆ بریل کے cells حروف کی بجائے آوازوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔کیونکہ انگریزی، مراٹھی، گجراتی یا کسی بھی زبان کے یکساں آواز رکھنے والے حروف کے لئے ایک ہی علامت استعمال ہوتی ہے۔

☆ بریل، تحریر کا ایک علامتی طریقہ ہے۔اس میں تحریر شدہ آیات کو حروف القرآن کے بجائے رموز القرآن تصور کیا جائے تو زیادہ قرین قیاس ہے۔

☆ بریل میں ان ساری چیزوں کی علامات موجود ہیں جو ضبط تحریر میں آتی ہیں۔اور ان علامات کے ذریعہ رسم عثمانی کی مکمل اقتداء کی جاسکتی ہے۔

☆ بریل قرآن پڑھنے والا نابینا شخص اس علامتی تحریر کی روشنی میں تجوید و ترتیل کے ان تمام قواعد کی رعایت اسی طرح کرسکتا ہے جیسے بینا شخص دیکھ کر پڑھے جانے والے قرآن میں کرسکتا ہے۔

☆ بریل وہ واحد وسیلہ ہے جس کے ذریعہ نابینا شخص کو پڑھنے لکھنے کے قابل بنایا جا سکتا ہے۔ اور ان کے لئے روایتی تعلیم کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ اگر اسے اختیار نہ کیا جائے تو ان کی تعلیم کا دوسرا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ نہ قرآن کریم سیکھ سکتے ہیں نہ دیگر دینی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ اس اعتبار سے بریل کو اختیار کرنا ان کی اضطراری ضرورت ہے۔

☆ بریل طرز تحریر کے ذریعہ قرآن کریم کی طباعت کرنے والوں میں زوائد کے حذف اور مخففات کے اختیار کا رجحان پایا جاتا ہے۔ اس کا مقصد ضخامت کو کم کرنا اور نابینا لوگوں کے لئے تلاوت کو آسان بنانا ہے۔ جیسے الصلوٰۃ اور الزکوٰۃ کو الصلاۃ اور الزکاۃ لکھا جائے۔ ایک بینا شخص جب لفظ الصلوۃ کو دیکھتا ہے تو اس کے چھ حروف اور ان کی حرکات کو ایک ہی نگاہ میں دیکھ لیتا ہے البتہ نابینا شخص اپنے سیدھے ہاتھ کی پور سے پہلے الف پھر اس کی حرکت، پھر لام اور اس کی حرکت، پھر صاد اور اس کی حرکت، پھر لام اور اس کی حرکت، پھر واو اور اس کی حرکت، پھر گول تاء اور اس کی حرکت کو ٹٹولنے کی کوشش کرتا ہے۔ غرض بینا جس چیز کو ایک نگاہ میں دیکھ لیتا ہے نابینا اسی کو آٹھ مرتبہ ٹٹول کر سمجھ پاتا ہے۔ نابینا لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا اہم ترین ترجیحات میں شامل ہے۔ ہمارا موقف رسم عثمانی کی حتی المقدور رعایت کرتے ہوئے حسب ضرورت املائی رسم اختیار کرنے کی اجازت ہے۔

☆ بریل قرآن کے لئے ایک عالمی تنظیم کام کرتی ہے۔ انٹرنیشنل یونین فار بریل قرآن سرویسز (IBQS) جس سے تقریباً سبھی بریل قرآن طبع کرنے والے ادارے جڑے ہوئے ہیں۔ گذشتہ دو سالوں سے ان کی کوشش کا محور متحدہ بریل قرآن کوڈ (Unifide Braille Quran Code)   ترتیب دینا ہے۔ مصری اور یمنی بریل آٹھ نقاط پر مبنی ہوتی ہے۔ (وہ لوگ اعراب حروف کے اوپر لکھتے ہیں) جب کہ دوسرے لوگوں کے نزدیک عربی بریل عام بریل کی طرح صرف چھ نقطوں پر مبنی ہوتی ہے (وہ لوگ اعراب حروف کے بعد لکھتے ہیں)۔ وہ مطابع جو عرب ممالک میں ہیں جیسے سعودی عرب، اردن، یمن، مصر اور فلسطین وغیرہ اور وہ جو غیر عرب ممالک میں ہیں جیسے ساؤتھ افریقہ، ملیشیا، انڈونیشیا، ترکی، پاکستان، بنگلہ دیش وغیرہ ان دونوں کا موقف اعراب لگانے کے معاملہ میں ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ بعض جگہ جہاں ہمارے یہاں اعراب ضروری سمجھا جاتا ہے اسکے بغیر سبھی لوگ صحت کے ساتھ تلاوت نہیں کر سکتے ہیں۔ عرب حضرات کا اصرار ہے کہ وہاں اعراب لگانا اصولی طور پر غلط ہے۔ بہر حال بڑا علمی اور تحقیقی کام ہے۔ بے شمار مسائل قابل غور ہیں۔ مولانا حسن عبدالقادر مرچی صاحب نے دنیا بھر میں پرنٹ ہونے والے تمام بریل قرآن جمع کئے، ان کا تقابلی مطالعہ کیا اور ان کے طرز تحریر (spelling style) میں موجود فروق کی فہرست تیار کی۔ علم الرسم اور علم تجوید کی روشنی میں مسائل اخذ کئے۔ اور اس کو سوالنامہ (Quetionair) کی شکل دی پھر IBQS کے تمام اراکین کی آراء منگوا کر ایک تجزیاتی رپورٹ تیار کی ہے۔ یہ

متحدہ بریل کوڈ کی ترتیب کی جانب پیش رفت ہے۔ متحدہ بریل کوڈ کا مقصود یہ ہے کہ ہندوستان جیسے ملک میں رہنے والا نابینا شخص جہاں بریل قرآن طبع نہیں ہوتا ہے اگر مطبع خادم الحرمین سعودی عرب سے بریل قرآن حاصل کر سکا تو وہ اس قابل ہو کہ وہ اس میں تلاوت کر سکے۔ اور اسی شہر میں دوسرے نابینا شخص کے لئے بریل قرآن کا حصول ملیشیا سے ممکن ہو سکا تو دونوں کا تفاوت کسی کنفیوژن کا سبب نہ بنے۔

الحمدللہ فقہ اکیڈمی نے بنیادی اور اصولی مسئلہ پر اہل علم وفتوی کو غور وفکر کی دعوت دی ہے۔ اس بات کی درخواست ہے کہ فروعی مسائل بھی اہل نظر علماء کے سامنے رکھے جائیں اور ان پر بحث وتحقیق کی سبیل نکالی جائے۔

بہت معذرت اور ادب کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ علوم قرآن وحدیث سے وابستہ اصحاب اہل علم ونظر ضروری امور سے بے نیازی اور لاپرواہی برتتے ہیں تو بڑا نقصان ہوتا ہے۔ خالص فنی مسائل پر علماء کرام کی جانب سے رہنمائی نہیں ملتی تو یونیورسٹیوں کے اسکالرس طبع آزمائی کرنے لگتے ہیں اور ان کے ناقص شعور کی وجہ سے بات کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے جس کو سنوارنا مشکل ہوتا ہے۔ بریل قرآن کے مسائل بھی کچھ ایسی ہی دشواری کا شکار ہیں۔

نابینا طبقہ ہماری خاص توجہ کا مستحق ہے۔ عبداللہ ابن ام مکتومؓ کی جانب نبی پاک ﷺ نے ایک دعوتی مصلحت کے تحت التفات نہیں فرمایا تو اللہ رب العزت نے آپ کو تنبیہ فرمائی۔ آج صورتحال یہ ہے کہ عیسائی تنظیمیں سنہری موقع سمجھ کر نابینا لوگوں کے لئے کام کرتی ہیں، ان کے لئے اسپیشل اسکولیں کھولی جاتی ہیں، ہاسٹل بنا کر ہر عمر کے لوگوں کے لئے رہائش کا انتظام کیا جاتا ہے، ان کے لئے تمام بنیادی سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں، تا کہ متاثر ہو کر ان کا مذہب قبول کر لیں۔ اور ہم اقدامی عمل کیا اختیار کرتے دفاعی پوزیشن لینے کو بھی تیار نہیں ہے، بڑے افسوس کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اہل علم طبقہ کے پاس بریل قرآن کی طباعت اور نابینا لوگوں کی قرآنی تعلیم کا کوئی تصور ہی موجود نہیں ہے، ان شاء اللہ فقہ اکیڈمی کا یہ اجلاس سنگ میل ثابت ہوگا (**لعل الله يحدث بعد ذلك امرا**)۔

☆☆☆

تیسرا باب

تفصیلی مقالات

نظم قرآنی کے بغیر محض ترجمہ شائع کرنا

مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام اعظمی ☆

۱-قرآن مجید کا محض ترجمہ بلا نظم قرآنی عربی درست نہیں، دلائل درج ذیل ہیں؛

علی بن ابی بکر اپنی کتاب ''التجنیس والمزید'' میں لکھتے ہیں: ''ویمنع من کتابة القرآن بالفارسیة بالإجماع، لأنه یؤدی للإخلال بحفظ القرآن''۔

" ومنها ما فی معراج الدرایة: أنه یمنع من کتاب المصحف بالفارسیة أشد المنع "

"ومنهاماقال فی شرح الهدایة فتح القدیر:" وفی الکافی: إن اعتاد القراءة بالفارسیة أو أراد أن یکتب مصحفا بها یمنع، فإن فعل آیة او آیتین لا''(جواہر الفقہ ۱/ ۹۸،۹۹) بقول ابن الہمام ایک دو آیت کا ترجمہ لکھنا اس ممانعت میں شامل نہیں ہے، بلکہ پورا قرآن یا اس کا کوئی معتد بہ حصہ اس طرح لکھنا حرام ہے۔

جواہر الفقہ (۱/ ۱۱۲ تا ۱۱۵) میں ترجمہ قرآن غیر حامل المتن کے تعلق سے حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کا فتوی بھی منقول ہے جس میں دس دلائل سے اس کی حرمت مذکور ہے، ان میں سے بعض نقل کئے جارہے ہیں:

۱-'' خدانخواستہ اگر یہ طریق مروج ہو گیا تو مثل تورات وانجیل احتمال قوی اصل قرآن مجید کے ضائع ہونے کا ہے اور حفاظت اصل قرآن مجید کی فرض ہے اور اس کا اخلال حرام ہے، اور فرض کا مقدمہ فرض، اور حرام کا مقدمہ حرام......پس جیسا اس وقت عدم کتابت میں احتمال ضیاع کا تھا اسی طرح صرف ترجمہ کی کتابت میں اس کا احتمال ہے۔ اس احتمال کے وقوع کا وہی نتیجہ ہو گا جیسا حدیث میں ہے: ''أمتهوکون أنتم کما تهوکت الیهود والنصاری''(مشکوۃ ۱/ ۳۰) جس طرح یہود ونصاری گڑھے میں گر گئے تم بھی اسی طرح جا گرو گے۔

☆ شیخ الحدیث و پرنسپل جامعہ دار العلوم مئو، مئو۔

۲-مثلا دیگر معمولی کتب کے اوراق کے اس کے اوراق کا استعمال بھی کریں گےتو اس سے بھی ایک محذور لازم آئیگا۔

۳-اوراب تو قرآن مجید سے کچھ علاقہ بھی ہے اگر ترجمہ سے بھی مدد لیتے ہیں تو اصل بھی ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے اسی بہانے سے کچھ پڑھ بھی لیتے ہیں اور پھر تو قرآن سے بالکل ہی بے تعلق اور اجنبی ہوجائیں گے......ایسے ترجمہ کو اگر کوئی شخص نہ بقیمت لے اور نہ بلا قیمت تو ایسے تراجم کا سلسلہ بند ہوجائے اااور لینے کی صورت میں سلسلہ جاری رہے گا، پس ایسے ترجمہ کا خریدنا یا ہدیہ میں قبول کرنا اعانت ہوگی ایک امر ناجائز کی اس لئے یہ بھی ناجائز ہے۔

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحبؒ ہردوئی کی تصویب کے ساتھ ’’اشرف المدارس‘‘ سے ایک فتوی پیش ہے فتوی نمبر ۳۲۲۰’’ جوقرآن پاک کہ صرف اس کا ترجمہ ہو، خواہ وہ اردو میں ہو یا ہندی یا انگلش میں اس کو شائع کرنا جائز نہیں الخ۔

شیخ محمد عبدالعظیم زرقانی تحریر فرماتے ہیں کہ’’ ترجمہ قرآن سے استغنا کا سبب بن جائے گا اور کچھ زمانہ گذرنے کے بعد ترجمہ کا نام ختم ہوکر قرآن کا نام پڑ جائے گا اور لوگ کہنے لگیں گے: **’’هذا قرآن بالانجليزية، وذاک قرآن بالفرنسية‘‘**، اس کے بعد کہتے ہیں: **’’ولا ريب أن كل مايعرض الدين للتغير والتبديل، وكل مايعرض القرآن للإهمال والضياع حرام بإجماع المسلمين‘‘** (مناہل العرفان ۲/۱۶۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)، (بلاشبہ ہر وہ چیز جو دین کی تغیر وتبدیل اور قران کے اہمال اور ضیاع کا باعث ہوگی وہ باجماع امت حرام ہوگی)۔

شیخ زرقانی نے مجوزین ترجمہ کے دلائل اور ان کا رد بعدہ ان کے چھ شبہات اور ان کے جوابات پر چودہ صفحات پر محیط تفصیلی بحث کی ہے، مجوزین کے شبہات میں سے ایک شبہ اور اس کا جواب نقل کیا جارہا ہے:

’’يقولون إن تبليغ هداية القرآن إلى الأمم الأجنبية واجب لما هو معروف من أن الدعوة إلى الإسلام عامة لا تختص بجيل ولا بقبيل وهذا التبليغ الواجب يتوقف على ترجمة القرآن لغير العرب بلغاتهم، لأنهم لا يحذقون لغة العرب بينما القرآن عربى ومالايتم الواجب إلا به فهو واجب‘‘ (مناہل العرفان ۲/۱۶۵ دارالکتب العلمیہ بیروت) (امم اجنبیہ کو قرآن کا پیغام پہنچانا واجب ہے، کیونکہ دعوت اسلامی عام ہے جو کسی قبیلہ وقوم کے ساتھ مخصوص نہیں اور یہ پیغام موقوف ہے عربی زبان کے علاوہ میں (یعنی خود ان کی زبان میں) کیونکہ وہ قوم عربی زبان کے ساتھ ساتھ قرآن سے بھی ناآشنا ہے اور واجب کی تکمیل جس سے ہو وہ بھی واجب ہے، لہذا تبلیغ ان کی خود کی زبان میں واجب ہے)۔

"ونجيب على هذه الشبهة أولابأن هذا تبليغ لايتوقف على ترجمة القرآن لهم تلك الترجمة العرفية الممنوعة، بل يمكن أن يحصل بترجمته على المعنى اللغوى السالف وهو تفسيره بغير لغته على ماشرحناه آنفا الخ" (مناہل العرفان ۲/۱۶۵-۱۶۶) اس شبہ کا جواب ہم اولاً یوں دیں گے کہ اس تبلیغ کا مدار اس ترجمۃ القرآن پر نہیں جو عرفیہ ممنوعہ ہے، بلکہ اس کا تعلق اس ترجمہ سے ہے جسے تفسیر کہتے ہیں اور یہاں ترجمہ بھی تفسیر ہوگا اور وہ غیر عربی میں ہوسکتی ہے۔

صرف ترجمہ قرآن کے حکم میں نہیں، دلائل درج ذیل ہیں:

"كتابة القرآن بلغة أخرى لا يسمى قرآنا؛ لأن الترجمة نقل الكلام كما هو إلى لغة أخرى وهذا بالنسبة للقرآن مستحيل؛ لأنه معجز لذلک نقول هى تفسير، وإن كانت فى العرف ترجمة وتسميتها بذلک خطأ أو تسامح......تفسير القرآن بغير اللغة العربية لايأخذحكم القرآن اذلايسمى قرآنا فيجوز مسه وحمله لغير الطاهر" (رأی الدکتور نور الدین ماخوذ از محاضرات الدورۃ التاہلیۃ الثانیۃ للائمۃ والخطباء/ص ۳۱۳)۔

اسی محاضرہ کے (ص ۳۱۶) پر دکتور وہبہ زحیلیؒ کی رائے یوں ہے: "قال فى كتابه اصول الفقه الاسلامى مانصه"......وترجمة القرآن لا يعد قرآنا مهماكانت الترجمة فلا تصح الاعتماد عليها فى استنباط الأحكام الشرعية......ولا تصح الصلوة بالترجمة ولا يتعبد بتلاوتها" (ترجمہ قرآن قرآن نہیں نہ تو احکام شرعیہ میں اس پر اعتماد درست ہے نہ ہی ترجمہ سے نماز درست ہے اور نہ اس کی تلاوت عبادت کا درجہ رکھتی ہے)۔

نیز اسی کے (ص ۳۱۷ تا ۳۲۱) پر یہی رائے شیخ محمد رمضان بوطی کی بھی ہے، شیخ زرقانی لکھتے ہیں: "ويجرى هذا المجرى مقصد القرآن الثالث وهو كونه متعبدا بتلاوته، فإنه لا يمكن أن يتحقق فى الترجمة؛ لأن ترجمة القرآن غير القرآن قطعا الخ" (مناہل العرفان ۲/۱۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت)، "ولأن ترجمة القرآن من قبيل التفسير وليست قرآنا؛ لأن القرآن هو اللفظ العربى المنزل على سيدنا محمد ﷺ فلا تكون الترجمة قرآنا لانعدام الاعجاز، ولذالم تحرم قراء ة الترجمة على الجنب والحائض ولا يحنث بهامن حلف لا يقرء القرآن" (ترجمہ قرآن تفسیر کے قبیل سے ہے قرآن نہیں ہے، اعجاز وغیرہ نہ پائے جانے کے سبب اسی لئے جنبی وحائض ترجمہ قرآن چھوسکتی ہے اور قرآن نہ پڑھنے کی قسم کھانے والا اگر ترجمہ پڑھ لے تو وہ حانث فی الیمین نہ ہوگا)۔

فتاوی ابن باز ۲۴/۳۴۰ کی تحریر بھی پیش ہے: "ترجمة معانى القرآن فلاحرج فى أن يمسه

الكافر......**أی أن الترجمة تفسير لمعانی القران، فإذا مسه الكافر ومن ليس على طهارة فلا حرج؛ لأنه ليس له حكم القران**"، (قرآن کا ترجمہ اگر کوئی کافر چھوئے تو کوئی حرج نہیں......یعنی ترجمہ قرآن تو تفسیر ہے معانی قرآن کی، اس لے کافر یا محدث کے چھونے میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ وہ قرآن کے حکم میں نہیں)، مفتی عبدالستار نائب مفتی خیر المدارس ملتان خیر الفتاوی (۱/۲۱۶ تا ۲۱۸) پر ترجمہ کے غیر قرآن ہونے وعدم اجازت پر مفصلا گفتگو فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"طبائع میں خودرائی وخودنمائی کا غلبہ ہے، جس نے بھی الٹے سیدھے چار حروف پڑھ لئے ہیں وہی اجتہاد اور محقق بن رہا ہے، اجازت کی صورت میں نہ معلوم کن کن لوگوں کے تراجم شائع ہوں گے اور ان میں بھی وہ کیا کیا گل کھلائیں گے اور افہام وتفہیم مستعبد اور احقاق حق قریب قریب محال ہوجائے گا تو اس طرح تحریف مراد خداوندی کا ایک ایسا دروازہ کھل جائے گا جس کا بند کرنا بس سے باہر ہوگا، بہت سے لوگ اسے بلا وضو چھوئیں گے، حالانکہ احتراما اس کا بلا وضو چھونا درست نہیں، ایسے تراجم پرانے ہونے کی صورت میں ردی میں اس طرح سے فروخت ہوں گے جیسا کہ عام اردو کی کتابیں"۔

یہی بات جواہر الفقہ (۱/۱۱۳) پر بحوالہ عالمگیری موجود ہے، گوکہ اس کے خلاف بھی ما قبل میں تحریر کیا جاچکا ہے، مولانا کفایت اللہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: "خالص ترجمہ کی اشاعت میں تغیر وتبدل کے امکانات زیادہ ہیں، اس لئے اس پر اقدام کرنا مسلمانوں کے لئے قرین صواب نہیں" (کفایت المفتی ۱/۱۶۹)، جہاں تک غیر مسلمین کے دینے میں بے حرمتی کا اندیشہ ہے تو اس کے متعلق مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی رائے ہے کہ اگر اطمینان ہو کہ وہ بے حرمتی نہیں کرے گا تو اس تاکید کے ساتھ دیا جاسکتا ہے کہ غسل کر کے ہی چھوئے اور پڑھے (دیکھئے آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱/۶۳) لیکن راجح یہ ہے کہ چاہے غسل کرے یا نہ کرے بہر دوصورت کافر کو چھونے اور پکڑنے سے منع کیا جائے گا، یہی شیخین کا مسلک ہے، حضرت امام محمدؒ کے نزدیک غسل کر لے تو اجازت ہوگی: "**ويمنع النصرانی من مسه (المصحف) وجوزه محمد إذا اغتسل**" (درمختار ۱/۳۳ زکریا) (قولہ جوزہ محمد) "**جزم به فی الخانية بلاحكاية خلاف ما قال فی البحر، وعندهما يمنع مطلقا**" (ردالمحتار علی الدر ۱/۲۱۳ زکریا) الظاہر اعتماد الاول لانفراد محمد بھذا (طحطاوی علی الدر ۱/۱۰۰ المکتبۃ العربیۃ کانسی روڈ کوئٹہ پاکستان) پہلا قول (یعنی شیخین کی رائے) حضرت امام محمدؒ کے منفرد ہونے کے سبب قابل اعتماد ہے۔

۲- رسم الخط عثمانی توقیفی ہے جس کی رعایت واجب ہے اس کے خلاف لکھنا موجب گناہ ہے، "**وقال ابن الفارس الذی نقوله إن الخط توقيفی لقوله تعالى: "علم بالقلم علم الإنسان مالم يعلم الخ**" (اتقان ۲/۱۶۶

مطبعۃ الازہریہ مصر)"**قال مولانا الشيخ المقرى عبد الرحمن المحدث الفانى فتى فى رسالته المسماة بتحفة النذريه: واعلم أن رعاية رسم الخط العثمانى واجب والكتابة بخلافه إثم، وبهذا واجب على كتاب المصاحف أن يتعلموا رسم الخط العثمانى، وإلا إن غلطوا وخالفوه فيستحقون العذاب، وقال: واعلم أن رسول الله ﷺ لما نزلت عليه آية أوسورة دعا الكاتب وأمر لكتابته وأمر أن يكتب هذا الحرف كذا وهذا الحرف كذا بتعليم جبرئيل عليه السلام، وفى زمان حياة ﷺ بعض الصحابة خفطوه على ظهر قلب من أوله إلى آخره**"(مقدمہ افضل الدرر قلمی ص ۴)۔

المجمع الفقہی الاسلامی مکہ مکرمہ کے فقہی فیصلے (ص ۱۷۶ تا ۱۷۸) میں بھی رسم الخط عثمانی ہی کو اختیار کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے "عثمانی رسم الخط کو چھوڑ کر موجودہ املائی رسم الخط کو پڑھنے کی آسانی کی غرض سے اختیار کرنا دراصل پھر دوسری تبدیلی کو دعوت دینا ہے، کیونکہ یہ املائی رسم الخط ایک نوع اصطلاح ہے جو آئندہ کسی دوسری اصطلاح میں بدل سکتی ہے اور ان تبدیلیوں کے نتیجہ میں قرآن کے بعض حروف میں کمی اور زیادتی اور تبدیلی کی صورت میں قرآن کے اندر تحریف کا باعث بن جائے گی اور گذرتے ایام کے ساتھ قرآن کے مختلف نسخوں میں فرق واقع ہو جائے گا......قرآن کی کتابت میں اگر عثمانی رسم الخط کی پابندی نہ کی جائے تو اللہ تعالیٰ کی کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ جائے گی کہ جب جب کسی انسان کو کوئی نیا خیال سمجھ میں آئے گا تو اسے بروئے کار لے آئے گا کوئی اسے لاطینی زبان میں اور کوئی اور زبان میں تحریر کرنے کی تجویز پیش کرے گا جو ایک خطرناک عمل ہے اور مفاسد کا ازالہ مصالح کے حصول سے زیادہ اہم ہے...... جہاں تک بچوں کے لئے قرآن کریم کی تعلیم میں آسانی پیدا کرنے کا سوال ہے جو موجودہ املائی رسم الخط کے عادی ہوتے ہیں تو اس ضرورت کی تکمیل اساتذہ کی تلقین سے ہو جاتی ہے الخ۔

فضیلۃ الشیخ المقری اظہار احمد تھانویؒ بہت ساری روایات پیش کرنے کے بعد اس شعر: واعرف لمقطوع وموصول وتا-فی مصحف الامام فیما قد أتی...... کے تحت لکھتے ہیں: ان روایات سے اس نتیجہ پر پہنچنا آسان ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم کے رسم کا توقیفی وسماعی ہونا بامر النبی ﷺ ہے، یعنی قرآن کریم کی تمام کتابت عہد نبوی ﷺ میں آپ ﷺ کے مشورہ اور تعلیم سے مکمل ہو چکی تھی......لہٰذا مابعد کے ہر دور میں یہی رسم قرآنی مقرر ہو گیا حتی کہ زمانہ ابوبکر صدیقؓ پھر زمانہ حضرت عثمان غنی میں بھی اسی رسم کی اتباع برابر جاری رہی (الجواہر النقیہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ ص ۲۱۷ تا ۲۱۹ مطبع قرأت اکیڈمی فلاح دارین ترکیسر گجرات)۔

مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: کہیں انگریزی رسم الخط میں قرآن کریم کی طباعت کی تجویز ہے تو کہیں ہندی و گجرات میں جو باجماع امت ناجائز ہے، خصوصاً ہندی و انگریزی رسم الخط میں تو کھلی ہوئی تحریف ہوگی کہ ان میں حرکات کو بشکل حروف لکھا جاتا ہے اور پھر اس پر مزید یہ ہے کہ اس کو خدمت اسلام سمجھ کر کیا جارہا ہے اور اس کے لئے بہت سی مصالح دینیہ بیان کی جاتی ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع ہے نہ ضرورت، کیونکہ اول تو وہ مصالح بدون رسم خط بدلنے کے بھی حاصل ہوسکتی ہیں......ان مصالح مزعومہ کی وجہ سے اجماع امت کا فیصلہ نہیں بدلا جاسکتا اور حفاظت قرآن کی مصلحت پر کسی مصلحت کو ترجیح نہیں دی جاسکتی الخ (جواہر الفقہ ۱/۱۱۰)۔

الجواہر النقیہ کے (ص۲۱۹) پر مولانا تھانوی تحریر فرماتے ہیں: تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں، لیکن اجمالی تصور یہ رکھئے کہ قرآن مجید میں بہت سے کلمات کا رسم عام قواعد رسم کے خلاف ہے، مگر باجماع امت اسی رسم میں قرآن لکھنا فرض و ضروری قرار دیا گیا ہے" ایک تحریر پیش کی جارہی ہے جو جامع ازہر کے علماء کے فتاوی سے ماخوذ ہے: "**وهذا واضح فی توقيفة الخط القرآنی من جهة، وفی انعقاد إجماع الأصحاب رضوان الله عليهم على وجوب اتباع المرسوم العثمانی، وحرمة مخالفته من أخرى**" (کف اللسان عن مخالفۃ رسم خط القرآن ص۷ ۱۱۲ اعجاز مشن پریس حیدرآباد)، خط قرآنی کا توقیفی ہونا نیز صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا رسم عثمانی کے اتباع پر اجماع واضح طور پر اس کے خلاف کی حرمت پر دلالت کرتا ہے۔

"**وقال السخاوی فی جمال القراء: المراد أنهما يشهد ان على ان ذلک المكتوب كتب بين يدی رسول الله ﷺ أو المراد أنهما يشهد ان على أن ذلک من الوجوه نزل بها القرآن، قال أبوشامه: وكان غرضهم أن لا يكتب إلا من عين ما كتب بين يدی النبی ﷺ**" (اتقان ۱/۵۸ نیز دیکھئے: اتقان ۲/۱٦۷ المطبعۃ الازہریہ مصر) علامہ سیوطی نے اس کے قبل ابن ابی داؤد کی تخریج کردہ ایک روایت بطریق ہشام بن عروہ پیش فرمائی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ، حضرت زیدؓ سے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں مسجد کے دروازہ پر بیٹھ جاؤ جو کوئی کتاب اللہ کی کوئی سورہ یا آیت پر دو گواہ پیش کرے اسے لکھ لو، علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ اس شہادت کا تعلق اس بات سے ہے کہ اس کا رسم وہی ہو، جو حضور اکرم ﷺ کے سامنے لکھا گیا یا اسی طرح ہے جس طرح نازل کیا گیا محدث ابوشامہ فرماتے ہیں کہ اس شہادت کی غرض یہ تھی کہ قرآن کا رسم وہی ہونا چاہئے جس طرح حضور اکرم ﷺ کے سامنے لکھا گیا۔

"وأن نقتدی فی کتبنا القرآن بکتبه لجعله المصحف إما ما متبعاً لکل من یکتب القرآن، فلا یجوز لمن أراد أن یکتب مصحفا أن یکتبه علی خلاف الرسم العثمانی"(الکوکب الدریہ ص ۳۴، الشیخ محمد الشہید بالجواد بن علی بن خلف الحسینی المالکی الازہری) جوکوئی قرآن لکھے تو اسے مصحف امام کا اتباع کرنا چاہیے، رسم عثمانی کے خلاف لکھنا بالکل جائز نہیں، اس کی تائید الوسیلہ فی کشف العقیلہ للسخاوی، کتاب المقنع لابی عمر والدانی (ص ۱۰-۱۱) سے بھی ہوتی ہے۔

شیخ زرقانی نے علماء کرام کے تین نقاط نظر:"الرأی الأول أنه توقیفی الخ والرأی الثانی أن رسم المصاحف اصطلاحی لا توقیفی الخ والرأی الثالث یمیل صاحب التبیان ومن قبله صاحب البرهان إلی ما یفهم من کلام العز بن عبد السلام من أنه یجوز هل تجب کتابته المصحف الأن لعامة الناس علی الاصطلاحات المعروفة الشائعة عندهم الخ"، اوران کے دلائل پیش فرمانے کے بعد رسم عثمانی کے مخالفین شیخ ابوبکر باقلانی وابن خلدون وغیرہ کے دلائل پر تفصیلا نقد فرمایا ہے، یہ بحث مناہل العرفان (۱/۳۷۷ سے ۱/۳۸۶ صفحات) پر محیط ہے، بعدہ (۱/۳۸۶) سے (۱/۳۹۸) تک رسم عثمانی پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات دے کر رسم عثمانی کے فوائد کا احصار فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:"ولقد مرت علی الأمة اجیال وقرون وماشعرت بغضاضته فی التزامها الرسم العثمانی علی أن المعول علیه أولاً وقبل کل شئ هو التلقی من صدور الرجال وبالتلقی یذهب الغموض من الرسم کائنا ما کان ولیس بعد العیان بیان"(تفصیلات کے لئے مناہل العرفان فی علوم القرآن دار الکتب العلمیۃ بیروت کا مطالعہ فرمائیں)۔

(صدیاں بیت گئیں مگر رسم عثمانی کے التزام میں کوئی بھی نقص اور کمی واقع نہیں ہوئی اسی پر اعتماد کیا گیا اور اس کی تلقی پر امت کا اجماع ہے اور تلقی ہر طرح کے ابہام کو دور کر دیتی ہے، عیاں راچہ بیان)۔

شیخ محمد متولی کی تحریر ملاحظہ فرمائیں:"وأجمع أهل الأداء وأئمة القراء علی لزوم تعلم مرسوم المصاحف ......وقد اجتمع علی کتابة المصحف حین کتبوه اثنا عشر الفامن الصحابة رضی الله عنهم ونحن ماجورون علی اتباعهم وما ثومون علی مخالفتهم، فیجب علی کل مسلم أن یقتدی بهم وبفحلهم"(نہایۃ القول المفید/۷۷-۳-۳۳۸)(ائمہ قراء واہل ادا کا اسی عثمانی رسم پر اجماع ہے...... بارہ ہزار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مصاحف کو اسی رسم کے ساتھ لکھنے پر اتفاق ہے، ہمیں ان کے اتباع پر اجر ملے گا، مخالفت میں گنہگار ہوں گے، لہذا ہر مسلمان پر انہیں کا اقتدا واجب ہے)۔

شیخ جزری تحریر فرماتے ہیں:"**وهو خط المصاحف العثمانية التی أجمع عليها الصحابة ولا يتعداها إلى سواها منها ما عرفنا سببه ومنها ماغاب عنها**"(النشر فی القراءات العشر ٢/٤٥٧ قراءت اکیڈمی ترکیسر گجرات)۔

مصاحف عثمانیہ پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہے، خواہ اس رسم کے اسباب معلوم ہوں یا نہ ہوں بہر دو نوع اس سے تجاوز درست نہیں، موصوف ہی ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:"**كل قراءة وافقت العربية ولو بوجه ووافقت إحدى المصاحف العثمانية ولو احتمالا وصح سندها فهی القراءة الصحيحة التی لا يجوز ردها ولا يحل إنكارها**" (النشر فی القراءات العشر ١/١٥) ہر وہ قراءت جس میں عربیت کی من وجہ اور مصاحف عثمانیہ کی موافقت (احتمال ہی کے درجہ میں سہی) پائی جائے اور اس کی سند صحیح ہو تو وہ قراءت صحیح ہوگی جس کا رد کرنا درست نہیں اور اس کا انکار حلال نہیں، محقق الفن علامہ جزری کی ایک تحریر جس میں موصوف لکھتے ہیں کہ اگر رسم عثمانی کی موافقت ہے تو وہ قراءت متواتر ہوگی، ورنہ مجمع علیہ رسم کی مخالفت کے باعث وہ قراءت شاذ ہوگی"**فوردت القراءة عن أئمة تلك الأمصار على موافقة مصحفهم فلولم يكن كذالك فی شئ من المصاحف العثمانية لكانت القراءة بذلك شاذة لمخالفتها الرسم المجمع عليه**"(النشر فی القراءات العشر ١/١٦ قراءت اکیڈمی ترکیسر گجرات)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:"**فلايجوز قطعا كتابته برسم مايغاير هذ الرسم العثمانی، بل يخشى به تسلل المحرفين والمغيرين وانفتاح ابواب التحريف تدريجا الخ**"(نوازل فقہیہ معاصرہ ٢/٥٢٨ مؤسسۃ ایفا للطبع والنشر الہند)۔

محدث ابوشامہ تحریر فرماتے ہیں:"**يعنی خط المصحف على ما وضعته عليه الصحابة رضی الله عنهم لما كتبوا المصاحف فی زمن عثمان وانفذ ها إلى الأمصار فقيها مواضع وجدت الكتابة فيها على خلاف ما الناس عليه اليوم فی الكتابة، وقد صنف فی ضبط ذلك تصانيف ولابی عمرو الدانی فی ذالك كتاب المقنع وقد نظمه الشيخ الشاطبی القيافی قصيدته الرائية**"(ابراز المعانی للام الکبیر عبد الرحمٰن بن اسماعیل الدمشقی الشافعی المعروف بابی شامہ/١٩٧) وبہامشہ "خط المصاحف العثمانية التی أجمع عليها الصحابة رضی الله عنهم أجمعين"(ارشاد المرید الی مقصود القصید للشیخ علی بن محمد الشہیر بالضباع/ص ١٩٧ مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر)۔

محدث ابوشامہ کی تحریر وابوعمرو الدانی کی تصنع وعلامہ شاطبی کی رائیہ وارشاد المرید کی عبارتوں سے بھی ماقبل کی تائید ہورہی ہے، اہل فن کے یہاں ایک مقولہ بھی زبان زد ہے:"**خطان لايقاسان خط القوافی وخط القرآن**"، وہ بھی مؤید

ہے، اسی کی تائید سراج القاری ابی القاسم علی بن عثمان بن محمد ابن القاصح العذری رص ۷ ۱۲ مصطفیٰ البابی الحلبی بمصر وفائق الحکمۃ رص ۷ لشیخ الاسلام زکریا انصاری دار الکتب الاشرفیہ دہلی، فتاوی عثمانی ۱/ ۲۴۶-۲۴۷ مکتبہ نعیمیہ، المنح الفکریہ ملاعلی قاری رص ۸۵، کفایۃ المفتی ۱/۱۷۱ از کریا دیوبند سے بھی ہورہی ہے، طوالت سے بچتے ہوئے صرف حوالہ جات پر اکتفا کیا گیا ہے۔

شیخ ابن ضیاء محبّ الدین احمدؒ دیوبند و دیگر علاقوں سے آئے ہوئے چند سوالات جس میں رسم الخط کے متعلق بھی ایک سوال ہے اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''یہ امر مسلم ہے کہ قرآن پاک کا رسم الخط توقیفی اور سماعی ہے اجماع و تواتر سے ثابت اور واجب الاتباع ہے اس کے خلاف کتابت قرآن جائز نہیں۔ حضرت نے ۲۰ دلائل اپنے رسالہ ضیاء البرہان فی الجواب علی خط القرآن رص ۲۳ تا رص ۲۶ قلمی رقم فرمائے ہیں اور وہ نثر المرجان، نہایۃ القول المفید، العقیلہ، رسالہ قراءۃ قران علمی تحفۃ النذریہ مقنع للدانی نظم القرآن وغیرہ سے ماخوذ ہیں، جن کی عظمت واستنادی حیثیت ائمہ فن پر مخفی نہیں، حضرت نے بھی رسم عثمانی کی مصالح اور اسرار الہیہ ذکر فرمایا ہے'' ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ سب سے بڑی مصلحت یہ ہے کہ ہر شخص اسی غیر قیاسی رسم الخط کے بدولت کلام اللہ صحیح پڑھتے ہیں، استاذ کا محتاج ہے، اسی احتیاج شیوخ کی بدولت تلفظ کلام اللہ کا تحفظ ہے ورنہ خدا جانے پڑھنے والے کن کن غلطیوں کے مرتکب ہوجاتے الخ۔

دوسری مصلحت یہ ہے کہ رسم خط موجودہ دیگر قراءت کے لئے معین ہے، مثلاً ارجہ اس لفظ کا یہ رسم چھ قراءتوں کو مشتمل ومحتمل ہے یہ بھی رسم خط قرآن کا عجیب وغریب اعجاز ہے کہ اسی ایک رسم خط سے کتنی قراءتیں نکلتی ہیں۔

تیسری مصلحت یہ ہے کہ اسی غیر قیاسی رسم الخط کی بدولت کلمہ قرآن وکلمہ غیر قرآن میں امتیاز ہوجاتا ہے، جیسے شیخ العلماء اور من عبادہ العلموا ء اسی لئے کہا گیا ہے رسم خط غیر قیاسی آیات متشابہات وحروف مقطعات کے مثل ہے **"لا يعلم تأويله إلا الله"** (سورۂ آل عمران: ۷)، رسم خط غیر قیاسی کی یہ خصوصیت کسی اور کتاب اللہ میں نہیں پائی جاتی، جیسا کہ صاحب ''نہایۃ القول المفید'' فرماتے ہیں: **"لايوجد من هذا الرسم لا فى التوراة ولا فى الإنجيل ولا فى الزبور ولا فى غيرها من الكتب السماوية، فكما أن نظم القرآن معجز فرسمه معجز أيضا الخ"** بعض لوگ رسم خط قرآن پر تو اعتراض کرتے ہیں لیکن دوسری زبانوں کے رسم الخط میں رسم غیر قیاسی مثل خوشی، خودخواب، خواہش بالکل، خورد(نالج) knowledge, know, listen, walk, talk پر نظر نہیں کرتے اور نہ اس کی جرأت کرتے ہیں کہ رسم تلفظ کے مطابق ہو ایسے لوگوں کو چاہئے کہ ان کلمات کو تلفظ کے مطابق لکھیں الخ۔

واضح ہو کہ انگریزی کے یہ پانچ کلمات اس کتاب کے حاشیہ پر درج ہیں جو حضرت صبغت اللہ صاحب صدیقی مہتمم تجوید القرآن کے اضافہ شدہ ہیں۔

احقر رسم خط عثمانی کی شمولیت قرأت کی مثال عنایات رحمانی (۱/ ۲۸-۲۹) از حضرت فتح محمد پانی پتی ۱۴۰۷ھ سے پیش کر رہا ہے: ’’صراط اور المصیطر ون‘‘ دونوں اصل لغت میں سین کے ساتھ ہیں، لیکن اس پر بھی ان دونوں کو اصل کے خلاف صاد سے لکھا گیا جو سین سے بدلا ہوا ہے، تا کہ صاد والی قراءت تو اسم صریح سے نکل آئے اور سین والی من وجہ رسم کے خلاف ہونے کے باوجود اصل سے سمجھ لی جائے اور دونوں قراءتیں اس بات میں معتدل اور برابر ہو جائیں کہ صاد تو رسم کے موافق اور اصل کے خلاف ہے اور سین اصل کے موافق اور رسم کے کسی قدر خلاف ہے اور اشمام والی قراءت کو رسم احتمالا اور تقدیرا شامل ہو جائے اور اگر ان دونوں کلمات کو اصل کے موافق سین سے لکھتے تو نہ تو اعتدال ہی باقی رہتا اور نہ رسم اشمام والی قراءت کو احتمالا شامل ہو سکتی، بلکہ اس صورت میں خالص صاد والی اور اشمام والی دونوں قراءتیں رسم و اصل دونوں ہی کے خلاف ہو جاتیں اور یہ خلاف قابل تحمل نہ رہتا اور یہی وجہ ہے کہ مشہور قراءت کی بنیاد پر ’’**فی الخلق بصطة**‘‘(اعراف:۹) میں تو خلاف ہے کہ بعض اس کو صاد سے اور بعض سین سے پڑھتے ہیں، لیکن ’’**بسطة فی العلم**‘‘(بقرہ:۳۲) میں خلاف نہیں، بلکہ یہ مشہور قراءتوں میں سین ہی کے ساتھ ہے اور یہ فرق اس لئے ہے کہ بصطۃ اعراف میں تو صاد سے لکھا ہوا ہے اور اس میں سین کی طرف اشارہ موجود ہے، لیکن بقرہ میں سین سے لکھا ہوا ہے جس سے صاد کی طرف اشارہ نہیں نکلتا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ’’بسطۃ‘‘ بقرہ میں صاد کی قراءت رسم کے خلاف ہے، الخ۔

مقری اظہار احمد تھانوی تحریر فرماتے ہیں: جس طرح تمام قرآن منجانب اللہ ہے، رؤس الآیات تمام آیات کی ترتیب اور تمام سورتوں کی ترتیب بھی باجماع توقیفی ہے، جمہور محققین فرماتے ہیں کہ کلمات قران کی رسمی اوضاع بھی توقیفی نہیں مصاحف عثمانیہ بعینہ اسی رسم پر لکھے گئے جس رسم پر صحف ابوبکر صدیق تھے اور صحف صدیقی بعینہ اسی رسم پر مرسوم ہوئے جس رسم پر آنحضور ﷺ کے حضور میں کاتبین وحی نے قرآن مجید کو لکھا اور وہ بعینہ وہ رسم تھا جو لوح محفوظ میں ہے، لہذا موجودہ اوضاع رسمی لوح محفوظ کے مطابق ہیں اور توقیفی ہیں تو ’’**کل ما فیه مشهور بسنته ولم یصب من أضاف الوهم والغیّرا**‘‘۔

(قرآن مجید میں جس قدر بھی اوضاع ہیں وہ سب حضور ﷺ کے حکم وسنت سے شہرت یافتہ ہیں اس شخص نے درست بات نہیں کہی جس نے اس رسم کو وہم وتغیر کی طرف منسوب کیا) (ایضاح المقاصد شرح عقیلۃ اتراب القصائد ص ۱۰)۔

’’**وقد ورد التسهیل کالرسم فأحذ فا-بفم کمستهزون مالون مسجلا**‘‘ کی شرح کرتے ہوئے شیخ

محمد بن احمد الشہیر بالمتولی اتحاف الانام واسعاف الافہام رص ۳۰ پر رقم فرماتے ہیں: ”یعنی انه ورد عن حمزه اتباع رسم المصاحف العثمانية الصحيحة فى الوقف على الهمز حيث، وافق العربية وهذا معنى قول الشاطبى وقد رووأنه بالخط كان مسهلا“ (حضرت حمزہ کوفی سے ہمزہ پر وقف کے سلسلہ میں مصاحف عثمانی ہی کے رسم کا اتباع کیا گیا ہے)۔

قاری فتح محمد ابن اسماعیل پانی پتی نے رائیہ کی شرح ”اسہل الموارد“ کے (رص ۱۷۷ تا ۱۸۰) رسم کے توقیفی ہونے پر علمائے مصر کے فتاوی سنت رسول اللہ واجماع وغیرہ سے استدلال فرمایا ہے۔

ایک رسالہ ”تحذیر الانام عن تغییر رسم الخط من مصحف الامام“ جو جواہر الفقہ (۱ر۷۳ تا رص ۱۱۷) سوالات و جوابات کی صورت میں موجود ہے اس میں بھی اور الجواہر الضیائیہ (رص ۲۹۵-۲۹۶) از قاری محمد سلیمان دیوبندی، نیز شیخ المشائخ امام القراء محی الاسلام پانی پتی کی شرح سبعۃ قراءات (۱ر۱۱ر۳)، ضیاء البرہان قلمی (رص ۵۳ تا رص ۵۵) پر منجد المقوئین مطبوعہ مصر ۲۱-۲۲ کے حوالہ سے ایک طویل اقتباس حضرت شیخ ابن ضیاء محبّ الدین علیہ الرحمہ نے پیش فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مصاحف عثمانیہ کی کتابت اور رسم خط میں تین امور ملحوظ رکھے گئے ہیں، لغت قریش، عرضہ اخیرہ کی موافقت اور جو حضرت رسول اللہ ﷺ سے صحت کے ساتھ مستفاد ومسموع ہوا۔

علامہ نظام الدین حسن بن محمد حسین القمی النیساپوری کی عبارت بھی درج ذیل ہے: ”وقال جماعة من الأئمة أن الواجب على القراء والعلماء وأهل الكتاب أن يتبعوا هذا الرسم فى خط المصحف، فإنه رسم زيد بن ثابت وكان أمين رسول الله ﷺ وكاتب وحيه“ (مقدمہ غرائب القرآن ورغائب الفرقان ۱ر۴۳ دار الکتب العلمیہ بیروت) اسی مفہوم کی ترجمانی اتقان فی علوم القرآن (۲ر۱۶۷ المطبعۃ الازہریہ مصر) سے بھی ہورہی ہے:

”من كتب مصحفا فينبغي أن يحافظ على الهجاء الذى كتبوا به تلك المصاحف ولا يخالفهم ولا يغير مما كتبوه شيئا، فانهم كانواأكثر علماء وأصدق قلبا ولسانا واعظم أمانة منا، فلا ينبغي أن نظن بأنفسنا استدراكا عليهم“ (جو کوئی مصحف لکھے تو اس پر اس ہجاء کی محافظت ضروری ہے جس پر مصاحف باجماع صحابہ لکھے گئے اس رسم کی مخالفت اور تغیر وتبدل بالکل نہ کرے، کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین زیادہ علم والے ان کے قلوب وزبان صداقت کا اعلی نمونہ تھی کذب وخداع ومکروز در سے دور امانت علم وعمل میں کامل تھے مناسب نہیں کہ ہم ان پر کسی طرح کا ظن کریں۔

مذکورہ تحریروں کی روشنی میں کیا رسم الخط عثمانی کی تبدیلی کا قول درست ہوگا؟

۳-بریل کوڈ کا حکم:

ترکی میں منعقدہ کانفرنس میں بریل کوڈ کے تعلق سے ایک تحریر جسے مدرسہ النور فاردی بلائنڈ نے پیش کیا تھا اس کے چند اقتباسات پیش ہیں: ''بنیادی طور پر بریل علامت تلفظ کی نمائندگی کرتی ہے نہ کہ رسم الخط کے الفاظ کی اور بریل میں حروف کے تلفظ کو زیادہ اہمیت حاصل ہے حروف کے رسم الخط کو نہیں'' ''بریل میں الف کی آواز کے بدلے میں عثمانی ذریعہ غلط تلفظ کے ساتھ ادا ہوں گے، چنانچہ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے ہم الصلواۃ میں لام الف اور الزکواۃ میں الف استعمال کرتے ہیں، تو حروف کے اقلاب کی یہ مثالیں ہیں'' ''ہمیں یقین ہے کہ عربی قرآن بریل کوڈ رموز القران ہیں اور یقینی طور پر لفظ ''الذکر'' کے ذیل میں آتا ہے، جیسے کے عثمانی نظام اور حروف القرآن الہامی ہیں......اللہ تعالی نے قرآن میں وعدہ کیا ہے''**قال تعالی: ولقد یسرنا القران للذکر فهل من مدکر**(سورۂ قمر:۳۲)، **انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون......**''(سورۂ حجر:۹)اللہ قادر مطلق یقیناً اپنے کلام کو نابینا لوگوں کے لئے محفوظ کرے گا)۔

اب احقر ''الذکر'' کے تعلق سے مفسرین کے اقوال پیش کر رہا ہے(**وانا له لحافظون**-سورۃ الحجر:۹)''**من أن یزاد فیه او ینقص منه**''(تفسیر قرطبی ۵/۱۰ مکتبہ عباس احمد الباز مکۃ المکرّمہ)(**وانا له لحافظون**)''**وانا للقرآن لحافظون من أن یزاد فیه باطل ما لیس منه أو ینقص منه ما هو من أحکامه وحدوده و فرائضه** ''(جامع البیان لمحمد بن جریر الطبری المجلد السابع الجزء الرابع عشر ص ٦ دار المعرفۃ بیروت لبنان)۔

''**انا نحن نزلنا الذکروانا له لحافظون**''(سورۂ حجر:۹)ہر زمانہ میں ایک جم غفیر علماء کا جن کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے ایسا رہا کہ جس نے قرآن کے علوم ومطالب اور غیر منقضی عجائب کی حفاظت کی، کاتبوں نے رسم الخط کی قاریوں نے طرز ادا کی حافظوں نے اس کے الفاظ وعبارت کی (تفسیر مع ترجمہ شیخ الہند ص ۳۴۸)۔

''**ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر**''(سورہ قمر:۱۷)''**وقیل: للذکر للحفظ أی سهلناه للحفظ لما اشتمل علیه من حسن النظم وسلامة اللفظ وعروه عن الحشر وشرف المعانی وصحتها فله تعلق بالقلوب**''(التفسیر الکبیر المسمی البحر المحیط ۱۷۸/۸ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)بغوی میں ہے:''**وقال سعید بن جبیر یسرناه للحفظ والقراء ة**''(معالم التنزیل ۲۶۱/۴ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)، دکتور عبد العزیز عبد الرحیم استاذ جامعۃ الملک فہد دہران سعودی عرب لکھتے ہیں: آسانی کے اس پہلو کا تعلق سمجھنے اور نصیحت حاصل کرنے سے ہے(قرآن مجید اور عصر حاضر ص ۹۴۳)''**ولقد یسرنا القرآن أی سهلناه للحفظ وأعنا علیه من أراد حفظه فهل من طالب لحفظه فیعان علیه**''(تفسیر قرطبی ۸۷/۱۷ مکتبہ عباس احمد الباز مکۃ المکرّمہ)ولقد یسرنا القرآن الخ ہونا قراءتہ (بخاری ۷۲۲/۲)۔

مدرسہ النور کے دیئے گئے اقتباسات سے معلوم ہوا کہ بریل میں رسم عثمانی کی موافقت بالکل نہیں (جس کا انہیں خود بھی اعتراف ہے) دوسرے کوئی ٹھوس بنیادی دلیل نہیں جس سے بریل کے رموز القرآن ہونے کا حکم لگایا جاسکے، نیز اس کے ''الذکر'' کے تحت داخل ہونے کا علم مفسرین کے اقوال سے قطعاً نہیں ہورہا ہے۔

ماضی میں ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں کہ نابینا حضرات بدون کسی سہولت کے حدیث وتفسیر، فقہ وادب وشعر و شاعری، انساب وفرائض ونحو میں ایسا نمایاں مقام حاصل کیا ہے جس کا ہم تصور بھی نہیں کرسکتے، آیئے چند نام پیش کئے دیتے ہیں:

حضرت قتادہ جلیل القدر تابعی اور بڑے پایہ کے مفسر تھے تفسیر کے علاوہ حدیث علم انساب، تاریخ عرب اور علم ادب ولغت میں ان کی جلالت مسلم تھی۔ امام شاطبی قراءت کے علاوہ تفسیر وحدیث کے زبردست عالم تھے فن نحو ولغت میں بے نظیر تھے، علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں'' ان کی ذات نے ایک عالم کو فیض پہنچایا'' حافظ علامہ ابوعمر جو امام ابوداؤد و محدث ابوزرعہ کے شیخ ہیں، ابوالعباس رازی حافظ حدیث، مشہور شاعر بشار بن ہود جو اسلام کے بعد پیدا ہونے والے شعراء میں اول درجہ رکھتے ہیں، ابن جنی کے شاگرد ابوالقاسم عمر کوی۔ محبّ الدین حنبلی جو فرائض، نحو وحساب میں کامل تھے، ابن الدہان نحوی وابوالعلا معری وغیرہ۔

بہرکیف اس فقہی ضابطہ کا لحاظ تو کرنا ہی چاہئے کہ دفع مضرت جلب منفعت پر مقدم ہے۔

بریل میں لکھا ہوا قرآن مصحف کا حکم نہیں رکھتا، ''**المصحف كتاب جمع بين دفتيه كلام الله المكتوب وهذه الثقوب التى فى المصحف لا تتحدى الدلالة على كلام الله، و خاصة إذا اعتبرنا أن رسم القرآن حكمه توقيفى وهذه الثقوب اجتهادية قابلة للتغير ولذلک أرى والله أعلم أنه لا يأخذ حكم المصحف**'' (رائی الاخ مرحف) کلام اللہ معجز بھی ہے اور توقیفی بھی، اور بریل ان دونوں صفتوں سے خالی ہے وہ غیر معجز بھی ہے اور اجتہادی بھی جو قابل تغیر ہے۔

موصوف ہی کی تائید اس تحریر سے بھی ہورہی ہے ''**وانا من وجهة نظرى القاصره أرى ما يراه الاخ الكريم مرهف واقيسه على الشريط والقرص المدمج(الاستاذ خالد شبل)**'' میری ناقص رائے بھی وہی ہے جو آخ مرہف کی ہے اور اس جیسے قرآن کو ریل اور کیسٹ پر قیاس کرتا ہوں۔

شیخ محمد بن ابراہیم اپنے فتاوی (۲/۷۷) پر رقم طراز ہیں: ''**إن مصحف المكفوفين لا تثبت له أحكام المصحف، و كذا ترجمة معانى القرآن**''۔

A-8

شیخ عبدالعزیز بن باز" معهد النور للمکفوفین" ادارہ میں دوران تقریر اس بابت سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:"**ليس بقرآن هذا، هذا شبه ترجمة فلا ينطبق عليه أحكام المصحف يجوز لمسه للمحدث والجنب ولا بأس أن يقرأ المحدث والجنب**"۔

۴-موبائل اسکرین پر قرآن:

موبائل کی وہ قسم جس کا ہر کام انگلیوں پر مشتمل ہوتا ہے اس کو اسکرین ٹچ کہا جاتا ہے، یعنی اگر قرآن کھولنا ہو یا بدلنا یا اسی طریقہ سے صفحہ کو بڑا کر کے دیکھنا ہو تو لامحالہ یہ عمل انگلیوں کے ذریعہ ہی وجود پذیر ہوگا۔موبائل میں ایک تو ڈسپلے ہوتا ہے اور دوسرا ٹچ ڈسپلے خود ایک الگ شیشہ پر مشتمل ہوتا ہے اور ٹچ دوسرے شیشہ پر۔

وہ موبائل جو keypad والے ہوں اس میں تو قرآن کے مس کی ضرورت ہی نہیں، کیونکہ اس کا ہر کام بٹن پر مشتمل ہوتا ہے جیسے کسی چیز کو بڑا کر کے دیکھنا ہو یا کسی اور فنکشن میں جانا ہو تو بٹن کے ذریعہ ہی جایا جاسکتا ہے اس میں بھی دو شیشے الگ الگ ہیں، اب غلاف کے تعلق سے دو تحریریں نقل کی جارہی ہیں:

"**والغلاف الجلد الذى عليه المتصل عند بعض المشائخ، وفى الكافى: هو الأصح وعند بعضهم المنفصل كالخريطة ونحوها......وفى الينا بيع: وإن لم يكن الجلد مشرز يحل له أخذه**"(فتاوی تاتارخانیہ ۱/۲۷۰ زکریا)۔

"**إنما دفت القرآن هى ما التصقت بالقرآن فى التجليد ولا يمكن انفصها لها إلا بقطع الخيط فهى فى حكم المصحف ولا يمسها إلا المطهرون عند الجمهور خلافا لابن حزم، وأما إذا كان انفصالها سهلا ميسورا كما هو يستعمل فى عصرنا كأنه جيب مستقل يوضع فيه القرآن الكريم، فيكون فى حكم الغلاف، ويجوز مسه بغير وضوء كالخريطة والجلد غير المشرز**"(نوازل فقہیہ محاضرہ ۱/۴۷ ازمولانا خالد سیف اللہ رحمانی)۔

ان دونوں تحریروں سے معلوم ہوا کہ غلاف کی دو قسمیں ہیں ایک متصل جسے بدون وضو چھونے کی اجازت نہیں دوسرے منفصل جسے بدون وضو چھونے کی اجازت ہے بالفاظ دیگر ایک مشرز (جس کے کنارے ملے ہوئے اور بندھے ہوئے ہوں) دوسرے غیر مشرز)۔

احقر کے خیال میں ٹچ کا حکم وہی ہونا چاہئے جو کہ غلاف مشرز کا ہے، اس لئے اسے بغیر وضو نہیں چھونا چاہئے ہاں

بعض کور غیر مشرز ہوتے ہیں ان کو کھولے بغیر بھی انگلیوں کے لمس سے استعمال کیا جاتا ہے، اس میں چین بھی ہوتی ہے جسے کھولکر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، اگر ایسے کور والے موبائل کو کھولے بغیر استعمال کیا جائے تو اسے غلاف قرار دیا جاسکتا ہے اور اسے بلاوضو چھونے کی اجازت ہونی چاہئے۔

☆☆☆

قرآن مجید کے متن وترجمہ سے متعلق بعض قابل غور مسائل

مفتی جمیل احمد نذیری ☆

بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت:

متن قرآن کے بغیر کسی بھی زبان میں تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت جائز نہیں، یہ مجتہدین مذاہب اربعہ اور جملہ فقہاء وعلماء امت کا اجماعی فتوی ہے، جس سے انحراف سراسر گمراہی اور زیغ وضلال ہے۔

تنہا ترجمہ چھاپنے کی تائید میں جو باتیں کہی جاتی ہیں وہ نہایت کمزور اور ناقابل التفات ہیں، یہ حفاظت قرآنی کا معاملہ ہے، اس میں مصارف کم آنے، زیادہ آنے کا کوئی اعتبار نہیں، سارے مسلمان، اصل عربی قرآن کو شوق سے لیتے ہیں، انہیں اس کا کوئی شکوہ نہیں ہوتا کہ اس کا ہدیہ کم ہے یا زیادہ؟ وہ صرف اس بات پر نظر رکھتے ہیں کہ کونسی جلد، سائز، کاغذ، چھپائی والے قرآن، ان کی پسند اور ضرورت کے مطابق ہیں۔

لہذا صرف ترجمہ قرآن کی اشاعت میں مصارف کم آنے والی بات تاجران کتب کے مفاد والی بات ہوئی، عام مسلمانوں کے مفاد کی بات نہ ہوئی۔

دوسرا عذر بھی ناقابل قبول اور غیر مسموع ہے، کیونکہ متن قرآن نہ پڑھ سکنے والے افراد، اگر مسلمانوں میں سے ہیں تو ان کے حق میں، صرف ترجمہ قرآن درج ذیل مفاسد کا ذریعہ ہے۔

۱-ان پر متن قرآن عربی زبان میں پڑھنا اور سیکھنا فرض عین ہے، انہیں اس پر آمادہ کیا جائے اور شوق دلایا جائے، نہ یہ کہ ان کی زبان میں محض ترجمہ دے کر، انہیں مزید کاہل، سست، پست ہمت اور ترجمہ پر قناعت پسند بنادیا جائے۔

اگر وہ ترجمہ پڑھ سکتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ پڑھے لکھے لوگ ہیں، کتنے افسوس کی بات ہے کہ وہ اپنی

☆ مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام، نوادہ، مبارکپور، اعظم گڑھ۔

زبان تو سیکھ لیں، لکھ پڑھ سکتے ہوں، مگر قرآن ہی نہ پڑھیں قرآن ہی نہ سیکھیں، جبکہ اس کا پڑھنا اور سیکھنا ان پر فرض ہے وہ قرآن نہ پڑھنے اور نہ سیکھنے کی وجہ سے گنہگار ہو رہے ہیں، ہمیں انہیں گناہ سے بچانے کی کوشش کرنی چاہئے، نہ کہ گناہ میں مبتلا رکھنے کی۔

اگر وہ ترجمہ نہیں جان سکیں گے تو کوئی گناہ نہیں ہوگا، لیکن اگر قرآن نہ پڑھ سکیں گے تو گناہ ہوگا، کیونکہ فرض عین کے تارک ہیں۔

۲- اگر متن قرآن کے ساتھ ترجمہ رہے گا تو قرآن سے تعلق باقی رہے گا، ترجمہ بھی پڑھیں گے تو بھی قرآن سامنے رہے گا، ترجمہ ملانے کے بہانے ہی قرآن پڑھ لیں گے، اور اگر صرف ترجمہ رہا تو قرآن سے بالکل ہی بے تعلق ہو جائیں گے، اور یہ آیت صادق آ جائے گی "**نبذ فريق من الذين أوتوا الكتاب كتاب الله وراء ظهورهم كأنهم لايعلمون**" (بقرہ:۱۰۱) (اہل کتاب میں کے ایک فریق نے خود اس کتاب اللہ ہی کو پس پشت ڈال دیا ہے جیسے ان کو گویا اصلاً علم ہی نہیں)۔

۳- مترجمین کے ترجموں میں اختلاف ہوتا ہے، ترجمہ پڑھنے والا اختلاف کو دیکھتا ہے، مگر وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ اصل متن قرآنی، ہر ترجمہ میں ایک ہی ہے، کیونکہ ترجمہ کے ساتھ متن قرآن بھی سامنے ہوتا ہے، لہذا ترجمہ کا اختلاف اسے اصل قرآن کے بارے میں کسی بدگمانی میں مبتلا نہیں کرتا، لیکن جب صرف ترجمہ ہی سامنے رہے گا، اصل سامنے نہ ہوگا تو ترجموں کا اختلاف، اصل کے مختلف ہونے کا گمان پیدا کرنے لگے گا، اور یہ اختلاف، کلام اللہ کی طرف منسوب ہونے کا اندیشہ پیدا ہونے لگے گا، رفتہ رفتہ یہ سوء ظنی ہونے لگے گی کہ اصل قرآن ہی مختلف ہے۔

۴- صرف ترجمہ قرآن کا یہ مفسدہ، اعتقاد پر اثر انداز ہوا، اور عمل پر یہ اثر ہوگا کہ صرف ترجموں کو لے کر آپس میں لڑیں گے اور اصل کی جانب مراجعت کی توفیق نہ ہوگی جس سے اختلاف کا فیصلہ ہو سکے، اور یہ آیت صادق آ جائے گی:

"**وما اختلف فيه إلا الذين أوتوه من بعد ماجاء تهم البيانات بغيا بينهم**" (سورۂ بقرہ:۲۱۳) (یہ اختلاف اور کسی نے نہیں کیا، مگر صرف ان لوگوں نے جن کو اولا وہ کتاب ملی تھی بعد اس کے کہ ان کے پاس دلائل واضح پہنچ چکے تھے باہم ضد اضدی کی وجہ سے)۔

۵- ابھی تو ترجمہ کو مستقل کتاب نہیں سمجھتے، قرآن کا تابع سمجھتے ہیں، اگر کہیں مطلب نہیں سمجھتے، یا غلط سمجھتے ہیں، یا فصاحت و بلاغت سے گرا ہوا پاتے ہیں تو اپنی فہم کا یا مترجم کا قصور سمجھتے ہیں، اور مترجم کو دین کا مالک و ذمہ دار نہیں سمجھتے، نیز

کسی مترجم کو بھی تحریف معنوی کی ہمت نہیں ہوسکتی، کیونکہ اصل سامنے ہوتا ہے، ہر اہل علم، اس پر گرفت کرسکتا ہے، اور بغیر متن کا صرف ترجمہ ہی ترجمہ رہا تو اسی کو مستقل کتاب سمجھیں گے، کسی کا تابع نہ سمجھیں گے ترجمہ کی غلطی کو نہ مترجم کا قصور سمجھیں گے، نہ اپنی فہم کا، مترجم کو ہی دین کا اصل مالک سمجھ لیں گے، مترجم تحریف معنوی کے لئے بھی آزاد ہوجائے گا، کیونکہ اصل سامنے نہ ہونے کی وجہ سے اس کی گرفت بآسانی نہ ہوسکے گی، اور اصحاب زیغ وضلال کو غلط ترجمہ وتفسیر کرنے اور مسلمانوں میں پھیلانے کا خوب خوب موقع مل جائے گا کیونکہ مترجمین ہی متبوع مستقل بن جائیں گے، ہر ترجمہ پڑھنے والا حافظ نہیں ہوتا کہ اصل سے ملا سکے، اور اصل کی طرف مراجعت ہر وقت آسان بھی نہیں ہوتی۔

۶-اگر یہ طریقہ مروج ہوگیا تو توریت وانجیل کی طرح اصل قرآن کے ضائع ہونے کا خطرہ ہوجائے گا، اور ترجمہ کو ہی سب کچھ سمجھ لیا جائے گا، جس طرح اصل توریت وانجیل ناپید ہیں، ان کا ترجمہ مروج ہے، اور یہود ونصاری اسی ترجمہ کو سب کچھ سمجھتے ہیں، اصل توریت وانجیل سے نابلد نہیں محروم ہیں۔

۷-اسی طرح یہود ونصاری سے مشابہت پیدا ہوجائے گی، وہ بھی تورات وانجیل کے ترجمہ پر ہی اکتفا کئے ہوئے ہیں، جبکہ کفار ومشرکین واہل کتاب کی مشابہت حرام ہے اور دینی معاملے میں ان کی مشابہت ہو تو اور زیادہ شنیع ہے۔

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "**من تشبه بقوم فهم منهم**" (ابوداؤد ۲/۵۵۹ کتاب اللباس) (جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے)۔

ایک اور موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**والذی نفسی بیده لترکبن سنة من کان قبلکم**" (ترمذی ۲/۱۴۱ ابواب الفتن) (اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم لوگ ضرور بالضرور ہی طریقہ اختیار کروگے جو تم سے پہلے لوگوں کا تھا)۔

"**أمتهوکون انتم کما تهوکت الیهود والنصاری**" (رواہ البیہقی فی شعب الایمان المشکوۃ المصابیح ۱/۳۰) (کیا تم دین کے معاملے میں اس طرح متحیر ہوجانا چاہتے ہو، جیسے یہود ونصاری متحیر ہوئے)۔

۸-متن سے خالی ہونے کی وجہ سے اس کا احترام بھی زیادہ نہ کریں گے، اور ناقابل انتفاع ہوجانے کے وقت، دوسری معمولی کتابوں سے اوراق کی طرح، اس کے اوراق بھی استعمال کریں گے، مثلاً ردی بنادینا، کسی جلد پر چسپاں کردینا، لگادینا وغیرہ وغیرہ۔

۹-متن سے خالی ہونے کی وجہ سے اسے صرف ایک کتاب کا درجہ دیں گے، اس کے چھونے کے لئے وضو کا اہتمام نہ کریں گے، جبکہ اس ترجمہ کو بھی بلاوضو چھونا جائز نہ ہوگا۔

''فتاوی عالمگیری''میں ہے:''**ولو كان القرآن مكتوبا بالفارسية يكره لهم مسه عند أبي حنيفة و كذ اعندهما على الصحيح، هكذا في الخلاصة**''(۱/۳۹)(اگرقرآن فارسی میں لکھا ہوتو اس کا چھونا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے،اورصحیح قول کے مطابق صاحبینؒ کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے)۔

''**إذا قرأ آية السجدة بالفارسية فعليه وعلى من سمعها السجدة فهم السامع أم لا إذا أخبر السامع أنه قرأ آية السجدة**''(۱/۱۳۳)(جب فارسی میں آیت سجدہ پڑھےتواس پراور سننے والے پرسجدہ واجب ہوگیا، خواہ سننے والا سمجھے یا نہ سمجھے،جب اسے یہ بتادیا گیا ہوکہ آیت سجدہ ہے)۔

ان دونوں جزئیوں سے معلوم ہوا کہ ترجمہ قرآن بھی حکماً قرآن ہوتا ہے،لہذا ترجمہ کو بھی بلاوضومس کرنا جائزنہیں، جیسے حقیقی قرآن کو بلاوضومس کرنا جائزنہیں۔

بہرحال بغیرمتن کے، ترجمہ قرآن کی اشاعت میں بہت مفاسد ہیں، جن میں سے چند کا یہاں تذکرہ کردیا گیا(مستفاداز امدادالفتاوی ۴/۳۹تا۴۲)۔

یہ مفاسدوہ تھے جوایک مسلمان کے اعتبار سے تھے،جن میں سے بعض میں قرآن کی بےحرمتی بھی ظاہرتھی۔

جہاں تک ایسا ترجمہ غیرمسلموں کودینے کی بات ہےتو مفسدہ ۳، ۵، ۶ان کے حق میں بھی متحقق ہے۔

غیرمسلموں کوقرآن دیتے وقت قرآن کے آداب بھی بتادیئے جائیں، جوان پرعمل کا وعدہ کریں، یا جن سے ان پرعمل کی امید ہو،انہیں ہی قرآن دیا جائے،جن سے امید نہ ہو،انہیں ہرگز نہ دیا جائے(مستفاداز فتاوی قاضی خاں ۴/۹۴،فتاوی محمودیہ ۵/۲۴۱)۔

اگروہ قرآن مجید کسی کتب فروش سے لے رہا ہوتو کتب فروش بھی مذکورہ باتوں کا لحاظ رکھے،ورنہ قرآن کی بےحرمتی کے گناہ میں غیرمسلم کوقرآن دینے والے اور فروخت کرنے والے دونوں شامل ہوجائیں گے،بغیرمتن قرآن کے صرف ترجمے سے قرآن کا پیغام غیرمسلموں تک پہنچ ہی نہیں سکتا،اصل الفاظ قرآن کے بغیر صرف ترجمے کا کیا اثر؟۔

اشاعت کرنے،خریدنے،تقسیم کرنے اور ہدیہ کرنے والوں کا حکم:

جب یہ ثابت ہوگیا کہ متن قرآن کے بغیر،تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت جائزنہیں ہے،تواس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ اس طرح کی اشاعت کرنے والے،اسے خریدنے،تقسیم کرنے اور ہدیہ کرنے والے،سبھی گناہ میں شامل ہیں، یہ تعاون علی الاثم ہے جو کہ جائزنہیں، اللہ تعالی فرماتے ہیں:''**وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم**

والعدوان‘‘(مائدہ:۲)(نیکی اورتقوی کے کام میں ایک دوسرے کا تعاون کرو، گناہ اور سرکشی کے کام میں ایک دوسرے کا تعاون مت کرو)۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:اس ترجمہ کے متعلق یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ ایسے ترجمہ کواگرکوئی شخص نہ بہ قیمت لے،اورنہ بلا قیمت تو پھرایسے ترجمہ کا سلسلہ بند ہوجائے،اور لینے کی صورت میں سلسلہ جاری رہے گا،پس ایسے ترجمہ کا خریدنا یاہدیہ میں قبول کرنا اعانت ہوگی ایک امرناجائز کی،اس لئے یہ بھی ناجائز ہے(امدادالفتاوی ۴/ ۱۴۲)۔

اس طرح کے ترجمے کی اشاعت تو درست نہیں،لیکن اگرکہیں اشاعت ہوگئی ہوتو اسے بے وضو چھونا جائز نہ ہوگا، اس کام کے مفاسد کے بیان میں ۹ کےتحت کتب فتاوی کے حوالے آ گئے ہیں۔

غیرعربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

غیرعربی رسم الخط میں پورا قرآن لکھنا جائزنہیں ہے(ایک دوآیتوں کی گنجائش ہے،جیسا کہ آئندہ کسی موقع پر آجائے گا)،اسی طرح عربی رسم الخط کو باقی رکھتے ہوئے غیرعربی رسم الخط کے ساتھ بھی لکھنا اوراشاعت کرنا بھی جائزنہیں ہے،اس موضوع پرمفتی محمد شفیع صاحبؒ نے’’جواہرالفقہ‘‘ جلداول ص ۷۳ تا۱۱۱ پر’’تحذیرالانام عن تغیررسم الخط من مصحف الامام اورصیانۃ القرآن عن تغیرالرسم واللسان‘‘ کے ناموں سے دوتفصیلی رسالے لکھے ہیں اورموضوع کا حق ادا کردیا ہے۔

یہاں انہی دونوں سے جستہ جستہ عبارتیں نقل کی جارہی ہیں،حضرت مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں:

’’پہلے ایک بات بطورمقدمہ سمجھ لی جاوے پھراس سے سب سوالات کا جواب آسان ہوگا وہ یہ ہے کہ باجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین وتابعین رحمہم اللہ اور باتفاق ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ پوری امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک قرآن مجید کی کتابت’’مصحف عثمانی‘‘،جس کو اصطلاح میں’’امام‘‘ کہا جاتا ہے،اس کی پیروی اوراتباع واجب ہے،اس کے خلاف کرنا’’تحریف قرآن‘‘،اورزندقہ کے حکم میں ہے،اورخصوصاً کلمات قرآنی کی ترتیب بدلنا یااس میں کسی حرف کی کمی زیادتی کرنا تو کھلی تحریف ہے،جس کو کوئی’’ملحد‘‘ بھی صراحۃً تجویزنہیں کرسکتا،اس اجماع کا ثبوت اورشواہد آخر میں ذکرکئے جائیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ عہدصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں جب اسلام مشرق ومغرب کے ممالک عجم میں اپنی آسمانی کتاب قرآن مجید کے ساتھ پھیلا،اس وقت قرآن شریف کے پڑھنے پڑھانے والے گنے چنے حضرات تھے،عراق و خراسان اور ہندوستان وترکستان وغیرہ کے رہنے والےنومسلم نہ عربی رسم خط پڑھ سکتے تھے نہ ان کے ممالک میں ابتداءاً کوئی

ایسا آدمی میسر تھا جوعربی کوسمجھ کران کی ملکی زبان میں اس کی ترجمانی با آسانی کرسکےاورقرآن ان کو پڑھا سکے، ظاہر ہے کہ اس وقت اس کی کس قدر ضرورت ہوگی، کہ ہر ملک کے رسم خط میں قرآن لکھواکران کے پاس بھیجا جائے، تا کہ وہ آسانی سے پڑھ سکیں، لیکن پوری تاریخ اسلام میں ایک واقعہ بھی اس کا قرون مشہود لھا بالخیر میں ثابت نہیں، کہ ان حضرات نے کسی عجمی رسم خط میں قرآن کریم لکھوایا ہو یا اس کی اجازت دی ہو'' (جواہر الفقہ ۱/ ۷۴، ۷۵)۔

مصحف عثمانی میں قرآن مجید کی کتابت کا تفصیلی تذکرہ کرنے کے بعد مزید لکھتے ہیں:

''الغرض قرآن کریم عجمی ممالک میں آج نہیں بلکہ تقریباً تیرہ سو برس پہلے پہنچا ہوا ہے، اور عجمیوں کو عربی رسم خط میں قرآن پڑھنے کی مشکلات بھی آج پیدا نہیں ہوئی، بلکہ اسی وقت سے ہے اور اگر غور کیا جائے تو اس وقت یہ مشکلات بہت زیادہ ہونی چاہئے، کہ ہر جگہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی پھر ان میں لکھے پڑھے کم تھے، خصوصاً قرآن پڑھانے والا تو کوئی عرب ہی ہوسکتا تھا جس کا ہر شہر ہر بستی ہر قصبہ میں پہنچنا ظاہر ہے کہ آسان نہ تھا، لیکن ان تمام مشکلات کے باوجود صحابہ وتابعین ؓ نے کہیں یہ تجویز نہ کیا کہ قرآن کو ملکی رسم خط میں لکھواکر ان لوگوں کو دیا جائے، بلکہ ان حضرات نے جس طرح قرآن کے معانی اور الفاظ اور زبان کی حفاظت کو ضروری سمجھا اسی طرح اس کے رسم خط کو بھی مصحف عثمانی کے موافق حفاظت کرنا ضروری سمجھا اور ان مشکلات کو حفاظت مذکورہ کے مقابلے میں ناقابل التفات قرار دیا، چنانچہ تھوڑے عرصہ میں دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ سب مشکلات محض خیالی تھیں، خداوند سبحانہ وتعالی نے قرأت قرآن کے آسان کردینے کا کھلے لفظوں میں خود اعلان فرمایا ہے: ''ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر'' (سورۂ قمر: ۱۷)، اس کا مشاہدہ سب کی آنکھوں کے سامنے آ گیا کہ ہر ملک اور ہر زبان والے قرآن کو ایسا پڑھنے لگے کہ اپنی اپنی مادری زبان کی کتابوں کو بھی ایسا نہیں پڑھ سکتے اور انہیں اہل عجم میں سیکڑوں ایسے حضرات ہوئے کہ جو تجوید قرآن اور دیگر علوم قرآنیہ کے امام مانے گئے، الفرض اول تو یہ مشکلات محض خیالی ہیں ان کو مشکل تسلیم کرنا ہی غلطی ہے اور بالفرض تسلیم بھی کیا جاوے تو ہر مشکل کا ازالہ ضروری نہیں، یوں تو نماز وروزہ وغیرہ ارکان اسلام سب ہی کچھ نہ کچھ مشکل اپنے اندر رکھتے ہیں (کتاب مذکور ص ۷۶، ۷۷)۔

پھر شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے فتاوی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الغرض صحابہ کرام وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرز عمل سے واضح ہوگیا کہ جس طرح قرآن کریم میں زبان عربی کی حفاظت ضروری اور لازم ہے، کسی عجمی زبان میں بدون قرآنی عبارت کے قرآن کریم کی کتابت جائز نہیں، اسی طرح عربی رسم خط کی حفاظت بھی ضروری ہے، کسی دوسرے رسم خط میں ان کا لکھنا جائز نہیں، کہ اس میں رسم خط عثمانی کی مخالفت اور تحریف قرآن کا

راستہ کھولنا ہے، جو باجماع امت حرام ہے۔

خصوصاً ایسے رسم خط جن میں کلمات کی ترتیب بدل جائے یا کچھ حروف میں کمی بیشی کرنا پڑے، جیسے انگریزی رسم خط ہے کہ اس میں حرکات (زبر، زیر، پیش) کو بھی بشکل حروف لکھا جاتا ہے، ایسا لکھنا تو قرآن میں زیادتی کرنا اور قطعاً تحریف قرآن ہے'' (کتاب مذکور رص ۷۷)۔

اتقان للسیوطی کا حوالہ دینے کے بعد پھر لکھتے ہیں:

الغرض عربی رسم خط میں حرکات اور نقطوں کا کلمات سے بالکل جدا اور ممتاز ہونا ثابت ہونے کے باوجود سلف صالحین کو ان کی کتابت فی المصاحف میں اختلاف پیش آیا تو جس رسم خط (مثلاً انگریزی) میں یہ حرکات خود کلمات کے درمیان بشکل حروف لکھی جاتی ہوں اس کی اجازت کیسے متصور ہوسکتی ہے۔ ٹامل زبان کا حال معلوم نہیں کہ اس بارہ میں بھی انگریزی کی طرح ہے یا کیا صورت ہے؟

علاوہ ازیں عربی زبان میں چند حروف ایسے ہیں کہ ہر حرف سے لفظ کے معنی بالکل جدا ہوجاتے ہیں، لیکن بہت سی عجمی زبانوں میں ان حروف میں کوئی فرق نہیں سب کو ایک ہی آواز سے پڑھا جاتا ہے ایک ہی شکل سے لکھا جاتا ہے، مثلاً (س،ث،ص) اور (ذ،ز،ظ) وغیرہ تو جب قرآن کو اس رسم خط میں لکھا جائے گا تو ان حروف کا کوئی امتیاز نہ رہیگا جو سخت ترین تحریف ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسم خط عثمانی کا اتباع لازم وواجب ہے اس کے سوا کسی دوسرے رسم خط میں اگرچہ وہ بھی عربی ہی کیوں نہ ہو قرآن کی کتابت جائز نہیں مثلاً اوائل سورت میں '' **بسم الله**'' کو مصاحف عثمانیہ میں بحذف الف لکھا ہے اور ''**اقرأباسم ربک**''، میں بشکل الف ظاہر کیا گیا ہے اگرچہ پڑھنے میں دونوں یکساں بحذف الف پڑھے جاتے ہیں مگر باجماع امت اسی کی نقل واتباع کرنا ضروری ہے اس کے خلاف کرنا عربی رسم خط میں بھی جائز نہیں تو ظاہر ہے کہ سرے سے پورا رسم خط غیر عربی میں بدل دینا کیسے جائز ہوسکتا ہے (کتاب مذکور ر ۷۸)۔

چند صفحات کے بعد پھر لکھتے ہیں:

غیر عربی عبارات میں اس کا لکھنا حرام ہے، اور اسی طرح غیر عربی خط میں اس کی کتابت ممنوع و ناجائز ہے، اس کے چند جملے اس جگہ نقل کئے جاتے ہیں:

''وأما كتابة القرآن بالفارسية فقد نص عليها في غير ما كتاب من كتب ائمتنا الحنفية المعتمدة منها ما قاله مؤلف الهداية الإمام الأجل شيخ مشائخ الاسلام حجة الله تعالىٰ علىٰ الأنام

برهان الدين أبو الحسن على بن أبى بكر المرغينانى الكبير رحمه الله تعالىٰ فى كتابه التجنيس والمزيد ما نص ويمنع من كتابة القراٰن بالفارسية بالإجماع لأنه يؤدى للإخلال بحفظ القراٰن لأنا أمرنا بحفظ النظم والمعنى، فإنه دلالة على النبوة؛ ولأنه ربما يؤدى إلى التهاون بأمر القراٰن انتهى "۔

(لیکن قرآن مجید کی فارسی زبان میں سوکسی ایک کتاب میں نہیں (بلکہ بہت سی کتب میں جو ہمارے ائمہ حنفیہ کے نزدیک مستند ہیں اس کی تصریح موجود ہے منجملہ ان کے وہ ہے جو صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تجنیس اور مزید میں فرمایا ہے جس کی عبارت یہ ہے: اور فارسی میں کتابِ قرآن سے باجماع منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ حفاظت قرآن میں خلل ڈالنے کا ذریعہ ہے کیونکہ ہم قرآن مجید کے الفاظ اور معنی دونوں کی حفاظت کے لئے مامور ہیں کیونکہ الفاظ بھی ثبوت نبوت کی دلیل ہیں، اور الفاظ کے بدلنے سے (اگرچہ معنی نہ بدلیں) قرآن مجید کی حفاظت میں سستی پیدا ہوتی ہے)۔

"وزعم أن كتابته بالعجمية فيها سهولة للتعليم كذ ب مخالف للواقع والمشاهدة فلايلتفت لذلك على أنه لو سلم صدقه لم يكن مبيحا لإخراج ألفاظ القراٰن عماكتب عليه، وأجمع عليه السلف والخلف"

(اور یہ گمان کرنا کہ عجمی (زبان یا رسم الخط) میں تعلیم کی سہولت ہے تو یہ غلط اور مخالف واقع ہے اور خلاف مشاہدہ ہے، اس کی طرف التفاف نہ کیا جاوے، علاوہ ازیں اگر اس کا سچ ہونا بھی تسلیم کرلیا جائے تب بھی قرآن کے الفاظ کا ان کی اجماعی صورت اور قدیم طرز کتابت سے نکالنا اس مصلحت کی وجہ سے جائز نہیں ہوسکتا)۔

علامہ ابن حجرؒ کی اس تقریر میں ان تمام شبہات کا بھی پورا جواب ہے جو رسم خط یا زبان بدلنے والے حضرات پیش کرتے ہیں کہ اس میں عجمیوں کے لئے قرآن پڑھنے میں سہولت ہے، حافظ نے واضح کردیا کہ اول تو یہ سہولت کا خیال غلط ہے اور اگر صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سہولت کی خاطر قرآن کی تبدیل وتغیر جائز نہیں ہوسکتی۔

اور حنابلہ کے مشہور فقیہ ابن قدامہ کی کتاب المغنی کے حواشی میں اس کو اور بھی واضح کردیا گیا ہے کہ جب سے قرآن دنیا میں آیا اور رسول اکرم ﷺ نے اس کی دعوت عجم کے سامنے پیش کی کہیں ایک واقعہ بھی اس کا مذکور نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے عجمیوں کی وجہ سے اس کا ترجمہ کرکے بھیجا ہو یا عجمی رسم الخط میں لکھوایا ہو، آپ ﷺ کے مکاتیب جو ملوک عجم کسری وقیصر و مقوقس وغیرہ کی طرف بھیجے جن میں سے بعض کے فوٹو بھی چھپ گئے ہیں اور آج تک محفوظ ہیں ان کو دیکھا جاسکتا ہے کہ نہ ان میں عجمی زبان اختیار کی گئی ہے نہ عجمی رسم خط اختیار کیا گیا ہے، حواشی مذکورہ کے چند جملے یہ ہیں:

" وهو إنما نزل باللسان العربى كماهو مصرح فى الآيات المتعددة، وإنما كان تبليغه

والدعوة إلى الإسلام والإنذار به كما أنزل الله تعالى لم يترجم النبى ﷺ ولا أذن بترجمته ولم يفعل ذلک الصحابة ولاخلفاء المسلمين وملوكهم۔ ولو كتب النبى ﷺ كتبه إلى قيصر وكسرى ومقوقس بلغاتهم لصح التعليل الذى علل به" (مغنی مع الشرح الکبیر:۱/ ۸۳۰)۔

(اور قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا، جیسا کہ متعدد آیات قرآن میں صراحت ہے اور اسی عربی زبان میں قرآن کی تبلیغ اور دعوت و انداز عمل میں آیا نبی کریم ﷺ نے امت کو اس کا ترجمہ کر کے نہیں پہنچایا، اور نہ ترجمہ کر کے پہنچانے کی اجازت دی اور نہ حضرات صحابہ نے ایسا کیا اور نہ خلفائے اسلام اور سلاطین اسلام نے ایسا کیا، اور اگر نبی کریم ﷺ اپنے خطوط قیصر و کسری اور مقوقس وغیرہ کو ان ہی کی زبانوں میں لکھوائے تو یہ دلیل صحیح مانی جاسکتی تھی کہ عجم کو عجمی زبان میں پہنچانا زیادہ مفید ہے) (کتاب مذکور ص ۸۱ تا ۸۴)۔

مفتی صاحبؒ نے اپنے دوسرے رسالہ" صیانۃ القرآن عن تغیر الرسم واللسان" میں مسئلہ کے مالہ و ماعلیہ کی وضاحت کے بعد تنبیہات بھی رقم فرمائی ہیں، جو کہ یہ ہیں:

"تنبیہ: رسالہ نصوص جلیہ اور فضائل القرآن ابن کثیر اور امام زرکشی سے جو عبارات و نصوص نقل کی گئی ہیں ان سے جس طرح عربی کے سوا کسی اور زبان میں قرآن کریم کی کتابت کا حرام ہونا باجماع امت ثابت ہوا، اسی طرح اس کی حرمت و مخالفت بھی ثابت ہوگئی کہ زبان تو عربی ہی رہے، لیکن رسمِ خط انگریزی یا گجراتی یا بنگلہ یا ہندی، ناگری وغیرہ کر دیا جائے، جیسا کہ اس فتنہ زاز زمانہ میں اس کا بھی شیوع ہے، کہیں انگریزی رسم خط میں قرآن کریم کی طباعت کی تجویز ہے، کہیں ہندی اور گجراتی میں، جو باجماع امت ناجائز ہے، خصوصاً انگریزی اور ہندی رسم خط میں تو کھلی ہوئی تحریف ہوگی کہ ان میں حرکات کو بشکل حروف لکھا جاتا ہے اور پھر اس پر مزید یہ ہے کہ اس کو خدمتِ اسلام سمجھ کر کیا جارہا ہے، اور اس کے لیے بہت سی مصالحِ دینیہ بیان کی جاتی ہیں جن کی تفصیل کا نہ یہ موقع ہے، نہ ضرورت، کیونکہ اول تو وہ مصالح بدون رسم خط بدلنے کے بھی حاصل ہوسکتی ہیں اور ساڑھے تیرہ سو برس سے برابر اسی طرح حاصل ہوتی آئی ہیں کہ ہر ملک و قوم کے لوگوں کو قرآن پڑھایا گیا اور انہوں نے بدون رسم خط تبدیل کرنے کے پڑھا اور اتنا پڑھا کہ شاید اب سارے مسلمان مل کر بھی نہ پڑھ سکیں، اور ایسا پڑھا کہ انہیں اہلِ عجم میں سے بہت سے لوگ قرآن کی قرأت و تجوید اور رسم خط کے امام مانے گئے، اور بالفرض اگر وہ مصالح تسلیم بھی کیے جائیں تو ان مصالح مزعومہ کی وجہ سے اجماعِ امت کا فیصلہ نہیں بدلا جاسکتا، اور حفاظتِ قرآن کی مصلحت پر کسی مصلحت کو ترجیح نہیں دی جاسکتی، یہی وجہ ہے کہ خود حضرت عثمان اور دوسرے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے ان مصالح کی

طرف نظر نہیں فرمائی، حالانکہ یہ مصالح اس وقت آج سے زیادہ قابل اہتمام نظر آتی تھیں، کیونکہ وہ زمانہ تعلیم السنہ کے شیوع کا نہ تھا، اب تو ایک ایک آدمی جو معمولی خواندہ کہلاتا، مختلف زبانیں سیکھتا اور جانتا ہے، اور یہ نہیں کہ اس وقت ان زبانوں میں کتابت کرانا ممکن نہ تھا، کیونکہ خود کاتب قرآن زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) مختلف زبانیں جانتے تھے، مگر اس کے باوجود کتابت قرآن میں خاص خاص ملکی مصالح کو نظر انداز کرکے صرف عربی زبان اور عربی رسم خط میں قرآن مجید کے نسخے لکھے اور تمام ممالک میں بھیجے۔'' **والی الله المشتکی مما عمت فیه البلویٰ من أیدی أصحاب الهویٰ و ایاه نسئل الهدیٰ والتقیٰ والله سبحانه وتعالیٰ اعلم''۔**

تنبیہ دوم: یہ سوال کوئی آج پیدا نہیں ہوا، ہندوستان میں مدت سے یہ رسم بد چل گئی ہے، ۱۳۳۲ھ میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کے سامنے ایک ایسے ہی اردو ترجمہ بلا عربی عبارت کی اشاعت کے متعلق لکھا گیا، تو حضرتؒ نے اس کی ممانعت و حرمت پر ایک نہایت مفصل و مدلل فتوی تحریر فرمایا تھا، جو'' حوادث الفتاوی حصہ دوم/ص ۱۵۶'' پر شائع ہو چکا ہے (جواہر الفقہ ۱/۱۱۱)۔

اسی قسم کے سوالات کے جوابات کے تحت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ لکھتے ہیں: 'عبارات منقولہ بالا سے معلوم ہوا کہ مصحف عثمانی کے رسم خط کی رعایت ومتابعت لازم وضروری ہے اور اس کے خلاف لکھنا اگر چہ وہ عربی رسم خط میں ہی کیوں نہ ہو، ناجائز اور حرام ہے اور اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، بلکہ علمائے امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں تو یہ اجماعی مسئلہ ہوا، پھر غیر عربی بنگلہ وغیرہ رسم خط میں لکھنا کیسے جائز ہوسکتا ہے، اس میں جواز کا کوئی احتمال ہی نہیں، لہذا صورت مسئولہ بالاجماع ناجائز ہے، بعض حروف عربی کے ساتھ مخصوص ہیں جیسے طاء، حاض، ظ، ذ، ز وغیرہ یہ حروف دوسری زبان میں استعمال ہی نہیں ہوتے، ان کے لئے ان زبانوں میں نہ صوت ہے، نہ شکل وصورت ہے تو لامحالہ ان کی جگہ دوسرے حروف لکھے جائیں گے جو کہ بنگلہ میں مستعمل ہیں اور یہ عمداً تحریف وتغییر ہے جو کہ حرام ہے، البتہ اگر متن قرآن کریم تو عربی اصل رسم خط میں ہو اور اس کا ترجمہ وتفسیر بنگلہ زبان میں تو شرعاً مضائقہ نہیں (فتاوی محمودیہ ۱/۴۶)۔

ایک دوسرے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: الفاظ قرآن کو عربی رسم الخط میں لکھنا ضروری ہے، ہندی یا کسی اور رسم الخط میں لکھنے کی اجازت نہیں، اتقان میں اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق نقل کیا ہے، ہندی رسم الخط میں عبارت مسخ ہوجائے گی، ''ح، ذ، ز، ض، ظ'' میں نمایاں فرق نہیں رہے گا، سب کی صورت یکساں ہوگی، اصل مخارج وصفات سے ادا نہ کیا جائے گا، استعلاء، اطباق، استطالت، سب کچھ ضائع کردیں گے، فقط واللہ تعالی اعلم (فتاوی محمودیہ ۱۲/۵۱)۔

حضرت مفتی نظام الدین اعظمیؒ مفتی دار العلوم دیوبند سے سوال کیا گیا:

''کسی شخص نے قرآن مجید کو ہندی رسم الخط میں اس طرح لکھا ہے کہ لکھنے اور پڑھنے میں عربی الفاظ وکلمات مسخ ہوجاتے ہیں، مثلاً قرآن عربی میں ''**بسم الله الرحمن الرحيم**''ہے، اس آیت کو ہندی رسم الخط میں یوں لکھا گیا ہے کہ اگر ہندی تحریر کو عربی میں لکھیں تو یوں آیت ہوگی ''بسم ل للہ رحمان ررحیماہ'' جو تحریراً بھی غلط اور قراءۃً بھی غلط ہے، اور عربی بسم اللہ میں لفظ ''اللہ'' کا ''الف'' اور ''الرحمٰن'' کا ''ال'' اور ''الرحیم'' کا ''ال'' کم ہے، اس طرح ہندی میں ''بسم اللہ'' کے پانچ حروف کم کئے گئے ہیں، اور ''الرحمٰن'' کی (ر) اور ''الرحیم'' کی (ر) ڈبل لکھی گئی ہیں، جس کے معنی یہ ہوئے کہ دو (ر) کی زیادتی اور اضافہ کیا گیا ہے، گویا ایک آیت مذکورہ میں سات غلطیاں ہیں، پورے قران مجید میں تو ہزاروں حروف کی کمی اور اضافہ ہے، اس طرح پورے قرآن مجید عربی میں ترمیم وتنسیخ کر کے قران کو مسخ کیا گیا ہے، اور اس کو ''ہندی قرآن'' نام دیا گیا ہے، کیا ایسی صورت میں اس ہندی قرآن کا لکھنا اور پڑھنا جائز ہے، یا کہ ناجائز؟ اور لکھنے والا ناسخ قرآن ہے کہ نہیں؟ اور یہ حرکت تمسخر قرآن میں داخل ہے کہ نہیں، اور لکھنے والے کو اور پڑھنے والے کو اور پڑھانے والے کو مومن اور مسلمان کہا جاسکتا ہے یا کہ نہیں، (نوٹ) اس کی تحسین وتعریف کرنے والے کو شرعاً کیا کہا جائے گا۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے اس کا جواب یوں لکھا:

قرآن کریم نام یعنی علم خاص اس کلام الٰہی کا جو عربی زبان میں بذریعہ جبرئیل علیہ السلام جناب رسول اللہ ﷺ پر منجانب خدا نازل کیا گیا ہے، اور تلاوت کیا گیا ہے، اور اس کے تمام کلمات وحروف زیر زبر، مدولین، جزم وتشدید وغیرہ سب ہی چیزیں متعین ومعلوم ہیں، اس کا رسم الکط بھی علاحدہ ومتعین ہے، ایک خاص انداز سے مکتوب ہے، اس کا نطق وتکلم بھی نرالی شان رکھتا ہے، ان تمام کیفیات وخصوصیات کے ساتھ لوح محفوظ میں موجود محفوظ ہے، اور اس کے تمام احکام الگ وممتاز ہیں، اس کو کسی شخص کا بغیر طہارت چھونا بھی جائز نہیں، چنانچہ ایک مقام پر ارشاد باری تعالی ہے:

''**الم تلک آیات الکتاب المبین، إنا أنزلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون**'' (سورۂ یوسف:۲)۔

اور ایک مقام پر اس طرح مذکور ہے: ''**إنه لقرآن كريم في كتاب مكنون، لا يمسه إلا المطهرون، تنزيل من رب العالمين**'' (سورۂ واقعہ:۷۷،۸۰)۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے: ''**بل هو قرآن مجيد في لوح محفوظ**'' (سورۂ بروج)۔

اور تفسیر روح المعانی (۱/۱۰) میں قرآن کریم کے بارے میں فرماتے ہیں: ''**والقرآن كلام الله المنزل بهذه المعنى، فهو كلمات غيبية مجردة عن المراد مترتبة في علم الله ازلا غير متعاقبة تحقيقا، بل**

تقديرا عند تلاوة على الألسنة من غير كونية الزمانية(الى قوله) ومن هنا قال الشمعون القرآن كلام الله غير مخلوق مكتوب فى المصاحف،محفوظ فى الصدور، مقروء بالألسنة مسموع بالأذن، غير حال فى شرمنها وهو فى جميع هذه المراتب قرآن حقيقة شرعية، معلوم من الدين بالضرورة، وهكذا فى غاية تفسير المحققين"۔

ان آیات کریمہ وعبارات سے نیز دوسرے محققین کے کلام وروایات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب چیزیں (قرآن پاک کے کلمات وحروف زیر وزبر وغیرہ) امور توقیفی ہیں، ان میں ایک زبر وزیر، بلکہ ایک نقطہ کی بھی کمی و بیشی جائز نہیں۔اوران قرآتوں کے علاوہ جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں کسی نوع کا تغیر وتبدل جائز نہیں ہے،اگرچہ عربی زبان اور عربی عبارت باقی کیوں نہ رہے، پھرایسی تبدیلی وتغیر جس میں عربی زبان یا عربی رسم الخط وغیرہ تک متغیر ومتبدل ہوجائے، کب اور کیوں کر درست ومباح ہوسکتا ہے۔

"**ففى الإتقان للسيوطیؒ لم يجوز احد من الأئمة الأربعة كتابة القرآن بغير العربية**"،پس سوال میں جوخرابیاں لکھی ہوئی ہیں ان کے ساتھ تولکھنا یا پڑھنا اس کوقرآن کریم کہنا کسی طرح درست نہیں ہے سخت گناہ اور قطعی حرام ہےاور بڑی خطرناک قسم کی جرأت ہے،اگر دیدہ دانستہ کوئی شخص اس طرح لکھے یا پڑھےتو اس کے محرف قرآن وناسخ قرآن کریم ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے،اسی طرح اس کو جائز سمجھنا یا اس کی رعایت کرنا بھی شدید جرم اورحرام ہے،مذکورہ طریقہ پر ہندی یا انگریزی، بنگلہ، برمی یا چینی رسم الخط غرض کسی بھی دوسری زبان کے رسم الخط میں قرآن شریف کولکھنا،جس میں قرآنی رسم الخط وتلفظ وادا کی خصوصیات محفوظ نہ رہیں،اور پھراس کواس زبان کی طرف منسوب کرکے ہندی قرآن یا انگریزی قرآن یا بنگلہ یا برمی یا چینی قرآن کہنا قرآن کریم وکلام الٰہی کی توہین وتحقیر ہے،اورتحریف کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے، مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس قسم کی خرابیوں کی روک تھام کریں اوراس کی اصلاح کرنے کی ہر مناسب تدبیر اختیار کریں اور پوری کوشش کریں۔

"ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ جولوگ عربی رسم الخط سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ناظرہ بھی نہ پڑھ سکتے ہوں اور تلاوت کلام الٰہی کرنا چاہتے ہوں، ان کی تعلیم وتلقین کے لئے مصحف پاک کی ترتیب کے مطابق داہنی طرف سے کتابت شروع کی جائے اور پہلے قرآن کریم سرحوض وسرصفحہ نمایاں کرکے اس طرح لکھا جائے کہ اس کا اصل ہونا اوراس کی عظمت اوراس کا پورا ادب واحترام محفوظ وملحوظ رہے اوراس کے نیچے تابع بنا کر کسی بھی زبان کے رسم الخط میں اتنی ہی عبارت قرآن کریم کی اس

طرح پر لکھی جائے کہ قرآن مجید کے تمام خصوصی حروف مثلاً: س، ث، اور ز، ذ، ظ، ض اور ہمزہ، ع وغیرہ اور اس کے تمام فروق وامتیازات، نیز تمام خصوصیات کتابت واداء وغیرہ مثلاً: حروف زوائد (الف لام) اور مد وجزم، تشدید واسکان وغیرہ کی پوری پوری رعایت موجود وملحوظ رہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ صورت اس وقت ممکن ہوگی جب پہلے ان تمام خصوصیات کے لئے جامع ومانع اصطلاحات وضع کرکے اس زبان کو مکمل کرلیا جائے، پھر لکھا جائے، ورنہ بغیر اس کے کوئی صورت جواز واباحت کی نہ ہوگی اور ان باتوں کے باوجود ایک بات اور پھر بھی ضروری اور لازمی رہے گی کہ اس عبارت کو قرآن کریم کا نام یا ہندی رسم الخط میں قرآن کا نام یا انگریزی یا بنگلہ وغیرہ کسی بھی رسم الخط میں قرآن کا نام ہرگز نہ دیا جائے، بلکہ اصل قرآن کریم سے امتیاز اور تعارف کی غرض سے اور خلط وتلبیس وتحریف سے حفاظت کی غرض سے سرخی میں فقط یہ لکھا اور کہا جائے کہ مثلاً: ہندی رسم الخط میں یا انگیزی میں بنگلہ وغیرہ میں قرآن کریم کی تعلیم کا ذریعہ یا مثلا: ہندی رسم الخط میں یا فلاں رسم الخط میں قرآن کریم کا تعارف، صرف قرآن کریم کا اس کو ہرگز نام نہ دیا جائے، اگر ذرا بھی کسی عمل میں یا فعل سے قرآن کریم سے التباس ہوگا تو پھر اباحت وجواز کی کوئی صورت نہ رہے گی، ان تمام بندشوں اور احتیاطوں کے ساتھ اس زیر متن عبارت کی حیثیت وہی ہوجائے گی جو قرآن کریم کے ترجمہ اور تفسیر کی ہوتی ہے، جو عربی زبان یا غیر عربی زبان میں متن قرآن کریم کے ساتھ تابع بن کر لکھ دی جاتی ہیں اور اس کو قرآن کا نام نہ دیتے ہوئے صرف ترجمہ قرآن یا تفسیر قرآن کریم کے نام سے موسوم کرتے ہیں'' (منتخبات نظام الفتاوی ۱/۴۱۴)۔

لیکن احقر کے علم میں نہیں کہ کسی زبان میں ایسی جامع ومانع اصطلاحات وضع کرلی گئی ہیں یا وضع کرنا ممکن ہے جن میں عربی الفاظ وحروف، صفات اور مصحف عثمانی کے مطابق رسم الخط کو لکھا اور ادا کیا جاسکے، اگر حضرت مفتی صاحب کی ذکر کردہ قیود وشرائط جن کی دار العلوم دیوبند کے دو دیگر مفتیان کرام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب اور حضرت مولانا مفتی سید احمد علی سعید صاحبؒ نے بھی تائید وتوثیق کی ہے، کی پوری پوری رعایت ہوجائے تو غیر عربی رسم الخط میں قرآن لکھنے کی کسی درجے میں گنجائش نکل سکتی ہے۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

نابینا افراد کی ضرورت کے لئے بریل کوڈ میں قرآن مجید تیار کرنے کی گنجائش ہے، لیکن اسے مستحسن کہنے میں احقر کو تامل ہے، چونکہ اس میں رسم خط عثمانی کی رعایت نہیں، اس لئے فی نفسہ تو یہ حرام وناجائز ہے، لیکن نابینا افراد کی ضرورت وحاجت کی بناپر ''الضرورات تبیح المحظورات'' کے قبیل سے اس کی گنجائش ہے۔

بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کو چھونے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے، بغیر وضو نہیں چھوا جاسکتا، جیسے تنہا ترجمہ قرآن کو بغیر وضو نہیں چھوا جاسکتا، بریل کوڈ والے قرآن کے آداب وہی ہیں جو اصل قرآن کے ہیں۔

موبائل پر قرآن مجید:

اگر اسکرین پر قرآن مجید موجود ہے، یعنی نظر آرہا ہے تو اس کو چھونے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے، موبائل کے ڈھانچے کو غلاف کے بجائے جلد اور دفتی مانا جائے گا جس کو قرآن سے الگ نہیں کیا جاسکتا، جیسے دفتی اور جلد الگ نہیں کی جاسکتی، جبکہ غلاف بالکل الگ چیز ہوتا ہے، جب پڑھتے ہیں تو بھی الگ کردیتے ہیں، جبکہ موبائل کا ڈھانچہ الگ نہیں کیا جاتا، اسی کے ساتھ مستقل لگا رہتا ہے، جیسے دفتی اور جلد لگی رہتی ہے، **"لایجوز لهما وللجنب والحدث مس المصحف إلا بغلاف متجاف عنه كالخريطة والجلد الغير المشرز لا بما هو متصل به"** (عالمگیری ۱/۳۸)۔

البتہ اگر اسکرین پر قرآن، موجود نہ ہو تو اسے بلا وضو چھوا جاسکتا ہے، حضرت تھانویؒ، فونوگرام کے سلسلہ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ان نقوش میں جب تک پڑھے جانے کی صلاحیت ثابت نہ ہو'' حروف مکتوبہ کے حکم'' میں نہیں، اس لئے ان کا مس کرنا محدث وجنب کو جائز ہے، جیسے دماغ میں ارتسام الفاظ قرآنیہ کا ہوتا ہے اور اس دماغ کا مس کرنا جائز ہے، البتہ اگر وہ پڑھے جانے لگیں تو اس وقت دلالت وضعیہ غیر لفظیہ کی وجہ سے ان کو حکم حروف مکتوبہ کا دیا جائے گا'' (امداد الفتاوی ۴/۲۴۵)۔

☆☆☆

قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت اور بریل کوڈ

ڈاکٹر مفتی شاہجہاں ندوی☆

تمہید: قرآن مجید اللہ تعالی کی آخری کتاب ہے جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی، یہ تمام انسانیت کے لئے ہدایت ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: "شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن هدى للناس" (بقرہ/۱۸۵) (رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن کو تمام لوگوں کے لئے ہدایت بنا کر اتارا گیا)۔

اور رسول اللہ ﷺ جن پر قرآن اترا، وہ پوری انسانیت کے نبی ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے: "وما أرسلناك إلا كافة للناس بشيرا ونذيرا، ولكن أكثر الناس لا يعلمون" (سبا:۲۸) (اور ہم نے تو تم کو سب لوگوں کے واسطے بس خوشخبری دینے والا اور آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے، لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جان رہے ہیں)، خود نبی کریم ﷺ نے اپنی نبوت ورسالت کے اس امتیازی پہلو کو واضح فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: "كان النبي بعث إلى قومه خاصة، وبعثت إلى الناس كافة" (صحیح بخاری حدیث نمبر:۴۳۸، صحیح مسلم حدیث نمبر ۵۲۱) (ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے اور مجھے تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے)۔

اور جب قرآن ساری انسانیت کے لئے ہدایت ہے، تو اس کی تعلیمات کو تمام انسانی گروہوں تک پہنچانے کی ایک ہی راہ ہے، اور وہ ہے ترجمہ، کیونکہ مختلف انسانی جماعتوں کی زبانیں الگ الگ ہیں، اگرچہ یہ صحیح ہے کہ قرآن مجید کی تعبیرات اور اس کے عربی الفاظ میں جو لطافت اور خوبیاں ہیں، وہ دوسری زبان میں منتقل نہیں ہوسکتی ہیں، لیکن قرآن مجید کے ترجمہ کا مقصد قرآنی تعلیمات کو پہنچانا ہے، نہ کہ اس کی معجزانہ شان اور اس کی فصاحت وبلاغت کو نمایاں کرنا اس لئے کہ معجزہ ہونا اصل قرآن مجید کی شان ہے، لہذا ترجمہ میں اگر وہ معجزاتی کیفیت پیدا نہ ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس مختصر کی تمہید کے بعد سوالات کے جوابات درج ہیں:

☆ عمید کلیۃ القرآن، جامعہ اسلامیہ، شانتاپورم، کیرالا۔

۱-بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت:

متن قرآن کے بغیر تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت ناجائز ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱-اس طرح کا ترجمہ ہی عربی نہ جاننے والوں کے لئے اصل قرآن کا درجہ حاصل کرلے گا، اور وہ اصل قرآن سے بے تعلق ہوجائیں گے، اور اصل قرآن سے دور ہونا سنگین نتائج کا حامل ہوگا، اور خدشہ ہے کہ اس طرح کا قرآن شائع کرنے والے وعید الٰہی کے حقدار بن جائیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: "**وقال الرسول یا رب إن قومي اتخذوا هذا القرآن مهجورا**" (فرقان: ۳۰) (اور رسول کہیں گے کہ اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو پس انداز کردہ چیز بنایا)، لہذا محض قرآنی تعلیمات پہنچانے کے لئے قرآن کی یہ ناقدری درست نہیں کہ لوگوں کو اصل قرآن سے دور کردیا جائے، چنانچہ "بیضاوی" اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "**وقال الرسول محمد یومئذأوفي الدنیا بثا إلی الله تعالی: یا رب إن قومي قریشا اتخذوا هذا القرآن مهجورا، بأن ترکوه وصدوا عنه**" (أنوار التنزیل وأسرار التاویل ۴/ ۱۲۳) (اور رسول کریم ﷺ اس وقت یعنی قیامت کے دن کہیں گے، یا آپ ﷺ نے دنیا میں اللہ تعالی سے شکوہ سنج ہوکر کہا کہ اے میرے پروردگار، میری قوم قریش نے اس قرآن کو پس انداز کردہ چیز بنالیا، اس طرح کہ اسے چھوڑ دیا اور اس سے اعراض کیا)۔

اور ابن کثیر لکھتے ہیں: "**وترک عمله وحفظه أیضا من هجرانه**" (تفسیر ابن کثیر ۶/ ۱۰۸، تحقیق: سلام طبع دوم دار طیبۃ ۱۴۲۰ھ-۱۹۹۹ء) (اور اس کے علم اور حفظ کو ترک کرنا بھی اسے پس انداز کردہ چیز بنانے میں داخل ہے)، میری رائے میں صرف ترجمہ پر اکتفا کرنا بھی قرآن سے بے تعلق ہونے کے مترادف ہے۔

۲- نبی کریم ﷺ نے روم کے شہنشاہ ہرقل کے نام جو خط لکھا تھا، اس میں قرآن کریم کی آیت: "**یأهل الکتاب تعالوا إلی کلمة سواء بیننا وبینکم ألا نعبد إلا الله ولا نشرک به شیئا، ولا یتخذ بعضنا بعضا أربابا من دون الله، فإن تولوا فقولوا اشهدوا بأنا مسلمون**" (آل عمران: ۶۴) (اے اہل کتاب اس چیز کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں مشترک ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور نہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں، اور نہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب ٹھہرائے، اگر وہ اس چیز سے اعراض کریں، تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلم ہیں) تحریر فرمائی تھے (دیکھئے: صحیح البخاری حدیث نمبر ۲۹۴۱، ۴۵۵۳، ۷۵۵۱، صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۷۷۳)۔

اور حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو جو خط لکھا تھا، اس میں درج ذیل آیات تھیں (دیکھئے: محمد حمید اللہ، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للعہد

النبوي والخلافة الراشدة،ص ۷۴-۷۷، بیروت، دارالارشاد ۱۹۷۹ء)۔

"**هو الله الذي لا إله إلا هو الملک القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار المتكبر، سبحان الله عما يشركون**" (حشر:۲۳) (وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ، یکسر پاک، سراپا سلامتی، امن بخش، معتمد، غالب، زورآور، صاحب کبریاء، اللہ پاک ہے ان چیزوں سے جن کو لوگ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں)۔

"**یأهل الکتاب لا تغلوا في دينكم، ولا تقولوا على الله إلا الحق، إنما المسيح عيسى بن مريم رسول الله وكلمته ألقاها إلى مريم**" (نساء:۱۷۱) (اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو، اور اللہ پر حق کے سوا کوئی اور بات نہ ڈالو، مسیح عیسی بن مریم تو بس اللہ کے ایک رسول اور اس کا ایک کلمہ ہیں، جس کو اس نے مریم کی طرف القا فرمایا)۔

اور بادشاہ مصر مقوقس کو جو خط لکھا تھا، اس میں یہ آیت درج کی تھی: "**قل یأهل الکتاب تعالوا إلى كلمة سواء بيننا وبينكم ألا نعبد إلا الله، ولا نشرک به شيئا، ولا يتخذ بعضنا بعضا أربابا من دون الله، فإن تولوا فقولوا اشهدوا بأنا مسلمون**" (آل عمران:۶۴) (اے اہل کتاب اس چیز کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں مشترک ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور نہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں، اور نہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب ٹھہرائے، اگر وہ اس چیز سے اعراض کریں، تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلم ہیں)۔

جبکہ ان آیات کی بے حرمتی کا اندیشہ تھا، اور اگر اس اندیشہ کی کوئی اہمیت ہوتی، تو آپ ﷺ ان کا ترجمہ لکھوا دیتے، اس لئے کہ ترجمہ کے ماہرین آپ ﷺ کے پاس موجود تھے، چنانچہ ابن سعد لکھتے ہیں: "**وأصبح كل رجل منهم يتكلم بلسان القوم الذين بعثه إليهم**" (ابن سعد الطبقات الکبری ۱/۱۹۸، ۲۰۲ طبع اول، بیروت العلمیہ ۱۴۱۰ھ، ۱۹۹۰) (اور ان سفراء میں سے ہر سفیر شخص اس قوم کی زبان بولنے لگا تھا، جس کی طرف اسے آپ ﷺ نے بھیجا تھا)۔

اس سے پتہ چلا کہ متن کے بغیر محض ترجمہ شائع کرنا درست نہیں ہے۔

۳-متن قرآن کے بغیر صرف ترجمہ شائع کرنے سے تحریف کا دروازہ کھل سکتا ہے، جس میں عام طور سے گذشتہ قومیں مبتلا ہوئیں، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**من الذين هادوا يحرفون الكلم عن مواضعه**" (نساء:۴۶) (یہود میں سے ایک گروہ الفاظ کو ان کے موقع وہ محل سے ہٹا دیتا ہے)، اور ایک جگہ ارشاد ہے: "**يحرفون الكلم من بعد

مواضعه"(مائدہ:۴۱) (وہ کلام کو اس کا موقع ومحل معین ہونے کے باوجود اس کے محل سے ہٹا دیتے ہیں)،اور یہ بات مخفی نہیں کہ عام طور سے اہل کتاب تحریف معنوی کے مرتکب ہوتے تھے، چنانچہ بیضاوی لکھتے ہیں:"أي يميلونه عن مواضعه التي وضعه الله فيها بإزالته عنها وإثبات غيره فيها، أويؤولونه على ما يشتهون فيميلونه عما أنزل الله فيه"(تفسیر البیضاوی ۲/۷۷) (یعنی وہ کلام کو اس کے محل سے ہٹا کر دوسرا کلام اس کی جگہ رکھ دیتے ہیں، یا اللہ تعالی کے نازل کردہ مفہوم سے ہٹا کر اپنی خواہش کے مطابق تاویل کرتے ہیں)۔

سو اگر متن قرآن کے بغیر صرف ترجمہ شائع کرنے کی اجازت دے دی جائے، تو ترجمانی کے نام پر اصل متن کی عدم موجودگی میں تحریف کے دروازے کھل جائیں گے۔

۴-متن قرآن کے بغیر صرف ترجمہ شائع کرنے سے اصل قرآن کا احترام دلوں سے رخصت ہو جائے گا، کیونکہ یہ ترجمہ اصل قرآن کے حکم میں نہیں ہے، چنانچہ اس ترجمہ کی تلاوت نہیں کی جاسکتی ہے، نہ اس کو قرآن کہا جاسکتا ہے، نہ محض ترجمہ کی عبارت سے احکام شرعیہ مستنبط کئے جاسکتے ہیں، نہ نماز میں اس کی قراءت جائز ہے، اور اس ترجمہ کو بغیر وضو کے چھونا بھی جائز ہے، چنانچہ سرخسی رقم طراز ہیں:

"وأصل هذه المسألة إذا قرأفي صلاته بالفارسية جاز عند أبي حنيفة رحمه الله ويكره، وعندهما لا تجوز، إذا كان يحسن العربية، وإذا كان لا يحسنها يجوز، وعند الشافعيؒ لا تجوز القراء ة بالفارسية بحال، ولكنه إن كان لا يحسن العربية، وهو أمي يصلي بغير قرائة......فالشافعيؒ يقول: إن الفارسية غير القرآن، قال الله تعالى:" إنا جعلناه قرآنا عربيا"(زخرف:۳)"وقال الله تعالى:ولو جعلناه قرآنا أعجميا لقالوا:لولا فصلت آياته أعجمي وعربي"(فصلت:۴۴)"فالواجب قراء ة القرآن، فلا يتأدى بغيره بالفارسية، والفارسية من كلام الناس، فتفسد الصلاة، وأبويوسف ومحمدرجمهما الله قالا:القرآن معجز، والإعجاز في النظم والمعنى، فإذا قدر عليهما، فلا يتأدى الواجب إلا بهما، وإذا عجز عن النظم أتى بما قدر عليه، كمن عجز عن الركوع والسجود يصلي بالإيماء، وأبوحنيفةؒ استدل بما روي أن الفرس كتبوا إلى سلمانؓ، أن يكتب لهم الفاتحة بالفارسية، فكانوا يقرء ون ذلک في الصلاة، حتى لانت ألسنتهم للعربيِة، ثم الواجب عليه قراء ة المعجز، والإعجاز في المعنى، فإن القرآن حجة على الناس كافة، وعجز الفرس عن الاتيان بمثله إنما يظهر بلسانهم، والقرآن كلام

الله تعالى غير مخلوق ولامحدث، واللغات كلها محدثة، فعرفنا أنه لا يجوز أن يقال: إنه قرآن بلسان مخصوص، كيف؟وقد قال الله تعالى: "وإنه لفي زبر الأولين"(شعراء:۱۹۶)**"وقد كان بلسانهم"**(المبسوط، كتاب الصلاة، باب افتتاح الصلاة ۱/۳۷)۔

(اوراس مسئلہ کی اصل یہ ہے کہ اگرنماز میں فارسی زبان میں قراءت کرے،تو یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے اورمکروہ ہے،اورصاحبین کے نزدیک جائزنہیں اگرعربی زبان کواچھی طرح ادا کرسکتا ہو،اوراگرعربی زبان پرقدرت نہ ہو،تو جائز ہے،اورامام شافعیؒ کے نزدیک کسی حال میں فارسی زبان میں قراءت جائزنہیں،لیکن اگرعربی زبان پرقدرت نہ ہو،اوروہ ناخواندہ ہوتو بغیرقراءت کے نماز پڑھ لے، چنانچہ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ فارسی ترجمہ قرآن نہیں ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:(ہم نے اس کوعربی قرآن بنا کراتارا ہے)،اوراللہ تعالی کا فرمان ہے:(اوراگرہم اس قرآن کوعجمی قرآن کی شکل میں اتارتے،تو یہ لوگ یہ اعتراض اٹھاتے کہ اس کی آیات کی وضاحت کیوں نہیں کی گئی،کلام عجمی اورمخاطب عربی)،لہذا فرض قرآن کا پڑھنا ہے،سوقرآن کے بغیر فارسی ترجمہ سے فرض ادا نہ ہوگا،اور فارسی لوگوں کے کلام سے ہے،لہذا نماز فاسد ہوجائے گی،اورابو یوسف اورمحمدؒ کہتے ہیں کہ قرآن معجزانہ شان رکھتا ہے اورمعجزانہ شان لفظ اورمعنی دونوں کے اندر ہے،سو جب دونوں پرقادرہو،توفرض دونوں کے بغیرادانہ ہوگا،اوراگرلفظ پرقادرنہ ہوتواس معنی ہی کوادا کرلےجس پرقادرہو،جیسے وہ شخص جورکوع اورسجدہ پرقادرنہ ہو وہ اشارہ سے ہی نماز پڑھ لے،اورامام ابوحنیفہؒ نے اس بات سے استدلال کیا ہے کہ ایرانیوں نے حضرت سلمان فارسیؓ کولکھا کہ وہ ان کے لئے سورہ فاتحہ فارسی زبان میں لکھ دیں، چنانچہ وہ لوگ نماز میں اس ترجمہ کو پڑھتے تھے، یہاں تک کہ ان کی زبان عربی زبان کے لئے نرم پڑگئی، پھراس کے ذمہ عاجز کردینے والےقرآن کا پڑھنا واجب ہے،اورمعجزانہ شان کاتعلق معنی سے ہے، کیونکہ قرآن تمام لوگوں پرحجت ہے،اورقرآن کےمثل لانے سے ایرانیوں کی بےبسی ان کی زبان میں ظاہرہوگی،اورقرآن اللہ تعالی کا کلام ہے جومخلوق اورنوایجادنہیں،اورساری زبانیں مخلوق ہیں،لہذاہم نے جانا کہ جائزنہیں کہ کہا جائے کہ کلام الہی مخصوص زبان میں قرآن ہے،اورایسا کیوں کرکہا جاسکتا ہے؟ جبکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے(اوروہ اگلوں کےصحیفوں میں بھی ہے)،اوران صحیفوں میں قرآن ان کی زبان میں تھا)۔

اورعلامہ مرغینانیؒ کی تحقیق کےمطابق امام صاحب نے صاحبین کےمسلک کی طرف رجوع کرلیا ہے،چنانچہ لکھتے ہیں:"**ويروى رجوعه في أصل المسألة إلى قولهما، وعليه الاعتماد**"(الہدایہ مع العنایہ ۱/۲۸۵)(اوراصل مسئلہ میں امام صاحب کاصاحبین کےقول کی طرف رجوع مروی ہے،اوراسی پراعتماد ہے)۔

اورعلامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:”**والقرآن معجز، والإعجاز من حيث اللفظ يزول بزوال النظم العربي، فلا يكون الفارسي قرآنا لا نعدام الإعجاز، ولهذا لم تحرم قراء ته على الجنب والحائض**“ (بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ ۱/۱۱۲) (اورقرآن معجزانہ شان کا حامل ہے،اورلفظ کے اعتبار سے معجزانہ پہلوعربی نظم کے زائل ہونے سے زائل ہوجائے گا،لہذا اعجاز کے معدوم ہونے کی وجہ سے فارسی ترجمہ قرآن نہیں ہوگا،اوراسی وجہ سے جنبی اور حیض والی عورت پر اس کا پڑھنا حرام نہیں ہے)۔

لیکن مرجوح قول کی بنیاد پر امام نسفیؒ نے قرآن کے معانی کے اگلوں کے صحیفوں میں ہونے سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ ”**القرآن قرآن إذا ترجم بغير العربية، فيكون دليلا على جواز قراء ة القرآن بالفارسية في الصلاة**“(مدارک التنزیل ۲/۵۸۲ طبع اول، بیروت، دارالکلم الطیب ۱۴۱۹ھ،۱۹۹۸ء)(قرآن اگر غیرعربی زبان میں ترجمہ کیاجائے،تو وہ قرآن باقی رہے گا،تو یہ امراس بات کی دلیل ہوگی کہ نماز کے اندر فارسی زبان میں قرآن کی قراءت جائز ہے)۔

اور یہ بات مخفی نہیں کہ آیت سے استدلال ناقص ہے،اس لئے کہ اگلوں کے صحیفے میں اس کا تذکرہ موجود ہے،نہ کہ بعینہٖ قرآن موجود ہے،خلاصہ یہ کہ امام شافعی اوردیگرعلماء کے نزدیک ترجمہ قرآن نہیں،اورمجبوری کی صورت میں تہلیل (لا الہ إلا اللہ) اورتسبیح (سبحان اللہ) سے کام چلائے گا، چنانچہ اس بات کی تصریح خودفقہاءِ شوافع نے بھی کی ہے،جیسا کہ امام نووی شافعیؒ رقم طراز ہیں:

”**مذهبنا أنه لا يجوز قراء ة القرآن بغير لسان العرب، سواء أمكنه العربية أو عجز عنها، وسواء كان في الصلاة أو في غيرها، فإن أتى بترجمته في صلاة بدلا عن القراء ة لم تصح صلاته، سواء أحسن القراء ة أم لا، هذا مذهبنا، وبه قال جماهير العلماء، منهم مالك وأحمد وداؤد**“(المجموع ۳/۳۷۹)(ہمارا مذہب یہ ہے کہ غیرعربی زبان میں قرآن کی قراءت جائز نہیں،خواہ اس کے لئے عربی زبان ممکن ہو، یا وہ اس پر قادر نہ ہو،اورخواہ نماز میں ہو یا نماز کے علاوہ میں ہو،سواگرنماز کے اندرقراءت کی جگہ قرآن کا ترجمہ پڑھے،تواس کی نماز صحیح نہیں خواہ قراءت پرقدرت ہو یا نہ ہو، یہ ہمارا مذہب ہےاوریہی جمہوراہل علم کا قول ہے،جن میں امام مالک،احمداورداؤدشامل ہیں)۔

اور یہ واضح ہے کہ جب بے وضوترجمہ پڑھنے کی عادت پڑ جائے گی،تواصل قرآن کی عظمت بھی دل سے آہستہ آہستہ ختم ہوجائے گی،اورترجمہ کو بے وضو پڑھنا اصل کو بے وضو پڑھنے کا ذریعہ بن جائے گا۔

۵-تاج الشریعہؒ نے لکھا ہے کہ ایرانیوں نے حضرت سلمان فارسیؓ سے فارسی زبان میں سورہ فاتحہ تحریر کرنے کی درخواست کی، تو آپ نے ان کے لئے لکھا "**بسم الله الرحمن الرحيم**" **بنام یزدان بخشاونده**...... (النہایہ ۱/۸۶)اس سے بھی پتا چلا کہ متن کے ساتھ ترجمہ ہونا چاہئے۔

۶-متن قرآن کے بغیر صرف ترجمہ شائع کرنے سے اصل اور ترجمہ کا فرق ذہنوں سے کافور ہو جائے گا، اور ترجمہ قرآن اصل قرآن کا درجہ حاصل کرلے گا، اور گذشتہ قوموں کی طرح مسلمانوں کی بھی اصل قرآن سے توجہ ہٹ جائیگی۔

۷-اگر متن قرآن کے بغیر ترجمہ قرآن کی اشاعت کی گئی، تو انگریزی قرآن، اردو قرآن اور مختلف زبانوں کے قرآن کے وجود میں آنے کی وجہ سے مسلمانوں کی وحدت پارہ پارہ ہو جائیگی، اور نتیجتاً ان کی ہوا اکھڑ جائے گی، جبکہ قرآن کریم وہ آخری مرجع اور پناہ گاہ ہے، جس کی پناہ لی جاتی ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: "**واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا**" (آل عمران: ۱۰۳) (اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑو اور پراگندہ نہ ہو)۔

اور حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**أنا تارک فيكم ثقلين: أولهما كتاب الله، فيه الهدى والنور، فخذوا بكتاب الله و استمسكوا به**" (صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۴۰۸) (میں تمہارے اندر دو بھاری بھرکم چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں، پہلی چیز قرآن پاک ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، سو کتاب اللہ پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو)۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ قرآن کریم وہ آخری میزان ہے جس پر ہر چیز پرکھی جائے گی، اور یہ متن کے بغیر تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت کی صورت میں ممکن نہیں ہے، کیونکہ اصل قرآن کی طرف رجوع کا حکم ہے نہ کہ ترجمہ قرآن کی طرف۔

۸-حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**من قرأ حرفا من كتاب الله، فله حسنة، والحسنة بعشر أمثالها، لا أقول ألم حرف، ولكن ألف حرف، ولام حرف و ميم حرف**" (سنن ترمذی، حدیث نمبر ۲۹۱۰، اور اس کی سند صحیح ہے) (جو کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھے گا، تو اسے اس کے بدلہ ایک نیکی ملے گی، اور ہر نیکی دس گنی لکھی جائے گی، میں نہیں کہتا کہ الم حرف ہے، لیکن الف حرف ہے، لام حرف ہے اور میم حرف ہے)۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ اصل قرآن کے پڑھنے میں بڑا ثواب ہے، چنانچہ اگر متن قرآن کے بغیر تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت کی جائے، تو اصل قرآن کو پڑھ کر ثواب حاصل کرنے کی کوشش ہی ناپید ہو جائے گی، اور اس طرح اصل

قرآن سے توجہ ہٹ جائے گی، اور ترجمہ ہی اصل قرآن کا درجہ لے لے گا، جبکہ مؤمن کی اصل ذمہ داری اصل قرآن کو پڑھنا، حفظ کرنا، سمجھنا اور اس کے اندر تدبر کرنا ہے۔

۹- فقہاء نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے کہ متن قرآن کے بغیر تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت درست نہیں ہے، چنانچہ (الکافی) کے حوالہ سے ابن الہمام لکھتے ہیں: "**أراد أن يكتب مصحفا بها -أي بالفارسية تمنع، وإن فعل في آية أو آيتين لا، فإن كتب القرآن وتفسير كل حرف وترجمته جاز**" (فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ ۱/۲۸۶، نیز دیکھئے: ردالمحتار ۱/۴۸۶) (فارسی رسم الخط میں قرآن لکھنا چاہے، تو اس سے منع کیا جائے گا، اور اگر ایک دو آیت کے اندر ایسا کرے تو ممانعت نہیں، پھر اگر متن قرآن لکھے اور ہر جملہ کی تفسیر اور ترجمہ فارسی میں لکھے تو جائز ہے)۔

۱۰- عام طور سے غیر مسلم حضرات بھی مذہبی کتابوں کا احترام کرتے ہیں، اس لئے بے حرمتی کا اندیشہ بے بنیاد ہے، اصل ضرورت نفرت کی فضا کو ختم کرنے کی ہے، چنانچہ اگر غیر مسلم حضرات "**ختم الله على قلوبهم وعلى سمعهم وعلى أبصارهم غشاوة**" (بقرہ: ۷) (اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے، اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے) کے قبیل سے نہ ہوں، اور اپنی فطری صلاحیتوں کو ضائع نہ کیا ہو، تو ان حضرات کی طرف سے بے حرمتی کا اندیشہ موہوم ہے۔

اور چونکہ کفار فرعی احکام کے مخاطب نہیں ہیں، جیسا کہ کاسانی لکھتے ہیں: "**الكفار غير مخاطبين بشرائع هي عبادات عندنا**" (بدائع الصنائع ۱/۲۴۶) (کفار عبادت کے قسم کے شرعی احکام کے ہم احناف کے نزدیک مخاطب نہیں ہیں)۔

لہذا ان کے بے وضو قرآن کو چھونے میں بے حرمتی نہیں ہے، اس لئے کہ مشرک کے اندر اعتقادی نجاست ہے نہ کہ حسی وظاہری، اسی بنا پر ان کے مسجد میں آنے کو فقہاء حنفیہ بے حرمتی سے تعبیر نہیں کرتے ہیں، جیسا کہ عینی لکھتے ہیں کہ "**الكفار غير مخاطبين بفروع الشريعة: فلا بأس بدخولها**" (البنایۃ ۹/۲۰) (کفار شریعت کے فرعی احکام کے مخاطب نہیں، لہذا مسجد کے اندر غیر مسلم حیض والی خاتون کے آنے میں کوئی حرج نہیں)، اور جب غیر مسلم حائضہ خاتون کے مسجد میں داخل ہونے میں کوئی بے حرمتی نہیں ہے، تو بے وضو قرآن چھونے میں بھی بے حرمتی نہیں ہے، یہاں تک کہ ان لوگوں کے مسلک کے مطابق جو کفار کو فروعی احکام کا مخاطب قرار دیتے ہیں (ردالمحتار ۶/۳۹۱)۔

چونکہ وہ ادائیگی کے مکلّف نہیں ہیں، لہذا ان کے بے وضو چھونے میں بے حرمتی نہیں ہے، اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ فاطمہ بنت الخطاب نے حضرت عمرؓ سے کہا: "**إنک نجس على شرک، وإنه لا يمسه إلا الطاهر، فقام عم فاغتسل، ثم أعطته الصحيفة، وفيها طه، فقرأها**" (احمد بن حنبل، فضائل الصحابۃ ۱/۲۷۹، طبع اول، بیروت،

الرسالہ ۱۴۰۳ھ) (اپنے شرک کی بنا پر آپ نجس ہیں، اور اس صحیفہ کو پاک شخص ہی چھو سکتا ہے، چنانچہ حضرت عمر نے اٹھ کر غسل فرمایا حضرت فاطمہ نے ان کو صحیفہ دیا، جس میں سورہ طہ مرقوم تھی اور انہوں نے اسے پڑھا)۔

تو یہ یا تو ان کا اپنا فہم ہے کہ کافر حسی اعتبار سے بھی نجس ہوتے ہیں، یا جنابہ فاطمہ نے حضرت عمر سے غسل کے لئے اس لئے کہا تا کہ ان کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے، اور وہ صحیفہ کی بے حرمتی نہ کریں، اگر چہ حضرت عمر نے ان سے یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ صحیفہ کی بے حرمتی نہیں کریں گے، لیکن شدت غضب کو دیکھتے ہوئے حضرت فاطمہ نے مکمل اطمینان کر لینا چاہا ہو۔

۱۱-فریب دینا اسلام میں درست نہیں ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”**من غشنا فليس منا**“ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر ۱۰۲) (جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں)، سو غیر مسلموں کو محض ترجمہ دے کر یہ کہنا کہ یہ قرآن ہے، ایک طرح سے دھوکہ ہے، اس لئے کہ ترجمہ قرآن نہیں، بلکہ اس کے معانی کی ترجمانی ہے۔

۱۲-مسلمانوں کا حال عجیب وغریب ہے، وہ شادی بیاہ اور دیگر تقریبات پر لاکھوں روپے صرف کر دیتے ہیں، لیکن اسلام کی دعوت اور تبلیغ کے نام پر خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں، اور مختصر راہ کی تلاش میں رہتے ہیں، جبکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ”**ويسألونک ماذا ينفقون، قل العفو**“ (بقرہ:۲۱۹) (اور وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ کتنا خرچ کریں، کہہ دو کہ جو ضروریات سے بچ رہے)، لہذا ان کو چاہئے کہ اسلام کی اشاعت صحیح طریقہ سے کریں، خواہ اس پر مصارف زیادہ آتے ہوں، کیونکہ اصل مقصد اللہ تعالی کی رضا کے لئے کام کرنا ہے، نہ کہ اپنی مرضی کے مطابق۔

۱۳-دنیاوی فوائد کے لئے لوگ مختلف زبانیں مختصر سی مدت میں سیکھ لیتے ہیں، تو ایک مسلم کو یہ کیسے زیب دیتا ہے کہ وہ اسلام کی رسمی اور سرکاری زبان عربی کو نہ سیکھے، تا کہ متن قرآن کو پڑھ سکے۔

ان دلائل کے پیش نظر بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت ناجائز ہے، اور اسے خریدنا، تقسیم کرنا اور ہدیہ کرنا سب ناجائز وحرام ہے۔

۲-غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

جس طرح قرآن کریم کے الفاظ ومعانی معجزانہ شان کے حامل ہیں، اسی طرح اس کا رسم الخط بھی معجزانہ شان کا حامل ہے، چنانچہ عثمانی رسم الخط جس میں قرآن کریم لکھا جاتا ہے، یہ وہ رسم الخط ہے جس میں رسول کریم ﷺ کے کاتبین نے آپ ﷺ کے حکم سے قرآن مجید لکھا ہے، اور سی رسم الخط کی پیروی حضرت ابو بکر اور حضرت عثمانؓ نے کی، اور اصحاب رسول اللہ ﷺ نے اسی پر اتفاق کیا، اور اسی رسم الخط پر عہد تابعین اور ائمہ مجتہدین کے دور میں امت کا اتفاق رہا، چنانچہ عثمانی رسم الخط توقیفی، یعنی اللہ تعالی کی طرف سے بتایا ہوا رسم ہے، لہذا دوسرے رسم الخط میں قرآن کریم لکھنا درست نہیں ہے، کیونکہ اس

سے اس کا اعجاز متاثر ہوگا، اور تحریف وتغییر کا دروازہ کھلے گا، اس لئے نہ یہ کہ عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں متن قرآنی کو باقی رکھتے ہوئے، کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن کولکھا جائے، اور دونوں کو ساتھ شائع کیا جائے، اور نہ یہ جائز ہے کہ غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن کی اشاعت کی جائے، چنانچہ ابن الہمام (الکافی) کے حوالہ سے لکھتے ہیں: "**أراد أن يكتب مصحفا بها أي بالفارسية يمنع**" (فتح القدیر ۱/۲۸۶) (فارسی رسم الخط میں مصحف لکھنا چاہے تو اس سے منع کیا جائے گا)۔

اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید کی تعبیرات اور اس کے عربی الفاظ میں جس طرح لطافت اور خوبیاں ہیں، اسی طرح ان کے تلفظ میں بھی آخری درجہ کی لطافت ہے، جس میں ہلکی سی تبدیلی معنی ومفہوم کو بدل کر رکھ دیتی ہے، چنانچہ ابن مازہ بخاری حنفیؒ لکھتے ہیں:

"**أراد أن يكتب المصحف بالفارسية منع من ذلک أشد المنع**" (المحیط البرہانی ۱/۳۰۸) (فارسی رسم الخط میں مصحف لکھنا چاہے تو اس سے سختی سے منع کیا جائے گا)۔

اور زرکشی (م: ۷۹۴ھ) لکھتے ہیں: "**قال أشهب سئل مالکؒ: هل تكتب المصحف على من أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال: لا، إلا على الكتبة الأولى، رواه أبوعمر والداني في (المقنع) ثم قال: ولا مخالف له من علماء الأمة...... وقال الإمام احمدؒ: تحرم مخالفة خط مصحف عثمان في ياء أو واو أو الف، و غير ذلک**" (البرہان فی علوم القرآن ۱/۳۷۹ طبع اول البابی، ۱۳۷۶ھ، ۱۹۵۷ء) (اشہب کہتے ہیں کہ امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ آپ اس طرز پر مصحف لکھیں گے جو لوگوں نے ایجاد کیا ہے، تو انہوں نے جواب دیا نہیں، مگر پہلے طرز پر، (مقنع) نامی کتاب میں ابوعمرو دانی نے اسے نقل کیا ہے، پھر لکھا ہے کہ علماء امت میں سے کوئی امام مالک کے مخالف نہیں، اور امام احمد کا قول ہے کہ (یاء) یا (واو) یا (الف) یا اس کے علاوہ دیگر حرف کی لکھائی کے سلسلہ میں مصحف عثمانی کے رسم الخط کی مخالفت حرام ہے)۔

اور عارف باللہ عبدالعزیز دباغؒ کا قول ہے: "**رسم القرآن سر من أسرار المشاهدة، وكمال الرفعة، وهو صادر من النبي ﷺ وليس للصحابة ولا لغيرهم فى رسم القرآن شعرة واحدة، وإنما هو توقيف من النبي ﷺ وهو الذي أمرهم أن يكتبوه على الهيئة المعروفة بزيادة الألف ونقصانها، ونحو ذلک، لأسرار لاتهتدي إليها العقول إلا بالفتح الرباني، وهو سر من الأسرار، خص الله به كتابه العزيز دون سائر الكتب السماوية، فكما أن نظم القرآن معجز، فرسمه معجز أيضا**" (ابواسحاق ابراہیم تونسی مالکی (م: ۱۳۴۹ھ، دلیل الحیران علی مورد الظمآن ص ۶۴، قاہرہ، دارالحدیث) (قرآن کریم کا رسم الخط مشاہدہ اور کمال رفعت کے رازوں

میں سے ایک راز ہے، اور یہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے صادر ہوا ہے، اور صحابہ اور دیگر افراد کا قرآنی رسم الخط کے سلسلہ میں بال برابر بھی دخل نہیں ہے، وہ تو بس نبی کریم ﷺ کی جانب سے واقف کرایا ہوا ہے، اور خود نبی کریم ﷺ نے الف کے اضافہ یا کمی وغیرہ کے ساتھ مشہور طرز پر لکھنے کا صحابہ کو حکم دیا، ایسے راز کی بنا پر جس تک فضل ربانی کے بغیر عقلوں کی رسائی نہیں ہوسکتی ہے، اور وہ ایسا راز ہے جس کے ساتھ اللہ تعالی نے دیگر آسمانی کتابوں کے درمیان اپنی کتاب عزیز کو خاص کیا ہے، تو جس طرح قرآن کا لفظ معجزانہ شان کا حامل ہے، سو اسی طرح اس کا رسم الخط بھی معجزانہ شان کا حامل ہے)۔

اور امام بیہقیؒ رقم طراز ہیں: "**من كتب مصحفا، فينبغي أن يحافظ على الهجاء التي كتبوا بها تلك المصاحف، ولا يخالفهم فيها، ولا يغير مما كتبوا شيئا، فإنهم كانوا أكثر علما، وأصدق قلبا ولسانا، وأعظم أمانة منا، فلا ينبغي لنا أن نظن بأنفسنا استدراكا عليهم، ولاتسقطا عليهم**" (شعب الإیمان ۲۱۹/۴ طبع اول ریاض، مکتبہ الرشد ۱۴۲۳ھ) (جو مصحف لکھے تو اسے چاہئے کہ اس طرز کی پابندی کرے، جس پر صحابہ نے مصاحف کو لکھا، اور اس سلسلہ میں ان کی مخالفت نہ کرے، اور ان کے لکھے ہوئے میں کچھ تبدیلی نہ کرے، کیونکہ ان کا علم زیادہ تھا، اور دل وزبان کے اعتبار سے زیادہ سچے تھے اور ہم سے زیادہ امانتدار تھے، تو ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ہم اپنے بارے میں ان کی غلطی کو درست کرنے اور ان کی لغزش ڈھونڈنے کا گمان کریں)۔

چنانچہ ہمارے اسلاف نے غیر عربی رسم الخط اور غیر رسم عثمانی میں متن قرآن لکھنے کی جو ممانعت کی ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- قرآن کریم نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں آپ کے سامنے لکھا گیا، اور جس طرز پر لکھا گیا، اسے آپ ﷺ نے برقرار رکھا، اب یہ ممکن نہیں کہ صحابہ کرامؓ اس طرز کتابت کی مخالفت کریں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اگر "الرحمٰن" کے الف کو ثابت رکھا، تو یہ محال ہے کہ صحابہ اس الف کو ساقط کردیں، اس لئے کہ اس سے قرآن کے اندر صحابہ کا خود سے کمی کرنا لازم آئے گا، اور ایسا ماننا باطل ہے۔

۲- قرآن کریم کے رسم الخط کا دستور اور ضابطہ خود آپ ﷺ نے مقرر کیا ہے، چنانچہ کاتبین وحی میں سے ایک حضرت معاویہؓ سے آپ ﷺ نے فرمایا: "**ألق الدواة، وحرف القلم، وانصب الباء، وفرق السين، ولا تعور الميم، وحسن الله، ومد الرحمن، وجود الرحيم**" (زرقانی، مناہل العرفان في علوم القرآن ۳۳۵/۱، طبع اول بیروت، دار المعرفۃ ۱۴۲۰ھ) (دوات جھکاؤ، قلم کو ٹیڑھا کرو، اور باء کو عمدہ انداز میں لکھو، سین کو ممتاز کرکے لکھو، میم کو مٹے ہوئے انداز میں نہ لکھو، اللہ کو عمدہ انداز میں لکھو، الرحمٰن کو پھیلا کر لکھو اور الرحیم کو صاف انداز میں لکھو)۔

۳-رسم عثمانی امت کے اندر تواتر کے ساتھ منقول ہوتا آرہا ہے، تو جس طرح الفاظ قرآن میں کسی طرح کا تصرف حرام ہے، اسی طرح رسم قرآن میں بھی تصرف ناجائز ہے۔

۴-جس رسم قرآنی کو نبی کریم ﷺ نے برقرار رکھا، اس کی پیروی واجب ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفرلكم ذنوبكم**" (آل عمران:۳۱) (کہہ دو، اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو، تو میری پیروی کرو، اللہ تم کو دوست رکھے گا، اور تمہارے گناہوں کو بخشے گا)۔

۵-رسم قرآنی خلفاء راشدین کا اختیار کردہ ہے، اور ان کے طریقہ پر چلنا واجب ہے، جیسا کہ عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**فإنه من يعش منكم فسيرى اختلافا كثيرا، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدي، عضوا عليها بالنواجذ**" (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۲، ۴۳، اور اس کی سند صحیح ہے) (تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلاف دیکھے گا، سو تم میری اور میرے بعد ہونے والے خلفاء راشدین کی سنت کو اختیار کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو)۔

۶-بارہ ہزار سے زیادہ صحابہ کرام مدینہ منورہ میں موجود تھے، اور انہوں نے رسم عثمانی پر اتفاق کیا، اور جس طریقہ پر صحابہ کا اتفاق ہو، اس کی مخالفت جائز نہیں، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**ومن يشاقق الرسول من عبد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ماتولى، ونصله جهنم وساء ت مصيرا**" (نساء:۱۱۵) (اور جو کوئی راہ ہدایت واضح ہو چکنے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا، اور مسلمانوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے گا تو ہم اس کو اسی راہ پر ڈالیں گے جس پر وہ پڑا، اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے، اور وہ برا ٹھکانا ہے)۔

۷-اگر رسم عثمانی توقیفی نہیں ہوتا، تو کیا وجہ ہے کہ سورہ حج میں "**سعوا**" (الحج:۵۱) الف کے ساتھ لکھوا گیا ہے، اور سورہ سبا میں (**سعو**) بغیر الف کے لکھا گیا؟ اس سے پتہ چلتا ہے کہ رسم قرآن میں کوئی راز مضمر ہے۔

۸-رسم قرآن کے تلفظ میں آخری درجہ کی لطافت ہے جس میں معمولی سی تبدیلی معنی ومقصود کو بدل کر رکھ دیتی ہے، لہذا غیر عربی رسم الخط میں قرآن لکھنا درست نہیں ہے۔

۹-یہ بڑی بے غیرتی کی بات ہے کہ ایک آدمی دنیا کی کسی زبان کو مادی فوائد کے لئے چند مہینوں میں سیکھ لے، لیکن اللہ تعالی کی آخری کتاب کی زبان سیکھنے کا اہتمام نہ کرے، اور مختلف بہانوں سے اسے ہندی اور انگریزی رسم الخط میں پڑھنے کی کوشش کرے۔

۱۰- عثمانی رسم الخط میں لکھنے سے ہر قاری کو احساس ہوتا ہے کہ وہ قرآن اسی طرح پڑھ رہا ہے، جس طرح محمد ﷺ نے اپنے صحابہ کو پڑھ کر سنایا، چنانچہ رسم عثمانی کو بدلنے سے کتاب الٰہی کی حفاظت کا یہ اعلیٰ درجہ کا تصور پیدا نہیں ہوسکتا ہے۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

قرآن کریم کا سیکھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اس کے بغیر نماز صحیح ہوتی ہے، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیمات کا علم ہوسکتا ہے،

اگرچہ نابینا افراد بینا اشخاص کے ذریعہ قرآن سیکھ سکتے ہیں، حفظ کرسکتے ہیں اور بھولنے کی صورت میں ان کی طرف مراجعت کرسکتے ہیں، لیکن اس عمل میں نابینا افراد کے لئے مشقت ہے، لہذا ان کی حاجت کے پیش نظر بریل کوڈ کے عربی رسم الخط اور رسم عثمانی نہ ہونے کے باوجود بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست اور مستحسن ہے، فقہی ضابطہ ہے: "**الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة كانت أو خاصة**" (ابن نجیم، الأشباہ والنظائر ص ۸۷، سیوطی الأشباہ ص ۸۸) (حاجت وضرورت کا درجہ لے لیتی ہے خواہ عام ہو یا خاص)۔

اور اس قاعدہ کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ "**رخص النبي ﷺ الزبير وعبد الرحمن في لبس الحرير لحكة بهما**" (صحیح البخاری حدیث نمبر ۲۹۲۱، ۲۹۲۲، ۵۸۳۹) (نبی کریم ﷺ نے حضرت زبیر بن العوام اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی)۔

اور بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کا حکم اصل قرآن کی طرح ہے، کیونکہ وہ نابینا افراد کے ساتھ خاص حروف میں لکھے گئے ہیں، اور ایک نابینا یہی سمجھتا ہے کہ وہ مصحف لئے ہوئے ہے، اور مصحف میں پڑھ رہا ہے، نیز اسے بریل کوڈ میں لکھا ہوا قرآن ہی سمجھا جاتا ہے، لہذا اس کو چھونے کے لئے باوجود ہونا ضروری ہے، چنانچہ علامہ سمرقندی لکھتے ہیں: "**ولا يباح له-أي المحدث-مس المصحف إلا بغلافه**" (تحفة الفقہاء ۱/۳۱) (بے وضو کے لئے بغیر غلاف کے مصحف چھونا مباح نہیں ہے)۔

اور ابن مازہ حنفی لکھتے ہیں: "**المحدث لا يمس المصحف ولا الدرهم الذي كتب عليه القرآن**" (المحیط البرہانی ۱/۷۷) (بے وضو شخص مصحف اور اس درہم کو نہ چھوئے جس پر قرآن لکھا گیا ہو) اور سیوطی شافعیؒ رقم طراز ہیں: "**مذهبنا ومذهب جمهور العلماء: تحريم مس المصحف للمحدث، سواء كان أصغر أم أكبر، لقوله تعالى: "لا يمسه إلا المطهرون" (واقعه: ۷۹) وحديث الترمذى وغيره: لا يمس القرآن إلا طاهر**" (الاتقان فی علوم

القرآن ۴/ ۱۹۰، الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب ۱۳۹۴ھ، اور حدیث کے لئے دیکھئے: سنن الدارمی حدیث نمبر ۲۳۱۲، سنن الدارقطنی حدیث نمبر ۴۳۷، اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے) (ہمارا اور جمہور اہل علم کا مسلک یہ ہے کہ بے وضو کا مصحف چھونا حرام ہے، خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، اس لئے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: اس کو صرف پاکیزہ ہی ہاتھ لگاتے ہیں، اور ترمذی وغیرہ کی حدیث ہے کہ قرآن کو باوضو شخص ہی چھوئے)۔

۱- بریل کوڈ میں قرآن کریم تیار کرنے والا مسلم ہو، اس لئے کہ وہ اللہ کی کتاب تیار کر رہا ہے، اور اللہ کی کتاب کی تعظیم حقیقتا ایک مسلمان ہی کرسکتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**ومن يعظم شعائر الله، فإنها من تقوى القلوب**" (حج: ۳۲) (اور جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے، تو یاد رکھے کہ یہ چیز دل کے تقوی سے تعلق رکھنے والی ہے)۔

۲- بریل کوڈ میں قرآن کریم تیار کرنے والا باوضو ہو، اس لئے کہ مصحف کے احترام کا تقاضا ہے کہ تیار کرنے والا طہارت پر ہو، امام نووی لکھتے ہیں: "**أجمع المسلمون على وجوب صيانة المصحف واحترامه**" (التبیان فی آداب حملۃ القرآن ص ۱۹۰، طبع سوم، بیروت، دار ابن حزم ۱۴۱۴ھ) (مصحف کی حفاظت اور احترام کیو جوب پر مسلمانوں کا اتفاق ہے)۔

۳- بریل کوڈ میں قرآن مجید اس طرح تیار کیا جائے کہ نابینا افراد کو دشوار نہ ہو، قرطبی لکھتے ہیں: "**روي عن عمر بن الخطابؓ أنه رأى مصحفا صغيرا في يد رجل، فقال: من كتبه؟ قال: أنا فضربه بالدرة، وقال: عظموا القرآن**" (الجامع لأحکام القرآن ۱/ ۲۹) (حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کے ہاتھ میں چھوٹا سا مصحف دیکھا، تو پوچھا اسے کس نے لکھا ہے؟ تو اس شخص نے جواب دیا میں نے، اس پر آپ نے اسے کوڑے لگایا، اور فرمایا کہ قرآن کی تعظیم کرو)۔

۴- بریل کوڈ میں قرآن پاک اس طرح تیار کیا جائے کہ اس میں تفسیر یا شرح نہ لکھی جائے، تاکہ مصحف کا دوسری چیز سے خلط ملط نہ ہو، قرطبی لکھتے ہیں: "**ومن حرمته ألا يخلط فيه ما ليس منه**" (تفسیر القرطبی ۱/ ۳۰) (اور اس کی حرمت کا تقاضا ہے کہ اسمیں کسی دوسری چیز کو خلط ملط نہ کیا جائے)۔

۵- بریل کوڈ میں قرآن شریف اس طرح تیار کیا جائے کہ اس میں کسی طرح کی تحریف وتغییر کی گنجائش نہ رہے، امام نوویؒ لکھتے ہیں: "**أجمع المسلمون على وجوب تعظيم القرآن العزيز على الإطلاق وتنزيهه وصيانته**" (التبیان ص ۱۶۴) (مطلقا قرآن مجید کی تعظیم اور دوسری چیز سے دور رکھنے اور اس کے تحفظ کے وجوب پر مسلمانوں کا اتفاق ہے)۔

موبائل پر قرآن مجید:

جس موبائل میں قرآن مجید کے متن اور اس کی تلاوت محفوظ کردہ ہو، وہ مصحف کے حکم میں نہیں ہے، اس لئے کہ اس کے اندر قرآن مجید کوڈ بل نظام کے مطابق محفوظ کیا گیا ہے، جو ہر حرف کو متعین رمز دیتا ہے، اور رمز ۸ / خانوں والا ہوتا ہے، جیسا کہ ماہرین کہتے ہیں۔

اور اگر موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید موجود ہو، تو بھی موبائل کو ہاتھ میں لینے کے لئے باوضو ہونا ضروری نہیں ہے، کیونکہ موبائل کا ڈھانچہ غلاف کے درجہ میں ہے، علامہ زیلعیؒ لکھتے ہیں: "**وغلافه ما يكون منفصلا عنه، دون ما يكون متصلا به في الصحيح، وقيل: لا يكره مس الجلد المتصل به**" (تبیین الحقائق ۱/ ۵۷) (اور اس کا غلاف وہ ہے جو اس سے علاحدہ ہو، اور صحیح قول کے مطابق اس چیز کا غلاف میں شمار نہیں جو مصحف سے متصل ہو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مصحف سے متصل جلد کا چھونا مکروہ نہیں ہے)۔

اور موبائل کا ڈھانچہ اسکرین سے علاحدہ شئ ہے، اور ہندیہ میں ہے: "**حرمة مس المصحف، لا يجوز لهما، وللجنب والمحدث مس المصحف إلا بغلاف متجاف عنه كالخريطة والجلد الغير المشرز، لا بما هو متصل به، هو الصحيح: هكذا في الهداية، وعليه الفتوى كذا في الجوهرة**" (عالمگیری ۱/ ۳۸-۳۹) (اور ان احکام میں سے مصحف کے چھونے کی حرمت ہے، (چنانچہ) حیض ونفاس والی عورت اور جنبی اور بے وضو کے لئے مصحف کا چھونا جائز نہیں ہے، مگر اس سے الگ غلاف کے ذریعہ، جیسے مصحف چمڑے وغیرہ کے تھیلے میں ہو، اور جیسے وہ چمڑا جو سلا ہوا نہ ہو، اور اس چیز کے ذریعہ چھونا درست نہیں جو مصحف سے متصل ہو، یہی صحیح ہے، ایسا ہی "ہدایہ" میں ہے، اور اسی پر فتوی ہے، ایسا ہی "الجوہرة النیرہ" نامی کتاب میں ہے)۔

البتہ جب قرآن مجید کے الفاظ وکلمات اسکرین پر موجود ہوں، تو اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے، کاسانیؒ لکھتے ہیں: "**ولا مس الدراهم التي عليها القرآن؛ لأن حرمة المصحف كحرمة ما كتب منه، فيستوي فيه الكتابة في المصحف، وعلى الدراهم، ولا مس كتاب التفسير؛ لأنه يصير بمسه ما سا للقرآن**" (البدائع ۱/ ۳۳) (جائز نہیں ان درہموں کو چھونا جن پر قرآن لکھا ہو، اس لئے کہ مصحف کی حرمت مصحف سے لکھی ہوئی آیت کی حرمت کی طرح ہے، تو اس حکم کے سلسلہ میں مصحف اور درہموں پر لکھی ہوئی آیت برابر ہے، اور تفسیر کی کتاب کا چھونا بھی درست نہیں، اس لئے کہ اس کو چھونے کی بنا پر قرآن کو چھونے والا ہو جائے گا)۔

اور زیلعیؒ لکھتے ہیں: "ويكره مس الدرهم واللوح إذا كان فيهما كتابة شئ من القرآن" (تبیین الحقائق ۱/ ۵۷) (اور درہم اور تختی کو چھونا مکروہ ہے، اگر ان کے اندر قرآن کا کوئی حصہ لکھا ہوا ہو)۔

اور عالمگیری میں ہے: "ولا يجوز مس شي مكتوب فيه شي من القرآن، في لوح أو دراهم أو غيره ذلك، إذا كان آية تامة......ويكره لهم مس كتب التفسير" (ہندیہ ۱/ ۳۸) (جس چیز میں قرآن کا کوئی حصہ لکھا ہو جیسے تختی یا درہم وغیرہ پر قرآن کا کچھ حصہ لکھا ہو، اس کا چھونا جائز نہیں، جبکہ مکمل ایک آیت ہو......اور بے وضو وغیرہ کے لئے تفسیر کی کتابوں کا چھونا بھی مکروہ ہے)۔

اسی طرح اس حالت میں یعنی جبکہ قرآن کے الفاظ اسکرین پر ہوں، بیت الخلاء اور غسل خانہ وغیرہ میں جانا ناجزء ہوگا، اس لئے کہ اس میں ایک طرح کی بے حرمتی ہے، امام نووی لکھتے ہیں: "أجمع المسلمون على وجوب صيانة المصحف واحترامه" (التبیان/ ص ۱۹۰) (مصحف کی حفاظت اور احترام پر مسلمانوں کا اتفاق ہے)۔

یہ اگرچہ مصحف نہیں ہے کہ موبائل کے اندر قرآن کے حروف نہیں ہیں، بلکہ قرآن کو دوہرے نظام کے مطابق محفوظ کیا گیا ہے، لیکن اسکرین پر کلمات کے ظاہر ہونے کی حالت میں وہ مشابہ مصحف ہے، لہذا اس کا احترام بھی لازم ہے۔

☆☆☆

عربی متن کے بغیر ترجمہ قرآن کی اشاعت

مفتی محمد جعفر ملی رحمانی ☆

۱-بغیر متن کے ترجمۂ قرآن کی اشاعت

(الف): کسی زبان میں متن قرآن کے بغیر تنہا ترجمۂ قرآن کی اشاعت باجماعِ امت حرام اور باتفاقِ ائمہ اربعہ ممنوع ہے[۱]، عامۃ الناس خالی از قرآن سمجھ کر ہرگز اس کے مس کے لیے وضو کا اہتمام نہ کریں گے، تو ایسا ترجمہ شائع کرنا سبب ہوگا ایک امر غیر مشروع کا، اور غیر مشروع کا سبب غیر مشروع ہے، اور مثلاً اس کا احترام بھی زیادہ نہ کریں گے اور غیر قابلِ انتفاع ہوجانے کے وقت مثل دیگر معمولی کتب کے اوراق کے اس کے اوراق کا استعمال بھی کریں گے، تو اس سے یہ بھی ایک محذور لازم آوے گا، اور محذور کا سبب لامحالہ محذور ومحظور ہے (۲)۔

(ب): جب اشاعت ناجائز ہے تو اس کی خرید وفروخت، تقسیم اور ہدیہ وغیرہ سب بوجہ اعانت علی المعصیت ناجائز ہوگا (۳)۔

(ج): اشاعت تو درست نہیں، البتہ کسی نے شائع کردیا تو اس ترجمۂ قرآن کو بلا وضو چھونا خلافِ ادب واحترامِ مصحف ہوگا (۴)۔

مذکورہ موقف مدلل انداز کے دیکھنے کے لئے مندرجہ فقہی تصریحات اور فتاوی ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ما في "المحیط البرهاني": ولو کتب القرآن وکتب تفسیر کل حرف وترجمته تحته؛ روي عن الفقیه أبي حفص رحمه الله: لا بأس بهذا في دیارنا، لأن معان القرآن وفوائدها لا یضبطها العوام إلا بهذا، وإنما یکره هذا في دیارهم، لأن القرآن نزل بلغتنا (۱/۳۵۱، کتاب الصلاة، الفصل الرابع في کیفیتها، دار احیاء التراث العربي بیروت)۔

ما في "جواهر الفقه": "قرآن مجید کا صرف ترجمہ بغیر عربی الفاظ کے لکھنا اور لکھوانا اور شائع کرنا باجماع امت حرام اور باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع ہے" (۱/۹۷، صیانة القرآن عن تغییر الرسم واللسان)۔

☆ دارالافتاء جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندربار، مہاراشٹر۔

ما في " جواهر الفقه " : ''خدانخواستہ اگر یہ طریق مروج ہوگیا تو مثل تورات وانجیل احتمال قوی اصل قرآن مجید کے ضائع ہونے کا ہے اور حفاظت اصل قرآن مجید کی فرض ہے اور اس کا اخلال حرام ہے، اور فرض کا مقدمہ فرض، اور حرام کا مقدمہ حرام، اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ یہ احتمال بعید ہے، محققان دین ومبصران اسلام سے ایسے احتمالات کا اعتبار ثابت ہے، پھر خواہ بعید ہو یا قریب ہم پر بھی واجب ہے کہ اس کا لحاظ کریں، پس جیسا اس وقت عدم کتابت میں احتمال ضیاع کا تھا اسی طرح صرف ترجمہ کی کتابت میں اس کا احتمال ہے۔'' (۱/ ۱۱۳، نقل فتویٰ حضرت حکیم الامت مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ وقدس سرہٗ)

ما في " فتاوى محمودیه " : ''بغیر عربی کے محض اردو یا کسی بھی زبان میں قرآن شریف کو لکھنا چھاپنا منع ہے، اتقان میں اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل ہے۔''

(فتاویٰ محمودیہ: ۳/ ۵۱۰، باب ما یتعلق بالقرآن، ترجمۂ قرآن بغیر عربی عبارت کے، کراچی، امداد الفتاویٰ: ۴/ ۳۹ تا ۴۲، عدم جوازِ کتابت واشاعت ترجمۂ قرآن مجید مجرد از قرآن، امداد الاحکام: ۱/ ۲۳۲ تا ۲۳۹، قرآن مجید کی کتابت میں خط عثمانی کا واجب ہونا اور ترجمۂ قرآن کو علیحدہ چھاپنے کا حکم، امداد الفتاویٰ: ۴/ ۴۲، ۴۳، مشورہ در ترجمہ قرآن مجید بزبان ہندی، کفایت المفتی: ۱/ ۱۲۶، ۱۲۸، کتاب العقائد، خیر الفتاویٰ: ۱/ ۲۱۷ محض اردو ترجمہ چھاپنا جائز نہیں)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : وفي الكافي : إن اعتاد القرآن بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع ، فإن فعل آية أو آيتين لا ، فإن كتب القرآن وتفسير كل حرف وترجمته جاز .. الخ . (۱/۲۸۶، باب صفة الصلاة ، مصطفى البابى الحلبى مصر ، رد المحتار : ۱/۴۸۶ ، مطلب في بيان المتواتر والشاذ ، مكتبه سعيد كراچى ، مناهل العرفان : ۳۸/۲، دار احياء التراث العربى بيروت)

ما في " فتاوى محمودیه " : ''محض اردو میں قرآن پاک لکھنا اور چھاپنا اور فروخت کرنا اور خریدنا درست نہیں، اصل عربی کے ساتھ ترجمہ بھی ہو تو درست ہے'' (۳/۵۰۹، اردو میں قرآن پاک لکھنا)۔

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " الشامية " : بقاعد فقهية سداً للذرائع : " ما كان سبباً لمحظور فهو محظور " . (۲۲۳/۵، نعمانيه)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : " وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز " . (۹/۴۳۲)

ما في" بدائع الصنائع " : "كل ما أدى إلى الحرام حرام " . (۴۸۸/۶)

ما في " جمهـرة القــواعد الفقهية " : بقاعد فقهية : " الإعانة على المحظور محظور ". (۶۴۴/۲)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " :" إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ". (ص/۴۶)

(۳) ما في " جواهر الفقه " : ''اور جب کہ اس کا لکھنا اور شائع کرنا ناجائز ہوا تو اس کی خرید وفروخت بھی بوجہ اعانت معصیت

کے ناجائز ہوگی، اس لیے اس کا فروخت کرنے والا اور خریدنے والا بھی گناہ گار ہوگا، اور چھاپنے اور شائع کرنے والے کو بھی اپنے عمل کا گناہ ہوگا، اور جتنے مسلمان اس کی خرید وفروخت کی وجہ سے گناہگار ہوں گے وہ اس کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جاوے گا۔لقولہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا﴾۔" (۱/ ۹۷،صیانۃ القرآن عن تغییر الرسم واللسان)

ما في " فتاوى محموديه " : "محض اردو میں قرآن پاک لکھنا اور چھاپنا اور فروخت کرنا اور خریدنا درست نہیں۔" (فتاویٰ محمودیہ: ۳/ ۵۰۹، اردو میں قرآن پاک پڑھنا، کراچی، خیر الفتاویٰ: ۱/ ۲۱۸، جزئیہ نمبر ۵، ۶)۔

(۴) ما في " جواهر الفقه " : "حسب تصریح فقہاء اس ترجمہ کو بلا وضو مس کرنا جائز نہ ہوگا۔ كما في العالمگيرية : ولو كان القرآن مكتوبًا بالفارسية يكره لهم مسه عند أبي حنيفة ، وكذا عندهما على الصحيح ، هكذا في الخلاصة ۔ (۱/ ۲۴) وفيه أيضًا : إذا قرأ آية السجدة بالفارسية فعليه وعلى من سمعها السجدة فهم السامع أم لا إذا أخبر السامع أنه قرأ آية السجدة ۔ (۱/ ۸۵) وهذه الجزئية الثانية تؤيد الأولى حيث وجب سجدة التلاوة بقراءة القرآن بالفارسية، فعلم منه أن الترجمة بالفارسية لا تخرج القرآن عن كونه قرآنا حكما، فلا يجوز مسه للمحدث ۔اور یہ یقینی بات ہے کہ عامۃ الناس اس ترجمہ کو ایک کتاب خالی از قرآن سمجھ کر ہرگز اس کے مس کے لیے وضو کا انتظام نہ کریں گے" (۱/ ۱۱۳، ۱۱۴)۔

" ارشاداتِ گنگوهي " : "قرآن شریف مترجم کو بے وضو ہاتھ لگانا منع ہے۔" (ص/ ۲۰۲، بحوالہ ماہنامہ راہِ عافیت: ص/ ۴۰، محرم الحرام ۱۴۳۶ھ، شمارہ نمبر: ۹، جلد نمبر: ۹)، نیز دیکھئے: (خیر الفتاویٰ: ۱/ ۲۱۸ محض اردو ترجمہ چھاپنا الخ)۔

" كتاب الفتاوى " (مولانا خالد سیف اللہ رحمانی) (۱/ ۴۷۸، ترجمۂ قرآن پڑھنے کے لیے وضو ضروری ہے؟، نیز دیکھیے: جواب نمبر: ۴ ر کا حاشیہ نمبر: ۱)۔

۲- غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

(الف): قرآن کریم کو رسمِ عثمانی اجماعی توقیفی کے علاوہ کسی اور عجمی رسم الخط میں لکھنا بالاجماع ناجائز ہے، غیر عربی داں حضرات کو تلاوتِ قرآن میں سہولت کی خاطر انہیں عربی رسم الخط سکھایا جائے محض غیر عربی داں حضرات کی سہولت کے خاطر اجماعِ امت کا فیصلہ نہیں بدلا جاسکتا، نیز حفاظتِ قرآن کی مصلحت پر کسی اور مصلحت کو ترجیح نہیں دی جاسکتی (۱)، اور قرآن کریم چونکہ اُن مقدس الفاظ کا نام ہے جو کلامِ الٰہی کی حیثیت سے آں حضرت ﷺ پر نازل ہوئے۔ گویا قرآن کریم حقیقت میں وہ خاص عربی الفاظ ہیں جن کو قرآن کہا جاتا ہے (۲)۔

(ب): عربی رسم الخط اور رسمِ عثمانی میں متنِ قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن کو لکھنے کی اجازت نہیں ہوگی، کیونکہ غیر عربی رسم الخط میں لکھنے سے عبارت مصحف مسخ ہوجائے گی، مثلاً – ح، ذ، ز، ض، ظ – میں

نمایاں فرق نہیں رہے گا، سب کی صورت یکساں ہوگی، اصل مخارج وصفات سے ان کو ادا نہیں کیا جائے گا، استعلاء، اطباق، استطالت سب کچھ ضائع کردیں گے(۳)۔

(ج): غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن کی اشاعت درست نہیں ہے(۴)۔

مذکورہ موقف کی تائید مندرجہ ذیل فقہی عبارات سے ہوتی ہے:

(۱) ما في " فقه النوازل " : **الخلاصة** :"لا يجوز استعمال الرسم التعليمي إلا إذا كان لبعض الآيات ضمن كتب تعليمية " (۱۸/۲، وثيقة رقم : ۱ ، الموضوع ؛ حكم كتابة القرآن الكريم بالرسم التعليمي ، المصدر؛ مجمع البحوث الإسلامية بالقاهرة ، التاريخ ؛ شعبان ۱۳۸۸هـ)

وفيه أيضًا : **الخلاصة** :" يبقى رسم المصحف على الرسم العثماني ولا ينبغي تغييره ليوافق قواعد الإملاء الحديثة ، وذلک محافظة على كتاب الله من التحريف واتباعًا لما كان عليه أئمة السلف" (۱۹/۲، وثيقة رقم :۲، الموضوع؛ حكم كتابة القرآن الكريم بطريقة الإملاء العادية ، المصدر؛ هيئة كبار العلماء بالسعودية ، التاريخ ؛ شوال ۱۳۹۹هـ ، دار ابن الجوزي ، الدمام ، السعودية)

ما في " الإتقان في علوم القرآن للسيوطي " : وقال أشهب : سئل مالک : هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء ؟ فقال : لا، إلا على الكتبة الأولى ـ رواه الداني في المقنع ـ ثم قال : ولا مخالف له من علماء الأمة ، وقال في موضع آخر : سئل مالک عن الحروف في القرآن مثل الواو والألف : أترى أن يغير من المصحف إذ وجد فيه كذلک ؟ قال : لا ، قال أبو عمرو : يعني الواو والألف المزيديتين في الرسم المعدومتين في اللفظ نحو : (أولوا) ـ وقال الإمام أحمد : يحرم مخالفة مصحف الإمام في واو أو ياء أو ألف أو غير ذلک ـ وقال البيهقي في شعب الإيمان : من يكتب مصحفًا، فينبغي أن يحافظ على الهجاء الذي كتبوا به هذه المصاحف ، ولا يخالفهم فيه ، ولا يغير مما كتبوه شيئًا فإنهم كانوا أكثر علمًا ، وأصدق قلبًا ولسانًا ، وأعظم أمانةً ، فلا ينبغي أن نظنّ بأنفسنا استدراكًا عليهم "۔

(۳۲۹/۲ ، النوع السادس والسبعون في مرسوم الخط وآداب كتابته ، فصل ، قديمى كتب خانه كراچى ، كذا في مناهل العرفان : ۳۷۹/۱ ، أقوال العلماء في التزام الرسم العثماني ، مطبعة دار احياء الكتب العربية قاهرة مصر ، المقدمات الأساسية في علوم القرآن :ص/۱۵۲، ۱۵۳، المبحث الثالث : حكم المحافظة عينه في خطوط المصاحف ، ط : مؤسسة الريان بيروت ، عبد الله يوسف الجديع)(مزید تفصیل اور عربی عبارتوں کے لئے دیکھئے:ص/۲۵، جواهر الفقه : ۱۰۶/۱، الفرائد الحسان في بيان رسم القرآن :ص/۵۸، مناهل العرفان للزرقانى :ص/۳۷۰ ، دليل الحيران :ص/۴۰، المقنع في

معرفة مرسوم مصاحف الأمصار للداني :ص/۳۴ ، نثر المرجان في رسم نظم القرآن : ۱/۴۶۹ ، لطائف البيان في رسم القرآن :۲/۲۷ ، الجامع لما يحتاج إليه من رسم المصحف :ص/۵۲ ، بحواله فتاویٰ عثمانی : ۱/۲۸۱، ۲۱۹، كتاب التفسير وما يتعلق بالقرآن ، بعنوان: قرآن کریم کورسم عثمانی کے علاوہ کسی اور رسم الخط میں لکھنا)

" الموسوعة الفقهية الكويتية " (۱۲/۳۸، ۱۳، المقنع في معرفة مرسوم مصاحف أهل الأمصار للداني : ص/۹، ۱۰، البرهان في علوم القرآن للزركشي : ۱/۳۷۹ ، ط : دار المعرفة بيروت ، الإتقان في علوم القرآن للسيوطي :۲/۴۳۰ ، ۴۳۱، ط : دار الحديث، النوع السادس والسبعون في مرسوم الخط وآداب كتابته ، شرح منتهى الإرادات : ۱/۷۴، ط: دار الفكر)

" فتح الباري لإبن حجر " (۹/۳۰ ، باب أنزل القرآن على سبعة أحرف ، ط: دار المعرفة بيروت) (مقدمه شرح الدرة ص/۱۱۶، بحواله فضائل حفاظ القرآن :ص/۱۲۱۰ ، حصه دوم ، أبو عبد القادر محمد طاهر رحيمى مدنى ، ط: ادارۂ اسلاميات كراچى لاهور ، پاكستان ، قرآنى املاء اور رسم الخط :ص/۱۴، ۱۵، مكتبه صوت القرآن ديوبند، مؤلفه المقرى أبو الحسن أعظمى، امدادالاحکام:۱/۲۴۰،۲۴۱، خط ناگری میں قرآن مجید لکھنے کا حکم)۔

(وكذا في البحوث العلمية :۷/۳۸۸ ، كتابة المصحف حسب قواعد الإملاء ، هيئة كبار العلماء بالمملكة السعودية ، الناشر : رئاسة إدارة البحوث العلمية والإفتاء ، مجلة البحوث الإسلامية :۶/۲۱، القاعدة السادسة من قواعد رسم المصحف الخ ، المؤلف : الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد، أبحاث هيئة كبار العلماء :۷/۲۹۳، ثانيا نقول عن العلماء الخ ، المؤلف : هيئة كبار العلماء بالمملكة العربية السعودية ، فتاوى الأزهر :۷/۴۷۶ ، رسم المصحف ، إعداد : موقع وزارة الأوقاف المصرية ، فتاوى دار الإفتاء المصرية :۷/۴۷۶، رسم المصحف ، المؤلف : دار الإفتاء المصرية ، أرشيف المجلس العلمي من موقع الألوكة : حكم كتابة القرآن الكريم بغير العربية ۔ www.majles.alukah.net، حاشية الدسوقي على الشرح الكبير: ۱/۴۳۲، فصل في نواقض الوضوء، الفتاوى الكبرى الفقهية : ۱/۳۸ ، باب النجاسة ، المكتبة الإسلامية تركى ، آكام النفائس :ص/۵۳ ، في ضمن رسائل اللكنوي :۴/۳۸۵ ، إدارة القرآن كراچى،" مناهل العرفان في علوم القرآن " ۱/۳۶۹ ، رسم المصحف،" المحيط البرهاني " ۱/۳۵۱ ، كتاب الصلوة ، الفصل الرابع في كيفيتها ، ط : احياء التراث العربي ببيروت،" تاريخ القرآن الكريم " ۱/۱۱۹، المكتبة الشاملة ، الشيخ محمد طاهر الكردي، " التفسير الحديث " ۱/۱۳۰، رسم المصحف العثماني ، دار احياء الكتب العربية القاهرة ، دار الغرب الإسلامي دمشق)

" جواهر الفقه " :" رسالہ نصوص جلیہ اور فضائل القرآن ابن کثیر اور امام زرکشی سے جو عبارات ونصوص نقل کی گئی ہیں ان سے جس طرح عربی کے سوا کسی اور زبان میں قرآن کریم کی کتابت کا حرام ہونا باجماع امت ثابت ہوا، اسی طرح اس کی حرمت ومخالفت بھی ثابت

ہوگئی کہ زبان تو عربی ہی رہے، لیکن رسمِ خط انگریزی یا گجراتی یا بنگلہ یا ہندی، ناگری وغیرہ کردیا جائے، جیسا کہ اس فتنہ زا زمانہ میں اس کا بھی شیوع ہے، کہیں انگریزی رسم خط میں قرآن کریم کی طباعت کی تجویز ہے، کہیں ہندی اور گجراتی میں، جو باجماع امت ناجائز ہے، خصوصاً انگریزی اور ہندی رسم خط میں تو کھلی ہوئی تحریف ہوگی کہ ان میں حرکات کو بشکل حروف لکھا جاتا ہے اور پھر اس پر مزید یہ ہے کہ اس کو خدمتِ اسلام سمجھ کر کیا جارہا ہے، اور اس کے لیے بہت سی مصالحِ دینیہ بیان کی جاتی ہیں جن کی تفصیل کا نہ یہ موقع ہے، نہ ضرورت، کیونکہ اول تو وہ مصالح بدون رسم خط بدلنے کے بھی حاصل ہوسکتی ہیں اور ساڑھے تیرہ سو برس سے برابر اسی طرح حاصل ہوتی آئی ہیں کہ ہر ملک وقوم کے لوگوں کو قرآن پڑھایا گیا اور انہوں نے بدون رسم خط تبدیل کرنے کے پڑھا اور اتنا پڑھا کہ شاید اب سارے مسلمان مل کر بھی نہ پڑھ سکیں، اور ایسا پڑھا کہ انہیں اہلِ عجم میں سے بہت سے لوگ قرآن کی قرأت وتجوید اور رسم خط کے امام مانے گئے، اور بالفرض اگر وہ مصالح تسلیم بھی کیے جائیں تو ان مصالح مزعومہ کی وجہ سے اجماعِ امت کا فیصلہ نہیں بدلا جاسکتا، اور حفاظتِ قرآن کی مصلحت پر کسی مصلحت کو ترجیح نہیں دی جاسکتی، یہی وجہ ہے کہ خود حضرت عثمان اور دوسرے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے ان مصالح کی طرف نظر نہیں فرمائی، حالانکہ یہ مصالح اس وقت آج سے زیادہ قابل اہتمام نظر آتی تھیں، کیونکہ وہ زمانہ تعلیم السنہ کے شیوع کا نہ تھا، اب تو ایک ایک آدمی جو معمولی خواندہ کہلاتا مختلف زبانیں سیکھتا اور جانتا ہے، اور یہ نہیں کہ اس وقت ان زبانوں میں کتابت کرانا ممکن نہ تھا، کیونکہ خود کاتب قرآن زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) مختلف زبانیں جانتے تھے، مگر اس کے باوجود کتابت قرآن میں خاص خاص ملکی مصالح کو نظرانداز کرکے صرف عربی زبان اور عربی رسم خط میں قرآن مجید کے نسخے لکھے اور تمام ممالک میں بھیجے۔'' والی اللہ المشتکی مماعمت فیہ البلویٰ من أیدی أصحاب الھویٰ وایاہ نسئل الھدیٰ والتقیٰ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(۱/۱۱۰، ۱۱۱، تنبیہ، فتاویٰ محمودیہ: ۳/۵۰۸، ۵۰۹، کراچی، و ۳/۵۱۲، اڑیہ زبان میں قرآن وحدیث لکھنا، کفایت المفتی :۱/۱۲۸، کتاب العقائد، فتاویٰ مولانا عبد الحی ابو الحسنات اردو: ص/۱۱۵، ۱۱۶، قرآن کا رسم الخط اور علم نحو، مکتبہ تھانوی دیوبند، فتاویٰ محمودیہ: ۳/۵۰۷، ۵۰۸، غیر عربی میں قرآن لکھنا، مکتبہ فاروقیہ کراچی، و ۳/۵۰۹، اردو میں قرآن پاک پڑھنا، کفایت المفتی: ۱/۱۲۸، امداد الاحکام: ۱/۲۴۳، امداد الفتاویٰ: ۴/۴۴، حکم نوشتن قرآن درخط ناگری، خیر الفتاویٰ: ۱/۲۲۵، قرآن کے رسم الخط میں مصاحفِ عثمانیہ کا اتباع واجب ہے، فتاویٰ رحیمیہ: ۳/۱۶، ۱۷، گجراتی میں قرآن شریف لکھنا)

(۲) ما فی " كشف الأسرار لفخر الإسلام البزدوی " :" أما الكتاب فالقرآن المنزل على الرسول المكتوب فی المصاحف، المنقول عن النبي ﷺ نقلاً متواتراً بلا شبهة وهو النظم والمعنى جميعاً فی قول عامة العلماء ، وهو الصحيح من قول أبي حنيفة عندنا" (۱/۶۷، و ۱/۱۹، دار الكتاب الإسلامي بيروت ، نور الأنوار :ص/۷-۹ ، طبع مكتبه حقانيه پشاور ، پاكستان ، الموسوعة الفقهية :۳۳/۳۰ ، قرآن)

۳- بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

(الف): بریل کوڈ کے عربی رسم الخط اور رسمِ عثمانی نہ ہونے کے باوجود نابیناؤں کی مجبوری وسہولت کی بنا پر بریل

کوڈ میں قرآن مجید میں تیار کرنا درست اور مستحسن ہے۔[۱]

(ب): بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن پر اصل قرآن کی طرح احکام جاری نہیں ہوں گے[۲]، البتہ بحیثیت وجوبِ تعظیم وآداب وحرمتِ امتہان واستخفاف بریل کوڈ قرآن کا حکم بھی اصل قرآن کی طرح ہوگا[۳]، لہٰذا اسے بلا وضو چھونا اور پڑھنا اور لکھنا خلافِ ادب ضرور ہوگا۔[۴]

(ج): ☆ ایسی خود ساختہ من گھڑت علامت جو قرآن اور بریل کے ماہرین کی مسلمہ علامات سے ٹکراتی ہو انہیں اختیار نہ کیا جائے، کہ غیر معروف علامات باعث تشویش، غلط فہمی اور سببِ اختلاف وگناہ ہے۔

☆ بریل نسخے کی ایڈیٹنگ اور پروف ریڈنگ اطمینان بخش، یقینی اور اغلاط سے پاک ہو۔

☆ مسلمہ عربی بریل کے علاوہ کوئی نامانوس بریل طباعت میں اختیار نہ کی جائے۔

☆ عربی بریل کے حروف چونکہ مکمل طور پر رسم عثمانی کے معیار کے موافق نہیں ہیں، لہٰذا ان کی پہچان اور صحت وتجوید پر مکمل توجہ دی جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مذکورہ موقف کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿عبس وتولّى ان جاء ه الاعمى O وما يدريک لعلّه يزّكّى﴾ ۔ (سورة عبس : ۱، ۲)

ما في " الدر المنثور في التفسير المأثور " :" وأخرج ابن جرير وابن مردويه عن ابن عباس قال : بينا رسول الله ﷺ يناجي عتبة بن ربيعة والعباس بن عبد المطلب وأبا جهل بن هشام ، وكان يتصدى لهم كثيرا ، ويحرص أن يؤمنوا فأقبل إليه رجل أعمى يقال له: عبد الله بن أم مكتوم يمشي وهو يناجيهم ، فجعل عبد الله يستقرئ النبي ﷺ آية من القرآن ، قال : يا رسول الله ! علّمنى مما علّمک الله ، فأعرض عنه رسول الله ﷺ وعبس في وجهه وتولى وكره كلامه ، وأقبل على الآخرين ، فلما قضى رسول الله ﷺ نجواه ، وأخذ ينقلب إلى أهله أمسک الله ببعض بصره ثم خفق برأسه ثم أنزل الله ﴿عبس وتولّى أن جاء ه الأعمى﴾ فلما نزل فيه ما نزل أكرمه نبي الله وكلمه يقول له : ما حاجتک ؟ هل تريد من شيء ؟" (۵۱۸/۶، سورة عبس ، دار الكتب العلمية بيروت ، معالم التنزيل المعروف بتفسير البغوي :۳۳۲/۸ ، دار طيبة للنشر والتوزيع ، روح المعاني :۲۴۱/۱۵ ، دار الكتب العلمية بيروت)

وما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد يسّرنا القراٰن للذّكر فهل من مدّكر﴾ ۔ (سورة القمر : ۱۷)۔

ما في " تفسير القرآن العظيم " : قوله تعالى : ﴿ولقد يسّرنا القراٰن للذّكر﴾ ؛ أي سهلناه للحفظ والقراء ة

والکتابة ...... ﴿فهل من مدکر﴾ ؛ أي فهل ذاکرٌ یذکره ، وقارئٌ یقرأه ، ومعناه : الحثّ علی قراء ۃ القرآن ودرسه وتعلّمه ، ولو لا تسهیل الله علینا ذلک لم یستطع أحد أن یلفِظَ به ۔ (الباب : ۱۷، أبو القاسم سلیمان بن احمد بن أیوب بن مطیر اللخمي والشامي الطبراني ، الجامع لأحکام القرآن للقرطبي :۱۳۴/۱۷، سورة القمر ، دار عالم الکتب ، الریاض ، التحریر والتنویر المعروف بتفسیر ابن عاشور:۸۹/۱۶، سورة مریم ، الآیة/۹۶، محمد الطاهر بن محمد بن محمد الطاهر ابن عاشور التونسي ، مؤسسة التاریخ العربي بیروت)

ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : " مَا رَآهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ " ۔"جس چیز کو مسلمان اچھا خیال کریں، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھی ہے۔" (ص/۲۶۳ ، قاعده : ۳۱۲ ، شرح السیر الکبیر:۱۴۹/۴، باب ما یکره في دار الحرب وما لا یکره ، قواعد الفقه: ص/ ۱۱۵، القاعدة: ۲۹۴، جمهرة القواعد ، المادة: ۱۱۷۱)

ما في " موقع الإسلام سؤال وجواب " : وقال الشیخ صلاح الصاوي حفظه الله :" أما إن کان سؤالک حول جواز هذا العمل في ذاته – أي : المصحف المترجم بطریقة برایل ، فلا شک في مشروعیته ، وأنه یمثل إنجازا حضاریا کبیرا ، ونعمة من أجل نعم الله علی المکفوفین ۔ والله تعالی أعلی وأعلم ۔ انتهی "۔ (أحکام المصاحف " القرآن وعلومه " www.islamQA.com) (کتابة القرآن الکریم بنظام برایل للمکفوفین ، د۔ عبد الله الخمیس ، المسلم نت almoslim.net ، نیز اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی طرف سے ارسال کردہ، مدرسۃ النور فاردی بلائنڈ تر کی کانفرنس کا مقالہ)

(۲) (ما هو حکم ترجمة معاني القرآن إلی طریقة برایل للمکفوفین ؟ وهل تأخذ حکم المصحف؟ موقع الإسلام سؤال وجواب www.islamQA.com، وکذا : اللجنة الدائمة للإفتاء في السعودیة ، المجموعة الثانیة :۴۱/۳)

(۳) (المصحف المطبوع بطریقة برایل للمکفوفین هل له حکم المصحف المعروف ؟ ، الدکتور حسام الدین عفانه/ جامعة القدس فلسطین ، المصدر : جمعیة أصدقاء الکفیف فلسطین)

(۴) (جواب نمبر:۴/کا حاشیہ نمبر:۱)۔

۴-موبائل پر قرآن مجید:

(الف): اگر موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید موجود ہو، یعنی قرآن کریم کے حروف اسکرین (Screen) پر لکھے ہوئے آرہے ہوں، تو موبائل کو ہاتھ میں لینے یا اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لیے باوضو ہونا ضروری ہوگا۔ (۱)

(ب): موبائل کے ڈھانچے کو غلافِ منفصل تصور نہیں کیا جاسکتا، بلکہ وہ غلافِ متصل ہے، اور غلافِ متصل مفتیٰ بہ قول کے مطابق جزوِ مصحف میں داخل ہے، جسے بلا وضو چھونا درست ہوگا۔ (۲)

دلائل ومؤیدات کے لئے دیکھئے:

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿لا یمسه إلا المطهرون﴾ ۔ (سورة الواقعة : ۷۹)

ما فی " أحکام القرآن شفیعي " : "وجه الاستدلال بالآیة أن المراد بالمطهرین هم المطهرون من الأحداث ، ویؤید هذا أن الکلام مسوق لتعظیم القرآن ...... وهذا شرط لمس نقوشه وأوراقه " (۱۰/۵)

ما فی " أحکام القرآن لظفر أحمد التهانوی " : "إن المراد به المطهرون من الأحداث ، وهم المکلفون من الآدمیین لما روی أنس بن مالک فی حدیث إسلام عمر قال لأخته : أعطونی الکتاب الذی کنتم تقرؤن ، فقالت : إنک رجس إنه لا یمسه إلا المطهرون ، فقم واغتسل أو توضأ ...... ولذا ذهب الجمهور إلی أنه لا یجوز للمحدث مس المصحف إلا بواسطة شيء منفصل عنه " (۱۰/۵)

ما فی " جامع الترمذي " : عن علي قال : " کان رسول الله ﷺ یقرئنا القرآن علی کل حال ما لم یکن جنبًا " ۔ قال أبو عیسی : هذا حدیث حسن صحیح۔ (۳۸/۱ ، أبواب الطهاره)

ما فی " الفتاوی الهندیة " :ل"ا یجوز مسّ شيء مکتوب فیه شيء من القرآن من لوح أو دراهم أو غیر ذلک إذا کان آیة تامة ۔ هکذا فی الجوهرة النیرة ۔ والصحیح منع مس حواشی المصحف والبیاض الذی لا کتابة علیه ۔ هکذا فی التبیین " (۳۹/۱ ، بدائع الصنائع : ۱۴۱/۱ ، کتاب الطهارة ، مطلب فی مس القرآن ، مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوي :ص/۳۴ ، کتاب الطهارة ، الدر المختار مع الشامیة : ۲۸۲/۱ ، کتاب الطهارة)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامیة " : وقراء ة قرآن بقصده ومسّه ولو مکتوباً بالفارسیة في الأصح إلا بغلافه المنفصل........ قوله : إلا بغلافه المنفصل أي کالجراب والخریطة دون المتصل کالجلد المشرز هو الصحیح وعلیه الفتوی؛ لأن الجلد تبع له ۔ (۴۲۳/۱ ،کتاب الطهارة، باب الحیض، مطلب لو أفتی مفت بشيء من هذه الأقوال... الخ، الفتاوی الهندیة: ۳۸/۱ ،۳۹ ، الفصل الرابع في أحکام الحیض والنفاس والاستحاضة)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " :" ویجوز للمحدث أن یمس غلاف المصحف إذا کان متجافیاً عنه بأن یکون شيء ثالث بین الماس والممسوس کمندیل ونحوه ...... وأما مس الغلا ف المتصل بالمصحف غیر المتجافي عنه فلا یحل شيء؛ لأنه تبع للمصحف " (۹۸/۱)

(امداد الاحکام:۱/ ۲۵۰، دستانے پہن کر بلا وضو قرآن پاک چھونا ، مکتبہ دار العلوم کراچی، المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ: ۲/ ۲۵۲، ۲۵۳، مسائل متفرقہ، و۳/ ۵۴، ۵۵، مسئلہ:۲۱، ۲۲، کتاب الطہارۃ، و ۷/ ۲۲۵، درسی وتعلیمی اہم مسائل کا انسائیکلو پیڈیا:ص/۶۶، مسئلہ: ۷۴، ۷۵، ۷۶، پاکی وناپاکی کا بیان)

☆☆☆

قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت کے شرعی احکام

مولانا محمد ظفر عالم ندوی☆

قرآن مجید اللہ تعالی کی آخری آسمانی کتاب ہے جس کے تمام حروف والفاظ اور معانی توقیفی ہیں، اس میں کسی قسم کی تبدیلی اور ترمیم واضافہ کی کسی درجہ میں گنجائش نہیں یہ ہر طرح کی تبدیلی سے پاک ہے اور دنیا میں مصحف عثمانی کی صورت میں موجود اور محفوظ ہے، اللہ تعالی نے خود اس کی جمع وترتیب اور حفاظت اپنے ذمہ لیا ہے اور فرمایا ہے: "**إن علینا جمعه وقرآنه، فإذا قرأناه فاتبع قرآنه** "(سورۂ قیامہ:۱۷،۱۸)، "وقال: **إنا نحن نزلنا الذکر وإنا له لحافظون**"(سورۂ حجر:۹)(جو صحیفہ ہر طرح کی تبدیلی سے پاک ہو جس کی حفاظت خود خالق کائنات کے ذمہ ہو اس کی کتاب اور ترجمہ کے سلسلہ میں کسی طرح کا کلام کرنے سے قبل جمہور امت کی رائے سامنے رکھنا ازحد ضروری ہے، اس لئے ناچیز سوالنامہ کے جواب سے قبل اس موضوع پر امت کے مستند علماء کی تحریر پہلے پیش کرنا ضروری سمجھتا ہے۔

مستند علماء میں حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نام انتہائی نمایاں ہے، شاہ صاحب نے "ازالۃ الخفاء" میں ایک اہم مقدمہ اس موضوع پر تحریر فرمایا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ حق تعالی نے وعدہ فرمایا تھا کہ قرآن کی جمع وترتیب اور حفاظت ہمارے ذمہ ہے، "**إن علینا جمعه وقرآنه، فإذا قرأناه فاتبع قرآنه**"(سورۂ قیامہ:۱۷،۱۸)، "**انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون**"(سورۂ حجر:۹)، لیکن اس وعدہ الہی کے ظہور اور حفاظت الہی کا طریق ظاہر ہے کہ اس طرح منظور نہیں تھا، جس طرح انسان اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے اور نہ اس طرح کے قرآن کسی پتھر کے اندر کندہ ہوجاتا جو مٹانے سے نہ مٹ سکے، بلکہ مشاہدہ ہوا کہ حفاظت خداوندی کا ظہور اس طرح ہوا کہ چند بندگان صالحین کے قلوب میں ڈالا گیا کہ وہ اس کی جمع و تدوین کی خدمات انجام دیں اور تمام دنیا کے مسلمان ایک نسخہ قرآنی پر مجتمع ہوجائیں اور ہمیشہ جماعات عظیمہ اس کی تلاوت اور تعلیم میں مشغول رہیں، تاکہ سلسلہ تواتر نہ ٹوٹ جاوے اور تکمیل اس کی اس طرح ظہور میں آئی کہ عہد عثمانی میں مشورہ و

☆ استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

اجماع صحابہؓ تمام مصاحف، ایک مصحف پر اتفاق کیا گیا جس میں قرأت شادہ نہیں لی گئیں، بلکہ قرآت متواترہ لی گئیں اور قبائل عرب کی سات زبانوں میں سے جن پر قرآن نازل ہوا تھا ایک لغت قریش لی گئی اور باقی لغات کے مصاحف متروک کر دیئے گئے، جن کا بعد میں کہیں نام ونشان نہیں رہا۔

اس واقعہ اور مشاہدہ سے ثابت ہوگیا کہ قرآن جس کی حفاظت کا حق تعالی نے وعدہ فرمایا تھا وہ یہی مصحف عثمانی ہے اور یہی قرآن محفوظ من اللہ ہے، ورنہ اگر حفاظت خداوندی سب مصاحف کے ساتھ متعلق ہوتی تو دوسری لغات کے مصاحف کا تلف کر دینا کسی مخلوق کی قدرت میں نہ ہوتا، اس سے ثابت ہوا کہ قرآن محفوظ صرف وہی ہے جو مصحف امام اور مصحف عثمانی کہلاتا ہے، جو چیز اس میں نہیں وہ قرآن نہیں اور جو چیز اس مین ہے وہ نہ مٹائی جاسکتی ہے اور نہ اس میں کوئی ادنی تغیر کرنا جائز ہوسکتا ہے، یہی راز ہے اس اجماع کا جو اوپر نقل کیا گیا کہ مصحف عثمانی کی رسم خط کی بھی حفاظت واجب ہے شاہ صاحب کی گفتگو سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کتابت قرآن کا موضوع کس قدر اہم ہے (ازالۃ الخفاء ۱/ ۲۵)۔

علوم القرآن کے موضوع پر جو کتابیں ہیں ان میں علامہ سیوطیؒ کی ''الاتقان فی علوم القرآن'' علماء کے درمیان نہایت ہی معتبر اور مستند ہے، اس میں رسم عثمانی اور کتابت قرآنی کے آداب بہت ہی تفصیلی گفتگو موجود ہے، علامہ موصوف لکھتے ہیں:

''وقال أشهب: سئل مالک هل یکتب المصحف علی ما أحدثه الناس من الهجاء؟ قال: لا، إلا علی الکتبة الاولی، رواه الدانی فی المقنع، ثم قال ولا مخالف له من علماء الأمة'' (الاتقان فی علوم القرآن ۲/ ۳۲۸، ۳۲۹) (اشہب فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا قرآن مجید کی اس خاص طرز تحریر میں لکھ سکتے ہیں جو آج کل لوگوں نے ایجاد کئے ہیں، فرمایا نہیں بلکہ اسی پہلی طرز کتابت پر ہونا ضروری ہے، اس کو علامہ دانی نے مقنع میں نقل کر کے فرمایا ہے کہ علماء میں سے کوئی امام مالکؒ کا اس بارے میں مخالف نہیں ہے)۔

آگے لکھتے ہیں:

''وقال الإمام أحمد: ویحرم مخالفة خط مصحف عثمان فی واؤ وًیاء أو الف أو غیر ذلک'' (الاتقان ۲/ ۳۲۹) (امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ مصحف عثمانی کے رسم خط کی مخالفت حرام ہے، واوَ یا الف زائدہ میں جو کہ تلفظ میں نہیں آتے محض لکھنے میں آتے ہیں)۔

علامہ سیوطی آگے امام بیہقیؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''وقال البیهقی فی شعب الإیمان: من یکتب مصحفا، ینبغی أن یحافظ علی الهجاء الذی

کتبوا به تلک المصاحف ولا یخالفهم منه ولا یغیر ما کتبوه شیئا، فإنهم کانوا أکثر علما وأصدق قلبا ولسانا وأعظم أمانة، فلا ینبغی أن نظن بأنفسنا استدراکا علیهم"(الاتقان فی علوم القرآن ۳۲۹/۲)(امام بیہقیؒ شعب الایمان میں فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن مجید کی کتابت کرے تو اسے چاہئے کہ اسی طرز تحریر کی حفاظت کرے جس پر حضرات صحابہؓ نے مصاحف لکھے ہیں اور ان کی مخالفت نہ کرے اور جو...... اس میں تغیر نہ کرے، کیونکہ وہ زیادہ علم والے، دل وزبان میں سب سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ امانت دار تھے، لہذا ہمارے لئے کسی طرح مناسب نہیں کہ ہم اپنے م تعلق یہ گمان کریں کہ ان کی کسی کمی کو ہم پورا کرتے ہیں)۔

علامہ موصوف علامہ زرکشی کی رائے کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"**وهل تجوز کتابته بقلم غیر العربی قال الزرکشی لم أرفیه کلما مالأحد من العلماء قال: ویحتمل الجواز؛ لأنه قدیحسنه من یقرابالعربیة والأقرب المنع، کما تحرم قراته بغیر لسان العرب ولقولهم القلم أحد اللسانین والعرب لا تعرف قلما غیر العربی، وقال تعالی: بالسان عربی مبین**"(شعراء:۱۹۵)(کیا عربی رسم الخط میں قرآن لکھنا جائز ہے؟ علامہ زرکشیؒ نے اس بارے میں فرمایا کہ میں نے اس مسئلہ میں کسی عالم کی تصریح نہیں دیکھی اور احتمال جواز کا ہے، کیونکہ بعض اوقات غیر عربی رسم الخط کو وہ عجمی لوگ اچھی طرح ادا کر لیتے ہیں حالانکہ یہ عربی پڑھ تو لیتے ہیں، لیکن لکھنے کی قدرت نہیں رکھتے، لیکن اقرب یہ ہے کہ غیر عربی رسم الخط میں لکھنے کو منع کیا جائے، جبکہ غیر عربی میں قرآت کو منع کیا جاتا ہے مشہور ہے کہ رسم الخط بھی زبان کی ایک قسم ہے اور عرب عربی رسم الخط کے علاوہ کوئی اور خط نہیں جانتے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:"**بلسان عربی مبین**")۔

علامہ حسن شرنبلالیؒ کا اس موجوع پر مستقل ایک رسالہ ہے "النفحۃ القدسیۃ فی أحکام قرأۃ القرآن وکتابتہ بالفارسیۃ" کے عنوان سے جس میں انہوں نے ائمہ اربعہ کی مستند کتب فقہ سے اس پر اجماع امت اور ائمہ اربعہ کا اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن کی کتابت میں مصحف امام کے رسم الخط کا اتباع واجب اور لازم ہے، غیر عربی عبارات میں اس کا لکھنا حرام ہے، اسی طرح غیر عربی خط میں اس کی کتابت ممنوع و ناجائز ہے۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ایک موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جو "جواہر الفقہ جلد دوم" میں موجود ہے، انہوں نے مستند علماء کی تحریریں بھی جمع کی ہیں، اور علماء سلف کی تحقیقات کی روشنی میں بہت ہی ٹھوس رائے قائم کی ہے۔

اس موضوع پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا کلام، حافظ ابن کثیر کی فضائل القرآن پر تقریر اور امام ابن تیمیہؒ کی تحقیقات بہت ہی معرکۃ الآراء ہیں، امام ابن تیمیہ نے قرآ کے موضوع پر اپنے فتاوی میں بہت ہی محققانہ اور فاضلانہ گفتگو کی ہے،

جمہور علماء سلف کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قرآن نہ صرف حروف کا نام ہے اور نہ صرف معانی کا، بلکہ دونوں کے مجموعہ کا نام قرآن ہے:

"والصواب الذی علیه سلف الأئمة کإمام احمدؒ والبخاری صاحب الصحیح فی کتاب خلق أفعال العباد" وغیره وسائر الأئمة قبلهم وبعدهم اتباع النصوص الثابتة وإجماع سلف الأمة، وهو أن القرآن جمیعه کلام الله حروفه ومعانیة لیس شئ ذلک کلاما لغیره، ولکن أنزله علی رسوله ولیس القرآن إسما لمجرد المعنی ولمجرد الحرف بل لمجموعهما" (مجموع فتاوی ابن تیمیہ ۱۲/ ۲۴۳، ۲۴۴)۔

امام موصوفؒ نے جمہور امت کے نقطہ نظر کو جس انداز میں پیش کیا ہے اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ قرآن کو کسی غیر زبان یا رسم میں لکھنا یا ترجمہ کرنا قرآن نہیں کہلائے گا، بلکہ قرآن مخصوص الفاظ وحروف اور مخصوص معانی کا نام ہے جو خالص اللہ رب العزت کی طرف سے ہے اور امت کو محفوظ طریقہ سے حاصل ہے اور قیامت تک یہ محفوظ رہے گا۔

غرض کہ تمام تحقیقات اور تصریحات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مصحف عثمانی کے رسم الخط حفاظت اور اتباع لازم ہے، اس سے کسی مصلحت یا ضرورت کے پیش نظر ہٹنا بڑے فتنہ کو دعوت دینا اور تحریف کا دروازہ کھولنا ہے۔

۱-بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت:

اس سوال کا جواب تمہید میں ذکر کردہ اصولی گفتگو سے واضح ہوجاتا ہے کہ بغیر متن کے صرف ترجمہ قرآن کی اشاعت جائز نہیں ہے، بلکہ کسی بھی درجہ میں اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے، کیونکہ قرآن مجید کے اصل الفاظ توفیقی ہیں اور یہ بہت سی خصوصیات کے حامل ہیں ان کی حفاظت انتہائی ضروری ہے، صرف ترجمہ کی اشاعت میں تغیر وتبدل کے امکانات زیادہ ہیں اس سے تحریف کے دروازے کھل سکتے ہیں، اس لئے قطعاً اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔

جس طرح صرف ترجمہ بلا متن کی اشاعت جائز نہیں ہوگی اسی طرح اس کی خرید وفروخت، تقسیم اور ہدیہ کرنا بھی جائز نہیں ہوگا کیونکہ یہ بھی تعاون علی الاثم میں داخل ہوگا۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے بڑی صراحت کے ساتھ لکھا ہے: **"إن اعتاد القرأة بالفارسیة أو اراد أن یکتب مصحفا بها یمنع"** (ردالمحتار ۱/ ۴۵۳)۔

علامہ سیوطیؒ نے بھی اس موضوع پر قدر تفصیل سے گفتگو کی ہیں اور محققین کی آراء نقل کی ہیں جن کی عبارتیں میں نے ابتداء میں درج کردی ہیں، اس موضوع پر علامہ حسن شرنبلالیؒ صاحب نورالانوار نے ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے جو "النفحة

القدسیۃ فی احکام قراءۃ القرآن وکتابتہ بالفارسیۃ'' کے نام سے معروف ہے، انہوں نے مستند علماء کے حوالے سے بڑی تحقیقی گفتگو کی ہے، موصوف فرماتے ہیں:

''أما كتابة القرآن بالفارسية فقد نص عليها فى غير ماكتاب من كتب ائمتنا الحنفية المعتمدة'' (رہی بات قرآن مجید کو فارسی میں لکھنے کی تو ہمارے حنفی اماموں کی بہت سی معتبر کتابوں میں اس کی تصریح ہے)۔

ان تصریحات میں صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی کی کتاب ''التجنیس والمزید'' میں یہ صراحت ہے:

۱-''ويمنع من كتابة القرآن بالفارسية بالإجماع، لأنه يؤدى للإخلال بحفظ القرآن لأنا أمرنا بحفظ النظم والمعنى فانه دلالة على النبوة، ولأنه ربما يودى إلى التهاون بأمر القرآن'' (ہدایہ بجواہر الفقہ)۔

۲-''معراج الدرایہ'' میں تصریح ہے:

''إنه يمنع من كتابه المصحف بالفارسية أشد المنع وإنه يكون زنديقا''۔

۳-الکافی میں ہے: ''لوأراد أن يكتب مصحفا بالفاريسة يمنع'' (فتح القدیر صفۃ الصلاۃ ۱/۲۴۸)۔

۴-فتح القدیر میں الکافی کے حوالہ سے ہے: ''إن اعتاد القرأة بالفارسية أو اراد أن يكتب مصحفا بها يمنع'' (فتح القدیر ۱/۲۶۶)۔

یہ ممانعت صرف فارسی زبان کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ عربی کے علاوہ جو بھی زبان ہو کسی میں بھی قرآن لکھنا منع ہے، علامہ شرنبلالیؒ اس کی صراحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''قدمناحكاية الإجماع على منع كتابة القرآن العظيم بالفارسية لإفادة المنع بغيرها بالطريق الاولى، لأن غيرها ليس مثلها فى الفصاحة، ولذاكانت فى الجنة مما بتكلم به كالعربية كما تقدم'' (النفحۃ القدسیۃ ص ۲۲)۔

علامہ حصکفیؒ نے الدرالمختار میں صراحت کی ہے:

''وتجوز كتابة آية أو آيتين لاأكثر'' اس پر علامہ شامیؒ کا حاشیہ ہے: ''الفارسية غير قيد'' (الدرالمختار مع ردالمحتار ۱/۴۵۳)۔

کفایہ شرح ہدایہ میں اس پر گفتگو کرتے ہوئے مصنف نے یہ صراحت کی ہے:

''وكان الشيخ ابوبكر محمد بن الفضل يقول: إما من تعمد ذلک يكون زنديقا أو مجنونا فالمجنون يداوى والزنديق يقتل'' (الکفایہ علی ہامش فتح القدیر ۱/۲۴۹)۔

وزارت اوقاف کویت سے شائع شدہ موسوعہ فقہیہ میں عدم جواز کا قول نقل کرنے کے بعد یہ توجیہ کی گئی ہے کہ ترجمہ قرآن کی حیثیت قرآن کی نہیں اور ترجمہ سے قرآن کا اعجازی پہلو ختم ہوجاتا ہے، موسوعہ کی عبارت اس طرح ہے:

"ولأن ترجمة القرآن ليست قرآنا، لأن القرآن هو هذا النظم المعجز وبالترجمة يزول الإعجاز فلم تجرز" (موسوعہ فقہیہ ۳۳/۱۲)۔

موسوعہ فقہیہ میں غیر عربی زبان میں نماز میں قرأت کے مسئلہ پر فقہاء حنفیہ کے اقوال نقل کئے گئے ہیں، پھر حنفیہ کا مفتی بہ قول نقل کیا گیا ہے، جس میں یہ صراحت ہے کہ اگر نماز میں قرآن کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں پڑھا گیا تو اس سے قرأت کی ادائیگی نہیں ہوگی اور نماز درست نہیں ہوگی، کیونکہ قرآن خاص عربی منظوم کا نام ہے جس کے بغیر قرآن کا تصور نہیں۔

"وذهب ابويوسفؒ ومحمد بن الحسن الشيباني إلى أنه لا تجوز القرأة بغير العربية إذا كان يحسن العربية؛ لأن القرآن إسم لمنظوم عربي لقول لله تعالى إنا جعلناه قرآنا عربيا" (الزخرف/۳)، **"وقال تعالى: إنا أنزلناه قرآنا عربيا"** (سورۂ یوسف:۲)۔

آگے مزید صراحت ہے: **"والفتوى عند الحنفية على قول الصاحبين ويروى جروع إبي حنيفة إلى قولهما"** (الموسوعہ الفہیۃ ۳۳/۵۵) شیخ وہبہ زحیلی کا بھی یہی نقطہ نظر ہے، موصوف لکھتے ہیں: **"لأن القرآن هجرة بلفظه ومعناه فإذا غير خرج من نظمه فلم يكن قرآنا ولا مثله"** (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/۸۴۰)۔

امام ابن تیمیہ نے قرآن کے موضوع پر بہت ہی محققانہ گفتگو فرمائی ہے، اور یہ وضاحت کی ہے کہ صرف معنی قرآن نہیں کہلائے گا بلکہ معانی اور حروف دونوں ہی قرآن ہیں اور اس پر امت کا اجماع بتایا ہے:

"وهو أن القرآن جميعه كلام الله حروفه ومعانيه، ليس شئ ذلك كاملا لغيره ولكن أنزله، على رسوله وليس القرآن إسماء لمجرد المعنى ولمجرد الحرف بل لمجموعهما" (مجموع فتاوی ابن تیمیہ ۱۲/۲۴۳، ۲۴۴)۔

علماء عرب کے علاوہ برصغیر ہندوپاک کے علماء نے اس اہم موضوع پر اپنی اپنی رائیں دی ہیں، مولانا اشرف علی تھانویؒ سے عربی عبارت کے بغیر صرف ترجمہ قرآن کی اشاعت کے بارے میں استفتاء کیا گیا تو آپ نے اس کا تفصیلی جواب تحریر فرمایا اور اس کام کو اہل کتاب کے ساتھ تشبہ قرار دیا، آپ فرماتے ہیں:

"یہ بالکل یقینی ہے کہ اس وقت کتاب الٰہی کا ترجمہ غیر حامل المتن جداگانہ شائع کرنا اہل کتاب کے ساتھ تشبہ ہے

ایسے امر میں جو عرفاً و عادتاً ان کے خصائص میں سے ہے، سو اول تو ان کے ساتھ تشبہ ہی مذموم ہے، پھر خصوص جب وہ تشبہ امر متعلق بالدین میں ہو کہ تشبہ فی الامر الدنیاوی سے تشبہ فی الامر الدینی اشد ہے'' (حوادث الفتاوی)۔

مولانا تھانویؒ نے آگے دلائل دینے کے بعد فرمایا ہے:

''خدانخواستہ اگر یہ طریق مروج ہو گیا تو مثل تورات و انجیل احتمال قوی اصل قرآن مجید کے ضائع ہونے کا ہے اور حفاظت اصل قرآن مجید کی فرض ہے اور اس کا اخلال حرام ہے اور فرض کا مقدمہ فرض اور حرام کا مقدمہ حرام''۔

آگے مزید تاکید فرماتے ہوئے اس سلسلہ کے شبہ کا رد فرمایا ہے: اور یہ شبہ نہ کیا وے کہ یہ احتمال بعید ہے، محققان دین و مبصران اسلام سے ایسے احتمالات کا اعتبار ثابت ہے، پھر بعید ہو یا قریب ہم پر بھی واجب ہے کہ اس کا لحاظ کریں، حضرات شیخینؒ نے بعض قراء کی شہادت کے وقت بعد سرسری مناظرہ کے محض ضیاع قرآن کے احتمال کا اعتبار کر کے قرآن مجید کے جمع کا اہتمام ضروری قرار دیا تھا، حالانکہ قرآن مجید اس وقت بھی متواتر تھا اور اس کے ناقل اس کثرت سے موجود تھے کہ اس کے تواتر کا انقطاع احتمال بعید تھا، لیکن پھر بھی اس کا لحاظ کیا گیا، پس جیسا اس وقت عدم کتابت میں احتمال ضیاع کا تھا اسی طرح صرف ترجمہ کی کتابت میں اس کا احتمال ہے اس احتمال کے وقوع کا وہی نتیجہ ہوگا، جیسا کہ حدیث میں ہے: ''أمتھوکون انتم کما تھوکت الیھود والنصاری'' (مشکوۃ ص ۳۰)۔

آگے مولانا تھانویؒ مزید دلائل کے ساتھ مسئلہ کی اہمیت ثابت فرماتے ہیں اور اخیر میں یہ بھی فرمایا: اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حق تعالی کا ارشاد ہے: ''ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان'' (سورۂ مائدہ: ۲) اور فقہاء اس قاعدہ پر یہاں تک تفریع فرمائی ہے کہ جس شخص کو بھیک مانگنا حرام ہے اس کو بھیک دینا بھی حرام ہے کیونکہ اگر دینے والے دیں نہیں تو مانگنے والا مانگنا چھوڑ دے۔ اسی طرح اس ترجمہ کے متعلق یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ ایسے ترجمہ کو اگر کوئی شخص نہ بقیمت لے اور نہ بلا قیمت تو ایسے تراجم کا سلسلہ بند ہو جائے اور لینے کی صورت میں سلسلہ جاری رہے گا، پس ایسے ترجمہ کا خریدنا یا ہدیہ میں قبول کرنا اعانت ہوگی ایک امر ناجائز کی اس لئے یہ بھی ناجائز ہے (حوادث الفتاوی ۲/۱۵۶)۔

اس اہم مسئلہ کے سلسلہ میں جناب مفتی شفیع صاحبؒ سے بھی سوال کیا گیا تو انہوں نے ایک تحقیقی جواب مرتب فرمایا جو رسالہ کی شکل میں شائع ہوا، اور ''جواہر الفقہ'' میں یہ رسالہ موجود ہے، موصوف نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

قرآن مجید کا صرف ترجمہ بغیر عربی الفاظ کے لکھنا اور لکھوانا اور شائع کرنا باجماع امت حرام اور باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع ہے جیسا کہ روایات ذیل میں اس کا ناجائز اور حرام ہونا مذاہب اربعہ سے ثابت ہے اور جب کہ اس کا لکھنا اور شائع کرنا ناجائز ہوا تو اس کی خرید و فروخت بھی بوجہ اعانت معصیت کے ناجائز ہوگی، اس لئے اس کا فروخت کرنے والا اور

خریدنے والا بھی گنہگار ہوگا اور چھاپنے اور شائع کرنے والے کو بھی اپنے عمل کا گناہ ہوگا اور جتنے مسلمان اس کی خرید وفروخت کی وجہ سے گنہگار ہوں گے وہ اس کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جاوے گا، لقولہ تعالی: **"من یشفع شفاعة سیئة یکن له کفل منها"** (سورۂ نساء: ۸۵ جواہر الفقہ ۲/۹۷)۔

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

قرآن مجید کی اصل نظم عربی اور اس کی خصوصیات کے لئے ضروری ہے کہ اس کی عبارت ترجمہ کے ساتھ ضرور رہے، خالص ترجمہ کی اشاعت میں تغیر وتبدل کے امکانات زیادہ رہتے ہیں، اس لئے اس پر اقدام کرنا مسلمانوں کے لئے قریب صواب نہیں (کفایت المفتی ۱/۱۲۹)۔

مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: بغیر عربی کے محض اردو یا کسی بھی زبان میں قرآن شریف چھاپنا منع ہے، اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا گیا ہے، **"فی الفتح عن الکافی إن اعتاد القرأة بالفارسیة أو أراد أن یکتب مصحفا بها یمنع"** (شامی ۱/۳۲۶) اس سے خریدنے اور بیچنے کی بھی ممانعت معلوم ہوگئی (فتاوی محمودیہ ۷/۲۱۵)۔

متقدمین اور متأخرین، نیز عصر حاضر کے مستند علماء کی تحریریں دیکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ متن قرآن کے بغیر صرف ترجمہ کی اشاعت جائز نہیں ہے، اس کی خرید وفروخت اور ہدیہ لینا دینا بھی جائز نہیں ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں:

"پچھلی آسمانی کتابوں میں تحریف کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ انہوں نے کتاب کے متن کو نظر انداز کر دیا اور اس کے ترجمہ وتشریح کو مرکز توجہ بنایا، اسی لئے فقہاء نے متن قرآن کے بغیر ترجمہ لکھنے کو منع کیا ہے، قرآن مجید کی آیات لکھتے ہوئے ان کے ساتھ ترجمہ لکھنا چاہئے، یہ حکم اردو ترجمہ کے لئے بھی ہے اور انگریزی ترجمہ کے لئے بھی اور دوسری زبان کے تراجم کے لئے بھی، بغیر متن کے صرف ترجمہ لکھنا درست نہیں (کتاب الفتاوی ۴/۷۳)۔

اب رہی یہ بات کہ اگر کوئی ترجمہ ہو تو اس کے چھونے کا کیا حکم ہے؟ تو اس بارے میں فقہاء کی عبارتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر چہ ترجمہ کو قرآن نہیں کہا جائے گا، لیکن چونکہ یہ قرآن کے معانی اور مفاہیم کا مجموعہ ہوتا ہے اس لئے اس کو بلاوضو چھونا چاہئے ورنہ کراہت ہوگی، فتاوی ہندیہ میں ہے:

"ولو کان القرآن مکتوبا بالفارسیة یکره لهم مسه عند أبی حنیفة، وکذا عندهما علی الصحیح هکذا فی الخلاصة" (الفتاوی الہندیہ ۱/۳۹)۔

مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ سے ترجمہ قرآن بلاوضو چھونے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں تحریر فرمایا:

''ترجمہ مسلمانوں کے حق میں قرآن کا حکم رکھتا ہے، لہذا بلاوضو نہ چھوئے'' (فتاوی رحیمیہ ۳/۱۹)۔

مذکورہ تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ ترجمہ کو اگرچہ قرآن نہیں کہا جائے گا، لیکن مسلمانوں کے حق میں وہ قرآن کا حکم رکھے گا اس لئے اسے بلاوضو نہ چھوئے ورنہ کراہت ہوگی۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

اس سوال کا جواب بھی وہی ہے کہ یہ بھی قطعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ اس پر جمیع صحابہ کرامؓ تابعی ائمہ مجتہدین اور پوری امت کا اجماع ہے کہ قرآن مجید کی کتابت مصحف عثمانی ہی میں ضروری اور لازم ہے اس کے خلاف کرنا تحریف قرآن اور زندقہ کے حکم میں ہے۔

عہد صحابہ سے اب تک کسی نے بھی اس کے خلاف کوئی عمل نہیں کیا ہے، عہد عثمانی ہی سے قرآن کو دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلایا گیا، صدیوں سے لوگ اسے پڑھتے آرہے ہیں، صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی یہ تجویز پیش نہیں کی کہ قرآن کو ملکی رسم الخط میں لکھوا کر لوگوں کو دیا جائے، بلکہ ان حضرات نے جس طرح قرآن کے معانی اور الفاظ کی حفاظت کو ضروری سمجھا اسی طرح اس کے رسم الخط کو بھی مصحف عثمانی کے موافق کرنا ضروری سمجھا، اور غیر عربی زبان والوں کے لئے جو مشکلات تھیں ان کو ناقابل التفات قرار دیا، تاریخ بتاتی ہے کہ ہر دور میں ہر ملک کے مسلمانوں اور صاحب ایمان نے اسے عربی ہی میں پڑھنا اور تلاوت کرنا سیکھا۔

آج جو یہ خیالات پیش کئے جاتے ہیں کہ غیر عربی داں کے لئے غیر عربی رسم الخط میں سہولت ہوگی اور قرآن کا پیغام عام ہوگا، یہ خیالات محض خیالی ہیں، تاریخ سے کھلے طور پر اسکی تردید ثابت ہے اور عربی میں پڑھنے میں مشکلات تصور کرنا کوتاہی اور بے توفیقی ہے، اسی لئے صاحب فکر و تحقیق علماء نے اس موضوع پر توجہ بھی دی ہے اور مستقل تحریریں تیار کی ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ، علامہ دانیؒ، علامہ سیوطیؒ اور علامہ زرکشیؒ اور ان کے علاوہ بے شمار اہل علم تحقیق نے اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے، تمام ہی حضرات نے یہی رائے ظاہر فرمائی ہے کہ جس طرح قرآن میں زبان عربی کی حفاظت ضروری اور لازم ہے، کسی عجمی زبان میں بغیر قرآنی عربی عبارات کے قرآن مجید کی کتابت جائز نہیں اسی طرح عربی رسم الخط کی حفاظت بھی ضروری اور لازم ہے کسی دوسرے رسم الخط میں اس کو لکھنا رسم خط عثمانی کی مخالفت کرنا اور تحریف قرآن کا راستہ

کھولنا ہے، جو باجماع امت حرام ہے۔

خصوصاً ایسے رسم الخط جن میں کلمات کی ترتیب بدل جائے یا کچھ حروف میں کمی بیشی کرنا پڑے، جیسے انگریزی رسم الخط کی اس میں حرکات (زیر، زبر، پیش) کو بھی بشکل حروف لکھا جاتا ہے، ایسا لکھنا تو قرآن میں زیادتی کرنا اور قطعی طور پر تحریف قرآن، یہی حال گجراتی، تامل، بنگالی، ہندی وغیرہ زبان کا ہے۔ کسی بھی رسم الخط میں سوائے خط عثمانی کے ہرگز جائز نہیں ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں رسم خط قرآنی اور کتابت قرآنی کے آداب پر مستقل عنوان کے تحت ایک فصل تحریر فرمائی ہے، انہوں نے امام مالکؒ کا قول بڑی اہمیت کے ساتھ نقل کیا ہے:

''سئل مالک هل یکتب المصحف علی ما أحدثه الناس من الهجاء؟ قال: لا، إلا علی الکتبة الأولی'' آگے لکھا ہے: **''ولا مخالف له من علماء الأمة''** (الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ۳۲۹/۲)۔

امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے:

''وقال الإمام أحمدؒ: ویحرم مخالفة خط مصحف عثمان فی واو أویاء أو الف أوغیر ذلک'' (الاتقان ۳۲۹/۲)۔

علامہ ابن حجر عسقلانی سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے اپنے فتوی میں غیر عربی رسم الخط میں قرآن لکھنے کو حرام قرار دیا ہے۔

''وقد آفاد شیخ الإسلام العلامة ابن حجر العسقلانی الشافعی فی فتاواه تحریم الکتابة، وقد سئل هل تحرم کتابة القرآن الکریم بالعجمیة کقراء ة، فأجاب بقوله قضیة ما فی المجموع الإجماع علی التحریم''، دوسری جگہ انہوں نے یہ بھی صراحت کی: **''ویحرم أیضا کتابته بقلم غیر العربی''**، آگے حافظ ابن حجرؒ نے یہ بھی صراحت کی: **''وفی کتابة القرآن العظیم بالعجمی تصرف فی اللفظ المعجزالذی حصل التحدی به بما لم یرو''** (التحفۃ القدسیۃ ص ۳۵)۔

جو لوگ غیر عربی رسم الخط میں لکھنے کی وجہ سے غیر عربی داں کے لئے سہولت خیال کرتے ہیں ان کا جواب دیتے ہوئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں یہ خیال غلط اور جھوٹ ہے اور مشاہدہ کے خلاف ہے، اس لئے اس طرف توجہ دینا چنداں ضروری نہیں اور اگر اس ضرورت کو تسلیم بھی کرلیا جائے تب بھی اس کی وجہ سے قرآن میں تغیر وتبدل کی اجازت نہیں دی جاسکتی، موصوف فرماتے ہیں:

”وزعم أن كتابته بالعجمية فيها سهوله للتعليم كذب مخالف الواقع والمشاهدة فلا يلتفت لذلك على أنه لو سلم صدقة لم يكن مبيحا لإخراج ألفاظ القرآن عما كتب عليه، وأجمع عليه السلف والخلف“(النفحۃ القدسیۃ ص ۳۵)۔

علامہ ابن قدامہ کی کتاب المغنی کے حواشی میں اس نقطہ نظر پر بڑی صراحت کے ساتھ گفتگو کی ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ جب سے قرآن دنیا میں آیا اور رسول کریم ﷺ نے اس کی دعوت عجم کے سامنے پیش کی کہیں ایک بھی واقعہ نہیں ملتا کہ آپ ﷺ نے عجمیوں کی وجہ سے اس کا ترجمہ کر کے بھیجا گیا ہو یا عجمی رسم الخط میں لکھوایا پھر حضور ﷺ نے قیصر وکسری کو جو خطوط لکھے ہیں اگر گنجائش ہوتی تو ان کی زبان میں قرآن کی آیات بغرض دعوت لکھ دیتے لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غیر عربی رسم الخط میں قرآن لکھنا مصلحت کے بالکل خلاف ہے، ”الشرح الکبیر“ کی عبارت اس طرح ہے:

”وهوإنما نزل بلسان العربى كما هو مصرح فى الآيات المتعددة، وإنما كان تبليغه والدعوة إلى الإسلام والانذاربه كما أنزل الله تعالى لم يترجم النبى ﷺ ولا أذن بترجمته ولم يفعل ذلك الصحابةؓ ولا خلفاء المسلمين وملوكهم لو كتب النبى ﷺ كتبه إلى قيصر و كسرى ومقوس بلغاتهم لصح التعليل الذى علل به“(المغنی مع الشرح الکبیر ۸۳۰/۱)۔

اس موضوع پر ایک اہم رسالہ مصر کے شیخ القراء شیخ محمد بن علی حداد کا ہے جو خلاصۃ الدحوص الجلیلۃ سے معروف ہے اس میں انہوں نے مصحف عثمانی کے رسم الخط کی اتباع کو بارہ ہزار صحابہ کرام کے اجماع سے ثابت کیا ہے اور یہ تحریر فرمائی ہے:

”أجمع المسلمون قاطبة على وجوب اتباع رسم مصاحف عثمانى ومنع مخالفته“، آگے لکھا ہے:”قال العلامة ابن عاشر: ووجه وجوبه ماتقدم من إجماع الصحابة عليه، وهم زهاء اثنى عشر ألفا والإجماع حجة حسبما تقرر فى أصول الفقه“(النصوص الجلیلۃ ص ۲۵)۔

علماء سلف کی آراء اور متاخرین کی تحقیقات وتصریحات نقل کرنے کے بعد میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس بارے میں برصغیر ہندو پاک کی آراء بھی درج کردی جائیں۔

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ سے ہندی رسم الخط میں قرآن لکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا:

الفاظ قرآن کو عربی رسم الخط میں لکھنا ضروری ہے، ہندی یا کسی اور رسم الخط میں لکھنے کی اجازت نہیں ہے، ''اتقان'' میں اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق نقل کیا گیا ہے، ہندی رسم الخط میں لکھنے سے عبارت مسخ ہوجائے گی، ح، ذ، ز، ض، ظ میں نمایاں فرق نہیں رہے گا، سب کی صورت یکساں ہوگی، اصل مخارج وصفات سے ان کو ادا نہیں کیا جائے گا، استعلاء اطباق، استطالت سب کچھ ضائع کردیں گے (فتاوی محمودیہ ۷/ ۲۲۳)۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

عربی کو ختم کر کے محض آیت کسی بھی زبان میں لکھنا اور چھاپنا جائز نہیں، اسی طرح عربی الفاظ کو کسی اور رسم الخط ہندی، انگریزی، بنگلہ وغیرہ میں چھاپنا بھی جائز نہیں، اس پر اتفاق و اجماع ہے جیسا کہ الاتقان میں مذکور ہے (فتاوی محمودیہ ۷/ ۲۲۱)۔

حضرت مفتی سید عبدالرحیم لاجپوریؒ سے گجراتی رسم الخط میں قرآن لکھنے کے بارے میں استفتاء کیا گیا تو انہوں نے بڑی وضاحت کے ساتھ بہت ہی تفصیلی جواب تحریر فرمایا جس کا بنیادی حصہ یہ ہے:

قرآن شریف گجراتی حروف میں لکھنے سے قرآنی رسم الخط جو قرآن کا ایک رکن ہے، چھوٹ جاتا ہے اور تحریفِ رسمی لازم آتی ہے، جس سے احتراز ضروری ہے۔ مثلاً ''**بسم اللّٰہ**'' کو گجراتی حروف میں لکھا جائے تو لفظ اللّٰہ اور لفظ ''**رحمٰن**'' اور لفظ ''**رحیم**'' کی ابتداء کے دو حروف (الف لام) تحریر میں نہیں آئیں گے ''**بسم لله رحمٰن رحیم**'' لکھا جائیگا اس طرح لکھنے میں صرف ''**بسم الله**'' شریف میں چھ حروف کی کمی آجاتی ہے۔

تو غور فرمایئے! پورا قرآن شریف گجراتی میں لکھا جائے تو کتنے حروف کم ہوجائیں گے، حالانکہ معانی کی طرح حروف بھی قرآن ہونے میں شامل ہیں۔ دوسری جانب صورت یہ ہے کہ بعض آیتوں میں حروف زائد ہوجائیں گے مثلاً ''**الٓمٓ**''، میں قرآنی رسم الخط کے بموجب صرف تین حروف ہیں لیکن گجراتی میں لکھا جائے تو نو حروف ہوجائیں گے، اب حساب لگایئے پورے قرآن شریف میں کتنی کمی بیشی ہوجائیگی (فتاوی رحیمیہ ۳/ ۱۶)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے اس موضوع پر اپنی رائے آسان تفسیر کے مقدمہ میں ان الفاظ میں فرمائی ہے:

قرآن مجید کو مصحف عثمانی کے مطابق ہی لکھنا واجب ہے، رسم عثمانی سے ہٹ کر لکھنا جائز نہیں ہے (مقدمہ آسان تفسیر/ ص ۷۰)۔

علماء سلف وخلف کی آراء اور تصریحات درج کرنے کے بعد اب ہم اخیر میں رابطہ عالم اسلامی کے ماتحت قائم

اسلامک فقہ اکیڈمی مکۃ المکرّمۃ کا اس موضوع سے متعلق فیصلہ پیش کرنا بہتر سمجھتے ہیں جو عالم اسلام کے ممتاز اہل علم وفکر اور معروف شخصیات کے سامنے کیا گیا ہے، اور یہ فیصلہ دراصل ہیئۃ کبار العلماء السعودیۃ کی قرارداد سامنے آنے کے بعد کیا گیا۔ اس اہم فیصلہ اور قرارد کا ترجمہ بھی ذیل میں پیش کیا جارہا ہے:

اکیڈمی کے اجلاس میں جدہ کے شیخ ہاشم وہبہ عبدالعال کا وہ خطبہ پیش ہوا جس میں انہوں نے ''مصحف عثمانی'' کے رسم الخط کی املائی رسم الخط میں تبدیلی کے موضوع کا ذکر کیا ہے، نیز اس سلسلہ میں ''ہیئۃ کبار العلماء ریاض'' کی قرارداد نمبر (۱۷) مورخہ ۲۱/۱۰/۹۹ ۱۳ھ کو بھی پیش نظر رکھا جس میں عثمانی رسم الخط ہی میں قرآن شریف کو باقی رکھنے کے درج ذیل اسباب ذکر کئے گئے ہیں:

۱- یہ ثابت ہے کہ عثمانی رسم الخط میں قرآن کریم کی کتابت حضرت عثمانؓ کے عہد میں انجام پائی، انہوں نے کاتبین کو حکم دیا کہ قرآن کریم کی کتابت ایک مقررہ رسم الخط میں کریں، صحابہ کرام نے ان سے اتفاق کیا اور تابعین بھی اسی راہ پر گامزن رہے اور آج تک ہر دور کے لوگوں نے اس کی پابندی کی، نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم پر میری سنت اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی ضروری ہے، لہذا حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور تمام صحابہ کرامؓ کی پیروی اور ان کے اجماع پر عمل کرتے ہوئے قرآن کریم کو اسی رسم الخط میں تحریر کرنا متعین ہوجاتا ہے۔

۲- عثمانی رسم الخط کو چھوڑ کر موجودہ رائج املائی رسم الخط کو پڑھنے کی آسانی کی غرض سے اختیار کرنا دراصل پھر دوسری تبدیلی کو دعوت دینا ہے، کیونکہ یہ املائی رسم الخط ایک نوع کی اصطلاح ہے جو آئندہ کسی دوسری اصطلاح میں بدل سکتی ہے اور ان تبدیلیوں کے نتیجہ میں قرآن کے بعد حروف میں کمی وزیادتی اور تبدیلی کی صورت میں قرآن کے اندر تحریف کا باعث بن جائے گی اور گذرتے ایام کے ساتھ قرآن کے مختلف نسخوں میں فرق واقع ہوجائے گا اور اسلام دشمنوں کو قرآن کریم پر انگشت نمائی کا موقع مل جائے گا۔

۳- قرآن کریم کی کتابت میں عثمانی رسم الخط کی پابندی نہ کی جائے تو اللہ کی کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کے رہ جائی گی کہ جب جب کسی انسان کو کوئی نیا خیال سمجھ میں آئے گا تو اسے بروئے کار لے آئے گا، کوئی اسے لاطینی زبان میں اور کوئی کسی اور زبان میں تحریر کرنے کی تجویز پیش کرے گا جو ایک خطرناک عمل ہے اور مفاسد کا ازالہ مصالح کے حصول سے زیادہ اہم ہے۔

فیصلہ:

اجلاس میں اس موضوع پر غور وخوض کے بعد بالاتفاق فیصلہ کیا گیا کہ ہیئۃ کبار العلماء سعودی عرب کی اس قرارداد

کی تائید کی جائے کہ قرآن کے عثمانی رسم الخط میں تبدیلی جائز نہیں ہے اور موجودہ رسم الخط ہی میں اسے باقی رکھنا واجب ہے تا کہ ایک دائمی دلیل و حجت اس بات کی ہو کہ قرآن کے متن میں کسی قسم کی تحریف یا تبدیلی نہیں ہوئی ہے، اس کی پابندی ہی میں صحابہ کرامؓ اور ائمہ سلف کی پیروی و اتباع بھی ہے۔

جہاں تک بچوں کے لئے قرآن کریم کی تعلیم میں آسانی پیدا کرنے کا سوال ہے جو موجودہ املائی رسم الخط کے عادی ہوتے ہیں تو اس ضرورت کی تکمیل اساتذہ کی تلقین سے ہو جاتی ہے، کیونکہ قرآن کریم کی تعلیم کے لئے اساتذہ کی ضرورت سے کسی حال میں بھی بے نیاز نہیں ہوا جا سکتا ہے، وہ یہ طریقہ اپنا سکتے ہیں کہ بچوں کو تعلیم دیتے وقت عثمانی رسم الخط میں تحریر آیات کو املائی رسم الخط میں لکھ کر تعلیم دیں، بالخصوص جبکہ یہ ملاحظہ کیا گیا کہ ایسے حروف کی تعداد بہت کم ہے، لیکن وہ قرآن کریم میں بار بار بکثرت آتے ہیں جیسے لفظ صلاۃ (نماز)، سموات (آسمانوں) وغیرہ، جب بچے ایسے بار بار آنیوالے الفاظ کو عثمانی رسم الخط میں سیکھ لیں گے تو پڑھنا آسان ہو جائے گا، جیسا کہ موجودہ رسم الخط کے قواعد میں ہذا اور ذلک کے رسم الخط میں ہوتا ہے۔

مذکورہ قرارداد کی نقل کے بعد ناچیز سمجھتا ہے کہ قرآن مجید کا کسی دوسرے رسم الخط میں لکھنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اور اسی فیصلہ کو تمام علمی تحقیقات کی روشنی میں دین اسلام کے مفاد میں حتمی اور آخری تصور کیا جائے۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت و اشاعت:

پچھلی بحثوں سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ رسم عثمانی قرآن کا رکن ہے، یہ قیاسی نہیں، بلکہ سماعی اور توقیفی ہے اور لوح محفوظ میں تحریر شدہ ہے، اس کے حروف اور معانی منزل من اللہ ہیں اور تواتر و اجماع سے ثابت شدہ ہیں، اس لئے اس کی اتباع لازم ہے اس میں کسی طرح کی تبدیلی، ترمیم و اضافہ کی گنجائش نہیں ہے، کسی دوسرے رسم الخط میں اس کی کتابت تحریف کے درجہ میں ہے جو حرام ہے۔

اس نقطہ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے دیکھا جائے کہ اگر بریل کوڈ کی حیثیت ایک قسم کے رسم الخط کی ہے تو اس صورت میں قرآن مجید کو بریل کوڈ میں لکھنا یا اشاعت کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں، اس کی اجازت دینے میں کوئی ساری قباحتیں پیش آئیں گی، جن کے پیش نظر دوسرے رسم الخط میں اس کی کتابت و اشاعت جائز نہیں، اس لئے اس سے بچنا اور قرآن کی حفاظت کرنا ضروری ہے، اس کی حفاظت انسانی طبقہ کی کسی جماعت کے لئے آسانی فراہم کرنے سے زیادہ اہم ہے اور مصلحت حفاظت میں ہے۔

لیکن اگر بریل کوڈ کی حیثیت مصحف عثمانی پڑھنے اور تلاوت کرنے کا ذریعہ و آلہ ہو جیسے کمزور بینائی والوں کے لئے

عینک یا وہ الیکٹرانک مشین جس کے ذریعہ اسکرین پر بڑے حروف اور عبارتیں ظاہر ہوں تو اس صورت میں یقیناً مصحف عثمانی ہی کی کتابت وقراءت ہوگی اور اس کی حیثیت نابیناؤں کے لئے محض مددگار ومعاون کی ہوگی، اس میں رسم قرآنی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی اور یہ صورت جائز ہوگی۔

ناچیز کی بعض ایسے علماء سے گفتگو ہوئی جنہوں نے اپنی نگاہ سے نابینا کو بریل کوڈ کے ذریعہ تلاوت کرتے ہوئے دیکھا تو اس تلاوت میں بعینہ عثمانی رسم الخط کے مطابق پایا حروف یا حرکات وسکنات وغیرہ میں کوئی فرق نہیں پایا، انہوں نے بطور امتحان مصحف عثمانی سے کئی مقامات پر متعین کر کے پڑھنے کو کہا تو نابینا نے بریل کوڈ کی مدد سے اسی طرح پڑھا جو رسم قرآنی میں موجود ہے، اس قسم کے مشاہدہ سے ناچیز یہ رائے قائم کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ بریل کوڈ کی حیثیت محض ایک آلہ کی ہے، رسم الخط کی نہیں، اس لئے اس کی مدد سے مصحف عثمانی کی تلاوت کی جاسکتی ہے، لیکن یہ اجازت صرف نابینا تک محدود ہوگی، بینا حضرات کے لئے اس کی اجازت نہیں ہوگی، بلکہ ان کے لئے براہ راست مصحف عثمانی سے تلاوت کرنا لازم ہوگا، تاکہ امت کسی ضرورت کے درجہ کی چیز کو اختیار کر کے اصل مقصود چیز یعنی عثمانی رسم الخط کو ترک نہ کردے، اس لئے بنیا کے لئے رسم عثمانی کی اتباع لازم ہے۔

موبائل پر قرآن مجید:

اس مسئلہ میں ظاہر ہے کہ موبائل کا ڈھانچہ خلاف کے درجہ میں ہے، اور فقہاء اس کی صراحت کی ہے کہ خلاف کے ساتھ قرآن مجید چھونے کے لئے وضو ضروری نہیں ہے، بلکہ بلا وضو چھونے کی اجازت ہوگی، تاہم جب موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید کی آیات لانے کا ارادہ ہو تو اسکرین پر ہاتھ رکھنے کے لئے وضو کرلینا بہتر ہے اور آداب میں داخل ہے، علامہ سیوطیؒ اور صاحب مناہل نے اس قسم کے آداب تحریر فرمائے ہیں اور اس کتاب عظیم اور وحی الٰہی کی تلاوت کے لئے باوضو تو ہونا ہی چاہئے۔

☆☆☆

بغیر عربی متن کے ترجمہ کی قباحتیں

مفتی اقبال احمد قاسمی☆

بلاعربی عبارت کے محض ترجمہ قرآن کا سوال جب بھی اٹھایا گیا تو ہر دور کے اہل علم نے اس کی پرزور مخالفت کی چنانچہ ماضی قریب میں ۱۳۳۲ھ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے دور میں جب یہ مسئلہ سامنے آیا تو حضرت تھانویؒ نے صرف ترجمہ شائع کرنے کی دس خرابیاں بیان کرتے ہوئے محض ترجمہ قرآن کے چھاپنے کو حرام قرار دیا مفصل فتویٰ میں مذکور ممانعت کی دس وجوہ ''جواہر الفقہ'' کے حوالہ سے بالاجمال ذکر کردینا یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے۔ وھو ھذا:

(۱) کتاب الٰہی کا ترجمہ غیر حامل المتن جداگانہ شائع کرنا اہل کتاب کے ساتھ تشبہ ہے ایسے امر میں جو عرفاً و عادتاً ان کے خصائل میں سے ہے سو اول تو ان کے ساتھ تشبہ ہی مذموم ہے، پھر خصوص جب تشبہ امر متعلق بالدین میں ہو کہ تشبہ فی الامر الدنیاوی سے ''تشبہ فی الأمر الدینی'' اشد ہے۔ الخ

(۲) خدانخواستہ اگر یہ طریق مروج ہوگیا تو مثل تورات وانجیل احتمال قوی اصل قرآن مجید کے ضائع ہونے کا ہے اور حفاظت اصل قرآن مجید کی فرض ہے اور اس کا اخلال حرام ہے اور فرض کا مقدمہ فرض اور حرام کا مقدمہ حرام اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ یہ احتمال بعید ہے محققان دین ومبصران اسلام سے ایسے احتمالات کا اعتبار ثابت ہے پھر خواہ بعید ہو یا قریب ہم پر بھی واجب ہے کہ اس کا لحاظ کریں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما نے ضیاع قرآن کے احتمال کا اعتبار کرکے قرآن مجید کے جمع کا اہتمام ضروری قرار دیا تھا، حالانکہ قرآن مجید اس وقت بھی متواتر تھا اور اس کے ناقل اس کثرت سے تھے کہ اس کے تواتر کا انقطاع احتمال بعید تھا، لیکن پھر بھی اس کا لحاظ کیا گیا پس جیسا اس وقت عدم کتابت میں احتمال ضیاع کا تھا اسی طرح صرف ترجمہ کی کتابت میں اس کا احتمال ہے۔

☆ صدر مدرس ومفتی مدرسہ مظہر العلوم (مسجد کھٹو شاہ)، ۹۸/۱۳۶، بیکن گنج، کانپور۔ یوپی۔

(۳) حسب تصریح فقہاء اس ترجمہ کو بلا وضو مس کرنا جائز نہ ہوگا (کمافی عالمگیری ص ۲۴ ج ۱) جبکہ یہ یقینی بات ہے کہ عامۃ الناس اس ترجمہ کو ایک کتاب خالی از قرآن سمجھ کر ہرگز اس کے مس کیلئے وضو کا انتظام نہ کریں گے تو ایسا ترجمہ شائع کرنا سبب ہوگا ایک امر غیر مشروع کا اور غیر مشروع کا سبب غیر مشروع ہے۔

(۴) (ترجمہ خالی از قرآن کا) احترام بھی لوگ زیادہ نہ کریں گے اور غیر قابل انتفاع ہوجانے کے وقت مثل دیگر معمولی کتب کے اس کے اوراق کا استعمال بھی کریں گے تو اس سے یہ بھی ایک محظور لازم آوے گا اور محذور کا سبب لامحالہ محذور ومحظور (ممنوع) ہے۔

(۵) آج تک امت میں کسی نے ایسا نہیں کیا اور جو کسی نے ایسا کیا تو اس پر انکار کیا گیا اس وقت بھی ایسے ترجمہ غیر حامل متن پر علماء کو انکار ہے چنانچہ اس جواب لکھنے کے قبل ایک مجمع علماء سے میں نے ذکر کیا تو ایک نے بھی اس میں نرمی نہیں فرمائی، بلکہ سب نے شدید انکار کیا۔

(۶) باوجودیکہ دوسری زبان والے مسلمانوں کو اس قسم کی حاجت بھی واقع ہوئی جس حاجت کی بنا پر ایسا کیا گیا ہے (یعنی ترجمہ محض) تو باوجود داعی کے تمام علماء امت کا انکار کرنا دلیل ہے اجماع کی اس امر کے مذموم ومنکر ہونے پر۔ **کما قال رسول اللہ ﷺ اتبعوا السواد الأعظم** (مشکوٰۃ)۔

(۷) ترجمہ مع متن کی صورت میں تو قرآن مجید سے کچھ علاقہ وتعلق بھی ہے اگر ترجمہ سے بھی مدد لیتے ہیں تو اصل بھی ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور اس بہانہ سے کچھ پڑھ بھی لیتے ہیں اور پھر تو قرآن سے بالکل بے تعلق اور اجنبی ہو جائیں گے۔

(۸) متن کے ساتھ شائع ترجموں میں اگر کہیں کچھ اختلاف ہو تو اصل (متن) سامنے ہے جو سب نسخوں میں متحد ہے تو اختلاف کا خیال اصل تک نہیں پہونچتا اور جب ترجمے ہی رہ جائیں گے اور اصل نظروں سے غائب تو اس وقت یہ اختلاف کلام اللہ کی طرف منسوب ہوگا۔ بعد چندے یہ گمان ہونے لگے گا کہ اصل حکم ہی مختلف ہے یہ تو اعتقاد پر اسکا اثر ہوگا اور عمل پر یہ اثر ہوگا کہ ترجموں کو لےلیکر آپس میں لڑیں گے اور مراجعت فی الاصل کی توفیق ہوگی نہیں جو مدار ہوسکتا ہے فیصلہ کا مدار ہوسکتا ہے۔

(۹) ترجمہ مع متن میں ترجمہ کو مستقل کتاب نہیں سمجھتے قرآن کا تابع سمجھتے ہیں اگر کہیں مطلب نہیں سمجھتے۔ یا غلط سمجھتے ہیں یا فصاحت وبلاغت سے گرا ہوا پاتے ہیں تو فہم کا یا مترجم کا قصور سمجھتے ہیں اور مترجم کو دین کا مالک (ٹھیکیدار) نہیں جانتے۔

(۱۰) نیز متن کے ساتھ ترجمہ میں کسی مترجم کو تحریف معنوی کی ہمت بھی نہیں ہوسکتی کہ اصل کے سامنے ہونے سے ہر طالب علم اس کی گرفت کر سکے گا (جیسا کہ غلط ترجموں پر گرفت آسانی سے ہوجاتی ہے۔

اور اگر ایسا ترجمہ (متن) شائع ہوا تو اس کو مستقل کتاب سمجھیں گے کسی کا تابع نہ سمجھیں گے اور تمام آثار مذکورہ کی اضداد واقع ہوں گی خصوص مترجمین ہی کا متبوع مستقل ہوجانا یہ سب سے بڑھ کر آفت ہوگی اور اہل زیغ کو بہت آسانی سے غلط ترجمہ اور تفسیر کا موقع ملے گا، کیونکہ ہر دیکھنے والے حافظ نہیں ہوتے اور مراجعت اصل کی طرف ہر وقت آسان نہیں ہوتی "**کما قال: اتخذوا أحبا رهم ورهبا نهم أربابا من دون الله**" (سورۃ التوبہ:۳۱) اور پھر اسی طرح کے اور بھی بہت سے مفاسد ہیں پس ایسے ترجمہ کا خریدنا یا ہدیہ قبول کرنا ناجائز ہے اعانت ہوگی ایک امر ناجائز کی اس لئے یہ بھی ناجائز ہے (جواہر الفقہ از ص ۱۱۵ر تاص ۱۲۲ ج ار بحوالہ حوادث الفتاویٰ ص ۱۵۶ ر ج ۲)۔

تنہا ترجمہ کی اشاعت اور اس کی خرید وفروخت یا اعانت حرام ہے:

مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے رسالہ "صیانۃ القرآن" میں بالتفصیل ثابت کیا ہے کہ "قرآن مجید کا صرف ترجمہ بغیر عربی الفاظ کے لکھنا اور لکھوانا اور شائع کرنا باجماع امت حرام اور باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع ہے جیسا کہ روایات ذیل میں اس کا ناجائز وحرام ہونا مذاہب اربعہ سے ثابت ہے اور جبکہ اس کا لکھنا اور شائع کرنا ناجائز ہوا تو اس کی خرید وفروخت بھی بوجہ اعانت معصیت کے ناجائز ہوگی، اس لئے اس کا فروخت کرنے والا اور خریدنے والا بھی گناہ گار ہوگا اور چھاپنے اور شائع کرنے والے کو بھی اپنے عمل کا گناہ ہوگا اور جتنے مسلمان اس کی خرید وفروخت کی وجہ سے گناہگار ہونگے وہ اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاوے گا "**لقولہ تعالیٰ :من یشفع شفا عۃ سیئۃ یکن لہ' کفل منھا**" (سورۂ نساء ۲/۸۵)۔

علامہ حسن شرنبلالی صاحب نور الایضاح جو دسویں صدی ہجری کے مشہور فقیہ اور حنفی صاحب تصانیف کثیرہ ہیں ان کا ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر جس کا نام "**النفحۃ القدسیہ فی أحکام قرأۃ القرآن و کتا بتہٖ با لفا رسیۃ**" ہے، اس میں مذاہب اربعہ سے اسکی حرمت اور سخت ممانعت ثابت کی ہے کہ قرآن مجید کو کسی عجمی زبان میں محض ترجمہ بلانظم قرآنی عربی کے لکھا جاوے جس کی عبارت یہ ہے (بحوالہ جواہر الفقہ ص ۹۸ ج ۱)۔

"وأما کتا بۃ القرآن با لفا رسیۃ فقد نص علیھا فی غیر ما کتا ب من کتب ائمتنا الحنفیۃ المعتمدۃ منھا ما قالہ مولف الھدایہ الإمام الأجل شیخ مشا ئخ الإسلام حجۃ اللہ تعالیٰ علی الأنا م برھان الدین أبو الحسن علی بن أبی بکر المرغینانی الکبیر رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتا بہ التتجنیس

المزید ما نصه: ویمنع من کتا بة القراان با لفا رسیة با الإجماع، لأنه یؤدی للإخلال بحفظ القرآن، لأنا أمرنا یحفظ النظم والمعنی، فإنه دلا له علی النبوت، ولأنه ربما یؤ دی إلی التهاون بأمر القرآن۔انتهی۔

ومنها ما فی معراج الداریة: أنه یمنع من کتا ب المصحف بالفا رسیة أشد المنع، وأنه یکون معتمده زندیقا وستذکره تما مه۔

ومنها ما فی الکا فی: أنه لوأراد أن یکتب مصحفا با لفا رسیة یمنع، ومنها ما قال فی شرح الهدا یة فتح القدیر للمحقق الکما ل ابن همام رحمه الله وفی الکا فی: إن اعتاد القرأة با لفا رسیة أوأراد أن یکتب مصحفا بها یمنع، فا ن فعل آیة اوآیتین لا، فان کتب القرآن وتفسیر کل حرف وتر جمته جاز۔اھ ‘‘

(ترجمہ)اور رہا قرآن شریف کو فارسی میں لکھنا ہمارے حنفی اماموں کی بہت سی معتبر کتابوں میں اس کے متعلق تصریح ہے۔

(۱)ہدایہ کے مصنف امام اجل اسلام کے شیخ المشائخ حجۃ اللہ علی الخلوق برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ’’ **التجنیس والمزید**‘‘ میں یہ الفاظ لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کو فارسی میں لکھنا با الاجماع ممنوع ہے کیونکہ یہ قرآن مجید شریف کے حفظ کرنے میں خلل انداز ہے اور ہم لوگ قرآن شریف کے الفاظ ومعنی دونوں کی حفاظت کے مامور ہیں کیونکہ یہ نبوت کا معجزہ ہے۔دوسرے یہ بات تلاوت کے باب میں لوگوں کو سست کرتی ہے۔

(۲)معراج الداریہ میں ہے کہ فارسی میں قرآن شریف لکھنا سخت ترین ممنوع ہے اور قصداً ایسا کرنے والا زندیق ہے اور باقی مضمون ہم آگے لکھیں گے۔

(۳)کافی میں ہے کہ اگر کوئی فارسی میں قرآن شریف لکھنے کا ارادہ کرے تو روک دیا جائے گا۔

(۴)ہدایہ کی شرح کمال بن ہمام کی تصنیف فتح القدیر اور کافی میں ہے کہ اگر کوئی فارسی میں تلاوت کی عادت کرے یا فارسی میں لکھنے کا قصد کرے تو اس کو روک دیا جائے، ہاں اگر ایک دو آیت کرے تو نہ روکا جائے۔لیکن اگر الفاظ قرآن شریف بھی لکھے اور ہر ہر حرف کا ترجمہ وتفسیر لکھے ناجائز ہے۔

علامہ محقق ابن ہمام کی عبارت سے اس تفصیل کی بھی تصریح ہوگئی کہ فارسی (یا کسی اور عجمی) زبان میں قرآن کا محض ترجمہ لکھنا جو ممنوع ہے ایک دو آیت کا ترجمہ لکھنا اس میں داخل نہیں، بلکہ پورا قرآن یا اس کا کوئی معتدبہ حصہ اس طرح لکھنا

حرام ہے، نیز یہ کہ اگر اصل عبارت عربی کے نیچے یا حاشیہ وغیرہ پر ترجمہ اور تفسیر لکھی جاوے تو بھی ممنوع نہیں۔

پھر عبارات مذکورہ میں چونکہ بطور مثال فارسی زبان کا ذکر تھا جس سے یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ یہ ممانعت ممکن ہے کہ کسی وجہ سے فارسی زبان کے ساتھ مخصوص ہو اس لئے علامہ شرنبلالی نے روایات مذکورہ بالا نقل کرنے کے بعد فرمایا:

"قد مناحکا یة الإجما ع علیٰ منع کتا بة القرآن العظیم بالفا رسیة وأنه إنما نص علی الفارسیة لإفا دة المنع بغیرها با لطریق الاولیٰ؛ لأن غیر ها لیس مثلها فی الفصاحة، و لذاکانت فی الجنة مما یتکلم به کا لعربیة کما تقدم (النفحة القدسیة)"

اور درمختار میں ہے:

"وتجوز کتا بة اٰیة او اٰیتین با لفا رسیة لا أکثر (قال الشامی)والظا هر أن الفا رسیة غیر قید" (شامی ص ۳۵۴ ج ۱)۔

یہاں تک یہ سب روایات ائمہ حنفیہ اور معتبر کتب حنفیہ کی تھیں اس کے بعد امام شافعی، مالک، احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے مذاہب کی روایات حسب ذیل ہیں۔

"أما عند الأئمة الشا فعیة فقد قدمنا عن الإمام الزر کشی رحمه الله احتمال الجواز وأن الأقرب المنع من کتابة القرآن با لفا رسیة کما تحرم قراء ته بغیر لسان العرب اه

"وقد افاد شیخ الاسلام العلامة بن حجر العسقلانی الشا فعی فی فتا واه تحریم الکتا بة ......وأجمع علیه السلف والخلف ۔

وأما عند الأئمة الما لکیة کلما نقل العلامة ابن حجر فی فتاواه أن الامام مالکاً سئل هل یکتب المصحف علی ما أحدثه الناس من الهجأ؟ فقال: لا، إلاعلی الکتبة الأولیٰ أی کتب الإمام وهو المصحف العثمانی قال بعض أئمة القراء ة ونسبته' إلی الإمام مالک لأنه المسئول عن المسئلة، وإلا فهو مذهب الأئمة الأربعة وبمثله قال أبو عمرو۔

وأما عند الأئمة الحنا بلة فقد قدمنا عن الدرا یة ما نصه و عند الشا فعیؒ تفسد الصلوٰة بالقراء ة با لفا رسیة وبه قال ما لک وأحمد عند العجز وعدمه انتهیٰ (النفحۃ القدسیۃ ص ۳۵)۔

وفی حاشیة المغنی لابن قدامة الحنبلی ما نصه؛ استمر الإجماع علیٰ قرائة جمیع المسلمین القرآن فی الصلوٰة وغیرها با لعر بیة کأ ذکارها و سا ئر الأذکار والأدعیة الما ثور ة علیٰ کثرة

الأعاجم حتی قام بعض المرتدین من اعاجم هذا العصر یدعون الی تر جمة القرآن وغیر ہ من الاذکار و بطریق التعبد وانما مرا دھم التوسل بذالک إلیٰ تسھیل الردة علیٰ قو مھم" (مغنی مع الشرح الکبیر ص ۵۳۰ ج ۱)۔

(ترجمہ)اور ائمہ شافعیہ کے نزدیک کیا حکم ہے تو ہم نے پہلے امام زرکشی سے جواز کا احتمال اور یہ نقل کرہی دیا ہے کہ حق کے قریب یہی ہے کہ فارسی میں قرآن شریف لکھنے کی ایسی ممانعت ہے جیسے کہ غیر عربی زبان میں تلاوت حرام ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ نے اپنے فتویٰ میں ایسے لکھنے کے حرام ہونے کو بیان فرمایا ہے۔......اور اس پر اسلاف داخلاف کا اجماع ہے نکالنے کو جائزنہیں کر سکتے۔

اور ائمہ مالکیہ کے نزدیک اس لئے کہ علامہ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں نقل کیا ہے امام مالک سے سوال کیا گیا کہ لوگوں نے جو یہ نیا طریقہ نکالا ہے الگ الگ حروف کر کے لکھنے کا کیا اس طرح لکھا جا سکتا ہے فرمایا نہیں سوائے اس پہلے طریقہ یعنی طریقہ امام کے جو مصحف عثمانی کا ہے اور کوئی طرز جائزنہیں قرائت کے بعض ائمہ نے بیان کیا ہے کہ اس مسئلہ کی نسبت امام مالک کی طرف اس بناء پر ہے کہ ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تھا ورنہ یہ تو ائمہ اربعہ کا مذہب ہے اور ایسا ہی ابو عمرؒو نے بھی فرمایا ہے۔

اور ائمہ حنابلہ کے نزدیک تو ہم پہلے درایہ سے نقل کر چکے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک فارسی میں قراءۃ کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔اور یہی امام مالکؒ اور امام احمدؒ نے عجز وعدم عجز کے وقت کیلئے فرمایا۔

ابن قدامہ حنبلی کی کتاب مغنی کے حاشیہ میں ہے کہ اس پر اجماع قرار پایا ہے کہ تمام مسلمان نماز میں بھی اور نماز کے علاوہ بھی قرآن شریف کی تلاوت عربی ہی میں کریں جیسے نماز کی اور دعائیں اور ذکر اور سب ادعیہ ماثورہ بھی عربی میں پڑھی جاتی ہیں اور یہ اجماع عجمیوں کی کثرت کے باوجود ہے،لیکن اس زمانہ کے عجمیوں میں سے بعض مرتد لوگ اُٹھے ہیں اور لوگوں کو ترجمۂ قرآن اور ترجمۂ اذکار کی اور تراجم کو بطور عبادت تلاوت کرنے کی دعوت دینے لگے ہیں اور اس سے ان لوگوں کی غرض اپنی قوم پر مرتد ہونے کو سہل کردینا ہے۔

مذکورہ بالاعبارات سے جس طرح آئمہ اربعہ کی تصریحات سے یہ بات صاف ہوگئی کہ فارسی اردو یا کسی بھی عجمی زبان میں قرآن کا محض ترجمہ لکھنا منع وحرام ہے۔اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک دو آیت کا ترجمہ محض لکھنا اس ممانعت میں داخل نہیں، بلکہ پورا قرآن یا اس کا معتدبہ حصہ اس طرح لکھنا حرام ہے۔نیز یہ کہ محض ترجمہ کو قرآن کہنا بھی جائزنہیں، کیونکہ قرآن عربی زبان کے ساتھ مختص ہے اگرچہ ترجمہ کو ادباًباوضو چھونا ضروری ہے باقی ایسے تراجم کو احترام کے ساتھ اس طرح

دفن کر دینا چاہئے جس طرح نا قابل قرأت بوسیدہ قرآن مجید واحادیث وغیرہ کتب کو دفن کیا جاتا ہے۔

مع متن ترجمہ کی بھی ایک ضروری شرط:

مذکورہ بالا عبارات سے عربی قرآن کے متن کے ساتھ ترجمہ کا جواز بھی معلوم ہوا لیکن فقہاء نے اسکی بھی صراحت کی ہے کہ ترجمہ قرآن اس طرح پر لکھنا جائز نہیں کہ وہ قرآن سے منفصل وعلیٰحدہ ہو سکے مثلاً ایک صفحہ یا ورق میں عربی ہی عربی دوسرے ورق یا صفحہ میں محض ترجمہ ہی ترجمہ یہ شکل جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں ترجمہ کا انفصال قرآن سے ممکن ہے۔ ترجمہ کو متن قرآن کے ساتھ ایسا ملحق ہونا چاہئے کہ اس سے جدا نہ ہو سکے، تاکہ اصل عربی سے بے توجہی یا کم توجہ کا سبب نہ بنے البتہ یہ صورت بالکل درست ہوگی کہ آیت کا نمبر ڈال کر ترجمہ کو آیت کے نمبر کے مطابق لکھا جائے۔ اس صورت میں ترجمہ و متن قرآن سے مربوط رہے گا مستقل اس کی حیثیت نہ ہوگی (امداد الاحکام للتھانوی ص ۲۳۹ ج ۱)۔

فقہاء کی تصریحات:

بلا متن عربی خالص ترجمہ کی اشاعت کی ممانعت کے ذکر میں جو عبارات ونصوص گذری ہیں ان سے جس طرح عربی کے سواء کسی اور زبان میں قرآن کریم کی اشاعت کا حرام ہونا باجماع امت ثابت ہوا اسی طرح اسکی حرمت ومخالفت بھی ثابت ہوگی کہ عربی زبان کو انگریزی یا ہندی یا گجراتی یا بنگلہ وغیرہ رسم الخط میں کر دیا جائے یہ بھی باجماع امت ناجائز ہے خصوصا انگریزی اور ہندی رسم الخط میں عربی لکھنا تو تحریف کو بھی مستلزم ہے، کیونکہ اس میں حرکات زیر زبر پیش کو بشکل حرف لکھا جاتا ہے، لہٰذا اس کا حرام ہونا اظہر من الشمس ہے۔ فقہاء نے تو عربی رسم الخط میں قرآن لکھنے کے سلسلہ میں مصحف عثانی کے رسم الخط کی رعایت ومتابعت کو لازم قرار دیا ہے اور مصحف عثانی کے رسم خط کے خلاف لکھنا اگر چہ وہ عربی ہی خط کیوں نہ ہو اس کو ناجائز وحرام کہا ہے اور اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق اور علماء امت کا اجماع نقل کیا ہے تو پھر عربی چھوڑ کر غیر عربی بنگلہ وغیرہ رسم خط میں قرآن لکھنے کا جواز کیسے نکل سکتا ہے اسمیں تو جواز کا احتمال ہی نہیں۔ فقہاء کی چند دیگر تصریحات ملاحظہ ہوں

"أجمع المسلمون قاطبة علىٰ وجوب اتباع رسم مصاحف عثمان ومنع مخالفتهٖ (ثم قال)قال العلامة ابن عاشر :و وجه وجوبه ما تقدم من إجماع الصحابة عليه وهم زهاء اثنى عشر الفاً و الإجماع حجة حسبما تقرر فى أصول الفقه (جواہر الفقہ ص۱۰۶)**،وقاالبيهقي: من كتب مصحفا فينبغي أن يحافظ على الهجاء الذى كتبوا به تلك المصاحف ولا يخالفهم فيه ولا يغير ما كتبوه شيئا، فإنهم كانوا (اى الصحابة) أكثر علماً وأصدق قلباً ولساناً وأعظم أمانةً، فلا ينبغي أن نظن بأ نفسناً استدراكا عليهِم،**

كما فى الاتقان لشيخ مشا ئختنا الجلال السيو طیؒ، ثم قال العلا مة الحداد: فثبت بما ذكر من النقول الصحيحة والنصوص الصريحة أنه قد انعقد إجماع سا ئر الأمة من الصحابة وغيرهم على تلك الرسوم، وأنه لا يجوز بحال من الأحوال العدول عن كتا بة القرآن الكريم ولا نشرة بصورة تخالف رسم المصاحف العثما نية .والله الموفق والمعين انتهى''۔

(ترجمہ)امام بیہقیؒ کہتے ہیں کہ جوشخص قرآن شریف کی کتابت کرنا چاہےتو اس کیلئے مناسب یہی ہے کہ حرفوں کے اس جوڑتوڑ کی حفاظت کرے جس پر وہ مصاحف لکھے گئے ہیں اوران کے خلاف نہ کرے اور جیسے جیسے انہوں نے لکھا ہے سرِ مونہ بدلے کیونکہ حضرات صحابہؓ علم میں سب سے زیادہ کامل،صدق قلبی ولسانی میں سب سے بڑھے ہوئے اورتدین وامانت میں سب سے اعلیٰ تھے۔ہم کوروانہیں ہے کہ اپنے دلوں میں ان کی طرف سے کوئی شبہ قائم کریں یہ اتقان میں ہے جو ہمارے شیخ المشائخ جلال السیوطیؒ کی ہے پھر علامہ حداد نے لکھا ہے کہ جو نقول صحیحہ اورنصوص صریحہ ذکر کی گئی ہیں ان سے ثابت ہوگیا ہے کہ اس رسم خط کے وجوب پر اوراس پر کہ قرآن شریف کی کتابت میں کسی حال میں بھی اس رسم الخط سے عدول جائز نہیں اور نہ کسی ایسی صورت سے جو مصاحف عثمانیہ کے رسم الخط کے خلاف ہو قرآن شریف کا شائع کرنا جائز ہے،صحابہؓ وغیر صحابہؓ ساری امت کا اجماع ہو چکا ہے۔واللہ الموفق والمعین (رسالہ النصوص الجلیلۃ ص ۲۵ /جواہر الفقہ ص ۱۰۸)۔

رسم عثمانی کے ساتھ دوسری زبان کے خط میں متن قرآن کوشائع کرنا:

جہاں تک رسم عثمانی میں کوئی تصرف کئے بغیر کسی اورزبان میں متن کو ساتھ ساتھ لکھنے کا مسئلہ ہے تو فقہاء عصر نے اس مسئلہ میں چند شرطوں کے ساتھ گنجائش ذکر کی ہے مفتی نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں۔

''ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ جولوگ عربی رسم الخط سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ناظرہ بھی نہ پڑھ سکتے ہوں اورتلاوت کلام الٰہی کرنا چاہتے ہوں'' ان کی تعلیم وتلقین کے لئے مصحف پاک کی ترتیب کے مطابق داہنی طرف سے کتاب شروع کی جائے اور پہلے قرآن کریم سرحوض وسرصفحہ نمایاں کرکے اس طرح لکھا جائے کہ اس کا اصل ہونا اوراس کی متبوعات وعظمت اور اس کا پوراادب واحترام محفوظ وملحوظ رہے اوراس کے نیچے تابع بنا کر کسی بھی زبان کے رسم الخط میں اتنی ہی عبارت قرآن کریم کی اس طرح پر لکھی جائے کہ قرآن مجید کے تمام خصوصی حروف مثلاً س۔ث۔اور۔ز۔ذ۔ظ۔ض اورہمزہ۔ع۔وغیرہ اور اس کے تمام فروق وامتیازات، نیز تمام خصوصیات کتابت واداء وغیرہ مثلاً حروف زوائد (الف لام) اور مدو جزم،تشدید واسکان وغیرہ کی پوری پوری رعایت موجود وملحوظ رہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ یہ صورت اس وقت ممکن ہوگی جب پہلے ان تمام خصوصیات کیلئے جامع مانع اصطلاحات وضع کر کے اس زبان کو مکمل کرلیا جائے، پھر لکھا جائے، ورنہ بغیر اس کے کوئی صورت جواز واباحت کی نہ ہوگی۔

اور ان باتوں کے باوجود ایک بات اور پھر بھی ضروری اور لازمی رہے گی کہ اس عبارت کو قرآن کریم کا نام یا ہندی رسم الخط میں قرآن کا نام یا انگریزی یا بنگلہ وغیرہ کسی بھی رسم الخط میں قرآن کا نام ہرگز نہ دیا جائے۔

بلکہ اصل قرآن کریم سے امتیاز اور تعارف کی غرض سے خلط وتلبیس وتحریف سے حفاظت کی غرض سے سرخی میں فقط یہ لکھا جائے، مثلا: ہندی رسم الخط میں یا انگریزی یا بنگلہ وغیرہ رسم الخط میں قرآن کریم کی تعلیم کا ذریعہ، یا مثلا ہندی رسم الخط میں یا فلاں رسم الخط میں قرآن کریم کا تعارف۔

صرف قرآن کریم کا اس کو ہرگز نام نہ دیا جائے۔ اگر ذرا بھی کسی عمل میں یا فعل سے قرآن کریم سے التباس ہوگا تو پھر اباحت وجواز کی کوئی صورت نہ رہے گی۔ ان تمام بندشوں اور احتیاطوں کے ساتھ اس زیر متن عبارت کی حیثیت وہی ہوجائے گی جو قرآن کے ترجمہ اور تفسیر کی ہوتی ہے، جو عربی زبان یا غیر عربی زبان میں متن قرآن کریم کے ساتھ تابع بن کر لکھ دی جاتی ہیں، اور اس کو قرآن کا نام نہ دیتے ہوئے صرف ترجمہ قرآن کریم یا تفسیر قرآن کریم کے نام سے موسوم کرتے ہیں ”**هذا ما عندی**“ فقط واللہ اعلم بالصواب (منتخبات نظام الفتاویٰ ص ۲۸ ج ۳)۔

بریل کوڈ کا شرعی حکم:

نابیناؤں کے لئے ایجاد کردہ قرآنی بریل کوڈ کا شرعی حکم طے کرنے کیلئے یہ طے کرنا ضروری ہے کہ بریل کوڈ، یعنی نقطوں والی ابھری ہوئی نقوش کی مدد سے جو کلام تیار ہوتا ہے اس کا درجہ کیا ہے آیا وہ تحریر اور رسم الخط ہے یا وہ نقطے خطوط اشارات کی حد تک محدود ہیں؟ جن علماء نے بریل کو تحریر وکتابت مانا ہے انہوں نے قرآن پاک کو بریل میں منتقل کرنا حرام قرار دیا ہے، کیونکہ قرآن پاک کی تحریر کیلئے جو معیار عہد صحابہ سے بالاجماع طے ہے وہ عربی عثمانی رسم الخط ہے، قرآن پاک کی تحریر کیلئے کسی بھی رسم الخط وتحریر کو اسی معیار کے مطابق اور اس کے ضوابط پر پورا اترنا ضروری ہے۔

اور چونکہ بریل کا رسم الخط قرآنی عربی رسم الخط اور عثمانی طرز کتابت سے بالکل جداگانہ چیز ہے، اس لئے قرآن کو بریل میں لکھنے اور منتقل کرنے کی گنجائش نہیں ہونی چاہئے۔ لیکن دوسری طرف ایک جماعت فقہاء کا خیال یہ ہے کہ بریل کو رسم الخط اور عربی تحریر وکتابت سے تعبیر کرنا صحیح نہیں یہ محض تحریر کا بدل ہیں خود تحریر نہیں، لہٰذا اس کو رسم عثمانی کے معیار پر پرکھنا ہی غلط ہے چونکہ یہ تحریر نہیں تحریر کا بدل اور کتابت کا کوڈ ہے، اس لئے اس کا حکم بھی علیحدہ ہوگا اور معذوروں کیلئے اس کی گنجائش رہے گی۔

بریل کوڈ اور رسم الخط (کتابت) میں بنیادی فرق:

اب یہ بحث کہ بریل کو تحریر و کتابت مانا جائے یا اسکا بدل و قائمقام یہ غور طلب مسئلہ ہے؟

تحقیق اور غور و فکر سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بریل کو رسم الخط یا تحریر کہنا مشکل ہے بریل کو نابیناؤں کی تحریر تو کہا جا سکتا ہے مطلق تحریر کہنا صحیح نہیں۔ بریل میں اور عام تحریر و کتابت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مثلاً:

(۱) عربی زبان کے رسم الخط میں جو شوشے اور گھماؤ دیکھنے میں آتے ہیں بریل میں یہ بات نہیں ہوتی، بلکہ وہ تو نقطے ہی نقطے ہوتے ہیں ان ہی کے کم و بیش سے حروف کا بدل بنتا ہے۔

(۲) بریل جو نقطوں سے ترتیب دیا جاتا ہے وہ لکھے ہوئے نقطے نہیں ہوتے، بلکہ وہ کاغذ پر ابھارے ہوئے ہوتے ہیں جو لمس کی مدد سے محسوس کئے جاتے ہیں اور نابینا لوگ چھو کر اس کو پڑھ سکتے ہیں، جبکہ بینا لوگوں کیلئے وہ عموماً ناقابل فہم ہو تے ہیں۔

(۳) رسم الخط حروف قرآن پر دال ہوتے ہیں اسی لئے عثمانی رسم الخط کا موضوع قرآن کریم کے حروف کہلاتے ہیں جبکہ بریل نقطوں کی زبان ہے اور وہ حروف کا بدل ہیں خود حروف نہیں۔

(۴) بریل یا نقطے تلفظ کی علامت ہوتے ہیں اور زبان کے بدلنے کے باوجود جن الفاظ کا تلفظ یکساں ہوتا ہے ان کی شکل نہیں بدلتی مثلاً (ل) کی علامت کے طور جو بریل وضع کیا گیا ہے وہ انگریزی عربی گجراتی میں یکساں ہے اسی لئے مختلف زبان کے رسم الخط سے ایک نظر میں زبان کا فرق جانا جا سکتا ہے کہ یہ انگریزی کی تحریر ہے یہ عربی کی کتاب ہے اور یہ کسی اور زبان میں لکھی ہوئی ہے، جبکہ بریل میں لکھی ہوئی مختلف زبانوں کی کتابوں کا فرق جاننا تعلیم یافتہ نابینا کیلئے بھی مشکل ہو جاتا ہے اور بینا و دانا اس سے اپنے کو عاجز ہی پاتا ہے، کیونکہ تمام بریل ایک جیسی نظر آتی ہے یہ بھی ایک واضح فرق ہے بریل اور رسم الخط کے درمیان۔

(۵) رسم الخط مشاہدہ کی چیز ہوتی ہے جس سے نابینا عاجز ہے، جبکہ بریل دیکھ کر نہیں چھو کر جاننے والی چیز ہے، کیونکہ وہ ایک کوڈ ہوتا ہے جو صرف نابینا لوگوں کیلئے قوت لمس کے سہارے سے پڑھنے کیلئے وضع کیا جاتا ہے گویا بریل دیکھ کر نہیں چھو کر پڑھنے کیلئے ترتیب دیا جاتا ہے۔ ایک نابینا شخص کیلئے ابھرے ہوئے نقطوں کو پہچاننا آسان ہوتا ہے جبکہ وہ پرنٹ شدہ نقطہ کو نہیں پہچان سکتا۔ اسی سے یہ فرق بھی نکل آیا کہ نابینا شخص کیلئے بریل کا پڑھنا روشنی اور اندھیرے میں برابر ہے جب کہ بینا شخص کیلئے مطبوع رسم الخط کو اندھیرے میں پڑھنا ممکن نہیں۔

بریل کوڈ میں قرآن کے جواز کو ترجیح:

خلاصہ یہ کہ بریل رموز القرآن کی زبان ہے جو حروف القرآن کے رسم الخط کے مساوی ہے اصلاً یہ رسم الخط کے حکم میں نہیں۔ لہٰذا اس پر قرآنی رسم الخط کی مخالفت کا حکم نہیں لگے گا بلکہ نابیناؤں کی سہولت کیلئے یہ اقدام ''من سن سنة حسنة الخ ''(حدیث) کے تحت داخل اور "ما را ہ المسلمون حسنا فھو عند الله حسن''(حدیث) کا مصداق ہوگا۔ اسی لئے یہ بریل کوڈ قرآنی تمام ممالک میں قبول عام حاصل کر رہا ہے خود مرکز اسلام حرمین شریفین میں بریل کوڈ والے قرآن رکھے گئے ہیں۔ اسلئے اس کے جواز کو ہی ترجیح ہونی چاہئے۔

موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید کیلئے وضو کا حکم :

دور حاضر میں قرآن کو دیکھ کر پڑھنے کیلئے موبائل اسی طرح لیپ ٹاپ، ٹیبلیٹ کا استعمال عام ہے اور اللہ کے نیک بندے ہی ان چیزوں کا نیک اور جائز کام میں استعمال کرتے ہیں۔

موبائل کے سیٹ میں قرآن مجید فیڈ ہو یا اسکی میموری (چپ) میں جب تک اسکرین پر نہیں ہے اس کو بلا وضو ہاتھ لگانا بلکہ حالت جنابت وغیرہ میں اس کو ہاتھ میں لینا، نیز اس کو جیب وغیرہ میں رکھ کر بیت الخلاء وغیرہ جانا بالاتفاق جائز ہے، کیونکہ یہ اس تعویذ کی مانند ہے جس کو موم جامہ کر کے تعویذ کے خول میں محفوظ کر دیا گیا ہو یا یوں کہا جائے کہ جس طرح حفاظ کے سینوں میں کلام پاک ہے موبائل کے سینہ میں بھی کلام پاک اسی کے حکم میں ہے۔ شرح ہدایہ فتح القدیر میں ہے

''ولو کا نت رقیة فی غلاف متجا ف عنه لم یکره دخول الخلاء به والا حتراز عن مثله أفضل'' (ص۱۵۰ ج۱ کوئٹہ)۔

(ترجمہ) اگر کوئی رقیہ (قرآنی تعویذ) کسی علیٰحدہ کپڑے میں کر دیا گیا ہو تو اس کو بیت الخلاء میں لیجانا مکروہ نہیں البتہ اس سے بچنا افضل ہے۔

البتہ جب وہی کلام پاک اسکرین پر کھلا ہوا ہو تو اس کو چھونے اور اسکرین پر رونما قرآن کو دیکھ کر پڑھنے کیلئے اس پر انگلیوں کو مس کرنے کیلئے شرعاً وضو کی حاجت ہوگی یا بلا وضو بھی اس کو ہاتھ لگانا درست رہے گا؟۔

اس سلسلہ میں وضو کی شرط کی بات عصر حاضر کے بعض مفتیان نے ذکر کی ہے اور لوح و درھم پر لکھے ہوئے قرآن کیلئے وضو کی شرط والے جزئیہ سے استدلال کیا ہے، مثلاً مفتی سلمان منصور پوری لکھتے ہیں۔

''اگر موبائل کی اسکرین پر قرآن یا احادیث شریفہ کے حروف دکھائی دے رہے ہوں تو ان حروف پر بلا وضو ہاتھ

رکھنا درست نہیں، لیکن اگر یہ پروگرام بند ہوتو ایسے موبائل کو بلا وضو چھونا منع نہیں‘‘ ’’**ویمنع دخول مسجد (إلیٰ قو له) ومسه أی القرآن ولو فی لوح أو درهم أو حائط**‘‘ (شامی زکریا ص ۴۸۸ ج ۱)۔

لیکن یہ استدلال محل تامل ہے، کیونکہ لوح و درھم پر لکھی ہوئی آیت کے لئے تو وضو اس لئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ انسان کا ہاتھ بلا حائل براہِ راست اس کو چھوتا و پکڑتا ہے۔ اس طرح آیت کا بلا حجاب چھونا لازم آتا ہے جو کہ ’’**لا یمسه الا المطهرون**‘‘ (سورۂ واقعہ:۷۹)، تحت ناجائز ہے، لیکن موبائل سیٹ وغیرہ کی اسکرین کا معاملہ اس سے مختلف ہے، کیونکہ اسکرین جو شیشہ یا پلاسٹک کی ہوتی ہے اس کے نیچے ہی وہ قرآنی آیات ابھرتی ہیں جو اسکرین کے اوپر نظر آتی ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ لائبریری اور بڑے کتب خانوں میں یادگار قرآنی مخطوطات یا نادر نسخوں وغیرہ کو شیشہ پر ہاتھ لگا کر ایسی قرآنی کتب و آیات کا نظارہ کرتے ہیں۔ اور شیشہ پر ہاتھ لگانے کیلئے وضو کی شرط نہیں ہوتی اسی طرح موبائل کی اسکرین پر قرآن کھلا ہو تو اسکرین (شیشہ یا کور) کو بلا وضو بھی ہاتھ لگانا درست ہونا چاہئے اگرچہ ادب و احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ بلا وضو قرآن کی اسکرین پر ہاتھ نہ پڑے۔

اسکرین کا حصہ جہاں قرآن رونما نظر آرہا ہے اس کو چھوڑ کر باقی موبائل کے حصہ کو پکڑنا چھونا بلا اختلاف جائز ہے جیسا کہ طحطاوی میں ہے۔

’’**لا یجو ز مس موا ضع القرآن منها؟ وله أن یمس غیر ها بخلاف المصحف**‘‘ (طحطاوی علی المراقی ص ۱۴۴ دیوبند)۔

’’**وفیما عد المصحف إنما یحرم مس الکتا بة لاالحواشی، ویحرم الکل فی المصحف؛ لأن الکل تبع له**‘‘ (حوالہ بالا ص ۱۴۳)۔

(ترجمہ) جس حصہ پر قرآن کی آیت ہے اس کا چھونا جائز نہیں اس کے علاوہ حصہ چھوا جاسکتا ہے بخلاف قرآن مجید (کتاب) کے کہ اس کو مطلقا بلا وضو چھونا جائز نہیں۔ قرآن کے علاوہ میں یہ حکم ہے کہ قرآنی کتابت کے علاوہ باقی حواشی پر بلا وضو ہاتھ لگانا جائز ہے قرآن کے کنارہ کا حصہ قرآن کے تابع ہے اس کو بلا وضو چھونا صحیح نہیں۔

خلاصہ یہ کہ اسکرین پر قرآن پڑھنے کیلئے اسکرین چھونے کی بھی گنجائش ہوگی، کیونکہ قرآن اسکرین کے نیچے ہوتا ہے نہ کہ اسکرین کے اوپر البتہ ادب یہی ہے کہ مطلق تلاوت ہی بلا وضو نہ ہو۔

☆☆☆

بغیر متن ترجمہ قرآن کی اشاعت وطباعت

مفتی سید باقر ارشد قاسمی بنگلوری☆

بغیر متن ترجمۂ قرآن کی اشاعت وطباعت:

قرآن کریم کے عربی متن کی ایک الگ ہی خاصیت ہے اور اس کا ایک الگ ہی تاثر۔ وہ جو عربی الفاظ اور جملے ہیں وہ منزل من اللہ ہیں، کلام اللہ ہیں۔ اللہ نے قلب محمد ﷺ پر ان کا نزول فرمایا ہے۔ روحانی اور معنوی حیثیت سے ان کلمات اور ان آیات کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی بھی دوسری زبان مقابلہ نہیں کر سکتی اور نہ ہی ان الفاظ کے معنی ومفہوم کو بالکلیہ ادا کر سکتی ہے۔

دوسری بات اس سلسلہ کی یہ ہے کہ سارا تقدس، سارا احترام قرآن کے عربی متن کے لئے ہے، دوسری زبان میں ترجمہ سے وہ احترام اور تقدس اس کو حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ دیا جا سکتا ہے۔ قرآن کا اطلاق عربی متن کی حامل آیات پر کیا جاتا ہے، اس کا مقام محض ترجمہ (کسی اور زبان میں) کو نہیں دیا جا سکتا ہے۔ متن کے جو احکام ہیں وہ ترجمہ پر مرتب نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ ترجمة القرآن الکریم میں ہے: ”**وهو قول الإمام الآمدی؛ إن الكتاب ؛ هو القرآن المنزل......الخ............وقال الإمام البزدوی: أما الكتاب فالقرآن المنزل على رسول الله المكتوب فی المصاحف المنقول عن النبی ﷺ نقلاً متواتراً بلا شبهة وهو النظم و المعنى جميعاً فی قول عامة العلماء..............**“ (ترجمة القرآن الکریم؛ ج 1 ص 84 موبائیل اپلیکیشن ”المکتبة الشاملة)۔

قرآن میں کسی بھی طرح کی اور کسی بھی درجہ کی تحریف شریعت کو گوارہ نہیں چونکہ اس کے بعد نہ کوئی دوسری کتاب آنے والی ہے اور نہ ہی کوئی نبی قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا، اور ارشاد فرمایا: ” **وإنا له لحافظون**“ (سورۂ حجر: ۹)، اور اس کے لئے حفاظ وعلماء کو کھڑا کیا۔ چنانچہ قرآن کی حفاظت کا مطلب صرف الفاظ ہی نہیں بلکہ ساتھ ساتھ اس کے

☆ سرپرست ”المفتی ریسرچ، اسٹڈی سرکل اینڈ پبلی کیشنز“، چن پٹن، بنگلور۔

معنی کی حفاظت مطلوب ہے۔اب اس قرآن کے عربی متن کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں کیا جائے تو جو مفہوم اور جو ترکیب، جو اسلوب، جو ڈھنگ قرآن کے متن کا ہے ویسا من وعن اس ترجمہ میں نہیں آسکتا۔مفہوم کی ادائیگی میں کچھ نہ کچھ تو فرق آ ہی جاتا ہے۔لہٰذا معنی کے اعتبار سے قرآن کی حفاظت میں رخنہ پڑ سکتا ہے۔الفاظ میں قرآن کا اعجاز اور اس کی برکت کا حصول ہے تو اس کے معنی میں قرآن کا مقصد پورا ہوتا ہے دونوں میں کسی ایک میں بھی ذرا بھر بھی تحریف ہو جائے یا تبدل وتغیر ہو جائے تو تحفظ قرآن میں خلل واقع ہو جاتا ہے جو عندالشریعت ممنوع وسخت گناہ کا عمل ہے۔

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:"**إنا أنزلناه قرآنا عربیا**......(سورۂ یوسف:۲)......ایک موقع پر ارشاد ہوا:"**وکذالک انزلناہ قرء انا عربیا**......"(سورۂ طہٰ:۱۱۳)۔

ایک جگہ ارشاد ہوا:**إنا جعلناه قرء انا عربیا**......(سورۂ زخرف:۳)......ایک اور جگہ ارشاد ہوا: "**بلسانٍ عربیٍ مبین**"......(سورۂ شعرا:۱۹۵)۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا۔

یہاں نزول سے مطلب لفظا ومعنا دونوں مراد ہیں۔نیز"الاتقان"میں ہے کہ : **قال الزرکشی: لم أر فیه کلاماً لأحد من العلماء، قال : ویحتمل الجواز لانه قد یحسنه من یقرؤه بالعربیة، و الأقرب المنع، کما تحرم قرا ء ته بغیر لسان العرب، و لقولهم : القلم احد اللسانین، و العرب لا تعرف قلما غیرالعربی، و قد قال الله تعالیٰ : بلسان عربیّ مبین**"(الاتقان فی علوم القرآن ۲/۲۱۸)۔

یعنی زرکشی نے کہا کہ انہوں نے اس بارے میں کسی عالم کا کوئی کلام نہیں دیکھا، مگر وہ کہتے ہیں کہ اس بات کا جواز کا احتمال ہے، کیونکہ جو شخص قرآن شریف کو عربی زبان اور خط میں پڑھتا ہے وہ غیر عربی میں بھی اس کو اچھی طرح سے پڑھ سکے گا۔لیکن اقرب اس کا منع ہے، جیسا کہ غیر عربی میں قرأت حرام ہے اسی طرح سے غیر عربی میں لکھنا بھی حرام ہے۔اور علماء نے کہا کہ قلم یا کتابت زبان کی دو قسمیں ہیں، ایک کتابت اور دوسری قرأت۔(غیر عربی میں جیسا قرأۃ ممنوع وحرام ہے ویسے ہی غیر عربی میں کتابت قرآن بھی ممنوع وحرام ہے)اور عرب بجز عربی قلم(خط)کے کسی دوسرے خط کو نہیں جانتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"بلسان عربی مبین"۔

فتح القدیر میں ہے:"**و فی الکافی: إن اعتاد القرأة بالفارسیة أو أراد أن یکتب مصحفاً بها یمنع؛ و إن فعل فی آیة أو آیتین لا، فإن کتب القرآن و تفسیر کل حرف و ترجمته جاز**......"(فتح

القدیر ۱/ ۳۴۸، ردالمحتار ۲/ ۱۸۷)۔

نیز ''الفتاویٰ التاتارخانیہ'' میں ہے: ''و إن اعتاد القراء ة بالفارسية، أو أراد أن يكتب المصحف بالفارسية منع من ذلک علی أشد المنع، وإن فعل ذلک فی آية او آيتين لا يمنع من ذلک، ذکر الشيخ الإمام شمس الأئمة السرخسی فی شرح الجامع الصغير: و إن کتب القرآن و تفسير کل حرف و ترجمته تحته روی عن الشيخ الفقيه أبی جعفر أن لا بأس به فی ديارنا، و إنما يکره فی ديارهم لأن القرآن نزل بلغتهم...'' (فتاویٰ تاتارخانیہ ۱/ ۲۸۴)۔

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی فارسی میں قرآن کی تلاوت کی عادت بنالے یا فارسی میں لکھنے کا ارادہ کرے تو اس کو منع کیا جائے گا، ہاں اگر ایک دو آیت میں ایسا کرے تو اس کو روکا نہ جائے، البتہ اگر متن قرآن بھی لکھے اور ہر ہر لفظ کا ترجمہ وتفسیر لکھے تو یہ جائز ہے۔

اور'' الاتقان فی علوم القرآن'' میں ہے: ''وقال أشهب : سئل مالک: هل يکتب المصحف علیٰ ما احدثه الناس من الهجاء؟ فقال : لا الا علیٰ الکتبة الاولیٰ۔ رواہٗ الدانی فی المقنع ثم قال: ولا مخالف له من علماء الامة۔ وقال فی موضع آخر : سئل مالک عن الحروف فی القرآن مثل الواؤ و الالف أتریٰ أن يغير من المصحف إذا وجد فيه کذلک؟ قال: لا۔ قال أبو عمرو : يعنی الواو و الالف المزيدتين فی الرسم المعدومتين فی اللفظ نحو۔ اولوا۔ وقال الإمام أحمد : يحرم مخالفة خط مصحف عثمان فی واو أو ياء أو الف أو غير ذلک۔ وقال البيهقی فی شعب الإيمان : من يکتب مصحفا فينبغی أن يحافظ علیٰ الهجاء الذی کتبوا به تلک المصاحف ولا يخالفهم فيه ولا يغير مما کتبوا شيئا۔ فانهم کانوا اکثر علماء و أصدق قلبا و لسانا و أعظم امانة منا، فلا ينبغی أن نظن بأنفسنا استدراکا عليهم......'' (الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ۲/ ۲۱۲، ۲۱۳)۔

فی الآخر! بغیر متن قرآن کے محض ترجمہ قرآن کی اشاعت کی اجازت نہیں ہے، محض ترجمہ شائع کرنا ممنوع ہے اور حرام ہے۔ اگر قرآن کے فارسی یا کسی اور عجمی زبان میں ترجمے یا تفسیر کی اشاعت کی جارہی ہو تو اس کے ساتھ قرآن کے عربی متن کو بھی شامل اشاعت کرنا لازم وضروری ہے۔

اب صرف ترجمہ شائع کرنے کی جو بات ہے وہ ناقابلِ قبول اس لئے بھی ہے کہ اس سے قرآن کی اصل ''متن'' میں

تحریف ہونے کے ساتھ ساتھ مفہوم میں تغیر وتبدل ہونے کے قوی امکانات ہیں۔اوران کے ناپاک عزائم کے لئے راہ ہموار ہے جودر پردہ اسلام سے دشمنی اور قرآن کے غیر محرف ہونے سے حسد کی بناء پر قرآن فہمی کا شوشہ چھوڑتے ہیں۔

مصارف کی زیادتی کے خوف سے تنہا ترجمۂ قرآن کی اشاعت جائز نہیں ہے:

جہاں تک سوالنامے میں جن دو وجوہات کا ذکر کیا گیا ہے کہ تنہا ترجمہ کی اشاعت میں مصارف کم آتے ہیں اور دوسرا یہ کہ مع المتن ترجمۂ قرآن غیر مسلموں کو دینے میں اندیشہ ہے کہ کہیں بے حرمتی نہ ہو۔

یہ دونوں وجوہات، قرآن کریم کی حفاظت جیسے عظیم فریضہ اور مقصد کے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔ جہاں تک مصارف کی بات ہے یہ ایک غیر اہم بات ہے کیونکہ قرآن کی اشاعت اچھی سے اچھی ہو اور بہترین ہو۔اس میں یہ نہ دیکھا جائے کہ مصارف کتنے آتے ہیں۔ جب قرآن کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا ہے تو اس کی خوبصورتی، حسن اور احسن طباعت کی طرف توجہ ہو اور دوسری اہم بات یہ کہ قرآن کی اشاعت کے دوران کوئی تحریف والا عمل نہ ہونے پائے (الاتقان فی علوم القران ۲/۲۱۸)۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ محض مصارف کو کم کرنے کے لئے ایک ایسا عمل اختیار کیا جائے جو عند الشریعت جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس طرح کا عموماً معمول ہے۔

عربی متن کا حامل ترجمہ قرآن غیر مسلم کو دیا جاسکتا ہے:

رہی بات غیر مسلموں کو قرآن دینے میں بے حرمتی کے اندیشہ سے بچنے کے لئے تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت کی ہے، اس سلسلہ میں ''فتاویٰ الہندیۃ'' میں ہے کہ: قال ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ: ''**أعلم النصرانی الفقه و القرآن لعله یهتدی و لا یمس المصحف و إن اغتسل ثم مس لا بأس، کذا فی الملتقط ......**'' (الفتاوی الہدیہ ۵/۳۹۹)۔یعنی حضرت امام ابوحنیفہؒ نصرانیوں (غیر مسلموں) کو فقہ وقرآن کی تعلیم دینے کے حق میں ہیں کہ ہوسکتا ہے اسی کی بدولت ان کو ہدایت نصیب ہوجائے، مگر مصحف کو نصرانی نہیں چھوئے گا، اور اگر اس نے غسل کر کے پھر چھوا تو کچھ ڈر نہیں، یہ ملتقط میں ہے۔

اب تعلیم دینے کے لئے لازمی بات ہے کہ قرآن بھی دینا پڑے گا اور وہ اس کو پڑھیں گے۔معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کو قرآن دیا جاسکتا ہے اور وہ اس کو بغیر وضو پڑھ بھی سکتے ہیں، اس میں بے حرمتی کا کوئی سوال نہیں۔

البتہ اگر کوئی غیر مسلم ایسا ہے کہ جس سے قرآن کی بے حرمتی ہونے کا اندیشہ ہے تو ایسے شخص کو قرآن دینا ہی نہیں چاہئے۔

ایسا غیر مسلم جس کے تعلق سے اطمینان ہو کہ وہ قرآن کریم کی بے حرمتی نہیں کرے گا تو ایسے غیر مسلم کو قرآن دینے میں کوئی قباحت نہیں، مگر احتیاطاً قرآن دیتے وقت اس کو یہ ہدایت کردی جائے کہ قرآن کریم چونکہ عظمت والی کتاب ہے، مقدس و بابرکت کتاب ہے، اس لئے اس کو ناپاکی کی حالت میں نہ چھوئے، بلکہ غسل کر کے یا کم از کم وضو کر کے اس کو ہاتھ لگایا جائے اور پڑھا جائے۔

چنانچہ درمختار میں ہے: "**و یمنع النصرانی (وفی بعض النسخ الکافر) من مسه و جوزه محمد اذا اغتسل ولا بأس بتعلیم القرآن و الفقه عسیٰ یهتدی ......**" (ردالمحتار ۱/ ۱۶۳)۔

بغیر متن تنہا ترجمۂ قرآن کی خرید وفروخت کا حکم:

فی نفسہ قرآن کریم کی تجارت کا جواز بہ لحاظ رخصت چند قیود وشرائط کے ساتھ متصف ہے۔ منافع کمانے کے لئے، تجارت کی لائن سے، نیز قرآن کریم کو بیچ کر دولت کمانے کی غرض سے قرآن کریم کی خرید وفروخت کا جواز محل نظر ہے۔ ہاں اجر وثواب کے ارادہ سے، قرآن کی اشاعت کی نیت سے، قرآن کریم کی حفاظت اور اس کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے، دور دور تک پہونچانے کی نیت سے قرآن کریم کی خرید وفروخت کی جارہی ہو تو یہ جائز ہے اور اس کا اخراجات کی حد تک ہدیہ لینا جائز ہے۔

لیکن جہاں تک قرآن کریم کے بلا متن عجمی زبانوں میں ترجمہ کی خرید وفروخت کا مسئلہ ہے، خود تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت کے عدم جواز کی وجہ سے اس کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں ہے۔

چونکہ ترجمہ قرآن کی اشاعت قرآن کریم کی تحریف کا ایک بڑا سبب بن سکتا ہے، اور الفاظ قرآنی، متن قرآنی سے بے نیازی، بے التفاتی کی کیفیت پیدا ہوسکتی ہے اور عوام یکسر متن قرآنی کو نظر انداز کر کے محض ترجمہ پر تکیہ کر کے بیٹھ جائیں گے جس سے قرآن کی بے حرمتی کا امکان ہے۔ لہٰذا قرآن کی اشاعت سخت ممنوع ہے اور جب اس کی اشاعت ممنوع وحرام ہے تو پھر لازماً اس اشاعت کی خرید وفروخت، اس کو پھیلانے میں تعاون کرنا بھی حرام وممنوع ہوگا۔ لہٰذا قرآن کریم کا عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں لکھ کر محض ترجمہ چھاپنا اور غیر عربی زبان، عجمی زبان میں قرآن شائع کر کے اس کا فروخت کرنا اور اس کو خریدنا درست نہیں ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح القدیر ۱/ ۳۴۸، ردالمحتار ۲/ ۱۸۷، فتاوی تاتارخانیہ ۱/ ۲۸۴، الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ۲/ ۲۱۲)۔

بغیر متن تنہا ترجمۂ قرآن کا حکم:

متن قرآن کے بغیر محض ترجمہ قرآن ؛قرآن کریم کے حکم میں نہیں ہے۔اس ترجمہ کی قرآن جیسی حرمت نہیں ہوگی۔ سارا تقدس،سارا احترام قرآن کے اس عربی متن کے لئے ہے،دوسری زبان میں ترجمہ سے وہ احترام اور تقدس اس کو حاصل نہیں ہوسکتا اور نہ دیا جاسکتا ہے۔قرآن کا اطلاق عربی متن کی حامل آیات پر کیا جاتا ہے،اس کا مقام محض ترجمہ (کسی اور زبان میں) کو نہیں دیا جاسکتا ہے۔متن کے جو احکام ہیں وہ ترجمہ پر مرتب نہیں ہوسکتے۔

چنانچہ صاحب ترجمۃ القرآن لکھتے ہیں: ”**إن أجمع و أوضح ما قيل فی القرآن ، وهو قول الإمام الامدی؛ أن الکتاب ؛ هو القرآن المنزل......الخ..........قال الإمام البزدوی: أما الکتاب فالقرآن المنزل علی رسول الله المکتوب فی المصاحف المنقول عن النبی ﷺ نقلاً متواتراً بلا شبهة وهو النظم و المعنی جمیعاً فی قول عامة العلماء**..........“(ترجمۃ القرآن ۱/۹۱ المکتبۃ الشاملہ)۔

ترجمۃ قرآن صرف عوام کی رہنمائی اوران کی افہام وتفہیم کے لئے ہے،فقہاء کرام قرآن کریم کے ترجمہ کی اجازت بھی محض عربی سے نابلد وناواقف افراد کی تفہیم،قرآن کے پیغام کی تبلیغ کے لئے اوراحکام قرآن کی اشاعت کے لئے دی ہے۔چنانچہ یہ قرآن کے حکم میں نہیں ہے۔چنانچہ صاحب ترجمۃ القرآن الکریم لکھتے ہیں: ”**أن الترجمة لا تعتبر قرآناًو إنما یقصد بها نقل معانی القرآن بحیث یتسنی للإنسانیة الإطلاع علیها و الاهتداء بتعالیمها** ......الخ ...... **والترجمة المقصودة هنا هی نقل لمعانی و أحکام القرآن إلیٰ لغة أخری أشبه ما یکون الأمر بالتفسیر**“(حوالہ مذکور ۱/۹۱)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب” قاموس الفقہ“میں قرآن کی اصطلاحی تعریف کے باب میں لکھتے ہیں:قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جس کے الفاظ بھی رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئے ہیں جس کی چھوٹی سی چھوٹی سورت بھی حامل اعجاز ہے اور تواتر کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے،جس کی ابتداء سورہ فاتحہ سے ہوتی ہے،اور جس کی انتہاء سورۂ ناس پر ہوتی ہے ......الخ۔الفاظ کے حضور ﷺ پر نازل ہونے کی قید سے حدیث کو نکالنا مقصود ہے،کیونکہ حدیث کے معانی من جانب اللہ ہیں نہ کہ الفاظ،رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے کی قید سے دوسری آسمانی کتابوں کا استثناء ہوگیا،عربی زبان کی قید نے اس کو مزید واضح بھی کردیا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ قرآن کے معانی قرآن کے حکم میں نہیں ہیں......(قاموس الفقہ ۴/ ۴۸۳،آپ کے مسائل اوران کا حل ۳/ ۲۱۲)۔

بغیر متن تنہا ترجمۂ قرآن کو بے وضو چھونے کا حکم:

چونکہ بغیر متن کے صرف ترجمہ قرآن قرآن کے حکم میں نہیں ہے، بلکہ وہ قرآن کو سمجھنے اور اس کے معنی و مفاہیم تک پہونچنے کا ذریعہ ہے، لہٰذا جب وہ قرآن کے حکم میں نہیں ہے تو اس پر قرآن کے احکام کا ترتب بھی نہیں ہونا چاہئے، اس پر قرآن کے حقوق کا بھی اطلاق نہیں ہوگا۔

قرآن کی تعریف:

صاحب ترجمۃ القرآن لکھتے ہیں: ''**إن أجمع و أوضح ما قيل فى القرآن ، وهو قول الامام الآمدى؛ إن الكتاب ؛ هو القرآن المنزل**......**الخ**............**قال الإمام البزدوى: أما الكتاب فالقرآن المنزل على رسول الله المكتوب فى المصاحف المنقول عن النبى ﷺ نقلاً متواتراً بلا شبهة وهو النظم و المعنى جميعاً فى قول عامة العلماء**''............(ترجمۃ القرآن ۱/ ۸۴)۔

الحرر فی علوم القرآن میں لکھا ہے: ''**فا لقرآن كلام الله تعالىٰ ، و المصحف هو الصحف التى كتب فيها كلام الله تعالى**''......(الحرر فی علوم القرآن ۱/ ۲۲۰)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب ''قاموس الفقہ'' میں اصطلاحی تعریف کے باب میں لکھتے ہیں: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جس کے الفاظ بھی رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئے ہیں جس کی چھوٹی سی چھوٹی سورت بھی حامل اعجاز ہے اور تواتر کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے، جس کی ابتداء سورہ فاتحہ سے ہوتی ہے، اور جس کی انتہاء سورۂ ناس پر ہوتی ہے......الخ۔ پھر لکھتے ہیں کہ الفاظ کے حضور ﷺ پر نازل ہونے کی قید سے حدیث کو نکالنا مقصود ہے، کیونکہ حدیث کے معانی من جانب اللہ ہیں نہ کہ الفاظ، رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے کی قید سے دوسری آسمانی کتابوں کا استثناء ہوگیا، عربی زبان کی قید نے اس کو مزید واضح بھی کر دیا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ قرآن کے معانی قرآن کے حکم میں نہیں ہیں......(قاموس الفقہ ۴/ ۴۸۳)۔

علیٰ ہٰذا! بغیر عربی متن کے ترجمۂ قرآن کو چھونے اور اس کو پڑھنے کے لئے وضو لازم نہیں ہے، ہاں البتہ مستحب و مندوب ہے۔ لیکن اگر ترجمہ مع المتن کی اشاعت ہو تو وہ قرآن کے حکم میں ہے، اس کو چھونے اور پڑھنے کے لئے وضو ضروری و لازم ہے۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی اشاعت کا حکم:

قرآن کریم کا رسم الخط، اس کی اسکرپٹ قرن اول ہی سے متعین ہے، اور رسم الخط'' خط مصحف عثمانی'' ہے، مصحف

عثمانی کے رسم الخط سے ہٹ کر کسی اور رسم الخط یا اسکرپٹ میں قرآن کریم کو لکھ کر شائع کرنا جائز نہیں ہے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ رسم الخط ''توفیقی''اور''الہامی'' ہے۔کما فی ''موسوعۃ علوم القرآن:''**أن الرسم توفیقی لا اجتھادی، و أنه لا تجوز مخالفته لأی سبب کان، سیما و أن الثقات من الأئمة قد شددوا علی التزامه**''......(موسوعۃ علوم القرآن ۱/۲۷۱)۔

وفی تحریم کتابۃ القرآن الکریم بحروف غیر عربیۃ......:''**ذھب الجمھور العلماء إلیٰ أن رسم المصحف توفیقی ،لا تجوز مخالفته**......''(تحریم کتابۃ القرآن)۔

قرآن کریم کی کتابت اور اس کی اشاعت کے سلسلہ میں یہ بات بالکل طئے شدہ ہے کہ مصحفِ عثمانی کے رسم الخط کی اتباع کی جائے۔مصحف عثمانی کو اصطلاحاً ''امام'' کہا جاتا ہے۔چنانچہ صحابہ کرامؓ وتابعین عظامؒ کا اس پر اجماع ہے اور بالاتفاق ائمہ مجتہدین نے رسم الخط میں امام کی اتباع کو واجب قرار دیا ہے۔

چنانچہ علامہ السیوطیؒ نے''الاتقان فی علوم القرآن''میں لکھا:'' **وقال أشھب : سئل مالک: ھل یکتب المصحف علیٰ ما أحدثه الناس من الھجاء؟ فقال : لا، إلا علیٰ الکتبة الأولیٰ۔ رواہٗ الدانی فی المقنع ثم قال: ولا مخالف له من علماء الأمة۔ وقال فی موضع آخر : سئل مالک عن الحروف فی القرآن مثل الواؤ و االلف أتریٰ أن یغیر من المصحف إذا وجد فیه کذلک؟ قال: لا، قال أبو عمرو : یعنی الواو و االلف المزیدتین فی الرسم المعدومتین فی اللفظ نحو۔ اولوا۔ وقال الإمام أحمد : یحرم مخالفة خط مصحف عثمان فی واو أو یاء او الف أو غیر ذلک۔ وقال البیھقی فی شعب الإیمان : من یکتب مصحفا، فینبغی أن یحافظ علیٰ الھجاء الذی کتبوا به تلک المصاحف ولا یخالفھم فیه ولا یغیر مما کتبوا شیئا۔ فإنھم کانوا أکثر علماء و أصدق قلبا و لسانا و أعظم أمانة منا، فلا ینبغی أن نظن بأنفسنا استدراکا علیھم**......''(الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ۲/ ۲۱۲، ۲۱۳)(اشہب فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا قرآن کریم کو اس خاص طرز تحریر میں لکھ سکتے ہیں، جو آج کل لوگوں نے ایجاد کیا؟ فرمایا نہیں، بلکہ اسی پہلی طرز کتابت پر ہونا چاہئے۔اس کو علامہ دانی نے مقنع میں نقل کر کے فرمایا ہے کہ علماء میں سے کوئی امام مالکؒ کا اس بارہ میں مخالف نہیں۔اس کے بعد ایک موقع پر لکھا کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ مصحف عثمانی کے رسم الخط کی مخالفت حرام ہے، واو، یا، الف (زائدہ) میں جو کہ تلفظ میں نہیں آتے محض لکھے جاتے ہیں۔اور بیہقی شعب الایمان میں فرماتے ہیں کہ جو شخص

قرآن کریم کی کتابت کرے، تو ضروری ہے کہ اس طرزِ تحریر کی حفاظت کرے جس پر صحابہؓ نے مصاحف لکھے ہیں۔ ان کی مخالفت نہ کرے اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے کسی چیز میں تغیر نہ کرے کیونکہ وہ زیادہ علم والے اور زیادہ سچے دل اور زبان والے اور زیادہ امانت دار تھے، تو ہمارے لئے کسی طرح لائق نہیں کہ ہم اپنے متعلق یہ گمان کریں کہ ان کی کسی کمی کو ہم پورا کرتے ہیں)۔

مزید آگے علامہ السیوطی لکھتے ہیں: ''**وهل تجوز كتابته بقلم غير العربى؟ قال الزركشي: لم أر فيه كلاما لأحد من العلماء، قال: و يحتمل الجواز، لأنه قد يحسنه من يقرؤه بالعربيه، و الأقرب المنع كما تحرم قرأته بغير لسان العرب، و لقولهم القلم أحداً اللسانين و العرب لا تعرف قلماً غير العربى، وقال تعالىٰ: بلسان عربى مبين......**'' (الاتقان فی علوم القرآن)۔

یعنی کیا غیر عربی رسم الخط میں قرآن کریم کی کتابت جائز ہے؟ علامہ الزرکشیؒ نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ میں نے اس بارہ مین کسی عالم کی تصریح نہیں دیکھی اور احتمال جواز کا ہے۔ کیونکہ بعض اوقات غیر عربی رسم الخط کو وہ عجمی لوگ اچھی طرح ادا کرسکتے ہیں، جو عربی پڑھ تو لیتے ہیں، مگر لکھنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ لیکن اقرب التحقیق تو یہ ہے کہ غیر عربی رسم الخط کو منع کیا جاوے، جیسا کہ غیر عربی میں قراءت کو منع کیا جاتا ہے۔ کیونکہ مشہور ہے کہ قلم بھی ایک قسم کی زبان ہے اور عرب بجز عربی رسم الخط کے اور کوئی رسم الخط نہیں جانتے اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: "**بلسان عربى مبين**"۔

ان عبارات سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ قرآن کریم کا جو عربی رسم الخط ہے اس کو نہ بدلا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی اور دوسرے رسم الخط میں قرآن کی کتابت کی جاسکتی ہے، کیونکہ اس سے اصل متن قرآن کے معدوم ہوجانے اور ختم ہوجانے کا خطرہ ہے۔ اگر غیر عربی رسم الخط میں عربی کے علاوہ دوسری اسکرپٹ میں قرآن کی اشاعت کی اجازت دے دی جائے تو جو حال توریت، انجیل، زبور کا ہوا تھا وہی حال قرآن کا بھی ہوسکتا ہے۔

اس لئے تنہاء غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی اشاعت کی جاتی ہے تو یہ حرام ہے، سخت گناہ ہے، اور اس جیسی کتاب کا پڑھنا، اس کا خریدنا اور فروخت کرنا، ہدیہ کرنا، نیز اس کی اشاعت میں کسی بھی قسم کی معاونت کرنا بھی ناجائز اور سخت گناہ کا باعث ہے۔

رہی بات غیر عربی دان حضرات کو تلاوت قرآن میں سہولت کی، اس سلسلہ میں میری رائے یہ ہے کہ محض غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت تو ناجائز ہے، لیکن ساتھ میں اگر عربی عبارت، اصل متن قرآن بھی شامل اشاعت ہو تو ایسی صورت

میں ترجمہ مع المتن پر قیاس کرتے ہوئے اس کی کچھ گنجائش ہوسکتی ہے۔اس میں اس بات کا اہتمام ہونا چاہئے کہ قرآن کی ترتیب نہ بدلے......اس کے مخارج کا حتیٰ الامکان لحاظ رکھا جائے، نیز جو بھی اسکرپٹ اختیار کی جائے اس کی وجہ سے اصل قرآن، یعنی متن عربی جو دائیں سے بائیں کی طرف لکھا جاتا ہو، اس میں تغیر وتبدل نہ ہونے پائے، بلکہ اس کی رعایت باقی رہے......اسی طرح مصحف کے صفحات دائیں سے بائیں جانب کھلتے ہیں، اس کی رعایت بھی باقی رہے۔

ان تمام حدود و قیود کا لحاظ کرتے ہوئے سخت ضرورت کے موقع پر یا ایسے مقام پر جہاں عربی کا بالکل بھی چلن نہ ہو، پڑھنے پڑھانے والے نہ ہوں یا عربی سیکھنے کے مواقع نہ ہوں، اس شرط کے ساتھ کہ اصل متن قرآنی بھی ساتھ ہو غیر عربی اسکرپٹ یا غیر عربی زبان کے رسم الخط میں قرآن کی اشاعت کی گنجائش ہے۔اوپر عثمانی رسم الخط میں متن قرآن موجود ہو اور تحت میں غیر عربی رسم الخط میں قرآن ہو، اس طرز پر شائع کرنے کی اجازت ہوگی۔

مگر اس سلسلہ میں ایک مشورہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اس بات کی کوشش کی جائے کہ عربی زبان کو قرآن کی تلاوت، اس کے مطالعہ کی حد تک سیکھنے کی کوشش کی جائے۔ یا اسلامی ادارے اس طرح کے مختصر مدتی کورسس کا اہتمام کریں جس میں تلاوت اور مطالعہ کرنے کی حد تک عربی زبان کو سیکھا سکھایا جاسکے، کیونکہ آج تعلیمی میدان میں جدید انداز ایجاد کئے گئے ہیں جس سے کہ مختصر مدت میں آدمی بہت کچھ سیکھ لیتا ہے، انٹرنیٹ اور اس سے متعلق بہت سے ذرائع ہیں جس سے آج تعلیم کا حصول آسان ہے۔عربی زبان بھی سیکھی جاسکتی ہے اگر اس کا اہتمام کیا جاسکے۔

لیکن آج آدمی کے پاس جب کہ وہ دنیا میں منہمک ہے اور اسلام سے دور بھی، وقت بہت کم ہے اور مشغولیات و مصروفیات اتنی ہیں کہ فرصت معدوم ہے۔ایسی صورت اسلام کی، قرآن کی بات سمجھنے کے لئے آدمی کے اس کہاں سے وقت نکلے گا۔اگر وہ مسلمان ہے تو اس کا فریضہ ہے کہ وہ عربی کو سیکھے، لیکن اگر وہ ایک غیر مسلم ہے تو اس کو کیا ضرورت کہ قرآن کو پڑھنے کے لئے وقت نکالے۔اس لئے ایسے افراد اور جو عربی سیکھنے کی بالکل ہی قابلیت یا مواقع نہ رکھتے ہوں ان کے استفادہ لئے مع المتن، عربی متن کے ساتھ غیر عربی رسم الخط میں قرآن کریم کی اشاعت کی جاسکتی ہے۔

بریل کوڈ میں قرآن کریم کی کتابت اور اس کے احکام:

بریل کوڈ 1821ء میں ایجاد ہوا، اس کو فرانسیسی شہری ''لوئیس بریل'' نے ایجاد کیا، نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ اسی کے نام سے موسوم ہے۔

بریل کوڈ (Braille Code) یا بریل متھڈ (Braille Method) زبان، لسان یا لنگویج نہیں ہے، بلکہ وہ ایک

نابینا افراد کے لئے اختیار کیا گیا، ایجاد کیا گیا ایک تیکنیکی تحریری طریقہ ہے۔ یہ سسٹم آف رائٹنگ جو صرف نابینا افراد یا کمزور بینائی والے افراد کو کسی کتاب کے پڑھنے یا اس کو یاد کرنے میں سہولت دیتا ہے اور اس سسٹم آف رائٹنگ کی مدد سے وہ کسی بھی کتاب کا آسانی کے ساتھ ٹیکنیکلی طور پر مطالعہ کر سکتے ہیں۔

بریل کوڈ میں حروف وحرکات کی کوئی خاص شکل نہیں، بلکہ یہ موٹے کاغذ پر ابھرے ہوئے نقطے ہوتے ہیں جن کو انگلیوں کی مدد سے چھو کر محسوس کیا جاتا ہے۔ بریل کوڈ کیا ہے؟ اس سلسلہ میں ماہرین نے لکھا ہے کہ:

This is accomplished through the concept of a Braille cell consisting of raised dots on thick sheet of paper. The protrusion of the dot is achieved through a process of embossing. A cell consists of six dots arranged in the form of a rectangular grid of two dots horizontally and three dots vertically. With six dots arranged this way. One can obtain sixty three different patterns of dots. . A visually Handicapped person is taught Braille by training him or her in discerning the cells by touch, accomplished through his or her fingertips. The image below shows how this is done.Each arrangement of dots is known as a cell and will consists of at least one raised dot and a maximum of six.[55]

Actually, the braille method isn't a language , rather, it is a universally accepected system of writing used by and for blind persons and consisting of a code of 63 characters, each made up of one to six raised dots arranged in a six-possition matrix or cell. These braille characters are embossed in lines on paper and read by passing the fingers lightly over the manuscript. [56]

”قال الشیخ عمر بن محمد السبیلؒ: ”إمام طریقة برایل ، فلیست حروفاً ، و إنما ھی طریقة یتعرف من خلالھا علیٰ الحروف من خلال اللمس “......(من احکام مس القرآن الکریم دراسة فقھیہ مقارنہ بحوالہ الاسلام سوال وجواب الشیخ محمد صالح المنجد)۔

چونکہ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت والی کتاب بنایا ہے، اور کئی مقامات پر اس کتاب کو پڑھنے، تلاوت کرنے، بغور مطالعہ کرنے، سمجھنے اور اس کے ذریعہ اشیاء کی، کائنات کی معنویت کو جاننے اور ان کی حقیقت تک پہونچنے کا حکم دیا ہے۔ قرآن محفوظ کو پڑھنے کے لئے جائز حدود میں رہ کر ہر ممکن طریقہ کو اپنا کر قرآن کی افادیت اور اس کی اہمیت کے پیش نظر اس سے استفادہ کرنا بالعموم ہر انسان کا اور بالخصوص ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔ اب انسانوں کا ایک طبقہ ''نابینا'' افراد کا ہے۔ ان پر تقریباً وہی احکام وارد ہیں جو عام دوسرے انسانوں بالخصوص مسلمانوں پر ہیں۔ یہ بھی قرآن کو پڑھنے، بغور مطالعہ کرنے اور اس کو سمجھنے کے مکلّف ہیں۔ پڑھنے اور تلاوت کرنے کے لئے جو بھی طریقہ ہوسکتا ہو اپنا کر قرآن کریم کی تعلیم کو حاصل کرنا ان کے لئے بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ عربی سے نابلد افراد کے لئے قرآن کو پڑھنے اور اس کے معانی ومفاہیم کو جاننے کے لئے بجائے عربی متن کے دوسری زبان کے ترجمہ کو پڑھنے کے فقہاء کی ایک جماعت نے عربی زبان کو سیکھنا لازم وضروری قرار دیا۔ اسی طرح بصارت وبینائی سے محروم افراد کے لئے اس بات کی گنجائش، بلکہ ایک مستحسن امر ہے کہ وہ قرآن کو پڑھنے اور سمجھنے کے لئے عالمی سطح پر مقبولیت کا حامل سسٹم آف رائٹنگ ''بریل کوڈ'' سے مدد لیں۔ یعنی قرآن کے اصل الفاظ ومتن کی تلاوت میں اجر وثواب بھی ہے اور وہ الفاظ منزل من اللہ بھی ہیں، ان کی تلاوت میں جو برکت اور افادیت ہے وہ دوسری زبان کے الفاظ میں نہیں۔ اسی لئے فقہاء نے عربی کو سیکھنے کی ترغیب دلائی ہے۔ اور یہاں بریل کوڈ میں قرآن کی کتابت، اسکرپٹ ورسم الخط تو ٹیکنیکلی ہے، مگر اس کی قرآت یا صوتی پیرائیہ عربی ہی کا ہے۔ لکھائی تو ڈاٹس میں، نقطوں میں ہوگی، مگر اس کو پڑھا عربی ہی میں جائے گا۔ لہٰذا ایسی اسکرپٹ میں قرآن کا شائع کرنا معذور افراد کے لئے ایک مستحسن اقدام ہی ہوگا۔

بینائی سے محروم افراد کے لئے بریل کوڈ ایک نعمۃ عظمیٰ ثابت ہوا ہے، کیونکہ اس سے قبل ان کے لئے کسی کتاب کے پڑھنے کا تصور نہیں تھا۔ زبانی واملائی تعلیم ان کے لئے تھی اور حفظ ہی ان کی تعلیم کا مرکز تھا۔ مگر ہر کوئی حافظہ میں تیز ہو اور محض حافظہ کے زور پر تعلیم کو حاصل کرے یہ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ مگر بریل کوڈ کی ایجاد نے اس طبقہ پر تعلیم کے، بلکہ پڑھنے ومطالعہ کرنے کے دروازے کھول دئے۔ لہٰذا اب کوئی بھی کتاب یا مواد نیز قرآن کی تلاوت اس کوڈ کی مدد سے بآسانی ایک نابینا شخص کرسکتا ہے۔

بریل قرآن کو چھونے اور پڑھنے کا حکم:

الشیخ محمد صالح المنجد لکھتے ہیں: "طریقة " برایل" نسبة الیٰ رجل فرنسی اسمه " لویس برایل" وهو

نظام کتابی یساعد المکفوفین علیٰ القراء ۃ عن طریق حاسة اللمس .... کتابة القرآن بطریقة " برایل" لا تأخذ حکم المصحف ، من جهة وجوب الطهارة۔ فیجوز مسه مع الحدث۔ جاء فی تقریرات الشیخ محمد إبراهیم أل الشیخ رحمه الله : ترجمة المصحف بغیر العربیة، لا یثبت لها احکام المصحف من الحرمة، و کذالک ما یکتب للمکفوفین۔(انتهی من فتاوی و رسائل محمد إبراهیم ال الشیخ۔.................. فأجاب رحمه الله (الشیخ ابن باز رحمه الله) لیس بقرآن هٰذا۔ هذا شبه ترجمة۔ فلا ینطبق علیه حکم المصحف یجوز لمسه للمحدث و الجنب...... الخ"(الاسلام سوال وجواب الشیخ محمد صالح المنجد)۔

جارڈن کے جنرل افتاء ڈیپارٹمنٹ کی ویب سائٹ پر اس سلسلہ کا فتویٰ موجود ہے...... چنانچہ اس میں لکھا ہے کہ:

Based on the aforementioned, it is permissible to write the words of the Quran using Braille`s system of writing. Therefore, if you are actually reading the Quran through these inscriptions, then the rulings of the Noble Mushaf apply to it as it includes that which indicates the Quran as the Arabic characters drawn on it show. This way, the pages included in it make up the Mushaf, and so it takes the same rulings of the Quran with regard to the impermissibility of holding, or touching it by a ritually impure person; particularly since those inscriptions were made on those pages as a Quran. Imam Al-Qalubi said: "It is permissible to write it in a language other than Arabic, and it assumes the same rulings as regards holding, moving and touching ."{Hashiat`a Qalubi wa Omairah(1/41)}.However, if what is read through the raised dots of Braille`s writing system weren`t Quran such as non-Arabic words that reflect a translation of the Holy Quran, then the inscribed-upon pages don`t have the rulings of Mushaf.

We advise the people in charge of printing Mushafs in Braille`s

writing system to dignify them, and provide them with hard covers. They should also indicate on both covers of the Mushaf that it contains chapters and verses of the Holy Quran, so that it is handled with care and respect. And Allah knows best.[61]

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ کتابت قرآن بطریق بریل وجوب طہارت کی جہت سے مصحف کے حکم میں نہیں آتا۔ چنانچہ اس کو بغیر وضو کے چھونا جائز ہے۔ مزید یہ کہ یہ ترجمہ سے مشابہ ہے۔ الشیخ صالح المنجد، الشیخ الصاوی اور الشیخ السبیل؛ تینوں نے یہاں جو حکم لگایا ہے وہ محض بریل کوڈ والے قرآن پر ہے، جس میں رسم عثمانی کی رعایت نہ کی گئی ہو۔ جب کہ جارڈن کے شعبۂ افتاء نے اپنے فتوی میں رسم عثمانی، یعنی الفاظ قرآنی اگر پڑھنے میں آتے ہوں تو وہ مصحف کے حکم میں ہے، اس کو بلا وضو چھوا اور پڑھا نہیں جاسکتا اور اگر بجائے عربی کے دوسری زبان کے الفاظ میں قرآن ہو اور عجمی الفاظ پڑھنے میں آتے ہوں تو وہ مصحف کے حکم میں نہیں ہے۔ اس کو بغیر وضو کے چھو سکتے ہیں اور پڑھ بھی سکتے ہیں۔

ان عبارات اور فتاویٰ کے روشنی میں اب بریل قرآن کے حکم سلسلہ میں تفصیل یہ ہے:

۱- قرآن ''عربی بریل کوڈ'' میں ''رسم عثمانی'' کے ساتھ ہو۔

۲- قرآن محض ''عربی بریل کوڈ'' میں یعنی ''رسم عثمانی'' کی رعایت کے بغیر ہو۔

۳- قرآن محض ''بریل کوڈ'' میں ہو۔

۴- قرآن کا ترجمہ ''عجمی زبانوں'' کے ''بریل کوڈ'' میں ہو۔

۱- عربی بریل کوڈ میں بہ رعایت رسم عثمانی تیار شدہ قرآن اصل قرآن کریم کے حکم میں ہے۔ اس پر وہی احکام مرتب ہوتے ہیں جو مصحف عثمانی پر ہیں۔ اس کو چھونے، اٹھانے اور پڑھنے کے لئے وضو لازم ہے۔

۲- بغیر رسم عثمانی کی رعایت کئے بریل قرآن (عربیک بریل ہی میں کیوں نہ ہو)، اصل قرآن کے حکم نہیں ہے۔ چنانچہ اس کو چھونے، اٹھانے اور پڑھنے کے لئے وضو کی ضرورت نہیں ہے۔

۳- قرآن محض بریل کوڈ میں ہو۔ عربی نہیں غیر عربی بریل کوڈ میں ہو تو ایسی صورت میں اس کا حکم ترجمہ سے مشابہ ہے۔ اس کو چھونے، اٹھانے اور پڑھنے وغیرہ کے لئے وضو کی ضرورت نہیں۔

۴- اور اگر بریل کوڈ میں قرآن کا ترجمہ ہے، عربی بریل کے علاوہ عجمی زبانوں کی رعایت میں اس کو تیار کیا گیا ہے، اور عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں اس کو پڑھا جاتا ہے، تو ایسی صورت میں وضو کی ضرورت نہیں۔

موبائیل کی اسکرین پر ابھرے ہوئے قرآن مجید کو چھونے کا حکم:

آج کل موبائیل کی دنیا میں ایک قسم آنرائڈ (android) کا بہت زیادہ رواج ہے۔آئی فون، اسکرین ٹچ فون بہترین سے بہترین ایجاد ہو چکے ہیں۔ان کا استعمال بھی عام ہو چکا ہے۔اس کے استعمال میں قرآن مجید کو ڈاؤن لوڈ کرنا بھی عام ہوتا جارہا ہے۔لوگوں کے لئے یہ سہولت ہوگئی ہے کہ اپنے اپنے موبائیل میں قرآن کریم کو ڈاؤن لوڈ کریں، تاکہ دوران سفر کہیں بھی اس کی تلاوت کی جاسکے۔

قرآن کا اپلیکیشن ہوتا ہے جو موبائیل فون کی میموری میں محفوظ ہوتا ہے۔اس کو جب چاہے کھول کر قرآن کریم سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔سوالنامے میں ذکر کردہ صورت، یعنی موبائیل فون کی اسکرین پر قرآن کریم موجود ہو، یعنی نمودار ہو تو اس کو ہاتھ لگانے کے لئے یا اس وقت فون کو ہاتھ میں لینے یا پکڑنے کے لئے کیا وضو کی ضرورت ہے؟

اس صورت میں قرآن کریم موبائیل کی میموری (Memory) میں موجود ہے، مگر اپلیکیشن آف (Application off) ہے، قرآن ڈیسپلے (Display) پر موجود نہیں ہے، اسکرین (Screen) پر نمودار نہیں ہے تو ایسی صورت میں فون کو بغیر وضو ہاتھ میں لیا اور استعمال کیا جاسکتا ہے۔اور اس فون کو جیب وغیرہ میں رکھ کر بیت الخلاء وغیرہ بھی جایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ محض قرآن کو موبائیل میں محفوظ کر لینے سے وہ (موبائیل) قرآن کی تعریف میں نہیں آتا۔ چنانچہ صاحب ترجمۃ القرآن لکھتے ہیں: **إن أجمع و أوضح ما قيل فى القرآن ، وهو قول الإمام الآمدى؛ إن الكتاب ؛ هو القرآن المنزل......الخ..........قال الإمام البزدوى: أما الكتاب فالقرآن المنزل على رسول الله المكتوب فى المصاحف المنقول عن النبى ﷺ نقلاً متواتراً بلا شبهة وهو النظم و المعنى جميعاً فى قول عامة العلماء......** (ترجمۃ القرآن الکریم ۱/ ۸۴)۔

البتہ جب قرآن اسکرین پر ابھرا ہوا ہو تو اس وقت فون کو ہاتھ میں لینے کے لئے تو وضو کی ضرورت نہیں ہے۔لیکن جب اسکرین کو چھونا ہو یا قرآن کی تلاوت کی نیت سے اسکرین کو ٹچ کیا جاتا ہو تو ایسی صورت میں وضو کی ضرورت ہے بغیر وضو اسکرین کو چھونا جائز نہیں ہے۔کما فی الفقہ الاسلامی: قال الحنفیۃ: "**يحرم مس المصحف كله أو بعضه أى مس المكتوب منه، ولو آية علىٰ نقود (درهم ونحوه) أو جدار، كما يحرم مس الغلاف المصحف المتصل به،لأنه تبع له، فكان مسه مساً للقرآن**" (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۱/ ۲۹۶)۔

اسکرین کو ٹچ کئے بغیر بھی اگر تلاوت کی نیت سے قرآن کو پڑھا جائے، تب بھی وضو ضروری ہے۔ ہاں اسکرین کو ٹچ

کئے بغیر قرآن کو دعا کے طور پر اگر پڑھا جاتا ہو تو ایسی صورت میں وضو کی ضرورت نہیں۔ کذا فی الفقہ الاسلامی وادلتہ: ’’و أتفق الفقهاء على أن غير المتوضى يجوز له تلاوة القرآن أو النظر إليه دون لمسه............ والفضل التوضوء......‘‘(حوالہ سابق)۔

موبائیل فون کی اسکرین پر قرآن نہ ابھرا ہو تب وہ (موبائیل فون) ایسے غلاف کے حکم میں ہوگا جس کو بے وضو چھونے کی گنجائش موجود ہے۔ لیکن اگر قرآن اسکرین پر ابھرا ہوا ہو تب فون کو ہاتھ میں بغیر وضو کے چھونا تو جائز ہے، مگر اسکرین کو چھونا جائز نہیں۔ کذا فی الفقہ الاسلامی و ادلتہ: ’’ولا يحرم مس الغلاف عن القرآن كالكيس و الصندوق، ويجوز مسه بنحو عود أو قلم أو غلاف منفصل عنه..................الخ‘‘(حوالہ مذکور)۔

☆☆☆

بغیر عربی متن کے صرف ترجمہ قرآن کی اشاعت

مولانا محمد عثمان بستوی ☆

قرآن مجید کا صرف ترجمہ بغیر عربی الفاظ کے لکھنا لکھوانا اور شائع کرنا باجماع امت حرام اور باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع ہے، جیسا کہ روایات ذیل میں اس کا ناجائز وحرام ہونا مذاہب اربعہ سے ثابت ہے، اور جبکہ اس کا لکھنا اور شائع کرنا ناجائز ہوا تو اس کی خرید وفروخت بھی بوجہ اعانت معصیت کے ناجائز ہوگی، اس لئے اس کا فروخت کرنے والا اور خریدنے والا بھی گنہگار ہوگا، اور چھاپنے اور شائع کرنے والے کو بھی اپنے عمل کا گناہ ہوگا، اور جتنے مسلمان اس کی خرید وفروخت کی وجہ سے گنہگار ہوں گے وہ اس کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جاوے گا، لقولہ تعالیٰ ''**ومن یشفع شفاعة سیئة یکن له کفل منها**'' (سورۂ نساء: ۸۵)۔

روایات جن سے حکم مذکور ثابت ہے حسب ذیل ہیں:

علامہ حسن شرنبلالی صاحب ''نورالایضاح'' کا ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر جس کا نام ''النفحۃ القدسیہ فی احکام قراءۃ القرآن وکتابتہ بالفارسیۃ'' ہے اس میں انہوں نے مذاہب اربعہ سے اس کی حرمت اور سخت ممانعت ثابت کی ہے کہ قران مجید کو کسی عجمی زبان میں محض ترجمہ بلا نظم قرآن عربی کے لکھا جاوے جس کی عبارت یہ ہے:

''وأما کتابة القرآن بالفارسیة فقد نص علیها فی غیر ما کتاب من کتب أئمتنا الحنفیة المعتمدة منها ما قاله مؤلف الهدایة الإمام الأجل شیخ مشائخ الاسلام حجة الله تعالیٰ علیٰ الأنام برهان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الکبیر رحمه الله تعالیٰ فی کتابه ''التجنیس والمزید'' ما نص: ویمنع من کتابة القرآن بالفارسیة بالإجماع؛ لأنه یؤدی للإخلال بحفظ القرآن لأنا أمرنا بحفظ النظم والمعنی، فإنه دلالة علی النبوة؛ ولأنه ربما یؤدی الی التهاون بأمرالقرآن انتهی

☆ جامعہ ریاض العلوم، گورینی، جونپور۔

"(جواہر الفقہ ۱/ ۹۵، مجموعہ رسائل لکھنوی رسالہ اوامر الاذکار بلسان الفارس ۴/ ۵۱)۔

یہی رائے شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی بھی ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: مجموعہ رسائل لکھنوی ۴/ ۳۸۴ رسالہ اداء الاذکار بلسان الفارس رص ۵۲، مغنی مع الشرح الکبیر ۱/ ۵۲۶)۔

اور اسی سلسلہ میں حضرت تھانویؒ کا ایک فتوی درج ذیل ہے جس سے حکم بالا کی تائید ہوتی ہے:

نصوص صحیحہ سے تشبہ باہل الباطل خصوص غیر مسلم پھر خصوص اہل کتاب کی مذمت اور اس کا محل وعید ہونا ثابت ہے، من تشبه بقوم فهو منهم" (ابوداؤد کتاب اللباس ۲/ ۵۵۹) میں وعید کا شدید ہونا ظاہر ہے کہ کفار کے ساتھ تشبہ کرنے کو کفار میں سے شمار ہونے کا موجب فرمایا گیا، دوسری حدیث "لتركبن سنن من كان قبلكم" (ترمذی ابواب الفتن ۱/ ۱۴۱) میں اس مماثلت کو موقع تشنیع میں ارشاد فرمایا گیا، اور یہ بالکل یقینی ہے کہ اس وقت کتاب الہی کا ترجمہ غیر حامل المتن جداگانہ شائع کرنا اہل کتاب کے ساتھ تشبہ ہے، ایسے امر میں جو عرفا وعادۃ ان کے خصائص میں سے ہے، سر اول تو ان کے ساتھ تشبہ ہی مذموم ہے، پھر خصوص جب وہ تشبہ امر متعلق بالدین میں ہو کہ تشبہ فی الامر الدنیاوی سے تشبہ فی الامر الدینی اشد ہے، حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے گوشت شتر چھوڑنے پر آیت: "يَآ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً۔ وَّلَاتَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ" (سورۂ بقرہ: ۲۰۸) نازل ہونا اور رسول اللہ ﷺ کا تبتل اور ترہب کا انکار فرمانا اس کی کافی دلیل ہے، مشکوۃ کتاب النکاح وکتاب الاعتصام "لاتشددوا علی أنفسکم" (الحدیث) اور اس میں بھی خاص کر جب کہ ان کو دیکھ کر ان کی تقلید کی جاوے کہ اتفاقی تشبہ ہے یہ اور بھی زیادہ مذموم ہے اور اس وقت اکثر لوگ ایسے کام انہی لوگوں سے اخذ کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ذات الانواط کی درخواست پر کیسا زجر فرمایا تھا؟ یہ تشبہ مذکور خصوص قیدین مذکورین کے ساتھ تو اس میں مفسدہ حالیہ ہے، اور یہ بھی اس کے منع کے لئے کافی ہے، چہ جائیکہ اس میں اور مفاسد مالیہ شدیدہ بھی متحقق ہیں، مثلا خدانخواستہ اگر یہ طریق مروج ہو گیا تو مثل تورات وانجیل احتمال قوی اصل قرآن مجید کے ضائع ہو جانے کا ہے اور حفاظت اصل قرآن مجید کی فرض اور اس کا اخلال حرام ہے، اور ترجمہ اور تفسیر کا اصل سے مجرد نہ ہونا مقدمہ اور سبب ہے حفاظت کا، اور اصل سے مجرد ہونا مقدمہ اور سبب ہے اخلال کا اور فرض کا مقدمہ فرض اور حرام کا مقدمہ حرام ہے، اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ یہ احتمال بعید ہے، محققان دین ومبصران اسلام سے ایسے احتمالات کا اعتبار ثابت ہے، پھر خواہ بعید ہو یا قریب ہم پر بھی واجب ہے کہ اس کا لحاظ کریں، حضرات شیخینؓ نے بعض قراء کی شہادت کے وقت بعد سرسری مناظرہ کے محض ضیاع قرآن کے احتمال کا اعتبار کر کے قرآن مجید کے جمع کا اہتمام ضروری قرار دیا تھا، حالانکہ قرآن مجید اس وقت بھی متواتر تھا، اور اس کے ناقل اس کثرت سے موجود تھے کہ اس کے تواتر کا انقطاع احتمال بعید تھا، لیکن پھر بھی اس کا لحاظ کیا گیا، پس جیسا اس

وقت عدم کتابت میں احتمال ضیاع تھا،اسی طرح صرف ترجمہ کی کتابت میں اس کا حتمال ہےاوراس احتمال کے وقوع کا وہی نتیجہ ہوگا،جیسا حدیث میں ہے:

''امتهوكون أنتم كما تهوكت اليهود والنصارى''(مشکوۃص ۲۲)۔

نیز چنانچہ اس جواب کے لکھنے سے قبل ایک مجمع علماء سے میں نے ذکر کیا تو ایک نے بھی اس میں نرمی نہیں فرمائی، بلکہ سب نے شدید انکار کیا، باوجودیکہ دوسری زبان والے مسلمانوں کواس قسم کی حاجت بھی واقع ہوئی ،جس حاجت کی بناء پراب ایسا کیا گیا ہے،توباوجوداس کے تمام امت کا انکار کرنا دلیل ہے اجماع کی،اس امر کے مذموم ومنکر ہونے پر جس میں یہ احادیث وارد ہیں:

''إن الله لايجمع أمتى على الضلالة،ويد الله على الجماعة ،ومن شذ شذ فى النار،واتبعوا السواد الأعظم''(مشکوۃالمصابیح)۔

اورمثلا اب تو قرآن مجید سے کچھ علاقہ بھی ہے،اگر ترجمہ سے بھی مدد لیتے ہیں تو اصل بھی انکے ہاتھ میں ہوتا ہے،اس بہانہ سے کچھ پڑھ بھی لیتے ہیں،اور پھر قرآن سے بالکل ہی بےتعلق ہوجاویں گے،اور بےساختہ یہ آیت ان پر صادق آنے لگے گی:

''نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ـ كِتٰبَ اللهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ''(سورۃالبقرۃ:۱۰۱)۔

اورمثلا اگر ترجموں میں کچھ اختلاف ہےتو اصل بھی سامنے ہے،اس کوسب نسخوں میں متحد پاتے ہیں،تو اختلاف کا خیال اصل تک نہیں پہونچتا،اور جب ترجمے ہی ترجمے رہ جاویں گے،اور اصل نظروں سے غائب ہوگی،تو اس وقت یہ اختلاف کلام اللہ کی طرف منسوب ہوگا،بعد چندے یہ گمان ہونے لگے گا کہ اصل حکم ہی مختلف ہے،یہ اعتقاد پر اس کا اثر ہوگا،اور عمل پر یہ اثر ہوگا کہ ترجموں کو لے لے کرآپس میں لڑیں گےاور مراجعت الی الاصل کی توفیق ہوگی نہیں، جو مدار ہوسکتا ہے فیصلہ کا،پس اس آیت کا مضمون ظاہر ہوجاوے گا:

''وَمَااخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّاالَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ م بَعْدِ مَاجَآءَ تْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًام بَيْنَهُمْ''(سورۂ بقرہ:۲۱۳)۔

اورمثلا اب تو ترجمہ کو مستقل کتاب نہیں سمجھتے ،قرآن کا تابع سمجھتے ہیں،اگر کہیں مطلب نہیں سمجھتے ہیں یا غلط سمجھتے ہیں یا فصاحت وبلاغت سے گراہوا پاتے ہیں توفہم کا یا مترجم کا قصور سمجھتے ہیں،اور مترجم کو مالک دین کا نہیں جانتے ، نیز کسی مترجم کو ہمت تحریف معنوی کی بھی نہیں ہوسکتی، کہ اصل کے سامنے ہونے سے ہر طالب علم اس پر گرفت کر سکے گا۔اور ایسا ترجمہ اگر ہوا

تو اس کو مستقل کتاب سمجھیں گے، کسی کا تابع نہ سمجھیں گے، اور تمام آثار مذکورہ کی اضداد واقع ہوں گی، خصوصاً مترجمین ہی کا مطبوع مستقل ہو جانا یہ سب سے بڑھ کر آفت ہوگی، اور اہل زیغ کو بہت آسانی سے موقع غلط ترجمہ اور تفسیر کا ملے گا۔ کیونکہ ہر دیکھنے والا حافظ نہیں اور مراجعت اصل کی طرف ہر وقت آسان نہیں ہوتی، **کما قال اللہ تعالی**: "**اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ**" (سورۂ توبہ:۳۱) اور پھر اسی طرح کے اور بھی بہت سے مفاسد ہیں جن کو انشاء اللہ علماء ظاہر کریں گے، اس لئے جا بجا لفظ مثلاً لایا گیا ہے، اس وقت دس ہی وجوہ پر جس کو عشرۃ کاملہ کہا جاسکتا ہے، اکتفا کیا جاسکتا ہے، مگر کاملہ کا خاتمہ ہونا لازم نہیں اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حق تعالی کا ارشاد ہے: "**وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ**" (سورۂ مائدہ:۲)، اور فقہاء نے اسی قاعدہ پر یہاں تک تفریع فرمائی ہے، کہ جس شخص کو بھیک مانگنا حرام ہے اس کو بھیک دینا بھی حرام ہے، کیونکہ اگر دینے والے دیں نہیں تو مانگنے والا مانگنا چھوڑ دے، اسی طرح ترجمہ کے متعلق یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ ایسے ترجمہ کو اگر کوئی شخص نہ بقیمت لے اور نہ بلا قیمت تو پھر ایسے تراجم کا سلسلہ بند ہو جاوے اور لینے کی صورت میں سلسلہ جاری رہے گا۔ پس ایسے ترجمہ کا خریدنا یا ہدیہ میں قبول کرنا اعانت ہوگی ایک امر ناجائز کی، اس لئے یہ بھی ناجائز ہے (جواہر الفقہ ۱/ ۱۱۲، امداد الفتاوی ۴/ ۳۹ تا ۴۲)۔

غیر عربی میں قرآن کریم کی کتابت:

قرآنی رسم الخط قیاسی نہیں ہے، بلکہ توفیقی اور سماعی ہے، لوح محفوظ میں تحریر شدہ قرآن کے رسم الخط کے مطابق ہے، منزل من اللہ ہے تواتر اور اجماع سے ثابت ہے، اعجازی ہے اس میں قراءت سبعہ وغیرہ شامل ہیں اور ساری قراءتیں جاری کی جاسکتی ہیں، لہذا اس کی اتباع واجب اور تبدیلی ناجائز اور حرام ہے طریقہ یہ تھا کہ جب کلام پاک کی کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو حضور ﷺ کاتبین وحی میں سے کسی کو بلا کر لکھواتے اور ہر لفظ کا رسم الخط کاتب وحی کو تعلیم فرماتے جیسے حضور ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معرفت سیکھتے تھے جب خلیفہ اول حضرت صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں یہ طے ہوا کہ جو آیتیں اور سورتیں لکھی ہوئی مختلف حضرات کے پاس ہیں ان سب کو کتابی صورت میں ایک جگہ کر دیا جائے تو کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ نے بڑی احتیاط اور پوری توجہ سے اسی اصلی رسم الخط کے مطابق جو حضور ﷺ کے ارشاد کے بموجب حضور ﷺ کی موجودگی میں لکھا گیا تھا پورا قرآن شریف لکھا اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن لکھوایا تو انہی کاتب الوحی حضرت زید بن ثابتؓ کو وہ عظیم الشان خدمت سپرد ہوئی، جبکہ پچاس ہزار صحابہ موجود تھے، لہذا اس مصحف عثمانی کے رسم الخط کا خلاف کرنا جائز نہیں ہے، چاروں ائمہ اس رسم الخط کو ضروری مانتے ہیں، خدا پاک کا ارشاد ہے: "**إنا نحن نزلنا الذكر وإنا**

له لحافظون''(الحجر:۹)(ہم ہی نے قرآن نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں)۔

مذکورہ ارشاد میں صرف قرآنی الفاظ کی حفاظت کا وعدہ نہیں ہے، بلکہ الفاظ معانی اور رسم الخط سب ہی کی حفاظت کا وعدہ اور پیشنگوئی ہے، لہذا اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے، معانی اور علوم القرآن کی حفاظت میں علماء دین مشغول ہیں تو الفاظ عبارت اور طرز ادا کی حفاظت میں قراء منہمک ہیں اور رسم الخط کی حفاظت کاتبین قرآن کر رہے ہیں جن کی پیروی ہم پر لازم ہے (فتاوی رحیمیہ ۳/۱۶، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: الاتقان فی علوم القرآن ۲/۲۱۳، ۲۱۸، ۲۲۶)۔

قرآن کریم کے رسم الخط میں قیاس کا دخل نہیں اس کی چند مثالیں:

جس وقت حضرت عثمانؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کی قیادت میں مصحف قرآنی مرتب کرنے کے لئے صحابہؓ کی ایک جماعت بنائی، تو ان سے فرمایا تھا: ''**إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت فى شئ من القران فاكتبوه بلسان قريش فإنما نزل بلسانهم**''۔

اس ہدایت کے بعد صحابہؓ کی جماعت نے جب کتابت قرآن کا کام شروع کیا تو پورے قرآن کریم میں ان کے درمیان صرف ایک اختلاف پیش آیا، جس کا ذکر امام زہری نے اس طرح فرمایا ہے:

''**واختلفوا يومئذ فى التابوت والتابوة، فقال النفرالقرشيون، التابوت، وقال زيد بن ثابتؓ: التابوة فرفع اختلافهم إلى عثمان فقال اكتبوه التابوت، فإنه بلسان قريش نزل**''(علوم القرآن/ص ۱۴۴)۔

حضرت زید بن ثابتؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ کے پاس وحی لکھتا تھا، آپ ﷺ وحی املاء کرانے کے بعد فرماتے '' پڑھ کر سناؤ'' میں کچھ لکھا ہوتا، پڑھ کر سناتا، اگر کہیں چھوٹ جاتا تو آپ درست فرما دیتے، اس کے بعد میں اس کو لے کر لوگوں کے پاس آتا (مجمع الزوائد ۸/۲۵۷)۔

حضرت عثمان بن عفانؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ جب آیات نازل ہوتیں تو کاتبین وحی میں سے موجود بعض صحابہؓ کو بلاتے اور ان سے ارشاد فرماتے: اس آیت کو فلاں سورہ میں اس جگہ لکھو جہاں ایسا ذکر ہے، اور جب آپ ﷺ پر ایک دو آیتیں نازل ہوتیں تب بھی ایسا فرماتے (ابوداؤد حدیث/ص ۲۸۶، ترمذی حدیث ۳۰۸۶)۔

خلاصہ:

مذکورہ بالا تفصیل سے اچھی طرح یہ واضح ہوگیا کہ رسم عثمانی توقیفی ہے قیاسی نہیں اس کی اتباع باتفاق ائمہ اربعہ واجب ہے، لہذا اس کی مخالفت کسی بھی طرح جائز نہیں خواہ صرف ترجمہ کی اشاعت کر کے کی جائے یا زبان عربی کو ہندی

انگریزی رسم الخط میں تبدیل کر کے کی جائے جیسا کہ اس فتنہ زا زمانہ میں اس کا بھی شیوع ہے کہیں انگریزی رسم خط میں قرآن کریم کی طباعت کی تجویز ہے کہیں ہندی اور گجراتی میں جو باجماع امت ناجائز ہے، خصوصاً انگریزی اور ہندی رسم خط میں تو کھلی ہوئی تحریف ہوگی کہ ان میں حرکات کو بشکل حروف لکھا جاتا ہے اور پھر اس پر مزید یہ ہے کہ اس کو خدمت اسلام سمجھ کر کیا جارہا ہے اور اس کے لئے بہت سی مصالح دینیہ بیان کی جاتی ہیں جن کی تفصیل کا نہ یہ موقع ہے نہ ضرورت، کیونکہ اول تو وہ مصالح بدون رسم خط بدلنے کے بھی حاصل ہوسکتی ہیں اور ساڑھے تیرہ سو برس سے برابر اس طرح حاصل ہوتی آئی ہیں کہ ہر ملک وقوم کے لوگوں کو قرآن پڑھایا گیا اور انہوں نے بدون رسم الخط تبدیل کرنے کے پڑھا اور اتنا پڑھا کہ شاید اب سارے مسلمان مل کر بھی نہ پڑھ سکیں اور ایسا پڑھا کہ انہیں اہل عجم میں سے بہت سے لوگ قرآن کی قراءت وتجوید اور رسم خط کے امام مانے گئے اور بالفرض اگر وہ مصالح تسلیم بھی کئے جائیں تو ان مصالح مزعومہ کی وجہ سے اجماع امت کا فیصلہ نہیں بدلا جاسکتا اور حفاظت قران کی مصلحت پر کسی مصلحت کو ترجیح نہیں دی جاسکتی، یہی وجہ ہے کہ خود حضرت عثمان اور دوسرے صحابہ کرام نے ان مصالح کی طرف نظر نہیں فرمائی حالانکہ یہ مصالح اس وقت آج سے زیادہ قابل اہتمام نظر آتی تھیں، کیونکہ وہ زمانہ تعلیم السنہ کے شیوع کا نہ تھا اب تو ایک ایک آدمی جو معمولی خواندہ کہلاتا ہے، مختلف زبانیں سیکھتا اور جانتا ہے اور یہ نہیں کہ اس وقت ان زبانوں میں کتابت کرانا ممکن نہ تھا، کیونکہ خود کاتب قرآن زید بن ثابتؓ مختلف زبانیں جانتے تھے، مگر اس کے باوجود کتابت قرآن میں خاص خاص ملکی مصالح کو نظر انداز کر کے صرف عربی زبان اور عربی رسم خط میں قرآن مجید کے نسخے لکھے اور تمام ممالک میں بھیجے (جواہر الفقہ ۱/۱۱۰)۔

عربی متن قرآن کے ساتھ کسی دوسری زبان میں قرآن کی کتابت کا حکم:

اس سلسلہ میں حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ کا ایک فتوی درج کیا جاتا ہے، جس میں عربی رسم الخط کے ساتھ ملاکر دوسری رسم الخط میں لکھنے کی چند شرائط کے ساتھ اجازت دی گئی ہے وہ فتوی درج ذیل ہیں؛

''سیوطی نے ''اتقان'' میں لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی نے غیر عربی میں قران پاک کی کتابت کو جائز نہیں قرار دیا ہے، ''**وفی الاتقان للسیوطی: لم یجوز أحد من الائمة الأربعة کتابة القرآن بغیر العربیة**'' البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ جو لوگ عربی رسم الخط سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ناظرہ بھی نہ پڑھ سکتے ہوں اور تلاوت کلام الٰہی کرنا چاہتے ہوں، ان کی تعلیم وتلقین کے لئے مصحف پاک کی ترتیب کے مطابق داہنی طرف سے کتابت شروع کی جائے اور پہلے قرآن کریم سرحوض وسر صفحہ نمایاں کر کے اس طرح لکھا جائے کہ اس کا اصل ہونا اور اس کی عظمت اور اس کا پورا ادب واحترام محفوظ و

ملحوظ رہے اور اس کے نیچے تابع بنا کر کسی بھی زبان کے رسم الخط میں اتنی ہی عبارت قرآن کریم کی اس طرح پر لکھی جائے کہ قرآن مجید کے تمام خصوصی حروف مثلاً: س، ث، اور ز، ذ، ظ ض اور ہمزہ، ع وغیرہ اور اس کے تمام فروق وامتیازات، نیز تمام خصوصیات کتابت واداء وغیرہ مثلاً: حروف زوائد (الف لام) اور مدوجزم، تشدید واسکان وغیرہ کی پوری پوری رعایت موجود وملحوظ رہے...... ان تمام بندشوں اور احتیاطوں کے ساتھ اس زیر متن عبارت کی حیثیت وہی ہوجائے گی جو قرآن کریم کے ترجمہ اور تفسیر کی ہوتی ہے، جو عربی زبان یا غیر عربی زبان میں متن قرآن کریم کے ساتھ تابع بن کر لکھ دی جاتی ہیں اور اس کو قرآن کا نام نہ دیتے ہوئے صرف ترجمہ قرآن یا تفسیر قرآن کریم کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔" (منتخبات نظام الفتاوی: ۳/ ۴۲۸-۴۲۹)۔

گنجائش کا پہلو حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ کے فتوی کے مطابق تبلیغی اور دعوتی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ترجمہ قرآن کریم کی طرح عربی اور غیر عربی دونوں رسم الخط ملا کر لکھنے کی گنجائش ہے، "**قال العلامة الكهنوی: لو كان القرآن مكتوبا بالفارسية يحرم على الجنب والحائض مسه بالإجماع وهو الصحيح وعلى هذه المسئلة بحث طويل كافي و شافي في رسالة أداء الأذكار بلسان الفارس**" (مجموعہ رسائل لکھنوی ۴/ ۴۹)۔

ترجمہ قرآن یا غیر عربی رسم الخط والے قرآن کریم کا بغیر وضو چھونا:

قرآن کریم کا صرف ترجمہ ہو یا غیر عربی رسم الخط والا قرآن ہو کسی بھی بلا وضو ہاتھ لگانا شرعاً جائز نہیں، جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے اپنے مفصلہ فتوی میں درج ذیل جزئیات سے استدلال کیا ہے:

"**ولو كان القرآن مكتوبًا بالفارسية يكره لهم مسه عند أبي حنيفة، وكذا عندهما على الصحيح، هكذا في الخلاصة وفيه أيضًا: إذا قرأ آية السجدة بالفارسية فعليه وعلى من سمعها السجدة فهم السامع أم لا إذا أخبر السامع أنه قرأ آية السجدة**" (ہندیہ)۔

"**وهذه الجزئية الثانية تؤيد الأولى حيث وجب سجدة التلاوة بقراءة القرآن بالفارسية فعلم منه أن الترجمة بالفارسية لا تخرج القرآن عن كونه قرآنا حكما فلا يجوز مسه للمحدث**" (امداد الفتاوی، فتاوی رحیمیہ)۔

بریل کوڈ میں قرآن کریم کی کتابت:

نابینا کے تعلیم وتعلم کے لئے جو رسم الخط ایجاد کیا گیا ہے اس میں قرآن کریم کی کتابت کو "محمود

الفتاوی'' (۴/ ۱۵۴) میں رسم الخط بدلنے اور رسم عثمانی کے ترک کی وجہ سے ناجائز کہا گیا ہے، لیکن بندہ کا رجحان جواز کی طرف ہے جس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱-''الضرورات تبیح المحظورات'' (الاشباہ والنظائر لابن نجیم) کے ضابطہ سے اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ رسم عثمانی نقطہ اعراب اور تعشیر سے خالی تھی، لیکن عجمیوں کی ضرورت کو ملحوظ رکھ کر اس کو جائز کہا گیا ہے، چنانچہ ''علوم القرآن'' میں ہے کہ مصاحف عثمانی بھی نقطوں سے خالی تھے اور عمومی رواج کے علاوہ اس کا ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ اس رسم الخط میں تمام متواتر قراءتیں سما سکیں لیکن بعد میں عجمی اور کم پڑھے لکھے مسلمانوں کی سہولت کے لئے قران کریم پر نقطے ڈالے گئے، نقطوں کی طرح شروع میں قران کریم پر حرکات (زیر زبر پیش) بھی نہیں تھیں بعد میں خلیل ابن احمدؒ نے ہمزہ اور تشدید کی علامتیں وضع کیں ''وأول من وضع الهمز والتشديد والروم والاشمام الخليل'' (الاتقان ۲/ ۲۱۸)، اس کے بعد حجاج بن یوسف نے یحیی بن یعمر، نصر بن عاصم اور حسن بصری رحمہم اللہ سے بیک وقت قرآن کریم پر نقطے اور حرکات دونوں لگانے کی فرمائش کی اس موقع پر حرکات کے اظہار کے لئے نقطوں کے بجائے زیر زبر پیش کی موجودہ صورتیں (َ ، ِ ، ُ) مقرر کی گئیں تاکہ حروف کے ذاتی نقطوں سے ان کا التباس پیش نہ آئے۔

قرون اولی کے قرآنی نسخوں میں ایک اور علامت کا رواج تھا اور وہ یہ کہ ہر پانچ آیتوں کے بعد (حاشیہ پر) لفظ خمس یا خ اور ہر دس آیتوں کے بعد لفظ عشر یا ع لکھ دیتے تھے پہلی قسم کی علامتوں کو اخماس اور دوسری قسم کی علامتوں کو اعشار کہا جاتا تھا، علماء متقدمین میں یہ اختلاف بھی رہا ہے کہ بعض حضرات ان علامتوں کو جائز اور بعض مکروہ سمجھتے تھے۔

''واخرج ابن أبی داؤد عن الحسن ابن سيرين أنهما قال: لا بأس بنقط المصاحف وأخرج عن ربيعة بن أبی عبد الرحمن أنه قال: لا بأس بشكله، وقال النووی: نقط المصحف وشكله مستحب؛ لأنه صيانة له من اللحن والتحريف''۔

''وأخرج أبوعبيد عن النخعي أنه كره نقط المصاحف وعن ابن مسعود ومجاهد أنهما كرها التعشير وأخرج أبن ابی داؤد عن النخعي أنه كان يكره العواشر والفواتح'' (الاتقان ۲/ ۲۱۸)۔

۲- رسم عثمانی کے علاوہ دیگر رسوم کی ممانعت کی ایک اہم علت تحریف ہے اور ظاہر ہے کہ بریل کوڈ کو عرفا تحریر سمجھا ہی نہیں جاتا، لہذا اس کے قرآن ہونے کا احتمال وشبہ بھی نہ ہوگا تو تحریف کا بھی شبہ نہ ہوگا۔

۳- اشارات کے لئے موضوع نقوش اور علامات کو الفاظ وعبارت کا حکم نہیں دیا جاسکتا ہے، جیسے ہند سے اور

حرکات کو کسی نے بھی الفاظ کے قائم مقام نہیں مانا ہے، مثلاً ۷۸٦ کے نقش کو بسم اللہ کے لئے لکھا جاتا ہے، لیکن کسی نے بھی اس کو بسم اللہ کے قائم مقام نہیں مانا ہے، اسی طرح بریل کوڈ کو الفاظ کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔

۴- بریل کوڈ یہ الفاظ نہیں، کیونکہ الفاظ وہ ہوتے ہیں جو لکھنے اور پڑھنے میں یکساں ہوں، یعنی جو لکھا جائے وہی پڑھا بھی جائے، جیسے الفاظ ہندی، انگریزی، عربی فارسی وغیرہ اور بریل کوڈ لکھنے اور پڑھنے میں یکساں نہیں اس کے لکھنے اور پڑھنے کی الگ الگ نوعیت ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس کی لکھاوٹ ایک علامت ہوتی ہے، پس اس علامت کی مدد سے الفاظ ادا کئے اور پڑھے جاتے ہیں، اور جب یہ کوڈ الفاظ کا حکم نہیں رکھتے ہیں تو قرآن بھی نہیں بنیں گے اور جب قرآن نہیں بنیں گے تو اس کا لکھنا بھی جائز ہوگا۔

۵- بعض اقوال ضعیفہ کے مطابق رسم عثمانی کے علاوہ دوسری رسم الخط میں قرآن لکھنے کی اجازت ہے اور ضرورت و مجبوری کے وقت اقوال ضعیفہ پر بھی عمل کی گنجائش ہوتی ہے، "**لكن ربما عدلوا عما اتفق عليه ائمتنا لضرورة ونحوها كما مر فى مسئلة الاستئجار على تعليم القرآن ونحوه من الطاعات، فحينئذ يجوز الافتاء بخلاف قولهم**" (شرح عقود رسم المفتی ص ۱۱۹)۔

٦- مفتی نظام الدین صاحبؒ نے اگر عربی رسم الخط کے ساتھ دیگر رسم الخط میں پڑھنے کے لئے قرآن لکھا جائے تو اس کی اجازت دی ہے اسی طرح اگر نزاع اور اختلاف سے بچنے کے لئے اصل قرآن متن بھی لکھ دیا جائے تو اختلاف بھی ختم ہوسکتا ہے۔

حاصل یہ کہ بریل کوڈ درحقیقت الفاظ نہیں بلکہ علامات اور اشارات ہیں اور علامات واشارات پر قرآن ہونے کا حکم عائد نہ ہوگا، لہذا اس میں کتابت کی ممانعت نہ ہوگی۔

"**اذ لا يخرج بذلک عن كونه قرآنا وإلالم تحرم كتابته**" (جواہر الفقہ ۱/ ۱۰۳ مجموعہ رسائل لکھنوی)۔

"**والمفهوم منها أنه إذاخرج عن كونه قرآنا لم تحرم كتابته**"، کیونکہ یہ صورت اختلافی اور نزاعی نہ رہے گی۔

"**قال العلامة الشيخ الكهنوى فى رسالة أداء الأذكار بلسان الفارس**"۔

"**رجل لا يقدر على تعليم القرآن بالنظم العربى ويقدر عليه بلغة أخرى يفترض عليه تعلمه؛ لأن القرآن لا يختص بالعربى عند أبى حنيفة وعندهما تجوز القرآن بغير العربية إذا كان لا يحسن العربيه فيفترض عليه ذلک بالإجماع فى هذه الحالة**" (مجموع رسائل لکھنوی ۳۸٦)۔

موبائل میں لوڈ قرآن کریم سے متعلق احکام:

اس کا حکم لکھے جانے سے قبل چند اصولی باتیں لکھی جاتی ہیں:

۱-عکس وتصویر کی تعریف:

تصویر وہ ہوتی ہے جس کو کسی چیز پر علی صفت الدوام ثابت اور مستقر کر دیا جائے، عکس وہ ہوتا ہے جو کسی چیز پر علی صفت الدوام ثابت اور مستقر نہ ہو (درس ترمذی ۵/۳۵۱)۔

۲-میموری میں محفوظ پروگرام مکتوب ومنقوش نہیں ہوتے ہیں، میموری میں جو پروگرام لوڈ رہتے ہیں وہ مکتوب و منقوش نہیں ہوتے اور اس کی مثال وی ڈیو کیسٹ جیسی ہے، چنانچہ مفتی تقی عثمانی صاحب ویڈیو کیسٹ کے پروگرام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ پروگرام جو ویڈیو کیسٹ کے ذریعہ دکھائے جاتے ہیں، یعنی ایک تقریر اور اس کی تصاویر کے ذرات کو لے کر ویڈیو کیسٹ میں محفوظ کر لیا پھر ان ذرات کو اسی ترتیب سے چھوڑا تو پھر وہی منظر اور تصویر نظر آنے لگی، میرے نزدیک اس کو تصویر کہنا مشکل ہے، اس لئے کہ جو چیز ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہوتی ہے وہ صورت نہیں ہوتی، بلکہ وہ برقی ذرات ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اگر ویڈیو کیسٹ کی کو خوردبین لگا کر بھی دیکھا جائے تو اس میں تصویر نظر نہیں آئے گی، اس لئے میرا رجحان اس طرف ہے کہ یہ قسم تصویر کے حکم میں نہیں آتی (درس ترمذی ۵/ ۳۵۲)۔

۳-میموری موبائل کے اندر لگی رہتی ہے اور موبائل کی باڈی کو آسانی الگ کیا جاسکتا ہے، لہذا موبائل کی باڈی میموری کے لئے بکس اور صندوق کے مانند ہے۔

”**ويحرم به أى بالأكبر وبالأصغر مس مصحف إلا بغلاف متجاف غير مشرز أو بصرة، به يفتى**“ (الدر مع الرد ۱/ ۳۱۵)۔

۴-اگر کسی کاغذ تختی یا دیوار وغیرہ پر قرآن کریم کی کچھ آیتیں مکتوب اور لکھی ہوئی ہوں تو قرآن کریم کے الفاظ کے علاوہ بقیہ حصوں پر بغیر وضو کے ہاتھ لگانا شرعا جائز ہے، ”**لايحرم فى غير مصحف إلا بالمكتوب أى موضع الكتابة**“ (۱/ ۳۱۵-۴۸۸)۔

مذکورہ بالا تفصیل سے درج ذیل احکام معلوم ہوئے:

۱-موبائل کے پروگرام میں جو قرآن کریم لوڈ رہتا ہے جب تک اس کو اسکرین پر ظاہر نہ کیا جائے، اس وقت تک اس پر قرآن کا حکم عائد نہ ہوگا جیسا کہ ۲ کی تفصیل سے معلوم ہوا، لہذا وہ موبائل جس کی اسکرین پر قرآن ظاہر نہ اس کو بلا وضو ہاتھ لگانا اور استنجاء خانے وغیرہ میں لے کر جانا شرعا جائز ہے، اسی طرح سے قرآن کریم والی میموری وغیرہ کا بھی یہی حکم ہوگا۔

۲-اگرقرآن کریم کی آیتیں اسکرین پر ظاہر ہوں تو اصولاوہ عکس کے حکم میں ہیں،جیسا کہ ا سے معلوم ہوا،لہذا اسکرین پر ظاہر ہونے والی آیات کو اصولی اعتبار سے بلا وضو مس کی اجازت معلوم ہوتی ہے،نیز اگر اس کو قرآنی عکس نہ مان کر مکتوب قرآن مانا جائے تو موضع نقش وکتابت کو چھوڑ کر بقیہ حصہ کو بلا وضو چھونے کی اجازت معلوم ہوتی ہے،جیسا کہ ۳،۴ سے معلوم ہوا۔

قرآن کریم کی عظمت کو قائم و دائم رکھنا ایک اسلامی و دینی و شرعی فریضہ ہے اور جو چیزیں قرآنی عظمت کے فوت ہونے کا سبب اور ذریعہ بن سکتی ہوں ان کو سد اللباب ناجائز ہی کہا جائے گا،کیونکہ حضرات فقہاء بہت سے جائز امور کو صرف سد اللباب ہی ممنوع قرار دیا ہے۔

”فإذا حرم رب العالمين شيئا وله طرق وسائل تفضى إليه فإنه يحرمها ويمنع منها تحقيقا لتحريمه وتثبيتا له ومنعا أن يقرب حماه، ولوأباح الوسائل والذرائع المفضية إليه لكان ذلک نقضا للتحريم واغراء للنفوس به“(اعلام الموقعین ۳/۱۳۵)۔

لہذا اگر اسکرین پر ظاہر ہونے والی آیات کو قرآن کریم کی طرح سے بلا وضو چھونے اور استنجاء خانہ وغیرہ میں لے جانے سے منع نہیں کیا گیا تو یہ سبب ہوگا قرآن کی عظمت کے فوت ہونے اور دلوں سے اہمیت کے نکل جانے کا،اس لئے اس مصلحت کے پیش نظر اسکرین پر ظاہر قرآن پر شرعا بلا وضو ہاتھ لگانے کی اجازت نہ ہوگی،اسی طرح کسی بھی طرح کی بے ادبی والی تمام چیزیں حرام وممنوع ہوں گی۔

☆☆☆

قرآن مجید کے رسم وترجمہ کے بعض مسائل واحکام

مفتی محمد حذیفہ داحودی ☆

۱-بغیر متن کے ترجمۂ قرآن کی اشاعت

کسی زبان میں متن قرآن کے بغیر صرف ترجمۂ قرآن لکھنا اور لکھوانا اور شائع کرنا باجماع امت حرام اور باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع اور ناجائز ہے، شامی میں ہے: ''**إن اعتادالقراء ة بالفارسية وأرادأن يكتب مصحفا بها يمنع، وإن فعل في آية أوايتين لا، فإن كتب القرآن وتفسيركل حرف وترجمته جاز۔**'' (الدر والرد، مطلب بیان المتواتربالشاذ ۲/۱۸۷)

کیوں کہ:

☆ قرآن الفاظ اور معانی دونوں کا نام ہے، جیسا کہ اصولیین کی تصریح ہے: ''**هواسم للنظم والمعنى جميعا۔**'' (المنار مع شرحه نور الانوار: ۱۱) اس لئے قرآن کے معانی کی طرح اس کے الفاظ بھی مقصود اور اس کی حفاظت بھی فرض ہے، جبکہ صرف ترجمہ کی اشاعت سے الفاظ کی حفاظت میں خلل واقع ہوگا، چنانچہ اگر صرف ترجمہ شائع کیا جائے گا تو ظاہر ہے کہ الفاظ کی اہمیت باقی نہ رہے گی، دلوں سے نکل جائے گی اور اس کے پڑھنے پڑھانے کی ضرورت نہیں سمجھی جائے گی، صرف ترجمہ ہی کو کافی سمجھا جائے گا، اس طرح آہستہ آہستہ قرآن کے الفاظ اس طرح غائب اور ضائع ہوجائیں گے جس طرح انجیل کے الفاظ غائب اور ضائع ہوگئے۔

حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''اگر یہ طریق مروج ہوگیا تو مثل تورات وانجیل احتمال قوی اصل قرآن مجید کے ضائع ہوجانے کا ہے اور حفاظت اصل قرآن مجید کی فرض اور اس کا اخلال حرام ہے اور ترجمہ وتفسیر کا اصل سے مجرد نہ ہونا مقدمہ اور سبب ہے حفاظت کا اور اصل

☆ ندی روڈ، نزد جمعہ مسجد، گھانچی واڑہ، داحود، گجرات۔

سے مجرد ہونا مقدمہ اور سبب ہے اخلال کا اور فرض کا مقدمہ فرض اور حرام کا مقدمہ حرام ہے'' (امداد الفتاوی: ۱/ ۴۰)۔

☆ خود رائی کرنے والوں کو اپنے مطلب کے مطابق الٹا سیدھا ترجمہ کرنے کا موقع مل جائے گا، جس سے تحریف کا ایسا دروازہ کھل جائے گا جس کو بند کرنا ممکن نہ ہوگا۔

حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''اہل زیغ کو بہت آسانی سے موقع غلط ترجمہ وتفسیر کا ملے گا، کیونکہ ہر دیکھنے والا حافظ نہیں اور مراجعت اصل کی طرف ہر وقت آسان نہیں ہوتی۔'' (امداد الفتاوی: ۱/ ۴۰)

☆ اردو وغیرہ کتابوں کی طرح اسے سمجھ کر اس کا وہ احترام باقی نہ رہے گا جو عربی قرآن کا ہے۔

حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''یقینی بات ہے کہ عامہ ناس اس ترجمہ کو ایک کتاب خالی از قرآن سمجھ کر ہرگز اس کے مس کے لئے وضو کا انتظام نہ کریں گے، تو ایسا ترجمہ شائع کرنا سبب ہوگا ایک غیر مشروع کا اور سبب غیر مشروع کا غیر مشروع ہے (امداد الفتاوی: ۱/ ۴۰)۔

☆ حضرت تھانویؒ نے اس کی ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ کتاب الٰہی کا ترجمہ غیر حامل المتن جداگانہ شائع کرنا اہل کتاب کے ساتھ تشبہ ہے ایسے امر میں جو عرفاً وعادۃً ان کے خصائص میں سے ہے،...... جو مذموم ہے (امداد الفتاوی: ۱/ ۳۹)۔

نیز اس طرح کے ترجمہ کی خرید وفروخت اور اس کی تقسیم وبخشش بھی ناجائز ہے، کیونکہ یہ تعاون علی الاثم ہے، جو کہ از روئے کتاب وسنت ممنوع ہے۔

حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''ایسے ترجمہ کا خریدنا یا ہدیہ میں قبول کرنا اعانت ہوگی ایک امر ناجائز کی، اس لئے یہ بھی ناجائز ہے'' (امداد الفتاوی: ۱/ ۴۲)۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

''قرآن مجید کی اصل نظم عربی اور اس کی خصوصیات کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ اس کی عبارت ترجمہ کے ساتھ ضرور رہے، خالص ترجمہ کی اشاعت میں تغیر وتبدل کے امکانات زیادہ ہیں، اس لئے اس پر اقدام کرنا مسلمانوں کے لئے قرین صواب نہیں'' (کفایۃ المفتی: ۱/ ۱۲۹، ۲/ ۱۴۳، ۹/ ۶۵)۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کا اس مسئلہ پر مفصل فتوی ''جواہر الفقہ'' میں موجود ہے، جس میں علامہ حسن شرنبلالیؒ کے اس موضوع پر لکھے ہوئے رسالہ ''النفحة القدسية فی احكام قراءة القرآن وكتابته بالفارسية'' اور دیگر کتابوں سے

اس طرح کے ترجمہ کی ممانعت پر مذاہب اربعہ کی تصریحات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قرآن مجید کا صرف ترجمہ بغیر عربی الفاظ کے لکھنا اور لکھوانا اور شائع کرنا باجماع امت حرام اور باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع ہے، جیسا کہ روایات ذیل میں اس کا ناجائز و حرام ہونا مذاہب اربعہ سے ثابت ہے اور جب کہ اس کا لکھنا اور شائع کرنا ناجائز ہوا تو اس کی خرید و فروخت بھی بوجہ اعانت معصیت کے ناجائز ہوگی، اس لئے اس کا فروخت کرنے والا اور خریدنے والا بھی گنہگار ہوگا اور چھاپنے اور شائع کرنے والے کو بھی اپنے عمل کا گناہ ہوگا اور جتنے مسلمان اس کی خرید و فروخت کی وجہ سے گنہگار ہوں گے وہ اس کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جاوے گا'' (جواہر الفقہ: ۱/ ۹۷)۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ کے اس سلسلہ میں متعدد فتاوی موجود ہیں، ''فتاوی محمودیہ'' میں ہے:

''قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا، اس کا ترجمہ و تفسیر ہر زبان میں درست ہے، مگر اصل متنِ عربی کا محفوظ رکھنا اور چھاپنا ضروری ہے'' (جدید، میرٹھی: ۷/ ۲۱۹، ۲۱۴، ۲۱۵)۔

مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی کے فتاوی میں ہے:

''پچھلی آسمانی کتابوں میں تحریف کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ انہوں نے کتاب کے متن کو نظر انداز کر دیا اور اس کے ترجمہ و تشریح کو مرکز توجہ بنا لیا، اسی لئے فقہاء نے متن قرآن کے بغیر معنی ترجمہ لکھنے کو منع کیا ہے، قرآن مجید کی آیات لکھتے ہوئے ان کے ساتھ ترجمہ لکھنا چاہئے، یہ حکم اردو ترجمہ کے لئے بھی ہے اور انگریزی ترجمہ کے لئے بھی اور دوسری زبان کے تراجم کے لئے بھی، بغیر متن کے صرف ترجمہ لکھنا درست نہیں (کتاب الفتاوی: ۱/ ۳۷۴)۔

''خیر الفتاوی'' میں ہے: ''قرآن مجید کا صرف ترجمہ بغیر عربی الفاظ کے لکھنا اور شائع کرنا باجماع امت حرام اور باتفاق ائمۂ اربعہ ممنوع ہے'' (۱/ ۲۱۴، ۱/ ۲۱۷)۔

بغیر متن کے ترجمۂ قرآن کی اشاعت نادرست ہونے کے باوجود اگر کسی نے اس کو شائع کیا ہے تو اس ترجمہ کو بے وضو چھونا مکروہ ہوگا، کیونکہ ترجمۂ قرآن بھی قرآن کے حکم میں ہے۔

''ولو کان القرآن مکتوبا بالفارسیة یکرہ لھم مسه عند أبی حنیفة، وکذا عندھما علی الصحیح'' (الھندیة ۱/ ۳۹، الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۴۸۸)۔

''امداد الفتاوی'' میں ہے:

''سوال: اردو کلام مجید کا مس بے وضوء جائز ہے یا نہیں؟ جواب: مکروہ ہے'' (۱/ ۱۴۵)۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب اس سوال کے جواب میں کہ ''قرآن شریف پورا ترجمہ کیا ہوا یا تھوڑا بغیر وضوء

کے ہر فاسق وفاجر مسلمان کے ہاتھوں استعمال کرنا کیسا ہے؟''فرماتے ہیں:

''قرآن مجید کا ترجمہ مسلمان کے حق میں قرآن مجید کا حکم رکھتا ہے اور غیر مسلموں کو تبلیغ کے لئے دینا جائز ہے''(کفایۃ المفتی:۱/۱۳۴)۔

حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں:

''ترجمہ مسلمانوں کے حق میں قرآن کا حکم رکھتا ہے، لہذا بلا وضوء نہ چھوئے، غیر مسلم کو تبلیغ کی غرض سے دے سکتے ہیں''(فتاوی رحیمیہ:۱/۱۰۵)۔

''احسن الفتاوی''میں ہے:

''ترجمۂ قرآن کو بھی بے وضوء چھونے کے بارے میں فقہاء نے بحکم قرآن قرار دیا ہے''(۲/۳۶)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''قرآن مجید کا ترجمہ، خواہ کسی زبان میں ہو، مسلمان کے لئے اس کا بلا وضوء چھونا مکروہ ہے، اس لئے کہ گو کہ کلام الٰہی اصل عربی الفاظ ہیں، مگر مقصود تو یہی معانی اور مفاہیم ہیں''(جدید فقہی مسائل :۱/۱۰۴)۔

۲-غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

قرآن کریم آسمانی کتاب ہے، جس کو رہتی دنیا تک کے انسانوں کی رہنمائی اور کامیابی کے لئے نازل کیا گیا ہے، اس لئے اس کو قیامت تک محفوظ رہنا ضروری ہے، اس بنا پر حق تعالی شانہ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:﴿**إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون**﴾(الحجر:۹) قرآن چونکہ الفاظ اور معانی دونوں کا نام ہے، اس لئے من جانب اللہ ہر دو کی حفاظت ہر طرح کی گئی ہے، الفاظ کی حفاظت کا اہم حصہ یہ ہے کہ اس کے طریقۂ ادا کی بھی حفاظت ہو اور اس کے طرز تحریر کی بھی حفاظت ہو، ورنہ بصورت دیگر الفاظِ قرآنی کی حفاظت میں خلل واقع ہو جانا ظاہر ہے، بناء علیہ طریقۂ ادا کی حفاظت کے لئے الفاظ کو عربی زبان ہی میں لکھنا ضروری ہوا اور طرز تحریر کی حفاظت کے لئے الفاظ کو اس رسم میں لکھنا ضروری ہوا جس میں اسے روز اول سے لکھا گیا ہے، یعنی رسم عثمانی میں، چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ نے جس عربی رسم الخط میں قرآن مجید کو تحریر کرایا تھا آج تک اسی کے مطابق قرآن مجید کی تحریر و کتابت کا سلسلہ جاری ہے اور خط عربی اور اس میں بھی رسم عثمانی ہی کتابت قرآن کے لئے متعین ہے، علامہ سیوطی نقل فرماتے ہیں:

"سئل مالک هل یکتب المصحف علی ماأحدثه الناس من الهجاء؟ فقال: لا، إلا علی الکتبة

الأولی رواہ الدانی فی المقنع، ثم قال: ولامخالف له من علماء الأمة۔۔۔۔۔قال الإمام أحمد: یحرم مخالفة خط مصحف عثمان فی واوأویاء أوالف أوغیرذلک۔"(الاتقان فی علوم القرآن:۲/۳٦۷) اوراسی طرح کرناعلماء نے واجب قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف کوممنوع قرار دیا ہے:

"**وهل تجوزكتابته بقلم غیرالعربی ؟قال الزرکشی: لم أر فیه کلاما لأحد من العلماء قال: ویحتمل الجواز؛لأنه قد یحسنه من یقرء ه بالعربیة والأقرب المنع، کما تحرم قراء ته بغیر لسان العرب، ولقولهم القلم أحد اللسانین والعرب لا تعرف قلماغیرالعربی**" (الاتقان فی علوم القرآن:۲/۳۷٦)

ظاہر ہے کہ عربی کے علاوہ کسی اورزبان کے رسم الخط میں قرآن لکھنے کی صورت میں نہ اس واجب ،یعنی رسم عثمانی کی اتباع کا التزام ہوسکتا ہےاورنہ ہی غیرعربی زبان میں عربی زبان کےحروف وکلمات کی مکمل رعایت ہوسکتی ہے، بلکہ اس طرح کرنے میں قرآن کے الفاظ میں تحریف وتغیر کی راہیں ہموار ہونے کے خطرات سامنے آتے ہیں ،جبکہ عربی زبان کا تلفظ نہایت لطافت کا حامل ہونے کی وجہ سے الفاظ میں معمولی سی تبدیلی بھی معنی ومقصود کو بدل کرر کھ دیتی ہے،اس لئےجس طرح رسم عثمانی کے علاوہ کسی اوررسم عربی میں قرآن لکھنا جائزنہیں ،اسی طرح غیرعربی رسم الخط میں بھی متن قرآن کالکھنا جائزنہیں ہے، یہ نہایت خطرناک اورنامناسب عمل ہے۔

''در مختار'' میں ہے:"**تجوزكتابة آیة اوآیتین بالفارسیة لاأکثر**۔"علامہ شامی لکھتے ہیں:"**قوله (وتجوزالخ):فی الفتح عن الکافی: إن اعتادالقراء ة بالفارسیة وأراد أن یکتب مصحفابهایمنع، وإن فعل فی آیة أوأیتین لا،فإن کتب القرآن وتفسیرکل حرف وترجمته جاز**"(الدروالرد،مطلب بیان المتواتربالشاذ۲/۱۸۷)۔

"تا تارخانیۃ''میں ہے:"**إن اعتادالقراء ةبالفارسیة أوأرادأن یکتب مصحفابالفارسیة منع من ذلک علی أشد المنع، وإن فعل ذلک فی آیة اوآیتین لایمنع من ذلک**"(۲/۷۷)۔

حضرت تھانویؒ تحریرفرماتے ہیں:

''متن قرآن مجید عربی ہی خط میں رکھنا چاہئے ،ہندی رسم الخط میں کوئی ضرورت نہیں ،بے پڑھائے تو ہندی میں ہونے سے بھی کوئی نہیں پڑھ سکے گااور پڑھانے سے عربی حروف کا یادکرلینا کچھ مشکل نہیں ،۔۔۔۔۔علاوہ اس کے ہندی یا ناگری میں بعض حروف عربیہ کی شکل ہی نہیں جیسے :ق،ض، ط،ظ،ز،پس جب ان کودوسری شکل میں لکھاجاوے گاتو ظاہر کہ اصلی حروف پڑھے بھی نہ جاویں گے،تو اس میں عمداً تحریف کا جائز رکھنا ہے وهو حرام''(امداد الفتاوی:۱/۴۲،کفایت المفتی

۹/ ۲۸۷، ۱۳۱، جواہر الفقہ ۱/ ۱۱۰، فتاوی محمودیہ ۷/ ۲۱۸، ۲۲۱، ۲۲۳، فتاوی رحیمیہ ۱/ ۹۸-۱۰۰، منتخبات نظام الفتاوی ۳/ ۴۲۸، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۳/ ۲۳، فتاوی عثمانی ۱/ ۲۴)۔

حاصل: یہ ہے کہ جس طرح خط عربی ہو، مگر رسم عثمانی نہ ہو تو قرآن کی کتابت واشاعت جائز نہیں ہے، اسی طرح اگر خط ہی عربی نہ ہو، بلکہ غیر عربی ہو تو بدرجۂ اولی اس طرح کے خط ورسم میں متن قرآن کا لکھنا اور شائع کرنا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ اگر عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں متن قرآن کو باقی رکھا جائے اور اس کے ساتھ اس کے نیچے کسی اور زبان کے رسم الخط میں بھی قرآن کو لکھا جائے اور دونوں کو ساتھ شائع کیا جائے، تو مندرجہ ذیل شرطوں اور بندشوں کی پابندی کی صورت میں اس طرح کرنے کی گنجائش نکل سکتی ہے، ورنہ نہیں۔

پہلی شرط: یہ ہے کہ مصحف پاک کی ترتیب کے مطابق داہنی طرف سے کتابت شروع کی جائے اور پہلے قرآن کریم سرحوض وسرصفحہ نمایاں کر کے اس طرح لکھا جائے کہ اس کا اصل ہونا اور اس کی عظمت اور اس کا پورا ادب واحترام محفوظ وملحوظ رہے اور اس کے نیچے تابع بنا کر دوسری زبان کے رسم الخط میں اتنی ہی عبارت قرآن کریم کی اس طرح پر لکھی جائے کہ قرآن مجید کے تمام خصوصی حروف مثلاً: س، ث، اور ز، ذ، ظ، ض اور ہمزہ، ع وغیرہ اور اس کے تمام فروق وامتیازات، نیز تمام خصوصیات کتابت واداء وغیرہ مثلاً: حروف زوائد (الف لام) اور مدوجزم، تشدید واسکان وغیرہ کی پوری پوری رعایت موجود وملحوظ رہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ صورت اس وقت ممکن ہوگی جب پہلے ان تمام خصوصیات کے لئے جامع ومانع اصطلاحات وضع کر کے اس زبان کو مکمل کر لیا جائے، پھر لکھا جائے، ورنہ بغیر اس کے کوئی صورت جواز واباحت کی نہ ہوگی۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ دوسری زبان کی اس عبارت کو قرآن کریم کا نام یا ہندی رسم الخط میں قرآن کا نام یا انگریزی یا بنگلہ وغیرہ کسی بھی رسم الخط میں قرآن کا نام ہرگز نہ دیا جائے، بلکہ اصل قرآن کریم سے امتیاز اور تعارف کی غرض سے اور خلط وتلبیس وتحریف سے حفاظت کی غرض سے سرخی میں فقط یہ لکھا اور کہا جائے کہ مثلاً: ہندی رسم الخط میں یا انگریزی میں بنگلہ وغیرہ میں قرآن کریم کی تعلیم کا ذریعہ یا مثلاً: ہندی رسم الخط میں یا فلاں رسم الخط میں قرآن کریم کا تعارف، صرف قرآن کریم کا اس کو ہرگز نام نہ دیا جائے، اگر ذرا بھی کسی عمل میں یا فعل سے قرآن کریم سے التباس ہوگا تو پھر اباحت وجواز کی کوئی صورت نہ رہے گی۔

ظاہر ہے کہ پہلی شرط کی پابندی نہایت ہی دشوار ہے، اس لئے اگر عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں متن قرآن کو بھی باقی رکھا جائے اور اس کے ساتھ اس کے نیچے کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن کو لکھا جائے اور دونوں کو ساتھ شائع کیا جائے، تب بھی اس طرح کرنے کی گنجائش مشکل ہے۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ نے ان احتیاطوں کے ساتھ اپنے فتوے میں اس کی اجازت دی ہے، جس فتوے کی تصحیح وتائید حضرت مفتی محمود صاحبؒ اور حضرت مفتی سید احمد علی سعید صاحبؒ نے کی ہے، لکھتے ہیں:

''ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ جو لوگ عربی رسم الخط سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ناظرہ بھی نہ پڑھ سکتے ہوں اور تلاوت کلام الٰہی کرنا چاہتے ہوں، ان کی تعلیم وتلقین کے لئے مصحف پاک کی ترتیب کے مطابق داہنی طرف سے کتابت شروع کی جائے اور پہلے قرآن کریم سرحوض وسرصفحہ نمایاں کرکے اس طرح لکھا جائے کہ اس کا اصل ہونا اور اس کی عظمت اور اس کا پورا ادب واحترام محفوظ وملحوظ رہے اور اس کے نیچے تابع بنا کر کسی بھی زبان کے رسم الخط میں اتنی ہی عبارت قرآن کریم کی اس طرح پر لکھی جائے کہ قرآن مجید کے تمام خصوصی حروف مثلاً: س، ث، اور ز، ذ، ظ ض اور ہمزہ، ع وغیرہ اور اس کے تمام فروق وامتیازات، نیز تمام خصوصیات کتابت واداء وغیرہ مثلاً: حروف زوائد (الف لام) اور مدوجزم، تشدید واسکان وغیرہ کی پوری پوری رعایت موجود وملحوظ رہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ صورت اس وقت ممکن ہوگی جب پہلے ان تمام خصوصیات کے لئے جامع ومانع اصطلاحات وضع کرکے اس زبان کو مکمل کرلیا جائے، پھر لکھا جائے، ورنہ بغیر اس کے کوئی صورت جواز واباحت کی نہ ہوگی اور ان باتوں کے باوجود ایک بات اور پھر بھی ضروری اور لازمی رہے گی کہ اس عبارت کو قرآن کریم کا نام یا ہندی رسم الخط میں قرآن کا نام یا انگریزی یا بنگلہ وغیرہ کسی بھی رسم الخط میں قرآن کا نام ہرگز نہ دیا جائے، بلکہ اصل قرآن کریم سے امتیاز اور تعارف کی غرض سے اور خلط وتلبیس وتحریف سے حفاظت کی غرض سے سرخی میں فقط یہ لکھا اور کہا جائے کہ مثلاً: ہندی رسم الخط میں یا انگیزی میں بنگلہ وغیرہ میں قرآن کریم کی تعلیم کا ذریعہ یا مثلا: ہندی رسم الخط میں یا فلاں رسم الخط میں قرآن کریم کا تعارف، صرف قرآن کریم کا اس کو ہرگز نام نہ دیا جائے، اگر ذرا بھی کسی عمل میں یا فعل سے قرآن کریم سے التباس ہوگا تو پھر اباحت وجواز کی کوئی صورت نہ رہے گی، ان تمام بندشوں اور احتیاطوں کے ساتھ اس زیر متن عبارت کی حیثیت وہی ہوجائے گی جو قرآن کریم کے ترجمہ اور تفسیر کی ہوتی ہے، جو عربی زبان یا غیر عربی زبان میں متن قرآن کریم کے ساتھ تابع بن کر لکھ دی جاتی ہیں اور اس کو قرآن کا نام نہ دیتے ہوئے صرف ترجمہ قرآن یا تفسیر قرآن کریم کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔'' (منتخبات نظام الفتاوی: ۳/۴۲۸-۴۲۹)

۳- بریل کوڈ میں قرآن کی کتابت:

پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ قرآن کو عربی خط میں اور اس میں بھی رسم عثمانی کے مطابق لکھنا ضروری ہے، اس کے خلاف کرنے میں بہت سے مفاسد ہیں اور ظاہر ہے کہ بریل کوڈ میں نہ تو عربی زبان کے سارے حروف کو اس کے طریقۂ ادا کے

مطابق لکھا جاسکتا ہے اور نہ ہی رسم عثمانی کی پابندی ہوسکتی ہے، اس لئے بریل کوڈ میں قرآن کی کتابت درست اور مستحسن نہیں ہے۔ تاہم اگر قرآن مجید کو اس طرح بریل کوڈ میں لکھا گیا تو اس کو چھونے کے لئے باوضوء ہونا ضروری ہوگا۔ جیسا کہ ''ہندیہ'' کے حوالہ سے گذرا: ''**ولو كان القرآن مكتوبابالفارسيةيكره لهم مسه عندأبى حنيفة، وكذاعندهماعلى الصحيح**'' (الهندية: ۱/۳۹، الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۴۸۸)۔

مفتی احمد خانپوری صاحب کے فتاوی میں ہے:

سوال: اندھوں کے قرآن پڑھنے کے لئے مخصوص تحریر آتی ہے، جس کے حروف عربی نہیں ہوتے، کیا ایسے قرآن کو بغیر وضوء پکڑ سکتے ہیں؟ جواب: قرآن شریف عربی کے علاوہ دوسری زبان میں لکھنے سے قرآنی رسم الخط جو قرآن کا ایک رکن ہے چھوٹ جاتا ہے اور تحریف رسمی لازم آتی ہے، جس سے احتراز ضروری ہے، قرآنی رسم الخط قیاسی نہیں ہے، بلکہ توقیفی اور سماعی ہے، لوح محفوظ میں تحریر شدہ قرآن کے رسم الخط کے مطابق ہے، منزل من اللہ ہے، تواتر اور اجماع سے ثابت ہے، اعجازی ہے، اس میں قرات سبعہ وغیرہ شامل ہیں اور ساری قراءتیں جاری کی جاسکتی ہیں، یہ کمال اور خوبی دوسرے رسم الخط میں نہیں ہوسکتی، لہذا اس کا اتباع واجب ہے اور تبدیلی ناجائز اور حرام ہے، اس لئے دوسرے رسم الخط والے قرآن میں تلاوت نہ کرے، اندھے کے لئے زبانی طور پر جتنا یاد کرنا ممکن ہوا تنا سیکھ لینا چاہئے (محمود الفتاوی: ۴/۱۵۴)۔

۴-موبائل پر قرآن مجید:

موبائل میں قرآن مجید ہونے کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: یہ ہے کہ قرآن مجید موبائل میں موجود و محفوظ تو ہے، مگر وہ اسکرین پر نہیں ہے، ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس موبائل کو حالت حدث میں چھونا جائز ہوگا، کیونکہ اس صورت میں قرآن کوئی تحریر اور شیءمکتوب نہیں ہے اور اگر اسے تحریر مان لی جائے تب بھی موبائل کے ڈھانچے کو ایسا غلاف تصور کیا جائیگا جس کو بے وضوء چھونے کی گنجائش ہوتی ہے۔

فوٹوگراف میں بند کئے ہوئے قرآن کے متعلق کئے گئے سوال کے جواب میں حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

''ان نقوش میں جب تک پڑھے جانے کی صلاحیت ثابت نہ ہو حروف مکتوبہ کے حکم میں نہیں، اس لئے ان کا مس کرنا محدث وجنبی کے جائز ہے، جیسا دماغ میں ارتسام الفاظ قرآنیہ کا ہوتا ہے اور اس دماغ کا مس کرنا جائز ہے، البتہ اگر وہ پڑھے جانے لگیں تو اس وقت دلالت وضعیہ غیر لفظیہ کی وجہ سے ان کا حکم حروف مکتوبہ کا دیا جائیگا'' (امداد الفتاوی: ۱/۱۴۵)۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

’’گراموفون کے جس ریکارڈ (پلیٹ) میں قرآن مجید کی کوئی آیت محفوظ ہو، اس کو بلا وضوء چھونا جائز ہے، کیونکہ وہ قرآن مجید کے حکم میں نہیں اور نہ آیات وکلمات اس میں اس طرح لکھے ہوئے ہیں جس طرح عام طور پر لکھا جاتا ہے اور اس کے اندر قطعۂ توتیا پر جو کچھ حروف کے مخارج کندہ ہوتے ہیں، ان کی وجہ سے ریکارڈ کو قرآن کا حکم نہیں دیا جاسکتا‘‘ (جواہر الفقہ: ۵/۱۳٦)۔

دوسری صورت: یہ ہے کہ قرآن مجید موبائل کی اسکرین پر ہے، اس صورت میں اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لئے تو باوضوء ہونا ضروری ہوگا، کیونکہ وہ قرآن کے الفاظ مکتوبہ ہیں اور قرآن کہیں پر بھی لکھا ہوا ہو اس کو بلا طہارت چھونا درست نہیں ہوتا، جیسا کہ حضرت تھانویؒ کے فتوی میں بھی اس کی وضاحت ہے، علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں: ”**ویحرم مسها أی الأیة...... سواء کان مکتوبا علی قرطاس أو درهم أو حائط**۔“ (امداد الفتاح: ۱۴٦) لیکن اسکرین کے علاوہ موبائل کے مابقیہ ڈھانچے کو بے وضوء چھونے کی گنجائش ہوگی، کیونکہ جس موبائل میں اور اس کی اسکرین پر قرآن مجید ہے اس کو موبائل ہی کہا جاتا ہے، یعنی وہ ایسی شیٔ کہلاتی ہے جو قرآن نہ ہو اور اس پر آیات قرآنیہ لکھی ہوئی ہو، بالفاظ دیگر وہ ایسی شیٔ ہے جسمیں غیر قرآن عبارتِ قرآن پر غالب ہے اور فقہاء نے ایسی شیٔ کا، یعنی جو چیز مصحف نہ ہو، مگر اس میں قرآن کی آیات لکھی ہوئی ہو اس کا یہی حکم ذکر کیا ہے کہ مکتوب کو بلا طہارت چھونا جائز نہیں، اس کے ماسوا جگہ کو چھونا جائز ہے، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ از راہ تعظیم واحتیاط پورے موبائل کو وضوء کے ساتھ ہی چھوئے۔

’’شامی‘‘ میں ہے:

”ویمنع حل ......قراءة قرآن بقصده و مسه ولومکتوبا بالفارسیة فی الأصح إلا بغلافه المنفصل .قوله ومسه:أی القرآن ولو فی لوح أو درهم أو حائط لکن لایمنع إلا من مس المکتوب بخلاف المصحف، فلا یجوز مس الجلد وموضع البیاض منه، وقال بعضهم: یجوزوهذاأقرب إلی القیاس والمنع أقرب إلی التعظیم کمافی البحر،أی والصحیح المنع“ (الدر والرد: ۱/۴۸۸)۔

”طحاوی شرح مراقی‘‘ میں ہے:

”وفیماعداالمصحف إنما یحرم مس الکتابة لاالحواشی ویحرم الکل فی المصحف، لأن الکل تبع له......وفی الجوهرة: کتب التفسیروغیرها لایجوز مس مواضع القرآن منها،وله أن یمس غیرها بخلاف المصحف، قلت: وذلک هوالموافق لکلامهم؛ لأنهم جعلوا المحرم فی غیرالمصحف

مس عين القرآن۔"(۷۷)

علامہ وہبہ زحیلیؒ صاحب فرماتے ہیں:

"**قال الحنفية:يحرم مس المصحف كله أو بعضه أى مس المكتوب منه ولو آية على نقود (درهم ونحوه) أوجداركما يحرم مس غلاف المصحف المتصل به؛ لأنه تبع له فكان مسه مسا للقرآن ولايحرم مس الغلاف المنفصل عن القرآن كالكيس والصندوق ويجوز مسه بنحوعودأو قلم أوغلاف منفصل عنه۔**"(الفقہ الاسلامی وادلتہ:۱/۳۸۶)۔

کیسٹ کے متعلق مولانا خالد سیف اللہ صاحب فرماتے ہیں:

''فیتہ کے اوپر جو پلاسٹک کا کیس ہے اس کی حیثیت غلاف کی ہوگی اور اس کے ساتھ چھونے میں کوئی مضائقہ نہیں''(جدید فقہی مسائل:۱/۱۰۲)۔

اسی طرح اسکرین کو قلم وغیرہ سے چھونا جائز ہوگا:"**ويجوز للمحدث تقليب أوراق المصحف بنحو قلم وسكين ليقرأ فيه**"(امداد الفتاح:۱۴۷)۔

☆☆☆

قرآن مجید کے متن وترجمہ اور بریل کوڈ سے متعلق مباحث

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی☆

قرآن کریم اللہ کا آخری پیغام ہے جو آخری امت کے لئے خاتم الانبیاء پر نازل ہوا، اس کتاب الٰہی نے دنیا کو اپنے زبان وبیان اور اسلوب وادا سے حیران کردیا، حتی کہ میدان زبان وادب، اور فصاحت وبلاغت کے نامور سورماؤں نے اس کے اعجاز کے سامنے سر تسلیم خم کیا، بار بار قرآن چیلنج کرتا رہا، لیکن کسی مرد میدان کو سامنے آنے کی ہمت وجرأت نہ ہوسکی، اس کے اس اعجاز کے پیچھے جہاں معنوی تاثیر کو کلیدی حیثیت حاصل ہے، الفاظ واسلوب ادا کا بھی بہت اہم کردار ہے، اسی لئے اصولیین جب قرآن کریم کی تعریف کرتے ہیں تو آخر میں ذکر کرتے ہیں: **"هو اسم للنظم والمعنى جميعا"** (نور الانوار/۹) (قرآن لفظ ومعنی کے مجموعے کا نام ہے)۔

یعنی جس طرح معانی ومضامین اللہ کی طرف سے ہیں الفاظ بھی من وعن من جانب اللہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس کے معانی کے ساتھ الفاظ کی حفاظت وصیانت بھی خود رب کریم نے لے رکھی ہے اسی لئے اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود اس کے نقطہ وشوشہ میں بھی فرق واقع نہ ہوسکا، نیز اللہ نے اس کتاب کے لئے سب سے بہتر زبان عربی کو منتخب کیا جس کی اعجازی شان، وسعت وہمہ گیری، فصاحت وبلاغت اور اشارات وکنایات کی باریکی میں کوئی اور زبان خواہ کتنی بھی کوشش کی جائے ہمسری نہیں کرسکتی، اسی لئے پوری امت متفق ہے، قرآن کریم کو کسی دوسری زبان میں ڈھال کر اور صرف اس کے ترجمہ کو شائع نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ جو معانی قرآن کے مخصوص لب ولہجہ میں بیان کئے گئے ہیں وہ دوسری زبان میں کما حقہ ادا نہیں ہوسکتے، اس لئے نہ تو تنہا ترجمہ ہی شائع کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کی خرید وفروخت کو جائز کہا جاسکتا ہے کہ یہ بھی تعاون علی الاثم ہے۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے ائمہ اربعہ کی کتابوں سے ان عبارتوں کو نقل کیا ہے جن سے تنہا ترجمہ کی حرمت واضح

☆ استاذ حدیث مدرسہ حسینیہ، کایم کلم کیرالا۔

ہوتی ہے، یہاں ان ہی کے مقالے سے چند عبارتیں نقل کی جاتی ہیں:

تجنیس ومزید میں ہے:" **ویمنع من کتابة القراٰنبالفارسیة بالإجماع ، لأنه یؤدی للإخلال بحفظ القراٰن ، لأنا أمرنا بحفظ النظم والمعنی، فإنه دلالة علی النبوة، ولأنه ربما یؤدی إلی التهاون بأمر القراٰن**"

(قرآن مجید کو فارسی میں لکھنا بالاجماع ممنوع ہے، کیونکہ یہ قرآن مجید شریف کے حفظ کرنے میں خلل انداز ہے اور ہم لوگ قرآن شریف کے الفاظ ومعنی دونوں کی حفاظت کے مامور ہیں، کیونکہ یہ نبوت کا معجزہ ہے۔ دوسرے یہ بات تلاوت کے باب میں لوگوں کو سست کرتی ہے)۔

"**ومنها ما في المعراج:أنه یمنع من کتابة المصحف بالفارسیة أشد المنع، وأنه یکون معتمده زندیقا**"(جواہر الفقہ ۱/۹۸ طبع مکتبہ سیرۃ النبی دیوبند)(معراج الدرایہ میں ہے کہ فارسی میں قرآن شریف لکھنا سخت ترین ممنوع ہے اور قصداً ایسا کرنے والا زندیق ہے)۔

ہاں یہ حرمت وممانعت اس وقت ہے، جبکہ معتد بہ حصہ لکھا جائے اگر ایک دو آیت کا ترجمہ لکھا گیا یا آیت کے ساتھ تابع بنا کر ترجمہ کیا گیا جیسا کہ علمائے ہند کے یہاں رائج ہے تو حرج نہیں ہے، "فتح القدیر" میں ہے:

"**إن اعتاد القراء ة بالفارسیة أو أراد أن یکتب مصحفا بها یمنع، فإن فعل آیة أو آیتین لا، فإن کتب القرآن و تفسیر کل حرف و ترجمة جاز۔اھ**"(فتح القدیر ۱/۲۸۶ باب صفۃ الصلاۃ، طبع مصطفیٰ البابی ۱۳۸۹ھ)۔

(اگر کوئی فارسی میں قرآن کریم کی تلاوت کی عادت کرے یا فارسی میں لکھنے کا قصد کرے، تو اس کو روک دیا جائے، ہاں اگر ایک دو آیت کرے تو نہ روکا جائے، لیکن الفاظِ قرآن شریف بھی لکھے اور ہر ہر حرف کا ترجمہ وتفسیر لکھے، تو جائز ہے)۔

درمختار میں ہے:"**تجوز کتابة آیة أو آیتین بالفارسیة لا أکثر**" (درمختار علی ردالمحتار ۱/۳۵۹، کتاب الصلاۃ، حکم القراءۃ بالفارسیۃ)(ایک دو آیت فارسی میں لکھنا جائز ہے نہ کہ زیادہ)۔

شافعیہ کے یہاں بھی تنہا ترجمہ کی بابت حرم ہے:"**وقد أفاد شیخ الإسلام العلامة ابن حجر العسقلانی الشافعیؒ فی فتاواه تحریم الکتابة ،وقد سئل هل تحرم کتابةالقرآن الکریم بالعجمیة کقراء ته ؟ فأجاب بقوله قضیة ما فی المجموع ،الإجماع علی التحریم**"۔

(شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ نے اپنے فتویٰ میں ایسے لکھنے کے حرام ہونے کو بیان فرمایا ہے، آپ سے

سوال کیا گیا تھا کہ کیا تلاوت کی طرح غیر عربی زبان میں قرآن شریف کا لکھنا بھی حرام ہے تو جواب دیا کہ اس قضیہ کا فیصلہ یہ ہے کہ حرام ہونے پر اجماع ہے) (جواہر الفقہ ۱/۱۰۱)۔

دبستان مالکی وحنبلی میں بھی یہی ہے (دیکھئے: حوالہ مذکور ۱۰۴، ۱۰۵)۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مصارف کم آئیں گے تو اشاعت زیادہ ہوگی یہ بات کم از کم اس دور کے لحاظ سے بہت ہی نامناسب معلوم ہوتی ہے، کیونکہ آج تو مال کی ریل پیل ہے کیا دینی کام کے لئے اور ایک فریضہ مسلمانی کو ادا کرنے کے لئے ایک مالدار مسلمان اتنی قربانی نہیں دے سکتا، یہ لیت ولعل سے زیادہ نہیں، جو لوگ اپنے گھروں کو سجاتے ہیں ایک سے ایک ساز وسامان سے دیدہ زیب بناتے ہیں، جسم وبدن کی آرائش وزیبائش میں خطیر رقم خرچ کرتے ہیں اور دنیا کی راحت کے لئے ہر طرح کی آسائش مہیا کرتے ہیں، کیا ان کے لئے ایمان ویقین کے ہوئے زیبا ہے کہ ایسے کام کو چھوڑ کر محض روپئے پیسے کے خوف سے ایسا کام کریں جو شریعت کی نگاہ میں مذموم ہے، اگر اس کی اجازت ہوتی تو اس وقت ہوتی جبکہ صحابہ مفلوک الحال تھے، معمولی قسم کی خورد ونوش پر اکتفا کرتے، جسم چھپانے کے لئے مکمل لباس بھی دستیاب نہ ہوتا، اور محض اسلامی پرچم کو بلند کرنے کے لئے وطن سے دور بلاد عجم میں دعوتی منشور لئے پھر رہے ہوتے، اس وقت زیادہ ضرورت تھی کہ مقامی زبانوں میں صرف ترجمہ ان کو دیا جائے تاکہ ان کو ہدایت مل سکے، مگر اس کی تاریخ کوئی شہادت نہیں پیش کرسکتی کہ اکا دکا واقعہ بھی خواہ ناگہانی طور پر ہی پیش آیا ہو، حالانکہ ایسا بھی نہیں کہ ترجمہ کرنے والے موجود نہیں تھے، مختلف صحابہ کے بارے میں آتا ہے کہ دوسری زبانوں کو جانتے ہی نہیں مہارت بھی رکھتے تھے، پھر اس رسم بد کی ایجاد نہ ہوسکی جو بجائے خود ممانعت کی دلیل ہے۔

نیز دعوتی نقطہ نظر کا یہ حیلہ کہ جب قرآن سمجھتے نہیں تو ان کو دینے سے کیا فائدہ، اس لئے کہ قرون ماضیہ میں اسلام کی نشر واشاعت میں صاحب ایمان کے اخلاق وعادات نے جو اثر ڈالا، اور ان کی محنت وجدوجہد کا جو کردار رہا وہ سب پر فائق ہے، قرآن کریم کی آیات نے تو مہمیز کا کام کیا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے عربی زبان سیکھنے کی ایسی سعی کی کہ اپنے آپ کو ہی نہیں ملک وقوم کی زبان کو بھی بدل ڈالا، ایسا نہیں ہوا کہ ایک مفروضہ کی خاطر اصل روح پر ہی نشتر چلا دیا ہو۔

نیز یہ بھی حقیقت ہے کہ قرآن جہاں تدبر وتفکر کی دعوت دیتا ہے وہیں اپنے مقاصد میں سے تلاوت آیات کو بڑی اہمیت کے ساتھ بیان کرتا ہے، حضور علیہ السلام کے فرائض منصبی کو بتاتے ہوئے قرآن نے تلاوت آیات، تعلیم کتاب وحکمت، اور تزکیہ نفس کو خاص طور پر بیان کرتا ہے، اگر کوئی تلاوت آیات ہی کرتا رہے اور اس کو سمجھنے کے بجائے فقہ وحدیث کی شکل میں جو اس کے معنی ومفہوم موجود ہیں اسی کو خواہ کسی بھی زبان میں سمجھ لیا ہو تو اس کی ہدایت کے لئے انشاء اللہ کافی ہوگا۔

قرآن کا پیغام پہنچانے کے لئے ضروری نہیں ہے کہ اس کا ترجمہ ہی شائع کیا جائے، رسول اللہ ﷺ کے دعوتی خطوط ہمارے سامنے ہیں، آپ ﷺ نے شاہان وقت کو تبلیغی خطوط ارسال فرمایا ہے، ان میں بعینہ آیات کریمہ بھی لکھی گئی ہیں اور اپنے الفاظ میں دعوت بھی موجود ہے، ظاہر بات ہے بے حرمتی کا خوف وہاں یہ بھی تھا، بلکہ کچھ زیادہ ہی تھا اور بے حرمتی کی بھی گئی، شاہ ایران نے آپ کے نامہ مبارک کو چاک تک کر دیا جس کی پاداش میں اللہ نے ذلیل وخوار کر دیا۔

پھر نظم قرآن کا جو نرالا اسلوب اور اس میں پنہاں معنی کی جامعیت ہے دوسری زبان میں خواہ کتنی ہی فصیح کیوں نہ ہو پرونا مشکل امر ہے، شیخ محمد رشید رضا مصری نے ایسے کئی واقعات لکھے ہیں جن میں پوری سائنس دانوں نے الفاظ قرآن کی تاثیر کا واضح لفظوں میں اعتراف کیا ہے (ترجمۃ القرآن/۱۶ طبع المنار مصر)۔

ترجمہ قرآن کے جو مفاسد ہیں وہ اس پر مستزاد ہیں، حضرت تھانویؒ نے دس مفاسد ذکر فرما کر لکھا ہے: اس وقت دس ہی وجوہ پر جس کو عشرۃ کاملہ کہا جاسکتا ہے اکتفاء کیا جاتا ہے، مگر کاملہ کا خاتمہ ہونا لازم نہیں (جواہر الفقہ ۱/ ۱۱۵)۔

خالص ترجمہ کے مفاسد:

جن مفاسد پر حضرت تھانویؒ نے روشنی ڈالی ہے ان کا خلاصہ یہ ہے:

۱-تشبہ باہل الکتاب لازم آتا ہے اور تشبہ حرام ہے؛ کیونکہ آج تورات وانجیل کا اصل نسخہ کسی کے پاس موجود نہیں اگر ہوگا بھی تو اس کو سمجھنے والا کوئی نہیں، اس کی تحریف کے بنیادی اسباب میں سے ایک اہم سبب یہ بھی ہے۔

۲-ترجمہ شائع کرنے میں اصل قرآن مجید کی حفاظت میں خلل آئے گا جو کہ فرض ہے، خلل حرام ہے اور حرام کا مقدمہ بھی حرام ہوتا ہے۔

۳-ترجمہ کا چھونا بھی حسب تصریح فقہاء جائز نہیں، لیکن عوام الناس اس کا لحاظ نہیں رکھ پائیں گے۔

۴-ان اوراق کا احترام بھی عوام الناس نہیں کر پائیں گے جن پر وہ ترجمہ لکھا ہوگا۔

۵-اجماع امت کی مخالفت لازم آئے گی۔

۶-متن والے ترجمہ کو دیکھنے کے وقت خواہی نہ خواہی انسان کچھ پڑھ ہی لیتا ہے، جبکہ ترجمہ ہوگا تو قرآن سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے، اور نتیجہ "**نبذ فريق من الذين أوتوا الكتاب كتاب الله وراء ظهورهم كأنهم لايعلمون**" (سورۂ بقرہ:۱۰۱) کے مصداق ہوں گے۔

۷-ہر مترجم اپنے لحاظ سے ترجمہ کرے گا جس کا نتیجہ ہوگا کہ اختلاف پایا جائے گا اور متن سامنے نہیں ہوگا تو ترجمہ

کی تصحیح نہیں ہو پائے گی۔

۸-اہل زیغ وضلال کو بآسانی غلط ترجمہ وتفسیر کا موقع ملے گا۔

۹-جب تراجم میں اختلاف ہوگا اور متن سامنے نہیں ہے تو "**أمتهوكون أنتم كما تهوكت اليهود والنصارى**" (مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنہ) جیسا معاملہ ہوگا۔

۱۰-اگر ترجمہ میں نقص ہے نیز قرآن سامنے ہے تو مترجم کا قصور باور کیا جاتا ہے، لیکن قرآن سامنے نہیں ہوگا، تو اصل قرآن سمجھ کر عقیدے کا فساد ہوگا (خلاصہ جواہر الفقہ ۱/ ۱۱۲-۱۱۵)۔

بے وضو تنہا ترجمہ کو مس کرنا:

قرآن کریم کا متن کے بغیر صرف ترجمہ شائع کرنا ممنوع وحرام ہے، مگر کوئی ترجمہ اگر ایسا موجود ہے تو فقہاء نے اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ اس کو مس کرنا جائز نہیں، ''عالمگیری'' میں ہے:

"**ولو كان القرآن مكتوبا بالفارسية يكره لهم مسه عند أبي حنيفة، وكذا عندهما على الصحيح**" (عالمگیری ۱/ ۳۹، الفصل الرابع فی احکام الحیض والنفاس طبع احیاء التراث العربی بیروت) (اگر قرآن فارسی میں لکھا ہو تو لوگوں کے لئے اس کو مس کرنا مکروہ ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہی صاحبین کا صحیح مسلک ہے)۔

شیخ رشید رضا مصری اس نقطہ نظر کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے:

الفاظ من جانب اللہ ہیں جن میں معانی پنہاں ہیں، ان معانی کا نقش بشکل مکتوب ہے، نیز کتابی رسوم انسان کی وضع کردہ ہیں اس لئے اس کے قائم مقام دوسرا نقش ہوسکتا ہے، چھونے کا تعلق یا اٹھانے کا تعلق اسی نقش سے ہے، لہذا اس کو مس کرنا جائز نہیں، لیکن الفاظ ونظم جو من جانب اللہ ہیں اس کا بدل یا قائم مقام دوسرا لفظ نہیں کرسکتا، اس لئے اس کو قرآن نہیں کہہ سکتے اور نہ اس سے تعبد ہوسکتا ہے (ترجمۃ القرآن ص ۲۳ رشید رضا مصری، طبع المنار مصر ۱۳۴۴ھ)۔

رسم عثمانی کی حفاظت قرآن کی حفاظت ہے:

دور عثمانی میں اللہ کی حکمت بالغہ کے تحت حضرت زید بن ثابتؓ اور ان کے تین قریشی رفقاء نے جو مصحف خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ کے حکم سے تیار کیا گیا اور اس میں جو خط اختیار کیا گیا اسی کو رسم عثمانی کہا جاتا ہے، اس رسم عثمانی کے سلسلے میں تین رائیں ملتی ہیں:

۱-یہ آیات وسورتوں کی طرح توقیفی ہے، یعنی من جانب اللہ کتابت قرآن کیلئے اسی طرز کتابت کا پابند کیا گیا ہے۔

۲- یہ رسم الخط توقیفی تو نہیں ہے، بلکہ حضرت عثمان نے ایک خط کو پسند کیا تھا جس کو ساری امت نے قبول کرلیا۔

۳- رسم عثمانی محض وقتی اصطلاح ہے اس کی پابندی کوئی ضروری نہیں، ہر ایسے خط میں قرآن کریم کو لکھا جاسکتا ہے جو عربی قواعد کے موافق ہو، تیسرے قول کی نسبت قاضی ابوبکر باقلانی، شیخ عزالدین بن عبدالسلام اور مورخ ابن خلدون کی طرف ہے (التفسیر المنیر لزحیلی ۱/ ۲۷، مباحث فی علوم القرآن لمناع القطان/ ۱۴۶-۱۴۸ طبع ریاض)۔

لیکن جمہور امت نے دوسری رائے پر اتفاق کیا اور یہی اس وقت سے آج تک چل رہا ہے، بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اللہ تعالی نے حفاظت قرآن کا جو وعدہ کیا ہے اس وعدہ کا ظہور مصحف عثمانی کے ذریعہ کیا گیا، صحابہ کے اور بھی مصاحف تھے جو یقیناً کچھ نہ کچھ مختلف تھے، خواہ یہ اختلاف ترتیب کا تھا یا رسم الخط کا، لیکن سارے نسخے اللہ کی حکمت سے ناپید ہوگئے اور اللہ نے صرف ایک نسخہ پر امت کو متفق کردیا، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآن کی حفاظت کا صرف ایک ذریعہ رہ گیا ہے اور وہ ہے مصحف عثمانی کی حفاظت اور رسم عثمانی کی پابندی، علامہ سیوطی اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قال الأشهب :سئل مالک هل يكتب المصاحف على ما أحدثه الناس من الهجاء؟، فقال: لا إلا على الكتبة الأولى، رواه الداني في المقنع، ثم قال: لا مخالف له من علماء الأمة،

قال الإمام أحمد: يحرم مخالفة مصحف الإمام في واو أو ياء أو الف أو غير ذلک، وقال البيهقی في شعب الإيمان:من يكتب مصحفا، فينبغي أن يحافظ على الهجاء الذي كتبوا به هذه المصاحف ولا يخالفهم فيه ولا يغير مما كتبوه شيئا" (الاتقان ۲/ ۴۰۳ النوع السادس والسبعون طبع فیصل دیوبند)۔

اشہب فرماتے ہیں: امام مالک سے سوال کیا گیا کہ کیا قرآن مجید کو اس خاص طرز تحریر میں لکھ سکتے ہیں جو آج کل لوگوں نے ایجاد کیا ہے؟ فرمایا نہیں، بلکہ اسی پہلی طرز کتابت پر ہونا چاہئے اس کو علامہ دانی نے مقنع میں نقل کیا ہے اور فرمایا: علماء میں سے کوئی امام مالک کا اس بارہ میں مخالف نہیں ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں: مصحف عثمانی کی مخالفت واو یا الف وغیرہ (جو کہ تلفظ میں نہیں آتے ہیں) حرام ہے، امام بیہقی شعب الایمان میں فرماتے ہیں: جو شخص قرآن کریم کی کتابت کرے تو ضروری ہے کہ طرز تحریر کی حفاظت کرے جس پر صحابہ نے مصاحف لکھے ہیں، ان کی مخالفت نہ کرے اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے کسی چیز میں تغیر نہ کرے)۔

حنفیہ کے مشہور فقیہ ومفتی علامہ شرنبلالی نے اس موضوع پر ''النفحة القدسية فی أحكام قراءة القرآن وكتابته بالفارسية'' نامی کتاب تصنیف فرمائی ہے، اس کتاب میں ائمہ اربعہ کے دبستان فقہ سے ان عبارتوں کو جمع کیا ہے جن سے مصحف عثمانی کی اتباع کا وجوب اور اس کے خلاف کرنے کی حرمت واضح ہوتی ہے، حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے اس کتاب

کی عبارتوں کو پورے شرح و بسط کے ساتھ نقل کیا ہے (جواہر الفقہ ۱/ ۸۲-۸۵)۔

اس رسم الخط کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وجوہ سبعہ اس میں سمو دیئے گئے ہیں، اور قراءت و تلاوت میں جن اختلافات و نزاعات کا ظہور آرمینیہ و آذر بائیجان کے فوجی کیمپوں میں ہوا تھا ان کو مکمل طور پر ختم کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے، نیز ان تمام قراءتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے، جو متواتر ہیں اب اگر تلاوت اس خط کے موافق ہوتی ہے، تو وہ قرآن کریم تصور کیا جائے گا، ورنہ خارج سمجھا جائے گا، اس طرح خلیفہ راشد نے اللہ کی طرف سے عطا کردہ حروف سبعہ کی سہولت کو باقی رکھتے ہوئے نزاعات کے دروازے کو بالکل بند کر دیا ہے۔

اس لئے اس خط کی پیروی کرنا لازم و ضروری ہے، دوسرے خط میں لکھنا خواہ وہ کوئی بھی خط ہو اجماع امت کے خلاف ہے، اس کی اشاعت بھی تعاون علی الاثم ہے اور حرام ہے، غیر عربی داں طبقے کو عربی سیکھنے کی تلقین کی جائے گی، بلکہ اگر کوشش کی جائے تو اللہ کا فضل بہت جلد متوجہ ہوتا ہے، اور تھوڑے عرصہ میں قابو پالیا جاتا ہے، عثمانی رسم الخط کے علاوہ خط کا دروازہ کھولنا ان ہی اختلافات کو دعوت دینا ہے جن کو بڑی مشکل سے بند کیا گیا ہے، اس لئے خواہ تنہا غیر عربی رسم الخط ہو، یا رسم عثمانی کے ساتھ ہو دونوں ہی ممنوع ہیں۔

بریل کوڈ میں قرآن کی کتابت:

یقیناً نابینا حضرات کی سہولت کے لئے بریل کوڈ کی ایجاد ایک کامیاب و مستحسن کوشش ہے اس سے ایک بڑا طبقہ جو بینائی کی دولت سے محروم ہیں ناخواندہ سے خواندہ ہو رہا ہے، شریعت کی تعلیم و تفہیم کی جس قدر حاجت بینا لوگوں کو ہے اتنی نہیں تو بھی فی نفسہ احتیاج اندھوں میں بھی موجود ہے، اس لئے بریل کوڈ میں کتابت قرآن کر کے اندھوں کی تعلیمی ضرورت کو پورا کرنا ناچیز کی رائے میں جائز ہونا چاہئے، ایسی کچھ نظیریں ہیں جو رسم قرآنی کے خلاف ہونے کے باوجود ضرورت کی وجہ سے جائز ہیں، مثال کے طور پر حائضہ کے لئے خاص طور پر تعلیم و تربیت کی خاطر اجازت ملتی ہے کہ وہ تقطیع کر کے قرآن کی تلاوت کر سکتی ہے، جبکہ یہ بھی رسم عثمانی کی خلاف ورزی ہے، اسی طرح قرآن کے طور پر نہیں، بلکہ دعاء و ثناء کے طور پر اگر پڑھا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں سمجھا گیا ہے۔

"فلو قصد الدعاء أو انشاء أو افتتاح أمر أو التعليم ولقن كلمة كلمة حل في الأصح، فرق بعضهم بين الحائض والجنب بأن الحائض مضطرة؛ لأنها لا تقدر على رفع حدثها بخلاف الجنب والمكتار أنه لا فرق" (درمختار علی ردالمحتار ۱/ ۱۲۷ کتاب الطہارۃ باب الغسل) (پس اگر دعا یا ثنا یا کسی چیز کو مشروع کرنے کا قصد

ہو یا تعلیم کا ارادہ ہو اور ایک ایک کلمہ کی تقلین کرے تو صحیح قول کے مطابق جائز ہے، بعض حضرات نے حائضہ اور جنبی کے مابین فرق کیا کہ حائضہ مجبور ہے، اس لئے کہ حدث کو دور کرنے پر قادر نہیں ہے، برخلاف جنبی کے، صحیح قول یہ ہے کہ دونوں کے مابین کوئی فرق نہیں ہے)۔

عالمگیری میں ہے:"**إذا حاضت المعلمة، فينبغي لها أن تعلم الصبيان كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين ولا يكره لها التهجي بالقرآن كذا في المحيط**" (عالمگیری ۱/۳۸ کتاب الحیض، الفصل الرابع فی احکام الحیض، احیاء التراث العربی) (جب معلّمہ حائضہ ہوجائے تو مناسب ہے کہ بچوں کو ایک ایک کلمہ پڑھائے اور دو کلموں کے مابین تقطیع کرے اور اس کے لئے قرآن کو ہجے کرکے پڑھنا مکروہ نہیں ایسا ہی محیط میں ہے)۔

اسی طرح بچوں کی تعلیم کے لئے عم پارہ کی ترتیب بدل دی جاتی ہے جو کہ مصحف عثمانی کے خلاف ہے، لیکن بچوں کی ضرورت کے لئے اس کا کسی نے انکار نہیں کیا۔

بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کا حکم:

خیال یوں ہوتا ہے کہ اس کا حکم قرآن کا حکم نہیں ہوگا، قرآن ہونے کے لئے رسم قرآنی کے مطابق ہونا ضروری ہے، بعض فقہاء نے حروف ہجا کے تلفظ کو نماز کی حالت میں قراءت کے لئے کافی نہیں سمجھتے ہیں اس لئے کہ وہ قرآن نہیں ہے، لیکن قرآن کے اوپر دلالت کرنے والے حروف ہیں، اس لئے نماز کو فاسد بھی نہیں کرتے ہیں۔

"**قال الشرنبلالی فی شرحها: صورتها شخص قال في صلاته س ب ه ان ال ل ه بالتهجي...... لاتفسد، لكن في البزازية خلافه حيث قال تفسد بتهجيته قدر القراء ة؛ لأنه من كلام الناس......ونص في الإمداد......ولا يجزى عن القراء ة في الصلاة ؛ لأنه لم يقرأ القرآن ولا تفسد؛ لأنه الحروف التي في القرآن**" (شامی ۱/۳۵۹ کتاب الصلاۃ، مطلب فی حکم القراءۃ بالفارسیۃ) (شرنبلالی نے شرح کرتے ہوئے کہا: اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نماز میں س، ب، ح، ان ال ل ھ ہجے کرکے پڑھا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، لیکن بزازیہ میں اس کے خلاف ہے کہ قراءت کے بقدر ہجے کرنے سے فاسد ہوجائے گی، اس لئے کہ یہ کلام الناس ہے امداد میں تصریح ہے کہ قراءت کے لئے کافی نہیں ہے اس لئے کہ قرآن نہیں پڑھا، اور نماز فاسد نہیں ہوگی، اس لئے کہ یہ وہ حروف ہیں جو کہ قرآن میں ہیں)۔

البتہ اس کو چھونے وغیرہ میں احترام واکرام کا معاملہ ہونا چاہئے، اس لئے کہ جس طرح قرآن کا مس جائز نہیں ہے اسی طرح تورات وانجیل، نیز منسوخ آیات کا چھونا بھی حالت حدث میں جائز نہیں ہے:

”مس القرآن وكذا سائر الكتب السماوية قال الشيخ إسماعيل:وفي المبتغى: ولا يجوز مس التوراة والإنجيل والزبور وكتب التفسير وبه علم أنه لايجوز مس القرآن المنسوخ تلاوة وإن لم يسم قرآنا متعبدا بتلاوته“(شامی ۱/۲۷۱، کتاب الطہارۃ باب الغسل)۔

(قرآن کواسی طرح دیگر آسمانی کتابوں کو چھونا (حالت حدیث میں جائز نہیں ہے) شیخ اسماعیل نے فرمایا:اور مبتغی میں ہے: تورات، انجیل، زبور، کتب تفسیر کا چھونا جائز نہیں، اسی سے معلوم ہوا کہ منسوخ التلاوۃ آیات قرآنی کو چھونا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ ایسا قرآن نہیں ہے کہ اس کی تلاوت عبادت ہو)۔

اس لئے عام کتب دینیہ کے جو احکام وآداب ہوتے ہیں وہ احکام وآداب اس بریل کوڈ میں تیار کئے ہوئے قرآن کے ہوں گے۔

موبائل پر قرآن مجید:

موبائل میں قرآن کریم کبھی تو محفوظ ”میموری کارڈ“ میں کیا جاتا ہے اور کبھی ”فون میموری“ میں، میموری کارڈ میں اگر محفوظ کیا گیا تو جب تک میموری کسی موبائل میں ہے وہ قرآن اس میں ہے، اگر باہر نکال لیا جائے تو موبائل قرآن سے خالی ہوجاتا ہے، لیکن فون میں اگر محفوظ ہے تو عام طور پر فون میموری نکالی نہیں جاتی، اس لئے کہ نکالنے کی صورت میں موبائل کا سارا سسٹم فیل کرجاتا ہے۔

اگر میموری کارڈ میں ہے تب تو موبائل اس کے لئے ایسا کور اور غلاف ہے جس کو الگ کیا جاسکتا ہے، ایسے غلاف کو بلاوضو چھونے کی اجازت فقہاء دیتے ہیں۔

”فإذا كان غلافه منفصلا عنه كالمشمع ونحوه جاز دخول الخلاء به ومسه وحمله للجنب“(شامی ۱/۱۳۱ کتاب الطہارۃ) (جب اس کا غلاف اس سے منفصل ہو شمعدان وغیرہ کی طرح تو جائز ہے، اس کے ساتھ بیت الخلاء میں داخل ہونا اور جنبی کے لئے اس کو چھونا اور اٹھانا)۔

اگر اسکرین پر قرآن کھلا ہوا ہے تو اس کو لے کر بیت الخلاء جانا سخت بے ادبی ہے، بلکہ پہلے موبائل بند کرے یا وہ پروگرام بند کرے پھر بیت الخلاء جائے۔

”فلو نقش اسمه تعالى أو اسم نبيه ﷺ استحب أن يجعل الفص فيه كمه إذا دخل الخلاء“(شامی ۵/۲۵۴ کتاب الحظر والاباحۃ، باب اللبس) (پس اگر اللہ کا نام یا رسول اللہ ﷺ کا نام لکھا ہے تو بہتر ہے کہ نگ کو جیب میں رکھ لے جب بیت الخلاء جائے)۔

اس طرح اس کے اسکرین کو چھونا جائز نہیں ہوگا۔

”**ومسه أي: القرآن ولو في لوح أو درهم أو حائط لكن لا يمنع إلا من مس المكتوب بخلاف المصحف، فلا يجوز مس الجلد وموضع البياض منه**“ (شامی ۱/ ۲۱۴، کتاب الحیض) (قرآن کا چھونا جائز نہیں ہے اگرچہ کسی تختی یا درہم یا دیوار پر ہو، لیکن صرف مکتوب کو چھونے سے منع کیا جائے گا برخلاف مصحف کے کہ جلد کا چھونا اسی طرح سے اس کی خالی جگہوں کو چھونا جائز نہیں ہے)۔

اگر قرآن فون میموری میں ہے اور قرآن اسکرین پر کھلا ہوا ہے تو اس کو بھی مس کرنا بغیر وضو جائز نہیں ہوگا، البتہ مکمل موبائل ہاتھ میں لینا، اسکرین ٹچ کئے بغیر اس کو اٹھانا جائز ہوگا، کیونکہ اس کی جہت لوح اور درہم کی ہے اور اس میں مکتوب مقام کے ماسوا کو چھونا جائز ہوتا ہے اور اگر بند ہے تب تو اس کی حیثیت اس شخص کی سی ہے جس کے سینہ میں قرآن موجود ہو، اس لئے کہ جب تک میموری میں ہے اس وقت تک اس کا کوئی خارجی وجود نہیں ہوتا ہے، اس لئے اس موبائل کو بیت الخلا میں لے کر جانا بھی جائز ہوگا اور جنبی کے لئے چھونا بھی جائز ہوگا۔

☆☆☆

قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت-غور کے چند پہلو

مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی آواپوری☆

۱-بغیر متن کے ترجمہ قرآن مجید کی اشاعت کا شرعی حکم:

عبرانی، سریانی، فارسی، انگریزی، چینی، روسی، فرانسیسی، ہسپانوی، ہندی، گجراتی، آسامی، بنگالی، پنجابی، سندھی، پشتو، اردو وغیرہ زبان میں متن قرآن مجید کے بغیر تنہا ترجمہ کی اشاعت شرعی نقطہ نظر سے ہرگز جائز نہیں ہے، یہ قرآن مجید کی خدمت نہیں ہے، بلکہ قران مجید کے ساتھ تمسخر واستخفاف ہے، اگر اس کی اشاعت کے جواز کا فتوی صادر کر دیا جائے تو پھر حشر وہی ہوگا جو تورات، انجیل، زبور جیسی مقدس کتاب کا ہوا، اللہ تعالی ہماری صیانت وحفاظت فرمائے۔

ایسی تجاویز پاس کرنے سے گریز کیا جائے، اسی میں خیر وبھلائی ہے، اگر کوئی شخص اپنی ڈکٹیٹرشپ کی بنا پر اشاعت کرتا ہے تو اس کا وبال اس کے سر ہے، اس کا فروخت کرنا، خریدنا، تقسیم کرنا، ہدیہ کرنا، بھی جائز نہیں ہے، برعظیم ہندو پاک کے اصحاب افتاء بھی تن تنہا ترجمہ قرآن مجید کی اشاعت کو ممنوع قرار دیتے ہیں، لہذا اسی کے اوپر اٹل رہنے کی سعی بلیغ کی جائے اور عدم اشاعت پر تا قیامت اصحاب افتاء کو فتوی صادر کرتے رہنے کی اشد ضرورت ہے۔

اشاعت کی تائید میں دو باتیں کہی جاتی ہیں: ۱-اس میں مصارف کم آتے ہیں، ۲-جو لوگ متن قرآن مجید کو نہیں پڑھ سکتے ہیں، انہیں متن والا ترجمہ قرآن مجید دینے سے کیا فائدہ؟ ترجمہ قرآن مجید بہت سے غیر مسلموں کو بھی دیا جاتا ہے، انہیں متن پر مشتمل ترجمہ قرآن مجید دینے میں قران مجید کی بے حرمتی کا بھی اندیشہ ہے، اس سے بچنے کی بہتر صورت یہ ہے کہ انہیں متن کے بغیر صرف ترجمہ قران مجید دیا جائے، تاکہ ان تک قرآن کا پیغام پہنچ بھی جائے اور قرآن مجید کی بے حرمتی کا اندیشہ بھی نہ ہو، یہ عذر لنگ ہے اور یہ خیال سراسر ہباء منثورا کے مانند ہے، اس میں کوئی دم نہیں ہے۔

غیر مسلم بھی مسلم سے زیادہ قرآن مجید کا احترام واکرام اور اعزاز کرنا جانتے ہیں، اور کرتے ہیں اور کر رہے

☆ خادم مدرسہ اسلامیہ شکرپور بھرواڑہ، دربھنگہ۔

ہیں (سورۂ حجر:۹،اس کی تشریحات وتوضیحات کے لئے دیکھئے: معارف القرآن ۵/ ۲۸۱ تا ۲۸۴ ربانی بک ڈپو دہلی)۔

''قرآن وحدیث واسم الٰہی دوسری زبانوں میں تحریر ہوں تو وہ بھی واجب التعظیم ہیں۔

۱-اگر قرآن مجید یا حدیث شریف یا اسم الٰہی بعینہ انگریزی یا فارسی یا اردو میں لکھا ہوا ہو تو اس کی تعظیم وحرمت ضروری ہے یا نہیں؟

۲-اگر قرآن مجید یا حدیث شریف یا اسماء الٰہی کا ترجمہ انگریزی، فارسی، اردو میں ہو تو کیا حکم ہے؟

۳-مذکورہ ترجمہ بلا وضو چھو سکتے ہیں یا نہیں؟ اور غیر مسلم کے ہاتھوں میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: ہر زبان میں لکھا ہوا قرآن یا حدیث شریف یا اسم الٰہی واجب التعظیم ہے، گو پورے قرآن کا اور زبانوں میں لکھنا جائز نہیں، مگر اس کی بے ادبی بھی جائز نہیں، بلکہ اگر کسی نے پورا قرآن فارسی یا انگریزی میں لکھا ہو تو اس کو احتیاط سے ایک طرف جہاں پاؤں نہ پڑیں دفن کر دیا جائے اور اوپر تختہ رکھ کر مٹی سے چھپا دیا جائے، اور ایک دو آیت کا اردو یا فارسی و انگریزی رسم الخط میں لکھنا جائز ہے اور اس کا ادب واجب ہے۔

۲-ترجمہ گو اصل کے برابر تو نہیں، مگر بے حرمتی اس کی بھی جائز نہیں چاہے کسی زبان میں ہو (امداد الاحکام ۱/ ۲۴۳ تا ۲۴۴ زکریا بک ڈپو)۔

۳-ترجمہ مسلمانوں کے حق میں قرآن کا حکم رکھتا ہے، لہٰذا بلا وضو کے نہ چھوئے غیر مسلم کو تبلیغ کی غرض سے دے سکتے ہیں (فتاوی رحیمیہ ۱/ ۱۰۴ تا ۱۰۵، موسوعہ فقہیہ ۳۸/ ۹ تا ۱۰)۔

۲-غیر عربی رسم الخط میں قرآن مجید کی کتابت کا شرعی حکم:

شرعی نقطۂ نظر سے اس کی بھی کتابت واشاعت حرام وممنوع ہے، ہم لوگ مسلمان ہیں ہم کو تو بہ درجہ اولی عربی سے محبت رکھنی چاہئے، کیونکہ ہماری مذہبی کتاب عربی زبان میں ہے اور ہمارے نبی اکرم ﷺ عربی ہیں اور جنتی کی زبان بھی عربی ہوگی، مزید یہ قبر میں منکر نکیر سوال کریں گے عربی زبان میں اور صاحب قبر بھی عربی میں جواب دے گا، عربی زبان سے ہم اپنی گردن ہرگز نہیں چھڑا سکتے ہیں اور نہ کہیں روپوش ہو سکتے ہیں کہ عربی زبان سے ہم اپنا پیچھا چھڑا لیں، خبردار ایسی تجاویز سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے، قرآن مجید کی زبان عربی ہے، اس میں تلاوت کرنے کا حکم ہے، اس کے برعکس ایڑی چوٹی کا زور لگانا گویا وحی منزل من السماء کی خلاف ورزی ہے اور اللہ تعالی کی آخری کتاب جو خاتم الکتب ہے اس کے ساتھ جان بوجھ کر تمسخر واستخفاف کرنا ہے (الموسوعۃ الفقہیہ ۳۳/ ۳۸، ترجمۃ القرآن فقرہ/ ۲۰)۔

۱-''کتب القرآن فی عهد عثمان رضی الله عنه علی شکل معین وعلی ید جماعة من

الصحابة رضی الله عنهم ووزعت النسخ التی کتبوھا علی العواصم الاسلامیة وسمیت ھذه الطریقة الرسم العثمانی"(موسوعہ فقہیہ ۳۳/ ۳۴، رسم المصحف فقرہ ۱۲)۔

حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت میں قرآن مجید کو صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے دست مبارک سے ایک خاص شکل پر لکھوایا گیا اور ان لکھے گئے نسخوں کو اسلام کے مرکزی شہروں میں بھیج دیا گیا اور اسی خاص شکل پر کتابت کے طریقہ کو رسم عثمانی کا نام دیا گیا۔

۲-"**ذھب جمھور فقھاء الأمة إلی وجوب الاقتداء فی رسم المصاحف برسم مصحف عثمانی رضی الله عنه، لکونه قد أجمع الصحابة علیه**"(موسوعہ فقہیہ ۳۸/ ۱۲، اتباع رسم المصحف الامام فقرہ ۱۶)۔

(جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کے لکھنے میں حضرت عثمانی غنیؓ کے مصحف "رسم عثمانی" کی پیروی کرنی لازم ہے کیونکہ حضرت صحابہ کرامؓ کا اس پر اجماع ہے)۔

اس سے یہ بات الم نشرح ہوگئی کہ عربی زبان، عربی رسم الخط، رسم عثمانی کی خلاف ورزی کرنا کسی بھی حال میں درست وجائز نہیں ہے۔

خط ناگری میں قرآن مجید لکھنے کا حکم:

انجمن نے جو طرز ترجمہ اور تفسیر کا اختیار کیا ہے وہ حسب ذیل ہے، پہلے اصل قرآن کو بہ خط عربی میں لکھا گیا ہے، پھر اسی کے بالمقابل اصل قرآن کو بہ خط ناگری لکھا گیا ہے، بعدہ ان دونوں کے نیچے قرآن مجید کا ترجمہ بہ زبان وخط ناگری لکھا گیا ہے، پھر اس کی تفسیر بہ خط ناگری ترجمہ کے نیچے کی گئی ہے، آیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں، فقط۔

الجواب: ۱- ناگری ہو یا انگریزی ہر وہ خط جس میں رسم خط مصحف عثمانی کی رعایت نہ ہو سکے اس میں قران لکھنا کسی طرح جائز نہیں، کیونکہ کتابت مصحف میں رعایت رسم خط عثمانی واجب ہے۔

۲- رہے وہ خط جس میں رعایت رسم خط مذکور ہو سکتی ہے جیسے فارسی یا اردو نستعلیق وامثالہ ان میں قرآن کا لکھنا مختلف فیہ بین القولین ہے، مگر اقرب اور راجح یہ ہے کہ ایسے خطوط میں بھی پورا مصحف لکھنا ناجائز ہے، ایک دو آیت اتفاقیہ لکھنے کا مضائقہ نہیں، الغرض الفاظ قرآنی کو صرف عربی خط ہی میں لکھنا چاہئے، ترجمہ وتفسیر کی دوسری زبان میں اور دوسرے خط میں لکھنے کا مضائقہ نہیں (اس کی تفصیلات کے لئے دیکھئے: امداد الاحکام ۱/ ۲۴۰ تا ۲۴۱)۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحبؒ کا موقف:

۱- اتباع رسم مصاحف عثمانیہ کتابت قرآن میں باجماع ائمہ اربعہ واجب ہے، جس کی مخالفت گناہ ہے، مگر کفر نہیں،

البتہ رسم خط عثمانی میں طعن کرنا اوراس کی تحقیر کرنا اندیشہ ناک ہے،جس سے کفر کا اندیشہ ہے۔

۲-واؤ اور یا اور الف کا حذف کرنا ان مواقع میں واجب ہے جہاں مصحف عثمانیہ میں ان حروف کو حذف کیا گیا ہے،اور جہاں زیادہ کئے گئے ہیں وہاں زیادہ کرنا واجب ہے۔

اسی طرح جہاں تاء کو بہ صورت تاء مربوطہ لکھا گیا ہے وہاں اسی طرح لکھنا واجب ہے، اور جہاں بہ صورت تاء مجرورہ طویلہ لکھا گیا ہے وہاں جروطویل کے ساتھ لکھنا واجب ہے(امدادالاحکام ۱/ ۲۳۵ تا ۲۳۶)۔

......اردو میں جو سوال کیا گیا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس مصحف کے ساتھ ترجمہ بھی شائع ہوگا جن کی صورت یہ تجویز کی گئی ہے کہ ایک ورق ہر ورق کے سامنے لگایا جائے گا اور اس دوسرے ورق میں محض ترجمہ ہی ترجمہ ہوگا،سو مستفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ ترجمہ کی یہ صورت شرعا جائز نہیں،کیونکہ اس صورت میں ترجمہ کا انفصال قرآن سے ممکن ہے، اگر کوئی شخص اس کو قرآن بالکل علاحدہ رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے، حالانکہ ترجمہ قرآن اس طرح پر لکھنا جائز نہیں کہ وہ قرآن سے منفصل وعلاحدہ ہوسکے، بلکہ ترجمہ کو متن قرآن کے ساتھ ایسا ملحق ہونا چاہئے کہ اس سے جدا نہ کیا جاسکے، ورنہ بعض خریدار متن عربی کو الگ اور ترجمہ کو الگ رکھنا چاہیں گے جس سے وہ ترجمہ مثل انجیل وتورات کے غیر حامل المتن ہوگا اور اس سے اندیشہ ہے کہ کچھ دنوں میں کتب سابقہ کی طرح لوگوں کے ہاتھ میں قرآن کا ترجمہ ہی رہ جائے،اور متن گم ہوجائے یا اس سے توجہ کم ہوجائے......(امدادالاحکام ۱/ ۲۳۵ تا ۲۳۹)۔

مولانا عبدالحئی فرنگی محلیؒ کا موقف: ''قرآن مجید کے رسم الخط میں مصحف امام کے مطابق رعایت کرنی چاہئے، اپنی طرف سے تغیر وتبدل جائز نہیں (فتاوی مولانا عبدالحئی رص ۱۱۵ تا ۱۱۶ مکتبہ تھانوی دیوبند طبع اول)۔

مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ کا موقف:

قرآن مجید کو گجراتی حروف میں لکھنے سے قرآنی رسم الخط جو قرآن کا ایک رکن ہے چھوٹ جاتا ہے اور تحریف لفظی لازم آتی ہے،جس سے احتراز ضروری ہے،مثلاً ''بسم الله'' کو گجراتی حروف میں لکھا جائے تو لفظ ''الله'' لفظ ''الرحمن'' اور لفظ ''الرحیم'' کی ابتداء کے دو حروف (الف،لام) تحریر میں نہیں آئیں گے تو اس طرح لکھنے میں صرف ''بسم الله'' شریف میں چھ حروف کی کمی آجاتی ہے تو غور فرمائیے پورا قرآن مجید مثلاً گجراتی میں لکھا جائے تو کتنے حروف کم ہوجائیں گے حالانکہ معانی کی طرح حروف بھی قرآن ہونے میں شامل ہیں، دوسری جانب صورت یہ ہے کہ بعض آیتوں میں حروف زائد ہوجائیں گے مثلاً ''الٓمّٓ'' میں قرآنی رسم الخط کے بموجب صرف تین حروف ہیں،لیکن غیر عربی مثلاً گجراتی میں لکھا جائے

تونو حروف ہوجائیں گے اب حساب لگایئے پورے قرآن میں کتنی کمی بیشی ہوجائیگی ،اس کے علاوہ حقیقت یہ ہیکہ قرآنی رسم الخط قیاسی نہیں ہے بلکہ توقیفی اور سماعی ہے لوح محفوظ میں تحریر شدہ قرآن کے رسم الخط کے مطابق ہے منزل من اللہ ہے تواتر اوراجماع سے ثابت ہے اعجازی ہے، اس میں قرأت سبعہ وغیرہ شامل ہیں اور ساری قراءتیں جاری کی جاسکتی ہیں یہ کمال اور خوبی دوسرے رسم الخط میں نہیں ہوسکتی۔لہذا اس کی اتباع واجب اور تبدیلی ناجائز اور حرام ہے۔

طریقہ یہ تھا کہ جب قرآن مجید کی کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو آپ ﷺ کاتبین وحی میں سے کسی کو بلاکر لکھواتے اور ہر لفظ کا رسم الخط کاتب وحی کو تعلیم فرماتے ، جو آپ ﷺ وحی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معرفت سے سیکھتے تھے،خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں یہ بات طے ہوئی کہ جو آیتیں اور سورتیں مختلف حضرات کے پاس لکھی ہوئی شکل میں ہیں ان سب کو کتابی صورت میں ایک جگہ جمع کردیا جائے تو کاتبین وحی حضرت زید بن ثابتؓ نے بڑی احتیاط اور پوری توجہ سے اسی اصلی رسم الخط کے مطابق جو آپ ﷺ کے ارشاد کے بموجب آپ ﷺ کی موجودگی میں لکھا گیا تھا پورا قرآن مجید لکھا، اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن مجید لکھوایا تو انہیں کاتبین وحی حضرت زید بن ثابتؓ کو وہ عظیم الشان خدمت سپرد ہوئی، جبکہ پچاس ہزار صحابہ کرامؓ موجود تھے، لہٰذا اس مصحف عثمانی کے رسم الخط کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے، چاروں ائمہ اس رسم الخط کو ضروری مانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ}(الحجر: ۹) ''ہم نے ہی قرآن مجید نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔''

مذکورہ ارشاد میں صرف قرآنی الفاظ کی حفاظت کا وعدہ نہیں ہے، بلکہ الفاظ معانی اور رسم الخط سب ہی کی حفاظت کا وعدہ اور پیشینگوئی ہے، لہٰذا اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے، معانی اور علوم القرآن کی حفاظت میں علمائے دین مشغول ہیں تو الفاظ، عبارت اور طرز ادا کی حفاظت میں قراء منہمک ہیں اور رسم الخط کی حفاظت کاتبین قرآن کررہے ہیں، جن کی پیروی ہم پر لازم ہے (فتاوی رحیمیہ ۱/۹۸ تا ۹۹ مزید دیکھئے ص ۹۹ تا ۱۰۳ مکتبہ رحیمیہ راندیر، سورت)۔

مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی: حضرت ابوبکرؓ کے لکھوائے ہوئے یہ صحیفے آپ کی حیات میں آپ کے پاس رہے، پھر حضرت عمرؓ کے پاس رہے، حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد ان کی وصیت کے مطابق انہیں ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس منتقل کردیا گیا، پھر مروان بن حکم نے اپنے عہد حکومت میں حضرت حفصہؓ سے یہ صحیفے طلب کئے تو انہوں نے دینے سے انکار کردیا، یہاں تک کہ جب حضرت حفصہؓ کی وفات ہوگئی تو مروان نے وہ صحیفے منگوائے اور انہیں اس خیال سے نذر

آتش کردیا کہ اب اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا تھا کہ رسم الخط اور ترتیب سور کے لحاظ سے حضرت عثمانؓ کے تیار کرائے ہوئے مصاحف کی اتباع لازمی ہے اور کوئی ایسا نسخہ باقی نہ رہنا چاہئے جو ان کے رسم الخط اور ترتیب کے خلاف ہو (علوم القرآن/ص ۱۸۶ تا ۱۸۷)۔

اب تک قرآن کریم کا مکمل معیاری نسخہ جو پوری امت کی اجتماعی تصدیق سے مرتب کیا گیا ہو صرف ایک تھا، ان حضرات نے اس نئے مرتب مصحف کی ایک سے زائد نقلیں تیار کیں، عام طور سے مشہور یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے پانچ مصحف تیار کرائے تھے، لیکن ابوحاتم سجستانیؒ کا ارشاد ہے کہ کل ساتھ نسخے تیار کئے گئے تھے، جن میں سے ایک مکہ مکرمہ، ایک شام، ایک یمن، ایک بحرین، ایک بصرہ اور ایک کوفہ بھیج دیا گیا، اور ایک مدینہ طیبہ میں محفوظ رکھا گیا (علوم القرآن/ص ۱۹۰ تا ۱۹۱)۔

حضرت عثمانؓ کے مذکور بالا کارنامے کے بعد امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن کریم کو رسم عثمانی کے خلاف کسی اور طریقے سے لکھنا جائز نہیں، چنانچہ اس کے بعد تمام مصاحف اسی طریقہ کے مطابق لکھے گئے، اور صحابہؓ و تابعینؒ نے مصاحف عثمانی کی نقول تیار کر کے قران کریم کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی (علوم القرآن/ص ۱۹۳، مولانا محمد تقی عثمانی کتب خانہ نعیمیہ دیوبند ۱۹۹۳)۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت کا شرعی حکم:

بریل کوڈ ''بریل رسم الخط'' اگرچہ حقیقی رسم الخط کی طرح نہیں ہے، بلکہ وہ عقود و اشارات کی قبیل سے ہے، جس کے ذریعہ اصل مفہوم اور حقیقت سمجھ میں آجاتی ہے، گویا کہ اس کی اپنی ایک مخصوص حقیقت ہے جس سے راہ فرار اختیار نہیں کیا جاسکتا ہے، جس طرح اسماء و اصوات اور الوان کی اپنی کوئی خاص رسم الخط نہیں اس کے باوجود اس سے معلومات حاصل ہوجاتی ہے کوئی دشواری و پریشانی اور تشویش لاحق نہیں ہوتی ہے، اسی طرح بریل کوڈ کے سمجھنے اور پڑھنے میں کوئی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا ہے اس کی باضابطہ پڑھائی اور لکھائی ہوتی ہے، اگرچہ بریل کوڈ نہ عربی رسم الخط ہے نہ رسم عثمانی ہے، بلکہ اس کی استثنائی صورت ہے جن کی بنا پر بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت و اشاعت کرنا بلا تذبذب و تردد کے درست و جائز ہے۔

عصر حاضر میں بریل کوڈ کی اہمیت اور قدر و منزلت روز روشن کی طرح سب پر عیاں ہے، کیونکہ بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت و اشاعت سے نابیناؤں کو غیر معمولی سہولت پیدا ہوگئی ہے وہ ہر قدم پر بینا افراد کے محتاج نہیں رہیں گے، حفظ کرنے والے نابینا افراد اس کی مدد سے قرآن مجید یاد کر سکتے ہیں اور کر رہے ہیں اس میں کوئی شک وشبہ کرنے کی کوئی گنجائش

نہیں ہے، بھولنے کی صورت میں اس کی طرف مراجعت کر سکتے ہیں، براہ راست قرآن مجید کا مطالعہ کر سکتے ہیں، اس لئے بریل رسم الخط میں قرآن مجید کی کتابت واشاعت کرنا شرعی نقطہ نگاہ سے بالکل درست وجائز ہے اس میں کوئی قباحت شناعت نہیں ہے بلکہ قرآن مجید کی نشر واشاعت والے ادارے خوب دل کھول کر نابینا افراد کے افادہ واستفادہ کی خاطر اس کی وافر مقدار میں طباعت کر کے قرآن مجید کی وسیع پیمانے پر اشاعت کریں اور دارین کی سعادت حاصل کریں۔

"**ليس على الأعمى حرج**"(سورۂ نور:۶۱، سورہ فتح:۱۷) (نہ تو اندھے آدمی کے لئے کچھ مضائقہ ہے)۔

"**الضرورات تبيح المحظورات**"(کشف الخفاء ۲/۴۵) (بہ وقت ضرورت ممنوع وحرام چیزیں بھی جائز ہوجاتی ہیں)۔

"**اخبرتني عائشة ان رسول الله ﷺ قال: من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهورد**"(بخاری ۱/۲۸۷) (راوی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے مجھ کو اطلاع دی کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کوئی عمل کرتا ہے اور اس عمل کے سلسلے میں ہماری جانب سے کوئی حکم منصوص نہ ہو تو وہ عمل نا قابل قبول ہے)۔

"**عن عائشة قالت: قال النبي ﷺ: من أحدث في أمرنا هذا أما ليس منه فهورد**"(بخاری ۱/۱۷۳) (حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص دین میں کوئی نئی بات پیدا کرے اور اس نئی بات کے سلسلے میں میری جانب سے کوئی حکم صادر نہ ہو تو وہ نئی گڑھی ہوئی چیز نا قابل قبول ہے)۔

تشریح: "احداث" کے لغوی معنی ہیں ایجاد کرنا، پیدا کرنا، پاخانہ کرنا، تلوار کو جلا دینا (مصباح اللغات ص ۱۴۰، کالم ۳ مکتبہ برہان دہلی)۔

اصطلاحی معنی: دین میں کوئی نئی چیز پیدا کر دینا، احداث کی دو قسمیں: ۱- احداث فی الدین یہ حرام اور ممنوع ہے، ۲- احداث لدین: یہ جائز ودرست ہے اور مستحسن ہے، بہر کیف بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت واشاعت احداث فی الدین میں شامل نہیں ہے، اس لئے اس میں شک وتردد کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلا خوف وخطر اس کی اشاعت کی جائے۔

بریل کوڈ میں کتابت واشاعت شدہ قرآن مجید کا حکم اصل قرآن مجید کی طرح ہے، قرآن مجید کی تلاوت اور بلا وضو چھونے کے سلسلے میں جو مخصوص آداب واحکام ہیں وہی بریل کوڈ میں چھپا ہوا قرآن مجید کے بھی آداب واحکام ہیں، بہر کیف اس کو چھونے اور تلاوت کے لئے باوضو ہونا ضروری ولازم ہے (التبیان ص۹۷، الآداب الشرعیہ ۲/۳۲۵، ابن مفلح، الاتقان ۱/۳۲۸، موسوعہ فقہیہ ۳۳/۳۵)۔

بلا وضو کے اس کو چھوا نہیں جا سکتا ہے، مگر بلا وضو کے تلاوت کرنا جائز ہے، کیونکہ اس کے اوپر اجماع ہے، ارشاد

ربانی ہے:''لا یمسه إلا المطهرون'' (سورۂ واقعہ:۷۹)(پاک فرشتوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگانے پاتا)۔

۴- آج کل موبائل میں بھی قرآن مجید کے متن اوراس کی تلاوت کومحفوظ کرنے کی آسانی پیدا ہوگئی ہے،اس طرح سفر وحضر میں کہیں بھی قرآن مجید کی تلاوت کی جاسکتی ہےتو ایسی صورت میں اگر موبائل کی اسکرین پر قران مجید موجود ہوتو موبائل کو ہاتھ میں لینے یااسکرین پر ہاتھ لگانے کے لئے باوضوہونا ضروری ہوگا،قرآن مجید کی تقدس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ طہارت ونظافت کا اہتمام کیا جائے،تلاوت سے پہلے طہارت ونظافت کا پورا اہتمام کیجئے،بغیر وضوقرآن مجید چھونے سے پرہیز کیجئے اور پاک وصاف جگہ پر بیٹھ کر تلاوت کیجئے،موبائل کے ڈھانچہ کوایسا غلاف تصور نہیں کیا جائے گا جس سے بے وضوچھونے کی گنجائش نکلتی ہو،جمیع پارٹ، پرزے، ڈھانچے کے مجموعے کا نام موبائل ہے اصل قران مجید کے چھونے اور تلاوت کے جو آداب واحکام منصوص ہیں وہی آداب واحکام موبائلی قرآن مجید کے ہیں جواصل کا حکم ہوگا وہی فرع کا حکم ہوگا۔

دستانے پہن کر بلا وضوقرآن پاک چھونے کا شرعی حکم:

سوال: بغرض حفظ قرآن کو بار بار چھونا پڑتا ہےتو دستانہ پہن کر جوخاص قرآن شریف چھونے کے لئے مخصوص ہوں بلا وضو ہاتھ لگا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:''قال فی العالمگیریة: ولا یجوز لهم مس المصحف بالثیاب التی هم لابسوها'' (۱/ ۲۴) چونکہ دستانہ بھی ملبوس ہےاس لئے اس سے مس مصحف جائز نہیں بلکہ رومال وغیرہ سے مس جائز ہے،جو بدن سے منفصل ہو۔

تشریح:اس سے یہ بات الم نشرح ہوگئی کہ موبائل کا ڈھانچہ بھی موبائل کا جثہ اور حصہ ہے،اس لئے اس سے بلا وضو مس جوال جائز نہیں، بلکہ باوضوجوال ہاتھ میں لینے کا اسکرین پر ہاتھ لگانے کی شرعی نقطہ نظر سے اجازت ہوگی ورنہ نہیں، رومال،دستی وغیرہ سے مس جوال (موبائل) جائز ہے جو بدن سے منفصل ہے۔

تاجر کتب کے لئے بلا وضوقرآن چھونے کا شرعی حکم:

سوال: میں کتابوں کی تجارت کرتا ہوں اور بسا اوقات بغیر وضو کے رہنا پڑتا ہے،اورقرآن شریف خریدار کو دکھانا پڑتا ہے، اگر کوئی کپڑا رکھتا ہوں تو جاہل خریداروں سے سابقہ پڑتا ہے، جو کہتے ہیں کہ ایک ایک ورق دکھاؤ، چنانچہ قرآن پاک کو چھونا پڑتا ہے، کیا ایسی صورت میں چھوسکتا ہوں یا نہیں؟

جواب: تاجروں کو بدون وضو کے قرآن کا بلا واسطہ چھونا کسی طرح جائز نہیں، رومال سے چھوئے اور چاقو یا قلم

سے اوراق کھول کر دکھائے ہاتھ نہ لگائے (امدادالاحکام ۱/۲۴۱)۔

حمائل شریف جیب میں رکھ کر پیشاب وغیرہ کرنے کا شرعی حکم:

سوال: اگر جیب میں چھوٹی حمائل شریف ہوتو اسی حالت میں پیشاب کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

جواب: جیب میں حمائل شریف رکھ کر بیت الخلاء جانا یا کسی اور جگہ پیشاب کرنا جائز تو ہے، مگر خلاف اولی ہے، اور یہ حکم جب ہے کہ حمائل شریف جیب وغیرہ میں چھپ جائے، اور اگر جیب میں ہوتے ہوئے نظر آتی ہے تو ایسی حالت میں جیب سے نکال دینا ضروری ہے (امدادالاحکام ۱/ ۲۴۷، ۲۴۸)۔

یہی حکم اس موبائل کا ہوگا جس میں قرآن مجید کی میموری رکھی ہوئی ہو، جسے موبائلی قرآن مجید کہتے ہیں، ان تمام معروضات کی روشنی میں میری ذاتی رائے یہی ہے کہ بلا وضو موبائل کو ہاتھ میں لینے یا اسکرین پر ہاتھ لگانے کی شرعا اجازت نہ ہوگی، ہم شریعت کے تابع رہیں گے، شریعت ہمارے تابع نہیں رہے گی، ہمیں اس کا حق حاصل نہیں ہے کہ شریعت کو بدل دیں ہم کو شوق وذوق ہے کہ موبائل میں قرآن مجید کی میموری رہنی چاہئے تو ہمیں بھی اس کا خیال بروقت رکھنا ہوگا کہ ہم باوضو رہیں گے تو اسکرین پر ہاتھ لگا سکتے ہیں، قرآن مجید کی تلاوت خوب لطف اندوزی کے ساتھ کر سکتے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ میرا سب کام خود بہ خود ہو جائے، کچھ محنت کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔

☆☆☆

بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت کا حکم

مولانا ندیم احمد انصاری☆

۱- ارشادِ ربانی ہے:﴿ **بلسان عربی مبین**﴾(سورۃ الشعراء:۱۹۵)۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

''﴿**بلسان عربی مبین**﴾**قال بلسان قریش، ولو کان غیر عربی ما فھموہ**''(الدر المنثور:۱۱/۲۹۸،مرکز للبحوث والدراسات العربیۃ والاسلامیۃ)۔

قرآن کریم قریش کی زبان (یعنی عربی) میں نازل کیا گیا(اور یہ اس لیے کہ جن پر قرآن نازل ہو رہا تھا وہ قریشی اور عربی تھے)اگر اسے عربی کے علاوہ کسی زبان میں نازل کیا جاتا، تو وہ اسے نہیں سمجھ سکتے تھے،اس کے تحت مفسر قرآن، مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

آیتِ مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن وہی ہے، جو عربی زبان میں ہو،کسی مضمون قرآن کا ترجمہ-- خواہ کسی زبان میں ہو-- وہ قرآن نہیں کہلائے گا...... جمہور امت کا عقیدہ ہے کہ قرآن نہ صرف الفاظِ قرآن کا نام ہے، نہ صرف معانی قرآن کا۔ اگر کوئی شخص قرآن ہی کے الفاظ مختلف جگہوں سے چُن کر ایک عبارت بنا لے مثلاً: ''**الحمد للّٰہ العزیز الرحیم۔ الذی لہ ملک السموت وھو رب العالمین۔ خالق کل شیء وھو المستعان**''۔یہ سارے الفاظ قرآن ہی کے ہیں،مگر اس عبارت کو کوئی قرآن نہیں کہہ سکتا،اسی طرح معانی قرآن، جو کسی دوسری زبان میں بیان کیے جائیں،وہ بھی قرآن نہیں، آگے فرماتے ہیں:

اسی طرح قرآن کا صرف ترجمہ کسی زبان میں بغیر عربی متن کے لکھا جائے،تو اس کو اس زبان کا قرآن کہنا جائز نہیں، جیسے آج کل بہت سے لوگ صرف اردو ترجمہ قرآن کو اردو کا قرآن اور انگریزی ترجمہ کو انگریزی کا قرآن کہہ دیتے

☆ ڈائریکٹر الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا۔

ہیں، یہ ناجائز اور بے ادبی ہے۔ قرآن کو بغیر متن عربی کے کسی دوسری زبان میں بنام قرآن شایع کرنا اور اس کی خرید و فروخت؛ سب ناجائز ہے (دیکھئے: معارف القرآن: ۶/۵۵۲، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند)۔

اس موضوع پر موصوفؒ کا مستقل رسالہ بنام 'صیانۃ القرآن عن تغییر الرسم واللسان' جواہر الفقہ، جلد اول میں موجود ہے، جس میں انھوں نے اس موضوع پر مدلل گفتگو کی ہے۔

لکھتے ہیں: قرآن مجید کا صرف ترجمہ، بغیر عربی الفاظ کے لکھنا اور لکھوانا اور شایع کرنا باجماع امت حرام اور باتفاق ائمۂ اربعہ ممنوع ہے......اس کا ناجائز وحرام ہونا مذاہب اربعہ سے ثابت ہے اور جب اس کا لکھنا اور شایع کرنا ناجائز ہوا تو اس کی خرید وفروخت بھی بوجہ اعانت معصیت کے ناجائز ہوگی، اس لیے اس کا فروخت کرنے والا اور خریدنے والا بھی گنہگار ہوگا اور چھاپنے اور شایع کرنے والے کو بھی اپنے عمل کا گناہ ہوگا، اور جتنے مسلمان اس کی خرید وفروخت کی وجہ سے گنہگار ہوں گے، ان سب کا گناہ، اس کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جاوے گا۔ ’’**ومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها**‘‘ (سورۂ نساء: ۸۵) (جواہر الفقہ: ۱/۹۷، مکتبۂ تفسیر القرآن، دیوبند، بتغیر)۔

آگے تشریحاً علامہ محقق ابن ہمامؒ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

’’**إن اعتاد القراء ة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع، فإن فعل آية أو آيتين لا، فإن كتب القرآن و تفسير كل حرف و ترجمة جاز۔اھ**‘‘

اگر کوئی فارسی میں قرآن کریم کی تلاوت کی عادت کرے یا فارسی میں لکھنے کا قصد کرے، تو اس کو روک دیا جائے، ہاں اگر ایک دو آیت کرے تو نہ روکا جائے، لیکن الفاظِ قرآن شریف بھی لکھے اور ہر ہر حرف کا ترجمہ وتفسیر لکھے، تو جائز ہے۔

فارسی یا کسی اور عجمی زبان میں قرآن کا محض ترجمہ لکھنا، جو ممنوع ہے؛ ایک دو آیت کا ترجمہ لکھنا اس میں داخل نہیں، بلکہ پورا قرآن یا اس کا کوئی معتد بہ حصہ اس طرح لکھنا حرام ہے، نیز یہ کہ اگر اصل عبارت عربی کے نیچے یا حاشیہ وغیرہ پر ترجمہ اور تفسیر لکھی جاوے، تو وہ بھی ممنوع نہیں۔

پھر یہ حکم کچھ فارسی ہی کے ساتھ خاص نہیں، جیسا کہ علامہ شرنبلالیؒ نے وضاحت کی ہے:

’’**وإنه إنما نص على الفارسية لإفادة المنع بغيرها بالطريق الأولىٰ، لأن غيرها ليس مثلها فى الفصاحة، و لذا كانت فى الجنة مما يتكلم به كالعربية كما تقدم**‘‘(الفحة القدسيةفى أحكام القراء ة القرآن و كتابته بالفارسية: ۳۳، بحواله جواهر الفقه: ۱/۹۹)۔

فارسی کی تصریح اس لیے کی گئی ہے، تاکہ دوسری زبانوں میں ممنوع ہونا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوجائے، کیونکہ کوئی اور

زبان (عربی کے بعد) فارسی سے زیادہ فصیح نہیں۔

موصوف نے صراحت کی ہے کہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد ابن حنبلؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

تمام دلائل پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

یہ سوال کوئی آج پیدا نہیں ہوا، ہندوستان میں مدت سے یہ رسم بد چل گئی ہے۔ (قریباً ایک صدی قبل) ۱۳۳۲ھ میں قطب عالم مجدد الملۃ سیدی وسندی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب قدس سرہ کے سامنے ایک ایسے ہی اردو ترجمہ بلا عربی عبارات کی اشاعت کے متعلق لکھا گیا، تو حضرت ممدوح نے اس کی ممانعت وحرمت پر ایک نہایت مفصل ومدلل فتویٰ تحریر فرمایا تھا، جو "حوادث الفتاویٰ" (حصہ دوم، ص:۱۵۶) پر شائع ہو چکا ہے (آگے اس پورے فتوے کو بھی جواہر الفقہ میں درج کیا گیا ہے)۔

اب سوال ہے کہ اگر یہ اشاعت درست ہے تو بے وضوا سے چھونے کا کیا حکم ہے؟

اشاعت کے متعلق تو واضح حکم بیان ہو گیا، لیکن اس کے بعد بھی اگر کوئی چھاپ ہی دے، تو اسے چھونے کے متعلق حکم درج ذیل ہوگا:

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ **انه لقرآن كريمٌ فى كتاب مكنون، لا يمسه الا المطهرُون** ﴾ (سورة الواقعة: ۷۷-۷۹)۔

یہ بڑے رتبے کا قرآن ہے، جو محفوظ کتاب (لوحِ محفوظ) میں (لکھا ہوا ہے)، اس (قرآن) کو ہی ہاتھ لگاتے ہیں، جو پاک ہیں۔

اور حضرت عمرو بن حزمؓ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"**لا يمس القرآن إلا طاهرا**" (سنن الدار قطنی: ۴۳۳، موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان: ۷۹۳)۔

قرآن کریم کو کوئی ہاتھ نہ لگائے، حتی کہ وہ پاک ہو۔

خیال رہے یہاں حدث اکبر وحدث اصغر دونوں سے پاک ہونا مراد ہے، جیسا کہ علماء نے صراحت کی ہے؛

قال السيوطیؒ: "مذهبنا و مذهب جمهور العلماء مس المصحف للمحدث، سواءً كان حدثاً أصغر أم أكبر" (الاتقان فی علوم القرآن: ۲۲۵۹)۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

”**كان أعظم التعظيم أن لا يقرب منها الإنسان إلا بطهارة كاملة**“ (حجۃ اللہ البالغۃ بحوالہ آثار التنزیل:۲/۴۵،دارالمعارف،لاہور)۔

قرآن کریم کی بڑی تعظیم یہ ہے کہ انسان بغیر پوری طہارت کے اس کے قریب نہ آئے۔

پھر ﴿**لا يمسه إلا المطهرون**﴾ (سورۂ واقعہ:۷۹) میں چھونے کے دو مفہوم ہیں:

۱-جو لوگ صاف دل اور پاک اخلاق رکھتے ہیں، وہی اس کے علوم وحقائق تک ٹھیک رسائی پا سکتے ہیں، اس صورت میں مسّ کے معنی مجازی ہوں گے۔

۲-اس قرآن کو بغیر وضو کے ہاتھ لگانا جائز نہیں، اس صورت میں مسّ کے معنی حقیقی ہوں گے اور ﴿**مطهرون**﴾ سے طہارتِ کاملہ کے حاملین مراد ہوں گے۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

”**إن فيه حمل المس على الحقيقة والأصل في الكلام الحقيقة واحتمال غيرها بلا دليل لا يقدح في صحة الاستدلال فلا ينافي ذلك القطعية**“(ردالمحتار:۱/۶۶)۔

یہاں لفظ مسّ اپنے حقیقی معنوں پر محمول ہے اور کلام میں اصل یہی ہے کہ حقیقی معنی لیے جائیں، کسی دوسرے معنی کا احتمال، جس کے لیے کوئی دلیل بھی نہ ہو، اصل استدلال کی صحت پر ہرگز اثر انداز نہیں ہوتا۔اھ (آثارالتنزیل:۲/۴۶-۴۸،دار المعارف،لاہور)۔

مذکورہ تفصیلات سے دو باتیں بہ طور خاص واضح ہوگئیں؛ (۱) قرآن کریم کا اطلاق محض ترجمہ پر نہیں ہوسکتا، اسے مضمونِ قرآن کا نام تو دیا جا سکتا ہے، لیکن بعینہٖ قرآن کریم کا اس پر اطلاق درست نہیں، اس لیے کہ قرآن تو وہ ہے، جو لوحِ محفوظ میں درج اور جو منزل من السماء ہے، اس لیے محض ترجمہ قرآن کو اس طرح موسوم کرنا کہ یہ ہندی قرآن اور یہ انگریزی قرآن ہے-- جائز نہیں۔اسی سے یہ مسئلہ بھی نکلا کہ جب وہ قرآن کے حکم میں ہی نہیں، تو اسے چھونے کے لیے وضو بھی ضروری نہیں۔

”**فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء**“ میں ہے:

”**وعلى هذا يجوز للجنب والكفار مس ترجمة معاني القرآن بغير اللغة العربية كما يجوز مسهم تفسيره باللغة العربية**“(فتویٰ رقم:۸۳۳،السؤال:۱۹۹۷، ۴/۱۳۳)۔

۲-غیرعربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

رسول اللہ ﷺ کا مبارک خط بخاری شریف میں اس عبارت کے ساتھ موجود ہے:

"﴿بسم الرحمٰن الرحیم﴾ **من محمد بن عبداللّٰه و رسوله الی هرقلَ عظیم الروم، سلامٌ علی من اتبع الهدی، أمابعد: فانی أدعوک بدعایة الاسلام، أسلِم، تسلَم، یؤتک اللّٰه أجرک مرتین، فان تولیتَ فعلیکَ اثم الأرِیسیِّین ﴿ و یآهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم ألا نعبد الا اللّٰه ولا نشرک به شیئاً ، ولا یتخذَ بعضُنا بعضاً أرباباً من دون اللّٰه، فان تولوا فقولوا اشهدوا بانّا مسلمون**" (سورة آل عمران:۶۴)(صحیح البخاری:۴۵۵۳، صحیح مسلم: ۱۷۷۳)۔

اس کے ذیل میں جو دو باتیں کہی جاتی ہیں، ان کا جواب یہ ہے؛

(۱)اس میں مصارف کم آتے ہیں۔

جواب: یہ کوئی ایسی وجہ نہیں، جس پر شریعت کے ایسے اہم مسئلہ میں کوئی فرق پیدا ہو سکے، پھر اس کی ایک صورت یہ نکالی جاسکتی ہے کہ متن قرآن کچھ چھوٹے فونٹ میں شامل کیا جائے، اس طرح کی بعض اشاعت راقم الحروف کی نظروں سے بھی گزری ہیں۔

(۲-الف) جو لوگ متن قرآن کو نہیں پڑھ سکتے، انھیں متن والا ترجمہ قرآن دینے سے کیا فائدہ؟

جواب: جو لوگ متن قرآن نہیں پڑھ سکتے، انھیں متن والا ترجمہ قرآن دینے سے یہ فائدہ ہوگا کہ انھیں اس بات کا ہمیشہ احساس رہے گا کہ وہ قرآن کریم کا ترجمہ پڑھ رہے ہیں، نہ کہ قرآن کریم، پھر یہ احساس ان میں قرآن کریم کو پڑھنے اور پڑھنا سیکھنے کا شوق پیدا کرنے میں بھی ممد و معاون ہوگا، ان شاء اللہ۔ ورنہ تو سہل پسند طبیعتیں اسی پر قناعت کر کے بیٹھ جائیں گی، جو کہ حفاظت قرآن کی شکل میں مسلمانوں پر واجب ہونے والی ذمہ داری میں مخل ہے۔

(۲-ب) ترجمہ قرآن بہت سے غیر مسلموں کو بھی دیا جاتا ہے، انھیں متن پر مشتمل ترجمہ قرآن دینے میں قرآن کی بے حرمتی کا بھی اندیشہ ہے، اس سے بچنے کی بہتر صورت یہ ہے کہ انھیں متن کے بغیر ترجمہ قرآن دیا جائے، تاکہ قرآن کا پیغام بھی پہنچ جائے اور قرآن کی بے حرمتی کا اندیشہ بھی نہ ہو۔

جواب: راقم الحروف کے نزدیک اس مصلحت کے تحت اس بات کی گنجائش ہے، جبکہ یہ وضاحت کردی جائے کہ یہ اصل قرآن نہیں، بلکہ مضمونِ قرآن ہے اور یہ گنجائش حضرت تھانویؒ کے ملفوظ سے مستفاد ہے، جو کہ ابھی اوپر گزرا۔

اسے انگریزی میں ٹرانسلٹریشن (Transliteration) کہتے ہیں۔ایسا کرنے سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ کیا قرآن کو عربی اور خط عثمانی میں لکھنا واجب اور ضروری ہے یا مباح؟

علامہ زرقانیؒ فرماتے ہیں:

"للعلماء فی رسم المصحف آراء ثلاثة: الرأی الاول: أنه توقیفی، لاتجوز مخالفته۔ وذلک مذهب الجمهور" (مناہل العرفان فی علوم القرآن:۳۱۰،دار الکتاب العربی)۔

جمہور علماء کے قول کے مطابق قرآن کریم کو عربی اور رسم عثمانی کے مطابق لکھنا واجب ہے،اس لیے کہ جس رسم عثمانی میں قرآن موجود ہے، وہ توقیفی ہے، نہ کہ اجتہادی۔

اسی طرح الدکتور عبدالقادر منصور بھی لکھتے ہیں:

"أن الرسم توقیفی لا اجتهادی۔ وأنه لا یجوز مخالفته لأی سبب کان، سیما وأن الثقات من الائمة قد شددوا علی التزامه" (موسوعۃ علوم القرآن:۸۱،دار القلم العربی)۔

مصر کے شیخ القراء شیخ محمد بن علی حدادؒ نے اپنے رسالہ "خلاصة النصوص الجلیة" میں رسم خط میں مصحف عثمانی کی اتباع کو بارہ ہزار صحابہ کرامؓ کے اجماع سے ثابت کیا ہے اور تحریر فرمایا ہے:

"أجمع المسلمون قاطبة علی وجوب اتباع رسم مصاحف عثمان و منع مخالفته (ثم قال) قال العلامة ابن عاشر: و وجه ما تقدم من إجماع الصحابة علیه وهو زهاء اثنتی عشر الفاً والإجماع حجة حسبما تقرر فی أصول الفقه" (ص:۲۵ بحوالہ جواہر الفقہ :۸۵،مکتبۂ تفسیر القرآن، دیوبند)۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ حکمت سے پُر ایک بات یوں ارشاد فرماتے ہیں:

متن میں قرآن مجید عربی ہی خط میں رکھنا چاہیے۔ ہندی (یا کسی بھی زبان کے) رسم الخط میں کوئی ضرورت نہیں، بے پڑھا (جب کسی نے ہندی بھی نہ پڑھی ہو) تو ہندی میں ہونے سے بھی کوئی نہیں پڑھ سکے گا اور پڑھانے سے عربی حروف کا یاد کر لینا بھی کچھ مشکل نہیں...... ہندی یا ناگری میں بعض حروف عربیہ کی شکل ہی نہیں، جیسے ق- ض- ط- ز وغیرہ۔ پس جب ان کو (کسی) دوسری شکل میں لکھا جاوے گا، تو ظاہر ہے کہ اصلی حروف پڑھے بھی نہ جاویں گے (کیونکہ جب اصل حروف لکھے ہی نہیں گئے، تو بھلا پڑھے کیسے جا سکتے ہیں، پھر یہ قرآن کا پڑھنا کہاں ہوا، اس طرح تو) اس میں عمداً تحریف کا جائز رکھنا ہے، جو کہ حرام ہے (امداد الفتاوی: ۴/۴۴، زکریا بکڈپو، دیوبند، بتغیر)۔

حضرت مولانا محمد ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

ناگری ہو یا انگریزی، ہر دو خط؛ جس میں رسم خط مصحف عثمانی کی رعایت نہ ہو سکے، اس میں قرآن کا لکھنا کسی طرح جائز نہیں، کیونکہ کتابتِ مصحف میں رعایت رسم خط عثمانی واجب ہے، رہے وہ خط جن میں رعایت رسمِ خط مذکور ہو سکتی ہے، جیسے؛ فارسی یا اردو نستعلیق وامثالہ--- ان میں قرآن کا لکھنا **مختلف فیه بین القولین** ہے، مگر اقرب اور راجح یہ ہے کہ ایسے خطوط میں بھی پورا مصحف لکھنا ناجائز ہے، ایک دو آیت اتفاقیہ لکھنے کا مضائقہ نہیں، الغرض الفاظِ قرآنی کو صرف عربی خط ہی میں لکھنا چاہیے، ترجمہ وتفسیر کسی دوسری زبان میں اور دوسرے خط میں لکھنے کا مضائقہ نہیں (امداد الفتاویٰ: ۴/۴۴، زکریا)۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ نے اس موضوع پر بھی مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے، جو جواہر الفقہ، جلد اول میں بنام "**تحذیر الانام عن تغییر رسم الخط من مصحف الامام**" موجود ہے۔

موصوف تحریر فرماتے ہیں:

باجماع صحابہ وتابعین اور باتفاق ائمۂ مجتہدین پوری امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے نزدیک قرآن مجید کی کتابت میں مصحفِ عثمانی، جس کو اصطلاح میں 'امام' کہا جاتا ہے، اس کا اتباع واجب ہے، اس کے خلاف کرنا تحریف قرآن اور زندقہ کے حکم میں ہے اور خصوصاً کلمات قرآنی کی ترتیب بدلنا یا اُس میں کسی حرف کی کمی زیادتی کرنا تو کھلی تحریف ہے، جس کی کوئی ملحد بھی صراحتاً تجویز نہیں کرسکتا۔

صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے طرزِ عمل سے واضح کر دیا کہ جس طرح قرآن میں زبان عربی کی حفاظت ضروری اور لازم ہے، کسی عجمی زبان میں بدون قرآنی عربی عبارت کے قرآن مجید کی کتابت جائز نہیں، اسی طرح عربی رسم خط کی حفاظت بھی ضروری ہے، کسی دوسرے رسم خط میں لکھنا اُن کا جائز نہیں کہ اس میں رسم عثمانی کی مخالفت اور تحریف قرآن کا راستہ کھولنا ہے، جو باجماع امت حرام ہے۔ خصوصاً ایسے رسم خط میں جن میں کلمات کی ترتیب بدل جائے یا کچھ حروف میں کمی بیشی کرنا، جیسے انگریزی رسم خط ہے کہ اس میں حرکات (زبر، زیر، پیش) کو بھی بشکل حروف لکھا جاتا ہے، ایسا لکھنا تو قرآن میں زیادتی کرنا اور قطعاً تحریف قرآن ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسم خط عثمانی کا اتباع لازم وواجب ہے، اُس کے سوا کسی دوسرے رسم خط میں اگرچہ وہ بھی عربی ہی کیوں نہ ہو، قرآن کی کتابت جائز نہیں۔ مثلاً اوائل سورت میں ﴿**بسم اللّٰه الرحمن الرحیم**﴾ کو مصاحف عثمانی میں بحذف الف لکھا ہے اور ﴿**اقرأ باسم ربک الذی خلق**﴾ (سورۂ علق: ۱) میں بشکل الف ظاہر کیا گیا ہے، اگرچہ پڑھنے

میں دونوں یکساں بحذف الف پڑھے جاتے ہیں، مگر باجماع امت اسی کی نقل واتباع ضروری ہے، اس کے خلاف کرنا عربی رسم خط میں بھی جائز نہیں، تو ظاہر ہے کہ سرے سے پورا رسم خط غیر عربی میں بدل دینا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ (جواهر الفقه: ۱/۷۴-۷۷، مکتبة تفسیر القرآن، دیوبند، بتصرف)۔

ریاض اور سعودی عرب کے کونسل کے کبار علماء کی بھی یہی رائے ہے، ملاسوالیہ حظہ فرمائیں، ایک خط کے جواب میں فرماتے ہیں:

اسلامی فقہی کونسل نے اس خط کو ملاحظہ کیا، جسے شیخ ہاشم وہبۃ عبد العال نے جدہ سے ارسال کیا ہے اور جس میں انھوں نے عثمانی رسم الخط کی املائی رسم الخط میں تبدیلی کے مسئلہ کا ذکر کیا ہے، تو کونسل نے اس موضوع پر گفتگو بھی کی اور اس موضوع سے متعلق کونسل کبار علماء، ریاض کی قرارداد نمبر: ۷۱ مجریہ ۲۱/۱۰/۱۳۹۹ھ کو بھی ملاحظہ کیا، جس میں بتایا گیا ہے کہ درج ذیل اسباب کا تقاضا ہے کہ قرآن مجید کی عثمانی رسم الخط میں کتابت ہی کو باقی رکھا جائے؛

یہ ثابت ہے کہ قرآن مجید کی عثمانی رسم الخط میں کتابت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوئی اور انھوں نے کاتبین مصحف کو یہ حکم دیا تھا کہ اس کی کتابت ایک معین رسم الخط میں کریں۔ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور ان کے بعد سے لے کر اب تک کے مسلمانوں کا بھی اسی رسم الخط پر اتفاق ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

"**علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین من بعدی**" (ابوداؤد: ۴۶۰۷، معجم الکبیر للطبرانی: ۱۸/۲۴۷، مستدرک حاکم: ۱/۹۷)۔

(میری اور میرے بعد کے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو)۔

سیدنا عثمان، سیدنا علی اور دیگر تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اقتدا اور ان کے اجماع کے مطابق عمل کی وجہ سے یہ بات طے شدہ ہے کہ قرآن مجید کی کتابت عثمانی رسم الخط ہی میں کی جائے (فتاویٰ اسلامیہ: ۴/۴۵-۴۶، دارالسلام، ریاض)۔

رہا عربی رسم الخط اور رسمِ عثمانی میں متن قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن کو لکھنے کا مسئلہ اس کے متعلق مندرجہ رائے سمجھ میں آتی ہے:

ایسا کرتے وقت اوپر عربی الفاظ خط عثمانی میں ہوں، اس کے نیچے دوسری زبان میں اس کا تلفظ تقریبی انداز میں تعلیم کی خاطر لکھ دیں، جبکہ شروع میں یہ بھی واضح کردیا جائے کہ یہ اصلاً قرآن کے الفاظ نہیں، بلکہ وقت کی اور تبلیغ کی خاطر اس کا تقریبی تلفظ ہے۔ اس لیے کہ ہر آدمی تک معلم کا، یا معلم تک ہر آدمی کا پہنچنا آسان وممکن نہیں ہوتا اور تبلیغ الفاظِ قرآن کی بھی ضروری اور واجب ہے، کیونکہ عبادات میں اس کا دخل ہے، تو "**الضرورات تبیح المحظورات**" کے تحت اس کی

گنجائش ہونی چاہیے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ اجازت خود قرآن کریم کے اس نص سے ماخوذ ہے: ﴿**إلاَّ مَا الضطررتم إليه**﴾، یعنی اضطرار شدید ضرورت کو کہا جاتا ہے اور جو امر شرعاً ممنوع قرار دیا گیا ہو، وہ بعض شدید ضرورت کے وقت مباح ہو جاتا ہے اور اس کے کرنے کی شریعت کی طرف سے رخصت دے دی جاتی ہے (مستفاد من الفوائد البہیۃ فی شرح القواعد الفقہیۃ: ۱۸۷، مکتبۃ الاتحاد، دیوبند)۔

اگر ماہر علماء اور ماہرین لسانیات کی نگرانی میں نصوص کے صحیح تلفظ کو مرتَّب کر دیا جائے، تو یقیناً اس میں حفاظت کا مقصود زیادہ حد تک ملحوظ رہے گا، ہاں اس ترتیب کی غرض محض رسم عثمانی کی حفاظت کی ہوگی، جب کہ قرآن کی عربی عبارت کو بھی ساتھ میں اسی ٹرانسلٹریشن کے اوپر لکھ دیا جائے، اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ ہر آدمی اپنا 'اجتہاد' نہیں چلا سکے گا۔ پھر تلفظ نبوی ﷺ کی اس میں حفاظت ملحوظ رہتی ہے، کیوں کہ مقاصد بعثت میں سے تلاوت بھی ہے۔ **قال اللّٰہ تعالیٰ**: ﴿**هو الذى بعث فى الأميين رسولاً منهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم و يعلمهم الكتاب والحكمة وإن كانوا من قبل لفى ضلال مبين**﴾ (سورۃ الجمعۃ: ۲)۔

۳- بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

تیسرا سوال بریل کوڈ میں قرآن کی کتابت سے متعلق ہے۔ بریل کوڈ ابھرے ہوئے حروف کو پڑھنے کا ایک ایسا طریقہ ہے، جو نابینا حضرات کے لیے ایجاد کیا گیا ہے۔ واقعی یہ فی نفسہ ایک قابل ستائش پیش رفت ہے، جس سے بصارت سے محروم لوگوں تک علم وفن کی رسائی بہت حد تک آسان ہوگئی ہے۔ اب تو اس کی مدد سے رسائل و جرائد بھی شروع ہو گئے ہیں، اس میں مزید ترقی بھی ہونی چاہیے اور یقیناً دینی معلومات کو اس کے ذریعے پیش کرنا کارِ ثواب ہوگا۔

جہاں تک اس میں کتابت قرآن کا سوال ہے، تو ہماری معلومات کے مطابق یہ اصلاً حروف نہیں ہوتے، بلکہ چھ لفظوں کی مدد سے حروف اور ہندسوں کی علامتیں بنائی جاتی ہیں۔ حروف شناسی کا یہ طریقہ پیرس کے ایک مدرِّس 'لوئی بریل' (۱۸۰۹-۱۸۵۲ء) نے ۱۸۴۳ء میں ایجاد کیا اور سوال میں بھی واضح کیا گیا ہے کہ ''یہ نسبۃً موٹے کاغذ پر ابھرے ہوئے نقطوں کی شکل میں ہوتا ہے اور نابینا افراد عموماً انگلیوں کے پوروں کے لمس سے اسے پڑھتے ہیں، یعنی جو کام بینا افراد اپنی نگاہوں سے لیتے ہیں، وہ کام بینائی سے محروم افراد انگلیوں کے پوروں کے لمس سے لیتے ہیں۔ پھر سوال یہ قائم کیا گیا ہے کہ بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ بریل کوڈ نہ عربی رسم الخط ہے نہ رسمِ عثمانی''۔

راقم الحروف کے مطابق اس کی اجازت نہیں ہونی چاہیے، اس لیے کہ اس میں عربی اور رسم خط عثمانی کو محفوظ رکھنے کی

کوئی صورت نہیں پائی جاتی۔ رہی یہ بات کہ بریل کوڈ میں قرآن کی اشاعت سے نابیناؤں کو غیر معمولی سہولت پیدا ہو جاتی ہے، وہ ہر قدم پر بینا افراد کے محتاج نہیں رہ جاتے، حفظ کرنے والے نابینا افراد اس کی مدد سے قرآن یاد کر سکتے ہیں، بھولنے کی صورت میں اس کی طرف مراجعت کر سکتے ہیں، براہ راست قرآن کا مطالعہ کر سکتے ہیں، تو راقم کا خیال ہے کہ یہ کام رسم عثمانی کو قدرے ابھرے ہوئے انداز میں لکھ کر بھی لیا جا سکتا ہے (اس صورت میں وضو وغیرہ کے متعلق وہی احکام ہوں گے، جو کہ عامۃً قرآن کریم کے نسخے کو چھونے سے متعلق ہوتے ہیں)، ویسے بھی مشاہدہ یہ ہے کہ نابینا حضرات کی قوتِ لامسہ دیگر حضرات سے قوی تر ہوتی ہے، وہ بآسانی نوٹوں کو چھو کر معلوم کر لیتے ہیں کہ دس کا ہے یہ بیس کا وغیرہ وغیرہ۔ ہمیں لگتا ہے اس جانب تھوڑی سی محنت اور توجہ سے اس میں خاطر خواہ نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ رہا حفظ قرآن کا مسئلہ تو اس کے لیے قرآن کی آڈیو کارڈنگ سے بھی مدد لی جا سکتی ہے۔

نیز جب اس طرح قرآن لکھنے کا ہی جواز نہیں، تو ان سوالوں پر گفتگو کرنا لا حاصل ٹھہرا کہ بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کا حکم کیا اصل قرآن کی طرح ہے کہ اس کو چھونے کے لیے باوضو ہونا ضروری ہے یا وضو کے بغیر بھی اسے چھوا جا سکتا ہے؟ اگر بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست ہے، تو کیا اس کے کچھ مخصوص آداب واحکام ہیں؟

۴-موبائل پر قرآن مجید:

اس کے جواب میں پہلی بات یہ کہ موبائل میں رکارڈ (RECORD) قرآن کی آڈیو (AUDIO) فائل یا اس کا متن محفوظ کرنا تو بلا کراہت درست ہے، ہاں جس وقت موبائل کا یہ متن اسکرین پر ظاہر ہوگا اس وقت اس کا حکم قرآن کا ہوگا، جس وقت یہ بند پروگرام کی صورت میں فون میمری یا کارڈ میمری میں ہوگا، اس وقت اس پر بیت الخلاء وغیرہ میں لے جاتے وقت قرآن کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور اگر یہ موبائل کی اسکرین پر نظر آتا ہو تو اس صورت میں اسے بیت الخلاء میں لے جانا جائز نہیں ہوگا۔

رہا یہ سوال کہ اگر موبائل کی اسکرین پر قرآن موجود ہو تو کیا موبائل ہاتھ میں لینے یا اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لیے باوضو ہونا ضروری ہوگا، یا موبائل کے ڈھانچہ کو ایسا غلاف تصور کیا جائے گا، جس کو بے وضو چھونے کی گنجائش ہوتی ہے، تو اس کے جواب میں بادی النظر میں تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس کے لیے وضو ضروری قرار دیا جائے گا اور موبائل کے ڈھانچہ کو ایسا غلاف تصور نہیں کیا جائے گا، جس کو بے وضو چھونے کی گنجائش ہوتی ہے، اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ قرآن کے وہ غلاف جو عموماً قرآن کریم کے ساتھ جڑے ہوئے آتے ہیں اور جنھیں بآسانی قرآن کریم سے الگ بھی نہیں کیا جا سکتا، انھیں چھونے کے لیے بھی وضو کو لازم وضروری قرار دیا جاتا ہے۔

لیکن تحقیق کے مطابق ،موبائل پر اس طرح جو آیات نظر آتی ہیں، وہ اصلاً ایسے نقوش ہیں، جنھیں چھوا ہی نہیں جاسکتا، کیوں کہ وہ اصلاً ایک سافٹ ویئر ہوتے ہیں، جن کے متعلق ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ نقوش بھی موبائل کے شیشے پر نہیں بنتے، بلکہ 'ریم' (RAM) پر بنتے ہیں اور شیشے کے اُس پار سے نظر آتے ہیں، لہٰذا اس صورت میں موبائل کے ڈھانچہ کو ایسا غلاف تصور کیا جائے گا، جس کو بے وضو چھونے کی گنجائش ہوتی ہے، یعنی غلافِ منفصل اور اس طرح کے غلاف کو فقہاء کرامؒ نے بلا وضو چھونے کی اجازت دی ہے۔

''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے:''**حرمة مس المصحف لا يجوز لهما و للجنب و المحدث مس للمصحف إلا بغلاف متجاف عنه كالخيطة و الجلد الغير المشرز لا بما هو متصل به، هو الصحيح، هكذا في الهداية، وعليه الفتوىٰ، كذا في الجوهر النيرة**'' (۱/۳۹،دارصادر،بیروت)۔

اگر قرآن کریم ایسے غلاف میں ہو، جو اس سے جدا ہو، جیسے کوئی تھیلی یا ایسی جلد، جو اس میں سِلی ہوئی نہ ہو،تو اسے بلا وضو چھونا جائز ہے، اگر وہ غلاف قرآن کریم سے جڑا ہوا ہو،تو اسے بلا وضو چھونا جائز نہیں۔اسی پر فتویٰ ہے۔

اور موبائل کی اسکرین کی مثال اس طرح سمجھیے، جیسے قرآن کریم کی کوئی آیت کسی ورق پر تحریر کی گئی ہو اور اسے شیشے کے کسی بکس میں بند کر دیا جائے ، ظاہر ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور اس شیشے پر بلا وضو ہاتھ لگانا سب کے نزدیک درست ہے، بس یہی حکم موبائل کی اسکرین پر ظاہر قرآن کریم کا ہوگا۔

☆☆☆

موبائل اسکرین پرآیت قرآن چھونے کا حکم اور موبائل کی تباہ کاری

مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی ☆

بغیر متن کے ترجمۂ قرآن کی اشاعت:

قرآن مجید کو بغیر متن کے ساتھ شائع کرنے میں قرآنی رسم الخط جو قرآن کا ایک رکن ہے چھوٹ جاتا ہے اور تحریف لفظی لازم آتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ قرآنی رسم الخط قیاسی نہیں ہے، بلکہ توفیقی اور سماعی ہے، لوح محفوظ میں تحریر شدہ قرآن کے رسم الخط کے مطابق ہے، منزل من اللہ ہے، تواتر اور اجماع سے ثابت ہے، اعجازی ہے، اس میں قرأت سبعہ وغیرہ شامل ہیں اور ساری قرأتیں جاری کی جاسکتی ہیں، یہ کمال اور خوبی کسی دوسری زبان میں نہیں ہوسکتی، لہٰذا اس کی اتباع واجب اور تبدیلی ناجائز ہوگی، طریقہ یہ تھا کہ جب قرآن مجید کی کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو آپ ﷺ کاتبین وحی میں سے کسی کو بلاکر لکھواتے اور ہر لفظ کا رسم الخط کاتب وحی کو تعلیم فرماتے، جو آپ ﷺ وحی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معرفت سے سیکھتے تھے، خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں یہ بات طے ہوئی کہ جو آیتیں اور سورتیں مختلف حضرات کے پاس لکھی ہوئی شکل میں ہیں ان سب کو کتابی صورت میں ایک جگہ جمع کردیا جائے تو کاتبین وحی حضرت زید بن ثابتؓ نے بڑی احتیاط اور پوری توجہ سے اسی اصلی رسم الخط کے مطابق جو آپ ﷺ کے ارشاد کے بموجب آپ ﷺ کی موجودگی میں لکھا گیا تھا پورا قرآن مجید لکھا، اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن مجید لکھوایا تو انہیں کاتبین وحی حضرت زید بن ثابتؓ کو وہ عظیم الشان خدمت سپرد ہوئی، جبکہ پچاس ہزار صحابہ کرامؓ موجود تھے، لہٰذا اس مصحف عثمانی کے رسم الخط کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے، چاروں أئمہ اس رسم الخط کو ضروری مانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{إِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَافِظُونَ} (الحجر:۹) ’’ہم نے ہی قرآن مجید نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔‘‘

☆ دارعرفات، رائے بریلی۔

مذکورہ ارشاد میں صرف قرآنی الفاظ کی حفاظت کا وعدہ نہیں ہے، بلکہ الفاظ معانی اور رسم الخط سب ہی کی حفاظت کا وعدہ اور پیشینگوئی ہے،لہٰذا اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے،معانی اور علوم القرآن کی حفاظت میں علمائے دین مشغول ہیں تو الفاظ ،عبارت اور طرز ادا کی حفاظت میں قراء منہمک ہیں اور رسم الخط کی حفاظت کاتبین قرآن کر رہے ہیں،جن کی پیروی ہم پر لازم ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ عربی میں "ح" اور "ہ""ق" اور "ک" "ت" اور "ط""ء" اور "ع" "س" "ص" اور "ث" "ض" "ز" اور "ظ"میں فرق ہوتا ہے، دوسری زبان میں اگر علامتیں بھی مقرر کی جائیں پھر بھی ناقص رہتی ہے،جس میں تحریر اور رسم الخط کی تحریف کے ساتھ ساتھ ادائیگی میں نمایاں فرق ظاہر ہوگا،جس سے بیسیوں غلطیاں اور غلط تلفظ سے حروف میں تبدیلی آنے کی وجہ سے مطلب بھی بدل جائے گا اور ثواب کی جگہ عقاب اور رحمت کی جگہ لعنت کا حقدار ہوگا،جیسا کہ مشہور فرمان ہے کہ''بہت سے قرآن کی تلاوت کرنے والے ایسے ہیں کہ جن پر قرآن لعنت کرتا ہے۔''

حضرت امام ابن قیم جوزی تحریر فرماتے ہیں کہ جس طرح امت کے لیے مطلب قرآنی کا سمجھنا اور اس کے حدود کو قائم رکھنا عبادت ہے،اسی طرح صحیح پڑھنا اور حروف کو طریقہ کے مطابق ٹھیک ٹھیک ادا کرنا بھی عبادت ہے۔

"قرأة القرآن بالا لحان معصية والتالی والسامع اثمان" (فتاوی بزازیۃ:۳/۳۷۹)۔

''قرآن کا غلط اور بے قاعدہ پڑھنا معصیت ہے،تلاوت کرنے والا اور سننے والا دونوں گنہگار ہیں۔''

۱- پچھلی آسمانی کتابوں میں تحریف کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ انہوں نے کتاب کے متن کو نظر انداز کردیا اور اس کے ترجمہ وتشریح کو مرکز توجہ بنالیا،اسی لیے فقہاء نے متن قرآن کے بغیر صرف ترجمہ لکھنے کو منع کیا ہے۔

"إن اعتاد القرأة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفاً بها يمنع، فإن كتب القرآن وتفسير كل حرف وترجمته جاز" (ردالمحتار:۱/۳۵۹)۔

قرآن مجید کی آیات لکھتے ہوئے ان کے ساتھ ترجمہ لکھنا چاہیے، یہ حکم ہر زبان کے ترجمہ کے لیے ہے، بغیر متن کے صرف ترجمہ لکھنا درست نہیں۔ البتہ ضرورت کے وقت اسے خریدنے اور تقسیم کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ اسی طرح دعوت اسلام کے نقطۂ نظر سے غیر مسلموں کو قرآن مجید یا اس کا ترجمہ دینا جائز ہے،قرآن مجید چھونے کے لیے وضو کرنے کا حکم مسلمانوں کے لیے ہے، جو لوگ دائرۂ ایمان میں داخل ہی نہیں ہوئے، وہ اس حکم کے مخاطب نہیں ہیں، کیونکہ غیر مسلم حضرات جب تک ایمان نہ لائیں شریعت کے فروعی احکام ان سے متعلق نہیں ہوتے، آپ ﷺ نے بادشاہوں کو جو خطوط لکھے، ان خطوط میں بھی قرآن مجید کی آیات تھیں، حالانکہ وہ غیر مسلم تھے، البتہ اگر کسی غیر مسلم سے قرآن کی توہین کا اندیشہ ہو تو اسے

قرآن نہ دینا چاہیے (کتاب الفتاوی:۱/۴۶۱)۔

دعوتی مقاصد کے تحت غیر مسلم کو قرآن مجید دے سکتے ہیں۔

”قال أبو حنيفة رحمة الله عليه: اعلم النصراني الفقه والقرآن لعله يهتدى ولا يمس المصحف، وإن اغتسل ثم مس لا بأس، كذا فى الملتقط“ (ہندیہ ۵/ ۳۲۳)۔

”فتاوی ندوۃ العلماء“ میں ہے کہ: جب یہ یقین ہو کہ غیر مسلم قرآن کی بے حرمتی نہیں کرے گا اور یہ کہ اس قرآن کو پڑھ کر ہدایت پا سکتا ہے تو اسے قرآن مجید دے سکتے ہیں، اس لیے کہ قرآن مجید خود اپنے سلسلہ میں کہتا ہے کہ ”هدى للناس“ (سورۂ بقرہ:۱۸۵) ظاہر بات ہے کہ لفظ ناس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شامل ہیں، لہٰذا جب قرآن کو پڑھیں گے اور سمجھیں گے نہیں تو قرآن ان کے لیے باعث ہدایت کیسے بن سکتا ہے، اور آپ ﷺ نے ہرقل کو خط بھیجا تھا، اس میں قرآن کی آیتیں تھیں (فتاوی ندوۃ العلماء:۱/۱۰۰)۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، جو عربی زبان میں نازل ہوا ہے، اس کے الفاظ من جانب اللہ ہیں، اس لیے جیسے اس کے معانی مقصود ہیں الفاظ بھی مقصود ہیں، اسی لیے قرآن کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جو رسول ﷺ پر نازل کی گئی ہے جو مصحف میں لکھی ہوئی ہے اور جو یقینی طور پر نقل ہوتی آئی ہے۔

اس لیے غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت میں عربی رسم الخط کی تحریف لازم آئے گی، دوسری بات یہ کہ عربی زبان کے بہت سے ایسے حروف ہیں جن کی ادائیگی کسی دوسری زبان میں ممکن ہی نہیں ہے، اس لیے بغیر متن قرآن کے کسی دوسری زبان میں قرآن مجید کی اشاعت صحیح نہیں ہے، البتہ اگر عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں متن قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان میں قرآن مجید کی کتابت کر کے شائع کیا جائے تو اس کی اجازت ہونی چاہیے۔

مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں: قرآن کریم کو رسم عثمانی کے سوا کسی اور رسم الخط میں لکھنا باجماع ناجائز ہے، لوگوں کو قرآن کریم پڑھانے کے لیے عربی رسم الخط سکھایا جائے، عجمی رسم الخط میں لکھنا درست نہیں (فتاوی عثمانی:۱/ ۲۴۷)۔

کسی دوسری زبان میں قرآن مجید لکھنے کے لیے اگر فرق کے لیے مخصوص علامتیں بنالی جائیں اور ان کو اسی طرح رائج کر لیا جائے تا کہ پڑھنے والا اصل مخرج سے ادا کر سکے تو صحیح ہو سکتا ہے، مطلق لکھنے میں تلفظ صحیح ہو ہی نہیں سکتا۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

جب اسلام کا دائرہ وسیع ہوا اور مسلمانوں نے عرب کی سرزمین سے باہر قدم نکالا اور باہر کی سرزمین میں بسنے والوں نے اس دین کو قبول کیا جس کا صحیفہ عربی زبان میں تھا، اور جس کے پہلے مخاطب تھے، وہ سب عرب تھے، تو پھر انہوں نے عربی زبان سیکھی، اس کے قواعد مرتب کئے، اور جیسے جیسے اسلام پھیلتا گیا غیر عرب اسلام میں داخل ہوتے گئے اور ان کو خدائی احکام سمجھنے کے لیے صحیح زبان جاننے کی ضرورت ہوئی تو انہواں نے قواعد کا سہارا لیا اس بنا پر بہت سے علوم ایجاد ہوئے، اور قرآنی الفاظ کے ادا کرنے والوں کے طریق قرأت کے مدارس بن گئے جو قرأت سبعہ اور قرأت عشرہ کے نام سے مشہور ہیں اور ان سب کو آپ ﷺ سے منظوری حاصل تھی۔ اور بہت سے قبائل ایسے تھے جن سے کوئی خاص مخرج ادا نہیں ہوتا تھا، خود حضرت بلالؓ کے بارے میں ایک روایت ہے کہ وہ حرف ''ش'' زبان سے ادا نہیں کر پاتے، اسی طرح ساتھ مخارج کا مسئلہ تھا اور ہر مخرج کو قبول کرلیا گیا، جیسا کہ بخاری کی حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرء، وأما تيسر من القرآن"۔

''فتاوی رحیمیہ'' کے حوالہ سے ''محمود الفتاوی'' میں مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب نابینا حضرات کے لیے قرآن پڑھنے کے لیے مخصوص تحریر کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

قرآن مجید عربی زبان کے علاوہ دوسری زبان میں لکھنے سے قرآنی رسم الخط جو قرآن کا ایک رکن ہے، چھوٹ جاتا ہے، اور تحریف رسمی لازم آتی ہے، جس سے احتراز ضروری ہے، قرآنی رسم الخط قیاسی نہیں ہے، بلکہ توفیقی اور سماعی ہے، لوح محفوظ میں تحریر شدہ قرآن کے رسم الخط کے مطابق ہے، منزل من اللہ ہے، تواتر اور اجماع سے ثابت ہے، اعجازی ہے، اس میں قرأت سبعہ وغیرہ شامل ہیں، اور ساری قرأتیں جاری کی جاسکتی ہیں، یہ کمال اور خوبی دوسرے رسم الخط میں نہیں ہوسکتی، لہٰذا اس کا اتباع واجب ہے اور تبدیلی ناجائز اور حرام ہے، اس لیے دوسرے رسم الخط والے قرآن میں تلاوت نہ کرے، اندھے کے لیے زبانی طور پر جتنا یاد کرنا ممکن ہوا تنا سیکھ لینا چاہیے (محمود الفتاوی: ۴/ ۱۵۴)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہے کہ بریل کوڈ نہ عربی رسم الخط ہے اور نہ رسم عثمانی، لیکن ضرورت کے وقت جیسے اردو میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا جاتا ہے اسی طرح نابینا حضرات کے حق میں بھی یہ ایک طرح کی ضرورت ہے، اس لیے بریل کوڈ میں قرآن مجید تیار کرنا نابینا حضرات کے لیے درست ہونا چاہیے۔

یہ بھی کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ عربی میں "ح" اور "ہ" "ق" اور "ک" "ت" اور "ط" "ء" اور "ع" "س" "ص" اور "ث" "ض" "ز" اور "ظ" میں فرق ہوتا ہے، دوسری زبان میں اگر علامتیں بھی مقرر کی جائیں پھر بھی ناقص رہتی ہے،

اگران کی ادائیگی صحیح الفاظ سے ہوتب توصحیح ہونا چاہئے،اور اگرادائیگی میں کچھ کا کچھ ہوجاتا ہےتوصحیح نہیں ہوگا،اس لیے کہ اس سے رسم الخط کی ادائیگی میں بیسیوں غلطیاں اور غلط تلفظ سے حروف میں تبدیلی آنے کی وجہ سے مطلب بھی بدل جائے گا اور ثواب کی جگہ عقاب اور رحمت کی جگہ لعنت کا حقدار ہوگا۔ بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کا حکم اصل قرآن کی طرح تونہیں ہے، لیکن جس طرح اردو تفاسیر کے لیے وضو کرنے کے بارے میں کہا جاتا ہے اسی طرح اس کو چھونے کے لیے وضوء کا کرنا بہتر ہوگا،اس لیے کہ عام تفسیروں کی طرح بریل کوڈ بھی ہے۔

موبائل پر قرآن مجید:

موجودہ وقت میں کپڑوں، کھانے پینے کی چیزوں اور دیگر اشیاء ضروریہ کی طرح ''موبائل'' بھی زندگی کی ضرورت بن گیا ہے، اور ایسی ضرورت کہ انسان اس کے بنا خود کو اکیلا، معاشرے سے کٹا ہوا اور نا تمام تصور کرتا ہے،بعض حالات میں یہ تصور صحیح بھی ہے،مگر یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اسے برتنا جانتے ہیں اور اس کا مناسب طریقۂ استعمال جانتے ہیں،لیکن المیہ یہ ہے کہ زیادہ تر موبائل ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جو اس کا استعمال بھی نہیں جانتے، انہیں پتا ہی نہیں کے منافع اور مضرات کیا کیا ہے؟ کب اس کا استعمال مفید ہے اور کب مضر؟ نتیجتاً اس کی خرابیوں کے شکار ہوکر اپنا دین، ایمان، عزت، آبرو اور اللہ کی دی ہوئی عقلوں کو گھن لگا لیتے ہیں، بالخصوص بچے اس مرض کے زیادہ شکار ہیں۔

آج موبائل فون کا استعمال اس کے اصل مقصد میں کم اور دوسرے مقاصد کے لیے زیادہ سے زیادہ کیا جاتا ہے،جس کی وجہ سے ہم محرمات ومنہیات کے دلدل میں پھنستے چلے جارہے ہیں،موبائل فون امراء، رؤساء، وزراء اور ساہوکاروں سے گزرکر عام انسانوں، بلکہ مزدور پیشہ طبقہ میں بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ داخل ہورہا ہے۔

ایک وقت وہ تھا جب بیسک فون یا لینڈ لائن بھی ہرکس وناکس کے یہاں نہیں ہوتا تھا، پھر اس کا حاصل کرنا بھی بڑا دشوار کام تھا، گاؤں اور قصبات میں فون صرف چند بڑے لوگوں کے پاس ہوا کرتا تھا،لیکن آج حالت یہ ہے کہ موبائل کی دکانوں پر سم کارڈ فروخت ہوتے ہیں، یہ سم اتنے سستے ہیں کہ معمولی انسان بھی خرید سکتا ہے، حیرت اس وقت ہوتی ہے جب اسکولی چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہاتھوں میں موبائل ہوتا ہے، جبکہ پہلے کتابیں رکھنے کے لیے بستہ میسر نہیں ہوتا تھا،اور ایک وقت یہ ہے کہ اسکولی بچے بہترین قسم کا موبائل سیٹ رکھتے ہیں، اور سم کارڈ فروخت کرنے والی کمپنیوں نے اس کاروبار کی حالت یہ کردی ہے کہ اگر سم کی قیمت دس روپئے ہے تو اس میں دس ہی روپئے کا یا اس سے زیادہ کا ٹاک ٹائم ملتا ہے، اور اس پر بھی پابندی نہیں کہ ایک نام سے ایک ہی سم خریدا جاسکتا ہے، بلکہ جتنے چاہیں خرید سکتے ہیں، اور اب صورت حال یہ ہے کہ ہر ہفتہ ایک نیا سم خریدتے ہیں اور اس کا ٹاک ٹائم استعمال کرکے اسے پھینک دیتے ہیں۔

موبائل کمپنیاں طرح طرح سے نئی نسلوں کو گمراہ کر رہی ہیں، مثال کے طور پر لڑکی لڑکے کو آمنے سامنے بات کرنے میں جھجھک ہوتی ہے، بات کرنے میں حجاب محسوس کرتے ہیں، لیکن اس موبائل فون اور ان کی کمپنیاں یہ سبق دے رہی ہیں کہ یہ جھجھک موبائل فون دور کر سکتا ہے، اس لیے کہ موبائل فون پر آمنا سامنا نہیں ہوتا اور بہتر طور پر ایک دوسرے کو رام کہانی سنائی جا سکتی ہے۔

ان کمپنیوں نے اپنی زہرناکی اور اس قسم کے فحش اشتہارات پر ہی قناعت نہیں کی، بلکہ اپنے متعلقہ دفتروں اور برانچوں میں بھی تعلیم یافتہ لڑکیوں کو ملازم رکھا، استقبالیہ پر انہیں کو مقرر کیا، دفتروں میں نو وارد کی رسائی کے لیے وہی مقرر ہیں، دفتروں میں آنے والے فون کو بھی وہی اٹھاتی ہیں، مردوں سے بغیر حجاب ونقاب کے گفتگو کا فریضہ وہی انجام دیتی ہیں، اور تہذیب جدید نے اسی کو آزادیٔ نسواں قرار دیا ہے۔

موبائل فون نے حالیہ دنوں میں کافی تباہی مچائی ہے، اس سے جہاں ایک طرف لڑکے اپنی گرل فرینڈز اور عاشق اپنی معشوقاؤں کی ننگی اور عریاں تصویریں کھینچ کر بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، تو دوسری طرف اس سے لوگوں کی نجی زندگیوں پر تانک جھانک کے لیے دریچوں کا کام لیا جا رہا ہے۔

موبائل فون میں اگر یہ موازنہ کیا جائے کہ اس کے فوائد زیادہ ہیں یا نقصانات تو آدمی یہ کہنے پر مجبور ہو جائے گا کہ اس کے فوائد سے کہیں زیادہ نقصانات ہیں، روپے پیسے کی ناقدری، فضول خرچیوں کی کثرت، ایکسیڈنٹ کے آئے دن واقعات، اغوا اور زناکاری کی بڑھتی ہوئی واردات، عشق ومحبت کے لیے ہری جھنڈی، رنگین اور سنگین تصویریں اور ان کی ارسال وترسیل، فحش اور گندے پیغامات، جھوٹ کی نئی نئی شکلیں اور اس کی کثرت، دھوکہ، فریب، ساز ونغمات، رنگین وسادہ فلمیں، فلمی ستاروں کی شرمناک تصویریں، گانوں اور مزامیر کی بھرمار، موبائل گھنٹیوں کے پس پردہ ہر کس وناکس کے کانوں تک گانوں کی رسائی ان جیسی بہت سی واہیات وخرافات سے مالا مال موبائل فون نے بڑی برق رفتاری کے ساتھ کامیابی حاصل کی ہے۔

گانوں کو سننا اور سنانا ناجائز اور حرام ہے، چاہے اس کی آواز کو کتنا بدل دیا جائے، احادیث میں گانے بجانے والے سامانوں کی ممانعت فرمائی گئی ہے:

حضرت بنانہؓ فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس موجود تھی ایک عورت ایک لڑکی کو اپنے ساتھ لے کر حضرت عائشہؓ کے پاس آئی، وہ لڑکی جھانجن پہنے ہوئے تھی، جس سے آواز پیدا ہو رہی تھی، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: جب تک اس کے جھانجن نہ کاٹے جائیں میرے پاس اسے ہرگز نہ آنے دیا جائے، میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

''جس گھر میں بجنے والی چیز ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے'' (ابوداؤد: ۴۲۳۱)۔

کوشش کی جائے کہ اپنی اولاد بالخصوص بچیوں کو موبائل کی وبا سے دور رکھا جائے، کیونکہ شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے،نوجوان نسلوں کے اخلاق کو برباد و تباہ کرنے میں موبائل کا بہت زیادہ دخل ہے۔

اسی طرح کالج میں پڑھنے والے طلباء و طالبات، مدرسوں اور اسکولوں میں زیر تعلیم بچوں اور بچیوں کے لیے موبائل بہت مہلک ثابت ہوا ہے،طلبہ کی زیادہ تر توجہ موبائل پر مرکوز ہو کر رہ جاتی ہے،اور تعلیم کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔

سائنسی اعتبار سے بھی یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ موبائل فون منشیات کی طرح صحت کے لیے بھی نقصان دہ ہے،اور مستقل ۲۰-۱۵ سال تک استعمال کرنے سے دماغ میں ٹیومر (رسولی) کے ہونے کا خطرہ پیدا ہوسکتا ہے،اس کے علاوہ موبائل کی شعائیں بھی بہت زیادہ نقصان دہ ثابت ہوئی ہیں،اس کے علاوہ ذہنی اور اعصابی تناؤ، نیند کے اوقات میں تبدیلی، دماغی خلیات کو نقصان،سامنے کی جیب میں رکھنے سے براہ راست دل میں اثر، پینٹ کے پیچھے والی جیب میں رکھنے سے ۳۰/فیصد مادہ منویہ کے جراثیم میں کمی، حافظہ کی کمزوری، نسیان،قوت فکر کا متأثر ہونا اور اس قسم کے دیگر امراض کے پیدا ہونے کا قوی اندیشہ اور خدشہ ہے۔

نوجوان نسل تو اب شاید اپنے مشغلے بدل چکی ہے، راستوں، راہوں پہ آتے جاتے، گھروں میں بیٹھے،سواروں میں، کالجز اور یونیورسٹیز کے احاطوں میں ٹہلتے، کھانا کھاتے، پانی پیتے، لیٹتے بیٹھتے، ہنستے بولتے بس انگوٹھے کی ایکسرسائز جاری رہتی ہے، پیغامات آرہے ہیں، پیغامات جارہے ہیں، خاص طور پر ایک سے دوسرے، دوسرے سے تیسرے اور پھر سیکڑوں تک فارورڈ کرنے کا رجحان تو کچھ زیادہ ہی زور پکڑ گیا ہے۔

موبائل فون صرف بات کرنے کا ایک آلہ نہیں، بلکہ بیک وقت فون بھی ہے، کیمرہ، ریڈیو، ایف ایم، انٹرنیٹ سسٹم، ٹی وی، ڈائری، گھڑی، الارم، ریمائنڈر، کیلکولیٹر، ٹیپ ریکارڈ، گیم، مراسلت نیز انسانی طبائع کو جس چیز سے دلچسپی ہو اس کا سامان ایک چھوٹے سے موبائل میں فراہم ہے۔

زنا،شراب،نغمہ ورقص،عیش ونشاط، ٹیلی ویژن، ڈش انٹینا، ٹی وی، وی سی آر، آڈیو،کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے شانہ بشانہ موبوئل کی ہولنا کیاں اور ہلاکت آفرینیاں اپنی منزل کو تجاوز کر چکی ہے۔

اس لیے سنجیدہ فکر رکھنے والوں کو موبائل کے ذریعہ پھیلنے والی بیماریوں کا سد باب کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ عوام الناس اس کی برائیوں اور بیماریوں سے اپنی حفاظت کر سکے۔

عام طور پر بہت سے مسلمان اپنے دینی مزاج کی وجہ سے موبائل فون میں قرآنی آیات وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں، اس سلسلہ میں فقہی عبارت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی آیات، ذکر و تسبیح، درود شریف وغیرہ کے کلمات اور ایسی

نظمیں یا نعتیں جو ذکر اللہ پر مشتمل ہوں اور ان سے مقصود ذکر اللہ ہو، مثلاً اسماء حسنیٰ پر مشتمل نظم وغیرہ ایسی تمام چیزوں کو ذکر کے علاوہ کسی اور جائز مقصد کے لیے استعمال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا مدار اغراض ومقاصد پر ہے، اگر مقصد شرعاً درست ہو تو اس مقصد کے لیے ان کا استعمال جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔

وہ مقاصد دو قسم کے ہو سکتے ہیں۔

(۱) تذکیر لذکر اللہ۔ (۲) اعلام۔

مذکورہ بالا مقدس کلمات کو فون سننے کی گھنٹی کی جگہ استعمال کرنے سے اگر یہ مقصد ہو کہ کوئی شخص فون کرے تو جب تک فون نہ اٹھایا جائے اس وقت تک وہ اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام، ذکر اللہ یا دینی یا اصلاحی مضامین پر مشتمل نظموں یا نعتوں سے مستفید ہوتا رہے، تو اس مقصد کے لیے مذکورہ بالا مقدس کلمات کو فون سننے کی گھنٹی کی جگہ استعمال کرنے کی فی نفسہ گنجائش معلوم ہوتی ہے، لیکن چونکہ مذکورہ بالا مقصد کے حصول میں شرعاً دو خرابیاں لازم آسکتی ہیں، اس لیے ان سے بچنا ضروری ہوگا۔

(۱) پہلی خرابی یہ لازم آتی ہے کہ اچانک فون اٹھانے کی صورت میں قرآنی آیات درمیان میں کٹ جائیں گی، اور اس میں ان آیات کی بے ادبی لازم آتی ہے، لہٰذا آیات اس مقصد کے لیے استعمال نہ کی جائیں، نہ سننے میں اور نہ سنانے میں۔

(۲) دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے کہ جس شخص کو فون کیا گیا ہے بعض اوقات وہ بیت الخلاء میں ہوتا ہے تو فون آنے پر ایسی حالت میں مذکورہ مقدس کلمات کے موبائل فون پر جاری ہونے میں بے ادبی ہوگی، لہٰذا مقدس کلمات فون سننے کی گھنٹی کی جگہ استعمال نہ کیے جائیں۔

اور اگر دوسرا مقصد ''اعلام'' پیش نظر ہو، یعنی مذکورہ مقدس کلمات کو اس لیے موبائل فون میں مقرر کیا جائے، تاکہ اس کے ذریعہ فون آنے کی اطلاع ملنے کا فائدہ حاصل ہو تو اس مقصد کے لیے مذکورہ بالا مقدس کلمات کو استعمال کرنا درست نہیں ہے، اس لیے کہ مقدس کلمات کو عام دنیاوی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہیے، جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر خریدار کو کپڑے کی عمدگی بتانے کے لیے تاجر نے کپڑا دکھاتے ہوئے ''سبحان اللہ'' کہا یا ''درود شریف'' پڑھا، اور مقصود صرف خریدار کو عمدگی سے آگاہ کرنا ہے تو یہ مکروہ ہے (درمختار: ۶/۳۶۱)۔

موبائل میں رنگ ٹون کی جگہ قرآنی آیات یا کلمات اذان وغیرہ فیڈ (feed) کرنے میں ابتذال وامتہان، یعنی تحقیر و تذلیل لازم آتی ہے، اس لیے یہ ناجائز ہے، اور فقہ کا قائدہ مسلمہ ہے (ہندیہ: ۵/۵۱۶) الأمور بمقاصدھا۔ (الاشباہ والنظائر: ۹۳)۔

موبائل کی اسکرین پر بہت سے لوگ قرآنی آیات، دعائیں یا اسماء حسنیٰ میں سے کوئی اسم یا خانہ کعبہ وغیرہ کی تصویر لگاتے ہیں، اس میں بھی محبت کا جذبہ ہوتا ہے، لیکن اسکرین پر ان کو رکھنے میں بعض اوقات ان کی بے حرمتی ہو جاتی ہے، مثلاً

بیت الخلاء میں اسکرین کی لائٹ جل جاتی ہے یا اچانک بیت الخلاء میں فون آجائے اور موبائل نکالنا پڑے، اسکرین پر رکھنے کی صورت میں بے حرمتی کا شبہ ہوتا ہے، اس لیے ان چیزوں کی حرمت وتقدس کے پیش نظر ان کو اسکرین پر نہیں لگانا چاہیے۔

قرآن کریم یا دینی چیزیں جو موبائل میں لوڈ کی جاتی ہیں وہ اس کی میموری میں الکٹرانک ذرات کی شکل میں موجود ہوتے ہیں اور غیر مرئی ہوتے ہیں، جب انہیں کھولا جاتا ہے تو اس وقت سسٹم ان ذرات کو مرئی شکل دے کر اسکرین پر لاتا ہے، اس اعتبار سے قرآن کریم یا دیگر دینی کتابوں کو موبائل میں رکھنا جائز ہے، اور اس موبائل کے ساتھ بیت الخلاء میں جانا بھی درست ہے، بشرطیکہ قرآن کریم کے صفحات اسکرین پر موجود نہ ہوں، البتہ ایسا موبائل بیت الخلاء میں لے جانے سے ممکنہ حد تک پرہیز کرنا بہتر ہے، تاکہ بے ادبی کا شائبہ نہ ہو۔

جس موبائل میں قرآن مجید ہو اس کو بغیر وضوء یا حالت جنابت میں چھونا جائز ہے، اگرچہ اس میں قرآن ہے، مگر قرآن کا وجود اس میں غیر مرئی اور الکٹرانک منتشر غیر مرئی ذرات میں ہے، جو کہ قرآن کے حکم میں نہیں ہے، البتہ اگر قرآن کے صفحات اسکرین پر موجود ہوں تو حالت جنابت میں یا بغیر وضوء اس اسکرین کو چھونا جائز نہیں ہے، کیونکہ قرآنی آیات چاہے کاغذ پر لکھی ہوں یا شیشہ پر یا کسی اور چیز پر ان کو بلا وضوء چھونا درست نہیں ہے۔

فقہاء لکھتے ہیں: "لا يجوز له مس شئ مكتوب فيه شئ من القرآن من لوح أو درهم أو غير ذالك إذا كان آية تامة" (شامی: ۱/ ۴۸۸)۔

''بے وضوء یا ناپاک انسان کے لیے کسی ایسی چیز کا چھونا جائز نہیں ہے جس میں قرآن کی کوئی آیت لکھی ہو، چاہے کسی تختی پر ہو یا کسی درہم پر یا اس کے علاوہ کسی اور چیز پر، بشرطیکہ پوری آیت ہو''۔

اگر میسیج میں قرآن کریم، احادیث اور اسلامی کلمات وغیرہ موصول ہوں اور ان کو مٹانے کی ضرورت درپیش ہو، تو اس کے مٹانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ میسیج کی تحریر کاغذ پر لکھی ہوئی تحریر کی طرح بھی نہیں ہے، جن کو پھاڑنے میں بے ادبی کا شائبہ بھی ہوتا ہے، جبکہ ضرورت کی صورت میں کاغذ پر سے بھی قرآنی آیات واحادیث کو مٹانے کی اجازت ہے۔
''درمختار'' میں ہے:

"الكتب التي لا ينتفع بها يمحى عنها اسم الله وملائكته ورسوله ويحرق الباقي" (درالمختار: ۶/ ۴۲۲)۔

''وہ کتابیں جن سے فائدہ اٹھایا نہیں جاتا ہے ان سے اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا نام مٹا دیا جائے اور بقیہ کاغذ کو جلا دیا جائے''۔

اس لیے معتبر اسلامی ایس ایم ایس بھیجنا اور بوقت ضرورت اس کو مٹانا درست ہے، البتہ کسی میسیج کو دوسروں تک بھیجنے

سے پہلے اس کے صحیح اور معتبر ہونے کی تحقیق ضروری ہے، خاص طور سے اس میسیج کی تحقیق کر لی جائے جو قرآن وحدیث کی طرف منسوب ہو، کیونکہ کسی غلط بات کو اسلام کے نام پر پھیلانا یا کسی ایسی بات کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف منسوب کرنا جو آپ نے نہ کہی ہو سنگین جرم ہے۔

’’کیونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایسے لوگوں کے بارے میں جہنم کی وعید بیان فرمائی ہے‘‘ (بخاری، مسلم)۔

بذریعہ موبائل دینی بیانات اور نعتیہ نظموں وغیرہ کا سننا جائز ہے، بشرطیکہ اس میں تصاویر، میوزک اور عورتوں کی آواز نہ ہو، نیز قوالی وغیرہ کا سننا جائز نہیں ہے (امداد الفتاوی: ۵/۲۴۹ - کفایۃ المفتی: ۹/۲۰۷)۔

اسی طرح موبائل پر آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت واجب ہو جائے گا، کیونکہ موبائل سے آنے والی آواز کا حکم لاؤڈ اسپیکر کی آواز کے مانند ہے (دینی مسائل اور ان کا حل: ۳۶۸، زبدۃ الفتاویٰ: ۱/۲۴۰)۔

☆☆☆

عربی متن کے بغیر تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت

مولانا عبدالباسط فیاض قاسمی شراوستی ☆

قرآن مجید اللہ تبارک وتعالی کی آخری کتاب ہے جسے اللہ نے اپنے آخری پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ ﷺ پر بتدریج نازل فرمایا۔ قرآن کو اللہ تعالی نے عربی زبان میں نازل کیا۔ قال تعالی: ''إنا جعلنه قرء انا عربیاً لعلکم تعقلون'' (سورۂ یوسف:)، وقال تعالی: ''قرء انا عربیا غیرَ ذي عوج لعلھم یتقون'' (سورۂ زمر:۲۸)، پھر نبی پاک ﷺ نے صحابہ کے سامنے قرآن پڑھ پڑھ کر سنایا اور انہیں یاد کرایا، ساتھ ہی قرآن کے احکام اس کے معانی ومفاہیم اور مراد خداوندی کو قولاً فعلاً اور تقریراً واضح کیا۔ نیز خطبۂ حجۃ الوداع میں ''فلیبلغ الشاھد منکم الغائب'' (حدیث) کا اعلان عام فرمایا، اور ایک دوسری حدیث میں ''بلغوا عنی ولو آیة'' (حدیث) کا پیغام دیا۔ اور ظاہر ہے امت کے جمیع افراد تک تبلیغ دین عادۃً ان کی زبان میں ترجمہ کے ذریعہ ہی ممکن ہے، اسی لیے آپ ﷺ نے بعض صحابہ کو عجمی زبان سیکھنے کا حکم فرمایا، تاکہ تبلیغ دین میں سہولت اور پیغام خداوندی کو پہونچانے میں آسانی ہو؛ چنانچہ تبلیغ دین کی خاطر آہستہ آہستہ مسلمانوں میں عجمی زبانوں کے سیکھنے کا رواج ہوگیا، مسلمانوں نے اہل عجم کے درمیان عجمی تحریر وتقریر کے ذریعہ دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا، تا آنکہ عجم میں بھی اسلام خوب مضبوط ہوگیا اور ان میں بڑے بڑے عباقرہ اور یگانۂ روزگار علماء تیار ہوئے، پھر رفتہ رفتہ جہاں قرآن مجید کی عربی زبان میں تفسیریں لکھی گئیں وہیں علماء عجم نے اپنی اپنی زبانوں میں اس کے تراجم وتفاسیر لکھنے شروع کردیئے، تاکہ عوام الناس جو عربی زبان سے ناواقف تھے وہ ترجمہ وتفسیر کے ذریعہ قرآن کے پیغام اور اس کے معانی ومفاہیم کو آسانی سے سمجھ سکے۔ چنانچہ مختلف زبانوں میں قرآن کے ترجمے وتفسیر لکھے گئے اور انہیں خوب مقبولیت حاصل ہوئی۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ ابھی تک یہ ترجمے قرآن کریم کی اصل عبارت کے ساتھ لکھے جارہے تھے، کسی نے بھی محض ترجمہ قرآن لکھ کر شائع کرنے کی جرأت نہ کی، گویا ترجمہ قرآن کی متنِ قرآن کے ساتھ کتابت واشاعت پر عملاً امت کا اجماع رہا ہے۔

☆ استاذ حدیث وفقہ جامعہ گلزار حسینیہ اجراڑہ، میرٹھ یوپی۔

مگر ابھی چند سالوں سے بعض جگہ صرف ترجمہ قرآن کی کتابت واشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا ہے۔اور بعض لوگ اسے بے دریغ جائز سمجھتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اس طرح ہر ایک کے لیے قرآن سے استفادہ اور بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقہ تک پیغام قرآن کی رسائی آسان ہوجائے گی۔

لیکن امت کا سوادِ اعظم اور بڑا طبقہ اس کی مخالفت کرتا ہے اور اس طرح بغیر متنِ قرآن کے محض ترجمہ کی کتابت واشاعت کو تحریف اور زندقہ سے تعبیر کرتا ہے۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ ایسا عمل تحریف فی الدین اور اصل کے ضیاع کا مقدمہ اور سبب ہونے کی وجہ سے حرام اور ناجائز ہے اور اس پر تمام ماہرین تفاسیر کا اجماع ہے، کیونکہ جب قرآن کا محض ترجمہ شائع کیا جائے گا یا بیان کیا جائے گا تو ہر شخص آسانی سے اپنے عقائد ونظریات کی روشنی میں جو چاہے گا اس میں ترمیم اور کمی بیشی کر سکے گا اور پڑھنے اور سننے والا یہی سمجھے گا کہ قرآن یہی ہے حالانکہ وہ قرآن نہ ہوگا اور تحریف کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوجائیگا جو اصل قرآن کے ضائع ہونے کا باعث ہوگا۔

نیز اہل زیغ کو اس طرح قرآن کے حوالے سے لوگوں کو شکوک شبہات میں ڈالنے اور متنفر کرنے کا موقع ہاتھ آجائے گا، اور بہت آسانی سے گمراہ کرنے میں کامیابی مل جائے گی۔

نیز ایک غلط رواج چل پڑے گا کہ لوگ صرف تراجم کے پڑھنے پر اکتفاء کرلیا کریں گے اور اصل قرآن سے بے تعلق اور اجنبی ہوجائیں گے اور ان کی اولاد جب اپنے والدین کو صرف ترجمہ پڑھتے دیکھے گی تو لازماً والدین سے زیادہ اثر لے گی اور عربی تلاوت سے دور ہوتی چلی جائے گی، بعید نہیں کہ ایسے اشخاص کی تیسری چوتھی نسل تک عربی تلاوت اس خاندان سے بالکل ہی مفقود ہوجائے۔

نیز صرف ترجمہ قرآن کی اشاعت سے عربی متن والے قرآن شریف کی اشاعت آہستہ آہستہ کم ہونے کا بھی خطرہ ہے۔

نیز یہ طریقہ اہل کتاب یہود ونصاری کا ایجاد کردہ ہے اور مسلمانوں کو ان کی مشابہت اختیار کرنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے سے متعلق سخت وعید آئی ہے، چنانچہ ارشاد ہے: ’’من تشبه بقوم فهو منهم‘‘(ابوداؤد کتاب اللباس ۵۵۹/۲)۔اسی طرح دوسرے موقع پر موضع تشنیع میں آپ ﷺ نے فرمایا: ’’لتركبن سنن من كان قبلكم‘‘(ترمذی ۱۴۱/۲)۔

مذکورہ مفاسد کے علاوہ اور بھی بہت سے مفاسد اور نقصانات ہیں جن کی وجہ سے علماء امت نے ہمیشہ اس طریق کو ناجائز سمجھا اور اس کی سختی سے نکیر کی اور اس کی شناعت وقباحت کو واضح کیا۔اور بعض علماء نے اس موضوع پر مستقل رسالے تصنیف کئے جن میں سے علامہ حسن شرنبلالیؒ کا رسالہ ’’النفحة القدسية في أحكام قراءة القرآن بالفارسية‘‘ خاص طور پر قابل

ذکر ہے، اسی طرح اردو میں حضرت تھانوی کا ایک مفصل فتوی اس موضوع پر ہے جس میں تقریباً دس مفاسد کی وجہ سے اس طریق کو ناجائز قرار دیا ہے۔

صاحب ہدایہ امام برہان الدین مرغینانی ''التجنیس''، میں لکھتے ہیں:

''ویمنع من کتابة القرآن بالفارسیةبالإجماع؛ لأنه یؤدي للإخلال بحفظ القرآن؛ لأ نا أمرنا بحفظ النظم والتکلم والمعنی، فإنه دلالة علی النبوة، ولأنه ربما یؤدي إلی التهاون بأمر القرآن''(جواہر الفقہ بحوالہ النفحۃ القدسیۃ:۱،۹۸)۔

معراج الدرایۃ شرح ہدایہ میں ہے:

''ویمنع من کتابة المصحف بالفارسیة أشد المنع، وأنه یکون معتمده زندیقاً''(حوالہ بالا، نیز دیکھئے: فتح القدیر ۱/۲۹۱، درمختار ۲/ ۱۸۷، موسوعہ فقہیہ متعلقہ بحث)۔

اب جب یہ ثابت ہوگیا کہ متنِ قرآن کے بغیر محض ترجمہ قرآن کی کتابت واشاعت ناجائز ہے، تو ظاہر ہے اس کی خرید وفروخت بھی ناجائز ہوگی؛ کیونکہ یہ اعانت علی المعصیت ہے جو شرعاً ممنوع ہے: قال تعالی: **''ولا تعاونوا علی الإثم و العدوان''**(سورۂ مائدہ:۲)۔

۲-غیر عربی رسم خط میں قرآن کی اشاعت کا حکم:

اللہ رب العزت نے انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے مختلف کتابیں نازل کیں، اور سب سے آخر میں قرآن مجید نازل فرمایا۔ اور اسے رہتی دنیا تک کے تمام انس وجن کے لیے سرچشمہ ہدایت بنایا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلی امتوں پر جو کتابیں نازل ہوئیں وہ کچھ ہی عرصہ کے بعد تحریف وتغییر سے محفوظ نہ رہ سکیں، لیکن قرآن وہ واحد کتاب ہے جو ہر طرح کی تحریف وتغییر سے بالکل پاک ہے، اور قیامت تک اس میں تحریف تغییر ممکن نہیں؛ اس لیے کہ اس کی جمع وترتیب اور حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ رب العزت نے لی ہے۔ ارشاد ہے: **''إن علینا جمعه وقرء انه''**(سورۂ قیامہ:۱۷) **وقال تعالی: ''إنا له لحفظون''**(سورۂ حجر:۹)، نیز امت کو اس قابل بنایا کہ وہ قرآن مجید کی مکمل طریقے سے حفاظت کر سکے۔

یہاں یہ بات مدنظر رہنی چاہیے کہ حفاظت قرآن کا تعلق جس طرح اس کے معانی ومفہوم سے ہے، اسی طرح اس کی زبان اس کے کلمات کی ادائیگی، حروف کی تعداد اور رسم خط سے بھی ہے۔

نیز ہمارے سامنے جو قرآن مصحف عثمانی کی شکل میں موجود ہے یہ وہی قرآن ہے جس کی حفاظت کا اللہ تعالی نے

وعدہ کیا تھا اور یہی قرآن محفوظ من اللہ ہے، اس کی اتباع ہر چیز میں لازم وضروری ہے، اس کی مخالفت اور ادنی تمیز ناجائز اور حفاظتِ قرآن کے خلاف ہے؛ چنانچہ عہدِ صحابہ وتابعین سے اجماعی طور پر اس کی اتباع کو ضروری ولازم سمجھا گیا اور قرآن کے رسم خط کی مخالفت اور ایک حرف کی کمی بیشی اور تبدیلی کو بھی بالکل ناجائز قرار دیا گیا، اس کے بعد ائمہ متبوعین اور فقہاء ومجتہدین نے انہیں کی پیروی کی، اور اب تک جمہور علماء اہل السنۃ والجماعۃ کا اسی پر اجماع واتفاق رہا ہے۔

شواہد کے طور پر چند اقوال پیش کیے جاتے ہیں:

"سئل مالک هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء؟ قال: لا، إلا على الكتبة الأولى. رواه الدّاني في المقنع، ثم قال: ولا مخالف له من علماء الأمة" (الاتقان للسیوطی)۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

"ويحرم مخالفة خط مصحف عثمان فی واو، أو ياء، أو ألف، أو غير ذلک" (حوالہ بالا)۔

امام بیہقیؒ شعب الایمان میں لکھتے ہیں:

"من يكتب مصحفاً فينبغي أن يحافظ على الهجاء الذي كتبوا به تلک المصاحف ولا يخالفهم فيه ولا يغير مما كتبوه شيئاً، فإنهم كانوا أكثر علماً، وأصدق قلباً ولساناً، وأعظم أمانة فلا ينبغی أن نظن بأنفسنا استدراكاً عليهم" (حوالہ بالا)۔

قاضی عیاض مالکیؒ شفاء میں لکھتے ہیں:

"وقد أجمع المسلمون أن القرآن المتلو فی جميع أقطار الأرض المكتوب فی المصحف بأيدي المسلمين مما جمعه الدّفتان من أول "الحمد لله رب العلمين" إلى آخر " قل أعوذ برب الناس" أنه كلام الله ووحيه المنزل على نبيه محمد صلى الله عليه وسلم، وأن جميع ما فيه حق، وأن من نقص حرفاً قاصداً لذلک، أو بدله بحرف آخر مكانه، أو زاد حرفاً مما لم يشتمل عليه المصحف الذي وقع عليه الإجماع، وأجمع على أنه ليس من القرآن عامداً لكل هذا أنه كافر" (رسم المصحف وضبط: ص: ۶۷)۔

شیخ شعبان محمد اسماعیل رسم المصحف میں "سمیر الطالبین" کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

"ونقل الجعيرى وغيره إجماع الأئمة الأربعة على وجوب اتباع مرسوم المصحف العثماني" (رسم المصحف وضبط: ص: ۶۸)۔

''شرح طحاوی''میں ہے:

"ينبغي لمن أراد كتابة القرآن أن ينظم الكلمات كما هي في مصحف عثمان رضي الله عنه، لإجماع الأمة على ذلک"(حوالہ بالا)

صاحب''سمیر الطالبین''علامہ زمخشری کے بارے میں لکھتے ہیں:

"قال الزمخشري فی الکشاف فی تفسير قول الله تعالی: "وقالوا مالِ هذا الرسول": وقعت اللام فی المصحف مفصولة عن "هذا" خارجة عن أوضاع الخط العربي، وخط المصحف سنة لا تغير"(رسم المصحف وضبط:ص:۶۸)۔

اس سے ثابت ہوا کہ باجماع امت مصحف عثمانی کے رسم خط کی مخالفت، ایک حرف کی بھی کمی زیادتی اور تبدیلی سراسر ناجائز وحرام ہے۔

اب جب یہ حالت ہے تو ظاہر ہے کہ قرآن کا عربی رسم خط بدل کر دوسری زبان کے رسم خط میں لکھنا کیسے جائز ہوسکتا ہے، یہ تو سراسر حفاظت قرآن کی خلاف ورزی اور تحریف قرآن کا راستہ کھولنا ہے جس کے ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

الغرض صحابہ وتابعین کے طرز عمل سے بھی واضح ہوگیا کہ قرآن مجید میں رسم قرآن کی حفاظت بھی ضروری ہے کسی دوسرے رسم خط میں اس کا لکھنا جائز نہیں؛ کیونکہ اس میں رسم خط عثمانی کی مخالفت اور تحریف قرآن کا راستہ کھولنا ہے جو باجماع امت حرام ہے۔

مثلاً عربی زبان میں چند حروف ایسے ہیں کہ ہر حرف سے لفظ کے معنی بالکل جدا ہوجاتے ہیں، لیکن بہت سی عجمی زبانوں میں ان حروف میں کوئی فرق نہیں سب کو ایک ہی آواز سے پڑھا جاتا ہے ایک ہی شکل سے لکھا جاتا ہے مثلاً (ث،س، ص)اور ذال،ز،ض،ظ)وغیرہ تو جب قرآن کو اسی رسم خط میں لکھا جائے گا تو ان حروف کا کوئی امتیاز نہ رہے گا جو سخت ترین تحریف ہے۔

نیز قرآن مجید کی تلاوت اور الفاظ وکلمات کی ادائیگی کے کچھ خاص احکامات ہیں جو استاذ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے بغیر صحیح طریقہ پر حاصل ہو ہی نہیں سکتے۔ یہی وجہ کہ حضرت عثمان نے جہاں جہاں مصاحف کو بھیجا تھا وہاں پر لوگوں کی تعلیم قرآن کے لیے قراء کرام کو بھی بھیجا تھا، چنانچہ مدینہ میں حضرت زید بن ثابت کو، شام میں مغیرہ بن شہاب کو، بصرہ میں

عامر بن عبد قیس کو، کوفہ میں ابوعبد الرحمٰن کو بھیجا اور انہیں یہ حکم دیا کہ لوگوں کو قرآن پڑھائیں۔ اب جب اسے رسم عثمانی میں باقی رکھیں گے تو ایسی صورت میں مسلمان اسے کسی ماہر قاری سے حاصل کرنے اور سیکھنے کی کوشش کریگا۔ اور اگر غیر عربی رسم خط میں لکھ دیا جائے گا تو یہ قوی اندیشہ ہے کہ مسلمان اسی پر تکیہ کر لیں، اور باقاعدہ کسی ماہر فن قاری سے قرآن سیکھنے کا رواج آہستہ آہستہ کم ہو جائے جس کے نتیجے میں آئندہ چل کر قراءتِ قرآن کے حوالے سے جو مفاسد پیدا ہوں گے وہ بالکل ظاہر ہیں۔

۲-عربی رسم خط کے ساتھ دوسرے رسم خط میں قرآن لکھنا:

اگر عربی رسم خط اور رسم عثمانی میں متنِ قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم خط میں لکھ دیا جائے اور دونوں کو ایک ساتھ شائع کیا جائے تو اس صورت میں گرچہ ترجمہ قرآن پر قیاس کر کے جواز کی گنجائش نکالی جا سکتی ہے کہ جس طرح ترجمہ قرآن کو متن قرآن کے ساتھ شائع کرنا بالاجماع جائز و درست ہے اسی طرح عربی رسم خط اور رسم عثمانی میں متن قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم خط میں لکھنا بھی جائز ہونا چاہیے؛ لیکن چونکہ اس صورت میں بھی قرآن کو صحیح طریقہ پر پڑھنا ممکن نہ ہوگا اور وہ تمام مفاسد پیدا ہوں گے جو سطور بالا میں ذکر کیے گئے ہیں؛ اس لیے اس طرح بھی قرآن کی اشاعت ہرگز جائز و درست نہ ہوگی۔

۳-بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنے کا حکم:

بریل کوڈ نابینا یا انتہائی کمزور بینائی والے افراد کی تعلیم کے لیے ایجاد کیا گیا ہے جو نسبۃً موٹے کاغذ پر ابھرے ہوئے نقطوں کی شکل میں ہوتا ہے، بنیادی طور پر چھ نقطے ہوتے ہیں، تین دائیں کی جانب اور تین بائیں جانب، اور پھر انہیں چھ نقطوں سے تمام حروف اور رموز وغیرہ وجود میں آتے ہیں، بعض مربع شکل میں ہوتے ہیں بعض غیر مربع شکلوں میں۔ اب ظاہر ہے یہ نہ تو عربی رسم الخط میں ہے نہ رسم عثمانی میں۔ بریل کوڈ کا طریقہ بہت تیزی سے نابینا افراد میں مقبول ہوتا جا رہا ہے، اور بریل کوڈ کی مدد سے بڑے بڑے تعلیمی ادارے مختلف ممالک میں کھل چکے ہیں اور مختلف جرائد اور رسائل بریل کے طریق پر منظر عام پر آ چکے ہیں۔ یہاں تک کہ اردن، مصر، تاجکستان وغیرہ کئی ممالک میں بریل کوڈ کے ذریعہ لکھے گئے قرآن کا اجراء بھی ہو چکا ہے اور نابینا افراد اس سے خوب فائدہ بھی اٹھا رہے ہیں۔

جہاں تک مسئلہ ہے بریل کوڈ کے ذریعہ قرآن تیار کرنے کے جواز و عدم جواز کا، تو اس سلسلے میں علماء اور اہل افتاء کے دو طرح کے نظریات ہیں:

ایک طبقہ تو یہ کہتا ہے کہ بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں رسم عثمانی کی مخالفت ہے، حالانکہ

رسم عثمانی کی اتباع کا لازم ہونا اجماع سے ثابت ہے اور اس کی مخالفت باجماع ناجائز ہے۔

دوسرا طبقہ یہ کہتا ہے کہ بریل کوڈ کے ذریعہ قرآن تیار کرنا جائز و درست ہے، اور اس میں رسم عثمانی کی مخالفت نہیں ہے؛ کیونکہ رسم عثمانی کے التزام کا مسئلہ کتابت مرئیہ کے ساتھ خاص ہے اور بریل کوڈ کے طریقہ پر لکھے جانے والے خط کا تعلق دیکھنے سے نہیں، بلکہ چھونے سے ہے؛ چنانچہ ایک بینا شخص کے اعتبار سے اس کی حیثیت چند لفظوں کے سوا اور کچھ بھی نہیں لیکن نابینا شخص جو بریل کوڈ سے واقف ہے وہ اسے چھو کر اندازہ لگالیگا کہ اسے کس طرح پڑھا جانا چاہیے، اور جب ایسی بات ہے تو دونوں کو ایک دوسرے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔

احقر کے نزدیک بھی جواز کی صورت اس لیے راجح معلوم ہوتی ہے کہ علماء نے بچوں کی تعلیمی سہولت کے پیش نظر چند آیتوں کو رسم عثمانی کے خلاف عربی مستحدث رسم خط میں لکھنے کی اجازت دی ہے، اسی طرح رسائل وغیرہ میں بعض آیتوں کے محض ترجمے پر اکتفاء کرنے کو جائز قرار دیا ہے؛ لہٰذا ابناءً علیہم وتیسیراً للمکفوفین بریل کے طریق پر قرآن تیار کرنا بھی جائز و درست ہونا چاہیے۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کا حکم آیا اصل قرآن کی طرح ہے کہ اس کو چھونے کے لیے باوضو ہونا ضروری ہے یا وضو کے بغیر بھی اسے چھوا جاسکتا ہے؟ تو اس سلسلے میں فقہاء کے مابین اختلاف ہے:

ایک رائے یہ ہے کہ بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کا حکم اصل قرآن کی طرح نہیں ہے۔

اس وجہ سے کہ مصحف اسے کہتے ہیں جو رسم عثمانی کے مطابق بین الدفتین لکھا ہوا ہو کما فی مقدمات الأساسیۃ (ص: ۱۵۴)، اور چونکہ بریل کوڈ کے طرز پر لکھے گئے قرآن پر مصحف کا اطلاق نہیں ہوسکتا؛ اس لیے اصل قرآن کے حوالے سے جو آداب واحکام جاری ہیں انہیں اس پر نافذ نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ رسم عثمانی کے التزام کا واجب ہونا الگ چیز ہے اور بریل کوڈ یا کسی بھی طریقہ پر لکھے ہوئے قرآن پر مصحف کے احکام کا ثابت ہونا دوسری چیز ہے، رسم عثمانی کے التزام کے واجب ہونے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ اس کے علاوہ رسم خط میں جو قرآن لکھا جائے گا اس پر مصحف کے احکام جاری نہیں ہوں گے؟

دوسری رائے یہ ہے کہ بریل کے طریقے پر یا جس طرح بھی قرآن لکھا گیا ہو اس کا حکم اصل قرآن کی طرح ہے، یعنی بے وضو اسے چھونا جائز نہیں اور جو آداب واحکام اصل قرآن کیواسطے ہیں وہی اسکے لیے بھی ہوں گے۔

ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ اس میں لکھے ہوئے حروف کلام منطوق پر دلالت کرنے والے رموز ہیں، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ رموز رسم عثمانی کے موافق نہیں، بلکہ بدلے ہوئے ہیں؛ لیکن کلام منطوق کا جہاں تک تعلق ہے تو اپنی حالت پر ہے

اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا ہے؛ اور مصحف اور کلام منطوق کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ عظمت واحترام کا معاملہ کیا جائے، خواہ وہ کسی بھی طریقہ پر لکھا ہوا ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ خالص مصحف ہے، اس میں تفسیر وغیرہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اسے مصحف کی حد سے خارج کردے، اور جب ایسی بات ہے تو اس پر مصحف شرعی کے احکام ثابت ہوں گے۔

احقر کے نزدیک یہی دوسری رائے راجح معلوم ہوتی ہے، حنفیہ کے نزدیک فارسی میں لکھے ہوئے قرآن کو بھی چھونا مکروہ ہے **كما في العالمگيرية عن الخلاصة** (۱ / ۹۳، اتحاد دیوبند)، تو ظاہر ہے جو قرآن رسم عثمانی کے خلاف لکھا ہو، لیکن کلام منطوق کے مطابق ہو تو اس کو چھونا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔

اسکرین پر قرآن موجود ہوتے ہوئے اسے بے وضو چھونے کا حکم:

قرآن مجید ایک مقدس کتاب الٰہی ہے، اس کی تعظیم اور احترام واجب ہے؛ یہاں تک کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”**لا يمس القرآن إلا طاهر**“ (معجم طبرانی: ۱۳۰۳۹) قرآن صرف وہی شخص چھوئے جو (حدث اصغر اور حدث اکبر سے) پاک ہو۔ جنابت اور بے وضو ہونے کی حالت میں چھونا جائز نہیں۔

یہ حکم اس صورت کے ساتھ خاص ہے جب اسے مباشرةً بغیر کسی حائل کے چھوا جائے، اور اگر کسی کپڑے یا غلاف وغیرہ کے واسطہ سے چھوا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں؛ لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ وہ کپڑا یا غلاف قرآن شریف سے مستقل طور پر متصل نہ ہو بلکہ اس سے منفصل ہو۔ کیوں اگر متصل ہوگا تو اسے بھی چھونا جائز نہ ہوگا، چنانچہ فقہاء احناف نے یہ صراحت کی ہے کہ قرآن پر جو جلد بندھی ہوتی ہے اس کا چھونا جائز نہیں؛ کیونکہ اتصال کی وجہ سے وہ بھی قرآن کے تابع ہے۔

ہدایہ میں ہے:

”**وليس لهم مس المصحف إلا بغلافه، ولا أخذ درهم فيه سورة من القرآن إلا بصُرَّته، وكذا المحدث لا يمس المصحف إلا بغلافه؛ لقوله ﷺ: لا يمس القرآن إلا طاهر. (إلى أن قال:) وغلافه ما يكون متجافيا عنه دون ما هو متصل به كالجِلد المشرز هو الصحيح**“ (ہدایہ: ج:۱، ص:۶۴، ط: فیصل دیوبند)۔

ہندیہ میں ہے: ”**لا يجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف إلا بغلاف متجافٍ عنه كالخريطة والجلد الغير المشرز لا بما هو متصل به، هو الصحيح، هكذا في الهداية. وعليه الفتوى، كذا في الجَوهرة النَّيِّرَة**“ (ہندیہ: ج:۱، ص:۹۳، ط: اتحاد دیوبند)۔

اسی طرح فقہاء نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ جس طرح مصحف کو چھونا بغیر طہارت کے ناجائز ہے، اسی طرح اس

درہم اور تختی وغیرہ کو بھی چھونا ناجائز ہے جس میں مکمل کوئی ایک آیت لکھی ہوئی ہو۔

''فتاویٰ ہندیہ'' میں ہے: ''**ولا یجوز مس شیء مکتوب فیه شیء من القرآن فی لوح أو دراهم أو غیر ذلک إذا کان آیةً تامةً. هکذا فی الجوهرة النیرة**'' (ہندیہ: ج:۱ص:۹۳، ط: اتحاد دیوبند)۔

البتہ مصحف اور تختی یا درہم جس پر مکمل آیت لکھی ہو دونوں کے چھونے میں فرق ہے، جیسا کہ ''البحر الرائق'' میں ہے:

''**والتعبیر بمس القرآن أولی من تعبیر غیره بمس المصحف لِشُمول کلامه ما إذا مَسَّ لوحاً مکتوباً علیه آیة، وکذا الدرهم والحائط، وتقییده بالسورة فی الهدایة اتفاقي، بل المراد الآیة، لکن لا یجوز مس المصحف کله المکتوب وغیره بخلاف غیره، فإنه لا یمنع إلا مس المکتوب ، کذا ذکره في السِّرَاج الوهاج**'' (۱/۳۴۹، ط: دارالکتاب دیوبند)۔

مذکورہ عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ مصحف کا ہر جزء خواہ وہ مکتوب ہو یا نہ ہو اس کا چھونا جائز نہیں، لیکن اگر مصحف نہ ہو، بلکہ صرف ایک دو آیت کہیں لکھی ہوئی ہو تو صرف مکتوب حصہ کو چھونا ناجائز ہے اور غیر مکتوب حصہ کو چھونے میں کوئی حرج نہیں۔

جہاں تک مسئلہ موبائل میں قرآن کا ہے تو وہ کبھی خارجی میموری کارڈ میں یا موبائل کی داخلی میموری میں محفوظ کر لیا جاتا ہے، پھر اسے موبائل کی اسکرین پر کھولا جاتا ہے اور جب بند کر دو تو اسکرین سے غائب بھی ہو جاتا ہے، تو غائب ہو جانے کی صورت میں اس کی حیثیت ایک الیکٹرانک ڈھانچے کی ہے، اسے بے وضو چھونا بلا کراہت جائز و درست ہے۔ لیکن اگر اسکرین پر قرآن کھلا ہوا ہے اور نظر آرہا ہے تو اس کا حکم جاننے سے پہلے یہ طے کرنا ہوگا کہ جو قرآن اسکرین پر نظر آرہا ہے اس کی حیثیت مصحف کی ہے یا اس تختی کی جس پر قرآن کی چند آیتیں لکھی ہوئی ہوں۔

اگر اس کی حیثیت مصحف کی ہے تو اس پر مصحف کے احکام جاری ہوں گے، یعنی اس کے مکتوب اور غیر مکتوب حصہ کے ساتھ اس سے جو بھی چیز حقیقی طور پر متصل ہوگی اس کا چھونا بھی ناجائز ہوگا، جیسے قرآن پر بندھی ہوئی جلد کو اتصال کی وجہ سے چھونا ناجائز ہوتا ہے۔ اور اگر یہ اس تختی کے مانند ہے جس پر قرآن کی چند آیتیں لکھی ہوئی ہوتی ہیں تو اس پر تختی والے احکام جاری ہوں گے، یعنی صرف اس کے مکتوب حصہ کو چھونا ناجائز ہوگا اور بقیہ حصہ کو چھونا درست ہوگا۔

غور کرنے کے بعد یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جب تک قرآن صرف خارجی میموری کارڈ یا موبائل کی داخلی میموری میں محفوظ ہو، اسکرین پر نظر نہ آرہا ہو تو اس داخلی اور خارجی میموری کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی ہے، وہ تو موبائل کے دیگر پرزوں

کے مانند ایک پرزہ ہوتا ہے؛ مگر جب اسی کو موبائل کے دیگر آلات کے سہارے اسکرین پر کھولا جاتا ہے تو قرآن کا صفحہ کھل کر دکھائی دینے لگتا ہے؛ لیکن قرآن کا صرف ایک صفحہ نظر آتا ہے پورا قرآن ایک ساتھ نہیں دکھائی دیتا ہے؛ چنانچہ جب اگلا صفحہ کھولتے ہیں تو اسکرین سے پہلا صفحہ مٹ جاتا ہے؛ لہذا یہ اس تختی کے مانند ہوگا جس میں قرآن کی چند آیتیں لکھ دی جاتی ہیں اور پھر جب چاہتے ہیں اسے مٹا کر دوسری آیت لکھ دیتے ہیں۔ اس لیے اس پر تختی والے احکام جاری ہوں گے، یعنی صرف مکتوب حصہ کو بلا طہارت چھونا ناجائز ہوگا۔ اس اعتبار سے اسکرین کے علاوہ موبائل کے بقیہ حصہ کو چھونے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

اب مسئلہ صرف اس اسکرین کو چھونے کا ہے جس پر قرآن کا صفحہ کھلا ہوا ہے تو اس سلسلے میں علماء کی دو قسم کی آراء ہیں۔

ایک رائے یہ کہ جس اسکرین کو ہم چھوتے ہیں قرآن دراصل اس پر نہیں لکھا ہوا ہوتا ہے، بلکہ اس کے نیچے شیشے (display) کی ایک دوسری پلیٹ ہوتی ہے جو میموری سے اخذ کر کے قرآن کا صرف عکس دکھاتا ہے، اس پر نہ تو حروف منقش ہوتے ہیں اور نہ الفاظ ہوتے ہیں؛ اسی لیے اگر اس پلیٹ کو نکال دیا جائے تو اس پر کوئی مکتوب یا تحریر نظر نہیں آئے گی۔

ثانیاً: موبائل کی ظاہری اسکرین اور نیچے کی وہ پلیٹ (display) جس پر قرآن کا عکس نظر آتا ہے یہ دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں، اور ساتھ ہی ان میں اتحاد اور حقیقی اتصال بھی نہیں: چنانچہ اگر کسی موبائل کی اسکرین نکال دی جاتی ہے تب بھی اس شیشے (display) پر قرآن یا کوئی بھی کھلی ہوئی چیز نظر آتی ہے۔ اب ظاہر ہے اس صورت میں نہ قرآن کی عبارت کو چھونا لازم آئے گا اور درمیان میں اسکرین کے حائل ہونے کی وجہ سے نہ ہی بالذات اس شیشہ کو جو اس کے عکس کو ظاہر کر رہا ہے۔ اس لیے اس کا چھونا جائز ہوگا۔

دوسری رائے یہ ہے کہ اسکرین کو چھونا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اوپر والے شیشہ پر اگرچہ قرآن نہیں لکھا ہوا ہے، لیکن اس کے ساتھ غیر منفصل طریقہ پر اتصال ہے؛ لہذا اسے بھی چھونا جائز نہ ہوگا۔

مگر احقر کو اس میں تردد ہے؛ کیونکہ یہ اصول اس مصحف کے سلسلے میں ہے جس میں پورا قرآن لکھا ہوا ہوتا ہے، رہے وہ کاغذ یا تختی جس پر قرآن کی چند آیتیں لکھی ہوئی ہوں تو صرف اس کے مکتوب حصہ کو چھونا ناجائز ہے اور غیر مکتوب حصہ کو چھونا جائز ہے کما فی البحر۔ اور یہ بات اوپر آ چکی ہے کہ موبائل میں جو قرآن کا صفحہ کھلتا ہے وہ اس تختی کے مانند ہے جس پر قرآن کی چند آیتیں لکھ دی گئی ہوں؛ لہذا اوپر والی اسکرین کا اگرچہ غیر منفصل طریقہ پر اتصال ہے، لیکن چونکہ وہ غیر مکتوب

حصہ ہےاس لیے اسے چھونے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔اور جہاں تک افضلیت اور احتیاط کی بات ہےتو اس میں کوئی شک نہیں کہ باوضو چھونا بہتر اور اقرب الی التعظیم ہے۔

☆☆☆

قرآن مجید کے متن وترجمہ کی اشاعت وطباعت

مولانا اسماعیل لاجپوری☆

امام مسلم نے عیاض ابن حماد کی حدیث میں نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ''أَنْزَلْتُ عَلَيْكَ قُرْآناً لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ'' (اے نبی ﷺ) میں نے تم پر ایک ایسا قرآن نازل کیا ہے جس کو پانی کبھی دھو نہیں سکتا)۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تمام بنی نوع انسان مل کر فنا کرنے کی کوشش کریں تو بھی اسے فنا نہیں کر سکتے۔

غرض! قرآن مجید ایسا زندہ اور پائندہ معجزہ ہے کہ عہد نبوی ﷺ سے لے کر آج تک اس میں کسی قسم کا ادنیٰ تغیر بھی نہ ہوا، اللہ تعالی نے اس کو انسانی کلام سے ممتاز کیا، جس کی حفاظت کے لئے علماء پیدا کئے، جس کو پڑھنے پڑھانے، حفظ کرنے اور اس کی تشریحات اور تغیرات سے محفوظ رہنے کی پہلے ہی سے خبر دی گئی، قرآن مجید کے نزول کو چودہ سو سال سے زیادہ کا زمانہ ہو رہا ہے اور اس پیشین گوئی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی اس امت کے لئے ہر صدی کے شروع میں ایک ایسے شخص کو مقرر کرتا رہے گا، جو دین کی تجدید کریں (ابوداؤد)۔

صاحب ''روح البیان'' اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں: ''**وفی ماذکر إشارة إلی أن القرآن مادام بین الناس لایخلوا وجه الأرض عن المهرة من العلماء والقراء والحفاظ**''

''اس حدیث میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ قرآن لوگوں کے درمیان ہمیشہ رہے گا اور روئے زمین پر قرآن کے علماء، قراء اور حفاظ ہر دور میں پائے جائیں گے'' (اسلام میں قرآن مجید کا مقام: قاری احمد اللہ صاحب قاسمی ص ۱۸-۱۹)، اس مختصر گفتگو کے بعد اصل مسئلہ کا رخ کرتے ہیں:

☆ مرتب فتاوی بسم اللہ وخادم التدریس، جامعۃ القراءات کفلیتہ، سورت گجرات۔

۱-بغیر متن کے ترجمۂ قرآن کریم کی اشاعت:

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: نصوص صحیحہ سے تشبہ باہل الباطل خصوص غیر مسلم پھر خصوص اہل کتاب کی مذمت اور اس کا محل وعید ہونا ثابت ہے، من تشبہ بقوم فھو منھم'' میں وعید کا شدید ہونا ظاہر ہے کہ کفار کے ساتھ تشبہ کرنے کو کفار میں سے شمار ہونے کا موجب فرمایا گیا، دوسری حدیث ''لترکبن سنن من کان قبلکم'' (الحدیث) میں اس مماثلت کو موقع تشنیع میں ارشاد فرمایا گیا، اور یہ بالکل یقینی ہے کہ اس وقت کتاب الٰہی کا ترجمہ غیر حامل المتن جداگانہ شائع کرنا اہل کتاب کے ساتھ تشبہ ہے، ایسے امر میں جو عرفاً وعادۃً ان کے خصائص میں سے ہے، سو اول تو ان کے ساتھ تشبہ ہی مذموم ہے، پھر خصوص جب وہ تشبہ امر متعلق بالدین میں ہو کہ تشبہ فی الامر الدنیاوی سے تشبہ فی الامر الدینی اشد ہے، حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے گوشت شتر چھوڑنے پر آیت: ''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً۔وَّلَاتَتَّبِعُوْ ا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ''(سورۂ بقرہ:۲۰۸) نازل ہونا اور رسول اللہ ﷺ کا تبتل اور ترہب کا انکار فرمانا اس کی کافی دلیل ہے، مشکوۃ کتاب النکاح وکتاب الاعتصام ''لاتشددوا علی أنفسکم'' (الحدیث)، اور اس میں بھی خاص کر جب کہ ان کو دیکھ کر ان کی تقلید کی جاوے کہ اتفاقی تشبہ ہے یہ اور بھی زیادہ مذموم ہے اور اس وقت اکثر لوگ ایسے کام انہی لوگوں سے اخذ کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ذات الانواط کی درخواست پر کیسا زجر فرمایا تھا؟ یہ تشبہ مذکور خصوص قیدین مذکورین کے ساتھ تو اس میں مفسدہ حالیہ ہے، اور یہ بھی اس کے منع کے لئے کافی ہے، چہ جائیکہ اس میں اور مفاسد مالیہ شدیدہ بھی متحقق ہیں، مثلاً خدانخواستہ اگر یہ طریق مروج ہو گیا تو مثل تورات وانجیل احتمال قوی اصل قرآن مجید کے ضائع ہو جانے کا ہے اور حفاظت اصل قرآن مجید کی فرض اور اس کا اخلال حرام ہے، اور ترجمہ اور تفسیر کا اصل سے مجرد نہ ہونا مقدمہ اور سبب ہے حفاظت کا، اور اصل سے مجرد ہونا مقدمہ اور سبب ہے اخلال کا اور فرض کا مقدمہ فرض اور حرام کا مقدمہ حرام ہے، اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ یہ احتمال بعید ہے، محققان دین ومبصران اسلام سے ایسے احتمالات کا اعتبار ثابت ہے، پھر خواہ بعید ہو یا قریب ہم پر بھی واجب ہے کہ اس کا لحاظ کریں، حضرات شیخینؓ نے بعض قراء کی شہادت کے وقت بعد سرسری مناظرہ کے محض ضیاع قرآن کے احتمال کا اعتبار کر کے قرآن مجید کے جمع کا اہتمام ضروری قرار دیا تھا، حالانکہ قرآن مجید اس وقت بھی متواتر تھا، اور اس کے ناقل اس کثرت سے موجود تھے کہ اس کے تواتر کا انقطاع احتمال بعید تھا، لیکن پھر بھی اس کا لحاظ کیا گیا، پس جیسا اس وقت عدم کتابت میں احتمال ضیاع تھا، اسی طرح صرف ترجمہ کی کتابت میں اس کا حتمال ہے اور اس احتمال کے وقوع کا وہی نتیجہ ہوگا، جیسا حدیث میں ہے:

''امتھو کون أنتم کما تھولت الیھود والنصاری''(مشکوۃ ص ۲۲)۔

اور مثلاً یہ مفسدہ ہوگا کہ حسب تصریح فقہاء اس ترجمہ کو بلا وضو مس کرنا ناجائز ہوگا، کما فی العالمگیریہ: ''ولو کان القراٰن مکتوبا بالفارسیة یکرہ لھم مسه عند ابی حنیفةؒ، وکذا عندھماؒ علی الصحیح، ھکذا فی الخلاصة''(ج۱ص۲۴)''وفیه أیضا إذا قرأاٰیة السجدۃ بالفارسیة فعلیه وعلی من سمعھا السجدۃ'' فھم السامع أم لا إذا اخبر السامع أنه قرأ اٰیة السجدۃ (ص۸۵ج۱)''وھذہ الجزئیة الثانیه تؤید الأولی حیث وجب سجدۃ التلاوۃ بقرأۃ القراٰن بالفارسیة فعلم منه أن الترجمة بالفارسیة لاتخرج القراٰن عن کونه قراٰنا حکما، فلا یجوز مسه للمحدث''۔

اور یقینی بات ہے کہ عامۃ الناس اس ترجمہ کو ایک کتاب خالی از قرآن سمجھ کر ہرگز اس کے مس کیلئے وضو کا انتظام نہ کریں گے، تو ایسا ترجمہ شائع کرنا سبب ہوگا ایک غیر مشروع کا، اور سبب غیر مشروع کا غیر مشروع ہے، اور مثلاً اس کا احترام بھی زیادہ نہ کریں گے اور غیر قابل انتفاع ہوجانے کے وقت مثل دیگر معمولی کتب کے اوراق کے اس کے اوراق کا استعمال بھی کریں گے، تو اس سے یہ بھی ایک محذور لازم آویگا، اور محذور کا سبب لامحالہ محذور ومحظور ہے، اور مثلاً آج تک امت میں کسی نے ایسا نہیں کیا، اور جو کسی نے ایسا کیا تو اس پر انکار کیا گیا، چنانچہ میں نے محمد عبدالرحمن خاں صاحب مرحوم مالک مطبع نظامی سے سنا ہے کہ کسی نے لکھنؤ میں ایسا ہی ایک پارہ چھاپا تھا، مگر علماء نے اس کی اشاعت کی اجازت نہیں دی، تو اس شخص نے اس کے اوراق کو قرآن مجید کی دفتیوں میں چسپاں کرا کر پوشیدہ کردیا، اور اس وقت بھی ایسے ترجمے غیر حامل متن پر علماء کو انکار ہے، نیز اس جواب لکھنے سے قبل ایک مجمع علماء سے میں نے ذکر کیا تو ایک نے بھی اس میں نرمی نہیں فرمائی، بلکہ سب نے شدید انکار کیا، باوجودیکہ دوسری زبان والے مسلمانوں کو اس قسم کی حاجت بھی واقع ہوئی ہے، جس حاجت کی بناء پر اب ایسا کیا گیا ہے، تو باوجود اس کے تمام امت کا انکار کرنا دلیل ہے اجماع کی، اس امر کے مذموم ومنکر ہونے پر جس میں یہ احادیث وارد ہیں۔

''إن اللہ لایجمع أمتی علی الضلالة،وید اللہ علی الجماعة ،ومن شذ شذ فی النار،واتبعوا السواد الأعظم''(مشکوۃ المصابیح)۔

اور مثلاً اب تو قرآن مجید سے کچھ علاقہ بھی ہے، اگر ترجمہ سے بھی مدد لیتے ہیں تو اصل بھی انکے ہاتھ میں ہوتا ہے، اس بہانہ سے کچھ پڑھ بھی لیتے ہیں، اور پھر قرآن سے بالکل ہی بے تعلق ہوجاویں گے، اور بے ساختہ یہ آیت ان پر صادق آنے لگے گی:

’’نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۔ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ‘‘(سورۃ البقرۃ:۱۰۱)۔

اور مثلاً اگر ترجموں میں کچھ اختلاف ہے تو اصل بھی سامنے ہے، اس کو سب نسخوں میں متحد پاتے ہیں، تو اختلاف کا خیال اصل تک نہیں پہونچتا، اور جب ترجمے ہی ترجمے رہ جاویں گے، اور اصل نظروں سے غائب ہوگی، تو اس وقت یہ اختلاف کلام اللہ کی طرف منسوب ہوگا، بعد چندے یہ گمان ہونے لگے گا کہ اصل حکم ہی مختلف ہے، یہ اعتقاد پر اس کا اثر ہوگا، اور عمل پر یہ اثر ہوگا کہ ترجموں کو لے کر آپس میں لڑیں گے اور مراجعت الی الاصل کی توفیق ہوگی نہیں، جو مدار ہوسکتا ہے فیصلہ کا، پس اس آیت کا مضمون ظاہر ہوجاوے گا۔

’’وَمَااخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّاالَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ م بَعْدِ مَاجَآءَ تْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ‘‘(سورۂ بقرہ:۲۱۳)۔

اور مثلاً اب تو ترجمہ کو مستقل کتاب نہیں سمجھتے، قرآن کا تابع سمجھتے ہیں، اگر کہیں مطلب نہیں سمجھتے ہیں یا غلط سمجھتے ہیں یا فصاحت و بلاغت سے گرا ہوا پاتے ہیں تو فہم کا یا مترجم کا قصور سمجھتے ہیں، اور مترجم کو مالک دین کا نہیں جانتے، نیز کسی مترجم کو ہمت تحریف معنوی کی بھی نہیں ہوسکتی، کہ اصل کے سامنے ہونے سے ہر طالب علم اس پر گرفت کر سکے گا۔ اور ایسا ترجمہ اگر ہوا تو اس کو مستقل کتاب سمجھیں گے، کسی کا تابع نہ سمجھیں گے، اور تمام آثار مذکورہ کی اضداد واقع ہوں گی، خصوص مترجمین ہی کا مطبوع مستقل ہوجانا یہ سب سے بڑھ کر آفت ہوگی، اور اہل زیغ کو بہت آسانی سے موقع غلط ترجمہ اور تفسیر کا ملے گا۔ کیونکہ ہر دیکھنے والا حافظ نہیں اور مراجعت اصل کی طرف ہر وقت آسان نہیں ہوتی، کما قال اللہ تعالی: ’’اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ‘‘(سورۂ توبہ:۳۱) اور پھر اسی طرح کے اور بھی بہت سے مفاسد ہیں جن کو انشاء اللہ علماء ظاہر کریں گے، بہر حال ان شبہات کا قرآن کریم کے تعلق سے مکمل خاتمہ ہونا لازم ہے، اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حق تعالی کا ارشاد ہے: ’’وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ‘‘(سورۂ مائدہ:۲)، اور فقہاء نے اسی قاعدہ پر یہاں تک تفریع فرمائی ہے، کہ جس شخص کو بھیک مانگنا حرام ہے اس کو بھیک دینا بھی حرام ہے، کیونکہ اگر دینے والے دیں نہیں تو مانگنے والا مانگنا چھوڑ دے گا، اسی طرح ترجمہ کے متعلق یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ ایسے ترجمہ کو اگر کوئی شخص نہ بقیمت لے اور نہ بلا قیمت تو پھر ایسے تراجم کا سلسلہ بند ہوجاوے اور لینے کی صورت میں سلسلہ جاری رہے گا۔ پس ایسے ترجمہ کا خریدنا یا ہدیہ میں قبول کرنا اعانت ہوگی ایک امر ناجائز کی، اس لئے یہ بھی ناجائز ہے (امداد الفتاوی، ج ۴ ص ۳۹ تا ۴۲)۔

مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہؒ فرماتے ہیں: قرآن صرف معانی کا نام نہیں، چند جملوں کی ترکیب وتنظیم کو قرآن نہیں کہا جاتا، عربی زبان اور اس کے معانی کے مجموعہ کا نام قرآن ہے، اگر کوئی شخص قرآن کریم کا ترجمہ بغیر عربی رسم الخط کے شائع کرے تو ممکن ہے کہ اس سے عامۃ المسلم یا غیر مسلم فی الحال یا مستقبل میں اسی ترجمہ کو قرآن کریم سمجھیں گے، اس طرح

گجراتی، انگریزی اور اُردو ترجمہ ہی کو قرآن سمجھنے سے قرآن کی قدر و قیمت وحیثیت کم ہوجائے گی، اور اہمیت کی حامل یہ حقیقت بھی بھلادی جائے گی کہ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا تھا۔

اس لئے مکمل قرآن کریم کسی اور زبان میں بشکلِ ترجمہ شائع کرنا اور اسے قرآن کا نام نہ دینا چاہئے، خواہ وہ ترجمہ کیسے ہی بڑے عالم وفاضل کا کیا ہوا کیوں نہ ہو!

ساتھ ہی یہ بات بھی مدنظر رہے کہ قرآن سے پہلے کی کتب ساویہ میں تحریفات کے منجملہ دیگر اسباب کے ایک سبب یہ ہوا کہ بعد والوں نے اصل زبان چھوڑ کر اس کے تراجم شائع کرنے شروع کردئے تھے، نتیجۃً بتدریج ان کی اصل مٹ گئی اور صرف ترجمہ ہی رہ گئے، آج بھی بائیبل کی یہی گت جاری ہے، ہمیں بائیبل سے عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے، مسلمانوں کو ایسے کام نہ کرنا چاہئے جس سے مذکورہ مفاسد کا اندیشہ ہو۔

اصل عربی کے ساتھ ترجمہ وتفسیر کسی بھی زبان میں شائع کی جاسکتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، نہ صرف جائز، بلکہ ضروری ہے، مسلمانوں کا تو یہ کام ہی ہے جو نہایت ضروری ہے، اس میں تعاون کرنا کارِ ثواب ہے (فتاوی بنگرہ گجراتی ۵/۲۱۴)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ: ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تنہا ترجمۂ قرآن کی اشاعت جائز نہیں، جب اشاعت جائز نہیں تو خریدنا، ہدیہ اور تقسیم کرنا بھی جائز نہیں، تاہم تنہا ترجمۂ قرآن کو بلاوضوء مس کرنا نا جائز ہوگا۔

۲- غیرعربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: ناگری ہو یا انگریزی ہر دو خط جس میں رسم خط مصحف عثمانی کی رعایت نہ ہوسکے اس میں قرآن کا لکھنا کسی طرح جائز نہیں، کیونکہ کتابت مصحف میں رعایت رسم عثمانی واجب ہے، رہے وہ خط جن میں رعایت رسم خط مذکور ہوسکتی ہے، جیسے فارسی یا اردو نستعلیق وامثالہ، ان میں قرآن کا لکھنا مختلف فیہ بین القولین ہے، مگر اقرب اور راجح یہ ہے کہ ایسے خطوط میں پورا مصحف لکھنا ناجائز ہے، ایک دو آیت اتفاقیہ لکھنے کا مضائقہ نہیں، بغرض الفاظ قرآنی کو صرف عربی خط ہی میں لکھنا چاہیے، ترجمہ وتفسیر کسی دوسری زبان میں اور دوسرے خط میں لکھنے کا مضائقہ نہیں (امدادالفتاوی ۴/۴۴)۔

رسم عثمانی کے ساتھ غیرعربی رسم الخط میں لکھنے کے سلسلہ میں عرض ہے کہ الفاظ قرآنی کو کسی اور رسم الخط میں لکھنا شرعاً ممنوع اور مصالح وقتی کے خلاف ہوگا، اس لئے کہ بعد میں یہ خرابی لاحق ہوگی کہ رسم عثمانی کو حذف کرکے تنہا غیر رسم عثمانی میں شائع کیا جانے لگے گا اور یہ ایک سبب ہوگا غیرمشروع کا۔

حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہؒ فرماتے ہیں: قرآن اپنے متعلق ایک جگہ بیان کرتا ہے کہ'' (بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ

مُّبِيۡنٍ)''(سورۃ الشعراء:۱۹۵)، اس آیت کے متعلق علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ'' بلسان'' سے مراد عربی رسم الخط ہے۔

”وهل تجوز كتابته بقلم غير العربى؟قال الزركشى:لم أر فيه كلاما لأحد من العلماء۔قال:ويحتمل الجواز،لأنه قد يستحسنه من يقرأ بالعربية،والأقرب المنع كما تحرم قراء ته بغير لسان العرب،ولقولهم :القلم أحد اللسان،والعرب لاتعرف قلما غير العربى،وقد قال تعالى:بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيۡنٍ''(الاتقان فی علوم القرآن،فصل فی آداب کتابتہ،ص۱۸۴)تو جب عربی رسم الخط دوسرے رسم الخط میں لکھا جائے گا تو آیاتِ قرآنی کی شکلوں میں تبدیلی ہوگی،اس لئے ممنوع ہوگا۔

عربی رسم الخط کو غیر عربی رسم الخط میں لکھنے اور شائع کرنے میں،خواہ کتنی ہی احتیاط برتی جائے قرأت وتلفظ میں غلطی کا قوی امکان ہے،اس سے وہ مسلمان مرد وخواتین جو عربی سے ناواقف ہیں صحیح نہ پڑھ سکیں گے،ضرور غلط پڑھیں گے،اتنا غلط کہ بعض مقام پر معانی بھی بگڑ جائیں گے،اور یہ بدیہی بات ہے کہ اس کی ذمہ داری جرأت کر کے غیر عربی رسم الخط میں شائع کرنے والے ہی پر آنی چاہئے !

میں اپنے طویل تجربہ کی بنیاد پر کہتا ہوں کہ میں حافظ قرآن ہوں،تاہم مجھے بھی کبھی کبھی گجراتی رسم الخط کے اخبار و رسائل اور آیات قرآنی پڑھنے میں تکلیف محسوس ہوتی ہے،اکثر غلطی کر گیا ہوں،کبھی تو نہ پڑھ سکا،نہ ہی سمجھ سکا،اس کو ویسے چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔

اگر مجھ جیسے ادنیٰ حافظ قرآن کا یہ حال ہے تو عربی سے بالکل ناواقف عام بھائی بہنیں غیر عربی رسم الخط میں شائع ہونے والے قرآن کریم کو کس طرح پڑھ سکیں گے؟ وہ کیسی کیسی غلطیاں کرتے ہوں گے یہ اظہر من الشّمس ہے۔

مرورِ زمانہ کے (۱۵۔۲۰۔۲۵/سال) بعد کیا حال ہوگا ؟ عربی رسم الخط میں تعلیم وتعلم کا سلسلہ اگر چہ بالکل چھوٹ نہ جائے،لیکن نسبت بہت کم تو ہو ہی جائے گی،ہمارے مرد وخواتین غیر عربی زبان پڑھنے کے عادی بن جائیں گے، آج کی عارضی سہولت کو دائمی سہولت سمجھیں گے،خاص کر ہماری ناواقف عوام اسے ایک ضروری سہولت سمجھے گی،نتیجۃً عربی رسم الخط کی اہلیت ختم ہوجائے گی،اور قرآنؐ عربی کی شان باقی نہ رہے گی۔

پھر دنیا کی سب سے زیادہ عظیم کتاب کی شان کیا رہے گی؟ سب سے زیادہ محفوظ آسمانی کتاب کی صحت کیونکر سالم رہ سکے گی؟ کم از کم ان رسم الخط والے علاقوں سے تو رخصت ہو ہی جائے گی۔اور ایسا کبھی کوئی مسلمان سوچ بھی سکتا ہے؟ نہیں،اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو اسلام کے مخالفین واعداءِ دین اس کا بڑا فائدہ اٹھائیں گے،ساتھ ہی ناواقف جاہل مسلمانوں کو مختلف طریقوں سے بہکانے اور گمراہ کرنے کے راستے کتنے وسیع ہوجائیں گے،لہٰذا میرا مشورہ تو یہی ہے کہ یہ جرأت نہ کی

جائے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے بقدر ضرورت عربی سیکھنا ضروری ہے، تاکہ وہ اپنے مذہبی لٹریچر (کتاب) تلاوت قرآن، نماز دیگر عبادات، ادعیہ وغیرہ پڑھ کر یاد کرسکیں۔

المختصر اینکہ ایسے رسم الخط سے یقیناً بچنا چاہئے۔ گجراتی میں قرآن کریم شائع کرنے والے سے خرید کر اس کی حوصلہ افزائی کرنا جائز نہیں، ایسے آدمی کا بائیکاٹ کرنا چاہئے، تاکہ آئندہ ایسا کرنے کی جرأت نہ کرے، یہ کام تو قرآن کے استیصال کے مترادف ہے (فتاوی بسم اللہ ۲/۶۰)۔

''**اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰ نًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ**'' (سورۂ یوسف:۳) ''**إن اعتاد القراء ة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع،،فإن كتب القراٰن وتفسير كل حرف وترجمته جاز**'' (شامی، کتاب الصلاۃ، مطلب فی بیان التواتر والشاذ ۲/ ۱۶۴) ''**وقال أشهب: سئل مالك هل يكتب المصحف على ما احدثه الناس من الهجاء؟ فقال: لا إلا على المصحف اذا وجد فيه كذلك؟قال لا۔قال أبو عمرو يعنى الواو والألف والمزيدتين فى اللفظ نحو الواو فى اولوا، وقال الإمام أحمد يحرم مخالفة مصحف الإمام فى واو أو ياء أو ألف أو غير ذلك، وقال البيهقى فى شعب الإيمان:من كتب مصحفا فينبغى أن يحافظ على الهجاء الذى كتبوا به هذه المصاحف ولا يخالفهم فيه ولايغير مما كتبوه شيئاء فإنهم كانوا أكثر علما وأصدق قلبا ولسانا وأعظم أمانة منا، فلا ينبغى أن نظن بأنفسنا استدراكا عليهم**'' (الاتقان فی علوم القرآن ۴/ ۱۶۸، شاملہ)۔

چونکہ رسم قرآنی کا تعلق فن قراءات سے بھی ہے، اس لئے چند معروضات عرض ہے:

علامہ دانیؒ فرماتے ہیں علماء امت میں سے کوئی بھی اس بات کے خلاف نہیں کہ کلمات قرآنی کو طرف کتابت اولی کے موافق لکھا جائے، اور جمیع علماء ہدی نے اس رسم کو حرام قرار دیا (مقدمہ افضل الدرر)۔

قرآءت ورسم کے محقق عالم علی بن محمد سخاویؒ اپنی سند کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کی کیا رائے ہے قرآن شریف کو رسم قیاسی پر تحریر کیا جائے؟ فرمایا کہ میرے نزدیک یہ جائز نہیں قرآن صرف پہلی کتابت پر ہی تحریر ہونا چاہئے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں واؤ اور یاء وغیرہ میں مصحف عثمانی کے رسم خط کی مخالفت حرام ہے۔

''المنہج فی فقہ الشافعیہ'' کے حواشی میں ہے کہ لفظ ''الربا'' کو واؤ اور الف ہی کے ساتھ رسم عثمانی کے مطابق لکھنا

ضروری ہے (یعنی الربوٰا) اور ''الربیٰ'' یاء کے ساتھ یا ''الربَا'' الف کے ساتھ لکھنا جائز نہیں، کیونکہ رسم سنت متبعہ ہے۔

فقہ حنفیہ کی مستند کتاب ''المحیط البرہانی'' میں ہے: مناسب یہ ہے کہ مصحف کو بغیر رسم عثمانی کے نہ لکھا جائے۔

علامہ نظام الدین نیشاپوریؒ کہتے ہیں: ائمہ کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ قراء، علماء اور اہل کتابت پر واجب ہے کہ مصحف میں رسم عثمانی کی اتباع کریں، کیونکہ یہ رسم حضرت زید بن ثابتؓ کی ہے جو حضرت رسول خدا ﷺ کے امین اور آپ کے کاتب وحی تھے (ایضاح المقاصد شرح عقیلة اتراب القصائد/۱۵، قاری اظہار احمد تھانویؒ)۔

''اعلم أنه ينبغي لكل ذى لب سليم أن يتلقى ماكتبه الصحابة بالقبول والتسليم، كيف لا، وقدأمرنا الشارع ﷺ بالاتباع، وزجرنا عن أنواع المخالفة، والابتداع، روى عنه ﷺ أنه قال: اقتدوا باللذين من بعدى: أبى بكروعمر. زاد السيوطى فى الجامع الصغير: فإنهما حبل الله الممدود من تمسك بهما فقد تمسك بالعروة الوثقى. وقال ﷺ: أصحابى كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم. فيلزمنا اتباعهم، اذ هم الأئمة القدوة والصحابة العمدة، فما فعله صحابى واحد وأمرنا به فلنا الأخذ عنه والاقتداء بفعله واتباع أمره كيف لاوقد اجتمع على كتابة المصحف حين كتبوه اثنا عشر ألفا من الصحابة رضى الله عنهم، ونحن مأجورون على اتباعهم ومأثومون على مخالفتهم؟ فيجب على كل مسلم أن يقتدى بهم وبفعلهم، فما كتبوه بواو فواجب أى يكتب بواو، وماكتبوه بغير واو فواجب أن يكتب بغير واو، ......الخ

قال الإمام أحمد بن حنبلؒ: تحرم مخالفة خط المصحف العثمانى فى واو أو ياء أو الف أو غير ذلك.

وفى شرح ابن غازى: وقد نقل الجعبرى وغيره إجماع الأئمة الأربعة على وجوب اتباع مرسوم المصحف العثمانى، وأجمع أهل الأداء وأئمة القراء على لزوم تعلم مرسوم المصاحف فيما تدعو إليه الحاجة'' (نهاية القول المفيد فى علم تجويد القرآن المجيد، ص ۱۸۷)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ: غیر عربی رسم خط عثمانی میں قرآن کریم کو لکھنا بجز ایک یا دو آیت اتفاقیہ کے، خواہ تنہا ہو یا رسم عثمانی کے ساتھ ہونا جائز ہوگا۔

۳- بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

مفتی احمد صاحب خانپوری ''محمود الفتاوٰی ج ۴'' میں تحریر فرماتے ہیں: کہ قرآن شریف عربی کے علاوہ دوسری

زبان میں لکھنے سے قرآنی رسم الخط جو قرآن کا ایک رکن ہے چھوٹ جاتا ہے، اور تحریفِ رسمی لازم آتی ہے جس سے احتراز ضروری ہے، قرآنی رسم الخط قیاسی نہیں ہے، بلکہ توقیفی اور سماعی ہے، لوحِ محفوظ میں تحریر شدہ قرآن کے رسم الخط کے مطابق ہے، منزل من اللہ ہے، تواتر اور اجماع سے ثابت ہے، اعجازی ہے، اس میں قراءات سبعہ وغیرہ شامل ہے، اور ساری قرائتیں جاری کی جاسکتی ہیں، یہ کمال اور خوبی دوسرے رسم الخط میں نہیں ہوسکتی، لہٰذا اس کا اتباع واجب ہے، اور تبدیلی ناجائز اور حرام ہے، اس لئے دوسرے رسم الخط والے قرآن میں تلاوت نہ کرے، اندھے کے لئے زبانی طور پر جتنا یاد کرنا ممکن ہو اتنا سیکھ لینا چاہئے (محمود الفتاوی ۴/ ۱۵۴)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ: بریل کوڈ میں قرآن کریم کو شائع کرنا جائز نہیں، اندھے کے لئے زبانی طور پر ''ماتجوز بہ الصلاۃ'' کے بقدر یا جتنا یاد کرنا ممکن ہو اتنا سیکھ لینا چاہئے، تاہم بریل کوڈ والے قرآن کریم کو چھونے کے لئے بھی وضوء لازمی ہوگا۔

۴-موبائل پر قرآ مجید:

مسئلہ: آج کل موبائل فون میں پورا قرآن محفوظ کرلیا جاتا ہے، اسے سن بھی سکتے ہیں اور اسکرین پر حروف دیکھ کر پڑھ بھی سکتے ہیں۔ اس طرح کے موبائل فون آن ہو اور قرآن کے حروف نظر آتے ہوں تو اس کا بلا وضو چھونا جائز نہیں۔ ہاں فون بند ہو یا کھلا ہو، مگر قرآن کریم کے حروف اسکرین پر نہ ہوں تو بلا وضو چھونے میں کوئی حرج نہیں۔ دلیل ''الجوہرۃ النیرۃ'' کی یہ عبارت ہے:

''**لایجوز مس شئی مکتوب فیه شئی من القراٰن من لوح أو دراهم أو غیر ذلک إذا کانت آیة تامة**''۔ یعنی کسی ایسی چیز کا چھونا جائز نہیں ہے جس میں قرآن کا کچھ حصہ لکھا ہوا ہو، جیسے تختی یا درہم وغیرہ، بشرطیکہ مکمل ایک آیت ہو (جدید فقہی مسائل: ۱/ ۱۰۴)۔

حضرت اشرف علی تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں: ''ان نقوش میں جب تک پڑھنے کی صلاحیت ثابت نہ ہو حروف مکتوبہ کے حکم میں نہیں، اس لئے اس کا مس کرنا محدث وجنب کو جائز ہے (امداد الفتاوی، ج ۱ ص ۱۹۲، ٹیلیفون کے آداب ومسائل، ص ۳۸۔ ۳۹ مفتی مرغوب احمد لاجپوری)۔

مسئلہ: جس وقت قرآن کریم کے حروف اسکرین (screen) پر لکھے ہوئے آرہے ہوں تو اس حالت میں محدث (بے وضوء شخص) اور جنبی (جس پر غسل واجب ہے) کے لئے اس کا چھونا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس پر قرآن کریم کی تعریف صادق آتی ہے (اہم مسائل جن میں ابتلاء عام ہے، ج ۳ ص ۵۹)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ: جس وقت قرآن کریم کے حروف اسکرین(screen) پر لکھے ہوئے آرہے ہوں تو اس حالت میں محدث (بے وضوء شخص) اور جنبی (جس پر غسل واجب ہے) کے لئے اس کا چھونا جائز نہیں ہے، اور موبائل کے ڈھانچہ اور اس کے ساتھ لاحق، پلاسٹک یا چمڑے کا کور کے ساتھ بھی چھونا جائز نہیں، کیونکہ یہ قرآن کریم کے ساتھ لاحق کپڑا اور کاغذ کے حکم میں ہوگا۔ یہ جزدان کے حکم میں نہیں ہوگا۔

☆☆☆

قرآن مجید کی کتابت میں مصحف عثمانی کی رعایت

مفتی عبدالرحیم الحسنی الکشمیری☆

۱- غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی قدس سرہ اس سلسلے میں اصولی گفتگو فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

(الف) پہلے ایک بات بطور مقدمہ سمجھ لی جاوے پھر اس سے سب سوالات کا جواب آسان ہوگا وہ یہ ہے کہ باجماع صحابہؓ وتابعین اور باتفاق ائمہ مجتہدین پوری امت محمدیہ علی صاحبها الصلاة والسلام کے نزدیک قرآن مجید کی کتابت میں مصحف عثمانی جس کو اصطلاح میں ''امام'' کہا جاتا ہے اس کا اتباع واجب ہے، اس کے خلاف کرنا تحریف قرآن اور زندقہ کے حکم میں ہے اور خصوصاً کلمات قرآن کی ترتیب بدلنا یا اس میں کسی حرف کی کمی زیادتی کرنا تو کھلی تحریف ہے جس کو کوئی ملحد بھی صراحتاً تجویز نہیں کرسکتا۔

چنانچہ مصر کے شیخ القراء شیخ محمد بن علی الحداد نے اپنے رسالہ ''خلاصۃ النصوص الجلیہ'' میں رسم خط مصحف عثمانی کے اتباع کو بارہ ہزار صحابہ کرامؓ کے اجماع سے ثابت کیا ہے اور فرمایا ہے:

'' أجمع المسلمون قاطبة على وجوب اتباع رسم مصاحف عثمان ومنع مخالفتهم (ثم قال) قال العلامه ابن عاشر ووجه: وجوبه ما تقدم من إجماع الصحابة عليه وهم زهاء اثنىٰ عشر ألفا والإجماع حجة حسبما تقرر في أصول الفقه ''(نصوص جلیہ ص ۲۵)۔

مزید آگے لکھتے ہیں:

یہ قرآن اگر اس طرح طبع کیا جاوے کہ ایک صفحہ میں قرآن کا متن عربی، مگر رسم خط تامل میں لکھا جائے اور دوسرے صفحہ میں تامل زبان کا ترجمہ لکھا جائے تو یہ باجماع امت حرام وناجائز ہے اور تحریف قرآن کے حکم میں ہے بوجوہ ذیل:

☆ صدر مفتی ومہتمم دارالعلوم المصطفوی، محلہ توحید گنج بارہ مولہ کشمیر۔

(الف) اس لیے کہ ایسا کرنا مصحف عثمانی کے رسم خط کی تغییر وتبدیلی ہے جو باجماع حرام ہے۔

(ب) تامل زبان میں بہت سے ایسے حروف موجود نہیں جو قرآن کریم میں پائے جاتے ہیں مثلاً (ذ، ز،ض، ظ) ان سب حروف کو (جہاں تک احقر کو معلوم ہوا) تامل زبان میں ایک ہی نقش سے ادا کیا جاتا ہے، حالانکہ ان حروف کے بدلنے سے معانی بدل جاتے ہیں، اس لئے ایسا کرنا قرآن مجید کی کھلی ہوئی تحریف ہے۔

(ج) اگر تامل رسم خط میں انگریزی کی طرح حرکات زیر وزبر کو بشکل حروف لکھا جاتا ہے تو یہ ایک دوسری تحریف قرآن ہے کہ حروف کی زیادتی قرآن کے ہر کلمہ میں کی جائیگی۔

(د) اس وجہ سے بھی اس طرح قرآن کی کتابت واشاعت مکروہ ومذموم ہے کہ اس میں قرآن کو ترجمہ کا تابع بنادیا گیا ہے جو قلب موضوع اور خلاف ادب ہے۔

(ھ) ایک وجہ اس طرز کے عدم جواز کی یہ بھی ہے کہ اس میں تشبہ ہے کفار عجم کے ساتھ جنکا یہ مخصوص رسم خط ہے۔

(و) ایک وجہ یہ بھی کراہت کی ہے کہ بائیں جانب سے شروع کرنا علاوہ تشبہ بالکفار کے خود بھی خلاف سنت اور خلاف ادب ہے۔

نیز ۱۳۵۹ھ میں جب جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبہ متحدہ ناظر باغ کانپور سے قرآن مجید کو ہندی رسم خط میں شائع کرنے کی تجویز ہوئی تو علماء نے مخالفت کی۔ دارالعلوم دیوبند میں بھی اس وقت استفتاء اس کے بارے میں آیا۔ اس وقت احقر دارالعلوم کی خدمت فتویٰ انجام دیتا تھا۔ اس سوال کی اہمیت کے خیال سے احقر نے اس کو دارالعلوم کی مجلس علمی کے مشورہ میں رکھا مجلس علمی کے صدر حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ نے اپنے قلم سے اس پر مضمون ذیل تحریر فرمایا:

’’ہندی رسم الخط میں بہت سے وہ حروف نہیں ہیں جو کہ عربی زبان اور قرآن میں پائے جاتے ہیں اور اسی لئے ہندی میں ان کے لئے کوئی صورت تجویز نہیں کی گئی ہے مثلاً (ذ، ز، ظ، ض) کو ایک ہی نقش سے ادا کیا جاتا ہے حالانکہ ان حروف کے فرق سے معانی بدل جاتے ہیں، اس لئے قرآن مجید کو رسم الخط ہندی میں لکھنا تحریف ہوگا جو قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔ ۱۴ شعبان ۱۳۵۹ھ‘‘

یہ فتویٰ پوری مجلس علمی کے اتفاق سے لکھا گیا جس میں حضرات ذیل شریک تھے:۔ (۱) حضرت مولنا سید حسین احمد صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند، (۲) حضرت مولنا سید اصغر حسین صاحب محدث دارالعلوم دیوبند، (۳) حضرت مولنا شبیر احمد صاحب عثمانی شیخ الحدیث والتفسیر وصدر مہتمم دارالعلوم دیوبند، (۴) حضرت مولنا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، (۵) حضرت مولنا اعزاز علی صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند، مذکور الصدر فتویٰ مسئلہ زیر بحث، یعنی تامل زبان میں

قرآن مجید لکھنے پر بھی حاوی ہے کما لا یخفیٰ (جواہر الفقہ ص ۷۴۔۸۹ ج ۱)۔

اسی مسئلہ پر حضرت مفتی سید عبدالرحیم لاجپوریؒ اپنے مشہور ومقبول فتاویٰ رحیمیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

گجراتی میں قرآن شریف لکھنا:

سوال نمبر ۸: گجراتی حروف میں پورا قرآن اس طرح لکھا جائے کہ زبان اور تلفظ عربی ہی رہے تو اس میں کوئی حرج ہے؟ ان پڑھ آدمی جو عربی میں قرآن شریف پڑھے ہوئے نہ ہوں وہ کلام پاک کی تلاوت کے ثواب سے محروم رہتے ہیں، ان کی سہولت اور خیر خواہی کے لئے مذکورہ طریقے پر پورا قرآن گجراتی حروف میں لکھنا اور اس میں تلاوت کرنا ثواب کا کام ہے یا نہیں؟ اس کو مع دلائل تفصیل سے سمجھائیں؟

(الجواب):۔ قرآن شریف گجراتی حروف میں لکھنے سے قرآنی رسم الخط جو قرآن کا ایک رکن ہے، چھوٹ جاتا ہے اور تحریفِ رسمی لازم آتی ہے، جس سے احتراز ضروری ہے۔ مثلاً بسم اللّٰہ کو گجراتی حروف میں لکھا جائے تو لفظ اللّٰہ اور لفظ رحمٰن اور لفظ رحیم کی ابتداء کے دو حروف (الف لام) تحریر میں نہیں آئیں گے بسم لله رحمٰن رحیم لکھا جائیگا اس طرح لکھنے میں صرف بسم اللہ شریف میں چھ حروف کی کمی آجاتی ہے۔

تو غور فرمایئے! پورا قرآن شریف گجراتی میں لکھا جائے تو کتنے حروف کم ہوجائیں گے، حالانکہ معانی کی طرح حروف بھی قرآن ہونے میں شامل ہیں۔ دوسری جانب صورت یہ ہے کہ بعض آیتوں میں حروف زائد ہوجائیں گے مثلاً الٓمٓ میں قرآنی رسم الخط کے بموجب صرف تین حروف ہیں، لیکن گجراتی میں لکھا جائے تو نو حروف ہوجائیں گے۔ اب حساب لگایئے پورے قرآن شریف میں کتنی کمی بیشی ہوجائیگی اس کے علاوہ حقیقت یہ ہے کہ قرآنی رسم الخط قیاسی نہیں ہے، بلکہ توقیفی اور سماعی ہے لوح محفوظ میں تحریر شدہ قرآن کے رسم الخط کے مطابق ہے، منزّل من اللہ ہے، تواتر اور اجماع سے ثابت ہے، اعجازی ہے، اس میں قرآت سبع وغیرہ شامل ہیں، اور ساری قرآتیں جاری کی جاسکتی ہیں، یہ کمال اور خوبی گجراتی رسم الخط میں نہیں ہوسکتی، لہٰذا اس کی اتباع واجب اور تبدیلی ناجائز اور حرام ہے۔ طریقہ یہ تھا کہ جب کلام پاک کی کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی، تو آنحضرت ﷺ کاتبین وحی میں سے کسی کو بلا کر لکھواتے اور ہر لفظ کا رسم الخط کاتب وحی کو تعلیم فرماتے جسے آنحضرت وحی اور حضرت جبریلؑ کی معرفت سے سیکھتے تھے۔ جب خلیفہ اول حضرت صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں یہ طے ہوا کہ جو آیتیں اور سورتیں لکھی ہوئی مختلف حضرات کے پاس ہیں ان سب کو کتابی صورت میں ایک جگہ کردیا جائے تو کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ نے بڑی احتیاط اور پوری توجہ سے اسی اصلی رسم الخط کے مطابق جو آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے

موجب آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں لکھا گیا تھا پورا قرآن شریف لکھا، اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن لکھوایا تو انہیں کاتب الوحی حضرت زید بن ثابتؓ کو وہ عظیم الشان خدمت سپرد ہوئی، جب کہ پچاس ہزار صحابہؓ موجود تھے، لہذا اس مصحف عثمانی کے رسم الخط کا خلاف کرنا جائز نہیں ہے۔ چاروں ائمہ ؒ اس رسم الخط کو ضروری مانتے ہیں۔ خدائے پاک کا ارشاد ہے۔{ اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ }(ترجمہ) ہم ہی نے قرآن نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں (سورۃ الحجر آیت ۹)۔

مذکورہ ارشاد میں صرف قرآنی الفاظ کے حفاظت کا وعدہ نہیں ہے، بلکہ الفاظ، معانی اور رسم الخط سب ہی کی حفاظت کا وعدہ اور پیشنگوئی ہے۔ لہذا اسکا خلاف کرنا جائز نہیں ہے۔ معانی اور علوم قرآن کی حفاظت میں علمائے دین مشغول ہیں تو الفاظ، عبارت اور طرزِ ادا کی حفاظت میں قرّاء منہمک ہیں اور رسم الخط کی حفاظت کاتبین قرآن کررہے ہیں جن کی پیروی ہم پر لازم ہے۔

مذکورہ بالا خرابیوں کے علاوہ یہ بھی کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ:۔

(۱) عربی میں ''ح'' اور ''ہ'' میں فرق ہے گجراتی میں نہیں۔

(۲) عربی میں ''ق'' اور ''ک'' میں فرق ہے گجراتی میں نہیں۔

(۳) عربی میں ''ء'' (ہمزہ) اور ''ع'' الگ الگ ہیں گجراتی میں نہیں۔

(۴) عربی میں ''ت'' اور ''ط'' جدا جدا ہیں گجراتی میں نہیں۔

(۵) عربی میں ''س'' اور ''ص'' اور ''ث'' میں فرق ہوتا ہے گجراتی میں نہیں۔

(۶) عربی میں ''ذ'' ''ض'' ''ز'' اور ''ظ'' میں فرق ہوتا ہے گجراتی میں نہیں۔

مطلب یہ کہ عربی میں جس طرح ہ اور ح، ق اور ک، ع اور ء، اور ت، ط اور س، ص، ث اور ذ، ض، ز، ظ کے رسم الخط اور ادائیگی میں میں نمایاں فرق ہے، یہ فرق اور امتیاز گجراتی میں نہیں ہے، اگر علامتیں مقرر کی جائیں پھر بھی ناقص ہیں، جس میں تحریر اور رسم الخط کی تحریف کے ساتھ ساتھ ادائیگی میں نمایاں فرق ظاہر ہوگا، جس سے بیسیوں غلطیاں اور غلط تلفظ سے حروف میں تبدیلی آنے کی وجہ سے مطلب بھی بدل جائیگا۔ اور ثواب کی جگہ عقاب اور رحمت کی جگہ لعنت کا حقدار ہوگا، جیسا کہ مشہور فرمان ہے: رُبَّ تال یلعنہ القرآن۔ (یعنی) بہت سے قرآن کے تلاوت کرنے والے ایسے ہیں کہ جن پر قرآن لعنت کرتا ہے۔

حضرت امام ابن الجوزیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ بیشک جس طرح امت کے لئے مطلب قرآنی کا سمجھنا اور اس کے حدود کو قائم رکھنا عبادت ہے، اسی طرح صحیح پڑھنا اور حروف کو طریقے کے مطابق ٹھیک ٹھیک ادا کرنا بھی عبادت ہے۔قرآن شریف قابل استاد کے پاس صحیح تلفظ سے پڑھے بغیر عربی رسم الخط میں بھی صحیح پڑھنا دشوار ہے تو ان پڑھ آدمی گجراتی رسم الخط میں کس طرح صحیح پڑھ سکتا ہے؟ صحیح پڑھنا دشوار ہے، اس سے بہتر تو یہ ہے کہ جو سورتیں زبانی صحیح یاد ہیں وہی پڑھا کرے، مگر گجراتی میں نہ پڑھے کیونکہ غلط پڑھنا حرام ہے۔ (اتقان، درمختار،۔شامی، فتاویٰ ابن تیمیہ شرح جزری ملا علی قاری وغیرہ) (بحوالہ فتاوی رحیمیہ ج ۳ ص ۱۶، ۱۷)۔

نیز علم تجوید کی معروف کتاب ''فتح الرحمان فی شرح خلاصۃ البیان'' میں مرقوم ہے:

اور امام خراز رسم عثمانی کے خلاف قرآن کریم کی کتابت سے متعلق فرماتے ہیں۔

ے وکیف لا یجب الاقتداء لما أتی نصابه الشفاء

إلی عیاض أنه من غیر ا حرفا من القرآن عمدا کفرا

زیادة أو نقصا أو أن یبدلا شیئا من الرسم الذی تأصلا

علامہ شاطبیؒ قصیدۂ رائیہ کی ابتداء میں رسم عثمانی کی اتباع کو ضروری وواجب قرار دیتے ہوئے امام مالکؒ سے متعلق فرماتے ہیں:

ے وقال مالک القرآن یکتب بال کتاب الأول لا مستحدثا سطر ا

اتباع رسم کے اس وجوب اور اس کے خلاف عدم جواز کو متن میں'' لایجوز مخالفته کتابة ولا قراء ة '' سے بیان فرمایا۔

رسم الخط کی تعریف سے معلوم ہوا گیا کہ رسم الخط میں مصحف سیدنا عثمانؓ کی اتباع اصل ہے، اس لیے کہ صحابہ کرامؓ نے قرآن کریم کی کتابت میں اس کا اہتمام بلیغ فرمایا ہے کہ قرآن کریم کا جو کلمہ سرکار دو عالم ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق جیسا لکھا گیا ہے اس کو ویسا ہی لکھا جائے، اس لئے کہ لوح محفوظ سے بواسطہ جبریلؑ اسی انداز پر لکھنا آپ ﷺ کو پہنچایا تھا اس میں کسی کے اجتہاد اور عقل کو دخل نہ تھا یہی وجہ ہوئی کہ ائمہ امت نے رسم عثمانی کے خلاف قرآن کریم کے لکھنے کو ناجائز قرار دیا ہے چنانچہ'' صاحب نہایہ'' فرماتے ہیں:

''قال الإمام أحمد بن حنبلؒ: تحرم مخالفة خط المصحف العثمانی فی واو أو یاء أو الف أو غیر ذالک، وفی شرح ابن غازی وقد نقل الجعبری وغیره: إجماع الأئمة الأربعة علی وجوب اتباع

مرسوم المصحف العثمانی " نهایه ۲۳۸) (فتح الرحمان فی شرح خلاصۃ البیان ص ۴۲۲، ۴۲۳)۔

فرانس کے دارالحکومت پیرس میں ۲۰ تا ۲۲ شوال ۱۴۰۸ھ (۶ تا ۸ جون ۱۹۸۸ء) ایک عالمی کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا۔ اس کانفرنس کا مقصد تحریف قرآن کی کوششوں بالخصوص غیر عربی حروف میں کتابتِ قرآن پر پابندی لگانا تھا، کانفرنس میں فرانس کے علاوہ مکۃ المکرّمہ، مدینہ منورہ، دمشق، اورانقرہ کے نامور علماء اور ممتاز دانشوروں نے شرکت کی۔

کانفرنس کے تمام شرکاء نے متفقہ طور پر یہ قرارداد پاس کی کہ حفظ وقرأت کی سہولت کے بہانے غیر عربی حروف میں قرآن کی اشاعت کسی طور پر بھی درست نہیں قرار دیجاسکتی یہ دراصل تحریف کی ایک کوشش ہے ایسا کرنا مطلق حرام ہے، قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا ہے اس کی کتابت وتلاوت صرف عربی زبان ہی میں ہونی چاہئے، (اخبار العالم الاسلامی مکۃ المکرّمہ، بحوالہ مجلّہ ششماہی علوم قرآن علی گڑھ ۶ جون ۱۹۸۸ء ص ۱۵۳)۔

المجمع الفقہ الاسلامی مکہ مکرمہ کا اس مسئلہ میں حتمی فیصلہ:

مصحف عثمانی کے رسم الخط میں تبدیلی:

(الف) اکیڈمی کے اجلاس میں جدہ کے شیخ ہاشم وہبہ عبدالعال کا وہ خط پیش ہوا جس میں انہوں نے ''مصحف عثمانی کے رسم الخط کی املائی رسم الخط میں تبدیلی'' کے موضوع کا ذکر کیا ہے، نیز اس بابت ھیئۃ کبار العلماء ریاض کی قرارداد نمبر (۷۱) مورخہ ۲۱/۱۰/۱۳۹۹ھ کو بھی پیش نظر رکھا جس مین عثمانی رسم الخط ہی میں قرآن شریف کو باقی رکھنے کے درج ذیل اسباب ذکر کئے گئے ہیں:

۱...... یہ ثابت ہے کہ عثمانی رسم الخط میں قرآن شریف کریم کی کتابت حضرت عثمانؓ کے عہد میں انجام پائی، انہوں نے کاتبین کو حکم دیا کہ قرآن کریم کی کتابت ایک مقررہ رسم الخط میں کریں، صحابہ کرامؓ نے ان سے اتفاق کیا، اور تابعین بھی اسی راہ پر گامزن رہے، اور آج تک ہر دور کے لوگوں نے اس کی پابندی کی، نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم پر میری سنت اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی ضروری ہے''، لہذا حضرت عثمانؓ اور تمام صحابہ کرام کی پیروی اوران کے اجماع پر عمل کرتے ہوئے قرآن کریم کو اسی رسم الخط میں تحریر کرنا متعین ہوجاتا ہے۔

۲...... عثمانی رسم الخط کو چھوڑ کر موجودہ رائج املائی رسم الخط کو پڑھنے کی آسانی کی غرض سے اختیار کرنا دراصل پھر دوسری تبدیلی کو دعوت دینا ہے، کیونکہ یہ املائی رسم الخط ایک نوع کی اصطلاح ہے جو آئندہ کسی دوسری اصطلاح میں بدل سکتی ہے، اوران تبدیلیوں کے نتیجہ میں قرآن کے بعض حروف میں کمی وزیادتی اور تبدیلی کی صورت میں قرآن کے اندر تحریف کا

باعث بن جائیگی، اور گذرتے ایام کے ساتھ قرآن کے مختلف نسخوں میں فرق واقع ہوجائے گا، اور اسلام دشمنوں کو قرآن کریم پر انگشت نمائی کا موقع مل جائیگا ، اسلام نے شر کے ذرائع اور فتنہ کے اسباب پر ممانعت و بندش لگائی ہے۔

۳......قرآن کریم کی کتابت میں اگر عثمانی رسم الخط کی پابندی نہ کی جائے تو اللہ کی کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ جائیگی کہ جب جب کسی انسان کو کوئی نیا خیال سمجھ میں آئے گا تو اسے بروئے کار لے آئیگا، کوئی اسے لاطینی زبان میں اور کوئی کسی اور زبان میں تحریر کرنے کی تجویز پیش کریگا، جو ایک خطرناک عمل ہے، اور مفاسد کا ازالہ مصالح کی حصولیابی سے زیادہ اہم ہے۔

اجلاس میں اس موضوع پر غور خوض اور مذکورہ اسباب کے پیش نظر بالاتفاق فیصلہ کیا گیا کہ ''هيئة کبار العلماء سعودی عرب'' کی اس قرارداد کی تائید کی جائے کہ قرآن کے عثمانی رسم الخط میں تبدیلی جائز نہیں ہے، اور موجودہ رسم الخط ہی میں اسے باقی رکھنا واجب ہے، تاکہ ایک دائمی دلیل و حجت اس بات کی ہو کہ قرآن کے متن میں کسی قسم کی تحریف یا تبدیلی نہیں ہوئی ہے، اس کی پابندی ہی میں صحابہ کرامؓ اور ائمہ سلفؒ کی پیروی واتباع بھی ہے، جہاں تک بچوں کے لئے قرآن کریم کی تعلیم میں آسانی پیدا کرنے کا سوال ہے جو موجودہ املائی رسم الخط کے عادی ہوتے ہیں، تو اس ضرورت کی تکمیل اساتذہ کی تلقین سے ہوجاتی ہے، کیونکہ قرآن کی تعلیم کے لئے اساتذہ کی ضرورت سے کسی حال میں بھی بے نیاز نہیں ہوا جاسکتا ہے، وہ یہ طریقہ اپنا سکتے ہیں کہ بچوں کو تعلیم دیتے وقت عثمانی رسم الخط میں تحریر آیات کو املائی رسم الخط میں لکھ کر تعلیم دیں، بالخصوص جبکہ یہ محسوس کیا جائے کہ ایسے حروف کی تعداد تو کم ہے، لیکن وہ قرآن کریم میں بار بار آتے ہیں، جیسے لفظ صلوٰۃ (نماز)، سمٰوات (آسمانوں) وغیرہ، جب بچے ایسے بار بار آنے والے الفاظ کو عثمانی رسم الخط میں سیکھ لیں گے تو پڑھنا آسان ہوجائیگا، جیسا کہ ''ھذا'' اور ''ذلک'' کے رسم الخط میں ہوتا ہے (بحوالہ المجمع الفقہی الاسلامی مکہ مکرمہ کے فقہی فیصلے (ص ۱۴۵ تا ۱۴۶)۔

۲-بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت:

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ جواہر الفقہ میں اس مسئلہ پر تفصیل سے کلام فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف کا فقط ترجمہ بغیر عربی الفاظ کے شائع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا صرف ترجمہ چھاپنے والا ہی مجرم ہے یا دوسرے خرید وفروخت کرنے والے بھی، حال میں پنجاب میں ایک ترجمہ ایسا چھپا ہے جیسے انجیل وغیرہ کا صرف ترجمہ چھپا ہوا ہے۔

الجواب:۔قرآن مجید کا صرف ترجمہ بغیر عربی الفاظ کے لکھنا اور لکھوانا اور شائع کرنا باجماع امت حرام ہے اور

باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع ہے، جیسا کہ روایات ذیل میں اس کا ناجائز وحرام ہونا مذاہب اربعہ سے ثابت ہے اور جب کہ اس کا لکھنا اور شائع کرنا ناجائز ہوا تو اس کی خرید وفروخت بھی بوجہ اعانت معصیت کے ناجائز ہوگی، اس لئے اس کا فروخت کرنے والا اور خریدنے والا بھی گناہ گار ہوگا۔ اور چھاپنے اور شائع کرنے والے کو بھی اپنے عمل کا گناہ ہوگا۔ اور جتنے مسلمان اس کی خرید وفروخت کی وجہ سے گناہ گار ہونگے وہ اس کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جاوے گا لقولہ تعالیٰ: "**ومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها**" (سورۂ نساء:۸۵)۔ روایات جن سے حکم مذکور ثابت ہے حسب ذیل ہیں۔

الف: حضرات احناف رحمہم اللہ کا فتویٰ

"**ومنها ما فى الكافى: أنه ولو أراد أن يكتب مصحفا بالفارسية يمنع**"۔ کافی میں ہے کہ اگر کوئی فارسی میں قرآن شریف لکھنے کا ارادہ کرے تو روک دیا جائے گا۔

"**ومنها ما قال فى شرح الهداية فتح القدير للمحقق الكمال ابن همام** ؒ **وفى الكافى: إن اعتاد القرأة بالفارسية أوأراد أن يكتب مصحفا بها يمنع، فإن فعل آية او آيتين لا، فإن كتب القرآن وتفسير كل حرف وترجمته جاز**"۔

ہدایہ کی شرح کمال ابن ہمام کی تصنیف فتح القدیر اور کافی میں ہے کہ اگر کوئی فارسی میں تلاوت کی عادت کرے یا فارسی میں لکھنے کا قصد کرے تو اس کو روک دیا جائے ہاں اگر ایک دو آیت کرے تو نہ روکا جائے۔ لیکن اگر الفاظ قرآن شریف بھی لکھے اور ہر ہر حرف کا ترجمہ وتفسیر لکھے تو جائز ہے۔

علامہ محقق ابن ہمامؒ کی عبارت سے اس تفصیل کی بھی تصریح ہوگئی کہ فارسی (یا کسی اور عجمی) زبان میں قرآن کا محض ترجمہ لکھنا جو ممنوع ہے ایک دو آیت کا ترجمہ لکھنا اس میں داخل نہیں، بلکہ پورا قرآن یا اس کا کوئی معتد بہ حصہ اس طرح لکھنا حرام ہے، نیز یہ کہ اگر اصل عبارت عربی کے نیچے یا حاشیہ وغیرہ پر ترجمہ اور تفسیر لکھی جاوے تو وہ بھی ممنوع نہیں۔

پھر عبارات مذکورہ میں چونکہ بطور مثال فارسی زبان کا ذکر تھا جس سے یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ یہ ممانعت ممکن ہے کہ کسی وجہ سے فارسی زبان کے ساتھ مخصوص ہو اس لئے علامہ شرنبلالیؒ نے روایات مذکورہ بالا نقل کرنے کے بعد فرمایا:

"**قدمنا حكاية الإجماع على منع كتابة القرآن العظيم بالفارسية وأنه إنما نص على الفارسية لافادة المنع بغيرهابالطريق الأولىٰ، لأن غيرها ليس مثلها فى الفصاحة، ولذا كانت فى الجنة مما يتكلم به كالعربية كما تقدم**" (النفحۃ القدسیۃ ص ۳۲)۔

ترجمہ:۔ قرآن شریف کو فارسی میں لکھنے کی ممانعت پر اجماع کو تو ہم پہلے کہہ چکے ہیں، اب یہ ہے کہ فارسی کی تصریح

اس لئے کی گئی ہے، تاکہ دوسری زبانوں میں ممنوع ہونا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوجائے، کیونکہ کوئی اور زبان فارسی سے فصیح نہیں ہے یعنی عربی کی طرح جنت میں فارسی بھی بولا کریں گے، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

اسی مسئلہ پر مفتی کفایت اللہ صاحبؒ رقم طراز ہیں:

قرآن مجید کا بغیر متن کے محض ترجمہ شائع کرنا کیسا ہے؟

کیا قرآن شریف کا ایسا ترجمہ جس میں عربی عبارت بالکل نہ ہو اور بامحاورہ عبارت ہو شائع کرنا درست ہے۔

المستفتی:۔ ۱۱۹۸ نیاز احمد صاحب (لاہور) ۷ رجب ۱۳۵۵ھ م ۲۳ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۲۸) قرآن مجید کی اصل نظم عربی اور اس کی خصوصیات کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ اس کی عبارت ترجمہ کے ساتھ ضرور رہے۔ خالص ترجمہ کی اشاعت میں تغیر وتبدیل کے امکانات زیادہ ہیں، اس لئے اس پر اقدام کرنا مسلمانوں کے لئے قریب صواب نہیں (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

"إن اعتاد القراء ة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع ...." (الشامیۃ: ۱/۴۸۶، بحوالہ کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۲۸)۔

حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ مسئلہ زیر بحث پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں:

(سوال ۱۰) قرآن مجید کا ترجمہ انگلش وغیرہ زبانوں میں کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) ہاں! تبلیغ کے مقصد سے کر سکتے ہیں فقط واللہ اعلم بالصواب۔

"قرآن مجید کا ترجمہ بلاوضو چھو سکتے ہیں"؟

(سوال ۱۱) مذکورہ ترجمہ کو بلاوضو چھو سکتے ہیں یا نہیں؟ اور غیر مسلم کے ہاتھوں میں دے سکتے یا نہیں؟

(الجواب) ترجمہ مسلمانوں کے حق میں قرآن کا حکم رکھتا ہے، لہذا بلاوضو کے نہ چھوئے۔ غیر مسلم کو تبلیغ کی غرض سے دے سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۹)۔

نیز حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے اس مسئلہ کا جواب کچھ اس طرح لکھا ہے:

ترجمہ قرآن بغیر عربی عبارت کے:

سوال:۔ (۱۱۳۷): قرآن شریف کو بغیر عربی کے صرف اردو ترجمہ کے ساتھ چھاپنا کیسا ہے اور اس کو خریدنا اور پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً:

بغیر عربی کے محض اردو یا کسی بھی زبان میں قرآن شریف کولکھنا چھاپنا منع ہے، اتقان میں اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل ہے(۱)۔

قال العلامۃ الشامی: ’’فی الفتح عن الکافی: إن اعتاد القراء ة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع ۔اھ ‘‘ (شامی:۳۲۶/۱)۔

اس سے خریدنے اور بیچنے کی بھی ممانعت معلوم ہوگئی۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۳ص ۵۱۰ تا ۵۱۲)۔

۳-موبائل پرقرآن مجید:

اس مسئلہ پر پورے غور وخوض اور علمائے کرام ومفتیان عظام کے فتاویٰ کو پیش نظر رکھنے کے بعد یہی بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ موبائل کے ڈھانچہ کو’’غلاف متجاف‘‘ یعنی ایسا غلاف تصور کیا جائے گا جس کو بغیر وضو چھونے کی شرعاً اجازت ہے، کیونکہ موبائل اب عوام وخواص کی زندگی کا ایک جز ولاینفک بن چکا ہے اور قرآن مجید ودینی کتب ومعلومات اگر اس میں اسٹور ہوں اور ان سے استفادہ بھی کیا جائے تو غالب تعداد میں موجود ان لاکھوں ویب سائٹوں کے زہریلے وخوفناک اثرات سے انسانیت بالخصوص افراد ملت اسلامیہ بڑی حد تک محفوظ رہ سکتے ہیں ورنہ تو اللہ ہی حافظ ہے:

’’.....لا يجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف إلا بغلاف متجاف عنه كالخريطةوالجلد الغير المشرزلا بما هو متصل به هو الصحيح هكذا فى الهداية ، وعليه الفتوىٰ، كذا فى الجوهرة النيرة، و الصحيح منع مس حواشى المصحف والبياض الذى لا كتابة عليه هكذا فى التبيين ......، ولا يجوز مس شئى مكتوب فيه شئى من القرآن من لوح أو دراهم أو غير ذالک إذا كان آية تامة هكذا فى الجوهرة النيرة‘‘(فتاویٰ ھندیہ ص ۳۸۔۳۹ ج ا دارالکتاب دیوبند)۔

۴-قرآنی آیات کے کیسٹ بے وضو چھونا:

لکھی ہوئی آیات کو ناپاکی کی حالت میں چھونا درست نہیں، اس پر سبھوں کا اتفاق ہے۔کیسٹ، ظاہر ہے کہ تحریر نہیں ہے۔اس لئے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۲۸۰۔۱۳۶۲ھ) نے اس کو بے وضو بھی چھونے کی اجازت دی ہے (امدادالفتاویٰ ۱۴۵/۱) اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ یہ زیادہ سے زیادہ ’’قرآن کی آواز‘‘ ہے، اور قرآن کی آواز کے جسم سے

مس ہونے کے لئے پاکی ضروری نہیں، ورنہ تو جنبی کے لئے قرآن کا سننا بھی درست نہیں ہوتا۔

لیکن مسئلہ کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ’’قرآن‘‘ کو چھونے کی ممانعت کا اصلی سبب اس کا ’’مکتوب ہونا‘‘ نہیں ہے۔ بلکہ قرآن مجید کا احترام ہے۔ یہ تحریر الفاظ قرآنی کا نقش ہے۔ جو قرآن مجید پر دلالت کرتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح ’’کیسٹ‘‘ آواز قرآنی کا نقش ہے جو قرآن مجید پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے اگر کاغذ کا احترام واجب ہو جن میں الفاظ محفوظ کئے گئے ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان فیتوں کا احترام واجب نہ ہو جن میں قرآن کی آواز کو محفوظ کیا گیا ہو۔ اس لئے آیات قرآنی کے کیسٹ بھی بلا وضو چھونا مناسب نہیں، اور کم سے کم احتیاط کے خلاف ہے۔ جنبی کے لئے سماعت قرآن کے جائز ہونے سے استدلال محل غور ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید سننے میں سننے والے کے اختیار کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ یہ آواز بے اختیار اس کے کانوں تک پہنچتی ہے۔ اس کے برخلاف کیسٹ چھونے میں خود چھونے والا اپنے اختیار سے یہ کام کرتا ہے۔ البتہ فیتہ کے اوپر جو پلاسٹک کا کیس ہے اس کی حیثیت غلاف کی ہوگی اور اس کے ساتھ چھونے میں مضائقہ نہیں۔

۵-جنابت میں قرآن کی کتابت وٹائپ:

جنابت کی حالت میں قرآن مجید کا لکھنا درست نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر کاغذ اس طرح ہو کہ اس پر ہاتھ رکھنے کی نوبت نہ آئے تو بھی درست نہ ہوگا۔ چاہے ایک آیت سے بھی کم کیوں نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنبی کے لئے قرآن مجید کی کمپوزنگ اور اس کو ٹائپ کرنا بھی درست نہ ہوگا‘‘ **والجنب لا يكتب القرآن وإن كانت الصحيفة على الأرض ولا يضع يده عليها وإن كا ن ما دون الآية‘‘** (الفتاویٰ الهندیہ ا ص ۲۰)۔

جنبی قرآن مجید کی کتابت نہ کرے خواہ ایسا ہی کیوں نہ ہو کہ کاغذ زمین پر ہو اور وہ اس پر اپنا ہاتھ نہ رکھے، چاہے وہ ایک آیت سے کم ہی کیوں نہ ہو۔

اگر وضو نہ ہو تو اس طرح لکھ سکتا ہے کہ ہاتھ کاغذ سے نہ لگے۔

’’ولا تكره كتابة القرآن والصحيفة واللوح على الأرض ‘‘ (الدرالمختار ج ا ص ۱۸)۔

بے وضو کے لئے قرآن کی کتابت اس طرح مکروہ نہیں ہے کہ کاغذ اور تختی زمین پر ہو۔

مگر اس میں بھی اختلاف ہے اس لئے احتراز بہتر ہے۔ یہ حکم جس طرح کتابت کے لئے ہے اسی طرح ٹائپ اور کمپوزنگ کے لئے بھی ہے۔

قرآن مجید کی غلاف نما جلد:

قرآن مجید کی ایک جلد تو وہ ہے جو جلد سازی میں قرآن کے اوراق کے ساتھ پیوستہ کر دی جاتی ہے، اس کو الگ کرنا

اس کے بغیر ممکن نہیں ہو، تاکہ ان اوراق کو جس سلائی نے مربوط رکھا ہے اسے توڑ دیا جائے۔ایسی جلد بجائے خود مصحف قرآنی کے حکم میں ہے۔ناپاک آدمی کے لئے اس کا چھونا اور پکڑنا درست نہیں ہے اور اگر ایسی جلد ہو جو بآسانی اس سے علاحدہ کی جاسکتی ہے، جیسا کہ آج کل بیگ نما جلدیں ہیں تو ان کو چھوا جاسکتا ہے۔اور یہ غلاف کے حکم میں ہے جن کے ساتھ فقہاء نے بلاوضو بھی قرآن مجید کو چھونے کی اجازت دی ہے (الفتاوی الھندیہ ج۱ص۲۰)(بحوالہ جدید فقہی مسائل ج۱ص۱۰۱۔۔۱۰۳)۔

اور مفتی محمد سلمان منصور پوری زید مجدہٗ نے یہ فتویٰ لکھا ہے:

قرآن کریم والے موبائل کو بلاوضو چھونا:

سوال:۔بغیر وضو کے اپنے موبائل کا چھونا جس میں قرآن کریم یا احادیث شریفہ وغیر کو چلایا جارہا ہو کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب:۔اگر موبائل کی اسکرین پر قرآن یا احادیث شریفہ کے حروف دکھائی دے رہے ہوں تو ان حروف (اسکرین) پر بلاوضو ہاتھ رکھنا درست نہیں، لیکن اگر یہ پروگرام بند ہو تو ایسے موبائل کو بلاوضو چھونا منع نہیں۔

”**يمنع دخول المسجد (إلى قوله) ومسه أى القرآن ولو فى لوح أو درهم أو حائط**“(شامی زکریا ج۱ص۴۸۸)۔

اسکرین پر قرآنی آیات کو بلاوضو چھونا:

سوال: موبائل کی اسکرین پر قرآنی آیت ہے، تو کیا بلاوضو اس اسکرین کو چھو سکتے ہیں؟

جواب: جس اسکرین پر قرآن کی آیت نمایاں ہو اس اسکرین کو بلاوضو چھونا احتیاط کے خلاف ہے۔

”**ومسه أى القرآن ولو فى لوح أو درهم أو حائط**“(شامی زکریا ج۱ص۴۸۸، بحوالہ موبائل کے مسائل ص۵۱)۔

☆☆☆

قرآن مجید کے متن وترجمہ سے متعلق احکام

مولانا عبدالرب عبدالوہاب خان واپی سعادتی ☆

۱- کسی بھی زبان میں ایسا ترجمہ قرآن مجید شائع کرنا جس میں متن قرآن مجید نہ ہو، ناجائز ہے اوراس پر امت کا اجماع اور اتفاق ہے، اوراس کی متعدد وجوہ ہیں، جن میں سے چند وجوہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

وجہ اول: معانی قرآن کی طرح الفاظ قرآن کی حفاظت فرض اور واجب ہے، ”**کما هو المقرر عند كافة الناس**“، اور موجودہ زمانے میں طبائع دین مبین سے بے التفاتی اور سہل انگاری کا شکار ہیں، اگراس قسم کے تراجم شائع ہوگئے تو الفاظ قرآن کی اہمیت قلوب سے قطعاً ختم ہوجائیگی اوراس کے پڑھنے پڑھانے کی ضرورت نہیں سمجھی جائے گی، پس ہر کہ ومہ ترجمہ ہی کو کافی سمجھے گا، بالآخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ (العاذ باللہ) تلاوت قرآن مجید کرنے والا کوئی شخص مشکل ہی سے ملے گا، پس اس سبب کی بنا پر ایسے تراجم شائع کرنا ممنوع ہوگا۔

چنانچہ صاحب ہدایہ اپنی ”کتاب التجنیس والمزید میں لکھتے ہیں: **ويمنع من كتابة القرآن بالفارسية بالإجماع، لأنه يؤدى إلى للإخلال بحفظ القرآن، لأنا أمرنا بحفظ النظم والمعنى، فإنه دلالة على النبوة، ولأنه ربما يؤدى إلى التهاون بأمر القرآن**“ (کتاب التجنیس والمزید ۱/ ۴۷۷)۔

اسی طرح حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں: ”اور مثلاً اب تو قرآن مجید سے کچھ علاقہ بھی ہے اگر ترجمہ سے بھی مدد لیتے ہیں تو اصل بھی ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے اسی بہانہ سے کچھ پڑھ بھی لیتے ہیں، اور پھر تو قرآن سے بالکل بے تعلق ہوجائیں گے، اور بے ساختہ یہ آیت ان پر صادق آنے لگے گی: ”**نبذ فريق من الذين اوتوا الكتاب كتاب الله وراء ظهورهم كأنهم لايعلمون**“ (سورۂ بقرہ: ۱۰۱، امداد الفتاوی ۴/ ۴۱)۔

وجہ ثانی: اگر متن قرآن کے بغیر صرف ترجمہ کی اشاعت کو درست قرار دیا جائے تو پچھلی آسمانی کتابوں کی طرح

☆ خادم جامعہ مظہر سعادت، ہانسوٹ، گجرات۔

بدرجہ اولی اصل قرآن مجید کے ضائع ہوجانے کا اندیشہ ہے۔جیسا کہ حدیث میں ہے:"**أمتهوكون انتم كما تهوكت اليهود والنصارى**"(مشکوۃ رص ۳۰،امداد الفتاوی ۴؍۴۰)۔

وجہ ثالث: نیز بغیر متن قرآن مجید کے صرف ترجمہ قرآن مجید کی اشاعت صراحۃ اہل کتاب کے ساتھ تشبہ ہے،اور اس کی مذمت نصوص من اظہر من الشمس ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:"**ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار**"(سورۂ ہود: ۱۱۳)،اورعلاوہ ازیں مشہورحدیث پاک ہے:"**من تشبه بقوم فهو منهم**"(ابوداؤد کتاب الادب، باب فی لبس الشہرۃ، رقم الحدیث ۴۰۳۱)،اور خاص طور سے اس لئے کہ یہ تشبہ امور دین سے متعلق ہے نہ کہ امور دنیویہ سے متعلق،اور امور دین میں تشبہ بہ نسبت امور دنیویہ کے زیادہ شنیع اور مذموم ہے۔

وجہ رابع: آج کل طبائع میں خودرائی اور خونمائی کا غلبہ ہے،جس نے بھی الٹے سیدھے چار حروف پڑھے ہیں، مدعی اجتہاد اور محقق بن رہا ہے، اجازت کی صورت میں نہ معلوم کن کن لوگوں کے تراجم شائع ہوں گے،اوران مین بھی وہ کیا کیا گل کھلائیں گے اور افہام وتفہیم مستبعد اور احقاق قریب محال ہوجائے گا،اسی طرح کلام الہی کی مراد میں ایک ایسا چوپٹ دروازہ کھل جائے گا جس کا بند کرنا کسی کے بس کی بات نہ ہوگی۔

وجہ خامس: اگر بغیر متن قرآن کے صرف ترجمہ قرآن کی اشاعت ہوتو ایسے تراجم کو پرانے ہوجانے کی صورت میں ردی ٹوکری میں اس طرح ڈال دیا جائے گا،جیسے کہ کچرا (نعوذ باللہ) یا اس کے اوراق پھاڑ پھاڑ کر دیگر کاموں میں اس طرح استعمال کریں گے، جیسے معمولی کتابیں یا اس طرح فروخت کریں گے، جیسے پرانے اخبار کے صفحات (العاذ باللہ)۔

ان مذکورہ بالا مفاسد کو دیکھتے ہوئے تمام ہی فقہاء کرام نے قرآن مجید کا بغیر متن کے محض ترجمہ لکھنے کی صراحتا ممانعت فرمائی ہے، چنانچہ صاحب ہدایہ علامہ ابن الہمام فتح القدیر میں رقم طراز ہیں:"**وفيه (الكافي)ان اعتاد القراءة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع، وإن فعل في آية أو آيتين لا، فإن كتب القرآن وتفسير كل حرف وترجمته جاز**"(فتح القدیر مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان ۱؍۲۴۸،۲۴۹)،"**وكذا في الفتاوى الشامية في باب صفة الصلاة**"(شامی زکریا ۲؍۱۸۷)۔

محقق ابن الہمام کی اس عبارت سے یہ وضاحت بھی ہوگئی کہ فارسی زبان میں قرآن کا محض ترجمہ لکھنا جوممنوع ہے، تو ایک دو آیت کا ترجمہ لکھنا اس میں شامل نہیں، بلکہ پورا قرآن یا اس کے معتد بہ حصے کا لکھنا حرام ہے،علاوہ ازیں اگر اصل متن عربی میں لکھ کر اس کے نیچے یا حاشیہ میں ترجمہ یا تفسیر لکھی جائے تو جائز ہے۔

ان تمام فقہاء کرام اور مفتیان عظام کی عبارات سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ بغیر متن قرآن مجید کے محض

ترجمہ قرآن کی اشاعت باجماع امت حرام اور باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع ہے۔

رہا یہ کہنا کہ غیر حامل متن تراجم قرآنیہ کی اشاعت میں مصارف کم آتے ہیں، یا غیر مسلمین کو دینے میں بے حرمتی کا اندیشہ نہیں ہے، اولاتو ان مفاسد شدیدہ کے مقابلے میں ان کا کوئی اعتبار نہیں اور ثانیا یہ تقریبا ایسا ہی عذر ہے جس کسی نے امام محمد بن فضل سے استفتا کیا تھا کہ ہمارے زمانے میں بچوں کو عربی میں قرآن پڑھنا شاق ہے، تو کیا ہمارے لئے جائز ہے کہ ہم اسے فارسی میں پڑھا دیا کریں؟ آپ نے سائل کو فرمایا کہ پھر آنا ذرا غور کرلیں اور آپ نے اس شخص کے حال کی تحقیق فرمائی، تو وہ فساد مذہب میں مشہور تھا، تو آپ نے خادم کے ذریعہ اس کو قتل کروادیا اور فرمایا کہ یہ شخص اللہ کی کتاب کو گم کرنا چاہتا تھا، اور فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص عمدا ایسا کرتا ہے وہ زندیق ہے یا مجنون ہے، اگر مجنون ہے تو اس کا علاج کیا جائے اور اگر زندیق ہے تو قتل کرایا جائے۔

واقعہ یہ کہ شیخ محمد بن الفضل کا یہ قصہ بڑا چشم کشا ہے، جس کو علامہ خوارزمی نے کفایہ شرح ہدایہ میں نقل کیا ہے: "**أما من تعمد ذلک یکون زندیقا أو مجنونا فالمجنون یداوی والزندیق یقتل**" (کفایہ مع فتح القدیر مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان ۱/۴۷۸-۴۷۹)۔

ب- جب اس کا لکھنا اور شائع کرنا ناجائز ہے تو اس کا خریدنا، تقسیم کرنا اور ہدیہ کرنا بوجہ اعانت علی المعصیۃ کے ناجائز ہوگا، لقولہ تعالیٰ "**وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان**" (سورۂ مائدہ:۲)۔

ج- قرآن مجید کا ترجمہ خواہ کسی زبان میں ہو مسلمان کے لئے بلا وضو چھونا مکروہ ہے، اس میں اردو، فارسی اور انگریزی وغیرہ سب داخل ہیں، اس لئے کہ گو کلام الٰہی اصل عربی الفاظ ہیں، مگر مقصود تو یہی معانی اور مفاہیم ہیں، چنانچہ "فتاوی عالمگیریہ" میں لکھا ہے: "**ولو کان القرآن مکتوبا بالفارسیة یکره لهم مسه عن أبی حنیفة، وکذا عندهما علی الصحیح**" (الفتاوی العالمگیریہ مطبوعہ مکتبہ رشید کوئٹہ پاکستان ۱/۱۳۹)۔

اور بعض فقہاء کے نزدیک ترجمہ قرآن قرآن کے حکم میں نہیں ہے، لہذا بلا وضو چھونا جائز ہے، چنانچہ موسوعہ فقہیہ میں لکھا ہے: "**أما ترجمة معانی القرآن باللغات الأعجمیة فلیست قرآنا، بل هی نوع من التفسیر علی ما صرح به المالکیة وعلیه فلا بأس أن یمسها المحدث عند من لا یمنع المس المحدث لکتب التفسیر**" (موسوعہ فقہیہ، وزارات اوقاف، کویت)، تاہم ظاہر ہے کہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ترجمہ قرآن کو چھونے کے لئے وضو کرلیا جائے۔

۲- مذکورہ سوال میں دو جزئیات حل طلب ہیں:

الف- غیر عربی داں حضرات کے لئے تلاوت قرآن میں سہولت کے لئے غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی اشاعت

کا حکم: چونکہ اس سوال کا جواب مبنی ہے ایک دوسرے مسئلے ''رسم عثمانی کے علاوہ قرآن کی کتابت'' پر اور وہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔

قدیم زمانے سے اس میں اختلاف منقول چلا آرہا ہے اور علماء نے اس مسئلے پر مستقل تصانیف فرمائی ہیں، چنانچہ علامہ زرقانی نے ''مناہل العرفان'' (۱/۳۰۶) میں اور دکتور شعبان محمد اسماعیل استاذ جامعہ ازہر نے اپنی کتاب ''رسم المصحف وضبطہ بین التوقیف والاصطلاحات الحدیثۃ'' (ص ۶۳) میں علماء کے تین مذاہب وآراء کا ذکر کیا ہے:

مذہب اول: جمہور سلف وخلف کا مذہب یہ ہے کہ قرآن کا رسم الخط توقیفی ہے، قرآن کی کتابت میں اس کا اتباع واجب ہے، اور اس میں تغییر اور اس کی مخالفت حرام ہے، بلکہ بہت سے علماء نے تو اس پر اجماع نقل کردیا، کما سیاتی۔

دلائل جمہور: پہلے مذہب کے قائلین نے متعدد دلائل پیش کئے ہیں:

۱-سنت قولیہ: قرآن کا رسم الخط توقیفی ہے، اور یہ رسم آپ ﷺ کے حکم سے اختیار کیا گیا، جیسا کہ مسند فردوس دیلمی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے کاتب وحی حضرت معاویہؓ سے ارشاد فرمایا:

''ألق الدوات وحرف القلم وانصب الياء وفرق السين ولا تعور الميم و حسن الله ومد الرحمن وجود الرحيم'' (الفردوس بماثور الخطاب للدیلمی ۵/۳۹۴)، اور یہ بات مسلم ہے کہ آپ ﷺ کے اوامر کا اتباع واجب ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **''وماء اتاكم الرسول فخزوه وما نهاكم عنه فانتهوا''** (سورۂ حشر: ۷)۔

فائدہ: لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ مذکورہ بالا روایت کی سند ثابت نہیں ہے (فتح الباری ۷/۵۰۴)۔

اس کے علاوہ ابن مبارک نے اپنے شیخ عبد العزیز الدباغ سے نقل کیا ہے: **''رسم القرآن سر من أسرار المشاهدة وكمال الرفعة، وهو صادر عن النبى ﷺ وليس للصحابة ولا لغيرهم فى رسم القرآن ولا شعرة واحدة، وإنما هو بتوقيف من النبى ﷺ وهو الذى أمرهم أن يكتبوه على الهيئة المعروف لزيادة الألف ونقصانها ونحو ذلک لأسرار لاتهتدى إليها العقول إلا بفتح ربانى، وهوسر من الأسرار التى خص الله به كتابه العزيز دون سائر الكتب السماوية ،فكما أن نظمه معجز فرسمه معجز أيضا''** (الابریز للشیخ عبد العزیز الدباغ ص ۶۰، بحوالہ رسم المصحف وضبطہ ص ۶۵، ۶۶)۔

۲-سنت تقریریہ: آپ ﷺ کے متعدد کاتبین وحی تھے، جن کی تعداد چالیس تک شمار کی گئی ہے، حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا، تو آپ کاتب وحی کو ہدایت فرماتے تھے کہ اس سے فلاں فلاں سورۃ میں فلاں فلاں آیت کے بعد لکھ لیا جائے (فتح الباری ۹/۱۸)، چنانچہ اسے آپ کی ہدایت کے مطابق لکھ لیا جاتا، چونکہ اس زمانے میں عرب میں کاغذ کم یاب تھا، اس لئے یہ قرآنی آیات زیادہ تر پتھر کی سلوں، چمڑے کے

پارچوں، کھجور کی شاخوں، بانس کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں اور جانوروں کی ہڈیوں پر لکھی جاتی تھیں، البتہ کبھی کبھی کاغذ کے ٹکڑے بھی استعمال کئے گئے ہیں (فتح الباری ۱۱/۹، عمدۃ القاری ۱۷/۲۰)۔

بہر حال علماء کے درمیان اس بات پر اتفاق ہے کہ پورا قرآن کریم آپ ﷺ کی زندگی میں متفرق اشیاء پر لکھوالیا گیا تھا اور یہ کتاب جس رسم پر کی گئی تھی اس کی آپ نے تقریر فرمائی، یعنی اس کو برقرار رکھا اور تقریر بھی سنت کی ایک قسم ہے اور محدثین واصولیین کے نزدیک حجت ہے، اگر کتابت میں خطا ہوتی تو آپ ﷺ ہرگز ان کی تقریر نہ فرماتے، نیز یہ باری تعالی کے ارشاد: ''**انا نحن نزلنا الذکروانا له لحافظون**'' (سورۂ حجر:۹) کے صریح معارض ہوتا (ابحاث فقہیہ مقارنہ ر ص ۱۲۷، ۱۲۸، رسم المصحف وضبطہ ر ص ۶۵)۔

۳-عمل صحابہ: جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے اور قرآن کریم کے منتشر حصوں کو یکجا محفوظ کرنے کا حکم دیا، تو کاتبین نے اسی ہیئت پر لکھا، جس ہیئت ورسم پر آپ ﷺ کے زمانے میں لکھا گیا تھا، پھر جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے اور مصحف ابی بکر کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کے کئی نسخے تیار کروائے، تو اسی رسم کو برقرار رکھا اور جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''**علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین من بعدی**'' (اخرجہ ابوداؤد فی کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ رقم الحدیث ر ص ۴۶۰۷ واخرجہ الترمذی فی کتاب العلم باب ماجاء فی الاخذ بالسنۃ والاجتناب البدع رقم الحدیث ر ص ۲۶۷۶ واخرجہ ابن ماجہ فی مقدمۃ باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین رقم الحدیث ر ۴۲)، لہذا اب ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم خلفائے راشدین کے عمل کی مخالفت کریں، خاص طور پر جب کہ تمام صحابہ نے اس کو بنظر استحسان دیکھا اور کسی نے نکیر نہیں فرمائی۔

۴-اجماع امت: امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن کریم کو رسم عثمانی کے خلاف کسی اور طریقے سے لکھنا جائز نہیں، چنانچہ کئی علماء نے اس پر اجماع نقل کیا اور کئی علماء نے رسم عثمانی کے اتباع کے وجوب کی صراحت کی، آئندہ سطور میں ان کی چند عبارتیں پیش کی جارہی ہیں:

علامہ سیوطی نے ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں رسم خط قرآن اور کتابت قرآن کے آداب پر مستقل فصل قائم کی ہے، جس کا عنوان ہے: ''**النوع السادس والسبعون فی مرسوم الخط وآداب کتابته**'' اس کے تحت لکھتے ہیں: ''**قال أشهب: سئل مالک هل یکتب المصحف علی ما أحدثه الناس من الهجاء؟ قال: لا، إلا علی الکتبة الأولی، رواه الدانی فی المقنع، ثم قال: لا مخالف له من علماء الأمة**'' (الاتقان مطبوعۃ دار الکتاب العربی بیروت لبنان ر ص ۸۳۰)۔

حافظ ابن حجر مکی ہیتمی امام مالک کا مذکورہ بالا کلام نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''**وإذا وقع الإجماع کما تری**

علی منع ما أحدث الناس الیوم من مثل کتابة الربوا بالألف مع أنه موافق للفظ الهجاء فمنع ما لیس من جنس الهجاء الاولی"(الفتاوی الفقہیہ الکبری لابن حجر المکی،مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت لبنان ۱/۶۰)۔

شرح طحاویہ میں لکھا ہے:"**ینبغی لمن أراد کتابة القرآن أن ینظم الکلمات کما هی فی مصحف عثمانی**ؓ **لإجماع الأمة علی ذلک**"(سمیر الطالبین للشیخ الصباغ بحوالہ رسم المصحف وضبطہ ص ۶۸)۔

علاوہ ازیں علامہ حسن شرنبلالی صاحب''نور الایضاح''جو دسویں صدی ہجری کے مشہور فقیہ اور مذہب حنفی کے معروف مفتی ہیں، ان کا ایک مستقل رسالہ ہے، جس کا نام "**النفحة القدسیة فی أحکام قراءة القرآن وکتابته بالفارسیة**"اصل رسالہ تو احقر کو دستیاب نہ ہوسکا، البتہ اس کے کافی طویل اقتباسات مفتی شفیع صاحبؒ نے اپنے رسالہ ''تحذیر الأنام عن تغییر رسم الخط من مصحف الامام'' میں نقل کئے ہیں جو جواہر الفقہ کا جز بن کر شائع ہو چکا ہے، اس میں مفتی شفیع صاحب لکھتے ہیں:''اس (رسالہ صاحب نور الایضاح) میں مذاہب اربعہ حنفیہ، شافعیہ مالکیہ اور حنابلہ کی مستند کتب سے اجماع امت اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن کی کتابت میں مصحف امام کے رسم خط کا اتباع واجب ولازم ہے، غیر عربی عبارات میں اس کا لکھنا حرام ہے اور اس طرح غیر عربی خط میں اس کی کتابت ممنوع اور ناجائز ہے(جواہر الفقہ مطبوعہ سلمان عثمان اینڈ کمپنی دیوبند ۲/۶۷ تا ۹۹)۔

مذہب ثانی: قرآن کریم کا رسم الخط توقیفی ہے اور جدید قواعد رسم کے مقتضاء کے موافق اس میں تبدیلی جائز ہے اور رسم عثمان کے علاوہ دیگر رسوم میں اس کی کتابت جائز ہے۔

علامہ ابن خلدون کا میلان اسی جانب ہے، چنانچہ وہ اپنی تاریخ کے مقدمے میں رقم طراز ہیں:''**فکان الخط العربی أول الإسلام غیر مانع إلی الغایة من الأحکام و التاقان والإجادة ولا إلی التوسط لمکان العربی من البداوة وبعدهم عن الصنائع وانظر ما وقع من أجل ذلک فی رسمهم المصحف حیث رسمه الصحابة بخطوطهم وکانت غیر مستحکمة فی الإجادة فخالف الکثیر من رسومهم ما اقتضته رسوم صناعة الخط عند أهلهاثم اقتضی التابعون من السلف رسمهم فیها تبرکا بمارسمه أصحاب رسول الله ﷺ وخیر الخلف من بعده الملتقون لوحیه من کتاب الله تعالی وکلامه ولا تلتفتن فی ذلکل إلی ما یزعمه بعض المغفلین من أنهم کانوا محکمین لصناعة الخط وماحملهم علی ذلک إلا اعتقادهم أن فی ذلک تنزیها للصحابة عن توهم النقص فی قلة إجادة الخط، وحسبوا أن الخط کمال فنزهوهم عن نقصه ونصبوا إلیهم الکمال بإجادته وطلبوا تعلیل ماخالف الإجادة من رسمه ولیس ذلک**

بصحیح"(مقدمہ ابن خلدون، ازتحقیق حامد الطاہر مطبوعہ دارالنشر للتراث القاہرہ/ص ۵۰۴)۔نیز یہی رائے قاضی ابوبکر باقلانی کی ہے(دیکھئے:مناہل العرفان ۱/۳۰۹، مع تلخیص)، نیز یہی رجحان علامہ شوکانی کا ہے(دیکھئے:تفسیر فتح القدیر مطبوعہ عالم الکتب ۱/ ۲۹۴،۲۹۵)،اس کے علاوہ بہت سے معاصر علماء کی بھی یہی رائے ہے(تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں:رسم المصحف وضبطہ/ص ۶۳)۔

مذہب ثالث:عوام الناس کے لئے قرآن مجید کی کتابت رسم عثمانی کے مطابق جائز نہیں،تاکہ جاہل لوگ قرآن میں تبدیلی کا شکار نہ ہوجائیں، بلکہ ان کے لئے تو قرآن کو ہر زمانے میں معروف رسم اور خط میں لکھا جائے،لیکن علماء وخواص کے لئے رسم عثمانی کی محافظت واجب ہے، بالفاظ دیگر دوطرح قرآن کریم کی کتابت کی جائے،خواص اور علماء کے لئے رسم عثمانی کے مطابق اور عوام الناس کے لئے رائج رسم الخط کے موافق (مناہل العرفان ۲/ ۳۱۲،رسم المصحف وضبطہ/ص ۶۳ تا ۸۷)۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام اور علامہ زرکشی کا رجحان یہی ہے، چنانچہ علامہ زرکشی "البرہان فی علوم القرآن" میں لکھتے ہیں:

"**وأما كتابته أى المصحف على ما أحدثه الناس الهجاء، فقد جرى عليه أهل المشرق، بناء على كونها أبعد من اللبس و تحاماه أهل المغرب بناء على قول الإمام مالک وقد سئل: هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال: لا، إلا على الكتبة الاولى،قلت:وكان هذا في الصدر الأول، والعلم حيٌ غض، وأما الآن فقد يخشى الالباس ولهذا قال الشيخ عز الدين بن عبد السلام: لا تجوز كتابة المصحف الآن على الرسوم الأول باصطلاح الأئمة لئلا يوقع فى تغيير من الجهال، ولكن لا ينبغي إجراء هذا على إطلاقه لئلا يؤدي إلى دروس العلم، وشئ قد أحكمته القدماء لا يترک مراعاته لجهل الجاهلين، ولن تخلو الأرض من قائم لله بحجة**" (البرہان فی علوم القرآن للزرکشی مطبوعۃ دارالکتاب العلمیہ بیروت ۱/ ۴۶۰)۔

علامہ زرقانی اور صاحب تبیان کا میلان بھی اسی جانب ہے(مناہل العرفان/ص ۳۱۲، ۳۱۳)۔

علاوہ ازیں اگر رسم عثمانی کی اتباع کو واجب قرار نہ دیا جائے اور مختلف رسم الخط میں کتابت قرآن کو جائز قرار دیا جائے،تو ایسا فتنہ پیدا ہوگا جو اس فتنہ واختلاف کے مشابہ ہوگا جو حضرت عثمان کے زمانے میں پیدا ہوا تھا جس کے نتیجے میں حضرت عثمانؓ نے قرآن کریم کو از سر نو جمع کروایا، اس لئے کہ قواعد املاء اور اصول خط تو زمان ومکان کے اختلاف سے مختلف ہوتے ہیں،تو اگر مختلف رسم الخط میں قرآن کریم کو لکھا گیا،تو بعض لوگ اختلاف کرتے ہوئے کہیں گے کہ میرا رسم الخط

تمہارے رسم الخط سے بہتر ہے، یا میرا مصحف تمہارے مصحف سے بہتر ہے، یا میرا رسم الخط صحیح اور تمہارا غلط وغیرہ اور شریعت کا قاعدہ مسلمہ ہے: ''**درأالمفاسد مقدم علی جلب المصالح**'' (مناہل العرفان ۱/ ۳۲۲، رسم المصحف وضبطہ ص ۷۷، ۷۸)۔

قول راجح: ان تینوں مذاہب وآ راء میں سے پہلا مذہب اور رائے ہی راجح ہے، اس لئے کہ جس طرح قرآن کے الفاظ ومعانی کی حفاظت من جانب اللہ کی گئی اسی طرح اس کے رسم الخط کی بھی من جانب اللہ حفاظت کی گئی ہے، چنانچہ آج تک رسم عثمانی کے مطابق قرآن مجید کی کتابت کا سلسلہ جاری ہے، اس لئے علماء امت نے اس رسم الخط میں قرآن کریم کی کتابت کو واجب قرار دیا ہے اور اس کے انحراف کو ممنوع قرار دیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ رسم خط عثمانی کا اتباع لازم وواجب ہے، اس کے سوا کسی دوسرے رسم خط میں قرآن کی کتابت جائز نہیں اور جہاں تک غیر عربی داں حضرات کے لئے قرآن مجید کی تلاوت کو آسان کرنے کی ضرورت کا تعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضرورت مدرسین کی رہنمائی سے پوری ہوسکتی ہے، کیونکہ تعلیم قرآن کے سلسلے میں کبھی بھی انسان استاذ سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔

ب- اوپر جو عبارات ائمہ کی نقل ذکر کی گئی ہیں، ان میں جس طرح غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن کی اشاعت کا حکم معلوم ہوگیا کہ وہ حرام ہے، اسی طرح عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں متن قرآنی کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن کو لکھ کر دونوں کو ایک ساتھ شائع کرنے کا حکم بھی معلوم ہوگیا کہ وہ ناجائز ہے، اس لئے کہ اس میں مصحف عثمانی کے رسم الخط کی تغییر ہے، جو بالاجماع حرام ہے، چنانچہ حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:

''متن قرآن مجید عربی خط ہی میں لکھنا چاہئے، ہندی رسم الخط میں کوئی ضرورت نہیں، بے پڑھائے تو ہندی میں ہونے سے بھی کوئی نہیں پڑھ سکے گا اور پڑھانے سے عربی حروف کا یاد کرلینا کچھ مشکل نہیں...... علاوہ اس کے ہندی یا انگریزی میں ہو تو حروف عربیہ کی شکل میں نہیں جیسے ''ق، ض، ط، ظ، ز، ش'' پس جب ان کو دوسری شکل میں لکھا جاوے گا تو ظاہر ہے کہ اصل حروف پڑھے بھی نہ جاویں گے تو اس میں عمداً تحریف کا جائز رکھنا ہے، وہذا حرام'' (امداد الفتاوی ۴/ ۴۳، ۴۴)۔

۳- بریل کوڈ کے رسم الخط میں قرآن تیار کرنا:

یہ سوال چند جزئیات پر مشتمل ہے:

(اول) بریل کوڈ کے عربی رسم الخط اور رسم عثمانی نہ ہونے کے باوجود کیا نابیناؤں کی مجبوری کی بناء پر بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست اور مستحسن ہے؟

جواب: بریل ایک قسم کا ذریعہ ابلاغ ہے، جو کاغذ پر ابھارے گئے نقطوں پر مبنی ہے، جن کے ذریعہ ایک نابینا آدمی

اپنی قوت لامسہ کا استعمال کرتے ہوئے پڑھنے کے قابل بن سکتا ہے، چنانچہ اس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

”خط برایيل عبارة عن خط نقطي يتم تنقيطه عن طريق خلية صغيرة، تمثل شكلا مستطيلا يتكون ضلعه الرأسي من ثلاث نقط وضلعه الأفقي من نقطتين“ (ابحاث فقہیہ مقارنۃ للدکتور عبداللہ المطلق مطبوعۃ دارکنوز اشبیلیا، الریاض رص ۱۳۷)۔

اب جہاں تک تعلق ہے بریل کوڈ میں قرآن کریم تیار کرنے کے حکم کا، تو اس سلسلے میں بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ قرآن مجید کی کتابت بریل کوڈ میں کتابت دو حال سے خالی نہیں ہے:

۱-قرآن کریم کی کتابت میں رسم عثمانی کے التزام کے ساتھ بریل کوڈ میں قرآن مجید تیار کرنا مثلاً کلمہ ”الربوا“ کو واو کے ساتھ لکھائے، اور کلمہ ”العالمین“ کو عین کے بعد حذف الف کے ساتھ لکھا جائے، وغیرہ وغیرہ، البتہ چند کلمات میں رسم عثمانی کی موافقت ممکن نہیں ہوگی، تو با قاعدہ ”**المشقة تجلب التيسر**“ اس کو معفوعنہ قرار دیا جائے گا، نیز اس لئے بھی کہ تکلیف بقدر استطاعت ہوا کرتی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ”**لايكلف الله نفسا الا وسعها**“ (سورہ بقرہ:۲۸۶)، اور علمائے متقدمین سے جو رسم عثمانی کے اتباع کا تاکد منقول ہے، تو وہ ”ما اُمکن“ کی شرط کے ساتھ ہے، چنانچہ امام بیہقی کے کلام میں غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

”من كتب مصحفا فينبغي أن يحافظ على الهجاء الذى كتبوا به تلك المصاحف ولا يخالفهم فيه ولا يغير مما كتبوه شيئا“ (شعب الایمان للبیہقی ۵۴۸/۲)۔

۲-نابیناؤں کے لئے عثمانی رسم الخط کے بجائے رسم قیاسی کے مطابق قرآن مجید کو بریل کوڈ میں تیار کرنا، مثلاً ”العالمین“ کو الف کے ساتھ لکھنا، اور ”ربوا“ کو الف کے ساتھ لکھنا وغیرہ۔

چنانچہ ایسے قرآن مجید اردن، تیونس، مصر اور سعودیہ عرب سے شائع ہو چکے ہیں، ان کا اعتماد ان لوگوں کے قول پر ہے، جو رسم عثمانی کی موافقت کو واجب نہیں کہتے، مثلاً عزالدین بن عبدالسلام، ابن خلدون، قاضی ابوبکر باقلانی، شوکانی، علامہ زرقانی، صاحب مناہل العرفان وغیرہ، نیز شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

”أما اتباع رسم الخط بحيث يكتبه بالكوفى فلا يجب عند أحد من المسلمين وكذلك اتباعه فيما كتبه بالواو والألف وحسن لمتابعة رسم الخط الصحابة“ (فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۴۲۰/۱۳)۔

چنانچہ شیخ عبداللہ بن محمد المطلق اپنے مقالہ ”**كتابة القرآن بخط برايل**“ میں رقم طراز ہیں: ”**أما عن كتابة المصحف بخط برايل للمكفوفين فلا يخلل الأمر فيه من حالين:**

الاول: کتابۃ المصحف بخط برایيل مع التزام الرسم العثمانی فی کتابة کلمات القرآن بحروفھا الموجودة فی رسم مصحف عثمان، فمثلا کلمة الربا تکتب بالواو، وکلمة غیابة تکتب التاء المفتوحة، وکلمة العالمین تحذف منھا الالف بعد العین، وکلمة قرآن تکتب بھمزة علی السطر ونحو ذلک وقد یستحیل تطبیق رسم القرآنی فی کلمات معدودة، فیعفی عن ذلک، لکشقته، ولأن التکلیف مربوط بالاستطاعة کما قال تعالی "لا یکلف الله نفسا إلا وسعھا" (سورۂ بقرہ:۲۸۶)۔

راقم الحروف کے نزدیک ساری بحث کا مدار غالبا اس بات پر ہے کہ بریل رسم الخط ہے یا کوڈ ہے؟

الف-اگر بریل رسم الخط ہے تب تو بریل کوڈ کے عربی رسم الخط اور رسم عثمانی نہ ہونے کی وجہ سے بریل کوڈ میں قرآن کریم تیار کرنا درست نہ ہونا چاہئے، اس لئے کہ رسم عثمانی کا اتباع واجب ہے اور اس پر تمام صحابہ کا اجماع اور ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے الا یہ کہ نابیناؤں کی مجبوری کی بناء پر ان حضرات علماء (عز الدین بن عبد السلام، ابن خلدون، قاضی ابوبکر باقلانی، شوکانی، زرقانی، صاحب مناہل العرفان، رشید رضا مصری وغیرہ) کے قول کو اختیار کیا جائے، تو رسم عثمانی کی اتباع کے وجوب کے قائل ہیں، تو گنجائش نکل سکتی ہے۔

ب-اور اگر بریل کوڈ کوئی مستقل رسم الخط نہیں، بلکہ کوڈ ہے، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، تو بظاہر جائز ہونا چاہئے، اس لئے کہ سوالنامہ سے منسلک تحریر (جو ترکی میں منعقد ایک کانفرنس میں ''قرآن بریل کوڈ'' کے نام سے پیش کی گئی تھی) کے مطالعے سے میں اپنی ناقص فہم سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ بریل کوڈ اور رسم الخط میں کئی اعتبار سے فرق ہے:

۱-رسم الخط مرئی یعنی قابل مشاہدہ ہوتا ہے اور یہ بینا افراد کے لئے ہوتا ہے، اس کے برخلاف بریل ایک کوڈ ہے، جو نابینا افراد کے لئے چھو کر پڑھنے کے لئے ترتیب دیا گیا ہے۔

۲-ایک بینا شخص کے لئے نگاہوں سے پڑھے جانے والے رسم الخط کو اندھیرے میں پڑھنا ممکن نہیں، البتہ ایک نابینا شخص بریل اندھیرے میں بھی پڑھ سکتا ہے۔

۳-ہم بینا حضرات ایک میز پر رکھی ہوئی مختلف رسم الکط میں لکھی ہوئی کتابوں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈال کر ان کے فرق کو جان سکتے ہیں اور ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب انگریزی میں لکھی ہے اور یہ قرآن مقدس عربی زبان میں ہے اور وہ فلاں کتاب گجراتی زبان میں ہے، اس کے برخلاف بریل کوڈ پر مشتمل تمام کتابیں ایک جیسی نظر آتی ہیں، مثلاً انگریزی ادب کی کتاب، حساب کی بریل کی کتاب، اور قرآن کے عربی بریل کا ایک نسخہ، ایک میز پر رکھا جائے، تو ساری کتابون میں بریل ایک جیسی ہی ہوگی۔

۴-طبع شدہ حروف کی بنیادرسم الخط پرہوتی ہے،اس کے برخلاف بریل حروف ہجاء کی بنیادتلفظ اورآواز پرہوتی ہے،اس لئے کہ بریل ایک کوڈ ہےاور یہ کوڈ ہرزبان کےحروف تہجی کی نمائندگی کرتے ہیں،اس لئے کسی بھی زبان کےالفاظ، جن کا تلفظ یکساں ہے، وہ یکساں بریل علامتوں سے پہچانے جاتے ہیں، مثال کے طور پرعربی لفظ’’ل‘‘ انگریزی لفظ ’’L‘‘اور گجراتی لفظ’’ ‘‘ کی بریل علامت یکساں ہے،اس کی وجہ یہی ہے کہ ان سب کا تلفظ یکساں ہے،اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بنیادی طور پر بریل علامت تلفظ کی نمائندگی کرتی ہے، نہ کہ رسم الکط کےالفاظ کی اور بریل میں حروف کےتلفظ کوزیادہ اہمیت حاصل ہے،حروف کے رسم الخط کونہیں کسی بھی رسم الخط میں شوشے یا گھماؤ پھراؤ ہوتے ہیں برخلاف بریل کوڈ کے،اس میں کسی رسم الخط کی طرف اس میں شوشے نہیں ہوتے۔

مذکورہ بالا نکات سے معلوم ہوتا ہے کہ بریل ایک کوڈ ہے،رسم الخط نہیں ہے،لہذا ب ظاہر بریل کوڈ میں قرآن کریم تیارکرنا نابیناؤں کی ضرورت کی بناء پر بظاہر جائز ہونا چاہئے۔

(ثانی) دوسرا جزیہ تھا کہ بریل کوڈ میں تیارکردہ قرآن کوچھونے کے لئے باوضوہونا ضروری ہے یا وضوکے بغیر اسے چھوجاسکتاہے؟

بریل کوڈ نہ عربی رسم الخط ہے نہ رسم عثمانی،لیکن اگر بریل کوڈ میں قرآن مجید تیارکیا جائے،تواس کوچھونے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے،اس لئے کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر غیرعربی میں قرآن کولکھاجائے تو اس کا بے وضو چھونا اور اٹھانا حرام ہوگا،کیونکہ غیرعربی میں لکھنے کی وجہ سے وہ قرآن ہونے سے خارج نہ ہوگا ورنہ پھر اس کالکھنا بھی حرام نہ ہوتا۔

”ثم كتب عليه شيخ الأئمة الشافعية لعصرنا ومصرنا هو العلامة شمس الدين محمد الشوبرى الشافعي حفظ الله تعالى ورعاه ما صورته ”انه اذا كتب بغير العربى هل يحرم مسه وحمله اولا؟الأظهر فى الجواب نعم، إذلايخرج بذلک عن كونه قرآنا وإالم تحرم كتابته“(جواہر الفقہ ۲/۱۱۰)۔

”وفى الدرالمختار:ويمنع دخول المسجد (إلى قوله)ومسه لومكتوبا بالفارسية فى الأصح“(شامی زکریا ۱/۴۸۸)۔

”وفى العالمگيرية: ومنها حرمة مس المصحف لا يجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف إلا بغلاف متجاف عنه (الى قوله) ولو كان القرآن مكتوبا بالفارسية يكره لهم مسه عند أبى حنيفة، وكذا عندهما فى الصحيح، هكذا فى الخلاصة“(فتاوی ہندیہ ۱/۳۹)۔

(ثالث)اگر بریل کوڈ مین قرآن تیارکرنا درست ہےتوکیااس کے کچھ مخصوص آداب واحکام ہیں؟

بریل کوڈ میں قرآن مجید تیار کرتے وقت چند باتوں کا لحاظ کرنا ضروری ہے:

قرآن مجید کی کتابت کے لئے اصل معیاری رسم تو عثمانی خط ہی ہے، لیکن جب ہم نابینا افراد کے لئے اس رسم الخط کو استعمال نہیں کر پاتے، تو فی الحال موجودہ بریل نظام کے علاوہ بظاہر ہمارے پاس کوئی ایسا متبادل نہیں، جس کے ذریعہ نابینا شخص قرآن کو لکھ پڑھ سکے، تو بریل کوڈ میں قرآن کریم تیار کرنا بظاہر درست ہونا چاہئے، خاصۃً اس لئے بھی کہ بعض علماء نے رسم عثمانی کی اتباع کو واجب قرار نہیں دیا ہے، جن میں متقدمین اور معاصرین علماء بھی شامل ہیں، لیکن اس کی حیثیت وہی ہونی چاہئے، جو پانی کے فقدان کے وقت حصول طہارت کے لئے مٹی کی ہوتی ہے۔

۴-موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید کو چھونا:

اگر موبائل کی اسکرین پر قرآن کی آیت نمایاں ہو، تو ایسی حالت میں بغیر وضو کے اس اسکرین پر ہاتھ رکھنا یا اس موبال کو پکڑنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر اسکرین پر نمایاں نہ ہو، بلکہ وہ پروگرام بند ہو تو ایسے موبائل کو بلا وضو چھونا ممنوع نہیں (موبائل کے مسائل، مفتی اسماعیل برہانپوری، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)۔

"قال: فی الدرالمختار:"یمنع دخول المسجد (إلی قوله) ومسه ولو مکتوبا بالفارسية فی الاصح بغلاف المنفصل"۔

"قال ابن عابدین: قوله مسه أی القرآن ولو فی لوح أودرهم أو حائط، لکن لا یمنع إلا من مس المکتوب بخلاف المصحف فلایجوز مس الجلد وموضع البیاض منه......قوله:إلا بغلاف منفصل ای کالجواب والخریطة دون المتصل کالجلد المشرز هو الصحیح، وعلیه الفتوی، لکن الجلد تبع له" (شامی زکریا کتاب الطہارۃ، باب الحیض ۱/۴۸۸)۔

"وفی العالمگیریه:ومنها حرمة مس المصحف لا یجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف إلا بغلاف متجاف عنه کالخریطة والجلد الغیر المشرز لا بما هو متصل به هو الصحیح هکذا فی الهدایة، وعلیه الفتوی، کذا فی الجوهرة النیرة: ولا یجوز مس شئ مکتوب فیه شئ من القرآن من لوگ أو دراهم أو غیر ذلک إذا کان آیة تامة، هکذا فی الجوهرة النیرة" (فتاوی ہندیہ ۱/۳۸، ۳۹)۔

☆☆☆

بغیر متن کے ترجمہ قرآن مجید کی اشاعت

مولانا محمد اعظم ندوی☆

۱- الف-قرآن کے اصل عربی متن کے بغیر صرف ترجمہ قرآن کی اشاعت کو ہر زمانہ میں علماء کرام منع کرتے آئے ہیں، اور عام طور پر اس کے ناجائز ہونے کے درج ذیل دلائل پیش کئے جاتے ہیں:

☆ یہ اصل قرآن کے قائم مقام نہیں ہوسکتا، چونکہ قرآن کی زبان عربی ہے، اور صرف ترجمہ کے رواج سے ہی لوگ اسی ترجمہ کو پڑھنا چاہیں گے چونکہ وہ اپنی زبان میں اسے سمجھ سکیں گے، اور اس طرح اصل قرآن مجید سے تعلق کمزور ہوتا جائے گا، یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اسی کو قرآن سمجھ بیٹھیں۔

☆ گذشتہ آسمانی کتابوں میں اسی ترجمہ بغیر متن کے رواج سے تحریف کا راستہ کھلا، اور آج ان کے اصل نسخے دنیا سے ناپید ہوگئے، یہی وجہ ہے کہ اصل بائبل آج دنیا سے غائب ہوچکی ہے کہ اس کا صرف ترجمہ ہی شائع ہوتا رہا، آج پوری دنیا میں ایک بھی نسخہ بائبل کا اصل زبان میں موجود نہیں، وجہ یہ کہ اصل متن کو چھوڑ کر صرف ترجمہ کو ہی کافی سمجھا گیا اور آج یہ حال کہ اصل متن ہی صفحہ ہستی سے مٹ چکا ہے، انجیل کی زبان سریانی، اور تورات کی عبرانی ہے(الیواقیت والجواہر للشعرانی ر ص ۹۴، مکتبہ عباس بن عبد السلام، مصر) اس کا کوئی نسخہ آج ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا اور اگر کہیں ہوگا بھی تو وہ بھی اصل کی بجائے ترجمہ در ترجمہ ہی کا چربہ ہوگا، قرآن کے ساتھ تو اللہ کے فضل سے ایسا کبھی نہیں ہوسکتا، کیونکہ اللہ کی حفاظت کا خاص وعدہ ہے، لیکن ہم کیوں وہ غلطی دہرائیں جو ہم سے پہلے ایک قوم کر کے اپنی اصل کتاب سے ہی ہاتھ دھو بیٹھی۔

☆ اللہ تعالی نے قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ ضرور کیا ہے اور اس نے ہمارے لئے قرآن مجید کو صدر در دو سطور میں محفوظ بھی فرما دیا ہے، لیکن حضور ﷺ کا شروع میں احادیث کی کتابت سے روکنا، عہد صدیقی اور عثمانی میں جمع قرآن کی دو الگ نوعیتوں کی کوششیں، رسم عثمانی کی پابندی کرنے کی علماء کی تقریبا متفقہ رائے، یہ اور اس قسم کی دوسری باتیں یہ ثابت کرتی

☆ استاذ المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد۔

ہیں کہ امت پر بھی اپنی حد تک قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری ہے، اور حفاظت قرآن کے وعدہ میں ہماری کوششیں بھی شامل ہیں، صرف ترجمہ کی اشاعت سے عربی متن والے قرآن شریف کی اشاعت آہستہ آہستہ کم ہونے کا بھی خطرہ ہے۔

☆ ایسا نہیں ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں اس کی ضرورت پیش نہ آئی تھی، مختلف علاقون کے غیر عربی داں افراد واقوام اسلام میں داخل ہو رہے تھے، لیکن اس کا حل تعلیم قرآن، تفہیم قرآن اور عربی زبان کی ترویج واشاعت کے راستوں سے نکالا گیا، دینی تعلیم کو عام کیا گیا اور اس طرح لوگوں میں اپنی اپنی استطاعت کے مطابق قرآن فہمی پیدا ہوئی، پھر جب عجمی مما لک میں عربی دانی کے فقدان کی وجہ سے قرآن سے راست استفادہ نسبتاً کم لوگوں کے لئے ممکن رہ گیا تو متن قرآن کے ساتھ ساتھ بعض شرطوں کے ساتھ اس کے ترجمہ کی اجازت دی گئی، اور اس سے تعلیم قرآن کی اشاعت وتبلیغ کی ضرورت پوری ہو رہی ہے اس لئے صرف ترجمہ کی اشاعت کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

☆ ایسا کرنا صحابہ، تابعین کی روش اور اجماع امت کے خلاف ہوگا۔

☆ اس راستہ سے قرآن کی مدافعت کے بجائے قرآنی تعلیمات کو مسخ کرنے کی دشمنان اسلام کی مہم میں اس طرح گویا ہم ان کا تعاون کرنے والے ہوں گے، چونکہ بعض آیات کے ترجمہ میں مترجم کی غلطی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کردی جائے گی، الفاظ سامنے ہوں گے تو بھی نادانستہ طور پر غلطی کا امکان موجود ہے، لیکن جب متن کے ساتھ ترجمہ پیش کرنا لازم نہ ہوگا تو اپنی پسند کا تشریحی ترجمہ کرنا ممکن ہوگا جس کے ذریعہ کسی خاص نقطہ نظر کی تائید مقصود ہوگی، اور اگر اس سلسلہ میں کسی عالم سے مراجعت بھی کی جائے گی تو ضروری نہیں کہ وہ حافظ بھی ہو، یا ہو بھی تو بروقت ترجمہ میں کسی تکنیکی خامی کی طرف اس کا ذہن منتقل ہو سکے، اور اگر متن سامنے ہوگا تو خود مطالعہ کرنے والا اگر عربی نہ بھی جانتا ہوگا اور کسی عالم سے مراجعت کرے گا تو وہ الفاظ پر بروقت نظر کر کے اس کے صحیح معنی تک پہنچ سکتا ہے، یا اس سلسلہ میں اسے رہنمائی مل سکتی ہے۔

☆ یہ تو درست ہے کہ وہ طبقہ جو قرآن سے اس لئے دور ہے کہ قرآن کو ہاتھ لگانے کے لئے شرعی تیاری کرنا اسے بوجھ معلوم ہوتا ہے، اب وہ اسے ایک عام کتاب کی حیثیت سے کسی بھی وقت اٹھا کر مطالعہ کرسکتا ہے، لیکن اس سے پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ اسی کو کافی سمجھے گا، اور اس کی اولاد جب اپنے والدین کو صرف ترجمہ پڑھتے دیکھے گی تو لازماً والدین سے زیادہ اثر لے گی اور عربی تلاوت سے دور ہوتی جائے گی، بعید نہیں کہ ایسے شخص کی تیسری چوتھی نسل تک عربی تلاوت اس خاندان سے بالکل ہی مفقود ہو جائے۔

مفتی شفیع صاحبؒ نے ''تحذیر الأنام عن تغییر رسم الخط من مصحف الامام'' کے عنوان سے ایک رسالہ لکھ کر تفصیل سے اس کی ممانعت پر دلائل جمع کئے ہیں، جو ''جواہر الفقہ'' میں شامل ہے، مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ سے سوال کیا گیا: ''قرآن شریف A-20

کو بغیر عربی کے صرف اردو ترجمہ کے ساتھ چھاپنا کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: بغیر عربی کے محض اردو یا کسی بھی زبان میں قرآن شریف کو لکھنا چھاپنا منع ہے، اتقان میں اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل ہے، اس سے خریدنے اور بیچنے کی بھی ممانعت معلوم ہوگئی'' (فتاوی محمودیہ ۳/۵۱۰)۔

۲-غیر عربی رسم الخط میں قرآن مجید کی کتابت:

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت واشاعت جائز نہیں، چونکہ چاروں فقہی مسالک کے علماء کا اتفاق ہے کہ رسم عثمانی کے مطابق قرآن مجید کی کتابت ضروری ہے، خواہ وہ عربی زبان ہی میں ہو، تو کسی دوسری زبان میں بدرجہ اولی جائز نہ ہوگی، اس طرح لکھنے پر ایک ناواقف شخص ''محمد'' کو ''مھمد'' اور ''خاتم النبیین'' کو ''خاتم النببین'' پڑھ دے گا، اور نہ جانے اس قسم کی کیسی کیسی فاش غلطیاں کر بیٹھے گا، اس طرح کی غلطیاں تو تجوید سے ناواقفیت کی وجہ سے بھی ہوتی ہیں، لیکن عربی رسم الخط میں پڑھتے ہوئے ایسے مقامات پر غلطی کا جو احساس رہتا ہے وہ بھی جاتا رہے گا، اور نتیجہ یہ ہوگا کہ بنیادی تجوید سیکھنے کی زحمت بھی نہ کی جائے گی، یہ اس لئے بھی منع ہے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید میں ہر ایسا تصرف حرام ہے جس سے اس کے حروف میں تحریف اور معنی میں تبدیلی کے راستے کھلتے ہیں اور اس طرز عمل میں اس کا قوی امکان ہے۔

اس لئے امام سیوطی نے امام مالکؒ سے سوال وجواب اس طرح نقل کیا ہے: ''**هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجا؟فقال: لا، إلا على الكتبة الأولى رواه الداني في المقنع، ثم قال: ولا مخالف له من علماء الأمة**'' (الاتقان: النوع السادس والسبعون: في مرسوم الخط وآداب كتابته ۴/۱۶۷) (کیا قرآن مجید کو اس خاص طرز تحریر میں لکھ سکتے ہیں جو آج کل لوگوں نے ایجاد کیا ہے؟ فرمایا: نہیں! بلکہ اسی پہلی طرز کتابت پر ہونا چاہئے، اس کو علامہ دانی نے مقنع میں نقل کر کے فرمایا ہے کہ علماء میں سے کوئی بھی اس سلسلہ میں امام مالک کا مخالف نہیں)، امام زرکشی نے بھی اس کی ممانعت کو ہی راجح قرار دیا ہے، فرماتے ہیں:

''**هل تجوز كتابته بقلم غير عربي؟ هذا مما لم أرفيه كلاما لأحد من العلماء: ويحتمل الجواز، لأنه قد يحسنه من يقرؤه بالعربية، والأقرب المنع**'' (الاتقان: النوع السادس والسبعون: في مرسوم الخط وآداب كتابته ۴/۱۸۳)، امام احمد فرماتے ہیں: ''**يحرم مخالفة مصحف الإمام في واو أو ياء أو ألف أو غير ذلک**'' (الاتقان ۴/۱۶۹) (مصحف امام (نسخۂ عثمان غنیؓ) کی مخالفت واو، یاء، الف وغیرہ میں بھی حرام ہے)۔

علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں: ''**إن اعتاد القراء ة بالفارسية، أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع، وإن**

فعل في آية أو آيتين لا، فإن كتب القرآن وتفسير كل حرف وترجمته جاز"(فتح القدیر ۱/ ۲۶۸، ردالمحتار ۱/ ۸۶) (اگر فارسی میں قراءت کی عادت بنالے، یا اس میں مصحف کو لکھنا چاہے تو اس سے منع کیا جائے گا، ہاں! اگر یہ کام ایک یا دو آیتوں میں کرے تو جائز ہے، ہاں اگر قرآن لکھے اور ہر لفظ کا ترجمہ وتفسیر بھی لکھے تو جائز ہے)۔

شیخ محمد عبدالعظیم زرقانیؒ رقم طراز ہیں:

"**ونسترعي نظرك إلى أمور أولها أن علماء نا حظروا كتابة القرآن بحروف غير عربية وعلى هذا يجب عند ترجمة القرآن بهذا المعنى إلى أية لغة أن تكتب الآيات القرآنية إذ كتبت بالحروف العربية كيلا يقع إخلال وتحريف في لفظه فيتبعهما تغير وفساد في معناه**"(مناہل العرفان ۲/ ۱۳۴) (ہم آپ کی توجہ چند اہم مسئلوں کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں، ان میں پہلی یہ ہے کہ علماء نے غیر عربی الفاظ میں قرآن مجید کی کتابت سے منع فرمایا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ جب بھی قرآنی آیات لکھی جائیں عربی الفاظ میں ہی لکھی جائیں، تاکہ اس کے لفظ میں کوئی خلل اور تحریف واقع نہ ہو، جو اس کے معنی میں تغیر وفساد تک پہنچادے)۔

انہوں نے اس کی ممانعت پر جامع ازہر کا فتوی بھی نقل کیا ہے، مکہ فقہ اکیڈمی کا بھی یہی فیصلہ ہے (دیکھئے: مکہ فقہ اکیڈمی کے فیصلے رص ۱۷۷)۔

اس میں دو بنیادی خرابیاں ہیں: ایک عربی زبان کو مٹانے کی بالواسطہ کوشش، دوسرے رسم عثمانی کو ختم کرنے کی سازش، لاطینی یا کسی اور زبان میں قرآن ہو تو اس میں تحریف کو پکڑ پانا بھی مشکل ہے چونکہ ان زبانوں کے جاننے والوں میں قرآن مجید سے واقف کاروں کی تعداد نسبۃً کم ہے۔

اسی احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے ابن سیرینؒ نے قرآن کو مشتقا یعنی تیز لکھنے سے بھی منع فرمایا ہے، ان سے پوچھا گیا: ایسا کیوں؟ انہوں نے کہا: چونکہ اس میں کمی کا امکان ہے (کتابت المصاحف: ابوبکر ابن ابی داؤد سجستانی رص ۳۰۴)۔

علامہ رشید رضا مصریؒ نے اپنے مجلّہ "المنار" میں اس مسئلہ پر بہت سخت موقف اپناتے ہوئے لکھا تھا جس میں اس ممانعت کی وجوہات بھی آگئی ہیں:

"**فإذا كانت الحروف الأعجمية التي يراد كتابة القرآن بها لا تغني غناء الحروف العربية لنقصها كحروف اللغة الإنكليزية فلا شك أنه يمتنع كتابة القرآن بها لما فيها من تحريف كلمه ومن رضي بتغيير كلام القرآن اختيارا فهو كافر......ولو أجاز المسلمون هذا للرومان والفرس والقبط والبربر والإفرنج وغيرهم من الشعوب التي دخلت في الإسلام لعلة العجز لكان لنا اليوم أنواع من**

القرآن كثيرة ولكان كل شعب من المسلمين لا يفهم قرآن الشعب الآخر"(مجلۃ المنار: یکم ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ)(اور جب وہ عجمی الفاظ جن میں قرآن لکھنا مقصود ہو، مثلاً انگریزی اپنے تعداد حروف وغیرہ میں کمی کی وجہ سے عربی الفاظ کی جگہ نہیں لے سکتے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ان میں قرآن کی کتابت جائز نہیں ہوگی، چونکہ اس میں اس کی آیات میں تحریف کی سنگین غلطی پائی جارہی ہے، اور جو کلام اللہ کو حالت اختیار میں بدلنے کے لئے تیار ہوجائے وہ کافر ہے، اگر مسلمانوں نے اسلام میں داخل ہونے والے رومیوں، اہل فارس، قبط و بربر، اور انگریزوں وغیرہ کو اس بنیاد پر اس کی اجازت دی ہوتی کہ نومسلموں کے لئے اصل قرآن پڑھنا دشوار ہے تو آج ہمارے سامنے قرآن کی بہت ساری قسمیں ہوتیں، اور مسلمانوں کا ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کا قرآن نہ سمجھ پاتا)۔

اپنی تفسیر "المنار" میں بھی انہوں نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے(دیکھئے: تفسیر المنار، سورۂ اعراف ۱۵۸، کا حاشیہ ۲/ ۲۶۷)۔

ہندوستانی علماء نے بھی ہمیشہ سے اس مسئلہ میں ممانعت کا فیصلہ کن موقف اپنایا ہے، مفتی عبدالرحیم لاجپوری لکھتے ہیں: قرآن شریف گجراتی حروف میں لکھنے سے قرآنی رسم الخط جو قرآن کا ایک رکن ہے، چھوٹ جاتا ہے اور تحریفِ رسمی لازم آتی ہے، جس سے احتراز ضروری ہے۔ مثلاً **بسم الله** کو گجراتی حروف میں لکھا جائے تو لفظ **الله** اور لفظ **رحمٰن** اور لفظ **رحیم** کی ابتداء کے دو حروف (الف لام) تحریر میں نہیں آئیں گے "**بسم لله رحمٰن رحیم**" لکھا جائیگا اس طرح لکھنے میں صرف **بسم الله** شریف میں چھ حروف کی کمی آجاتی ہے۔

تو غور فرمایئے! پورا قرآن شریف گجراتی میں لکھا جائے تو کتنے حروف کم ہوجائیں گے، حالانکہ معانی کی طرح حروف بھی قرآن ہونے میں شامل ہیں۔ دوسری جانب صورت یہ ہے کہ بعض آیتوں میں حروف زائد ہوجائیں گے مثلاً **الٓمٓ** میں قرآنی رسم الخط کے بموجب صرف تین حروف ہیں، لیکن گجراتی میں لکھا جائے تو نو حروف ہوجائیں گے۔ اب حساب لگایئے پورے قرآن شریف میں کتنی کمی بیشی ہوجائیگی" (فتاوی رحیمیہ مرتبہ: مفتی صالح محمد دار الاشاعت، پاکستان ۳/ ۱۷)۔

مولانا محمود الحسن گنگوہیؒ لکھتے ہیں: "الفاظ قرآن کو عربی رسم الخط میں لکھنا ضروری ہے، ہندی یا کسی اور رسم الخط میں لکھنے کی اجازت نہیں، اتقان میں اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق نقل کیا ہے، ہندی رسم الخط میں لکھنے سے عبارت مسخ ہوجائے گی، ح، ذ، ز، ض، ظ، میں نمایاں فرق نہیں رہے گا، سب کی صورت یکساں ہوگی، اصل مخارج وصفات سے ان کو ادا نہیں کیا جائے گا، استعلاء، اطباق، استطالت سب کچھ ضائع کردیں گے" (فتاوی محمودیہ ۳/ ۵۱۱)۔

ابوسہل صالح علی العود نے "تحریم کتابۃ القرآن بحروف غیر عربیۃ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جو "وزارة

الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوۃ والإرشاد'' سعودی عرب سے شائع ہوئی ہے، جس میں انہوں نے عربی کے سوا کسی اور رسم الخط میں قرآن کو لکھنے کی ممانعت پر قرآن وحدیث سے دلائل جمع کرنے کے ساتھ ساتھ دنیا بھر سے پچاس سے زائد علماء کے فتاوی بھی جمع کئے ہیں، سب اس کی حرمت پر متفق ہیں۔

یہ مصلحت کے بھی خلاف ہے، تقی الدین فاسی اپنی کتاب '' شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام'' (۲۳۶/۱) میں فرماتے ہیں: '' روایت کی جاتی ہے کہ خلیفہ ہارون رشید یا ان کے دادا منصور نے چاہا تھا کہ کعبہ کی ان تبدیلیوں کو بدل دیں جو حجاج نے کی تھیں، اور ابن زبیر کی وضع پہ واپس لے آئیں، لیکن امام مالکؒ نے اس سے منع فرماتے ہوئے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اللہ کے گھر کو بادشاہوں کا کھلونہ مت بناؤ، کہ ان میں سے جس کا جی چاہے اس میں تبدیلی کردے حتی کہ لوگوں کے دلوں سے اس کا رعب ووقار جاتا رہے''۔

پھر فاسی لکھتے ہیں: ''**وكأنه في ذلك لحظ أن درأ المفاسد أولى من جلب المصالح وهي قاعدة مشهورة معتمدة**'' (گویا کہ انہوں نے یہ اشارہ دیا کہ مفاسد کو دور کرنا مصالح کو حاصل کرنے سے زیادہ ضروری ہے، اور یہ ایک مشہور اور معتبر قاعدہ ہے)، اس مسئلہ میں بھی یہی بات کہی جاسکتی ہے کہ قرآن کریم کو کسی اور رسم الخط میں شائع کرنا مصلحت کے بھی خلاف ہے۔

رسم عثمانی میں متن قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان میں کتابت:

ظاہر ہے کہ پہلی صورت میں جو خرابیاں ہیں وہ اس صورت میں بھی پائی جارہی ہیں اس لئے یہ صورت بھی درست نہ ہوگی، یہ تو گویا قرآن کے عربی متن کو صرف تبرک کے لئے رکھنا ہوا، اگر پڑھنا کسی اور میڈیم سے ہے تو دونوں صورتوں میں فرق نہیں، اور اگر پڑھنا اصل عربی متن قرآن سے ہے تو کسی اور رسم الخط کی ضرورت نہیں۔

جس کو پڑھنا نہ آتا ہو اس کے لئے کسی معلم سے بہ تدریج سیکھنا اس کا شرعی، روایتی اور کامیاب حل ہے، یکبارگی پورے قرآن کا سیکھنا ضروری نہیں، اور دوسری زبان کے واسطہ سے درست تلاوت ممکن نہیں اس لئے یہ بھی جائز نہ ہوگا۔

غیر عربی رسم الخط والے قرآن کو چھونا:

جہاں تک اس طرح چھپے ہوئے قرآن کو چھونے کے لئے وضو کا مسئلہ ہے تو فقہی کتابوں میں صراحت سے یہ مسئلہ نقل کیا گیا ہے کہ یہ اصل قرآن کے حکم میں ہے، اس لئے بلا وضو اس کو چھونا جائز نہیں، الموسوعۃ الفقہیہ کے مرتبین نقل کرتے ہیں:

”المصحف إن كتب على لفظه العربي بحروف غير عربية فهو مصحف، وله أحكام المصحف، وبهذا صرح الحنفية ففي الفتاوى الهندية وتنوير الأبصار: يكره عند أبي حنيفة لغير المتطهر مس المصحف ولو مكتوبا بالفارسية، وكذا عند الصاحبين على الصحيح، وعند الشافعية مثل ذلك“(موسوعہ فقہیہ ۳۸/۱۰)(قرآن مجید کو اگر اس کے عربی الفاظ کے مطابق کسی اور زبان میں لکھا جائے تو بھی وہ مصحف ہے، اور اس کے احکام مصحف جیسے ہیں، احناف نے اس کی وضاحت کی ہے، چنانچہ فتاوی ہندیہ اور تنویر الابصار میں ہے: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناپاک کے لئے مصحف چھونا جائز نہیں، خواہ وہ فارسی زبان میں لکھا ہوا ہو، ایسے ہی صاحبین کے نزدیک بھی، شوافع کا بھی یہی مسلک ہے)۔

خلاصہ یہ کہ رسم الخط چونکہ انسان کا عمل ہے، اس لئے اس میں عربی اور غیر عربی زبان میں کوئی فرق نہیں، اس لئے اسے چھونے اور ہاتھ میں لینے کے سلسلہ میں ایک ہی حکم ہوگا، جبکہ الفاظ یعنی نظم قرآن اللہ تعالی کی طرف سے ہے، اور اس کا کلام ہے اس لئے اس کو قراءت اور تعبد میں اصل قرآن کا درجہ حاصل نہ ہوگا۔

۳- بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

بریل Braille تحریر ایک Tactile یعنی قوت لامسہ کے ذریعہ استعمال ہونے والا مخصوص نظام ہے جس سے قوت بینائی سے کلی طور پر محروم یا بہت ہی کمزور بینائی والے افراد استفادہ کرتے ہیں، پڑھ بھی سکتے ہیں، لکھ بھی سکتے ہیں، یہ اپنے نابینا موجد فرانسیسی نژاد موسوقی کارلوئس بریل کے نام سے مشہور ہوا، جس کو اس نے ابتدائی شکل میں ۱۸۲۹ میں متعارف کرایا، دراصل جب وہ نابینا ہونے کے بعد اسکول میں پڑھتا تھا اس وقت فارلس باربیر نے اس کے اسکول کا دورہ کیا تھا، جنہوں نے اپنے اس نظام کا تعارف کرایا جس کو وہ Night Writing (شبانہ کتابت) کا نام دیتے تھے اور جس کو ۱۲ ابھرے ہوئے نقطوں Raised dotes کی شکل میں انہوں نے فوجیوں کے لئے تیار کیا تھا کہ وہ میدان جنگ میں الفاظ کا سہارا لئے بغیر اپنے راز ہائے سربستہ ایک دوسرے کو ان نقطوں کی مدد سے منتقل کرسکیں، جس کو بریل نے ۶ میں سمیٹ دیا اور پھر اسے ۱۸۶۹ میں شائع کیا، یہ کوڈ چھ نقطوں پر مبنی ہوتا ہے، جو مختلف حروف، الفاظ، حروف علت، حرکات اور علامتوں کی نمائندگی کرتے ہیں، ان چھ کی مدد سے ۶۳ یا ۶۴ مختلف شکلیں بنائی جاسکتی ہیں، یہ گویا خواندگی کی سواری Vehicle for Literacy ہے، اس میں عہد بہ عہد کافی تبدیلیاں ہوئیں، عربی زبان میں اس طریقہ کو محمد انسی نے انیسویں صدی کے وسط میں متعارف کرایا، عربی حروف تہجی کے ۲۸ حروف پر مزید ۸ حروف اس نظام میں زائد ہیں، یعنی کل ۳۶، اس طریقہ پر

قرآن مجید بھی مختلف مسلم ممالک سے شائع ہوتے رہے ہیں، سعودی عرب میں ۱۹۹۲ سے بریل خط میں قرآن مجید کی اشاعت کے لئے مستقل ادارہ قائم ہے، جس سے نہ صرف قرآن مجید، بلکہ ان کے لئے دینی کتابیں، اور مجلّات بھی اسی خط میں شائع کئے جاتے ہیں، ترکی میں اس کے لئے مستقل ادارہ International Union of Braille Quran Services (IBQS) قائم ہے، جس کی ویب سائٹ ہے: www.braillequran.org اور قرآن کی اس طرز تعلیم پر مستقل تحقیق جاری ہے، مثلاً عبداللہ ایک ابوالکشک وخیر الدین قمر (کبنگسان یونیورسٹی ملیشیا) کا مقالہ Quran vibrations in Braille Codes using the Finite State Machine Technique جو اس سلسلہ میں نہایت چشم کشا ہے۔

الف- اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کی کتابت میں رسم عثمانی کی مخالفت درست نہیں، لیکن اس طرز پر قرآن مجید کی اشاعت سے ایک مخصوص طبقہ کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس طرز تحریر کو اپنی ظاہری رسم اور شکل کے اعتبار سے پورے طور پر رسم عثمانی کے مطابق بنانا اب تک ممکن نہیں ہوسکا ہے، ٹھیک اسی طرح جیسے یہ ممکن نہیں کہ اسے املا کے عام طریقہ سے لکھا جائے، لیکن مضمون کے اعتبار سے مکمل قرآن اس طریقہ پر لکھا جاسکتا ہے، یعنی اگرچہ رسم الخط کی پوری پابندی ممکن نہیں، لیکن قرآن کے سارے حروف اس نظام میں بھی لکھے جاتے ہیں، اس اعتبار سے اس کے مفہوم کو سمجھنے میں کوئی خلل نہیں پیدا ہوتا، مثلاً لفظ ''غٰیبت'' کے ایک ایک حرف کا رمز اس نظام میں لکھا جائے گا، اور یہ اور بات ہے کہ مکمل لفظ لکھنا ممکن نہیں، جب کہ عام عربی املا نویسی کے قاعدہ کے تحت اسے ''غیابۃ'' لکھا جائے گا، لیکن اس نظام میں گول تا کے بجائے لمبی تا کا رمز استعمال کیا جائے گا، اس طرح اس کو رسم عثمانی سے ایک گونہ مناسبت ہوجائے گی، کچھ علامات وحرکات وہ ہیں جن کا لکھنا اس طریقہ پر ممکن نہیں، جیسے ''اسحٰق'' کا کھڑا زبر، اور ''داوٗد'' کا الٹا پیش وغیرہ، غالباً اس کے لئے واؤ کا ایک مزید رمز استعمال کرتے ہوں گے تاکہ ''داوٗد'' کا قرآنی نطق ''داوود، دوواؤ'' سے ادا ہوسکے، گویا یہ ایسے رموز کا مجموعہ ہے جو قرآن کی آواز کو منتقل کرتا ہے، اور اس طرح عثمانی رسم الخط کی روح باقی رہتی ہے۔

جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ ہر حال میں رسم عثمانی کی پابندی ضروری ہے ان کے نزدیک اس طریقہ پر قرآن مجید کی اشاعت ممنوع ہوگی، اور نابینا حضرات کے لئے تعلیم قرآن کا حل ان کے پاس یہی ہے کہ وہ کسی سے سن کر یاد کریں، جیسا کہ اب تک اس معذور طبقہ میں رائج رہا، لیکن صحیح بات ہے کہ اس مخصوص طبقہ کے لئے اس طریقہ پر زیادہ سے زیادہ قرآن کی اشاعت کی ضرورت ہے، چونکہ:

☆ ہر نابینا شخص کے لئے حفظ آسان نہیں ہوتا، اللہ تعالی نے صلاحیتیں مختلف رکھی ہیں۔

☆ ہر نابینا شخص کو جب وہ چاہے بینا ملقن (آیات بتانے والا) آسانی سے مل جائے ضروری نہیں۔

☆ بریل کوڈ میں چھپے ہوئے مصاحف اس طبقہ کو بڑی حد تک قرآن کی تلاوت اور اس کے حفظ میں کسی مستقل آدمی کے سہارے سے بے نیاز کردیتے ہیں۔

☆ اس کی طباعت کی اجازت نہ دینا بصارت سے محروم ان ہزاروں افراد کے لئے محرومی کا باعث ہوگا جو تلاوت قرآن کی سعادت جب وہ چاہیں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

☆ اگر علماء اس پر پابندی لگادیں، اور مسلم حکومتیں علماء کی راست نگرانی میں شائع نہ کریں تو جو احتیاط اس کی اشاعت میں ملحوظ رکھی جاتی ہے اس کا خیال نہیں رہ جائے گا، جس کے نتیجہ میں تحریف کا دروازہ کھلے گا۔

اور رموز کے سلسلہ میں سب سے بہتر بات یہ ہوگی کہ بریل قرآن کو منطوق کے مطابق رکھا جائے، یعنی قرآن کا جو لفظ جس طرح ادا کیا جاتا ہے ویسے ہی لکھا جائے، جیسے ''الرحمٰن'' کر رسم عثمانی اور رسم املائی دونوں میں اسی طرح لکھا جاتا ہے، لیکن بریل میں ''م'' کو ایک نابینا کھینچ کر اسی وقت پڑھ سکتا ہے، جبکہ اس کو ''م'' کے بعد کوئی ایسا رمز ملے جو بتا سکے کہ یہاں کھینچنا ہے، چنانچہ وہاں الف بڑھانے کی ضرورت ہوگی، یہ ایسے ہی ہے، جیسے کسی بچہ کو سکھاتے ہوئے کسی لفظ کا صحیح نطق ادا کرنے کے لئے ضرورۃ قواعد سے ہٹ کر کچھ دوسرے طریقے اختیار کرنے پڑتے ہیں، یہاں بھی ایک بڑی ضرورت ہے اور وہ یہ کہ نابینا افراد کو التباس سے بچایا جاسکے۔

اس لئے بریل کوڈ میں قرآن مجید کی اشاعت جائز ہوگی، ہاں یہ ضروری ہے کہ رسم عثمانی کے مطابق لکھنے میں جہاں التباس نہ ہوتا ہو وہاں اسی رسم الخط میں لکھا جائے، بعض الفاظ واشارات جو عثمانی رسم الخط میں نہیں لکھے جاسکتے وہ معفوعنہ ہیں، یعنی ان پر انشاء اللہ مؤاخذہ نہیں ہوگا چونکہ اللہ تعالی نے اسی کا مکلّف بنایا ہے جو انسان کے بس میں ہے (بقرہ:۲۸۶)، اس کو قرآن مجید کی اس طریقہ پر اشاعت میں رکاوٹ نہیں بنانا چاہئے، چونکہ اس کی طباعت میں بے آنکھ والوں کے لئے بڑے فوائد ہیں جو آنکھ والوں سے پوشیدہ نہیں۔

ب- جہاں تک اس مصحف کو ہاتھ لگانے کے لئے وضو کا مسئلہ ہے تو ظاہر ہے جب اس میں قرآنی حروف والفاظ نہیں بلکہ رموز پر مبنی نظام ہے تو اس کو چھونے کے لئے وضو کیوں کر ضروری ہوگا، البتہ قرآن سے اس کی راست نسبت کا خیال رکھتے ہوئے وضو کر لینا مستحب ہوگا، البتہ اس کو پڑھنے کے لئے جنابت وحیض ونفاس سے پاک ہونا ضروری ہوگا، چونکہ زبان تو قرآن ہی ادا ہوگا جس کے لئے حدث اکبر سے پاک ہونا ضروری ہے، اسی طرح مصاحف کے لئے جن آداب کو ملحوظ

رکھنے کا حکم ہے ان کی رعایت اس صورت میں بھی ضروری ہوگی۔

سعودی عرب کی فتوی کمیٹی ”اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء“ کی طرف سے شیخ صالح فوزان نے بھی یہی فتوی دیا ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں: ”**لا يظهر أن المصاحف المكتوبة بطريقة برايل لها حكم المصاحف المكتوبة بالحروف العربية**“ (فتاوی اللجنة الدائمة- المجموعة الثانية ۳/۴۱، جمع وترتیب: احمد بن عبدالرزاق الدویش، رئاسة ادارة البحوث العلمية والافتاء- ادارہ العامة للطبع ریاض، فتاوی یسأ لونک ۱۱/ ۳۴، شائع شدہ: مکتبہ دندیس، مغربی پٹی، فلسطین) کے مصنف ڈاکٹر حسام الدین بن موسی عفانہ نے بھی یہی فتوی دیا ہے (فتاوی یسأ لونک ۱۱/ ۳۴)۔

ضرورت ہے کہ قرآن کے لئے ایک ایسا بریل نظام وجود میں آسکے جس کو پڑھتے ہوئے قرآن کی مخصوص تجوید کو ملحوظ رکھا جاسکے جیسے نون ساکن، اقلاب، ادغام، اظہار، اخفاء وغیرہ، ادراک کے لئے مخصوص رموز Symbols بریل میں تیار کئے جائیں۔

۴- موبائل پر قرآن مجید:

موبائل، ٹیبلٹ ڈوائس اور دیگر اسکرین ٹچ الیکٹرانک آلات پر قرآن کے اپلیکیشنز کے مثبت پہلو یہ ہیں کہ اس کو مطبوعہ قرآن کی طرح الگ سے کوئی جگہ نہیں چاہئے، اس میں نقل وحمل کا کوئی مسئلہ نہیں، چلتے پھرتے قرآن سے استفادہ شاید اتنا آسان کبھی نہ ہوا ہو، بعض اپلیکیشنز میں آپ کی انگلیوں کے بھرپور لمس کے نیچے ترجمہ بھی موجود ہوتا ہے جو کم وقت میں منتخبہ آیت کے ترجمہ وتفسیر سے بھی واقف کراتا ہے، کسی کو کسی آیت کا حوالہ دینا ہو، کاپی اور پیسٹ کے نظام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم فوراً اسے شیئر کر سکتے ہیں، لیکن آسانی اپنے ساتھ تن آسانی بھی کھینچ لائے تو اس سے نقصان ہوتا ہے، چنانچ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کے مطبوعہ نسخے موجود ہیں اس کے باوجود موبائل سے ہی تلاوت کی جارہی ہے، بیچ بیچ میں مختلف برقی پیغامات کے جوابات بھی جاری ہیں، ڈاؤن لوڈ بھی چل رہا ہے، اپ لوڈ بھی، اور بار بار اسکرین سے قرآن کا صفحہ ہٹانے کی ضرورت پڑ رہی ہے، اور اسی بیچ کسی کی کال آجائے تو خود بہ خود قرآن بند، اس سے تلاوت کی روح نکل جاتی ہے، اس لئے قرآن کے آداب کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر مطبوعہ قرآن موجود ہو تو اسی سے تلاوت کی جائے، موبائل سے کی جائے تو موبائل کو ایروپلین موڈ میں کردیا جائے، تاکہ جتنی دیر تلاوت کرنی ہو یکسوہو کر کر لی جائے، پھر اس سے متعلق جو اپنی جائز مصروفیات ہوں ان کا آغاز کیا جائے۔

اس سلسلہ میں سب سے اہم مسئلہ یہ پوچھا جاتا ہے کہ جب اسکرین پر قرآن کھلا ہوا ہو تو اسکرین کو چھونے کی

ضرورت پڑتی ہے، اب یہ مس یا تو کسی آلہ کے ذریعہ ہوگا یا ہاتھ سے، جہاں تک کسی آلہ سے مس کرنے کا مسئلہ ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس صورت میں اسکرین ٹچ کے لئے مخصوص اسٹک یا قلم کے ذریعہ اسکرین پر کھلے قرآن کو لمس کیا جائے تو بلا وضو اس کا چھونا جائز ہوگا، فقہاء نے وضاحت کی ہے: ''**وحل قلبه یعود أي تقلیب أوراق المصحف بعود ونحوه لعدم صدق المس علیه**'' (ردالمحتار مع الدرالمختار ۱/۱۷۴) (لکڑی سے اس کا پلٹنا جائز ہے، یعنی مصحف کے اوراق کو لکڑی وغیرہ سے پلٹنا درست ہے، چونکہ اس پر چھونے کا اطلاق نہیں ہوتا)، شافعیہ اور حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے، مالکیہ کے نزدیک راجح قول کے مطابق جائز نہیں:

''**ولو قلب غیر المتطهر أوراق المصحف بعود في یده جاز عند کل من الحنفیة والحنابلة، ولم یجز عند المالکیة علی الراجح، وعند الشافعیة صحح النووي جواز ذلک؛ لأنه لیس بمس ولا حمل**'' (موسوعہ فقہیہ ۳۸/۷، مادہ: مصحف)، لیکن جمہور کا مسلک اس سلسلہ میں زیادہ قرین صواب ہے چونکہ اس میں ہاتھ کا راست استعمال نہیں ہوتا۔

جہاں تک ہاتھ سے چھونے کا مسئلہ ہے تو دو باتیں ہیں: موبائل چھونا یا اسکرین کو اس حالت میں چھونا جبکہ اس پر قرآن کھلا ہوا ہو، موبائل چونکہ قرآن نہیں اس لئے اس کو چھونا تو بہر حال جائز ہے، خواہ اسکرین پر قرآن کھلا ہو یا بند، جہاں تک اسکرین کو اس حالت میں چھونے کا مسئلہ ہے جبکہ قرآن اس پر کھلا ہوا ہو تو ایک بات یہ ذہن میں آتی ہے کہ انگلی اسکرین پر لگتی ہے اور وہ شیشہ کی ہوتی ہے، اس کرین اور قرآن کے بیچ کئی تہیں Layers ہوتی ہیں، گویا قرآن اور اسے چھونے والے کے درمیان کوئی چیز حائل ہے، اور حائل کے ساتھ قرآن بلا وضو بھی چھونا جائز ہے، ''**فلو حمله بغلاف غیر مخیط به، أو في خریطة وهي الکیس أو نحو ذلک لم یکره**'' (موسوعہ فقہیہ ۳۸/۷، مادہ: مصحف)۔

کمپیوٹر یا جو موبائل اسکرین ٹچ نہ ہو اس پر اگر قرآن کھولا جائے تو اس پر ہاتھ رکھنے کے لئے وضو کو ضروری نہیں قرار دیا جاتا چونکہ ان میں اسکرین پر ہاتھ رکھنے سے کوئی حرکت نہیں ہوتی، اگر اسکرین ٹچ موبائل میں بھی یہ ثابت ہو جائے کہ اصل الفاظ قرآن پر ہاتھ نہیں لگتا، بلکہ اس میں یہ حرکت ایک دوسرے نظام کے تحت ہوتی ہے تو اس میں بھی وضو ضروری نہیں ہونا چاہئے، چونکہ جو قرآنی حروف ہمیں نظر آتے ہیں وہ الیکٹریکل کوڈ ہیں، محض ''ذبذبات'' ہیں، یعنی ایک طرح کا ارتعاش اور اہتزاز Oscillation ہے، حروف جس طرح پڑھنے میں آرہے ہیں حقیقت میں وہ ایسے نہیں، وہ ثابت حروف نہیں ہیں، اسی لئے ہم اسے موبائل کہتے ہیں، قرآن نہیں کہتے، عرفاً بھی وہ قرآن نہیں، اس لئے بلا وضو اس کا چھونا جائز ہوگا، شیخ صالح فوزان کی یہی رائے ہے (دیکھئے: ویب سائٹس: ۱- موقع منتدیات الضویلة الرسمیة، ۲- موقع ملتقی أنصار الهدی، ۳- المنتدی

الإسلامی العام)۔

لیکن اب تک اس سلسلہ میں زیادہ تر آراء جو ہماری نظر سے گذریں ان سے اس پہلے خیال کی تائید نہیں ہوتی، بلکہ ان کا حاصل یہ ہے کہ جب قرآن کریم موبائل یا میموری کارڈ کے اندر ہو اور اس کو اسکرین پر کھولا نہ گیا ہو تو اس وقت چونکہ وہ حروف ونقوش کی صورت میں موجود نہیں تو اس کو ہاتھ لگانے کے لئے باوضو ہونا ضروری نہیں، اور جب اسکرین پر کھول دیا جائے تو باوضو ہو کر اسے چھونا ضروری ہے، چونکہ اسکرین پر موجود نقوش قرآن کے الفاظ پر دلالت کرتے ہیں، اسکرین کے علاوہ موبائل کے بقیہ حصوں کو بلا وجو ہاتھ لگانا درست ہوگا۔

دارالعلوم دیوبند کا ایک فتوی بھی اسی کے مطابق ہے: ''جس وقت موبائل کی اسکرین پر قرآن کی آیات نظر آ رہی ہوں اس وقت اسکرین کو بلا وضو ہاتھ نہ لگائیں'' (فتاوی دارالعلوم دیوبند فتوی: ۳۶۴۰۰ ویب سائٹ دارالعلوم دیوبند)۔

جو حضرات داؤد ظاہری کی خلاف اجماع رائے (المحلی: ابن حزم ۱/ ۸۲-۸۳) کے مطابق قرآن مجید کو چھونے کے لئے وضو کو ضروری قرار نہیں دیتے بلکہ حدث اکبر سے پاکی کو ضروری قرار دیتے ہیں وہ بھی یہی فرق کرتے ہیں کہ جب اسکرین پر قرآن کھلا ہوا ہو تو ناپاکی کی حالت میں اسکرین پر ہاتھ نہیں لگا سکتے، اور پورے موبائل پر لگا سکتے ہیں، اور نہ کھلا ہوا ہو تو اسکرین پر بھی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کو تختیوں پر لکھے ہوئے قرآن کے حکم میں مانا جائے، چونکہ اس میں چند آیات کے بعد چند دوسری آیات اسکرین پر ابھرتی ہیں جیسے تختیوں پر جب چند آیات کو محو کیا جائے تب دوسری چند آیات لکھی جاتی ہیں، اور تختیوں کا مسئلہ یہ ہے کہ جب ان پر قرآن کی آیات لکھی جائیں تو بلا وضو ان پر ہاتھ نہیں لگا سکتے (دیکھئے: المجموع: الامام النووی ۲/ ۷۰، المبسوط للسرخسی ۳/ ۱۵۲، وتحفۃ الفقہاء للسمرقندی ۱/ ۳۲، شرح فتح القدیر: الکمال بن الھمام ۱/ ۳۳۳، الخرشی علی مختصر سیدي خلیل ۱/ ۱۶۰)۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی لکھی ہوئی چیز کے تحریر شمار ہونے کے لئے ضروری نہیں کہ وہ بالکل ثابت ہو، اپنی جگہ سے ہٹتی نہ ہو، بلکہ اعتبار اس کا ہے کہ پڑھنے میں آتی ہو، اگرچہ ہٹانے سے فورا ہٹ جائے، جو تحریر الکٹرانک آلات کے ذریعہ ابھر کر آتی ہے وہ حقیقی تحریر ہے، یہ تحریر موبائل سے ایسے ہی متصل ہوتی ہے جیسے کاغذ پر لکھی ہوئی تحریر کاغذ سے، اس لئے اسے قرآنی آیات ہی سمجھا جائے گا، ہاں جب تک وہ میموری میں ہے اس کا حکم قرآن کا نہیں، اس لئے کہ وہ کتابت نہیں۔

ایسی صورت میں اسکرین ٹچ موبائل میں قرآن کا فولڈر کھولنے کے لئے بھی وضو ضروری ہوگا۔

ڈاکٹر محمد جنید بن محمد نوری الدیرشوی نے اس موضوع پر ''**مس الأجهزة الإلكترونية التي يحزن فيها القرآن وحملها**'' کے نام سے ایک تحقیقی رسالہ لکھا ہے جو ''**وزارة الشؤن الإسلامية، مجمع الملک فهد لطباعة القرآن الكريم**''، مدینہ منورہ سے شائع ہوئی ہے، ان کی بھی یہی رائے ہے۔

☆☆☆

قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت جدید وقدیم فتاوی کی روشنی میں

مولانا محمد صادق مبارکپوری☆

قرآن عزیز آخری آسمانی کتاب ہدایت ہے، جو حضور اقدس ﷺ کے قلب اطہر پر ۲۳ رسال کے عرصہ میں نازل ہوا، جس کی حفاظت کی ذمہ داری خداوند قدوس نے لی ہے،"إنا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون"(سورۂ حجر:۹)، دیگر آسمانی نوشتے تحریف وترمیم کا شکار ہوگئے، ان کا اصل متن محفوظ نہ رہ سکا، مگر قرآن مقدس اعدائے اسلام کی ناپاک سازشوں اور کوششوں کے باوجود تحریف وترمیم سے محفوظ رہا۔

اللہ تعالی نے حفاظت قرآن کریم کی جو ذمہ داری لی ہے، نوعمر بچوں اور بچیوں کے حفظ قرآن کے ذریعہ کرائی، ہر ملک میں لاکھوں حفاظ قرآن کریم موجود ہوتے ہیں، متن قرآن کے بغیر تنہا ترجمہ کلام پاک کی اشاعت درست نہیں، اس کی خرید وفروخت، تقسیم اور ہدیہ کرنا ناجائز ہے"لاتعاونوا على الاثم والعدوان"(سورۂ مائدہ:۲)۔

ائمہ اربعہ اس کی حرمت وممانعت پر متفق ہیں کہ قرآن مجید کو کسی اور زبان میں محض ترجمہ بلا نظم قرآنی لکھنا ممنوع اور حرام ہے۔

''نورالایضاح'' کے مصنف علامہ حسن شرنبلالی حنفیؒ صاحب ہدایہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"**فی كتابه التجنيس والمزيد ما نصه ويمنع من كتابة القرآن بالفارسية بالإجماع لأنه يؤدى للإخلال بحفظ القرآن لأنا أمرنا بحفظ النظم والمعنى، فانه دلالة على النبوة؛ ولأنه ربما يؤدى إلى التهاون بأمر القرآن**"(ان کی کتاب التجنیس والمزید میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: قرآن مجید کو فارسی میں لکھنا بالاجماع ممنوع ہے کیونکہ یہ قرآن کریم کے حفظ کرنے میں خلل انداز ہے، اور ہم لوگ قرآن شریف کے الفاظ اور معنی دونوں کی

☆ استاذ حدیث، جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور، اعظم گڑھ۔

حفاظت کے مامور ہیں، کیونکہ یہ نبوت کا معجزہ ہے اور قرآن کے باب میں سستی تک پہنچائے گا)۔

"وفی معراج الهداية: أنه يمنع كتابة المصحف بالفارسية أشد المنع، وأنه يكون معتمده زنديقا، وفی الكافي: أنه لو أراد أن يكتب مصحفا بالفارسية يمنع" (معراج الہدایہ میں ہے کہ فارسی زبان میں قرآن کریم کی کتابت سخت ترین ممنوع ہے، اور قصداً ایسا کرنے والا زندیق ہے، اور کافی میں ہے کہ اگر کوئی فارسی میں قرآن شریف لکھنے کا ارادہ کرے تو روک دیا جائے گا)۔

علامہ محقق ابن ہمامؒ فتح القدیر میں تحریر فرماتے ہیں:

"وفيه أی الكافي: إن اعتاد القراء ة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع" (۲۸۷/۱ باب صفۃ الصلاۃ) (اور کافی میں ہے کہ اگر کوئی فارسی میں تلاوت کی عادت کرے یا فارسی میں لکھنے کا قصد کرے تو اسے روک دیا جائے گا)۔

یہ فارسی میں لکھنے کی ممانعت کا تذکرہ بطور مثال ہے، دنیا کی کسی زبان میں بھی لکھنا ممنوع ہے، علامہ شرنبلالی حنفیؒ رقم طراز ہیں:

"قدمنا حكاية الإجماع على منع كتابة القرآن العظيم بالفارسية، وأنه إنما نص على الفارسية لإفادة المنع بغيرها بالطريق الأولى؛ لأن غيرها ليس مثلها فی الفصاحة" (النفحۃ القدسیۃ ص ۳۲) (قرآن کریم کو فارسی میں لکھنے کی ممانعت پر اجماع تو ہم نقل کر چکے ہیں اور یہ کہ فارسی کی تصریح اس لئے کی گئی ہے، تاکہ دوسری زبانوں میں ممنوع ہونا بذریعہ اولی ثابت ہو جائے کیونکہ اور کوئی زبان فارسی سے فصیح نہیں ہے)۔

فقہ حنفی کے مشہور متن درمختار میں ہے:

"وتجوز كتابة آية او آيتين بالفارسية لا أكثر، قال فی الشامي: والظاهر أن الفارسية غير قيد" (۵۲۴/۱ فصل اذا أراد الشروع فی الصلاۃ، کتاب الصلاۃ) (قرآن مجید کی ایک دو آیت کی کتابت تو فارسی زبان میں جائز ہے، اس سے زیادہ جائز نہیں ہے (علامہ ابن عابدین) نے شامی میں فرمایا کہ یہ بات ظاہر ہے کہ فارسی زبان کی کوئی قید نہیں ہے، بلکہ مطلق عجمی زبان مراد ہے)۔

اور کفایہ شرح ہدایہ میں ہے:

"قال الإمام المحبوبی: أمالواعتاد قراء ة القرآن أو كتابة المصحف بالفارسية، ويمنع منه أشد المنع" (ہامش فتح القدیر ۲۴۹/۱) (امام محبوبی نے بیان کیا کہ اگر فارسی میں قرآن شریف کی تلاوت یا کتابت کی عادت کرلیں تو

اس کو شدت سے منع کیا جائے گا)۔

سطور بالا میں ائمہ حنفیہ کی روایات معتبر کتب حنفیہ سے نقل کی گئی ہیں، اب امام شافعیؒ، امام مالکؒ، احمد بن حنبلؒ کے مسالک کی روایات درج کی جاتی ہیں:

"أما عند الشافعية فقد منا عن الزرکشیؒ احتمال الجواز وأن الأقرب المنع من کتابة القرآن بالفارسية کما تحریم قراء ته بغیر لسان العرب" (اور ائمہ شافعیہ کے نزدیک کیا حکم ہے تو ہم نے پہلے امام زرکشی سے جواز کا احتمال نقل کر دیا ہے اور حق کے قریب یہی ہے کہ فارسی میں قرآن شریف لکھنے کی ایسی ممانعت ہے جیسے کہ غیر عربی زبان میں تلاوت حرام ہے)۔

"وقد أفاد شيخ الإمام العلامة ابن حجر العسقلاني الشافعي فی فتاواه تحریم الکتابة، وقد سئل هل تحرم کتابة القرآن الکریم بالعجمية کقراء ته فأجاب بقوله قضية ما فی المجموع الإجماع علی التحریم، وذکر التوجیه له، وقال فی محل آخر:......ویحرم أیضا کتابته بقلم غیر العربی" (شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی نے شافعیؒ سے اپنے فتوی میں ایسے لکھنے کے حرام ہونے کو بیان فرمایا ہے آپ سے سوال کیا گیا تھا کہ کیا تلاوت کی طرح غیر عربی زبان میں قرآن شریف کا لکھنا بھی حرام ہے تو جواب دیا کہ اس کل کا فیصلہ یہ ہے کہ حرام ہونے پر اجماع ہے اور پھر اس کے دلائل بیان فرمائے، اور ایک دوسری جگہ میں فرمایا......غیر عربی قلم میں لکھنا بھی حرام ہے)۔

"ثم کتب علیه شیخ الائمة الشافعية بعصرناهوالعلامة شمس الدین محمد الشوبری الشافعي ......ماصورته أنه إذا کتب بغیر العربية هل یحرم مسه وحمله أولا؟ الأظهر فی الجواب نعم إذلا یخرج بذلک عن کونه قرآنا وإلالم تحرم کتابته فلیراجع" (پھر اس ہمارے ہم عصر شہر شیخ الائمہ الشافعیہ علامہ شمس الدین شوبری شافعیؒ نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ باقی رہی یہ بات کہ اگر غیر عربی میں لکھ لیا جائے تو اس کا (بے وضو) چھونا اور اٹھانا حرام ہوگا یا نہیں تو جواب میں زیادہ ظاہر یہی ہے کہ ہاں کیوں کہ اس فعل سے وہ قرآن ہونے سے کارج نہ ہوگا ورنہ پھر اس کا لکھنا ہی حرام ہوتا)۔

"وأما عند المالكية فلما نقل العلامة ابن حجر فی فتاواه أن الإمام ما لکا سئل هل یکتب المصحف علی ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال: لا، الا علی الکتبة الاولی أي کتبها الإمام هو المصحف العثماني قال بعض ائمة القراء ونسبته إلی الإمام مالک لأنه المسئول عن المسئلة وإلا

فهو مذهب الأئمة الأربعة وبثله قال أبو عمرو"(إعانۃ الطالبین ۱/ ۶۴)(اور ائمہ مالکیہ کے نزدیک اس لئے کہ علامہ ابن حجر نے اپنے فتاوی میں نقل کیا ہے کہ امام مالک سے سوال کیا گیا کہ لوگوں نے جو یہ نیا طریقہ نکالا ہے الگ الگ حروف کر کے لکھنے کا کیا اس طرح لکھا جا سکتا ہے، فرمایا نہیں سوائے اس پہلے طریقہ یعنی امام کے جو مصحف عثمانی کا ہے اور کوئی طرز جائز نہیں، قرأت کے بعض ائمہ نے بیان کیا ہے کہ اس مسئلہ کی نسبت امام مالک کی طرف اس بنا پر ہے کہ ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تھا اور نہ یہ تو ائمہ اربعہ کا مذہب ہے اور ایسا ہی العمرو نے بھی فرمایا)۔

"**وأما عند الأئمة الحنابلة: فقد قدمنا عن الدراية ما نصه وعند الشافعي تفسد الصلوة بالقراء ة بالفارسية، وبه قال مالک وأحمد عند العجز وعدمه**"(النفحۃ القدسیۃ ص ۳۵)(اور ائمہ حنابلہ کے نزدیک تو ہم پہلے درایہ سے نقل کر چکے ہیں کہ جس کے الفاظ یہ ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک فارسی میں قرآءت کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہی امام مالکؒ اور امام احمدؒ نے عجز و عدم عجز کے وقت کے لئے فرمایا ہے)۔

فقہ حنبلی کی ''کتاب المغنی''میں ہے:

"**استمر الإجماع العملي على قراء ة جميع المسلمين القرآن فى الصلاة وغيرها بالعربية كأذكارها وسائر الأذكار والأدعية الماثورة على كثرة الأعاجم حتى قام بعض المرتدين من أعاجم هذا العصر يدعون إلى ترجمة القرآن وغيرها من الأذكار والتعبدبالترجمة......ولم يفعل ذلک الصحابة ولا خلفاء المسلمين وملوكهم ولو كتب النبي ﷺ كتبه إلى قيصر وكسرى ومقوقس بلغاتهم لصح التعليل الذى علل به**"(المغنی ۲/ ۱۶۴)(اس پر اجماع قرار پایا ہے کہ تمام مسلمان نماز میں بھی اور نماز کے علاوہ بھی قرآن شریف کی تلاوت عربی ہی میں کریں، جیسے نماز کی دعائیں اور ذکر اور سب ادعیہ ماثورہ بھی عربی میں پڑھی جاتی ہیں، اور یہ اجماع عجمیوں کی کثرت کے باوجود ہے، لیکن اس زمانہ کے عجمیوں میں سے بعض مرتد لوگ اٹھے ہیں اور لوگوں کو ترجمہ قرآن اور ترجمہ اذکار کی اور تراجم کو بطور عبادت تلاوت کرنے کی دعوت دینے لگے ہیں، جبکہ نبی ﷺ نے نہ کبھی ترجمہ خود کر کے بھیجا نہ ترجمہ کر کے بھیجنے کی اجازت دی، نہ صحابہ کرام اور خلفائے مسلمین اور شاہان اسلام نے ایسا کیا، اور حضور ﷺ نے قیصر، کسری اور مقوقس کو جو خطوط لکھوائے ہیں اگر وہ ان کی زبانوں میں لکھواتے تو اس فعل کو علت بنانا صحیح ہوتا)۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

تاریخ اسلام میں کوئی ایک بھی ایسا واقعہ درج نہیں ہے کہ کسی عجمی رسم الخط میں قرآن مجید لکھوا کر بھیجا گیا ہو یا اس کی

اجازت دی گئی ہو، اس دور میں حضرات صحابہ کرامؓ کا تعامل وہ تھا، جو بخاری شریف میں حضرت انسؓ سے منقول ہے:

حضرت حذیفہ بن یمان ملک شام کے جہاد اور آرمینیہ، آزربائی جان کی فتح میں شریک تھے، وہاں اہل عراج کو قرآن کی مختلف قراءتوں میں اختلاف کرتے ہوئے دیکھا تو خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر سخت تشویش کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

"أدرک الأمة قبل أن یختلفوا اختلاف الیهود والنصاری" (روح المعانی ۲۶/۴۴) (اے امیر المؤمنین! آپ امت کی خبر لیں، اس سے پہلے کہ ان میں یہود ونصاری، جیسا اختلاف واقع ہوجائے)۔

حضرت عثمان غنیؓ نے تمام اجلہ صحابہ کرام، حضرت علی، زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن حارث وغیرہم کے مشورے سے طے کیا کہ قبائل عرب کی سات لغات جن پر قرآن کریم نازل ہوا ہے، اگرچہ سب وحی اور حق ہیں، لیکن ان کے لفظ اختلاف سے اب اندیشہ ہے کہ معنوی اختلاف اور تحریف کا راستہ نہ نکل آئے، اس لئے اب صرف لغت قریش پر قرآن لکھا جائے، دوسری لغات کو موقوف کردیا جائے (یہ اختلاف حرف لفظی تھا، معنی پر کوئی اثر نہ تھا)۔

باجماع صحابہؓ لغت قریش پر قرآن کریم کے بہت سے نسخے لکھوائے گئے اور ایک جماعت صحابہؓ کے سامنے ان کو پڑھا گیا، اور صحیح کیا گیا، اس کے بعد وہ نسخے مختلف ممالک عجم میں بھیج دیئے گئے، اور باجماع امت ان کا اتباع ہر چیز میں لازم وضروری سمجھا گیا۔

عربی رسم الخط میں حرکات اگرچہ کلمات سے بالکل ممتاز ہوتی ہیں، مگر احتیاط کی بنا پر علماء امت نے اس سے بھی اختلاف کیا ہے کہ قرآن کریم کی نظم پر یہ حرکات لگانا جائز ہے یا نہیں؟ بعض حضرات نے اس کو بھی مکروہ قرار دیا ہے اور بعض علماء نے مواضع مشکلہ میں بضرورت اس کی اجازت دی ہے۔

عربی رسم الخط میں حرکات اور نقطوں کا کلمات سے بالکل جدا اور ممتاز ہونا ثابت ہونے کے باوجود سلف صالحین کو ان کی کتابت فی المصاحف میں اختلاف پیش آیا تو جس رسم الخط، مثلاً انگریزی میں یہ حرکات خود کلمات کے درمیان بشکل حروف لکھی جاتی ہوں، ان کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے۔ علاوہ ازیں عربی زبان میں چند ایسے حروف ہیں کہ ہر حرف سے لفظ کے معنی بالکل جدا ہوجاتے ہیں، لیکن بہت سی عجمی زبانوں میں ان حروف میں کوئی فرق نہیں ہے، سب کو ایک ہی آواز سے پڑھا جاتا ہے، مثلاً س، ث، ص، اور ذ، ز، ظ وغیرہ تو جب قرآن کو اس رسم الخط میں لکھا جائے گا تو ان حروف کو کوئی امتیاز نہ رہے گا۔

حاصل کلام رسم خط عثمانی کا اتباع لازم وواجب ہے، اس کے سوا کسی دوسرے رسم الخط میں اگرچہ عربی ہی کیوں نہ

ہو، قرآن کریم کی کتابت جائز نہیں، کیونکہ باجماع امت اسی کی نقل واتباع جروری ہے، اس کے خلاف کرنا عربی رسم الکط میں بھی جب جائز نہیں ہے تو سرے سے دوسرا رسم الخط غیر عربی میں بدل دینا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

اگلی سطور میں قرآن کریم کے عربی ہونے، اجماع امت، ائمہ اربعہ کا اتفاق مختلف فقہ اکیڈمی کے فیصلے اور مراکز افتاء کے فتاوی نقل کئے جاتے ہیں:

رسم خط عثمانی پر قرآن کریم کی کتاب پر حضرات صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین کرام کا اجماع ہے:

"**إجماع الصحابة ثم إجماع الأمة عليه بعد ذلك فی عهد التابعين والأئمة المجتهدين**" (تحریم کتاب القرآن کریم ۱/۳۹) (صحابہ کرام کا اجماع ہے، اس کے بعد پھر حضرات تابعین اور ائمہ مجتہدین کے دور میں اس پر اجماع ہے)۔

بلکہ امت محمدیہ کا قرآن کریم کے رسم عثمانی پر کتابت میں اجماع ہو چکا ہے:

"**إجماع الأمة الإسلامية على ما كتب الخليفة عثمان** رضی اللہ عنہ" (تحریم کتابۃ القرآن بحروف غیر عربیہ ۱/۳۷) (امت اسلامیہ کا اس رسم الخط پر اجماع ہے، جس پر خلیفہ (ثالث) حضرت عثمانؓ نے تحریر کرایا تھا)۔

"**وقال أشهب: سئل مالک هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء قال: لا، إلا على الكتبة الأولى**" (الاتقان ۲/۲۱۳، النوع السادس والسبعون) (اشہب فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا قرآن مجید کو اس خاص طرز تحریر میں لکھ سکتے ہیں جو لوگوں نے ایجاد کیا ہے فرمایا: نہیں، بلکہ اسی پہلی طرز کتابت پر)۔

فقہ حنفی کی طویل تصنیف محیط برہانی میں ہے:

"**أنه ينبغي ألا يكتب المصحف بغير الرسم العثماني**" (تحریم کتابۃ القرآن الکریم بحروف غیر عربیۃ ۱/۴۴) (مناسب ہے کہ قرآن کریم کو رسم عثمانی کے علاوہ میں نہ کتابت کیا جائے)۔

مسلک امام احمد بن حنبلؒ کی وضاحت ان کے اس ارشاد سے ہوتی ہے:

"**قال الإمام أحمد تحرم مخالفة خط مصحف عثمان فی واو أو الف أو ياء أو غير ذلک**" (تحریم کتابۃ القرآن ۱/۴۳) (امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ مصحف عثمانی کے رسم خط کی مخالفت حرام ہے، واو یا، الف (زائدہ) میں (جو کہ تلفظ میں نہیں آتے محض لکھنے میں آتے ہیں)۔

اور فقہ شافعی کی کتاب "حواشی منہاج" میں ہے:

"**كلمة الربا تكتب بالواو والالف كما جاء فی الرسم العثمانی ولا تكتب فی القرآن بالياء**

والالف؛ لأن رسمه سنة متبعة"(مناہل العرفان ۱/۳۷۹)(کلمہ ربا واو اور الف کے ساتھ لکھا جائے گا، جیسا کہ رسم عثمانی میں وارد ہوا ہے، قرآن میں یا اور الف کے ساتھ نہیں لکھا جائے گا، کیونکہ اس کی رسم قابل اتباع سنت ہے)۔

مختلف فقہ اکیڈمی کے فیصلوں سے پہلے چند محدثین وفقہاء کے اقوال بھی ملاحظہ فرماتے چلیں:

امام بغویؒ اپنی تصنیف "شرح السنۃ" میں رقم طراز ہیں:

"**المصحف الذي استقر عليه الأمر هو آخر العوضات على رسول الله ﷺ فأمر عثمان ب بنسخه فى المصاحف وجمع الناس عليه، وأذهب ماسوى ذلک قطعا لمادة الخلاف فصارما يخالف خط المصحف في حكم المنسوخ والمرفوع كسائر ما نسخ ورفع**"(تحریم کتابۃ القرآن بحروف غیر عربیۃ ۱/۴۶)(وہ مصحف ہے جس پر معاملہ ٹھہر گیا،......حضرت عثمانؓ نے اس کو مصاحف میں لکھنے کا حکم دیا، اس پر لوگوں کو جمع کیا اور اختلاف کو ختم کرنے کے لئے اس کے علاوہ کو زائل کرنے کا حکم دیا پس جو مصحف عثمانی کے خلاف ہے منسوخ اور مرفوع کے حکم میں ہے، تمام منسوخات ومرفوعات کے درجہ میں ہے)۔

علامہ نظام الدین نیسا پوری تحریر فرماتے ہیں:

"**قال جماعة من الأئمة أن الواجب على القراء والعلماء وأهل الكتابة أن يتبعوا هذا الرسم في خط المصحف، فإنه رسم زيد ابن ثابت، وكان أمين رسول الله ﷺ وكاتب وحيه**"(تحریم کتابۃ القرآن الکریم بحروف غیر عربیۃ ۱/۴۷)(ائمہ کی ایک جماعت نے فرمایا کہ قراء علماء، کاتبین پر ضروری ہے کہ قرآن کریم کی کتابت میں اس رسم الخط کی اتباع کریں، کیونکہ یہ زید بن ثابت کا رسم الخط تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کے امین اور کاتب وحی تھے)۔

امام بیہقیؒ لکھتے ہیں:

"**من يكتب مصحفا، فينبغى أن يحافظ على الهجاء الذى كتبوا به تلک المصاحف ولا يخالفهم فيه ولا يغير مما كتبوه شيئا، فإنهم كانوا أكثر علماء وأصدق قلبا ولسانا أعظم أمانة، فلا ينبغي أن نظن بأنفسا استدراكا عليهم**"(الاتقان ۲/۲۱۳، النوع السادس والسبعون فی مرسوم الخط)(جو شخص قرآن مجید کی کتابت کرے تو ضروری ہے کہ اس طرز کی حفاظت کرے جس پر صحابہ کرام نے مصاحف میں لکھا ہے، ان کی مخالفت نہ کرے اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے، اس میں کچھ تغیر نہ کرے، کیونکہ وہ زیادہ علم والے، زیادہ سچے دل اور زبان والے اور زیادہ امانت دار تھے تو ہمارے لئے کسی طرح لائق نہیں کہ ہم اپنے متعلق یہ گمان کریں کہ ان کی کسی کمی کو ہم پورا کرتے ہیں)۔

سعودی عرب کی ''ہیئۃ کبار العلماء'' کا فیصلہ ہے:

''ثبت أن كتابة المصحف بالرسم العثماني كانت في عهد عثمان رضى الله عنه وأنه أمر كتبة المصحف أن يكتبوه على رسم معين ووافقه الصحابة وتابعهم التابعون ومن بعدهم إلى عصرنا هذا، وثبت أن النبي صلى الله عليه وسلم قال عليكم، سنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدى فالمحافظة على كتابة المصحف بهذا الرسم هو المتعين اقتداء بعثمان وعلى وسائر الصحابة وعملا بإجماعهم'' (قرارات ہیئۃ کبار العلماء) (ثابت ہے کہ عثمانی رسم الخط میں قرآن کریم کی کتابت حضرت عثمانؓ کے عہد میں انجام پائی، انہوں نے کاتبین کو حکم دیا کہ قرآن کریم کی کتابت ایک مقررہ رسم الخط میں کریں، صحابہ کرام نے ان سے اتفاق کیا اور تابعین بھی اسی راہ پر گامزن رہے اور آج تک ہر دور کے لوگوں نے اس کی پابندی کی، اور ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم پر میری سنت اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی ضروری ہے، لہذا حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور تمام صحابہ کی پیروی اور ان کے اجماع پر عمل کرتے ہوئے قرآن کریم کو اسی رسم الخط میں تحریر کرنا متعین ہو جاتا ہے)۔

دمشق کی مجلس الاقراء کا فیصلہ:

''أن كتابة القرآن العظيم بالأحرف اللاتينية أمر خطير بالغ الخطورة وهو غير جائز؛ لأن الأحرف العربيّ لا يوجد كثير منها باللاتينية وهو تحريف للقرآن وتغيير له عن العربية المنزل بها'' (حوالہ سابق) (قرآن عظیم کی کتابت لاطینی زبان میں نہایت خطرناک عمل ہے، اور جائز نہیں ہے، اس لئے کہ عربی زبان کے بہت سے حروف لاطینی زبان میں موجود نہیں ہیں، اور یہ قرآن کی تحریف ہے اور اس کو نازل شدہ عربی سے بدلنا ہے)۔

''الہیئۃ العامۃ للفتوی کویت'' کا فیصلہ:

''لايجوز كتابة القرآن الكريم(المصحف) بغير اللغة العربية وبغير الرسم العثماني حتى ولوكان بقصد تيسير قراء ة القرآن الكريم لغير العرب أو للمسلمين الجدد لما يترتب على ذلک من تحريف للقرآن الكريم وتبديل بعض الحروف، ولأنه كتب بالرسم العثماني الذي يستوعب القراء ا ت السبع كلها سد اللذرائع وصيانة للقرآن الكريم من محاولات التغيير والتبديل التى يحرص عليها أعداء الإسلام'' (قرآن کریم کی کتابت عربی زبان اور عثمانی رسم الخط کے علاوہ میں جائز نہیں ہے، اگرچہ

غیر عرب اور نئے مسلمانوں کی آسانی کے لئے ہو، کیونکہ اس سے قرآن کریم کی تحریف اور بعض حروف کی تبدیلی ہوگی اور اس لئے کہ اس رسم عثمانی میں لکھا گیا ہے جو قرأت سبعہ کو جامع ہے قرآن کریم میں تغیر وتبدیلی کی ان کوششوں کو روکنے اور اس کی حفاظت کا ذریعہ ہے، جس کے دشمنان اسلام خواہش مند ہیں)۔

دارالافتاء عمان کا فیصلہ ہے:

”فلوكتب القرآن الكريم بالحروف اللاتينية على طريقة النظم العربي لوقع الإخلال والتحريف في لفظه وتبعها تغير المعنى وفساده وقد قضت نصوص الشريعة الاسلامية بأن يصان القرآن الكريم عن كل ما يعرضه للتبديل والتحريف“(فتوی دارالافتاء عمان) (اگر قرآن کریم کو لاطینی حروف میں اس کے عربی نظم کے طریقہ پر لکھا جائے تو خلل اور تحریف اس کے الفاظ میں پیش آئے گی، معنی کی تبدیلی اور بگاڑ پیدا ہوگا، اسلامی شریعت کی نصوص نے یہ فیصلہ کردیا ہے کہ قرآن کریم کو ان تمام چیزوں سے محفوظ رکھا جائے گا جو تبدیلی اور تحریف کا باعث بنے)۔

اور آگے اسی فیصلے میں ہے:

”وبذلک أجمع علماء الإسلام سلفا وخلفا على أن كل تصرف فى القرآن الكريم يؤدى إلى تحريف لفظه أو تغيير في معناه ممنوع منعاباتاومحرم تحريما قاطعا“(حوالہ بالا) (اسی وجہ سے سلف وخلف علمائے اسلام نے اس پر اجماع کیا ہے کہ قرآن کریم میں ہر قسم کا تصرف جو تحریف لفظی اور تبدیلی معنی کا باعث ہو سختی سے منع ہے اور قطعی طور پر حرام ہے)۔

”وزارت اوقاف ادارہ جامع بنی امیہ سوریہ“ کا فیصلہ ہے:

”ان فكرة كتابة القرآن الكريم بالأحرف اللاتينية فكرة هدامة يجب محاربتها بكل الوسائل على أن علماء الأمة الاسلامية وعلماء القراء ا ت لم يجيزوا كتابته إلا بالرسم به في زمن الخليفة الثالث سيدنا عثمان ؓ وحافظوا على هذا الرسم حتى وصلنا بطريق التواتر والآيات القرآنية شاهدة على ذلک“(قرارات جامع بنوامیہ سوریہ) (لاطینی حروف میں قرآن کریم کی کتابت کا خیال ایک تباہ کن خیال ہے، تمام وسائل کے ذریعہ اس سے جنگ کرنا ضروری ہے، اس بنا پر کہ امت اسلامیہ کے علماء اور قراء نے خلیفہ ثالث سیدنا عثمان ؓ کے زمانہ میں اسی رسم الخط کی اجازت دی، اور اسی رسم الخط کی محافظت کی، یہاں تک کہ تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا اور آیات قرآنیہ اس پر گواہ ہیں)۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے ہندوستانی اکابر علماء کے فتاوی(فتاوی رحیمیہ ۱۶/۳، فتاوی عثانی ۲۱۸/۱،فتاوی محمودیہ ۵۰۸/۳)۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

قرآن کریم کو بریل کوڈ میں لکھنا درست نہیں ہے، کیونکہ ایسا کرنے میں قرآنی رسم الخط جو قرآن عظیم کا ایک رکن ہے، اس کا ترک اور تحریف رسمی لازم آتی ہے، قرآنی رسم الخط قیاسی نہیں ہے، بلکہ توقیفی اور سماعی ہے، نزل من اللہ ہے، تواتر و اجماع سے ثابت ہے، نظم قرآن میں جو اعجاز ہے، وہ جاتا رہے گا، لہذا قرآنی رسم الخط کی اتباع لازم ہے، تبدیلی ناجائز اور حرام ہے، اس لئے نابینا لوگ کے لئے بریل کوڈ کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے، دورقدیم سے نابینا افراد کے لئے جو صرف زبانی تلقین کا طریقہ ہے، اس طریقہ کو دور حاضر میں اختیار کرنا چاہئے۔

موبائل پر قرآن مجید:

اگر موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید ہوتو موبائل کو ہاتھ میں لینے کے لئے وضو کا ہونا ضروری نہیں ہے، کیونکہ موبائل کا ڈھانچہ ایسا غلاف ہے جس کو بلا وضو چھونے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

اور اسکرین پر قرآن مجید دکھائی دے رہا ہے تو ان حروف (اسکرین) پر بلا وضو ہاتھ رکھنا جائز نہیں ہے، شامی میں ہے:"**یمنع دخول مسجد(إلی قوله)ومسه أی القرآن ولو فی لوح أو درهم أو حائط**"(۳۱۶/۱باب الحیض)۔

☆☆☆

غیر عربی رسم الخط میں قرآن مجید کی کتابت

مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی☆

ارشاد خداوندی ہے:"إنا أنزلناه قرأنا عربيا لعلكم تعقلون"(سورۂ یوسف:۲)(ہم نے اس کو اتارا ہے عربی زبان کا قرآن تا کہ تم سمجھ لو)،"وانه لتنزيل رب العالمين"(سورۂ شعراء:۱۹۲)(یہ قرآن ہے اتارا ہوا پروردگار عالم کا)،"بلسان عربی مبین"(ترجمہ شیخ الہند رص ۵۰)(عربی زبان میں ہے)۔

یعنی اتارا نہایت فصیح واضح اور شگفتہ عربی زبان میں اور یہ عربی زبان جو تمام زبانوں میں زیادہ فصیح وسیع اور منضبط و پرشوکت زبان ہے، نزول قرآن کے لئے منتخب کی گئی (فوائد عثمانی رص ۳۱۱)۔

قرآن کریم نام ہے خاص اس کلام الہی کا جو عربی زبان میں حضور ﷺ پر بذریعہ وحی حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوا جو مصاحف میں لکھا ہوا ہے اور آپ ﷺ سے نقل متواتر کے طریقے پر منقول ہے۔

"أماالكتاب فالقرآن المنزل على الرسول ﷺ المكتوب فى المصاحف المنقول عنه نقلا متواترا بلا شبهة"(منارالانوار ر ۹،۱۰،۱۱)۔

مذکورہ آیت سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم عربی زبان کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ علامہ شامیؒ ایک مقام پر فرماتے ہیں:"لأن المامور به قرأة القرآن وهو إسم للمنزل باللفظ العربى، المنظوم هذا النظم الخاص المكتوب فى المصاحف المنقول إلينا نقلا متواترا ولا عجمى إنما يسمى قرآن مجازا، ولذايصح نفى إسم القرآن عنه ولقوة دليلها رجع إليه"(شامی زکریا ۲ر ۱۸۴ باب صفۃ الصلوۃ)۔

مراقی الفلاح میں "لأن القرآن للنظم والمعنى جميعا"(مراقی الفلاح رص ۱۵۳، البحر الرائق ۱ر ۳۲۴) میں ہے:"لأن القرآن باللام إنما هو العربى فى عرف الشرع"(البحر الرائق ۱ر ۳۲۴) جب قرآن کی زبان خالص عربی

☆ مدرسہ معراج العلوم، ممبئی۔

ہے تو غیر عربی میں لکھے ہوئے قرآن کو قرآن نہیں کہا جائے گا،"قال شامیؒ: **وذلک إن الفارسی لیس قرآنا أصلا لانتصرافه فی الشرع إلی العربی**"(شامی زکریا ۱/۱۸۴)۔

نزول قرآن کے وقت طریقہ یہ تھا کہ جب کلام پاک کی آیت یا سورت نازل ہوتی تو آپ ﷺ کاتبین وحی میں سے کسی کو بلا کر لکھواتے اور ہر لفظ کا رسم الخط کاتب وحی کو تعلیم فرماتے، جسے حضور ﷺ وحی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے معرفت سیکھتے تھے حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے مبارک عہد میں کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ نے بڑی احتیاط اور پوری توجہ سے اسی اصل رسم الخط کے مطابق پورا قرآن شریف لکھا، لہذا اس مصحف عثمانی کے خلاف کرنا جائز نہیں اس کی اتباع واجب ہے اس کے خلاف کرنا تحریف قرآن کے حکم میں ہے چاروں ائمہ کرام اس رسم الخط کو ضروری مانتے ہیں۔

مزید یہ کہ عہد صحابہ میں جب اسلام مشرق ومغرب کے عجمی ممالک میں قرآن مجید کے ساتھ پھیلا تو اس وقت قرآن کریم کے پڑھنے و پڑھانے والے بہت کم تھے مثال کے طور پر عراق وخراسانی ہندوستانی وترکمستان وغیرہ کے رہنے والے نومسلم نہ عربی رسم الخط پڑھ سکتے تھے، نہ کوئی ان کے ملکی زبان میں ترجمہ کرنے والا تھا ظاہر ہے اس وقت اس قدر ضرورت تھی کہ ہر ملک کے رسم الخط میں قرآن لکھوا کر ان کے پاس بھیجا جائے، تاکہ وہ آسانی سے پڑھ سکیں، لیکن پوری تاریخ اسلام میں ایک واقعہ اس کا قرون مشہود لہا بالخیر میں ثابت نہیں کہ ان حضرات نے کسی عجمی رسم الخط میں قرآن لکھوایا ہو یا اسکی جازت دی ہو۔

الغرض قرآن کریم عجمی ممالک میں آج نہیں پہنچا، بلکہ تقریبا تیرہ سو برس پہلے پہنچا ہوا ہے اور عجمیوں کو عربی رسم الخط میں قرآن پڑھنے کی مشکلات آج پیدا نہیں ہوئی، بلکہ اسی وقت سے ہیں اور اگر غور کیا جائے تو اُس وقت مشکلات زیادہ ہونی چاہئے کہ ہر جگہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی پھر ان میں لکھے پڑھے کم تھے خصوصا قرآن پڑھانے والا کوئی عرب ہی ہوسکتا تھا، جس کا ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر بستی میں پہنچنا ظاہر ہے کہ آسان نہ تھا، لیکن ان سب مشکلات مزعومہ کے باوجود صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہیں یہ جائز نہیں کیا کہ قرآن کو ملکی رسم الخط میں لکھوا کر ان لوگوں کو دیا جاوے بلکہ ان حضرات نے جس طرح قرآن کے معانی اور الفاظ اور زبان کی حفاظت کو ضروری سمجھا (مستفاد جواہر الفقہ ۱/۷۵-۷۶)۔

غیر عربی کسی بھی دوسری زبان کے رسم الخط میں قرآن کریم کو لکھنا جس میں قرآنی رسم الکط وتلفظ واداء کی خصوصیات محفوظ نہ رہیں اور پھر اس کو اس زبان کی طرف منسوب کر کے ہندی یا انگریزی کا قرآن کہنا قرآن کریم وکلام الہی کی توہین ہے کہ وہ اس قسم کی خرابیوں کی روک تھام کریں اور اس کی اصلاح کرنے کی ہر مناسب تدبیر اختیار کریں اور پوری کوشش

کریں (مستفاد منتخبات نظام الفتاوی ۲/ ۳۱۲)۔

شیخ الاسلام حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے ''الاتقان فی علوم القرآن'' رسم خط عثمانی کے بارے میں فرمایا ہے:

''وقال أشهب: سئل مالک هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال: لا، اِلّا على الكتبة الأولى، رواه الدانی فی المقنع، ثم قال: ولا مخالف له من علماء الأمة''۔

اشہب فرماتے ہیں کہ امام مالک سے پوچھا گیا کہ کیا قرآن مجید کو اس خاص طرز تحریر پر لکھ سکتے ہیں جو آج کل لوگوں نے ایجاد کیا ہے؟ فرمایا نہیں، بلکہ اسی پہلی طرز کتابت پر ہونا چاہئے اس کو علامہ دانی نے مقنع میں نقل کر کے فرمایا ہے کہ علماء میں سے کوئی امام مالکؒ کا اس بارے میں مخالف نہیں ہے۔

اگر عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں متن قرآن کریم کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن کو لکھا یا جائے اور دونوں کو ساتھ شائع کیا جائے تو یہ چند شرطوں کے ساتھ جائز ہوگا، اس کے بارے میں مفتی محمد نظام الدین اعظمی صاحبؒ کی ایک وقیع تحریر نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں، آپ فرماتے ہیں:

''ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ جو لوگ عربی رسم الخط سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ناظرہ بھی نہ پڑھ سکتے ہوں اور تلاوت کلام الٰہی کرنا چاہتے ہوں، ان کی تعلیم وتلقین کے لئے مصحف پاک کی ترتیب کے مطابق داہنی طرف سے کتابت شروع کی جائے اور پہلے قرآن کریم سرحوض وسرصفحہ نمایاں کر کے اس طرح لکھا جائے کہ اس کا اصل ہونا اور اس کی عظمت اور اس کا پورا ادب واحترام محفوظ وملحوظ رہے اور اس کے نیچے تابع بنا کر کسی بھی زبان کے رسم الخط میں اتنی ہی عبارت قرآن کریم کی اس طرح پر لکھی جائے کہ قرآن مجید کے تمام خصوصی حروف مثلاً: س، ث، اور ز، ذ، ظ، ض اور ہمزہ، ع وغیرہ اور اس کے تمام فروق وامتیازات، نیز تمام خصوصیات کتابت واداء وغیرہ مثلاً: حروف زوائد (الف لام) اور مدو جزم، تشدید واسکان وغیرہ کی پوری پوری رعایت موجود وملحوظ رہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ صورت اس وقت ممکن ہوگی جب پہلے ان تمام خصوصیات کے لئے جامع ومانع اصطلاحات وضع کر کے اس زبان کو مکمل کر لیا جائے، پھر لکھا جائے، ورنہ بغیر اس کے کوئی صورت جواز واباحت کی نہ ہوگی اور ان باتوں کے باوجود ایک بات اور پھر بھی ضروری اور لازمی رہے گی کہ اس عبارت کو قرآن کریم کا نام یا ہندی رسم الخط میں قرآن کا نام یا انگریزی یا بنگلہ وغیرہ کسی بھی رسم الخط میں قرآن کا نام ہرگز نہ دیا جائے، بلکہ اصل قرآن کریم سے امتیاز اور تعارف کی غرض سے اور خلط وتلبیس وتحریف سے حفاظت کی غرض سے سرخی میں فقط یہ لکھا اور کہا جائے کہ مثلاً: ہندی رسم الخط میں یا انگیزی میں بنگلہ وغیرہ میں قرآن کریم کی تعلیم کا ذریعہ یا مثلاً: ہندی رسم الخط میں یا فلاں رسم الخط میں قرآن

کریم کا تعارف، صرف قرآن کریم کا اس کو ہرگز نام نہ دیا جائے، اگر ذرا بھی کسی عمل میں یا فعل سے قرآن کریم سے التباس ہوگا تو پھر اباحت و جواز کی کوئی صورت نہ رہے گی، ان تمام بندشوں اور احتیاطوں کے ساتھ اس زیر متن عبارت کی حیثیت وہی ہوجائے گی جو قرآن کریم کے ترجمہ اور تفسیر کی ہوتی ہے، جو عربی زبان یا غیر عربی زبان میں متن قرآن کریم کے ساتھ تابع بن کر لکھ دی جاتی ہیں اور اس کو قرآن کا نام نہ دیتے ہوئے صرف ترجمہ قرآن یا تفسیر قرآن کریم کے نام سے موسوم کرتے ہیں'' (منتخبات نظام الفتاوی: ۲/ ۳۱۴)۔

خلاصہ یہ کہ جس طرح عربی کے سوا کسی اور زبان میں قرآن کریم کی کتابت کا حرام ہونا باجماع امت ثابت ہوا اسی طرح اس کی حرمت ومخالفت بھی ثابت ہوگی کہ زبان تو عربی ہی رہے لیکن رسم الخط غیر عربی کردی جائے اس کے لئے بہت سی مصالح دینیہ و دنیویہ پیش کی جاتی ہو جن کے جوابات قدرے دیئے جا چکے ہیں۔

قرآنی بریل کوڈ:

بریل کوڈ میں تیار کردہ مجموعہ کو نابینا حضرات کے قرآن کریم پڑھنے کے لئے درست کہا جاسکتا ہے، لیکن اس کو قرآن کریم کا نام نہیں دیا جاسکتا ہے، نہ اس کو اصل قرآن کا درجہ دیا جائے گا، اس لئے کہ اصلی قرآن تو وہی ہے جس کے بارے میں خود قرآن کریم میں وارد ہے: ''**بلسان عربی مبین**'' (سورۂ شعراء: ۱۹۵) اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن وہی ہے جو عربی زبان میں ہو (معارف القرآن ۶/ ۵۰۱) اس کو زیادہ سے زیادہ غیر عربی رسم الخط میں لکھے ہوئے قرآن کریم کہا جائے گا، اسی طرح بریل کوڈ میں تیار قرآن کو بریل کوڈ کا قرآن نہیں کہا جائے گا، ایسا کہنا ناجائز اور بے ادبی ہے (مستفاد از معارف القرآن ۶/ ۵۵۲)، البتہ اس کو مفتاح القرآن یا رہنمائے قرآن جیسا کوئی نام دیا جاسکتا ہے، ہاں بریل کوڈ میں تیار قرآن کو مجازاً قرآن کہا جائے گا، لہذا اس کو بے وضو ہاتھ لگانا درست نہ ہوگا۔

''**وذلک ان الفارسی لیس قرآن أصل والأعجمی إنما سمی قرآن مجازا وسمه أی القرآن ولو مکتوبا بالفارسیة فی الأصح**'' (درمختار مع شامی زکریا ۱/ ۴۸۸، شامی زکریا ۲/ ۱۸۴)۔

علامہ شوبری شافعیؒ سے غیر عربی میں لکھے گئے قرآن کے بارے میں پوچھا گیا کہ بے وضو ہاتھ لگانا کیسا ہے؟ فرمایا زیادہ ظاہر یہی ہے کہ اس فعل سے اس کو روکا جائے گا وہ قرآن ہونے سے خارج نہ ہوگا، ورنہ پھر اس کا لکھنا بھی حرام نہ ہوتا۔

''**قال العلامة الشوبری الشافعیؒ إذا کتب بغیرالعربیة هل یحرم مسه وحمله أولا؟ الأظهر فی الجواب نعم اذ لا یجوز بذلک عن کونه قرآنا والا لم محترم کتابة**'' (بحوالہ جواہر الفقہ ۱/ ۱۰۳)، جیسا کہ شامی

عالمگیری(۱/۳۹) میں ہے:"ولو كان القرآن مكتوبا بالفارسية يكره لهم مسه عند أبى حنيفة، وكذا عندهما على الصحيح هكذا فى الخلاصة، ولو كان القرآن مكتوبا بالفارسية يحرم على الجنب والحائض مسه بالإجماع وهو الصحيح"(البحرالرائق ۱/۲۰۲)۔

اس کے اوراق کے بوسیدہ ہوجانے کی صورت میں احترام کے ساتھ دفن کردینا ہوگا۔

"المصحف إذا صار بحال لا يقرأ فيه يدفن كالمسلم أى يجعل فى خرقة طاهرة ويدفن فى محل غير ممتهن له يوطا"(درمختار مع شامی زکریا ۱/۳۲۰،کذافی عالمگیری ۵/ ۳۲۳،کذافی البحرالرائق ۱/ ۲۰۲)۔

موبائل اسکرین پرقرآن:

ایسے موبائل جن کی اسکرین پرقرآن کریم موجود ہوتو نمایاں ہونے کی حالت میں ان دراہم اوراس تختی کے حکم میں ہیں جن پرآیات قرآنیہ لکھی ہوئی ہیں ان کوحدث اصغر واکبر سے پاک ہونے کی حالت میں چھونا درست ہوگا، بغیران کے ممنوع ہوگا"ومسه أى القرآن ولو فى لوح أو دراهم أو حائط"(شامی زکریا ۱/۴۸۸،کذافی مسائل موبائل ص۵۱)،لیکن یہ پروگرام اگر بند ہوتو چھونا منع نہیں ہوگا"وله يجوز مس شئ مكتوب فيه شئ من القرآن من لوح أو دراهم أو غير ذلك إذا كان آية تامة، هكذا فى الجوهرة النيره"(عالمگیری ۱/۳۱،الفصل الرابع فی احکام الحیض والنفاس)۔

موبائل کاڈھانچہ ایسا غلاف تصورنہیں کیا جاسکتا جس غلاف کے ہوتے ہوئے محدث کے لئے قرآن کریم کوچھونا یا اٹھانا جائز ہوتا ہو، اس لئے کہ وہ غلاف غلاف منفصل تصور کیا جائے گا جوقرآن کریم سے جزء متصل کے طور پر نہ ہوخرید و فروخت میں نہ آتا ہو، بلکہ اس سے علاحدہ ایک شئ جوبغرض حفاظت ہوجس کواس پر لپیٹا جاتا ہوقرآن کریم کواس میں رکھا جاتا ہو،موبائل کے ڈھانچہ میں یہ باتیں نہیں ہے،علامہ شامیؒ نے وضاحت فرماتے ہوئے لکھا ہے:

"ويحرم به أى بالأكبر وبالأصغر مس مصحف أى ما فيه آية كدرهم وجدار......إلا بغلاف متجاف غير مشرز"(درمختار)،"قوله غير مشرز محيط به وهو تفسير المتجافى قال فى المغرب: مصحف مشرز اجزاء ه مشدودبعضها إلى بعض الخ، فالمراد بالغلاف فما كان منفصلا كالخريطة وهى اليكس ونحوها؛ لأن المتصل بالمصحف منه حتى يدخل فى بيعه بلا ذكر"(شامی زکریا ۱/۳۱۵)۔

"وقيل: المراد به الجلد المشرز وصحه فى المحيط والكافى وصح الأول فى الهدايه، وكثير من الكتب وزاد فى السراج أن عليه الفتوى"(فتاوی شامی زکریا ۱/۳۱۵، وفى السراج وعليه الفتوى وفى البحر انه

اقرب الی التعظیم" شامی زکریا ۱/ ۳۱۵،کذا فی البحر الرائق ۱/ ۲۰۱)،البتہ موبائل اسکرین پر جب قرآن موجود ہوتو اس اسکرین پر ہاتھ لگانا چھونا ممنوع ہوگا اس کے علاوہ کے حصہ کو پکڑنا منع نہیں رہے گا اس موبائل کو مصحف جیسا تصور نہیں کیا جائے گا، مصحف میں کہیں بھی ہاتھ بغیر غلاف کے لگانا جائز نہیں ہے، چاہے خالی جگہ ہو یا وہاں پر آیات قرآنیہ لکھی ہوئی ہوں یہ حکم غیر مصحف کا نہیں ہے، غیر مصحف میں صرف آیت لکھی ہوئی جگہ کو بلا وضو ہاتھ لگانا ممنوع ہوگا اس کے علاوہ پر نہیں۔

"ولایجوز مس المصحف المکتوب أوغیرہ بخلاف غیرہ، فإنه لا یمنع إلامس المکتوب، کذا ذکر فی السراج "(البحر الرائق ۱/ ۲۰۱)، علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں: **"قوله ای ما فیه أی المراد مطلق ما کتب فیه قرآن مجازا لکن لا یحرم فی غیر المصحف إلا بالمکتوب أی موضع الکتابة، کذا فی باب الحیض من البحر**"(شامی زکریا ۱/ ۳۱۵)۔

خلاصہ یہ کہ اگر موبائل کی اسکرین پر قرآن کریم موجود ہوتو صرف اس اسکرین کو بلا وضو چھونا ممنوع ہوگا، موبائل کے دیگر حصے کو چھونا پکڑنا منع نہیں رہے گا موبائل کے ڈھانچہ کو غلاف متجافی نہیں تصور کیا جائے گا۔

☆☆☆

غیرعربی رسم الخط میں قرآن مجید کی کتابت واشاعت

مولانا عبدالباسط پالنپوری☆

غیرعربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

مصحف عثمانی کے رسم الخط کی رعایت ومتابعت لازم وضروری ہے، اوراس کے خلاف لکھنا اگرچہ عربی رسم خط میں ہی کیوں نہ ہو، ناجائز اور حرام ہے اوراس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، بلکہ علماء امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں تو یہ اجماعی مسئلہ ہوا، پھر غیرعربی دوسری زبان کے رسم الخط میں لکھنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ اس میں تو جواز کا کوئی احتمال ہی نہیں، بعض حروف عربی کے ساتھ مخصوص ہیں، جیسے طاء، حا، ض، ظ، وغیرہ، یہ حروف دوسری زبان میں استعمال ہی نہیں ہوتے، ان کے لئے ان زبانوں میں نہ صوت ہے نہ شکل وصورت ہے، تو محالہ ان کی جگہ دوسرے حروف لکھے جائیں گے، اور یہ عمداً تحریف وتغیر ہے جوکہ حرام ہے۔

۱- مفتی شفیع صاحب اس قسم کے سوالات کے جوابات میں نقل فرماتے ہیں کہ پہلے ایک بات بطور مقدمہ سمجھ لی جاوے، پھر اس سے سب سوالات کا جواب آسان ہوگا، یہ وہ ہے کہ باجماع صحابہ وتابعین اور باتفاق ائمہ مجتہدین پوری امت محمدیہ علیہ السلام کے نزدیک قرآن مجید کی کتابت میں مصحف عثمانی جس کو اصطلاح میں امام کہا جاتا ہے اس کا اتباع واجب ہے، اس کے خلاف کرنا تحریف قرآن اور زندقہ کے حکم میں ہے، اور خصوصاً کلمات قرآنی کی ترتیب بدلنا یا اس میں کسی حرف کی کمی زیادتی کرنا تو کھلی تحریف ہے جس کو کوئی ملحد بھی صراحۃً تجویز نہیں کرسکتا۔

اور علامی شرنبلالی نے ''النفحۃ القدسیہ فی احکام قراءۃ القرآن وکتابتہ بالفارسیۃ'' میں مذاہب اربعہ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی مستند کتب سے اجماع امت اورائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے، کہ قرآن کی کتابت میں مصحف امام کے رسم خط کا اتباع واجب ولازم ہے، غیرعربی عبارات میں اس کا لکھنا حرام ہے، اوراسی طرح غیرعربی خط میں اس کی کتابت

☆ مدرسہ کنز مرغوب، پٹن، شمالی گجرات۔

ممنوع وناجائز ہے۔

”وأما كتابة القرآن بالفارسية فقد نص عليها فی غير ما كتاب من كتب أئمتنا الحنفية المعتمدة منها ما قاله مؤلف الهداية الإمام الأجل شيخ مشائخ الإسلام حجة الله تعالىٰ علىٰ الأنام برهان الدين أبو الحسن على بن أبی بكر المرغينانی الكبير رحمه الله تعالىٰ فی كتابه”التجنيس والمزيد“ ما نص ويمنع من كتابة القراٰن بالفارسية بالإجماع لأنه يؤدی للإخلال بحفظ القراٰن لأنا أمرنا بحفظ النظم والمعنى، فإنه دلالة على النبوة، ولأنه ربما يؤدی إلى التهاون بأمرالقراٰن انتهى “۔

لیکن قرآن مجید کی فارسی زبان میں سوکسی ایک کتاب میں نہیں (بلکہ بہت سی کتب میں جو ہماریائمہ حنفیہ کے نزدیک مستند ہیں اس کی تصریح موجود ہے منجملہ ان کے وہ ہے جوصاحب ”ہدایہ“ نے اپنی کتاب ”تجنیس“ اور ”مزید“ میں فرمایا ہے، جس کی عبارت یہ ہے: اور فارسی میں کتاب قرآن سے باجماع منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ حفاظت قرآن میں خلل ڈالنے کا ذریعہ ہے کیونکہ ہم قرآن مجید کے الفاظ اور معنی دونوں کی حفاظت کے لئے مامور ہیں، کیونکہ الفاظ بھی ثبوت نبوت کی دلیل ہیں، اور الفاظ کے بدلنے سے (اگرچہ معنی نہ بدلیں) قرآن مجید کی حفاظت میں سستی پیدا ہوتی ہے۔

”ومنها ما فی معراج الدراية أنه يمنع من كتابة المصحف بالفارسية أشد المنع، وأنه يكون معتمده زنديقا......وزعم أن كتابته بالعجمة فيما سهولة للتعليم كذب مخالف للواقع والمشاهد فلا يلتفت لذلک على أنه لوسلم صدقه لم يكن مبيحالإخراج ألفاظ القرآن عما كتب عليه، وأجمع عليه السلف والخلف“۔

(اور منجملہ ان کے وہ ہے جو معراج الدرایہ میں ہے کہ قرآن مجید کو فارسی میں لکھنے سے نہایت سختی کے ساتھ منع کرنا چاہئے اور یہ کہ ایسا کرنے والا زندیق (بے دین) ہے......اور یہ گمان کرنا کہ عجمی (زبان یا رسم الخط) میں تعلیم کی سہولت ہے تو یہ غلط اور مخالف واقع ہے اور خلاف مشاہدہ ہے، اس کی طرف التفاف نہ کیا جاوے، علاوہ ازیں اگر اس کا سچ ہونا بھی تسلیم کرلیا جائے تو تب بھی قرآن کے الفاظ کا ان کی اجماعی صورت اور قدیم طرز کتابت سے نکالنا اس مصلحت کی وجہ سے جائز نہیں ہوسکتا)۔

علامہ ابن حجرؒ کی اس تقریر میں ان تمام شبہات کا بھی پورا جواب ہے جو رسم خط یا زبان بدلنے والے حضرات پیش کرتے ہیں کہ اس میں عجمیوں کے لئے قرآن پڑھنے میں سہولت ہے، حافظ نے واضح کردیا کہ اول تو یہ سہولت کا خیال غلط ہے اور اگر صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سہولت کی خاطر قرآن کی تبدیل وتغیر جائز نہیں ہوسکتی۔

اور حنابلہ کے مشہور فقیہ ابن قدامہ کی کتاب ''المغنی'' کے حواشی میں اس کو اور بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ جب سے قرآن دنیا میں آیا اور رسول اکرم ﷺ نے اس کی دعوت عجم کے سامنے پیش کی کہیں ایک واقعہ بھی اس کا مذکور نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے عجمیوں کی وجہ سے اس کا ترجمہ کر کے بھیجا ہو یا عجمی رسم الخط میں لکھوایا ہو، آپ ﷺ کے مکاتیب جو ملوک عجم کسری وقیصر ومقوقس وغیرہ کی طرف بھیجے جن میں سے بعض کے فوٹو بھی چھپ گئے ہیں اور آج تک محفوظ ہیں ان کو دیکھا جاسکتا ہے کہ نہ ان میں عجمی زبان اختیار کی گئی ہے نہ عجمی رسم خط اختیار کیا گیا ہے، حواشی مذکورہ کے چند جملے یہ ہیں:

" وهو إنما نزل باللسان العربى كماهو مصرح فى الآيات المتعددة وإنما كان تبليغه والدعوة إلى الإسلام والإنذار به كما أنزل الله تعالى لم يترجم النبى ﷺ ولا أذن بترجمته ولم يفعل ذلک الصحابة ولاخلفاء المسلمين وملوكهم. ولو كتب النبى ﷺ كتبه إلى قيصر وكسرى ومقوقس بلغاتهم لصح التعليل الذى علل به" (مغنی مع الشرح الکبیر: ۸۳۰/۱)۔

(اور قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا جیسا کہ متعدد آیات قرآن میں صراحت ہے اور اسی عربی زبان میں قرآن کی تبلیغ اور دعوت وانداز عمل میں آیا نبی کریم ﷺ نے امت کو اس کا ترجمہ کر کے نہیں پہنچایا، اور نہ ترجمہ کر کے پہنچانے کی اجازت دی اور نہ حضرات صحابہ نے ایسا کیا اور نہ خلفائے اسلام اور سلاطین اسلام نے ایسا کیا، اور اگر نبی کریم ﷺ اپنے خطوط قیصر وکسری اور مقوقس وغیرہ کو ان ہی کی زبانوں میں لکھوائے تو یہ دلیل صحیح مانی جاسکتی تھی کہ عجم کو عجمی زبان میں پہنچانا زیادہ مفید ہے)۔

عبارات منقولہ بالا سے معلوم ہوا کہ مصحف عثمانی کے رسم خط کی رعایت ومتابعت لازم وضروری ہے اور اس کے خلاف لکھنا اگر چہ وہ عربی رسم خط میں ہی کیوں نہ ہو، ناجائز اور حرام ہے اور اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، بلکہ علمائے امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں تو یہ اجماعی مسئلہ ہوا، پھر غیر عربی بنگلہ وغیرہ رسم خط میں لکھنا کیسے جائز ہوسکتا ہے، اس میں جواز کا کوئی احتمال ہی نہیں، لہذا صورت مسئولہ بالا جماع ناجائز ہے، بعض حروف عربی کے ساتھ مخصوص ہیں، جیسے طاء، حا، ض، ظ، ذ، ز وغیرہ یہ حروف دوسری زبان میں استعمال ہی نہیں ہوتے، ان کے لئے ان زبانوں میں نہ صوت ہے، نہ شکل وصورت ہے تو لامحالہ ان کی جگہ دوسرے حروف لکھے جائیں گے جو کہ بنگلہ میں مستعمل ہیں اور یہ عمدا تحریف وتغییر ہے جو کہ حرام ہے، البتہ اگر متن قرآن کریم تو عربی اصل رسم خط میں ہو، اور اس کا ترجمہ وتفسیر بنگلہ زبان میں تو شرعا مضائقہ نہیں (فتاوی محمودیہ جلد ۳/ ۵۰۷ مطبوعہ ادارہ صدیق ڈابھیل)۔

اسی قسم کے فتوی کے بارے میں مفتی کفایت اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

چونکہ ہندی رسم الخط میں عربی کے کئی حروف نہیں ہیں، اور نہ ان کو ظاہر کرنے کے لئے کوئی قطعی علامات ہیں اس لئے متن قرآن اور نظم فرقان کو ہندی رسم الخط میں شائع کرنا جائز نہیں، ہندی ترجمہ ہندی رسم الخط میں شائع کیا جاسکتا ہے، مگر نظم قرآن کو عربی رسم الخط میں ہی لکھا جائے (کفایت المفتی ۱/۱۲۸، ہکذا فی فتاوی رحیمیہ ۲/۱۵۸، مکتبہ احسان دیوبند)۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ صاحب فرماتے ہیں:

۱- اگر ترجمہ اس غرض سے ہے کہ وہ لوگ بطور خود مطالعہ کیا کریں گے تو اس طور سے مطالعہ کرنے میں تجربہ سے سخت غلط فہمیوں کا احتمال ہے، اور اگر اس غرض سے ہے کہ کسی عالم سے پڑھ لیا کریں تو بہت مفید ہے۔

۲- مترجم اگر جامع اور متدین عالم ہیں تو مستقل ترجمہ کا مضائقہ نہیں، ورنہ تراجم مقبولہ میں سے کسی بزرگ کے ترجمہ کی صرف زبان بدلنا کافی ہے، مستقل ترجمہ مناسب نہیں۔

۳- متن میں قرآن مجید عربی خط میں رکھنا چاہئے، ہندی رسم الخط میں کوئی ضرورت نہیں، بے پڑھائے تو ہندی میں ہونے سے بھی کوئی بھی نہیں پڑھ سکے گا، اور پڑھانے سے عربی حروف کا یاد کرلینا بھی کچھ مشکل نہیں، اور جو اصل مقصود ترجمہ کے متعلق ہے، یعنی ارتداد سے بچانا اور اسلام کی طرف لانا، اس میں عربی وناگری رسم الخط داخل نہ ہونے میں برابر ہے، علاوہ اس کے ہندی یا انگریزی میں بعض حروف عربیہ کی شکل ہی نہیں، جیسے ق، ض، ط، ظ، ز مثلاً پس جب ان کو دوسری شکل میں لکھا جائے گا تو ظاہر ہے کہ اصلی حروف پڑھے نہیں جائیں گے، تو اس میں عمداً تحریف کا جائز رکھنا ہے، وہو حرام۔

جواب مجمل از مولوی ظفر احمد صاحب مقیم خانقاہ امدادیہ

الجواب: ناگری ہو یا انگریزی، ہر دو خط؛ جس میں رسم خط مصحف عثمانی کی رعایت نہ ہوسکے، اس میں قرآن کا لکھنا کسی طرح جائز نہیں، کیونکہ کتابتِ مصحف میں رعایت رسم خط عثمانی واجب ہے، رہے وہ خط جن میں رعایت رسمِ خط مذکور ہو سکتی ہے، جیسے: فارسی یا اردو نستعلیق وامثالہ--- ان میں قرآن کا لکھنامختلف فیہ بین القولین ہے، مگر اقرب اور راجح یہ ہے کہ ایسے خطوط میں بھی پورا مصحف لکھنا ناجائز ہے، ایک دو آیت اتفاقیہ لکھنے کا مضائقہ نہیں، الغرض الفاظِ قرآنی کو صرف عربی خط ہی میں لکھنا چاہیے، ترجمہ وتفسیر کسی دوسری زبان میں اور دوسرے خط میں لکھنے کا مضائقہ نہیں، اس کے بعد الاتقان کی عبارت منقول ہے (امداد الفتاوی ۴/ ۴۳، ۴۴، ہکذا فی امداد الاحکام ۱/ ۲۳۲ تا ۲۴۰، ہکذا فی فتاوی ریاض العلوم ۲/ ۸۱، وہکذا فی فتاوی عثمانی رص ۲۴۶)۔

۳- بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا:

قرآن شریف عربی کے علاوہ دوسری زبان میں لکھنے سے قرآنی رسم الخط جو قرآن کا ایک رکن ہے، جھوٹ جاتا

ہے، اور تحریف رسمی لازم آتی ہے، جس سے احتراز ضروری ہے، قرآنی رسم الخط قیاسی نہیں ہے، بلکہ توقیفی اور سماعی ہے، لوح محفوظ میں تحریر شدہ قرآن کے رسم الخط کے مطابق ہے، منزل من اللہ ہے، تواتر اور اجماع سے ثابت ہے، اعجازی ہے، اس میں قراءت سبعہ وغیرہ شامل ہیں، اور ساری قراءتیں جاری کی جاسکتی ہیں، یہ کمال اور خوبی دوسرے رسم الخط میں نہیں ہو سکتی، لہذا اس کا اتباع واجب ہے، اور تبدیلی ناجائز وحرام ہے، اس لئے دوسرے رسم الخط والے قرآن میں تلاوت نہ کرے، اندھے کے لئے زبانی طور پر جتنا یاد کرنا ممکن ہو اتنا سیکھ لینا چاہئے (محمود الفتاوی ۴/ ۱۵۴)۔

نیز یہ بات واضح ہے کہ بریل کوڈ نہ عربی رسم الخط ہے نہ رسمی عثمانی، تو صرف نابیناؤں کی مجبوری کی بنا پر بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست نہ ہونا چاہئے، نیز نابینا حتی المقدور مکلّف ہے، اس لئے نماز میں قراءت کر سکے اور جتنا یاد کر سکے اتنا دوسروں سے مدد لینا چاہئے، اور بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن حکما قرآن ہونے کی وجہ سے بلا وضو چھونا درست نہ ہوگا۔

۴-موبائل میں موجود قرآن مجید کو چھونے کا حکم:

اس طرح کے موبائل آن ہو اور قرآن کے حروف اسکرین پر نظر آتے ہو تو اس کا بلا وضو چھونا جائز نہیں ہوگا، ہاں فون بند ہو یا کھلا ہو، مگر قرآن کریم کے حروف اسکرین پر نہ ہو تو بلا وضو چھونے میں کوئی حرج نہیں، دلیل الجوہرۃ النیرۃ کی یہ عبارت ہے: "**لایجوز مس شئ من القرآن من لوح أودراهم أو غير ذلك إذا كانت آية تامة**"، یعنی کسی ایسی چیز کا چھونا جائز نہیں ہے جس میں قرآن کا کچھ حصہ لکھا ہوا ہو جیسے تختی یا درہم وغیرہ بشرطیکہ مکمل ایک آیت ہو (جدید فقہی مسائل ۱/ ۱۰۳)۔

ہاں اگر موبائل پر پلاسٹک یا چمڑے کا کور لگا ہو تو ہر حالت میں اس کا چھونا جائز ہے، اسکرین پر ہاتھ لگانا جائز نہیں اس لئے کہ اگر قرآن کی ایسی جلد ہو جو آسانی اس سے علاحدہ کی جاسکتی ہو جیسا کہ آج کل بیگ نما جلدیں میں تو اس کو چھوا سکتا ہے اور یہ غلاف کے حکم میں ہے جن کے ساتھ فقہاء نے بلا وضوء بھی قرآن مجید کو چھونے کی اجازت دی ہے، کما فی الفتاوی الہندیہ:

"**(منها)حرمة المصحف لا يجوز لهما وللجنب والمحدث من المصحف إلا بغلاف متجاف عنه كالخريطة والجدالغيرالمشرز لا بما هو متصل به هو الصحيح، هكذا فى الهداية، وعليه الفتوى، كذا فى الجوهرة النيرة**" (الفتاوی الہندیہ ۱/ ۳۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، وہکذا فی جدید فقہی مسائل ۱/ ۱۰۳)۔

☆☆☆

قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت

قاضی محمد ریاض ارمان القاسمی☆

متن قرآن کے بغیر کسی بھی زبان میں تنہاء ترجمہ قرآن کی اشاعت کسی بھی حال اور کسی بھی عذر مزعومہ کے پائے جانے کی صورت میں درست نہیں ہے اور نہ اس کا خریدنا، تقسیم کرنا اور ہدیہ کرنا جائز ہے۔

بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت اس لئے درست نہیں ہے کہ اس کی حرمت اجماع امت اور باتفاق ائمہ اربعہ ثابت ہے، نیز عدم جواز کی متعدد وجوہ ہیں جن کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) معانی قرآن کریم کی طرح اس کے الفاظ کی بھی حفاظت فرض وواجب ہے "**کما هو المقرر عند کافة الناس وجماهیر العلماء**"، اور موجودہ زمانے میں طبائع دین متین سے بے التفاتی اور سہل انگاری کا شکار ہیں، اگر اس قسم کے تراجم شائع ہو گئے تو الفاظ قرآن کی اہمیت قلوب سے قطعاً ختم ہو جائے گی اور اس کے پڑھنے پڑھانے کی ضرورت نہیں سمجھی جائے گی، اور رفتہ رفتہ ترجمہ ہی کو کافی سمجھا جانے لگے گا، بالآخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ (**العیاذ باللہ**) تلاوت قرآن مجید کرنے والا کوئی شخص مشکل ہی سے ملے گا، اس لئے ایسے تراجم شائع کرنا ممنوع ہوگا۔

(۲) طبائع میں خودرائی وخودنمائی کا غلبہ ہے جس نے بھی الٹے سیدھے چار حرف پڑھ لئے ہیں مدعئ اجتہاد اور محقق بن رہا ہے، اجازت کی صورت میں نہ معلوم کن کن لوگوں کے تراجم شائع ہونگے اور ان میں بھی وہ کیا کیا گل کھلائیں گے اور افہام وتفہیم مستبعد اور احقاق حق قریب قریب محال ہو جائیگا تو اس طرح تحریف مراد خداوندی کا ایک ایسا دروازہ کھل جائے گا جس کا بند کرنا بس سے باہر ہوگا، اگر ترجمہ حامل للمتن ہو تو اس میں یہ مفسدہ نہیں، کیونکہ مشتری ترجمہ کے لئے قرآن مجید نہیں خریدتا، بلکہ محض تلاوت کے لئے خریدتا ہے، تلاوت کرنے سے اس کا مقصد حاصل رہے گا اور ترجمہ پڑھنے کی نوبت بہت کم آئے گی، اور غلط ترجمہ کا مفسدہ ایسے خریدار پر بہت کم اثرانداز ہوگا۔

☆ قاضی شریعت دار القضاء ہریانہ (آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)۔

(۳) ایسے تراجم پرانے ہو جانے کی صورت میں ردی میں اس طرح سے فروخت ہونگے، جیسا کہ عام اردو کی کتابیں کیونکہ عربی خط کا جو ایک بڑا بھاری فرق تھا اور ہر شخص دیکھتے ہی بادی النظر میں قرآن کریم اور اردو کی کتب میں فرق کر لیتا ہے، یہ فرق و امتیاز ختم ہو جائے گا تو اس طرح سے یہ ترجمہ قرآن کی بے حرمتی کا سبب بنے گا اور یہ ظاہر ہے کہ سبب معصیت بھی معصیت ہوتا ہے۔

(۴) بہت سے لوگ اسے بلا وضو چھوئیں گے، حالانکہ احتراما اس کا بلا وضو چھونا درست نہیں تو لاعلمی کی بناء پر اس گناہ میں مبتلاء ہوں گے اس طرح سے بھی اس کا سبب معصیت ہونا ظاہر ہے۔

(۵) حضرات فقہاء کرامؒ نے ایسے تراجم و مصاحف کی صراحۃ ممانعت فرمائی ہے اور ایسی حرکت کو قانون اسلام کی خلاف ورزی قرار دیا ہے" **كما فى الشامية عن الفتح عن الكافى: إن اعتاد القرأة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع**" (ردالمحتار ج۱ص ۴۵۲)۔

واضح رہے کہ ایسے تراجم کی اشاعت نیچریت اور فتنہ کمالی کا شاخسانہ ہے مصطفیٰ کمال نے یہودیت سے متأثر ہو کر دین کے بارے میں کیا کیا گل کھلائے تھے وہ کسی اہل بصیرت سے مخفی نہیں، افسوس ہے کہ اسلام کے یہ نادان دوست اپنی اس حرکت سے اسلام کی بنظیر خصوصیت پر ہاتھ صاف کرنا چاہتے ہیں کہ جیسے دیگر مذاہب اپنی الہامی کتب کے الفاظ سے محروم ہو گئے، اسی طرح اسلام کو بھی اس سے تہی دست کر دیا جائے۔

(٦) ایسے تراجم کی طباعت و اشاعت وغیرہ جائز نہیں، کیونکہ یہ تعاون علی الاثم ہے **قال الله تعالى**: "**ولا تعاونوا على الاثم والعدوان**" (سورۃ المائدۃ:۲)(خیر الفتاوی ج۱ص ۲۱۷، ۲۱۸ باب ما یتعلق بالقرآن)۔

اسی طرح ممانعت کی چند وجہیں جو اسی طرح کے سوال کے جواب میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ذکر کیا ہے اس کو نقل کیا جاتا ہے:

نصوص صحیحہ صریحہ سے تشبہ باہل الباطل خصوص غیر مسلم پھر خصوص اہل کتاب کی مذمت اور اس کا محل وعید ہونا ثابت ہے "**من تشبه بقوم فهو منهم**" (ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشہرۃ ص ۵۵۹) میں وعید کا شدید ہونا ظاہر ہے کہ کفار کے ساتھ تشبہ کرنے کو کفار میں شمار ہونے کا موجب فرمایا گیا، دوسری حدیث: "**لتركبن سنن من كان قبلكم**" (ترمذی شریف جلد ۲ص ۴۱ ابواب الفتن، باب لترکبن سنن من کان قبلکم) میں اس مماثلت کو موقع تشنیع میں ارشاد فرمایا گیا اور یہ بالکل یقینی ہے کہ اس وقت کتاب الٰہی کا ترجمہ غیر حامل للمتن جداگانہ شائع کرنا اہل کتاب کے ساتھ تشبہ ہے، ایسے امر میں جو عرفا و عادتا ان کے خصائل میں سے ہے سو اول تو ان کے ساتھ تشبہ ہی مذموم ہے، پھر خصوص جب وہ تشبہ امر متعلق بالدین میں ہو کہ تشبہ فی

الامر الدنیاوی سے تشبہ فی الامر الدینی اشد ہے، حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے گوشت شتر چھوڑنے پر آیت: "**یایها الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافة ولاتتبعوا خطوات الشیطن**"(سورۃ البقرۃ:۲۰۸) نازل ہونا اور رسول اللہ ﷺ کا "تبتل" اور "ترہیب" کا انکار فرمانا اس کی کافی دلیل ہے، "مشکوٰۃ کتاب النکاح وکتاب الاعتصام" "**لاتشدوا علی أنفسکم**(مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام ص ر۳۱) اور اس میں بھی خاص کر جب کہ ان کو دیکھ کر ان کی تقلید کی جاوے کہ اتفاقی تشبہ سے یہ اور بھی زیادہ مذموم ہے اور اس وقت اکثر لوگ ایسے کام انہی لوگوں سے اخذ کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے "ذات الانواط" کی درخواست پر کیسا زجر فرمایا تھا یہ تشبہ مذکور خصوص قیدین مذکورین کے ساتھ تو اس میں مفسدہ حالیہ ہے اور یہ بھی اس کے منع کے لئے کافی ہے، چہ جائیکہ اس میں مفاسد مآلیہ شدیدہ بھی متحقق ہیں، مثلاً خدانخواستہ اگر یہ طریق مروج ہوگیا تو مثل تورات وانجیل احتمال قوی اصل قرآن مجید کے ضائع ہونے کا ہے اور حفاظت اصل قرآن کی فرض ہے اور اس کا اخلال حرام ہے اور فرض کا مقدمہ فرض، اور حرام کا مقدمہ حرام ہوتا ہے، اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ یہ احتمال بعید ہے محققان دین ومبصران اسلام سے ایسے احتمالات کا اعتبار ثابت ہے، پھر خواہ بعید ہو یا قریب ہم پر بھی واجب ہے کہ اس کا لحاظ کریں حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بعض قراء کی شہادت کے وقت، بعد سرسری مناظرہ کے محض ضیاع قرآن کے احتمال کا اعتبار کر کے قرآن مجید کے جمع کا اہتمام ضروری قرار دیا تھا، حالانکہ قرآن مجید اس وقت بھی متواتر تھا اور اس کے ناقل اس کثرت سے موجود تھے کہ اس کے تواتر کا انقطاع احتمال بعید تھا، لیکن پھر بھی اس کا لحاظ کیا گیا، پس جیسا اس وقت عدم کتابت میں احتمال ضیاع کا تھا اسی طرح صرف ترجمہ کی کتابت میں اس کا احتمال ہے، اس احتمال کے وقوع کا وہی نتیجہ ہوگا جیسا حدیث میں ہے: "**امتهوکون أنتم کما تهوکت الیهود والنصاری**"(مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام ص ر۳۰) اور مثلاً یہ مفسدہ ہوگا کہ حسب تصریح فقہاء اس ترجمہ کو بلاوضو مس کرنا جائز نہ ہوگا، کما فی العالمگیریۃ "**ولو کان القرآن مکتوبا بالفارسیة یکره لهم مسه عند ابی حنیفة** رحمۃ اللہ علیہ **وکذا عندهما علیٰ الصحیح**" (ھکذا فی الخلاصۃ ج۱ر ۲۴)۔

اسی طرح علامہ حسن شرنبلالی: "صاحب نورالایضاح" نے ایک رسالہ "**النفحة القدسية فی احکام قرآة القرآن وکتابته بالفارسیة**" لکھی جس میں مذاہب ائمہ اربعہ سے اس بات کی حرمت اور ممانعت ثابت کی ہے کہ قرآن کریم کو کسی عجمی زبان میں محض ترجمہ بلانظم قرآنی عربی لکھا جاوے۔

علامہ حسن شرنبلالی: "صاحب نورالایضاح" رقمطراز ہیں "**وأما کتابة القرآن بالفارسیة فقد نص علیها فی غیر ما کتاب من کتب ائمتنا الحنفیة المعتمدة منها ما قاله مؤلف الهدایة الإمام الأجل شیخ مشائخ الاسلام حجة الله تعالیٰ علیٰ الانام برهان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الکبیر**

رحمه الله تعالیٰ فی کتابه التجنیس والمزید ما نص، ویمنع من کتابة القراٰن بالفارسیة بالإجماع؛ لأنه یؤدی للاخلال بحفظ القراٰن لأنا امرنا بحفظ النظم والمعنی، فإنه دلالة علی النبوة؛ ولأنه ربما یؤدی إلی التهاون بأمرالقراٰن انتهی "۔

" ومنها ما فی معراج الدرایة: أنه یمنع من کتابة المصحف بالفارسیة أشد المنع، وأنه یکون معتمده زندیقاوسنذکره تمامه"

امام شافعیؒ کے مذہب کی روایتیں:

"أما عند الائمة الشافعیة فقد قدمنا عن الامام الزرکشی رحمه الله احتمال الجواز، وأن الأقرب المنع من کتابة القراٰن بالفارسیة کما تحرم قراء ته بغیر لسان العرب "۔

امام مالکؒ کے مذہب کی روایتیں:

"فلما نقل العلامة ابن حجر فی فتاواه أن الإمام مالکا سئل هل یکتب المصحف علی ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال: لا، إلا علی الکتبة الأولیٰ أی کتب الإمام وهو المصحف العثمانی، قال بعض أئمة القراء ة: نسبته إلی الإمام مالکؒ؛ لأنه المسئول عن المسئلة، وإلا فهو مذهب الأئمة الأربعة و بمثله قال أبو عمرو "۔

امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب کی روایتیں

"وأما عند الأئمة الحنابلة فقد قدمنا عن الدرایة ما نصه و عندالشافعیؒ تفسد الصلوٰة بالقرأة بالفارسیة، و به قال مالک و أحمد عند العجز وعدمه انتهیٰ (النفحۃ القدسیۃ ص ۳۵)۔

"و فی حاشیة المغنی لابن قدامة الحنبلی: ما نصه استمر الإجماع علی قراء ة جمیع المسلمین القراٰن فی الصلوٰة و غیرها بالعربیة کا ذکارها و سائر الاذکار والأدعیة الماثورة علی کثرة الأعاجم حتی قام بعض المرتدین من أعاجم هذا العصر یدعون إلی ترجمة القراٰن و غیره من الأذکار وبطریق التعبد، وإنما مرادهم التوسل بذالک إلیٰ تسهیل الردة علی قومهم" (مغنی مع الشرح الکبیر ج۱ص ۵۳۰)،ان تمام عبارتوں سے بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت کا عدم جواز بالا جماع اور ائمہ اربعہ کے مذاہب سے پوری طرح ثابت ہے۔

عدم جواز سے متعلق فقہاء کی مزید صراحت:

’’أجمع المسلمون قاطبة على وجوب اتباع رسم مصاحف عثمان ومنع مخالفته (ثم قال) قال العلامة ابن عاشر: ووجه وجوبه ما تقدم من إجماع الصحابةؓ عليه وهم زهاء اثنى عشر الفا والإجماع حجة حسبما تقرر فى أصول الفقه، ثم ذكر معزيا للمحكم بسنده إلىٰ عبد الله بن الحكم قال، قال أشهب: سئل مالک فقيل له: أرئيت من يكتب مصحفا اليوم أترى أن يكتب على ما أحدثه الناس من الهجاء اليوم؟ فقال: لا أرى ذالک، ولكن يكتب على الكتبة الأولىٰ ۔قال العلامة السخاوى : والذى ذهب إليه مالک هو الحق، وقال الجعبرى: وهذا مذهب الأئمة الأربعةؒ وخص مالكا؛ لأنه صاحب فتياه ومستندهم ومستند الخلفاء الأربعة رضوان الله تعالىٰ عليهم ‘‘۔

’’وقال البيهقى: من كتب مصحفا، فينبغى أن يحافظ علىٰ الهجا ء الذى كتبوا به تلک المصاحف ولا يخالفهم فيه ولا يغير مما كتبوه شيئا، فإنهم كا نوا (اى الصحابة)أكثر علما واصدق قلبا ولسانا وأعظم أمانة، فلا ينبغى أن نظن بأنفسنا استدراكا عليهم، كما فى الاتقان لشيخ مشائخنا الجلال السيوطى، ثم قال العلامة الحداد: فثبت بما ذكر من النقول الصحيحة والنصوص الصريحة أنه قد انعقد إجماع سائر الأمة من الصحابة و غيرهم على تلک الرسوم وأنه لا يجوز بحال من الأحوال العدول عن كتابة القراٰن الكريم ولا نشره بصورة تخالف رسم المصاحف العثمانية ،والله الموفق والمعين انتهى‘‘ (رسالہ النصوص الجلیۃ ص؍۲۵،مزید عبارت کے لئے دیکھئے: حافظ ابن کثیر،فضائل قرآن؍ص۵ مفتی محمد شفیع صاحب، جواہر الفقہ ۱؍۱۰۶تا۱۱۰)۔

اور جب اشاعت ناجائز ہے تو اس کا خریدنا، تقسیم کرنا ہدیہ کرنا بھی ناجائز ہوگا، اس لیے کہ اس میں تعاون علی الاثم ہے، جیسا کہ حضرت تھانویؒ کے فتاوی سے ظاہر ہو چکا، حضرت اقدس کی تحریر ملاحظہ ہو’’ .اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے’’ولا تعاونوا على الإثم والعدوان‘‘ (القرآن) اور فقہاء نے اس قاعدہ پر یہاں تک تفریع فرمائی ہے کہ جس شخص کو بھیک مانگنا حرام ہے اس کو بھیک دینا بھی حرام ہے، کیونکہ اگر دینے والے دیں نہیں تو مانگنے والا مانگنا چھوڑ دے اسی طرح اس ترجمہ کے متعلق یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ ایسے ترجمہ کو اگر کوئی شخص نہ بقیمت لے اور نہ بلا قیمت تو ایسے تراجم کا سلسلہ بند ہو جائے اور لینے کی صورت میں سلسلہ جاری رہے گا پس ایسے ترجمہ کا خریدنا یا ہدیہ میں قبول کرنا اعانت ہوگی ایک امر ناجائز کی اس لئے یہ بھی ناجائز ہے (جواہر الفقہ ص؍۱۱۲تا۱۱۵)۔

عدم جواز کہ باوجود اگر بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت کردے تو اسے بلا وضو چھونے کی اجازت نہیں ہوگی، اس لیے کہ وہ قرآن کے حکم میں ہوگا جیسا کہ خلاصہ نامی کتاب میں ہے ''ولو کان القراٰن مکتوبا بالفارسیة یکرہ لهم مسه عند أبي حنيفة، و كذا عندهما على الصحيح هكذا في الخلاصة'' (جلد ۱/ ۲۴، بحوالہ جواہر الفقہ جلد ۱/ ۱۱۳)۔

رہی بات بغیر متن کے ترجمہ چھاپنے میں صرفہ کا کم آنا، جو لوگ متن قرآن کو نہیں پڑھ سکتے، انہیں متن والا ترجمہ قرآن دینے سے کیا فائدہ؟ ترجمہ بہت سے غیر مسلموں کو بھی دیا جاتا ہے، انہیں متن پر مشتمل قرآن دینے میں قرآن کی بے حرمتی کا اندیشہ ہے اور اگر انہیں متن کے بغیر صرف ترجمہ قرآن دیا جائے، تا کہ ان تک قرآن کا پیغام پہنچ بھی جائے اور قرآن کی بے حرمتی کا اندیشہ بھی نہ رہے، مذکورہ بالا تینوں باتیں صرفہ کا کم آنا، متن کے پڑھنے سے جاہل ہونا اور غیر مسلم کو دینے میں بے ادبی قرآن یہ ساری چیزیں نبی اکرم ﷺ کے بعد سے لے کر اب تک رہی ہیں اور آئندہ بھی رہیں گی، لیکن کبھی بھی کسی نے ان وجہوں کو قرآن کی حفاظت کے مقابلے میں اور اجماع سلف وخلف کے بعد قابل اعتناء نہیں سمجھا ہے جیسا کہ علامہ ابن حجرؒ کا فتویٰ نقل کیا گیا ''على أنه لو سلم صدقه لم يكن مبيحا لإخراج ألفاظ القرآن عما كتب عليه وأجمع عليه السلف والخلف''، اسی طرح ماقبل میں نقل کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے تعلیمی سہولت کے لیے جب غیر عربی میں قرآن کا ترجمہ لکھنے کی اجازت مانگی تو امام ابو بکر محمد بن الفضل نے مستفتی کو اپنے ایک خادم سے قتل کروا دیا اور بادشاہ نے قتل کا قصاص لینے کے بجائے انعام واکرام سے نوازا صرف اس وجہ سے کہ قرآن کریم میں تحریف کا دروازہ نہ کھل جائے، لہٰذا ان وجہوں اور دلیلوں کی وجہ سے بغیر متن کے ترجمہ قرآن کریم کی اشاعت کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

غیر عربی رسم الخط (ہندی، انگریزی، وغیرہ) میں قرآن کا چھاپنا درست نہیں ہے اس سلسلہ میں جواہر الفقہ سے ایک جواب نقل کیا جاتا ہے جو اس سلسلہ میں کافی وشافی ہے ''اجماع صحابہ وتابعین اور باتفاق ائمہ مجتہدین پوری امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک قرآن مجید کی کتابت میں مصحف عثمانی جس کو اصطلاح میں امام کہا جاتا ہے اس کا اتباع واجب ہے، اس کے خلاف کرنا تحریف قرآن اور زندقہ کے حکم میں ہے اور خصوصاً کلمات قرآنی کی ترتیب بدلنا یا اس میں کسی حرف کی کمی زیادتی کرنا تو کھلی تحریف ہے جس کو کوئی ملحد بھی صراحۃً تجویز نہیں کرسکتا۔

خصوصاً ایسے رسم خط جن میں کلمات کی ترتیب بدل جائے یا کچھ حروف میں کمی بیشی کرنا پڑے، جیسے انگریزی رسم خط ہے کہ اس میں حرکات (زبر زیر، پیش) کو بھی بشکل حروف لکھا جاتا ہے، ایسا لکھنا تو قرآن میں زیادتی کرنا اور قطعاً تحریف

قرآن ہے۔

عربی رسم خط میں زیر زبر وغیرہ حرکات اگرچہ کلمات سے بالکل جدا اور ممتاز ہوتی ہیں، مگر اس کے باوجود علمائے سلف کو اس میں بھی اختلاف کی نوبت پیش آئی کہ قرآن کی عبارت پر یہ حرکات لکھنا جائز ہے یا نہیں، بعض حضرات نے اس کو بھی مکروہ سمجھا، بعض نے صرف مواضع مشکلہ میں بضرورت اجازت دی علامہ دانی جنہوں نے رسم خط قرآن پر مستقل کتاب تصنیف کی ہے، اس میں فیصلہ کرتے ہیں کہ اعراب (حرکات، زیر، زبر وغیرہ) اور نقطے سرخی سے لکھے جاویں، تاکہ قرآن کی اصل عبارت سے ممتاز رہیں۔

علامہ نووی اور جمہور فقہاء نے اس کی مطلقاً اجازت دی، کیونکہ عربی رسم خط میں اعراب مستقل جداگانہ چیز ہے اس کا اختلاط کلمات وحروف کے ساتھ نہیں ہوسکتا (کذا ذکرہ السیوطی فی الاتقان ج ۲ ص ۱۷۱)۔

الغرض عربی رسم خط میں حرکات اور نقطوں کا کلمات سے بالکل جدا اور ممتاز ہونا ثابت ہونے کے باوجود سلف صالحین کو ان کی کتابت فی المصاحف میں اختلاف پیش آیا تو جس رسم خط (مثلاً انگریزی) میں یہ حرکات خود کلمات کے درمیان بشکل حروف لکھی جاتی ہوں اس کی اجازت کیسے متصور ہوسکتی ہے۔

علاوہ ازیں عربی زبان میں چند حروف ایسے ہیں کہ ہر حرف سے لفظ کے معنی بالکل جدا ہوجاتے ہیں، لیکن بہت سی عجمی زبانوں میں ان حروف میں کوئی فرق نہیں سب کو ایک ہی آواز سے پڑھا جاتا ہے ایک ہی شکل سے لکھا جاتا ہے، مثلاً (س،ث،ص) اور (ذ،ز،ظ) وغیرہ تو جب قرآن کو اس رسم خط میں لکھا جائے گا تو ان حروف کا کوئی امتیاز نہ رہیگا جو سخت ترین تحریف ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسم خط عثمانی کا اتباع لازم وواجب ہے اس کے سوا کسی دوسرے رسم خط میں اگرچہ وہ بھی عربی ہی کیوں نہ ہو قرآن کی کتابت جائز نہیں، مثلاً اوائل سورت میں ''بسم اللہ'' کو مصاحف عثمانیہ میں بحذف الف لکھا ہے اور ''اقرأ باسم ربک'' میں بشکل الف ظاہر کیا گیا ہے اگرچہ پڑھنے میں دونوں یکساں بحذف الف پڑھے جاتے ہیں، مگر باجماع امت اسی کی نقل واتباع کرنا ضروری ہے، اس کے خلاف کرنا عربی رسم خط میں بھی جائز نہیں تو ظاہر ہے کہ سرے سے پورا رسم خط غیر عربی میں بدل دینا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟۔

مضمون مذکورہ کے شواہد اصول تفسیر اور تفسیر کی کتب میں نیز کتب فقہ میں بیشمار ہیں ان میں سے چند بقدر ضرورت اس جگہ لکھے جاتے ہیں۔

علامہ سیوطی نے ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں رسم خط قرآنی اور کتابت قرآنی کے آداب پر مستقل فصل بعنوان

(النوع السادس والسبعون) رکھی ہے اس میں نقل کیا ہے:

"وقال أشهب: سئل مالک هل يكتب المصحف على ماأحدثه الناس من الهجاء؟ قال: لا، إلا على الكتبة الأولى رواه الداني في المقنع، ثم قال: ولامخالف له من علماء الأمة ـ

اسکے بعد لکھا ہے:

"وقال الإمام أحمد: ويحرم مخالفة خط مصحف عثمان في واو أو ياء أوألف أو غير ذالک" (اتقان ص ۱۶۷ ج ۲)۔

"وقال البيهقي في شعب الإيمان :من يكتب مصحفا، فينبغي أن يحافظ على الهجاء الذي كتبوا به تلک المصاحف ولايخالفهم فيه ولا يغير مما كتبوه شيئافانهم كانوا أكثر علما واصدق قلباولسانا وأعظم امانة فلاينبغي أن نظن بأنفسنا استدراكا عليهم"

اس کے چند صفحہ بعد تحریر فرمایا ہے:

"وهل تجوز كتابته بقلم غير العربي قال الزركشي: لم أر فيه كلاما لأحد من العلماء قال: ويحتمل الجواز؛ لأنه قد يحسنه من يقرء بالعربية، والأقرب المنع كما تحرم قرائته بغير لسان العرب ولقولهم القلم أحد اللسانين والعرب لا تعرف قلماغير العربي، وقال تعالى: "بلسان عربي مبين"

(اتقان ص ۱۷۱ ج ۲، مزید تفصیل اور عربی عبارتوں کے لئے دیکھئے: مغنی مع الشرح الکبیر ۱/ ۸۳۰، نیز ۱/ ۵۳۰، جواہر الفقہ ۱/ ۸۵)۔

" ومنها ما في معراج الدراية: أنه يمنع من كتابة المصحف بالفارسيةاشد المنع .... ويحرم أيضا كتابته بقلم غير العربي انتهى"".

" ثم قال الحافظ ابن حجر: وفي كتابة القرآن العظيم بالعجمي تصرف في اللفظ المعجز الذي حصل التحدي به بما لم يرو (الى قوله)، لأن الألفاظ العجمية فيها تقديم المضاف إليه على المضاف ونحو ذالک مما يخل بالنظم ويشوش الفهم ".

حافظ الدنیا شیخ الاسلام علامہ ابن حجرؒ کی اس تقریر میں ان تمام شبہات کا بھی پورا پورا جواب ہے جو رسم خط یا زبان بدلنے والے حضرات پیش کرتے ہیں کہ اس میں عجمیوں کے لئے قرآن پڑھنے میں سہولت ہے حافظ نے واضح کر دیا کہ اول تو یہ سہولت کا خیال غلط ہے اور اگر صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سہولت کی خاطر قرآن کی تبدیل وتغیر جائز نہیں ہوسکتی۔

اور حنابلہ کے مشہور فقیہ وامام ابن قدامہ کی کتاب مغنی کے حواشی میں اس کو اور بھی زیادہ واضح کر دیا گیا ہے کہ جب

سے قرآن دنیا میں آیا اور رسول کریم ﷺ نے اس کی دعوت عجم کے سامنے پیش کی کہیں ایک واقعہ بھی اس کا مذکور نہیں ہے کہ آں حضرت ﷺ نے عجمیوں کی وجہ سے اس کا ترجمہ کر کے بھیجا ہو، یا عجمی رسم خط میں لکھوایا ہو آں حضرت ﷺ کے مکاتیب جو ملوک عجم کسریٰ وقیصر ومقوقس وغیرہ کی طرف بھیجے جن میں سے بعض کے فوٹو بھی چھپ گئے ہیں اور آج تک محفوظ ہیں ان کو دیکھا جاسکتا ہے کہ نہ ان میں عجمی زبان اختیار کی گئی ہے نہ عجمی رسم خط اختیار کیا گیا ہے (حواشی مذکورہ کے چند جملے یہ ہیں)۔

غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن کی کتابت واشاعت کا عدم جواز مذکورہ بالا عبارتوں سے معلوم ہو چکا ہے، اب رہ گئی بات کہ عربی رسم الخط اور رسم عثمانی کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن کو لکھنا اور دونوں کو ایک ساتھ شائع کرنا جائز ہوگا یا نہیں تو اس میں بھی عدم جواز کا پہلو ہی غالب معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تحریف کا دروازہ کھولنا ہوگا، اس لیے کہ لوگ دھیرے دھیرے قرآن شریف سے بے تعلق ہوجائیں گے، نیز جس زبان میں ہم عربی رسم الخط اور رسم عثمانی کو باقی رکھتے ہوئے قرآن کی کتابت کی اجازت دیں گے اس میں مذکورہ خرابی لازم آئے گی جس کا فقہاء نے تذکرہ کیا ہے ’’فتاوی محمودیہ‘‘ میں ہے ’’عبارات منقولہ بالا سے معلوم ہوا کہ مصحف عثمانی کے رسم خط کی رعایت ومتابعت لازم وضروری ہے اور اس کے خلاف لکھنا اگر چہ وہ عربی رسم خط میں ہی کیوں نہ ہو، ناجائز اور حرام ہے اور اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، بلکہ علمائے امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں تو یہ اجماعی مسئلہ ہوا، پھر غیر عربی بنگلہ وغیرہ رسم خط میں لکھنا کیسے جائز ہوسکتا ہے، اس میں جواز کا کوئی احتمال ہی نہیں، لہذا صورت مسئولہ بالاجماع ناجائز ہے، بعض حروف عربی کے ساتھ مخصوص ہیں، جیسے طاء، حا،ض،ظ،ذ،ز وغیرہ یہ حروف دوسری زبان میں استعمال ہی نہیں ہوتے، ان کے لئے ان زبانوں میں نہ صوت ہے، نہ شکل وصورت ہے تو لامحالہ ان کی جگہ دوسرے حروف لکھے جائیں گے جو کہ بنگلہ میں مستعمل ہیں اور یہ عمداً تحریف وتغییر ہے جو کہ حرام ہے (فتاوی محمودیہ جلد ۳/۵۰۸) چونکہ جس زبان میں ہم عربی رسم الخط اور رسم عثمانی کو باقی رکھتے ہوئے قرآن کی کتابت کریں گے اس میں بھی حروف کے نہ ہونے اور اصل مخارج وصفات سے ان کو ادا نہیں کرنے کی وجہ سے استعلاء، اطباق، اور استطالت وغیرہ کو ضائع کردیں گے نیز عربی میں اعراب کو لفظوں سے جدا لکھا جاتا ہے، لیکن ہندی انگریزی وغیرہ میں لفظوں کے اندر لکھا جاتا ہے اس سے بھی تحریف کی شکل پیدا ہوگی، لہذا مذکورہ بالا وجہوں کی وجہ سے عربی رسم الخط اور رسم عثمانی کو باقی رکھتے ہوئے قرآن کی کتابت کرنا اور اشاعت کرنا دونوں ناجائز ہوگا۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت درست نہیں ہے، اس لیے کہ بریل کوڈ جو نسبتاً موٹے کاغذ پر ابھرے ہوئے

نقطوں کی شکل میں ہوتا ہے اور نابینا افراد عموماً انگلیوں کے پوروں کے لمس سے اسے پڑھتے ہیں، بریل کوڈ کی اس وضاحت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ نہ تو رسم الخط ہے نہ رسم عثمانی جس رسم عثمانی کی کسی بھی صورت میں مخالفت کی اجازت نہیں دی گئی ہے خواہ وہ رسم الخط عربی ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ مفتی شفیع صاحبؒ اپنے فتوی میں تحریر فرماتے ہیں'' خلاصہ یہ ہے کہ رسم خط عثمانی کا اتباع لازم وواجب ہے اس کے سوا کسی دوسرے رسم خط میں اگرچہ وہ بھی عربی ہی کیوں نہ ہو قرآن کی کتابت جائز نہیں مثلاً اوائل سورت میں'' **بسم اللہ**'' کو مصاحف عثمانیہ میں بحذف الف لکھا ہے اور ''**اقرأباسم ربک**''(سورۂ العلق:۱) میں بشکل الف ظاہر کیا گیا ہے اگرچہ پڑھنے میں دونوں یکساں بحذف الف پڑھے جاتے ہیں، مگر باجماع امت اسی کی نقل واتباع کرنا ضروری ہے اس کے خلاف کرنا عربی رسم خط میں بھی جائز نہیں تو ظاہر ہے کہ سرے سے پورا رسم خط غیر عربی میں بدل دینا کیسے جائز ہوسکتا ہے'' جب کسی بھی طرح رسم عثمانی کی مخالفت جائز نہیں ہے تو پھر بریل کوڈ جو رسم الخط ہی نہیں ہے اس میں قرآن کی اشاعت کی کیسے اجازت دی جاسکتی ہے، لہذا بریل کوڈ میں قرآن کی اشاعت ناجائز ہوگی۔

بریل کوڈ میں نابیناوں کے لیے سہولت، اوران کا بیناؤں کا ہر قدم پر محتاج نہ ہونا، حفظ قرآن میں آسانی، بھولنے کی صورت میں مراجعت، براہ راست قرآن کا مطالعہ، اوران کی دوسری مجبوری، اوران کے ساتھ جذبہ ہمدردی یہ ساری چیزیں قابل تحسین ہیں، لیکن ان سب کے باوجود قرآن کی حفاظت زیادہ اہم ہے اور نابیناؤں کی مجبوری تو اسلامی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ نابیناء حفاظ نے قرآن کی خدمت میں جس طرح شہرت وعزت حاصل کی ہے وہ بیناؤں سے نہیں بن سکا، اور آسانی کی بات تو سہل انگاری ہی امت محمدیہ کا وہ زخم ہے جس کے رساؤ نے امت کو اس حد تک پہنچا دیا۔

اگر بریل کوڈ میں قرآن مجید چھاپ دیا گیا تو وہ حکماً قرآن ہوگا اس کو چھونے کے لیے باوضو ہونا ضروری ہوگا، جیسا کہ خلاصہ نامی کتاب میں ہے:''**ولو کان القرآن مکتوبا بالفارسیة یکرہ لهم مسه عند أبی حنیفة، وکذا عندهما علی الصحیح**'' (هکذا فی الخلاصة جلد۱/ ۲۴، بحوالہ جواہر الفقہ جلد۱/ ۱۱۳) چھاپنا درست نہیں، لیکن ایسا کرلیا گیا تو اس کا ادب واحترام ہر حال میں قرآن جیسا ہی ہوگا اس کی بے ادبی جائز نہ ہوگی''**ثم کتب علیه شیخ الأئمة الشافعیة بعصرنا و مصرنا هو العلامة شمس الدین محمد شوبری الشافعی حفظه الله تعالیٰ ما صورته أنه إذا کتب بغیر العربیة هل یحرم مسه و حمله أولا؟ الأظهر فی الجواب نعم، إذلا یخرج بذالک عن کونه قرانا، وإلا لم تحرم کتابته فلیراجع انتهی**'' ۔ خط کشیدہ عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ چھاپنا جائز نہیں ہے، لیکن چھاپنے سے وہ قرآن ہونے سے نہیں نکل جائے گا، بلکہ حکماً قرآن ہی رہے گا اور اس کا قرآن جیسا ہی ادب کرنا لازم ہوگا۔

موبائل پر قرآن مجید:

موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید کے حروف دکھائی دے رہے ہوں تو موبائل کو ہاتھ میں لینے یا اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے ”**یمنع دخول مسجد (الی قوله) مسه أی القرآن، ولوفی لوح أو درهم أو حائط** (شامی زکریا ۱/ ۴۸۸، بحوالہ مسائل موبائل ص/ ۳۴، از حضرت مولانا مفتی سلمان صاحب منصور پوری مدظلہ العالی) عبارت کے ظاہر ہونے کی صورت میں موبائل کو غلاف تصور نہیں کیا جائے گا، البتہ جب وہ پروگرام بند ہو یا موبائل بند ہو تو پھر موبائل کے ڈھانچہ کو ایسا غلاف تصور کیا جائے گا جس کو بے وضو چھونے کی گنجائش ہوگی ’**فلو نقش اسمه تعالیٰ أو اسم نبیه** ﷺ **استحب أن یجعل الفص فی کمه إذا دخل الخلاء** (شامی زکریا ۹/ ۵۱۹) بحوالہ مسائل موبائل ص/ ۳۴، از حضرت مولانا مفتی سلمان صاحب منصور پوری مدظلہ العالی)۔

☆☆☆

قرآن کریم سے متعلق بعض مسائل کی تحقیق

مولانا روح الامین (جھابوا، ایم. پی.) ☆

بغیر متن کے ترجمۂ قرآن کی اشاعت:

متن کے بغیر تنہا قرآن مجید کا ترجمہ شائع کرنے میں دو محظور کا ارتکاب لازم آتا ہے۔

۱- اہل کتاب کے ساتھ مشابہت:

تشبہ باہل الکتاب کی مذمت بلکہ ممانعت نصوص صحیحہ وصریحہ سے ثابت ہے، قرآن مجید میں نصاری کے بارے میں وارد ہے: "**ولا تتبعوا أهواء قوم قد ضلوا من قبل وأضلوا كثيرا وضلوا عن سواء السبيل**" (سورۂ مائدہ:۷۷)، صحیحین میں ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے: "**لتتبعن سنن من كان قبلكم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتى لو سلكوا جحر ضب لسلكتموه، قالوا: يا رسول الله! اليهود والنصارى؟ قال: فمن؟**" (بخاری:۳۴۵۶، مسلم ۲۶۶۹)، ترمذیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "**غيروا الشيب و لا تشبهوا باليهود**" (ترمذی:۱۷۵۳)، حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے: "**خالفوا المشركين احفوا الشارب واعفوا اللحي**" (مسلم:۲۵۹)، صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن العاصؓ سے حضور ﷺ کا ارشاد منقول ہے: "**فصل مابين صيامنا وصيام أهل الكتاب أكلة السحر**" (مسلم:۱۰۹۶)، عمرو بن شعیبؒ سے ترمذی کی روایت ہے: "**ليس منا من تشبه بغيرنا لا تشبهوا باليهود و لا بالنصارى فإن تسليم اليهود الإشارة بالأصابع وتسليم النصارى الإشارة بالأكف**" (ترمذی:۲۶۹۵)۔

الغرض عبادات، معاملات، معاشرت اور عادات واطوار میں غیروں کے ساتھ مشابہت کی ممانعت اور ان کی مخالفت کے باب میں متعدد روایات موجود ہیں، اسی لیے اس باب میں ائمۂ اربعہ کا اجماع ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: ابن تیمیہ کی کتاب: اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ اصحاب الجحیم)۔

☆ خادم تدریس جامعہ مظہر سعادت، ہانسوٹ، بھروچ، گجرات۔

یہ امر تقریبا یقینی ہے کہ کتاب الٰہی کا تنہا ترجمہ جداگانہ شائع کرنا عرفا وعادۃً اہل کتاب کے خصائص میں سے ہے، کیونکہ امت مسلمہ نے ہمیشہ اس سے اجتناب کیا ہے، بلکہ اس طرح کی پیش قدمی پر بالغ نظر علماء دین نے نکیر بھی فرمائی، لہذا یہ اقدام اور اس کی اجازت دینی امور میں غیروں کی مشابہت کے ساتھ ساتھ امت کے تعامل کے بھی خلاف ہے۔

تنہا ترجمۂ قرآن مجید کی اشاعت میں مزید مندرجۂ ذیل مفاسد شدیدہ کا اندیشہ ہے۔

(الف) اس طریقہ کی ترویج پر قوی احتمال ہے کہ اصل قرآن مجید توریت وانجیل کے مثل ضائع ہوجائے، جبکہ اصل قرآن مجید کی حفاظت فرض ہے، اور اس کا اخلال حرام ہے، اسی بناء پر حضرات شیخینؓ نے جمع قرآن کے اہتمام کو ضروری قرار دیا تھا، حالانکہ وہ متواتر تھا اور اس کے ناقل اس کثرت سے موجود تھے کہ اس کے تواتر کے انقطاع کا احتمال بعید تھا، لہذا جیسا کہ اس وقت عدم کتابت میں ضیاع کا احتمال تھا، اور اس احتمال کی بناء پر جمع کا اہتمام فرمایا، اسی طرح صرف ترجمہ کی کتابت میں بھی ضیاع کا احتمال ہے، اس لیے یہ احتمال اجازت سے مانع ہوگا۔

(ب) قرآن مجید کی عظمت اور اس کے ساتھ احترام وتقدس کا معاملہ اس کے حامل متن ہونے ہی کی وجہ سے ہے، مذکورہ صورت میں اس طرح وہ قابل عظمت واحترام نہ سمجھا جائے گا اور اس کے ساتھ عام کتب کا سا معاملہ کیا جائے گا، حالانکہ یہ بھی حکماً قرآن ہونے کی وجہ سے عام دینی کتب سے زیادہ لائق عظمت واحترام ہے، ''البحر الرائق'' میں ہے:''**ولو كان القرآن مكتوبا بالفارسية لحرم على الجنب والحائض مسه بالإجماع وهو الصحيح**''(البحر الرائق ۱/ ۲۱۲)۔

(ج) مسلمانوں میں آج بھی تلاوت وقرأت قرآن کا اہتمام ہے، اگر ترجمہ سے مدد لیتے ہیں تو اصل قرآن بھی ہاتھ میں ہوتا ہے، اور اس طرح عقیدت وعظمت کے ساتھ کچھ پڑھنے کی بھی توفیق ہوجاتی ہے، مذکورہ صورت میں اندیشہ ہے کہ قرآن سے بالکل ہی بے تعلق واجنبی ہوجائیں اور اس آیت کا مصداق بن جائیں،''**نبذ فريق من الذين أوتوا الكتاب كتب الله وراء ظهورهم كأنهم لا يعلمون**'' (سورۂ بقرہ:۱۰۱)۔

(د) موجودہ صورت میں اگر تراجم میں باہم اختلاف ہے، تو اصل قرآن مجید (جو تمام نسخوں میں متحد ہیں) سامنے ہونے کی وجہ سے یہ خیال نہیں آتا کہ کلام اللہ میں اختلاف ہے، جبکہ مذکورہ صورت کے شیوع کی صورت میں یہ گمان ہوسکتا ہے کہ اصل میں اختلاف ہے، جس سے اعتقاد میں خلل واقع ہوگا اور باہمی نزاع کا بھی سبب بنے گا، اور اصل کتاب کی وہ مذموم صورت پیش آئے گی، جس کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے:''**وما اختلف فيه إلا الذين أوتوه من بعد ما جائتهم البينٰت بغيا بينهم**''(سورۂ بقرہ:۲۱۲)۔

(ھ) موجودہ صورت میں ترجمہ کو مستقل کتاب خیال نہیں کیا جاتا، بلکہ قرآن کا تابع سمجھا جاتا ہے، اگر کہیں مطلب

سمجھ میں نہیں آتا یا غلط سمجھ لیا جاتا ہے یا فصاحت و بلاغت کے معیار سے ادنیٰ پایا جاتا ہے تو فہم کا یا مترجم کا قصور سمجھا جاتا ہے، جس کے متعلق اصل صاحب کلام ہونے کا اعتقاد نہیں ہوتا، جبکہ مذکورہ صورت میں یہ عملی یا اعتقادی خرابی لازم آسکتی ہے۔

(و) اصل قرآن مجید سامنے ہونے کی وجہ سے مترجم کے لیے تحریف معنوی مشکل ہے، کیونکہ ہر طالب علم کے لیے اس پر گرفت ممکن ہے، جب کہ مذکورہ صورت میں اس طرح کی تحریف کا قوی اندیشہ ہے، کیونکہ ہر مطالعہ کرنے والا حافظ نہیں اور نہ ہر وقت اصل کی طرف مراجعت آسان ہوتی ہے۔

یہ اور اس طرح کے دیگر بہت سے مفاسد پیش آسکتے ہیں، اس لیے متن کے بغیر تنہا ترجمۂ قرآن کو شائع کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، اور اس طرح اس کی خرید و فروخت کرنے، تقسیم کرنے اور ہدیہ کرنے کی اجازت نہیں، کیونکہ یہ ناجائز امر میں اعانت ہے (مستفاد من امداد الفتاوی ۴/۴۰)۔

اشکال: مذکورہ ممانعت سدّ ذریعہ کے قبیل سے ہے فی نفسہ نہیں، کیونکہ فی نفسہ حرمت پر کوئی دلیل نہیں اور جو ممانعت سدّ ذریعہ کی بناء پر ہو وہ مصالح کی بناء پر مرتفع ہو جاتی ہے، جیسے اجنبیہ کو دیکھنے کی ممانعت فساد کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے ہے، لیکن علاج، خِطبہ وغیرہ مصالح کی خاطر اجازت ہے، لہٰذا سوال میں درج مصالح کی بناء پر اجازت ہونی چاہئے؟

جواب: سدّ ذریعہ سے ناشی ممانعت اس وقت مرتفع ہوتی ہے، جبکہ اس کے مدمقابل مصلحت راجحہ موجود ہو، چنانچہ اصولیین نے یہ قاعدہ بھی ذکر کیا ہے: "**النهي إذا كان لسدّ الذريعة أبيح للمصلحة الراجحة**"، یعنی مفسدہ کے مقابلہ میں مصلحت غالب ہو تو ممانعت مرتفع ہو جائے گی (القواعد الفقہیۃ وتطبیقاتہا فی المذاہب الاربعۃ للدکتور وہبہ الزحیلی رحمہ اللہ)۔

ظاہر ہے کہ مذکورہ مفاسد کے مقابلہ میں یہ چند مصالح (مصارف کا کم آنا، غیر مسلمین کی طرف سے بے حرمتی کا اندیشہ نہ ہونا) شرعاً کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہیں، کیونکہ تعلیم و تبلیغ کے لیے طالب صادق کو قرآن مجید دینا فقہاء کے نزدیک جائز ہے، "**والحاصل مما سبق إن وقوع المصحف بأيدي الكفار إنما يمنع منه إذا خيف منهم إهانته، أما إذا لم يكن مثل هذا الخوف، فلا بأس بذلک لا سيما لتعليم القرآن وتبليغه**" (تکملہ فتح الملہم باب النہی أن یسافر بالمصحف ۳/۳۸۶)۔

لہٰذا اس موقع پر تو "**درء المفاسد أولى من جلب المصالح**"، اصول کے پیش نظر عدم جواز کا قول کرنا ہوگا۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

قرآن کریم اہل اسلام کے لیے اپنے عقائد، عبادات اور معاملات میں ایک مرجع کی حیثیت رکھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تلاوت، اس کی آیات میں تدبّر، اس سے احکام مستنبط کرنے کا حکم دیا اور اس کے تعلّم و تعلیم اور اس کے احکام پر عمل

پیرا ہونے کی ترغیب دی، لیکن یہ سب کچھ اہل عرب کے لیے یا عربی زبان سے واقف شخص کے لیے تو آسان ہے، البتہ جن کی زبان عربی نہیں اور وہ عربیت سے کوئی نسبت نہیں رکھتے ان کے لیے دشوار ہے، اس لیے متن قرآن ان کی زبان (ہندی، انگریزی وغیرہ) اور ان کے رسم الخط میں لکھ دیا جائے، تا کہ تلاوت وقرأت ان کے لیے آسان ہو جائے اور یہ ان کے حق میں قرآن مجید کے فہم اور اس کے معانی کی معرفت میں پیش خیمہ ثابت ہو تو کیا حرج ہے؟ جب کہ تسہیل اور رفع حرج مقاصد شریعت میں سے ہیں، اور یہ کوئی بدعت بھی نہیں، بلکہ اس کے نظائر موجود ہیں، چنانچہ ابوبکر صدیقؓ نے قرآن مجید کو یکجا کروایا، حضرت عثمان غنیؓ نے حروف سبعہ میں سے ایک حرف پر مرتب کروایا، بنوامیہ کے دور میں ان کے کلمات کو منقوط ومشکل کیا گیا، ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ تسہیل اور حفاظت ہی کی غرض سے کیا گیا۔

نیز قرآن مجید عربی یا غیر عربی میں لکھا ہوا نازل نہیں ہوا کہ ان حروف کا التزام ضروری ہو، بلکہ وہ تو ایک وحی متلو ہے، جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کاتبین سے املاء کروایا، جبکہ خود آپ امّی تھے، اور کاتبین نے اپنے درمیان معہود طریقہ پر اس کی کتابت کی، چنانچہ اس باب میں کوئی نص صحیح موجود نہیں کہ انہیں کسی خاص طریقۂ کتابت کا مکلّف بنایا گیا ہو، لہٰذا اگر غیر عربی یا رسم عثمانی کے علاوہ رسم الخط میں کتابت کی جائے تو اس کا جواز کیوں نہیں؟ جبکہ یہ سب کچھ اس کے محرکات موجود ہیں اور ضرر کچھ بھی نہیں۔

یہ جدید دور کے تجدّد پسند لوگوں کا مطالبہ ہے، لیکن کیا اس مطالبہ کو پورا کرنے میں شرعا کوئی مانع یا قباحت نہیں، جیسا کہ باور کرایا جارہا ہے، اس کی حقیقت جاننے کے لیے چند امور کی تحقیق ضروری ہے۔

(۱) کیا رسم عثمانی کی مخالفت جائز ہے؟

(۲) کیا عربی کے علاوہ کسی اور رسم الخط میں قرآن کی کتابت ممکن ہے؟

(۳) کیا اس اجازت کے بعد تصحیف وتحریف، ترمیم وتبدیل اور دیگر مفاسد کے درآنے کا خطرہ لاحق نہیں؟

مصحف کی کتابت میں رسم عثمانی کا التزام:

اس سلسلے میں صاحب ''مناہل العرفان'' نے علماء کے تین مذاہب نقل کئے ہیں۔

قولِ اوّل: رسم عثمانی توقیفی ہے، اس کی اتباع لازم ہے، اور مخالفت جائز نہیں، حضرت امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، ابوبکر بیہقیؒ، امام بغویؒ، شمس الدین سخاویؒ، ابوبکر بن العربیؒ، ابوالحسن بن بطال مالکیؒ سے یہی منقول ہے، بلکہ ابوعمرو الدانیؒ اور ابن العربی مالکیؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، اور ابن حجر ہیتمیؒ نے اسے ائمۂ اربعہ کا مذہب قرار دیا ہے، علامہ حسن شرنبلالیؒ نے اپنے رسالہ ''النفخة القدسية في أحكام قرأة القرآن و كتابته بالفارسية'' میں مذاہب اربعہ کی مستند

کتب سے ائمۂ اربعہ کا اتفاق نقل کیا ہے(مناہل العرفان ۱/ ۳۶۹، رسم المصحف وضبطہ بین التوقیف والاصطلاحات الحدیثۃ، تالیف شعبان محمد اسماعیل/ ۶۳)۔

قولِ ثانی: رسم عثمانی توقیفی نہیں، بلکہ اصطلاحی ہے، لہذا اس کی مخالفت جائز ہے، ابن خلدون اور قاضی ابوبکر باقلانیؒ کا میلان اسی طرف ہے۔

قولِ ثالث: مخالفت جائز ہے، لیکن مطلقا نہیں، بلکہ اس طرح کہ رسم عثمانی پر مصاحف محفوظ و باقی رہیں، بالکلیہ مہجور یا ناپید نہ ہوجائیں، یہ عزالدین بن عبدالسلام اور بدرالدین زرکشیؒ کی رائے ہے۔

جمہور نے جس قول کو اختیار کیا ہے اس کی مندرجۂ ذیل بنیادیں ہیں:

(۱) قرآن مجید لفظ و معنی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے، لہذا حفاظت موعود میں دونوں کی حفاظت شامل ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ حفاظت ابتداء ہی سے ہوئی، اس لیے ابتداءً کتابت جس رسم پر ہوئی اس میں تغیر جائز نہ ہوگا، خصوصا جبکہ یہ کتابت دین کے محافظ حضرات صحابۂ کرامؓ کے ذریعہ ہوئی۔

علامہ نظام الدین نیشاپوریؒ فرماتے ہیں:"**قال جماعة من الأئمة: إن الواجب على القراء والعلماء وأهل الكتابة أن يتبعوا هذا الرسم في خط المصحف، فإنه رسم زيد بن ثابت رضي الله عنه، وكان أمين رسول الله وكاتب وحيه**"(تفسیر نیشاپوری ۱/ ۴۳)۔

علامہ بیہقیؒ فرماتے ہیں: "**من يكتب مصحفا، فينبغي أن يحافظ على هجاء الذي كتبوا به تلك المصاحف، ولا يخالفهم فيه، ولا يغير مما كتبوه شيئا، فإنهم كانوا أكثر علما وأصدق قلبا ولسانا وأعظم أمانة، فلا ينبغي أن نظن بأنفسنا استدراكا عليهم**"(مناہل العرفان ۱/ ۳۸۰)۔

کیونکہ رسم کی تبدیلی بسا اوقات الفاظ اور اس کے تلفظ کی تبدیلی کو متضمن ہوتی ہے، اور یہ معنی کی تبدیلی کا سبب ہوتی ہے۔

علامہ شرنبلالیؒ نے "التجنیس والمزید" کے حوالہ سے علامہ مرغینانیؒ کی عبارت نقل کی ہے:"**ويمنع من كتابة القرآن بالفارسية بالإجماع، لأنه يؤدي للإخلال بحفظ القرآن، لأنا أمرنا بحفظ النظم والمعنى الخ**"(جواہر الفقہ ۴/ ۸۲۱)۔

(۲) حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں جو کتابت عمل میں آئی اس پر اس وقت موجود صحابہؓ و تابعین کا اجماع ہے، لہذا اس میں کسی طرح کی تبدیلی اجماع کی مخالفت ہے۔

مصر کے شیخ القراء شیخ محمد بن علی حدّاد اپنے رسالہ: ”خلاصة النصوص الجلية“ میں فرماتے ہیں: ”أجمع المسلمون قاطبة على وجوب اتباع رسم عثمان رضي الله عنه ومنع مخالفته...... قال العلامة ابن عاشر: ووجه وجوبه ما تقدم من إجماع الصحابة عليه، وهم زهاء اثني عشر ألفا، والإجماع حجة حسبما تقرر في أصول الفقه“(نصوص الجلیہ ۲۵۱، کذافی جواہر الفقہ ۲/۸۷)۔

(۳) حضرات صحابہؓ وتابعین اس رسم کی مخالفت کو گوارہ نہیں کرتے تھے، چنانچہ زید بن ثابتؓ کے متعلق منقول ہے: ”أنه كان يكره أن تكتب (بسم الله الرحمن الرحيم) ليس لها سين“۔ایک مرتبہ عمرو بن العاصؓ کے کاتب نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا اور بسم اللہ میں شوشہ والی سین نہیں لکھی، تو حضرت عمرؓ نے ان کی پٹائی کی، کسی نے ان سے پوچھا: ”فيم ضربک أمير المؤمنين؟“، ان کا جواب تھا: ”ضربني في سين“۔

ابن سیرینؒ سے منقول ہے:”إنه كان يكره أن تمد الباء إلى الميم حتى تكتب السين“، اور ابن ابی داوٗدؒ نے مصاحف میں نقل کیا ہے: ”عن ابن سيرين أنه كان يكره أن يكتب المصحف مشقا، قيل: لم؟ قال: لأن فيه نقصا، ومعنى المشق: سرعة الكتابة“(تحریم کتابۃ الکریم بحروف غیر عربیۃ، مولف ابو سہل صالح علی العود ۳۶)۔

(۴) رسم عثمانی کی کچھ خصوصیات ہیں، جن کا لحاظ دیگر رسم الخط میں مشکل ہے، مثلاً متنوع قرأت پر دلالت، مختلف معانی کا افادہ، دقیق وخفی معانی کی طرف اشارہ، کلمہ کی اصل حرکت پر دلالت، بعض لغات فصیحہ کا افادہ وغیرہ (مناہل العرفان ۱/۳۷۵)۔

(۵) مصحف عثمانی کے علاوہ کسی مصحف کی سند متصل ومتواتر نہیں، حتی کہ قرأت متواترہ کا ایک رکن رسم عثمانی کی موافقت ہے، جو قرأت رسم عثمانی کے موافق نہ ہو وہ قرأت متواتر نہیں۔

یہ اور اس کے علاوہ چند بنیادیں ہیں، جن کی بناء پر محققین کے نزدیک رسم عثمانی کی مخالفت جائز نہیں، خواہ وہ عربی ہی رسم الخط کیوں نہ ہو، چہ جائیکہ کسی عجمی رسم الخط میں اس کی کتابت کی جائے۔

جن حضرات نے اس کے علاوہ قول کو اختیار کیا ان کے پیش نظر یہ ہے کہ رسم عثمانی کی موافقت کے وجوب پر اور اس کی مخالفت کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں، لیکن مذکورہ تحقیق سے اس دعوی کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے، اس لیے یہ اقوال قابل اعتناء نہیں، راجح، بلکہ صحیح موقف وہی ہے، جو جمہور نے اختیار کیا۔

بریل (Braille) کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

نابینا افراد کی تعلیم کے لیے معروف یہ ہے کہ ایک فرانسی ”لوئس بریل Liuis Braille (۱۸۰۹ء میں اس کی

ولادت ہوئی اور ۱۸۵۲ء میں اس کا انتقال ہوا)'' نے تقریبا ۱۸۵۰ء میں ایک مخصوص طریقۂ کتابت ایجاد کیا، جو اسی کے نام ''برایل کوڈ'' سے مشہور ہے، لیکن ابومحمد بن حزمؒ نے اندلس کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ مجھے میرے مؤدب احمد بن محمد بن عبدالوارثؒ نے بتلایا کہ ان کے والد نے ایک نابینا بچے کے لیے قیر (تارکول یا اس جیسے کوئی مسالہ) سے حروف ہجاء تیار کئے، اور پھر اس بچے کو مس کروا کر بتدریج سکھانا شروع کیا، حتی کہ وہ بچہ خود مس کر کے کتاب پڑھنے لگا (التقریب لحد المنطق والمدخل إليه بالفاظ العلمية والأمثلة الفقهية لابن حزم الاندلسي المتوفى ۴۵٦ھ، ص ۱۹٦)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس طریقہ کا موجد ایک اندلسی مسلمان عالم دین ہے، اور یہ صدیوں پہلے کی ایجاد ہے (افاد ہذا أرشيف ملتقى أهل التفسير الشامل في المكتبة الشاملة)۔

بہرحال تحقیق طلب امر یہ ہے کہ قرآن کریم جس کی کتابت رسم عربی عثمانی میں ضروری ہے، بریل کوڈ میں نابیناؤں کے لیے اس کی کتابت واشاعت درست ہے یا نہیں؟

ظاہر ہے کہ جن اہل تحقیق نے رسم عثمانی کی موافقت کو ضروری اور اس کی مخالفت کو ممنوع قرار نہیں دیا ہے ان کے نزدیک برایل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت وطباعت میں کوئی اشکال نہیں، لیکن جمہور نے رسم عثمانی کی موافقت کو ضروری قرار دیا ہے، اور وہی صواب بھی ہے، ان کے نزدیک یہ امر قابل غور ہے۔

مندرجۂ ذیل امور کی بناء پر غور وفکر کے بعد اس میں شرعا کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی۔

(۱) رسم عثمانی ایک اصطلاحی رسم الخط ہے جن پر حضرات صحابہؓ نے اتفاق کیا، اگر چہ اسے توقیفی کہا گیا ہے، لیکن اس کا توقیفی ہونا اس پر موقوف ہے کہ وحی الٰہی کے ذریعہ آپ ﷺ کو یا آپ ﷺ نے حضرات صحابہؓ کو یہ طریقہ تعلیم کیا ہو، حالانکہ صحیح روایت سے اس کا ثبوت نہیں، اس سلسلہ میں یہ روایت: ''**ألق الدواة وحرف القلم الخ**'' (رواه الدیلمی حدیث نمبر: ۸۵۳۳)، بقول حافظؒ ثابت نہیں، ہاں! قاضی عیاضؒ نے اجمالا یہ بات کہی ہے کہ جب آپ کو ہر چیز کا علم دیا گیا تھا تو کتابت کا علم بھی دیا گیا ہوگا (فتح الباری باب عمرة القضاء ۷/ ۵۰۴)، حالانکہ یہ کوئی ضروری نہیں، بلکہ آپ ﷺ کا ارشاد: ''**أنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب، الحديث**'' (مسلم حدیث: ۱۰۸۰) اس کے منافی ہے، نیز حضرت عثمانؓ کا ایک حرف پر کتابت کروانا، بعض کلمات کی کتابت میں اختلاف ہونا، اور اس رسم کو حضرت عثمانؓ کی طرف منسوب کرنا وغیرہ امور دال ہیں کہ یہ حضرات صحابہؓ کی اصطلاح ہے، تاہم اس کی موافقت ان امور کی بناء پر ضروری ہے جس کی تفصیل پہلے گزر چکی۔

جب یہ ایک اصطلاحی رسم ہے جو حفاظت قرآن ہی کے لیے اختیار کی گئی اور اسی حفاظت کی غرض سے اس کے التزام کو ضروری قرار دیا گیا تو اب اگر اس مقصود میں نہ فی الحال اور نہ فی المآل کوئی خلل ہے، تو اس سے جزوی طور پر ضرورت

کے تحت سہولت کے خاطر عدول کی اجازت ہونا چاہئے، اور برایل کوڈ میں ضرورت کے تحت جزوی عدول ہی ہے، کیونکہ ماہرین کے مطابق بہت حدتک اس میں رسم عثمانی کی رعایت ممکن ہے۔

بریل کوڈ میں تیار کردہ مصاحف کا حکم:

اس سلسلہ میں کچھ حضرات کا نظریہ یہ ہے کہ رسم عثمانی میں مکتوب نہ ہونے کی وجہ سے مصحف عادی کے حکم میں نہیں، بلکہ تفسیر یا مترجم قرآن کے حکم میں ہے، لہذا بلا وضوء اس کو چھونا جائز ہے، لیکن اہل تحقیق کی رائے میں یہ بھی مصحف عادی کے حکم میں ہے، محض رسم عثمانی کی مخالفت سے اس کی قرآنیت ختم نہیں ہوجاتی، لہذا اس کے وہی آداب واحکام ہوں گے جو عام مصاحف کے ہیں، اور بلا وضوء اس کو چھونے کی اجازت نہیں ہوگی۔

اور اس کی وجہ یہ ہے:

قرآن کی حقیقت منزل من اللہ الفاظ ومعانی کا مجموعہ ہے، اور جن اوراق میں ان پر دلالت کرنے والے نقوش مرتب انداز میں ثبت ہوں، اس کے مجموعہ کو مصحف کہا جاتا ہے، لہذا رسم عثمانی قرآن کی ماہیت میں داخل نہیں ہے، اسی لیے اس کی موافقت ومخالفت کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، اور جب بریل کوڈ میں تیار کردہ مصحف میں وہی کلمات، آیات وسور اسی ترتیب کے ساتھ ہیں اور انہیں قراءات کے ساتھ اسے پڑھا جاتا ہے، اور اس میں کلام اللہ کے علاوہ نہ ترجمہ ہے نہ تفسیر، اور عرف میں اسے قرآن ہی کہا جاتا ہے، اگرچہ وہ مخصوص لوگوں کے لیے تیار کیا گیا ہے، تو محض نقوش معروف نہ ہونے کی وجہ سے اس کو قرآن کے حکم سے خارج کرنا درست نہیں۔

موبائل میں محفوظ قرآن:

یہ تو ظاہر ہے کہ موبائل میں محفوظ قرآن بہر حال مصحف ورقی کے حکم میں نہیں، لہذا جب اسکرین پر قرآنی آیات ظاہر نہ تو وہ وضع وحمل اور لمس ومس میں مصحف کے حکم میں نہیں، لیکن اگر اسکرین پر جب ظاہر ہو تو بعض فقہائے معاصرین اس حالت میں بھی اسے مصحف کے حکم میں شمار نہیں کرتے، کیونکہ وہ مصحف ورقی کی خصوصیات پر مشتمل نہیں۔

مگر صحیح یہ ہے کہ مرتب آیات وسور پر مشتمل اور مکتوبہ صورت میں ہونے کی وجہ سے وہ بھی مصحف ورقی کے حکم میں ہے، لیکن یہ مکتوبہ صورت اسکرین پر ظہور کے وقت ہے، اس سے پہلے ماہرین کے بقول 01 کی شکل ہوتی ہے، جو قرآن پر دلالت کرنے والے نقوش نہیں ہیں، کیونکہ کتابت کی حقیقت وہ نقوش ہیں جو حروف ہجائیہ پر مشتمل الفاظ وکلمات کے مجموع پر دلالت کریں، اس لیے جب مستور ہو تو وہ مصحف ورقی کے حکم میں نہ ہوگا۔

البتہ سوال یہ ہے کہ اسکرین پر ظہور کے وقت اسکرین کے علاوہ موبائل کا ڈھانچہ آیا ایسا غلاف ہے جس کے ساتھ

بلا وضوء مس کی گنجائش ہو؟

اس سلسلہ میں دو چیزیں قابل تحقیق ہیں:

(۱) مصحف کی حقیقت کیا ہے؟

(۲) مصحف اور اس کے علاوہ مکتوب قرآن مجید کے درمیان حکم میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

مصحف کی حقیقت:

علامہ ازہریؒ فرماتے ہیں: ”**إنما سمي المصحف مصحفا لأنه أصحف، أي جعل جامعا للصحف المكتوبة بين الدفتين**“ (الموسوعۃ الفقہیہ ۳۸/۵)۔

یعنی لکھے ہوئے صحائف جنہیں دوگتوں کے درمیان جمع کرلیا گیا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ لکھا ہوا ایک ورق لغت کے اعتبار سے مصحف نہیں ہے، کیونکہ اس کے معنیٰ لغوی میں دفتین ملحوظ ہے۔

عبد العظیم زرقانیؒ فرماتے ہیں:

”**فكأن المصحف ملحوظ في معناه اللغوي دفتاه وهما جانباه أو جلداه الذان يتخذان جامعا لأوراقه ضابطا لصحفه حافظا لها**“۔

گویا اس کے لغوی معنی میں ملحوظ ہے اس کے دفتین، یعنی دونوں جانب یا دو جلد جس نے اس کے اوراق کو جمع، اس کے صفحات کو ضبط اور محفوظ رکھا ہو (مناہل العرفان ۴۵۱/۱)۔

اسی لیے اس کی اصطلاحی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

”**اسم للمكتوب فيه كلام الله تعالى بين الدفتين، ويصدق المصحف على ما كان حاويا للقرآن كله، أو كان مما يسمى مصحفا عرفا ولو قليلا كحزب، على ما صرح به الفليوبي**“ (الموسوعۃ الفقہیہ ۳۸/۵)۔

دفتین کے درمیان لکھے ہوئے کلام اللہ کا نام ہے، اور مصحف کا مصداق وہ ہوگا جو پورے قرآن کو حاوی ہو، یا جسے عرف میں مصحف کہا جائے، خواہ وہ قلیل ہو، جیسے جزء، جیسا کہ قلیوبی نے تصریح کی ہے۔

اگرچہ ابن حبیب مالکیؒ نے کہا ہے کہ وہ روق یا تختی یا ہڈی جس میں کسی سورت کا بعض حصہ لکھا ہوا ہو وہ بھی مصحف ہے۔

لیکن فقہاء کے کلام سے کل اور بعض کے درمیان حکم کے اعتبار سے فرق ہی ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ آئندہ ہم ذکر

کریں گے۔

مصحف اور غیر مصحف کے مابین فرق:

فقہاء نے دونوں کے درمیان فرق کیا ہے، چنانچہ ”بحر الرائق“ میں ہے:

”لا يجوز مس المصحف كله المكتوب وغيره بخلاف غيره فإنه لا يمنع إلا مس المكتوب، كذا ذكره في السراج الوهاج مع أن في الأول اختلافا، فقال في غاية البيان:وقال بعض مشائخنا: المعتبر حقيقة المكتوب حتى إن مس الجلد ومس مواضع البياض لا يكره، لأنه لم يمس القرآن، وهذا أقرب إلى القياس، والمنع أقرب إلى التعظيم، اهـ“(حاشیہ دسوقی علی الشرح الکبیر کذا فی الموسوعہ)۔

مصحف کے تمام اجزاء مکتوب وغیر مکتوب کو چھونا جائز نہیں ہے، بخلاف اس کے علاوہ کہ اس کے فقط مکتوب حصہ کو چھونا جائز نہیں، سراج الوہاج میں اسی طرح مذکور ہے، باوجود یہ کہ پہلی صورت میں بھی اختلاف ہے، چنانچہ ”غایۃ البیان“ میں ہے: بعض مشائخ نے کہا کہ اعتبار حقیقی لکھے ہوئے حصہ کا ہے، حتی کہ بیاض حصہ کو چھونا مکروہ نہیں، اس لیے کہ یہ قرآن کو چھونا نہیں ہے، یہ قیاس کے زیادہ قریب ہے، اور ممانعت تعظیم کے لحاظ سے اقرب ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مصحف کے تمام اجزاء کو بلا وضوء چھونا ممنوع ہے، مکتوب حصہ کو تو اصلاً اور غیر مکتوب بیاض کو تعظیماً، لیکن مصحف کے علاوہ تختی وغیرہ پر قرآن مجید لکھا ہوا ہو، تو فقط اس کے مکتوب حصہ کو چھونا ممنوع ہے۔

اسکرین کو چھونا:

جب موبائل کی اسکرین پر قرآن کی آیات یا سور ظاہر ہوں تو بلا وضوء مس جائز ہونا چاہئے، کیونکہ یہ مس اسکرین پر لگے ہوئے شیشہ کے واسطے سے ہے، براہ راست نہیں، تاہم تعظیم وحرمت کا تقاضہ یہ ہے کہ مکروہ ہو، اور احتیاطاً منع ہی کیا جائے گا۔ اور مصحف کی مذکورہ تعریف سے یہ معلوم ہوا کہ موبائل میں محفوظ قرآن مستور ہونے کی حالت میں مصحف نہیں، اور جب اسکرین پر ظاہر ہو تو وہ تختی یا ورق پر لکھی ہوئی آیات کے مثل ہے، لہذا اسکرین کے علاوہ موبائل کے جثہ کو چھونا اور اس کو پکڑنا اور اٹھانا جائز ہوگا۔

☆☆☆

بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت

قاضی حسین احمد قاسمی ☆

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے راہ ہدایت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب قیامت تک علی حالہ بلاتحریف رہے گی، نیز اس کا پیغام دنیا میں آباد تمام انسانوں کیلئے چاہے وہ کسی زبان یا خطہ سے تعلق رکھنے والے ہوں، عام ہے، یعنی یہ کتاب ابدی بھی ہے اور آفاقی بھی، لہذا قرآن کریم کے حوالہ سے ہر ایسا قدم ناجائز ہوگا جو اس کے مذکورہ دونوں صفتوں میں سے کسی کے تقاضے کے خلاف ہو، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس میں کسی بھی طرح کی جدید کاری روا نہ ہو، اسی وجہ سے علماء امت نے رسم عثمانی کی مخالفت کو ناجائز قرار دیا ہے، اور ابتداء میں تو کسی دوسری زبان میں قرآن کریم کے ترجمہ کے جواز کا مسئلہ بھی مختلف فیہ رہا ہے، لیکن علماء ہند کے سرخیل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فارسی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کر کے اور ان کے گرامی قدر صاحبزادگان حضرت شاہ عبد القادر اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحبانؒ نے اردو زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کر کے برصغیر کے علمی حلقوں کو ترجمہ قرآن کے جواز وعدم جواز کی بحث سے بہت پہلے فارغ کر دیا تھا، لیکن برصغیر ہندو پاک میں ماضی قریب تک یہ التزام رہا کہ ترجمہ قرآن کو متن قرآن کے بغیر تنہا شائع نہ کیا جائے اور اصحاب افتاء تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت کو ممنوع قرار دیتے رہے۔

لیکن ادھر ماضی قریب سے بعض افراد یا ادارے کی طرف سے ترجمہ قرآن بلا متن کی اشاعت ہونے لگی، اور اب یہ رجحان تقریباً عام ہو چکا ہے۔ اسلئے اب یہ سوال سامنے آتا ہے کہ موجودہ حالات کے پس منظر میں اس طرح ترجمہ قرآن بلا متن کی کتابت واشاعت درست ہے یا نہیں؟

اس مسئلہ میں ایک نظریہ عدم جواز کا ہے، چنانچہ ماضی قریب کے اکثر اکابرین نے اس طرح ترجمہ قرآن بلا متن کی اشاعت کو ممنوع اور ناجائز قرار دیا۔ عدم جواز پر بنیادی طور پر جو دلیل دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بلا متن ترجمے رائج ہو گئے تو دیگر کتب سماوی کی طرح قرآن کریم کا متن بھی ضائع ہو جائے گا، کیونکہ سابقہ آسمانی کتابوں میں تحریف وترمیم ہونے

☆ مرکزی دار القضا امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ، پھلواری شریف، پٹنہ۔

اور پھران کے دنیا سے ناپید ہوجانے کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ ان کتابوں کو ماننے والی قوموں نے کتاب کے اصل متن کو نظرانداز کردیا اوراس کے ترجمہ اور تشریح ہی کو مرکز بنالیا۔اور رفتہ رفتہ ان کتابوں کا اصل متن دنیا سے ناپید ہوگیا، نیز یہ اندیشہ بھی ہے کہ صرف ترجمہ کی اشاعت سے الفاظ قرآن سے بے توجہی پیدا ہوگی اور الفاظ قرآن کی اہمیت قلوب سے ختم ہوجائے گی،ان جیسی وجوہات کی بنیاد پر ترجمہ قرآن بلامتن کی اشاعت کو ناجائز اور ممنوع قرار دیا گیا۔اس نظریہ کی تائید کتب فقہیہ کی عبارت سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ صاحب ''ہدایہ'' اپنی کتاب: ''التجنیس والمزید'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

''**ویمنع من کتابه القرآن بالفارسیة بالإجماع، لأنه یؤدی للإخلال بحفظ القرآن لأنا أمرنابحفظ النظم والمعنی، فإنه دلالة علی النبوة، ولأنه ربمایؤدی إلی التهاون بأمرالقرآن**''(التجنیس والمزید:۸۷۴)۔

(قرآن مجید کو فارسی میں لکھنا بالاجماع ممنوع ہے، کیونکہ یہ قرآن شریف کے حفظ کرنے میں خلل انداز ہے اور ہم لوگ قرآن شریف کے الفاظ ومعنی دونوں کی حفاظت کے مامور ہیں، کیونکہ یہ نبوت کا معجزہ ہے، اوراسلئے کہ یہ قرآن کے معاملے میں لوگوں میں سستی پیدا کردیتی ہے)۔

صاحب ''ہدایہ'' کی مذکورہ عبارت سے ترجمہ قرآن کے متعلق مطلقاً عدم جواز معلوم ہوتا ہے۔اس میں اس بات کی تفصیل نہیں کہ ترجمہ متن کے ساتھ ہو یا بلامتن کے ہو،لیکن شارح ہدایہ علامہ ابن ہمام نے :الکافی: کے حوالے سے:فتح القدیر: میں جو عبارت نقل کی ہے اس میں اس تفصیل کی بھی صراحت ہے۔عبارت حسب ذیل ہے:

''**وفی الکافی: إن اعتاد القراة بالفارسیة أوأراد أن یکتب مصحفابهایمنع، فإن فعل فی آیة أوآیتین لا، فإن کتب القرآن وتفسیر کل حرف وترجمته جاز**''(فتح القدیر ۱/۲۹۱ زکریا)۔

(کافی میں ہے اگر کوئی فارسی میں تلاوت کی عادت بنالے یا فارسی میں قرآن لکھنے کا ارادہ کرے تو اس کو روک دیا جائے، البتہ اگر ایک آیت یا دو آیت میں ایسا کرے تو نہ روکا جائے۔لیکن اگر قرآن شریف بھی لکھے اور ہر ہر حرف کا ترجمہ وتفسیر لکھے تو جائز ہے)۔

علامہ ابن ہمام کی عبارت سے اس بات کی تصریح ہوگئی کہ اگر اصل عربی عبارت کے نیچے یا حاشیہ وغیرہ پر ترجمہ وتفسیر لکھی جائے تو وہ ممنوع نہیں ہے۔درحقیقت اس مسئلہ میں صاحب تجنیس اور صاحب کافی کے مابین اختلاف ہے۔صاحب تجنیس اسکو بھی ممنوع قرار دیتے ہیں کہ متن قرآن کے ساتھ حاشیہ وغیرہ میں ترجمہ لکھا جائے، جبکہ صاحب کافی اس کو جائز قرار دیتے ہیں، جیسا کہ شیخ الاسلام مصطفی صبری اپنے رسالۃ :مسئلۃ ترجمۃ القرآن الکریم: میں لکھتے ہیں:

"أماكتابة المصحف بالفارسية عندفقهاء مذهب الإمام على مانقل عنهم فهى ممنوعة بالإجماع أشد المنع، إن كان منفصلاومجرداعن النص العربى، ومع النص العربى على الخلاف فصاحب التجنيس منعهاأيضا،وصاحب الكافى أجازهابشرط أن يكتب القرآن ويكتب تحته تفسيركل حرف" (مسئلہ ترجمۃ القرآن ۲۶)۔

بہرحال فقہاء مذہب سے جوقول منقول ہے اس کے مطابق فقہاء مذہب کے نزدیک قرآن کریم کو فارسی میں لکھنا سخت منع ہے بالاجماع اگروہ مستقل ہواورعربی لفظ سے خالی ہو،اورعربی لفظ کے ساتھ ہواختلاف ہے صاحب تجنیس نے اس کوبھی ممنوع قراردیا،اورصاحب کافی نے اس کوجائزقراردیااس شرط کے ساتھ کہ اصل قرآن لکھاجائے اوراس کے نیچے ہرحرف کی تفسیر لکھی جائے۔

اس عبارت میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ اگرمتن قرآن کے بغیرترجمہ قرآن تنہامستقل لکھاجائے تویہ ممنوع ہےاوراس میں فقہاءمذہب کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔اختلاف صرف اس صورت میں ہے کہ جب کہ متن عربی کے ساتھ ترجمہ لکھاجائے،صاحب تجنیس اس کوبھی ممنوع قراردیتے ہیں،جبکہ صاحب کافی اس کوجائزقراردیتے ہیں۔

خلاصہ گفتگو یہ ہواکہ ترجمہ قرآن بلامتن کی اشاعت کے تعلق سے دونقطہ نظرسامنے آئے۔ایک نظریہ عدم جواز کا جس کی بنیادی دلیل یہ ہے کہ اگراس طرح کے تراجم رائج ہوگئے تومتن قرآن کے ضائع ہونے کاخطرہ پیداہوجائے گا ،حالانکہ اس کی حفاظت ہم پرفرض ہے،اورترجمہ بلامتن کی اشاعت اس فرض کی تکمیل میں خلل اندازی کاباعث ہے،اس لئے یہ ناجائزہوگا۔دوسرانقطہ نظرجوازکاہےجس کی دلیل یہ ہے کہ ترجمہ قرآن غیرمسلموں کوبھی دیاجاتاہےاورمتن پرمشتمل ترجمہ قرآن دینے سے بےحرمتی کااندیشہ ہے،اسلئے ان کوترجمہ قرآن بلامتن دیئے جائیں۔ان دونوں نقطہ نظراوران کے دلائل کوسامنے رکھ کرمیں اس نتیجہ پرپہنچاہوں کہ خصوصاغیرمسلموں کی ضرورت وطلب کے پیش نظرترجمہ قرآن بلامتن شائع کرنے کی گنجائش موجودہے۔اوریہ رائے چندوجوہ سے قائم کی گئی ہے:

(۱) ترجمہ قرآن بلامتن کی کتابت واشاعت کےعدم جوازپرکوئی دلیل شرعی موجودنہیں ہے۔

(۲) ترجمہ کے ساتھ پورامتن قرآن غیرمسلموں کے ہاتھوں میں دینااحترام قرآن سے پہلوکےنامناسب ہے۔

(۳)عدم جوازپرجوبنیادی دلیل دی جاتی ہےوہ یہ اندیشہ ہے کہ اگربلامتن ترجمےرائج ہوگئےتودیگرکتب سماویہ کی طرح قرآن کامتن بھی نعوذباللہ دنیاسےغائب ہوجائےگااورصرف تراجم ہی باقی رہ جائیں گے،قرآن کے بارے میں یہ اندیشہ صحیح معلوم نہیں ہوتا،اس لئے کہ قرآن کریم کوکتب سابقہ پرقیاس نہیں کیاجاسکتا،کیونکہ قرآن کریم کی حفاظت کی

ذمہ داری اللہ تعالی نے خود اپنے اوپر لی ہے اور قیامت تک اس کو باقی رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے، کتب سابقہ کے سلسلے میں اللہ کا یہ وعدہ نہیں تھا۔

(۴) اور ایک اندیشہ یہ ہے کہ صرف ترجمہ کی اشاعت سے الفاظ قرآن سے بے توجہی پیدا ہوگی اور اسکی اہمیت کم ہوجائے گی، یہ اندیشہ بھی صحیح نہیں ہے، جہاں تک غیر مسلموں کا تعلق ہے امید ہے کہ وہ ترجمہ پڑھ کر قرآن کی طرف متوجہ ہوں گے اور اس کی اہمیت ان کے دلوں میں قائم ہوگی اور فطری طور پر وہ قرآن کی عظمت واہمیت کے قائل ہوجائیں گے، باقی رہے مسلمان جو قرآن پڑھنا نہیں جانتے تو انہیں ترجمہ پڑھ کر قرآن کی توجہ ہوگی اور اس کے الفاظ سیکھنے اور پڑھنے کا شوق پیدا ہوگا، یہ وہ وجوہ ہیں جن کی بنا پر ترجمہ قرآن بلامتن خصوصیت کے ساتھ غیر مسلموں کی ضرورت وطلب کے پیش نظر شائع کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، ترجمہ قرآن کو بے وضو چھونا مکروہ ہے۔ ''فتاوی ہندیہ'' میں ہے:

''ولو کان القرآن مکتوبابالفارسیة یکرہ لھم مسه عندأبی حنیفة، وکذاعندھماعلی الصحیح'' (الہندیہ ج۱ص ۲۰)۔

البتہ یہ حکم صرف مسلمانوں کے لئے ہے:،، جو لوگ دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے وہ اس حکم کے مخاطب نہیں ہیں، کیونکہ غیر مسلم جب تک ایمان نہ لائیں شریعت کے فروعی احکام ان سے متعلق نہیں ہوتے (کتاب الفتاوی ۱؍۲۷۴)۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

دور حاضر میں قرآن کریم کی کتابت کا یہ طریقہ تقریبا عام ہو چکا ہے اسلئے ارباب افتاء اور فقہ وفتاوی سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے یہ مسئلہ توجہ طلب ہے، تاکہ اس کی شرعی حیثیت واضح ہوکر سامنے آجائے

رسم عثمانی کی شرعی حیثیت:

اس مسئلہ پر جواز یا عدم جواز کا حکم لگانے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ قرآن کریم کا رسم الخط جو رسم عثمانی کے مطابق ہے اسکی شرعی حیثیت کیا ہے اس کی مخالفت جائز ہے یا نہیں؟

رسم عثمانی سے مراد وہ طریقہ تحریر ہے جس کو حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن کریم کی کتابت کے لئے منتخب فرمایا جس کا واقعہ یہ ہوا کہ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت میں آپ کو یہ اطلاع ملی کہ لوگ قرآن کریم کی قراتوں میں آپس میں اختلاف کرنے لگے ہیں اور ایک دوسرے کو غلط اور کافر قرار دینے لگے ہیں، حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کرام کے مشورے سے یہ فیصلہ کیا کہ قبائل عرب کے سات لغات جن پر قرآن نازل ہوا ہے اگرچہ وہ سب حق ہے، لیکن ان کے

لفظی اختلاف سے کہیں معنوی اختلاف اورتحریف کا راستہ نہ نکل آئے ،ان لغات میں صرف لغت قریش پرقرآن کریم کومرتب کیا جائے،اسکے لئے آپ نےصحابہ کرام کی ایک جماعت بنائی،صحابہ کرام کی اس جماعت نے حضرت غنیؓ کی ہدایت کے مطابق مخصوص رسم الخط میں قرآن کریم کی کتابت کا کام انجام دیا،اس کے متعدد نسخے تیار کئے گئے اورمختلف ممالک میں بھیج دئے گئے،اورحضرت عثمان غنیؓ کےحکم سے وہ تمام انفرادی نسخے نذرآتش کردئے گئے جومختلف صحابہ کرام کے پاس موجود تھے،اوریہ پابندی عائدکردی گئی کہ آئندہ جتنے مصاحف لکھے جائیں وہ مصحف عثمانی کےمطابق ہونے چاہئے۔حضرت عثمان غنیؓ کےاس کارنامے کوپوری امت نے بہ نظراستحسان دیکھااوراس وقت موجودتمام صحابہ کرام نے آپ کی تائیداورحمایت فرمائی،حضرت علیؓ کاارشاد ہے:''**لاتقولوافی عثمان إلاخیرا،فواللہ مافعل الذی فعل فی المصاحف الاعن ملامنا**''(فتح الباری ج/۹ص/۲۲)۔

حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں کوئی بات ان کی بھلائی کے سوا کچھ نہ کہو،کیونکہ اللہ کی قسم انہوں نے مصاحف کے معاملے میں جوکام کیاوہ ہم سب کی موجودگی میں کیا۔

حضرت علیؓ کےارشادسےمعلوم ہواکہ حضرت عثمان غنیؓ کےاس عمل پرتمام صحابہ کرامؓ متفق تھےاورصحابہ کرام کااس پراجماع تھا،چنانچہ اس کےبعدصحابہ وتابعین نے مصاحف عثمانیہ کی نقول تیارکرکےقرآن کریم کی وسیع پیمانے پراشاعت کی،صحابہ کرام کےاجماع کی پیروی کرتے ہوئے ائمہ اربعہ اورپوری امت کااس بات پراجماع ہوگیاکہ قرآن کریم کی کتابت میں رسم الخط عثمانی کی اتباع واجب ہےاس کےخلاف کرناجائزنہیں ہے۔اس کےشواہداصول تفسیرکی کتابوں میں نیزکتب فقہیہ میں بھی موجودہے چنانچہ علامہ سیوطی نے:''الاتقان فی علوم القرآن''میں امام مالک اورامام احمدکاقول نقل کرتے ہوئےفرمایا:

''**قال أشہب: سئل مالک ہل یکتب المصحف علی ماأحدثہ الناس من الہجاء؟ قال: لا، إلاعلی الکتبۃ الأولی، رواہ الدانی فی المقنع، ثم قال: ولامخالف لہ من علماء الأمۃ**''(الاتقان ا/۴۲۷النوع السادس والسبعون مکتبہ شاملہ)۔

(اشہب فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ سےسوال کیاگیاکہ قرآن مجیدکواس طرزپرلکھ سکتے ہیں جس کوآج کل لوگوں نے ایجادکیاہے؟فرمایانہیں،بلکہ اس پہلی طرزپرلکھناضروری ہے علامہ دانی نے:المقنع:میں اس کونقل کیاہےاورفرمایاکہ علماء میں سےکوئی اس بارےمیں امام مالک کامخالف نہیں ہے)۔

امام احمد کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا:’’**قال الإمام أحمد:ویحرم مخالفة خط عثمان فی واواوالف أوغیرذلک**‘‘(حوالہ سابق)۔

(امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ مصحف عثمانی کے رسم الخط کی مخالفت حرام ہے واو، یاءاور الف وغیرہ میں)۔

اسی طرح فقہ شافعی کی کتاب ’’المنہج‘‘ کے حاشیہ میں ہے:

’’**کلمة الرباتکتب بالواووالالف کماجاء فی الرسم العثمانی ولاتکتب فی القرآن بالیاء أوالالف فتکتب الواواولافی الباء والالف بعدهاوهذه طریقة المصحف العثمانی......لأن رسمه سنة متبعة**‘‘(حاشیۃ الجمل علی المنہج ۵/ ۳۹۲)۔

(لفظ رباءکوواواورالف کے ساتھ لکھا جائے گا،جیسا کہ رسم عثمانی میں آیا ہے،اس کوقرآن میں یاءالف کے ساتھ نہیں لکھا جائے گا،لہذا باء کے ساتھ پہلے واولکھا جائے گا اس کے بعد الف لکھا جائے گا،یہی مصحف عثمانی کا طریقہ ہے،اس لئے کہ اسکا رسم الخط ایسی سنت ہے جس کی اتباع کی جاتی رہی ہے)۔

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ لفظ ربا کوتین طریقہ سے لکھا جاسکتا ہے یاء پر،الف مدہ ہو،یعنی ربی،الف کے ساتھ ربا،اورواو کے ساتھ ربو۔ان تین طریقوں میں سے ایک ہی طریقہ واو کے ساتھ ربو مصحف عثمانی میں استعمال کیا گیا ہے ،لہذا اس رسم الخط کی اتباع ضروری قراردے کر باقی دوطریقوں سے لفظ ربو کی کتابت کوممنوع قرار دیا گیا:

’’**وفی المحیط البرهانی فی الفقه النعمانی:أنه ینبغی أن لایکتب المصحف بغیرالرسم العثمانی**‘‘ (مناہل العرفان ج۱ص ۲۶۲ بیروت شاملہ)۔

(محیط برہانی میں ہے کہ مناسب ہے کہ مصحف کورسم عثمانی کے علاوہ میں نہ لکھا جائے)۔

امام بیہقی شعب الایمان میں تحریرفرماتے ہیں:

’’**من یکتب مصحفافینبغی أن یحافظ علی الهجاء الذی کتبوابه تلک المصاحف ولایخالفهم فیه ولایغیر مماکتبوه شیئا، فإنهم کانواأکثرعلما وأصدق قلبا وأعظم أمانة، فلاینبغی أن نظن بأنفسنا استدراکاعلیهم**‘‘(شعب الایمان ۱/ ۴۱۲)۔

’’جوشخص قرآن کریم کی کتابت کرے ضروری ہے کہ اس طریقہ کی پابندی کرے جن پرحضرات صحابہ نے ان مصاحف کولکھا،اس میں انکی مخالفت نہ کرے اور جوکچھ انہوں نے لکھاہے اس میں تغیر نہ کرے،کیونکہ وہ زیادہ علم والے،سچ دل اور سچ زبان والے اورزیادہ امانت دار تھے،لہذا ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ہم ان کی کمی کو پورا کرنے کا گمان رکھیں‘‘۔

امام بغویؒ اپنی کتاب شرح السنۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

"فأمرعثمان بنسخه فی المصاحف وجمع القوم علیه وأمربتحریق ماسواه قطع المواد الخلاف فکان مایخالف الخط المتفق علیه فی حکم المنسوخ والمرفوع فلیس لأحد فی اللفظ إلی ماهو خارج من رسم الکتابة" (شرح السنۃ للامام البغوی ۴/۵۱۱ المکتبۃ الاسلامی دمشق بیروت شاملہ)۔

(حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن کو مصاحف میں نقل کرنے کا حکم فرمایا اور امت کو اس پر جمع کر دیا ان کے علاوہ نسخوں کو جلانے کا حکم فرمایا اختلاف کے راستہ کو ختم کرنے کے لئے، لہذا جو اس متفق علیہ خط کے خلاف تھا وہ منسوخ ہوگیا، لہذا کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ تجاوز کرے ایسے لفظ کی طرف جو کتابت کے اس طریقہ سے خارج ہے)۔

فقہاء و محدثین کے اقوال اور انکی عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ باجماع صحابہ و تابعین و باجماع امت محمدیہ ﷺ قرآن کریم کی کتابت میں رسم عثمانی کی اتباع واجب ہے اس کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے۔

زیر موضوع بحث مسئلہ کا حکم شرعی:

ان تفصیلات کی روشنی میں زیر بحث مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ غیر عربی داں حضرات کی سہولت کے لئے قرآن کریم کے متن کو ان کی زبان ہندی و انگریزی وغیرہ کے رسم الخط میں لکھنا جائز نہیں ہے، خواہ عربی رسم الخط کو باقی رکھتے ہوئے اس کے ساتھ لکھا جائے یا تنہا مستقل لکھا جائے۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کتابت:

نابینا افراد کی تعلیم کے لئے بریل کوڈ کو ایجاد کیا گیا اور اس میں قرآن مجید کی کتابت بھی ہونے لگی، بریل کوڈ نہ عربی رسم الخط ہے اور نہ رسم عثمانی، ایسے میں ایک اہم سوال یہ ابھرا ہے کہ بریل کوڈ میں قرآن کی کتابت اور اشاعت درست ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں میری رائے یہ ہے کہ بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست ہے، البتہ یہ التزام رہے کہ پہلے قرآن کریم کو عربی رسم عثمانی میں اس طرح نمایاں کرکے لکھا جائے کہ اس کا اصل ہونا معلوم ہو اور اس کے تابع بنا کر بریل کوڈ کو کھا جائے، وجہ یہ ہے کہ بریل سسٹم میں قرآن کریم میں پائے جانے والے تمام حروف، بلکہ حرکات، اور مدہ وغیرہ پوری رعایت ہوسکتی ہو، کیونکہ ہر ایک کے لئے الگ الگ علامتیں وضع کی گئی ہیں۔ اور اس طرح کے رسم الخط میں رسم عثمانی کے تابع بنا کر قرآن مجید کو لکھنے کی گنجائش ہے۔

اس بات کی تائید میں حضرت مولانا ومفتی نظام الدین صاحبؒ کے فتوی کا ایک اقتباس نقل کرتا ہوں ،حضرت فرماتے ہیں ؛،جولوگ عربی رسم الخط سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ناظرہ بھی نہیں پڑھ سکتے ہیں اوروہ تلاوت کلام الٰہی کرنا چاہتے ہوں ان کی تعلیم وتلقین کے لئے مصحف پاک کی ترتیب کے مطابق داہنی طرف سے کتابت شروع کی جائے ، پہلے قرآن کریم سرحوص وسرصفحہ نمایا کر کے اس طرح لکھا جائے کہ اس کا اصل ہونا اوراس کی متبوعات وعظمت اوراسکا پورا ادب واحترام ملحوظ رہے اوراس کے نیچے تابع بنا کر کسی بھی زبان کے رسم الخط میں اتنی ہی عبارت قرآن کریم کی اس طرح لکھی جائے کہ قرآن مجید کے تمام خصوصی حروف مثلاس،ص،ث اورز،ذ،ظ،ض،ہمزہ اورع وغیرہ اس کے تمام فروق وامتیازات نیز تمام خصوصیات کتابت واووغیرہ مثلازوائد(الف لام)اورمدوجزم تشدیدواسکان وغیرہ کی پوری پوری رعایت موجود وملحوظ رہے۔اورظاہر ہے کہ یہ صورت اس وقت ممکن ہوگی جب ان تمام خصوصیات کے لئے جامع مانع اصطلاحات وضع کر کے اس زبان کو مکمل کرلیا جائے پھر لکھا جائے ،ورنہ بغیراس کے کوئی صورت جوازواباحت کی نہیں ہوگی (منتخبات نظام الفتاوی ج۳ص۴۲۸)مذکورہ فتوی میں جن امور کی رعایت مطلوب ہے بریل سسٹم میں بہت حدتک ان امور کی رعایت پائی جاتی ہے۔

نیز چونکہ بریل کوڈ میں قرآن کی اشاعت سے نابیناؤں کوغیر معمولی سہولت پیدا ہوجاتی ہے اکے علاوہ کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے کہ جس کے ذریعہ وہ بغیر کسی مدداور سہورے کے خودقرآن کی تلاوت اوراس کا مطالعہ کرسکیں، بلکہ ہرقدم پروہ بینا افراد کے محتاج رہتے ہیں جس میں ان کے لئے حرج اورمشقت ہے اورحرج اورعسران اسباب میں سے ہیں جن کی وجہ سے احکام میں تخفیف ہوجاتی ہے (الاشباہ)۔

بریل کوڈ کی مدد سے نابینا افراد براہ راست قرآن کی تلاوت کرسکتے ہیں،حفظ کرنے والے اس کی مدد سے قرآن یادرسکتے ہیں،لہذا نابیناؤں کی مجبوری اورحرج اورمشقت کی بناپر بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست اور مستحسن ہے، بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کا حکم اصل قرآن کی طرح اس کوچھونے کے لئے باوضوہونا ضروری ہے۔''موسوعۃ الفقہیہ'' میں ہے:

"المصحف إن كتب على لفظه العربى بحروف غيرعربية فهومصحف وله أحكام المصحف" (الموسوعۃ الفقہیہ ج۳۸ص۱۰)۔

(اگرمصحف لفظ عربی کے مطابق غیرعربی حروف کے ذریعہ لکھا جائے تو وہ مصحف ہے اوراس کے لئے مصحف کے احکام ہوں گے)۔

بریل کوڈ میں تیار کردہ آیات قرآنی بھی چونکہ الفاظ عربی کے مطابق ہی تحریر کئے جاتے ہیں،اسلئے اس کا حکم اصل

متن قرآن کا حکم ہوگا اور اس کو چھونے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہوگا۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ نابینا افراد کی تعلیم وتعلم کی سہولت کے پیش نظر بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست اور مستحسن ہے۔ البتہ یہ التزام رہے کہ پہلے متن عربی کو لکھا جائے پھر اس کے نیچے تابع بنا کر بریل کوڈ میں آیات کو لکھا جائے، بریل میں تیار کردہ قرآن کو چھونے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے۔

موبائل پر قرآن مجید:

قرآن مجید کو ہاتھ لگانے کے لئے حدث اصغر وحدث اکبر سے پاک ہونا ضروری ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''**لایمسه إلاالمطهرون**''(الواقعه ۷۹) اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:''**لایمسه القرآن الاالطاهر**''(الدارقطنی ج۱ص۲۸) جمہور فقہاء کرام کا یہی مذہب ہے، علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:''**لایمس المصحف إلاطاهر یعنی طاهرامن الحدثین جمیعا.........وهوقول مالک والشافعی وأصحاب الرائی .ولانعلم خلافالهم إلاداؤد**''(المغنی ج۱ص۱۳۷)۔

(مصحف کو نہ چھوئے مگر پاک شخص یعنی جو دونوں حدث سے پاک ہو، اور یہیہ امام مالک امام شافعی اور اصحاب رائے کا قول ہے ہمیں ان کے خلاف کا علم کا نہیں ہے سوائے داود ظاہری کے)۔

نیز فقہاء نے اس بات کی صراحت کی ہے غلاف کے ساتھ بے وضو شخص قرآن مجید کو ہاتھ لگا سکتا ہے ''**وکذاالمحدث لایمس المصحف إلابغلافه**''(الهدایه مع الفتح ج۱ص۱۷۰) سوال یہ ہے کہ موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید موجود ہو تو کیا اس موبائل کو ہاتھ میں لینے یا اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہوگا، یا موبائل کے ڈھانچے کو ایسا غلاف تصور کیا جائے گا جس کو بے وضو چھونے کی گنجائش ہوتی ہے؟

اس مسئلہ میں دو باتیں لائق بحث ہیں۔ اول یہ ہے کہ جب موبائل کی اسکرین پر قرآنی آیات موجود ہوں تو اس موبائل کے ڈھانچے کو ہاتھ میں لینے کے لئے کیا وضو ضروری ہے؟ اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کے مارکیٹ میں عام طور پر دو طرح کے موبائل دستیاب ہیں ایک موبائل جو بٹن سسٹم ہوتا ہے، یعنی جو بٹن کے ذریعہ کنٹرول ہوتا ہے، اور دوسرا موبائل اسکرین ٹچ ہوتا ہے جو اسکرین پر انگلیوں کی مس کے ذریعہ کنٹرول ہوتا ہے بٹن کا سہارا نہیں لیا جاتا ہے، دونوں طرح کے موبائل میں دو اسکرین ہوتی ہے، ایک اسکرین اندرونی سطح پر ہوتی ہے اور دوسری اسکرین موبائل کے ڈھانچے کے ساتھ اوپر ہوتی ہے، موبائل پر جو بھی تحریر نظر آتی ہے دراصل وہ اندر والی اسکرین پر ہوتی ہے، اس لئے اس پر جبکہ قرآن کی آیات نمایاں ہو تو اس کی حیثیت اس ورق کی ہوگی جس پر قرآن کی آیات تحریر ہوں، لہذا اس کو بلا غلاف بے وضو ہاتھ لگانا جائز

نہیں ہوگا۔

مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ اوپر والی اسکرین جو موبائل کے ڈھانچے کے ساتھ لگی ہوتی ہے، کیا اس کے ایسا غلاف تصور کیا جا سکتا ہے جسکو بے وضو چھونے کی گنجائش ہوتی ہے؟

مشاہدہ اور تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ جو بٹن سسٹم ہوتے ہیں ان میں دونوں اسکرینوں کے درمیان کافی فاصلہ ہوتا ہے اوپر والی اسکرین ایک مستقل شئی کے مانند ہوتی ہے جس کا اندرونی والی اسکرین کے ساتھ کوئی ربط اور اتصال نہیں ہوتا، اور نہ یہی چھونے والے شخص کے ساتھ اس کا کوئی ربط، لہذا بٹن سسٹم موبائل کے اوپر والی اسکرین کو غلاف تصور کیا جا سکتا ہے اور اس کو بے وضو ہاتھ لگانے کی گنجائش ہوگی، اس کی تائید صاحب عنایہ کی عبارت سے ہوتی ہے، صاحب عنایہ غلاف کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ’’**وغلافه ماكان متجافياعنه اى متباعد،ابأن يكون شيئاثالثابين الماس والممسوس**‘‘(عنایہ مع الفتح ۱؍۱۷۳)۔

(اس کا غلاف ایسا ہو جو اس سے جدا ہو، یعنی الگ ہو اس طور پر کہ وہ چھونے والے شخص اور شئی ممسوس کے درمیان ایک تیسری چیز ہو)۔

غلاف کا یہ معنی اس اسکرین پر بھی صادق آتا ہے جو بٹن سسٹم موبائل میں ڈھانچے کے ساتھ اوپر لگی ہوتی ہے، لہذا اس کو غلاف قرار دیا جائے گا، اور اسے بے وضو ہاتھ لگانے کی گنجائش ہوگی، اور جو موبائل اسکرین ٹچ سسٹم ہوتے ہیں، ان میں دونوں اسکرین کے درمیان فاصلہ بہت کم، بلکہ نہ کے برابر ہوتا ہے۔ دونوں اسکرین شئی واحد کے مانند ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ کافی حد تک مربوط اور متصل ہوتے ہیں، لہذا اس کو غلاف منفصل تصور نہیں کیا جا سکتا اس کی حیثیت اس غلاف کی ہوگی جو شئی ممسوس کے ساتھ متصل اور اس کے تابع ہوتا ہے اور ایسے غلاف کو ہاتھ لگانے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ’’فتاوی ہندیہ‘‘ میں ہے:

’’**لايجوزلهماوللجنب والمحدث مس المصحف الابغلاف متجاف عنه ـ لابماهومتصل به هوالصحيح**‘‘(الہندیہ ج ۱ ص ۳۸)۔

(جائز نہیں ہے حائض اور نفساء کے لئے اور جنبی اور محدث کے لئے مصحف کا چھونا، مگر ایسے غلاف کے ساتھ جو اس سے الگ ہو نہ کہ ایسے غلاف کے ساتھ جو اس سے متصل ہو یہی صحیح ہے)۔

لہذا اسکرین ٹچ موبائل کی اوپر اسکرین کو ایسا غلاف تصور نہیں کیا جا سکتا جس کو بے وضو چھونے کی گنجائش ہوتی

ہے، بلکہ یہ اس غلاف کے مانند ہوگی جو شئی ممسوس کے ساتھ متصل اور تابع ہوتی ہے، لہذا اس طرح کی اسکرین کو بے وضو ہاتھ لگانے کی گنجائش نہیں ہوگی۔

☆☆☆

عربی متن کے بغیر ترجمہ قرآن کی اشاعت

مفتی محمد جہانگیر حیدر قاسمی☆

ترجمہ قرآن:

رسول اللہ ﷺ کی بعثت عرب قوم میں ہوئی، اسی لئے آپ ﷺ پر نازہ شدہ کتاب ''قرآن مجید'' کی زبان عربی ہے، اور ہمیشہ سے اللہ کا یہی ضابطہ رہا ہے، سورہ ابراہیم میں پاک ارشاد ہے:''**وما أرسلنا من رسول إلا بلسان قومه ليبين لهم**''(سورۂ ابراہیم:۴)۔

تبیین دین کے اغراض کے پیش نظر ہی ہر نبی کو ان کی قومی زبان میں کتاب یا صحیفے دیئے گئے، آپ ﷺ کی نبوت چونکہ دنیا کی تمام قوموں کے لئے اور قیامت تک آنے والی نسلیں آپ ﷺ کی امت میں شامل ہیں، ان تک پیغام حق پہنچانا آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے بعد علماء امت کی اہم ذمہ داریوں میں سے ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:''**قل يا ايها الناس انى رسول الله جميعا**''(سورۂ اعراف:۱۵۸)، ایک جگہ ارشاد ہے:''**وما أرسلناک إلا كافة للناس بشيرا و نذيرا**''(سبا:۲۸)، اور صحیحین کی روایت ہے:''**وكان النبي ﷺ يبعث إلى قومى خاصة وبعثت إلى الناس كافة**''(متفق علیہ)۔

اس لئے کتاب ہدایت کے پیغام کو دنیا کی زندہ قوموں تک ان کی قومی اور عرفی زبان میں پہنچانا، دعوت دین کے نقطہ نظر سے بھی ضروری ہے اور بعثت محمدی کے تقاضوں میں سے ایک تقاضہ بھی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام نے باتفاق آراء عالمی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کو جائز قرار دیا ہے، علامہ شاطبی لکھتے ہیں:''**إن ترجمة القرآن على الوجه الاول–يعنى النظر إلى معانيه الأصلية. ممكن ومن جهته صح تفسير القرآن وبيان معانيه للعامة ومن ليس لهم فهم يقوى على تحصيل معانيه، وكان ذلک جائزاً**

☆ شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ انوار الہدی، حیدرآباد۔

باتفاق أهل الإسلام، فصار هذا الاتفاق حجة فی صحة الترجمة علی المعنی الأصلی"(مباحث فی علوم القرآن رص۳۱۵)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: "**وأما مخاطبة أهل الاصطلاح باصطلاحهم ولغتهم فلیس بمکروه إذا اجتیج إلی ذلک وکانت المعانی صحیحة کمخاطبة العجم من الروم والفرس والترک بلغتهم وعرفهم، فإن هذا جائز حسن للحاجة، وإنما کره الأئمة إذا لم یحتج إلیه ولذلک یترجم القرآن والحدیث لمن یحتاج إلی تفهمه إیاه بالترجمة**"(مباحث فی علوم القرآن رص۳۱۷)۔

ترجمہ قرآن کی حیثیت:

عجمی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ ایک اہم دینی ضرورت کی تکمیل ہے، تاکہ غیر عرف اقوام عالم تک ان کی زبان میں قرآن کا پیغام پہنچانا ممکن ہو اور اسلام میں داخلے کا راستہ آسان ہو، یا وہ مسلمان جو عربی زبان میں مہارت نہیں رکھتے، انہیں مادری زبان میں ترجمہ کے ذریعہ مرادِ ربانی کو سمجھنے اور احکام الٰہی پر عمل کا ذوق وجذبہ حاصل ہو۔

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ تمام تر حزم واحتیاط اور زبان وبیان کی نزاکتوں کی رعایت کے باوجود ترجمہ قرآن (جو انسانی الفاظ کا مجموعہ ہے) قرآن مجید (جو الفاظ ربانی کا بے نظیر گلدستہ ہے) کا بدل نہیں ہوسکتا، نہ ہی یہ کہا جاسکتا ہے کہ ترجمہ کما حقہ اللہ کی مراد ومنشاء کا غماز ہے، اسی لئے علمائے اسلام نے اس بات پر اتفاق کا اظہار کیا ہے کہ ترجمہ کی حیثیت اصل قرآن کی نہیں ہے، "**وهم متفقون علی أن الترجمة لا تسمی قرآنا**" (مباحث فی علوم القرآن رص۳۲۰)۔

ترجمہ قرآن کی اشاعت:

اوپر ذکر کردہ تفصیلات سے یہ بات واضح اور عیاں ہوجاتی ہے کہ ترجمہ قرآن "قرآن" کا متبادل نہیں اور نہ ہی دونوں کا رتبہ ایک ہے، خاص مقاصد کے تحت شرائط وآداب کی رعایت کے ساتھ قرآن مجید کے متن کا ترجمہ کرنے کی اجازت علماء اسلام نے دی ہے۔

اس لئے قرآن کے متبادل کے طور پر مصحف کی شکل میں تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت جسے عرف عام میں اردو قرآن سمجھا جائے یا مستقل اس کی تلاوت کی جائے درست نہیں ہوگی۔

"**وفی الفتح عن الکافی:إن اعتاد القرأة بالفارسیة أوأراد أن یکتب مصحفا بها یمنع**"(ردالمحتار ۲/۱۸۷)۔

اس لئے بھی کہ ترجمہ قرآن کوقرآن کا درجہ حاصل نہیں ہے اور نہ ہی اس پر قرآن حکیم کا اطلاق درست ہے، جبکہ تنہا اشاعت کی صورت میں اس پر قرآن مجید کا اطلاق لازم آئے گا، جو حق بجانب نہیں۔

متن قرآن کے ساتھ ترجمہ کی اشاعت:

البتہ متن قرآن کے ساتھ ترجمہ شائع کرنے میں وہ قباحتیں نہیں پائی جاتیں جو محض ترجمہ شائع کرنے میں ہیں، اس لئے مع متن ترجمہ کی اشاعت جائز ہوگی۔

اسی طرح کسی تصنیف میں دو چند آیتوں کا ترجمہ شامل کیا جائے تو یہ بھی درست ہوگا، غیر مسلمین کو دعوت دین پیش کرنے کے لئے آیتوں کا ان کی زبان میں ترجمہ کرنے کی اجازت علماء نے دی ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

"فمن دخل الإسلام أو أراد الدخول فيه فقرى عليه القرآن فلم يفهمه فلا بأس أن يعرف له لتعريفه أحكامه أو لتقوم عليه الحجة فيد خل فيه" (فتح الباری، باب ما یجوز من تفسیر التوراۃ وکتب اللہ بالعربیۃ)۔

علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں: **"وإن فعل فی آية او آيتين لا، فإن كتب القرآن وتفسير كل حرف وترجمته جاز"** (ردالمحتار ۲/۱۸۷)۔

ترجمہ قرآن خریدنا، تقسیم یا ہدیہ کرنا:

مصحف کی شکل میں محض ترجمہ کی اشاعت جب درست نہیں، تو اسے خریدنا، تقسیم کرنا اور ہدیہ و ہبہ بھی درست نہ ہوگا، کیونکہ ایسا کرنا اشاعت کی حوصلہ افزائی اور اس کی ترویج کا ذریعہ ہوگا، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا: "محض اردو میں قرآن شریف لکھنا اور چھاپنا اور فروخت کرنا اور خریدنا درست نہیں، اصل عربی متن کے ساتھ اگر ترجمہ بھی ہو تو درست ہے، یہی رائے حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند کی بھی ہے (فتاوی محمودیہ ۱۴/۳۱)۔

ترجمہ قرآن کو بے وضو چھونا:

اگر تنہا ترجمہ قرآن کتابی شکل میں چھپا ہو تو تعظیما بلا وضو اسے چھونا جائز نہ ہوگا، صاحب بحر لکھتے ہیں: **"ولو كان القرآن مكتوبا بالفارسية يحرم على الجنب والحائض مسه بالإجماع وهو الصحيح، أما عند أبى حنيفة فظاهر وكذلک عندهما، لأنه قرآن عندهما حتى يتعلق به جواز الصلاة فی حق من لا يحسن العربية"** (البحر الرائق ۱/۲۰۲)۔

لیکن اس جزئیہ سے تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت کے جواز پر استدلال نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ نفس ترجمہ ممنوع نہیں ہے، بلکہ اس کی تنہا اشاعت ممنوع ہے، اور یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ ترجمہ قرآن کو ''قرآن'' نماز کی صحت کے لئے مجازا تسلیم کیا گیا ہے، نہ کہ حقیقتا، علامہ شامیؒ نے اس کی وضاحت کی ہے، ''**وإنما یسمی قرآنا مجازاً، ولذا یصح نفی اسم القرآن علیه**'' (ردالمحتار ۲/ ۱۸۴)۔

غیر مسلمین کو دینے کے لئے ترجمہ قرآن کی اشاعت:

جو حضرات صرف ترجمہ قرآن کی اشاعت کے قائل ہیں، ان کا یہ خیال ہے کہ غیر مسلموں کو اصل قرآن دینے میں بے حرمتی کا اندیشہ ہے، اس لئے صرف ترجمہ پر اکتفا کرنا بہتر ہے، تاکہ دعوت کے مقاصد بھی حاصل ہوں اور بے حرمتی بھی نہ ہو۔

اس سلسلے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ غیر مسلموں کو ہدایت کی امید سے قرآن مجید دینے یا پڑھانے کی اجازت فقہاء نے دی ہے، لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ ناپاک حالت میں وہ قرآن نہ چھوئیں، ابن نجیم مصریؒ تحریر فرماتے ہیں:

''**النصرانی إذا تعلم القرآن یعلم والفقه کذلک، لأنه عسی یهتدی لکن لا یمس المصحف وإذا اغتسل ثم مس لا بأس به فی قول محمد**'' (البحرالرائق ۱/ ۲۰۲)۔

حضرت عمر فاروقؓ کے ایمان قبول کرنے کے واقعہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، بے حرمتی کے خواہ سے ہی فقہاء نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی شخص دارالحرب کے سفر میں اپنے ساتھ قرآن رکھے۔

''**وفی التوشیح: وتکره المسافرة بالقرآن إلی دارالحرب صونا عن وقوعه فی أیدی الکفرة واستخفافه**'' (البحرالرائق ۱/ ۲۰۲)۔

قرآن مجید کو بے احترامی سے بچانے کے لئے بظاہر یہ خیال عمدہ ہے، لیکن یہ بات حتمی اور یقینی نہیں کہ وہ لوگ قرآن کی بے حرمتی کریں گے بطور خاص ایسے افراد جو اسلام میں دلچسپی رکھتے ہیں، اور یہ صورت ناگزیر بھی نہیں ہے کہ تنہا ترجمہ کی اشاعت کی اجازت دی جائے، بلکہ یہ مقاصد دوسرے ذرائع سے حاصل ہوسکتے ہیں اور دوسری جائز شکلیں اختیار کی جاسکتی ہیں۔

مگر غیر مسلمین کو اصل قرآن دینے میں بے حرمتی کا جو اندیشہ ہے وہ ان اندیشوں کے مقابلے ہلکا اور کمتر ہے جو اندیشے تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں، لہذا فقہی اصول ''**اذا تعارض مفسدتان روعي أعظمها ضررا بارتکاب أخفهما**''، نیز ''**من ابتلی ببلیتین وهما تساویان یأخذبأیتهما شاء وان اختلفا**

یختار اھو نھما" (الاشباہ والنظائر ص ۱۴۵) کی روشنی میں تنہا قرآن مجید کے ترجمہ کی اشاعت ناجائز قرار پائے گی اور اصل قرآن مع ترجمہ بدرجہ مجبوری غیر مسلمین کو دینا جائز ہوگا۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں زید بن ثابتؓ اور صحابہ کی ایک جماعت نے خلیفۃ المسلمین کے حکم پر قرآن مجید کو لغت قریش پر مرتب کیا، یہی رسم الخط "رسم عثمانی" سے مشہور ہوا، یہ رسم الخط رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہونے کی بنا پر توقیفی ہو یا عثمان غنیؓ کے طے کرنے سے عثمانی اصطلاح ہو (جس پر پچاس ہزار سے زائد صحابہ کا اتفاق اور امت کی طرف سے تلقی بالقبول حاصل ہونے سے اجماع ہو) قرآن مجید کی تحریر وکتابت کے لئے لازم وضروری ہے، اس کے خلاف کسی اور رسم الخط میں قرآنی متن کو لکھنا جائز نہیں اور نہ ہی اس کی اشاعت وتلاوت درست ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے "الاتقان فی علوم القرآن" میں ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے اور علماء اسلام نے اسی پر فتوی دیا ہے (انظر: الاتقان فی علوم القرآن ۲/۱۶۷، والبرہان للزرکشی ۱/۳۷۹)۔

صاحب "مباحث فی علوم القرآن" لکھتے ہیں: "**والذی أراہ أن الرأی الثانی ھو الرأی الراجح، وأنه یجب کتابة القرآن بالرسم العثمانی المعھود فی المصحف**" (مباحث فی علوم القرآن/۱۴۹)۔

نیز علامہ سیوطیؒ نے امام بیہقی کے حوالے سے لکھا ہے: "**من یکتب مصحفا فینبغی أن یحافظ علی الھجاء الذی کتبوا به تلک المصاحف ولا یخالفھم فیه و لا یغیر مما کتبوہ شیئا، فإنھم کانوا أکثر علما وأصدق قلباً ولساناً وأعظم أمانة منا فلا ینبغی أن، تظن بأنفسنا استدراکاعلیھم**" (الاتقان فی علوم القرآن ۲/۱۶۷)۔

عثمانی رسم الخط میں قرآن کی کتابت کے لزوم کا ایک اہم مقصد قرآن مجید کو رسمی تحریف سے بچانا ہے، دوسری زبان کے رسم الخط میں کتابت سے ان گنت مقامات پر قرآن مجید کے حروف کم ہوں گے اور حروف کی کمی سے معنی کا زور بھی کم ہوگا اس طرح کلمات قرآن کا اعجاز بھی متاثر ہوگا اور ایسا کرنا کسی صورت درست نہیں ہے۔

چنانچہ صاحب "مباحث فی علوم القرآن" لکھتے ہیں:

"**فھو الرسم الاصطلاحی الذی توارثته الأمة منذ عھد عثمانؓ والحفاظ علیه ضمان قوی لصیانة القرآن من التغیر والتبدل فی حروفه**" (مباحث فی علوم القرآن ص ۱۴۹)۔

جہاں تک ان حضرات کا سوال ہے جو عربی قرآن نہیں پڑھ سکتے یا عمدہ طور پر پڑھنے سے قاصر ہیں، تو انہیں یہ

مشورہ دیا جاسکتا ہے کہ عربی عبارت پڑھنے کے لئے اعلی قابلیت یا زبان کی مہارت ضروری نہیں ہے، اگر معنی ومطلب نہ سمجھیں اور صرف عربی حروف والفاظ کا تلفظ بھی سیکھ لیں تو کافی ہے، کیونکہ عربی قرآن کی تلاوت کے لئے عربی کا اتنا جاننا کافی ہے، انسانی تجربہ اس پر شاہد ہے کہ وہ معصوم بچے جنہیں مادری زبان میں مکمل بات کرنا نہیں آتا، ناظرہ قرآن پڑھنے کا عمدہ اور قابل رشک سلیقہ رکھتے ہیں تو وہ حضرات جنہیں دوسری زبانوں میں مہارت حاصل ہے بدرجہ اتم معمولی محنت سے قرآن عربی میں پڑھ سکتے ہیں، لہذا غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی اشاعت کے ذریعہ ان حضرات کو اللہ کے پاک کلام کی تلاوت سے محروم رکھنا مناسب نہیں۔

بطور خاص اس پس منظر میں کہ علماء نے مسلمانوں کے لئے عربی زبان سیکھنا ضروری قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"**وأیضا فإن نفس اللغة العربیة من الدین ومعرفتها فرض واجب، فإن فهم الکتاب والسنة فرض ولا یفهمان إلا بفهم اللغة العربیة، وما لا یتم الواجب إلا به فهو واجب**" (بحوالہ مباحث فی علوم القرآن رص ۳۲۰)۔

عثمانی اور غیر عربی رسم الخط میں ایک ساتھ قرآن کی اشاعت:

اور اگر واقعی کسی کے لئے ایسے حالات ہوں کہ وہ عربی نہیں پڑھ سکتا، یا پڑھنے میں شدید دشواری ہوتی ہو، تو قرآن مجید کو اصل عربی متن کے ساتھ غیر عربی رسم الخط میں لکھنے اور شائع کرنے کی شرعا اجازت ہوگی، تاکہ غیر عربی رسم الخط کی مدد سے عربی قرآن ٹھیک ٹھیک پڑھ سکے۔

اس کی نظیر مصحف عثمانی پر نقطے اور تشکیل عبارت کا مسئلہ ہے کہ ابتداء میں عبد اللہ بن مسعودؓ کے فرمان "**جردوا القرآن ولا تخلطوه بشئ**" (حدیث) کے پیش نظر اور عدم احتیاج کی بنا پر صحابہ اور تابعین نے اس کی اجازت نہیں دی اور کوئی خاص توجہ نہیں کی گئی۔

لیکن بعد کو جب عجمی مسلمانوں کے لئے بغیر نقطہ واعراب قرآن مجید کی تلاوت دشوار ہوئی تو نقطے اور تشکیل عبارت کا اہتمام کیا گیا، تاکہ عجمی مسلمانوں کے لئے قرآن پڑھنا آسان ہوجائے۔

لہذا فی زمانہ تلاوت میں سہولت پیدا کرنے کی غرض سے عثمانی رسم الخط میں متن قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن لکھا اور شائع کیا جائے تو درست ہوگا۔

صاحب اتقان لکھتے ہیں: "**ثم انتهى الأمر فی ذلک إلى الإباحة والاستحباب، أخرج ابن**

ابی داؤد عن الحسن وابن سیرین انهما قالا: لا بأس بنقط المصآحف، وأخرج عن ربیعة بن أبی ربیعة بن أبی عبد الرحمن أنه قال: لا بأس بشکله، وقال النوویؒ: نقط المصحف وشکله مستحب؛ لأنه صیانة له من اللحن والتحریف'' (انظر: الاتقان فی علوم القرآن ۲/۱۷۱)۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

عثمانی رسم الخط سے صرف نظر کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن مجید کی کتابت عمومی احوال میں اس لئے درست نہیں ہے کہ یہ توقیفی یا اجماعی رسم الخط کے خلاف ہے، ایسا کرنے میں رسمی تحریف کا اندیشہ ہے اور یہ عمل کوئی لازمی ضرورت بھی نہیں ہے کہ اس کی اجازت دی جائے۔

ہاں اگر امت میں کسی طبقہ کے لئے خاص حالات میں رسم عثمانی کے علاوہ کسی اور رسم الخط میں قرآن مجید کی کتابت ناگزیر ضرورت بن جائے اور حد درجہ احتیاط کی وجہ سے تحریف کا امکانی اندیشہ بھی ہو، تو شرعاً اس کی اجازت ہونی چاہئے، کیونکہ شرعی اصولوں کا تقاضا یہی ہے۔

''**الضرورات تبیح المحذورات**'' (الاشباہ والنظائر ص ۱۴۰)، ''**المشقة تجلب التیسیر**'' (الاشباہ والنظائر ص ۱۲۵)، ''**الضرر یزال**'' (الاشباہ والنظائر ص ۱۳۹)، جیسے فقہی قواعد اسی جانب اشارہ کرتے ہیں۔

چنانچہ نابینا افراد کے لئے بریل کوڈ میں قرآن مجید کی تیاری چونکہ وقت کی ضرورت اور مسعود کوشش ہے، اس لئے شرعاً جائز ہوگی۔

بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کو بے وضو چھونا:

جس طرح ترجمہ و تفسیر اصل قرآن کا درجہ نہیں رکھتے اسی طرح بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کا حکم اصل عربی قرآن جیسا نہ ہوگا، کیونکہ قرآن آسمان سے نازل نظم و معنی کے مجموعہ کا نام ہے، لیکن قرآن مجید کا تقدس اس بات کا متقاضی ہے کہ بریل کوڈ میں تیار کئے گئے قرآن کو بلا وضو چھونے کی گنجائش نہ ہو، اسی احترام و تقدس کا لحاظ فقہاء کے اس جزئیہ میں جھلکتا ہے کہ انہوں نے فارسی قرآن کو جنابت، حیض یا نفاس کی حالت میں چھونے سے منع کیا ہے۔

ابن نجیم مصری لکھتے ہیں:

''**ولو کان القرآن مکتوبا بالفارسیة یحرم علی الجنب والحائض مسه بالإجماع وهو الصحیح، أما عند أبی حنیفة فظاهر وکذلک عندهما، لأنه قرآن عندهما حتی یتعلق به جواز الصلاة**

فی حق من لا یحسن العربیة" (البحر الرائق ۱/۲۰۲)۔

ناپاکی کی حالت میں بیاض (خالی جگہ) یا قرآن کو غلاف سے چھونا حنفیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے، یہی قول قرین قیاس اور معتبر ہے، لیکن فقہاء نے اس بات کی وضاحت بھی کی ہے کہ اگر تعظیم قرآن کا خیال رکھا جائے تو بیاض اور غلاف کو چھونا بھی درست نہ ہو۔

علامہ ابن نجیم مصریؒ تحریر فرماتے ہیں:

"**وقال بعض مشائخنا: المعتبر حقیقة المکتوب حتی أن مس الجلد ومس مواضع البیاض لا یکره، لأنه لم یمس القرآن، هذا أقرب إلی القیاس والمنع أقرب إلی التعظیم**" (البحر الرائق ۱/۲۰۱)۔

اس وضاحت سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ بریل کوڈ میں مکمل قرآن مکتوب ہو تو بلا وضوا سے چھونا تعظیماً ممنوع ہو۔

موبائل پر قرآن:

پورا قرآن یا کوئی آیت خواہ کسی چیز پر لکھی ہوئی ہو، اسے بے وضو چھونا جائز نہیں ہے، علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

"**ویمنع دخول مسجد (إلی قوله)ومسه أی القرآن ولو فی لوح أو درهم أو حائط**" (رد المحتار ۱/۴۸۸)۔

فی زمانہ قرآن مجید کو محفوظ کرنے کی جدید شکل یہ پیدا ہوگئی ہے کہ موبائل فون میں قرآن کے نقوش کو ڈاؤن لوڈ کیا جاتا ہے اور ضرورت پر بہ آسانی پڑھا جاتا ہے ایک ہی اسکرین پر حروف مٹتے اور بنتے ہیں اوراق کی طرح پلٹتے نہیں اور نہ ہی مکتوب کی طرح یہ نقوش دائمی ہوتے ہیں اور انہیں ثبات وقرار بھی نہیں ہوتا، اسکرین میں موجود شعاعیں یہ کمال دکھاتی ہیں۔

لہٰذا اسکرین پر واضح ہونے والی عبارت کی حیثیت سایہ کی ہوگی نہ کہ حقیقت کی، چنانچہ مفتی تقی عثمانی صاحب "تکملہ فتح الملہم" میں تحریر فرماتے ہیں:

"**أما الصورة التی لیس لها ثبات واستقرار ولیست منقوشة علی شئ بصفة دائمة فإنها بالظل أشبه منها بالصورة**" (تکملہ فتح المسلم ۴/۱۶۴)۔

اس لئے موبائل فون کو مصحف کا مرتبہ نہیں دیا جا سکتا اور بغیر وضو ایسے موبائل کو چھونا یا اسکرین کو ہاتھ لگانا جائز ہوگا۔

مگر تقدیس قرآن کا تقاضا ہے کہ جب اسکرین پر لائٹ آن ہو اور قرآن کے نقوش نمایاں ہوں تو اس وقت بلا وضو اسکرین کو نہ چھوئیں، البتہ فون کو اب بھی ہاتھ میں لینا جائز ہوگا، کیونکہ فقہاء نے اس بارے میں مکتوب کا اعتبار کیا ہے

اورفون کے ڈسپلے پر ابھرنے والے حروف ونقوش کوتحریر نہیں کیا جاسکتا۔

صاحب بحرتحریرفرماتے ہیں:''**المعتبر حقیقة المکتوب حتی أن مس الجلد ومس مواضع البیاض لا یکره، لأنه لم یمس القرآن**'' (البحرالرائق ۱؍۲۰۱)،اس تفصیل سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ موبائل میں محفوظ قرآن جب مصحف نہیں ہےتوفون کی باڈی کوغلاف ماننے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

☆☆☆

چوتھا باب

مختصر تحریریں

قرآن مجید کے متن وترجمہ کی اشاعت

مولانا نازیر احمد قاسمی☆

۱-بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت:

قرآن شریف کی حفاظت فرض ہے، اور اس کے الفاظ ومعانی دونوں کی حفاظت کے ہم مامور ہیں، لہذا قرآن کریم کے تعلق سے ہر ایسا کام جس کی وجہ سے حفاظت قرآن کا مسئلہ خطرے میں پڑ جائے ناجائز وحرام ہوگا، متن کے بغیر دوسری زبان میں ترجمہ قرآن کی اشاعت کا مسئلہ بھی اسی قبیل سے ہے، اسی وجہ سے اس کے حرام ہونے پر علماء کرام کا اجماع ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی سے جب اس سلسلے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

"قضية ما في المجموع الإجماع على التحريم"، اور صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: **"ويمنع من كتابة القرآن بالفارسية بالإجماع، لأنه يؤدى للاخلال بحفظ القرآن لأنا أمرنا بحفظ النظم والمعنى، فإنه دلالة على النبوة"** (التجنیس والمزید بحوالہ جواہر الفقہ ۱/۹۸)، **"إن اعتاد القراء ة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع، وإن فعل في آية وأيتين لا، فإن كتب القرآن وتفسير كل حرف وترجمته جاز"** (فتح القدیر)۔

ماضی کے ہمارے علماء ہند نے بھی اس کی شدید مخالفت کی ہے، جن میں سرفہرست حضرت تھانوی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی شفیع صاحب دیوبندی، مولانا ادریس کاندھلوی اور مفتی محمود حسن گنگوہی (رحمہم اللہ) ہیں، حضرت تھانویؒ نے اپنے ایک فتوے میں اس کو ناجائز قرار دیتے ہوئے اس کے دس مفاسد کا ذکر کیا ہے، جن میں سے چند یہ ہیں:

۱- مجرد ترجمہ کی اشاعت میں اہل کتاب سے مشابہت ہے جس کا ممنوع ہونا نص صریح سے ثابت ہے۔

۲- مجرد ترجمہ کی اشاعت کا اگر رواج ہو گیا تو رفتہ رفتہ متن قرآنی کے ضائع ہونے کا قوی احتمال ہے، جیسا کہ دیگر

☆ جامعہ اسلامیہ اشرف العلوم، کنہواں، سیتامڑھی، بہار۔

آسمانی کتابوں کے ساتھ ہوا کہ ان کے ماننے والوں نے مجرد ترجمہ پر اکتفا کیا جس کے نتیجے میں رفتہ رفتہ اصل متن زبانی دنیا سے ناپید ہوگیا۔

۳-متن کے ساتھ ترجمہ شائع ہونے کی صورت میں لوگوں کا کسی نہ کسی درجہ میں متن سے تعلق ہوتا ہے اور کچھ نہ کچھ ضرور تلاوت کی توفیق مل جاتی ہے، اس کے برخلاف اگر صرف ترجمہ شائع کرنے کا رواج ہوگیا تو متن قرآن سے لوگوں کا تعلق ختم ہوجائے گا اور تھوڑا بہت جو تلاوت کی توفیق مل جاتی تھی اس سے بھی محرومی ہوجائیگی۔

۴-اصل کے ساتھ ترجمہ شائع ہونے کی صورت میں اگر ترجمہ میں کچھ اختلاف ہوتا ہے تو وہ اصل کی طرف منسوب نہیں ہوتا ہے، کیونکہ اصل کو سب نسخوں میں متحد پاتے ہیں، اس کے برخلاف جب صرف ترجمہ ہی ترجمہ رہ جائے گا تو اس اختلاف کے اصل کی طرف منسوب ہونے کا اندیشہ ہے۔

۵-اصل کی موجودگی میں کسی مترجم کو تحریف معنوی کی بھی ہمت نہیں ہوسکتی، کیونکہ اصل کی موجودگی میں کوئی بھی طالب علم آسانی کے ساتھ گرفت کرسکتا ہے، اس کے برخلاف جب صرف ترجمہ ہی ترجمہ رہ جائے گا تو اہل باطل کو آسانی کے ساتھ تحریف معنوی کا موقع مل جائے گا، کیونکہ ہر دیکھنے والا حافظ نہیں اور ہر وقت اصل کی طرف مراجعت آسان نہیں۔

اب ذرا ان باتوں کا بھی جائزہ لیا جائے جو اس کے جواز کی تائید میں پیش کی جاتی ہے کہ ان مذکورہ بالا مفاسد کے مقابلے میں اس کی کیا حیثیت ہے؟

۱-اس میں سے پہلی بات یعنی مجرد ترجمہ کی اشاعت میں مصارف کا کم آنا، تو ظاہر ہے کہ یہ کوئی ایسی مصلحت نہیں کہ اس کے لئے ضیاع قرآن اور تحریف معنوی جیسے مفسدہ کو برداشت کرلیا جائے اور ایک ایسے حکم کی خلاف ورزی کی جائے جس پر امت کے علماء کا قریب قریب اجماع ہے۔

۲-دوسری بات، یعنی ایسے لوگوں کو متن والا ترجمہ دینے کا کیا فائدہ جو اس کو پڑھ نہیں سکتے ہیں؟

واقعی یہ بات اس وقت معقول ہوتی، جبکہ ترجمہ کے ساتھ متن کو شائع کرنے کا فائدہ صرف تلاوت ہی ہوتا، لیکن جیسا کہ ماقبل سے معلوم ہوا کہ ترجمہ کے ساتھ متن کے التزام کا اصل مقصد حفاظت قرآن ہے اور تلاوتی نقطہ نظر سے زیادہ حفاظتی نقطہ نظر سے متن کے ساتھ ترجمہ شائع کرنے کو لازم قرار دیا جاتا ہے، لہذا متن کے ساتھ ترجمہ کو شائع کرنا کسی حال میں فائدہ سے خالی نہیں، بلکہ ہر حال میں ضروری ہے۔

۳-تیسری بات یعنی غیر مسلموں کی طرف سے بے حرمتی کا اندیش، واقعی یہ ایک ایسا مفسد ہے جس سے بچنے کی بہترین صورت یہی ہے کہ غیر مسلموں کو متن کے بغیر صرف ترجمہ دیا جائے، لیکن اس صورت میں جو ضیاع قرآن اور تحریف

معنوی کا مفسدہ ہے وہ پہلی صورت کے مفسدہ سے کہیں زیادہ اشد ہے، اور اخف سے بچنے کے لئے اشد کو برداشت کر لینا شرعا عقلاً کسی اعتبار سے بھی درست نہیں، خصوصا اب جبکہ غیر مسلموں تک قرآنی پیغام کو پہنچانے کی اور بھی بہت ساری صورتیں موجود ہیں۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کریم کی کتابت:

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کریم کی کتابت دو وجہوں سے جائز نہیں: ۱- پہلی وجہ رسم عثمانی کی مخالفت ہے، جس کی اتباع باجماع امت واجب ہے، چنانچہ مصر کے شیخ القراء محمد بن علی حداد اپنے رسالہ ''نصوص جلیہ'' میں فرماتے ہیں:

''أجمع المسلمون قاطبة على وجوب اتباع رسم مصاحف عثمان ومنع مخالفته ثم قال: قال العلامة ابن عاشر: ووجه ماتقدم من إجماع الصحابة عليه وهم زهاء اثنى عشر ألفا والإجماع حجة حسبما تقرر فى أصول الفقه'' (نصوص جلیہ ص ۲۵، بحوالہ جواہر الفقہ ۱/۹۸)۔

دوسری وجہ لزوم تحریف ہے، کیونکہ قرآن مجید میں بہت سے حروف مثلاً ''ذ، ز، ض، ظ'' وغیرہ ایسے ہیں کہ دوسری زبانوں میں ان سب کی ادائیگی کے لئے الگ الگ حروف نہیں ہیں، بلکہ ان سب کو ایک ہی نقش سے ادا کیا جاتا ہے، حالانکہ ان حروف کے بدلنے سے معانی بدل جاتے ہیں، لہذا ایسا کرنا قرآن شریف کی کھلی ہوئی تحریف ہے، نیز بہت سی عجمی زبان مثلاً انگریزی وغیرہ میں اعراب وحرکات کو بشکل حروف لکھا جاتا ہے اب اگر اس رسم الخط میں قرآن کی کتابت کی جائے تو قرآن کے حروف میں زیادتی لازم آئے گی، اسی طرح دوسری زبانوں میں قرآن کے صرف وہی حروف لکھے جائیں گے جو پڑھے جاتے ہیں اور وہ حروف زوائد جو صرف لکھے جاتے ہیں، لیکن پڑھے نہیں جاتے مثلاً ''واو، الف'' وغیرہ اسے نہیں لکھا جائے گا، جس کی وجہ سے قرآن شریف کے بہت سے حروف کم ہو جائیں گے، اور ظاہر ہے کہ قرآن شریف کے حروف کی کمی زیادتی یہ بھی ایک قسم کی تحریف ہے۔

بریل کوڈ میں قرآن کریم کی کتابت:

جن دو وجہوں سے غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، بریل کوڈ میں قرآن شریف تیار کرنے کی صورت میں بھی وہ دونوں خرابیاں پائی جاتی ہیں، لہذا بریل کوڈ میں قرآن کی کتابت جائز نہیں ہونا چاہئے، رہی بات نابینا حضرات کی آسانی اور سہولت تو ظاہر ہے کہ اگر غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت کی اجازت دی جائے تو اس صورت میں امت کے ایک بڑے طبقہ کو جو عربی زبان نہیں جانتے آسانی وسہولت میسر ہو جاتی، لیکن اس کے باوجود اس کو جائز

قرار نہیں دیا گیا تو معدودے چند افراد، یعنی نابینا حضرات کی سہولت و آسانی کے لئے اجماع کی خلاف ورزی اور تحریف کا راستہ کھولنا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔

موبائل پر قرآن مجید:

اگر موبائل اسکرین پر قرآن مجید ہو تو میرے خیال سے موبائل ہاتھ میں لینے کے لئے تو وضو شرط نہیں، البتہ اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہوگا۔

☆☆☆

قرآن مجید سے متعلق بعض مسائل کا شرعی حل

مفتی حبیب اللہ قاسمی☆

اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم آسمانی کتابوں میں سے وہ اہم کتاب ہے جس کی حفاظت وصیانت کا وعدہ خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے جس کی شہادت یہ آیت کریمہ دیتی ہے ''إنا نحن نزلنا الذکر وإنا له لحافظون'' (سورۂ حجر:۹)، لیکن یہ خدا وند قدوس کا اس امت پر احسان عظیم ہے کہ اس نے اس امت کے نونہالوں کے سینوں اور زبانوں کو اپنے پاک کلام کی تحفیظ کے لئے قبول فرمایا اور اس کی قبولیت عامہ کا یہ فیض ہے کہ تحفیظ قرآن کی درسگاہوں اور مراکز میں روز افزوں اضافہ ہوتا جارہا ہے اور ان درسگاہوں سے منسلک ہو کر امت کے نونہال پہلے کے مقابلہ میں آج زیادہ اپنے سینوں میں قرآن کریم محفوظ کررہے ہیں، یہ خوش آئند بات ہے جس کی حوصلہ افزائی جتنی بھی کی جائے کم ہے جو چیز جتنی عام ہوتی چلی جاتی ہے اس سے متعلق نئی نئی صورتوں کا پیدا ہونا بھی لازمی بات ہے، قرآن کریم کی تلاوت ہو یا اس کی تحفیظ، اس کی کتابت ہو یا اس کی اشاعت، متن کے ساتھ ہو یا بغیر متن کے، صرف عربی زبان میں ہو یا دیگر زبانوں میں یہ وہ مسائل ہیں جو ماضی میں بھی پیدا ہوچکے ہیں اور تا حال باقی ہیں، بلکہ ان مسائل سے ہٹ کر اب بریل کوڈ میں قرآن پاک کی کتابت اور موبائل میں قرآن کریم محفوظ کرنے کا رواج بھی عام ہوتا جارہا ہے، اس لئے ان مسائل کا شرعی حل امت کے سامنے پیش کرنا اور صحیح راہ کی نشاندہی کرنا علماء وفقہاء امت کا اہم فریضہ ہے۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد اب سوال نامے میں مذکور سوالات کے جوابات بالترتیب سپرد قلم کئے جاتے ہیں۔

۱- بغیر متن کے صرف ترجمہ قرآن کی اشاعت کا رواج اگرچہ عام ہوتا جارہا ہے اور رفتہ رفتہ اس کا رجحان بھی بڑھنے لگا ہے، لیکن حضرات متقدمین واسلاف کی عبارات، تحریرات اور فتاوی میں بہت واضح انداز میں اس کی ممانعت موجود ہے، چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا رسالہ ''تحذیر الانام عن تغییر رسم الخط من مصحف الامام'' اور ''صیانۃ القرآن عن تغییر الرسم

☆ صدر مفتی، بانی ومہتمم وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڑھ۔

واللسان''، جو'' جواہر الفقہ '' جلد اول کا ایک حصہ ہے، انہوں نے تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے مختلف حوالوں سے اس کو ممنوع قرر دیا ہے۔

اسی طرح مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ نے اس کی ممانعت پر اتقان کے حوالے سے ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے، نیز'' خیر الفتاوی''، میں بھی اس امر کو باجماع امت حرام اور باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع قرار دیا ہے، اور صاحب ہدایہ کی'' کتاب التجنیس والمزید'' سے ''**ویمنع من کتابة القرآن بالفارسية بالاجماع**''(۱/۹۸ بحوالہ جواہر الفقہ) سے بھی استدلال کیا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ متقدمین واسلاف کی تحریرات وفتاوی اس امر میں بہت واضح ہیں کہ بغیر متن کے صرف ترجمہ قرآن کی اشاعت درست نہیں ہے (جواہر الفقہ ۱/ ۷۳-۱۱۱، فتاوی محمودیہ ۳/ ۵۱۰، خیر الفتاوی ۱/ ۲۱۴)، بغیر متن والے قرآن پاک کی طباعت واشاعت ممنوع ہے، لیکن ایسا قرآن اگر کسی کو حاصل ہوجائے جس میں صرف ترجمہ ہو تو اس کو تقسیم کرنے اور ہدیہ کرنے سے بھی پرہیز کرنا ضروری ہے، کیونکہ یہ تعاون علی الاثم میں داخل ہوجائے گا، البتہ بلا وضو اس کو چھونے میں کوئی مضائقہ نہیں، کما صرح بہ صاحب (الدر المختار ۱/ ۱۷۷)''**قد جوز أصحابنا مس كتب التفسير للمحدث**''۔

۲- غیر عربی رسم الخط میں مثلاً انگلش یا ہندی یا کسی دوسری زبان میں قرآن کریم کو لکھنے کی ممانعت بھی متفقہ طور پر اکابر فقہاء واسلاف کی تحریرات میں موجود ہے، ایک تحریر جو'' جواہر الفقہ ''میں ہے، جس میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب، علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، حضرت مولانا اعزاز علی صاحب کے دستخط ہیں جس میں صراحتا یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ قرآن مجید کو رسم الخط ہندی میں لکھنا تحریف ہوگا، جو قطعا حرام اور ناجائز ہے، علامہ حسن شرنبلالی کی اس عبارت سے بھی استدلال کیا گیا ہے:

'' **قدمناحكاية الإجماع على منع كتابة القرآن العظيم بالفارسية وأنه إنمانص على الفارسيةلإفادة المنع بغيرها بالطريق الأولى؛ لأن غيرها ليس مثلها فى الفصاحة ومنها ما فى معراج الدراية أنه يمنع بكتابة المصحف بالفارسية أشد المنع**''(النفخة القدسية للشرنبلالی ص-۳۲ بحوالہ جواهر الفقہ)، نیز عربی زبان کے علاوہ دوسری زبانوں میں عربیت کو باقی رکھنا ممکن نہیں ہے جس کا مشاہدہ ان لوگوں کی زبانوں سے بھی ہوتا ہے جو اردو سے واقف نہیں ہیں وہ صرف انگلش یا ہندی داں ہیں جب وہ اردو کے کسی لفظ کو ادا کرتے ہین تو ان کو پتہ نہیں ہوتا کہ میں'' ج''، بول رہا ہوں یا'' زاء''، الغرض اصل مخارج اور صفات کے ساتھ قرآن کریم کے الفاظ کی ادائیگی پھر

ممکن نہیں ہوگی، حاصل کلام یہ ہے کہ غیر عربی زبان میں صرف قرآن کریم کی اشاعت پر تقریباً حضرات فقہاء واسلاف کا اجماع ہے، اس لئے اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی، تفصیلات اور دلائل کے لئے سوال نمبر (۱) کے جواب میں دیئے گئے حوالے دیکھے جاسکتے ہیں۔

۳- بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت بھی اب عام ہوتی جارہی ہے، لیکن پہلے اور دوسرے سوال کے جواب میں اسلاف اور فقہاء کی جو تحریرات ہیں اس کے تناظر میں بریل کوڈ میں بھی قرآن کریم کی کتابت کی اجازت معلوم نہیں ہوتی، لیکن ایسا قرآن اگر کسی کے پاس ہو تو اس کو چھونے کے لئے بہر حال وضو کا ہونا ضروری ہے۔

۴- موبائل میں قرآن مجید کے متن کو محفوظ کرنے کا بھی عام رواج ہوتا جارہا ہے تو یہ ایسا عمل ہے جس کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی، اس لئے کہ موبائل میں صرف قرآن ہی نہیں ہوتا بلکہ دنیا بھر کی نجاست و غلاظت بھی ہوتی ہے، اب اس صورت میں اس موبائل میں قرآن شریف کو بھی انہیں مضامین کے ساتھ رکھنا کس حد تک کے درست ہوسکتا ہے، اہل علم حضرات کے لئے یہ لمحہ فکریہ ضرور ہے، ذاتی طور پر میرے نزدیک ایسا کرنا ناپسندیدہ ہے، لیکن اگر کسی نے اپنے موبائل میں قرآن کریم محفوظ کر رکھا ہے تو اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لئے اس کا باوضو ہونا ضروری ہوگا، باقی موبائل کے ڈھانچے کو غلاف تصور کیا جائے گا، جس کو بے وضو چھونے کی گنجائش ہوگی۔

☆☆☆

قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت

مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی ☆

بغیر متن کے ترجمۂ قرآن کی اشاعت:

مندرجۂ ذیل سوال وجواب سے اس کا حکم واضح ہے۔

سوال نمبر ۷ ۱۱۳:- قرآن شریف کو بغیر عربی کے صرف اردو ترجمہ کے ساتھ چھاپنا کیسا ہے اور اس کو خریدنا اور پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:- بغیر عربی کے محض اردو یا کسی زبان میں قرآن شریف کو لکھنا اور چھاپنا منع ہے۔ ''اتقان'' میں اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل ہے۔

''**قال العلامة الشامي۔في الفتح عن الكافي: إن اعتادالقرآن بالفارسية أوأرادأن يكتب مصحفابها يمنع**''(شامی۱/۳۲۶)۔

اس سے خریدنے اور بیچنے کی بھی ممانعت معلوم ہوگئی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن گنگوہی غفرلہ دار العلوم دیوبند

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں ہے: ''محض اردو میں قرآن پاک لکھنا اور چھاپنا اور فروخت کرنا اور خریدنا درست نہیں۔ اصل عربی کے ساتھ ترجمہ بھی ہو تو درست ہے۔ فقط واللہ اعلم (فتاویٰ محمودیہ ص ۵۰۹، ۵۱۰ ج ۳ مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند)

حررہٗ العبد محمود حسن گنگوہی غفرلہ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۳، ۱۱، ۸۵

صرف ترجمہ کی مدد سے قرآن مجید کو سمجھنا آسان نہیں ہے، بلکہ اس سے بعض مرتبہ غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے، جیسا کہ

☆ شیخ الحدیث مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ یوپی۔

فرانس کے اسپیشلسٹ ڈاکٹر مورس بوکائیے کے واقعہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔انھوں نے خود لکھا ہے کہ میری ڈسپنسری میں جولوگ آتے تھے میں ان کو قرآن کے کتاب الٰہی ہونے کے بارے میں شبہ میں ڈال دیتا تھا۔ایک مرتبہ میری ڈسپنسری میں سعودیہ عربیہ کے شاہ فیصل مرحوم داخل ہوئے۔میں نے ان کو بھی اس غلط فہمی میں مبتلا کرنا چاہا کہ قرآن مجید کلام الٰہی نہیں ہے۔انھوں نے میری دکھتی نبض پر ہاتھ رکھ دیا۔پوچھا۔آپ قرآن مجید صرف انگلش ترجمہ کی مدد سے پڑھتے ہیں یا اس کی اصل عربی زبان میں۔میں نے اعتراف کیا کہ ٹرانسلیٹ (ترجمہ) سے پڑھتا ہوں۔انھوں نے کہا جائیے پہلے قرآن کو قرآن کی زبان میں پڑھئے، پھر اعتراض ہو تو بتایئے۔مورس بوکائیے کہتے ہیں کہ میں نے ایک عربی کا ٹیوٹر مقرر کیا اور اس سے ۳۰۷ سبق عربی کے پڑھے اور عربی میں سمجھ پیدا ہوگئی تو مجھ پر قرآن کا معجزہ ہونا ظاہر ہوگیا۔پھر انھوں نے اپنی مشہور کتاب ''قرآن بائبل اور سائنس'' لکھی جس میں تقابلی مطالعہ کی روشنی میں قرآن پاک کے معجزہ اور وحی الٰہی ہونے کے دلائل کے ذریعہ عظمت قرآن کو ثابت کیا۔

رہ گیا صرف ترجمۂ قرآن والے قرآن کو چھونا تو ظاہر ہے کہ یہ قرآن نہیں ہے، اس لئے اس کا چھونا درست ہے۔ کیونکہ اس میں الفاظ قرآن نہیں ہیں جس کا مس ممنوع ہو۔البتہ احتیاطاً نہ چھونا بہتر ہے، کیونکہ ترجمہ کی نسبت بھی تو قرآن ہی کی طرف ہے۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

قرآن مجید کی اشاعت عربی رسم الخط العثمانی کے علاوہ کسی بھی دوسری زبان کے رسم الخط میں، خواہ اصل عربی متن کے ساتھ ہو یا تنہا کسی اور رسم الخط میں بہرصورت ناجائز ہے۔اس بات پر ائمہ اربعہ اور امت کا اجماع ہے۔

''قال أشهبؒ: سئل مالک هل يكتب المصحف على ماأحدثهٔ الناس من الهجاء؟ فقال: لا، إلاعلى الكتبة الأولىٰ۔رواه الدارمی فی المقنع، ثم قال: ولامخالف له من علماء الأمة۔وقال الإمام أحمد: يحرم مخالفة خط مصحف عثمان رضی الله عنه فی''و''أو''يا''أو''الف''وغيره ذالک۔وقال البيهقی فی شعب الإيمان: من يكتب مصحفاًينبغی أن يحافظ على الهجاء التی كتبوابه تلک المصاحف۔ ولا يخالفهم ولا يغير مماكتبوه شيئاًفإنهم كانواأكثرعلماوأصدق قلباولساناوأعظم أمانة منا۔فلاينبغی ان نظن بأنفسنا استدراكاعليهم'' (الاتقان، النوع السادس والسبعون ۱/۱۹۶)۔

وصرح بتحريم كتابته بالعجمية ''فی الفتاوی الكبریٰ (ص۳۸ ج۱)۔وقال بعض أئمة القرأة ونسبتهٔ إلی مالک؛ لأنه المسئول عن المسئلة وإلافهومذهب الأئمة الأربعة، وقال

أبوعمروولامخالف له فی ذالک من علماء الأمة۔وقال بعضهم الذی ذهب إلیه مالکؒ:هوالحق۔إذفیه بقاء الحالة الأولٰی إلی أن یتعلم الآخرون وفی خلافهاتجهیل آخرالأمة أولّهم۔وإذاوقع الإجماع کما تری علی منع ماأحدث الناس الیوم من مثل کتابته"الربوا"باالالف مع أنه موافق للفظ الهجاء۔فمنع مالیس من جنس الهجاء أولٰی۔وزعم أنه کتابته بالعجمیة فیهاسهولة للتعلیم کذب مخالف للواقع والمشاهدة فلایلتفت لذالک علی أنه لوسلم صدقه لم یکن مبیحاًلإخراج ألفاظ القرآن عماکتبت علیه، وأجمع علیه السلف والخلف والمسئلة مذکورةفی"آکام النفائس"(ایضاًص ۳۴)۔

(حضرت اشہبؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ سے پوچھا گیا ،کیا قرآن شریف کو اس اسلوب پر لکھا جاسکتا ہے جولوگوں نے ازخود ایجاد کرلیا ہے۔فرمایانہیں ،مگر پہلی ہی کتابت پر۔دارمی نے"المقنع"میں اس کی روایت کی ہے۔پھر اشہب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علمائے امت میں سے کوئی بھی اس مسئلہ میں امام مالکؒ کامخالف نہیں ہے۔امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایامصحف عثمانی کے رسم الخط کی مخالفت حرام ہے۔واو، یا،الف وغیرہ میں بھی۔اورامام بیہقی نے شعب الایمان میں فرمایا کہ جوشخص بھی قرآن کو لکھے اس کے لئے مناسب ہے کہ اسی اسلوب کی پابندی کرے جس طرز میں ان حضرات نے قرآن لکھا ہے۔اورجس رسم خط میں انھوں نے لکھا ہے اس میں ان کی ادنیٰ مخالفت بھی نہ کرے ،کیونکہ وہ حضرات ہم سے زیادہ علم والےاوردل وزبان کے بہت زیادہ سچے اورہم سے کہیں زیادہ امانت دارتھے۔اورعجمی زبانوں (تمام غیرعربی زبانوں) میں قرآن کی کتابت کےحرام ہونے کی"الفتاویٰ الکبریٰ الفقہیہ"(ص ۳۸ج۱) میں صراحت ہے۔اوربعض ائمۂ قرأت نے حرمت کےقول کی نسبت امام مالکؒ کی طرف کی ہے، کیونکہ اس مسئلہ کوانھیں سے پوچھا گیا تھاورنہ توحقیقت میں یہی چاروں اماموں (امام ابوحنیفہ،امام مالک،امام شافعی،امام احمد) کا مذہب ہے۔اورابوعمرو نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں علمائے امت میں سے کوئی بھی ان کا مخالف نہیں ہے۔اوربعض علماء نے فرمایا کہ امام مالک کاقول حق ہے،اس لئے کہ اس میں کتابت قرآن کی پہلی حالت کو باقی رکھا گیا ہے،تاکہ بعدمیں آنے والے لوگ اس رسم الخط کوسیکھیں۔اوراس کے خلاف کرنے میں بعدوالوں کااپنے پہلے بزرگوں کوجاہل قراردینالازم آتا ہے۔

اورجب اجماع منعقدہوچکاہےاس طرز کتابت کی ممانعت پر جسے آج کےلوگوں نےنوایجادکرلیا ہے جیسے"الربوٰ" الف کے ساتھ لکھناباوجودیکہ یہ"ربا"کےتلفظ اور لہجے کےموافق ہےتو دوسری زبانیں جولہجۂ قرآن کی جنس سےبھی نہیں ہیں ان کو بدرجہ اولیٰ منع کیاجائے گا۔

اورجولوگ یہ پھس پھسی بات کہتے ہیں کہ قرآن کی عجمی (غیرعربی) زبانوں میں کتابت سے قرآن سیکھنے میں

سہولت ہوگی وہ نرا جھوٹ ہے جو واقعہ اور مشاہدہ کے سراسر خلاف ہے۔اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہئے۔اور اگر ان کی بات سچ بھی مان لی جائے تب بھی کتابت شدہ رسم الخط العثمانی سے الفاظ قرآن کے نکالنے کو مباح نہیں کرسکتی جس پر سلف اور خلف کا اجماع ہو چکا ہے۔اور یہ مسئلہ ''آ کام النفائس'' ص ۴۳ میں بھی مذکور ہے)۔

حضرت مفتی محمود حسن قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

''عبارت منقولہ بالا سے معلوم ہوا کہ مصحف عثمانی کے رسم خط کی رعایت ومتابعت لازم وضروری ہے اور اس کے خلاف لکھنا اگر چہ وہ عربی رسم خط میں ہی کیوں نہ ہو ناجائز اور حرام ہے اور اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، بلکہ علمائے امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں۔تو یہ اجماعی مسئلہ ہوا۔پھر غیر عربی بنگلہ وغیرہ رسم خط میں لکھنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔اس میں تو جواز کا کوئی احتمال ہی نہیں، لہٰذا صورت مسئلہ بالاجماع ناجائز ہے۔بعض حروف عربی کے ساتھ مخصوص ہیں، جیسے طا، حا، ض، ظ وغیرہ۔یہ حروف دوسری زبان میں استعمال ہی نہیں ہوتے ان کے لئے ان زبانوں میں نہ صوت ہے نہ شکل وصورت ہے تو لامحالہ ان کی جگہ دوسرے لکھے جائیں گے جو کہ بنگلہ میں مستعمل ہیں۔اور یہ تحریف وتغیر ہے جو کہ حرام ہے۔البتہ اگر قرآن کریم تو عربی اصلی رسم خط میں ہو اور اس کا ترجمہ وتفسیر بنگلہ زبان میں تو شرعاً مضائقہ نہیں (فتاویٰ محمودیہ ص ۵۰۷ تا ۵۰۹ مطبوعہ دیوبند) واللہ سبحانہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۳۰ر جمادی الاولیٰ ۷۰ھ

صحیح: عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم جمادی الثانیہ ۷۰ھ

الجواب صحیح: بندہ منظور احمد سلف صالح کا اتباع ضروری ہے۔زکریا قدوسی

الجواب صحیح: بندہ ظہور الحق، ہذا الجواب ہو الحق وبالاتباع احق، امیر احمد کاندھلوی

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن غفرلہ، احقر علیم اللہ مظاہری

ان تفصیلات سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ رسم خط عثمانی میں قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم خط میں قرآن کو لکھ دیا جائے اور دونوں کو ساتھ شائع کیا جائے تو یہ بھی ناجائز ہے، جیسا کہ تنہا غیر عربی رسم خط میں شائع کرنا ناجائز ہے۔دلائل اوپر مذکور ہیں۔المجمع الفقہ الاسلامی (رابطہ عالم اسلامی) کے اجلاس منعقدہ ۱۱ر تا ۱۶ر ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ میں باتفاق رائے رسم قرآنی میں کسی بھی تغیر کو ناجائز قرار دیا ہے (جدید فقہی مسائل ۱/۱۷۴)۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

بریل کوڈ میں جو نقطے کاغذ پر اُبھار کر حروف بنائے جاتے ہیں ان میں بھی عربی کے بعض حروف کی صوت وشکل

موجود نہیں ہے۔اگران کے علاوہ اشاراتی نقطے بھی متعین شکل میں ابھارے جائیں تب بھی قرآنی حروف کو قواعد تجوید کی رعایت سے پڑھنا مشکل ہے۔اس کے لئے پھر بھی پرانے طریقۂ تعلیم ہی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔لہٰذا نابیناؤں کے لئے بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا ناجائز ہوگا۔اوپر کے جواب میں اس کی تفصیلات آچکی ہیں۔

حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ نے ''گجراتی زبان میں قرآن'' کے سلسلے میں سوال کے جواب میں جو کچھ لکھا ہے وہی بریل کوڈ پر جاری ہوتا ہے۔مثلاً الٓمٓ میں رسم خط عثمانی کے مطابق کل تین حروف ہیں اور گجراتی میں لکھا جائے تو نوحروف ہوجائیں گے (غالبًا انگلش حروف میں یہی ہوگا) عربی میں ح اور ہ ،ق اور ک ،ہمزہ اورع ،ت اور ط ،اور س،ص،ث اسی طرح ذ،ض،ز،ظ میں فرق ہے۔گجراتی میں نہیں۔(دوسری زبانوں کا بھی یہی حال ہے)اگر علامتیں مقرر کی جائیں پھر بھی ناقص ہیں،جس میں تحریر اور رسم خط کی تحریف کے ساتھ ساتھ ادائیگی میں نمایاں فرق ظاہر ہوگا۔جس سے بیسویوں غلطیاں اور غلط تلفظ سے حروف میں تبدیلی آنے کی وجہ سے مطلب بھی بدل جائے گا۔اورقرآن کو غلط پڑھنا حرام ہے(فتاویٰ رحیمیہ ص۹۹،۱۰۰ج۱،مطبوعہ راندیر بحوالہ اتقان،درمختار،شامی،فتاوی ابن تیمیہ،شرح جزری،ملاعلی قاری وغیرہ)۔

اور جب بریل کوڈ میں تیارشدہ قرآن اصل قرآن نہیں ہوگا تو اس کا چھونا بھی جائز ہوگا اور قرآن مجید کی طرح اس کے مخصوص آداب واحکام بھی نہیں ہوں گے۔

موبائل پر قرآن مجید:

موبائل میں قرآن پاک کولوڈ کرنا جائز ہے۔اوراس کو سفر حضر میں ساتھ رکھنا بھی درست ہے۔قرآن مجید کی اصل عبارت تو موبائل کے میموری کارڈ میں محفوظ ہے جو موبائل کے ڈھانچہ سے الگ کیا جاسکتا ہے۔لہٰذا موبائل کا ڈھانچہ غلاف کے درجہ میں ہے جس کو بے وضو چھونے کی گنجائش ہے،اور موبائل اون کرنے سے اسکرین پر میموری کارڈ میں فیڈ تحریر کا عکس (فوکس) دکھائی دیتا ہے جو اون کرنے پر ظاہر ہوجاتا ہے۔اور اوف کرنے پر غائب ہوجاتا ہے اور جب چاہے اسے ڈی لیٹ یعنی بالکل محو کیا جاسکتا ہے۔اس کو قرآن مکتوب نہیں کہا جائے گا۔لہٰذا اس کا بے وضو چھونا بھی جائز ہوگا۔البتہ جب موبائل کے اسکرین پر قرآن کی عبارت کا عکس موجود ہو تو احتیاطاً اس کو بے وضو نہیں چھونا چاہئے۔

''قال العلامة الحلبی رحمةالله علیه.وذکرفی الجامع الصغیرالمنسوب إلی قاضی خان: لابأس للجنب أن یکتب القرآن والصحیفة أواللوح علی الأرض أوالوسادة عند أبی یوسف رحمة الله علیه. خلافا لمحمدرحمه الله تعالیٰ لانه لیس فیه مس القرآن، ولذاقیل: المکروه مس المکتوب لامواضع البیاض.ذکرهٗ الإمام التمرتاشی رحمه الله تعالیٰ، وینبغی أن یفصل، فإن کان لایمس

الصحیفه بأن وضع علیهابینهاوبین یدہٖ یؤخذبقول أبی یوسفؒ؛ لأنه لم یمس المکتوب ولاالکتاب والافبقول محمدؒفقدمس الکتاب۔وقال القدوریؒ:یجوزقال فی الفتح؛ وهوأقیس؛ لأنه ماس بالقلم وهوواسطة منفصل فکان کثوب منفصل إلاأن یمسه بیده" (رسائل ابن عابدین ۱/ ۱۱۳، احسن الفتاویٰ ۸/ ۲۶)۔

(علامہ حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جامع صغیر میں قاضی خاں کی طرف منسوب کر کے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جنبی کے لئے کوئی حرج نہیں کہ وہ قرآن یا مقدس کتاب کو لکھے یا زمین کی تختی یا تکیے پر قرآن وصحیفہ لکھے۔امام ابو یوسفؒ کے نزدیک (یہ جائز ہے) لیکن محمدؒ اس کے خلاف ہیں۔امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس طرح کتابت کرنے سے قرآن کو چھونا لازم نہیں آتا۔اسی لئے کہا گیا ہے مکروہ "مکتوب" کو چھونا ہے نہ کہ کتاب کی سفید جگہ کو۔امام تمرتاشی نے دونوں اماموں کے دو قول کو جمع کرتے ہوئے کہا کہ دونوں اقوال میں فرق رکھا جائے کہ اگر لکھنے والا براہ راست صحیفہ یا قرآن کو مس نہیں کر رہا بلکہ صحیفہ اور لکھنے والے کے ہاتھ کے درمیان کسی چیز (مثلاً قلم) کا واسطہ ہے تو امام ابو یوسفؒ کا قولِ جواز اختیار کیا جائے گا۔ اور اگر وہ براہ راست یعنی خود کاغذ کو ہاتھ میں لے کر لکھ رہا ہے تو امام محمدؒ کے قول عدم جواز کو لیا جائے گا۔اس لئے کہ اگرچہ وہ لکھنے والا "مکتوب"، لکھی ہوئی چیز کو نہیں چھور ہا ہے مگر کتاب کو تو چھور ہا ہے)۔

امام قدوریؒ نے لکھنے کو جائز قرار دیا ہے۔اور محقق ابن الھمام نے فتح القدیر میں فرمایا کہ قدوری کی بات سب سے زیادہ قرین قیاس ہے۔اس لئے کہ لکھنے والا کتاب کو قلم سے چھور ہا ہے جو کتاب اور لکھنے والے کے درمیان واسطہ منفصلہ ہے۔جیسے ثوب منفصل یا غلاف۔لیکن اگر وہ خود اپنے ہاتھ سے چھوئے گا تو جائز نہیں ہوگا۔

اس تحریر سے ظاہر ہوا کہ قرآن فیڈ کئے ہوئے موبائل کو بلا وضو چھونا جائز ہے، کیونکہ یہ مس ثوب منفصل کی طرح ہے جس میں اصل مکتوب کو چھونا لازم نہیں آتا۔جبکہ ناجائز "مکتوب" کو چھونا ہے نہ کہ موبائل کے ڈھانچے کو جو ثوب منفصل کے ہم معنی ہے۔پھر بھی پڑھتے وقت چونکہ اسکرین کو ہاتھ سے گھمانا پڑتا ہے جہاں عکس قرآن مکتوب کی شکل میں دکھائی دیتا ہے بایں معنی بے وضو چھونے سے بچنا ہی احتیاط کا تقاضا ہے۔

☆☆☆

قرآنِ کریم کی کتابت وطباعت اور چھونے سے متعلق بعض مسائل

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی☆

قرآن کریم فصیح عربی زبان میں ''ھدیً للعٰلمین ''بنا کر نازل کیا گیا؛لیکن دنیا کے بہت سارے ممالک میں یہ زبان بولی اور سمجھی نہیں جاتی، جبکہ ''ھدیً للعٰلمین'' کا تقاضہ ہے کہ اس کے معانی ومفاہیم،اس کے احکام وہدایات، اس کے قصص وامثال سے امتِ دعوت اور امت اجابت دونوں واقف ہوں،اس کا حل صرف یہ تھا کہ قرآن کریم کے تراجم مختلف زبانوں میں کیے جائیں، اوران کی اشاعت بڑے پیمانے پر ہو،لیکن خدشہ یہ تھا کہ تراجم کی وجہ سے اصل الفاظ قرآنی کی طرف سے غفلت نہ ہوجائے، اور معانی کی تفہیم وترسیل میں کمی وبیشی کی وجہ سے اصل معنی ومفہوم میں تبدیلی نہ پیدا ہوجائے، کیونکہ تبدیل وتحریف کا دروازہ اسی سے کھلتا ہے، یہ وہ احساسات تھے جن کی وجہ سے ایک زمانہ تک فقہاء متردد رہے کہ ترجمہ کیا جائے یا نہیں،تردد کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ قرآن کریم کے ترجمہ میں اس کے الفاظ کا اعجاز اوراس کے اعلیٰ اشارات کا منتقل کرنا ممکن نہیں ہے،مولانا عبد الماجد دریابادی نے لکھا ہے کہ واقعہ ہے کہ ہم ''الکتاب'' کے ''ال'' تک کے ترجمہ پر کلی طور پر قادر نہیں ہیں۔

بعد کے دنوں میں ترجمہ کی ضرورت کا احساس شدید ہونے لگا اور یک گونہ اطمینان بھی رہا کہ قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ رب العزت نے خود لی ہے،اس لیے ترجمہ سے اس کے الفاظ کی طرف سے بے اعتنائی نہیں ہوگی، نیز حفاظ کرام جن کا مشغلہ ہر دور میں الفاظ قرآنی کو سینے میں محفوظ کرنا رہا ہے،سبب کے درجہ میں حفاظت قرآن کے لیے موجود ہیں۔

ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فارسی زبان میں اوران کے نامور صاحب زادگان حضرت شاہ عبدالقادر اور حضرت شاہ رفیع الدین رحمہم اللہ نے اردو زبان میں ترجمہ کرکے اس بحث کا دروازہ بند کر دیا، اور ہندوستان کی حد تک مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمے نے رواج پالیا،البتہ ان تراجم کی اشاعت اصل الفاظ قرآن اور متن کلام الٰہی

☆ نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ وناظم وفاق المدارس الاسلامیہ بہار۔

کے ساتھ ہوتا رہا، اور دھیرے دھیرے علماء کا اس پر اتفاق ہوتا چلا گیا، علامہ ابن ہمام نے ''الکافی'' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

''**فإن كتب القرآن وتفسير كل حرف وترجمته جاز** ''(فتح القدیر ۱/ ۲۹۱)۔

(اگر قرآن کریم لکھے اور ہر حرف کی تفسیر و ترجمہ بھی لکھے تو جائز ہے)۔

شیخ الاسلام مصطفیٰ صبری نے بھی ''**مسئلة ترجمة القرآن الكريم**'' میں صاحب کافی کی اس مشروط اجازت کا ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

''**وصاحب الكافي أجازها بشرط أن يكتب القرآن ويكتب تحته تفسير كل حرف (٢٦)**''

صاحب کافی نے اس شرط کے ساتھ اس کی اجازت دی ہے کہ قرآن کریم لکھے اور اس کے تحت ہر حرف کی تفسیر لکھے۔

بغیر عربی متن کے صرف ترجمہ قرآن کی اشاعت:

لیکن موجودہ دور میں بغیر متن قرآن کے خالی ترجمہ و تفسیر کی اشاعت کا رجحان بڑھا ہے، اس رجحان کے پیچھے غیر مسلموں کو قرآن کریم دینے کی شکل میں احترام قرآن کی بقا اور طباعت کے مصارف میں کمی کار فرما ہے، آخر الذکر، یعنی طباعت کے مصارف میں کمی کا معاملہ تو قابل اعتنا نہیں ہے، جہاں تک احترام قرآن کا تعلق ہے اس کا مطالبہ غیر مسلموں سے ہے ہی نہیں، کیونکہ سارے احکام ایمان کے بعد ہی ان کی طرف متوجہ ہوں گے، دینے والا احترام کو اپنے اوپر ملحوظ رکھ کر دے گا اور ظاہر ہے جس کو قرآن کریم مع ترجمہ کے دینا چاہ رہا ہوگا اس کے بارے میں یہ یقین ضرور ہوگا کہ وہ بادی النظر میں قرآن کریم کی اہانت نہیں، جیسا کہ معمولاً دیکھا جا تا رہا ہے، اہانت موہوم ہے۔ اور الفاظ قرآن کے فیوض و برکات اور اعجاز یقینی ہیں۔ خود حضور اکرم ﷺ نے غیر مسلم بادشاہوں کو جو خطوط لکھے اس میں ''**والسلام على من اتبع الهدىٰ**''، قرآنی آیت موجود ہے، حضرت عمرؓ کو ان کی بہن نے بھی قرآن کریم کفر کی حالت میں پیش کر دیا تھا، یہ اور اس قسم کے واقعات یہ بتاتے ہیں کہ قرآن کریم اصل عربی میں کافروں کو دیا جا سکتا ہے اور صرف اہانت کے خدشہ کی وجہ سے انہیں اس سے محروم نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اس لئے بغیر متن کے قرآن کریم کی اشاعت درست نہیں ہے۔ شیخ الاسلام مصطفیٰ صبری نے ''مسئلہ ترجمۃ القرآن'' میں بالاجماع بغیر متن قرآن کے ترجمہ کی اشاعت کو سخت ممنوع قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''**أما كتابة المصحف بالفارسية عند فقهاء مذهب الإمام على ما نقل عنهم فهي ممنوعة بالإجماع أشد المنع إن كان مستقلا فمجردا عن النص العربي (٢٦)**''

فقہاء مذہب امام سے قرآن کریم کے فارسی میں لکھنے کے بارے میں جو منقول ہے وہ بالا جماع سخت ممنوع ہونے کا ہے اگر وہ مستقل ہو اور عربی متن سے خالی ہو۔

جو لوگ بغیر عربی متن کے قرآن کریم کی اشاعت کو درست قرار دیتے ہیں، ان کا استدلال بخاری شریف کی اس حدیث سے ہے جس میں قرآن کریم کیساتھ دشمن ملک کی طرف سفر کو اہانت قرآن کے خوف سے ممنوع قرار دیا گیا ہے (صحیح بخاری ۱/ ۴۲۰ حدیث: ۲۹۹۰) اور اسی کو بنیاد بنا کر حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری'' میں کافروں کے ہاتھ قرآن کریم کی بیع کو ممنوع قرار دینے پر استدلال کیا ہے، یقیناً یہ مسئلہ درست ہے، کیونکہ دشمن سے احترامِ قرآن کریم کی توقع نہیں کی جاسکتی، لیکن قرآن کریم اس دور میں جن لوگوں کو دیا جاتا ہے وہ نسبتاً مسلمان اور قرآن کریم کے سلسلے میں نرم گوشہ رکھتے ہیں، نیز کم از کم اسلام کو سمجھنے کے خواہش مند ہوتے ہیں، ایسے لوگوں سے قرآن کریم کی اہانت کی امید رکھنا دعوتی نقطہ نظر سے بھی صحیح نہیں ہے، ترجمہ کے ساتھ اصل الفاظ قرآن کا دیکھنا بھی ان کے دل کے دروازے کھولنے کا سبب بن سکتا ہے، اس لیے بغیر قرآن کریم کے صرف ترجمہ کی اشاعت درست نہیں معلوم ہوتی اور ایسے ترجمہ قرآن کے خریدنے، تقسیم کرنے اور ہدیہ کرنے سے احتراز لازم ہے۔ اس کے باوجود اگر قرآن کریم کا صرف ترجمہ مطبوع ہو تو احناف کے یہاں مسلمانوں کے لیے اس کا بغیر وضو چھونا مکروہ ہے، عالمگیری میں ہے۔

''ولو كان القرآن مكتوبا بالفارسية يكره لهم مسه عند أبى حنيفة، وكذا عندهما على الصحيح (۱/ ۲۰)''

(اگر قرآن کریم کا ترجمہ فارسی میں لکھا ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کا چھونا مکروہ ہے، صاحبینؒ کا بھی صحیح قول یہی ہے)۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کریم کی کتابت:

ترجمہ وتفسیر کے ساتھ قرآن کریم کی طباعت تو ہو رہی ہے؛ لیکن متن قرآن کو، ان لوگوں کے لیے جو عربی رسم الخط سے واقف نہیں ہیں، دوسری زبانوں میں لکھا جائے؛ بایں طور کہ الفاظ تو عربی ہی کے رہیں، صرف رسم الخط ہندی، انگریزی وغیرہ کر دیا جائے تا کہ غیر عربی داں حضرات کے لیے اصل متن قرآن پڑھنے میں سہولت ہو، میری ناقص رائے یہ ہے کہ ایسا کرنا درست نہیں ہوگا، کیونکہ حضرت عثمان غنیؓ نے جس رسم الخط میں قرآن کریم کی کتابت کرائی اور جو آج رسم عثمانی سے معروف ومشہور ہے، اس رسم الخط میں قرآن کریم کے لکھنے پر صحابہ کرامؓ کا اجماع منقول ہے، اور اسی وجہ سے ائمہ اربعہ نے قرآن کریم کو رسم عثمانی کے علاوہ لکھنے کو ممنوع قرار دیا ہے، چنانچہ ''شرح السنۃ'' میں علامہ بغویؒ نے لکھا ہے:

"فأمر عثمان بنسخه فی المصاحف وجمع القوم علیه وأمر بتحریق ما سواه قطعا لمواد الخلاف فکان ما یخالف الخط المتفق علیه فی حکم المنسوخ والمرفوع فلیس لأحد أن یعدو فی اللفظ إلیٰ ما هو خارج من رسم الکتابة "(شرح السنۃ ۵۱۱/۴)۔

(حضرت عثمانؓ نے مصاحف میں قرآن کریم کے نقل کا حکم دیا اور امت کو اس پر متفق کر دیا، اس نسخے کے علاوہ کو اختلاف کے خاتمہ کے لیے جلانے کا حکم دیا، چنانچہ جو اس متفق علیہ خط سے الگ تھا وہ منسوخ ہو گیا، اور اٹھا لیا گیا، اس لیے کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ لکھنے میں ایسا طریقہ اختیار کرے جو اس رسم الخط کے علاوہ ہو)۔

''مناہل العرفان'' میں محیط برہانی کے حوالہ سے امام ابوحنیفہؒ کا مذہب نقل کیا ہے کہ مناسب ہے کہ قرآن کریم کو رسم عثمانی کے علاوہ نہ لکھا جائے۔

"أنه ینبغی أن لا یکتب المصحف بغیر الرسم العثمانی " (۲۶۲/۱)۔

امام احمد بن حنبلؒ نے خط عثمانی کی مخالفت کو حرام قرار دیا ہے:

"قال الإمام أحمد : ویحرم مخالفة خط عثمان فی واو او الف أو غیر ذالک "(الاتقان ۴۲۷/۱ النوع السادس والسبعون)۔

امام احمد نے فرمایا: خط عثمانی کی مخالفت حرام ہے واو الف وغیرہ (تک) میں یہی رائے امام شافعیؒ کی ہے کہ کسی قسم کی تبدیلی قرآن کریم کے عثمانی رسم الخط میں نہیں کی جا سکتی، مثلاً ربوٰ کا لفظ قرآن کریم میں واو اور الف کے ساتھ ہے تو اسے یا اور الف کے ساتھ نہیں لکھا جائے گا بلکہ واو اور الف کے ساتھ ہی لکھا جائے گا، کیونکہ مصحف عثمانی میں ایسا ہی لکھا ہے اور مصحف عثمانی کی اتباع کی جاتی رہی ہے، ''المنہج'' میں ہے:

"کلمة الربوا تکتب بالواو والالف کما جاء فی الرسم العثمانی ولا تکتب فی القرآن بالباء أو الالف فتکتب الواو أولا فی الیاء والألف بعدها، وهذه طریقة الصحف العثمانی ۔ لأن رسمه سنة متبعة "(حاشیۃ الجمل علی المنہج ۳۹۲/۵)۔

کلمہ ربوا کو واو اور الف کے ساتھ لکھا جائے گا جیسا کہ رسم عثمانی میں ہے، یا اور الف کے ساتھ نہیں لکھا جائے گا، با واو کے بعد پہلے واو پھر الف لکھا جائے گا، مصحف عثمانی کا یہی طریقہ ہے اور اس کے رسم الخط کے طریقہ کی اتباع کی جاتی رہی ہے۔

علامہ سیوطی نے ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں اشہب کے حوالہ سے امام مالکؒ سے اس سوال کا جواب نقل کیا ہے

کہ کیا قرآن کریم کو آج کل کے مروجہ رسم الخط میں لکھ سکتے ہیں تو فرمایا:

"لا، إلاعلى الكتبة الأولىٰ ، رواه الداني في المقنع ثم قال : ولا مخالف له من علماء الأمة "

(۱/ ۴۶۷۲ النوع السادس والسبعون)۔

نہیں، پہلے سے رائج طریقہ پر لکھنا ضروری ہے، دانی نے مقنع میں روایت کیا، پھر فرمایا: علماء امت میں کسی کا اس مسئلے میں اختلاف نہیں ہے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں صراحت کی ہے کہ جو کوئی مصحف شریف کی کتابت کرے اس کے لیے لازم ہے کہ وہ اس طریقہ پر کتابت کرے جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے لکھا، اس میں تغیر وتبدل نہ کرے، اس لیے کہ وہ زیادہ علم، سچے دل وزبان والے اور زیادہ امین تھے، ہمیں انکی کمی کے پورا کرنے کا وہم وگمان بھی نہیں ہونا چاہیے (۱/ ۴۱۲)۔

اگر دوسری زبانوں کے رسم الخط میں قرآن کریم لکھا جائے گا تو جمہور کے مذہب کی مخالفت لازم آئے گی؛ کیونکہ مصحف عثمانی کے رسم الخط کے بارے میں توقیفی اور سماعی ہونے پر اجماع ہے، نیز ایسا کرنا امت کے تعامل کے بھی خلاف ہے واقعہ یہ ہے کہ عربی کے بہت سارے حروف کا بدل دوسری زبانوں میں موجود نہیں ہے، اور اس کمی کی وجہ سے قرآن کریم کے عربی رسم الخط کو دوسری زبانوں میں منتقل نہیں کیا جا سکتا، اور منتقل کرنے کی کوئی بھی کوشش تغیر وتبدل کا دروازہ کھول دے گی، مخارج الفاظ، مدات، غنہ، اخفا، وقف، الفاظ کی صفات کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہ جائے گی، مخارج کی عدم رعایت سے معنوی تحریف کا اندیشہ اور امکان ہی نہیں یقین ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے جواہر الفقہ میں حافظ ابن حجرؒ کا فتویٰ نقل کیا ہے اور اس خیال کو کہ دیگر رسم الخط میں مصحف کے لکھنے کی وجہ سے عجمیوں کے لئے تعلیم میں سہولت ہوگی، بالکلیہ رد کر دیا ہے اور ان مصلحتوں کی وجہ سے رسم عثمانی کے خلاف کتابت قرآن کو ناقابل التفات قرار دیا ہے۔

"وزعم أن كتابته بالعجمية فيها سهولة للتعليم، كذب مخالف للواقع والمشاهدة فلا يلتفت لذالك على أنه لو سلم صدقه لم يكن مبيحا لإخراج ألفاظ القرآن لو كتب عليه وأجمع عليه السلف والخلف " (ج۱/ ۸۳)۔

(اور عجمی زبانوں میں کتابت کی وجہ سے تعلیم میں سہولت کا خیال غلط اور خلاف واقعہ اور مشاہدہ ہے، اس لیے اس کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیے اگر اس کی صداقت کو تسلیم کر لیا جائے تو بھی الفاظ قرآن کے اس طرز تحریر سے الگ ہونے

کی وجہ سے جس پر سلف وخلف کا اجماع ہے، یہ جائز نہیں ہوگا)۔

اس لیے احقر کے نزدیک یہ کام مفاسد سے بھرا ہوا ہے اور مصالح جن کا ذکر کیا جاتا ہے، ناقابل التفات ہیں اور اصول یہ ہے کہ مفاسد کا ازالہ مصالح کے حصول کی بہ نسبت مقدم ہوتا ہے، فقہ کا مشہور قاعدہ ہے کہ "**درء المفاسد أولیٰ من جلب المصالح**"(الاشباہ) اور جن حضرات نے متن عربی کے نیچے تابع بنا کر دوسرے رسم الخط میں مشروط لکھنے کی اجازت دی ہے وہ ایسی شرطوں پر مشتمل ہے جن کا وقوع متحقق نہیں ہے، اس لیے خلاصہ اس کا بھی یہی ہے کہ متن قرآن کو غیر عربی رسم الخط میں لکھنا جائز نہیں ہے۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت وطباعت:

بریل کوڈ میں لکھے گئے قرآن کریم بھی رسم عثمانی کے خلاف ہیں، اور درج بالا اصول وضوابط کے مطابق اس کی بھی اجازت نہیں ہونی چاہیے، لیکن یہاں نابیناؤں کے لیے شدید ضرورت ہے، اس کے بغیر ان کے لئے قرآن کریم کی تلاوت کی کوئی شکل نہیں ہے، اس کے علاوہ بریل کوڈ میں عربی کے حروف تہجی، اعراب، حرکات وسکنات کے لیے ایسی علامتیں مقرر ہیں، کہ اس کو پڑھنے والا عثمانی رسم الخط میں لکھے قرآن کریم کی طرح ہی مخارج کے ساتھ حروف کی ادائیگی، مدلازم، عارض، وقف لازم عارض اور تجوید کے دوسرے اصول کی رعایت کے ساتھ تلاوت کرسکتا ہے، اس لیے بربل کوڈ میں قرآن کریم کی کتابت وطباعت درست ہے، البتہ ترجمہ قرآن کی طرح اس کے ساتھ بھی اصل الفاظ قرآنی اوپر لکھے جائیں اور پھر بریل کوڈ میں اسے درج کیا جائے، تو یہ شکل زیادہ مناسب ہوگی۔

بریل کوڈ میں لکھا ہوا قرآن کریم، خواہ متن عربی کے ساتھ ہو یا صرف بریل کوڈ میں، بہرصورت اس کو چھونے کے لیے وضو کا ہونا ضروری ہوگا اور اس کا حکم اصل قرآن کریم کا ہوگا، "الموسوعۃ الفقہیہ" میں صراحت ہے کہ:

"**المصحف إن كتب على لفظه العربى بحرف غير عربية فهو مصحف وله أحكام المصحف**"(۱۰/۳۸)۔

قرآن کریم کے الفاظ کو اگر غیر عربی حرف کے ذریعہ لکھا جائے تو بھی وہ مصحف کہلائے گا اور اس پر مصحف کے احکام لاگو ہوں گے۔

موبائل پر قرآن کریم کی آیات کا بلا وضو چھونا:

ان دنوں موبائل، لیپ ٹوپ وغیرہ کا استعمال قرآن کریم کی تلاوت اور سننے کے لیے بھی کیا جاتا ہے، سنتے وقت

اگر صرف آواز آ رہی ہو، اسکرین پر قرآن کریم کی عربی میں آیات موجود نہ ہوتو اس کا چھونا، سننا، واٹس اپ پر ڈالنا صرف آواز کولوڈ کرنا بلا وضو جائز ہے اور اس کا حکم بکس میں بند قرآن کریم جیسا ہے، لیکن قرآن کریم پڑھنے کے لئے آیات قرآنی مکتوب شکل میں موبائل کے اسکرین پر موجود ہوتو اس کا بلا وضو چھونا جائز نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس صورت میں موبائل کا اسکرین ورق قرآن کریم کے قائم مقام ہوگا، اور قرآنی اوراق کا بلا وضو چھونا اللہ تعالیٰ کے قول'' **لا یمسه الا المطهرون**'' (سورۃ واقعہ:۷۹) کے بموجب درست نہیں ہے، کیونکہ اس مسئلے میں داؤد ظاہری کے علاوہ کسی کا اختلاف منقول نہیں ہے کہ قرآن کریم کے چھونے کے لیے حدث اصغر اور حدث اکبر سے پاک ہونا ضروری ہے۔

البتہ موبائل کے اوپر ایسا کوور ہو جو موبائل سے الگ ہو اور اوپر سے اسکرین پر نظر آنے والی آیات کا پڑھنا ممکن ہو تو یہ کوور غلاف کے قائم مقام سمجھا جائے گا اور اس کوور کے ساتھ اس کا چھونا بغیر وضو بھی جائز ہوگا، البتہ احوط اور انسب یہی ہے کہ باوضو چھوا جائے، اگر کسی نے ایسے کوور کے ساتھ بلا وضو چھوا اور پڑھا تو اس کی گنجائش ہے۔

''**و کذا المحدث لا یمس المصحف إلا بغلافه**'' (الھدایۃ مع الفتح ۱/۱۷۰)۔

(محدث شخص قرآن کریم کو بغیر غلاف کے نہیں چھو سکتا)۔

اور غلاف بھی ایسا ہونا چاہیے جو چھونے والے اور موبائل کی اسکرین پر موجود قرآن کریم کے علاوہ تیسری چیز ہو، عنایۃ میں ہے۔

''**وغلافه ما کان متجا فیا عنه أی متباعدا بأن یکون شیئا ثالثا بین الماس والممسوس**''(عنایۃ مع الفتح ۱/۱۷۳)۔

(اور اس کا غلاف قرآن کریم سے اس طرح الگ ہو کہ چھونے والے اور چھوئی جانے والی چیز (قرآن کریم) سے الگ تیسری چیز معلوم ہو)۔

☆☆☆

غیر عربی رسم الخط میں قرآن مقدس کی اشاعت

مفتی شبیر احمد قاسمی☆

۱- بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت:

متن کے بغیر دوسری کسی بھی زبان میں قرآن کریم کا خالص ترجمہ شائع کیا جائے، تو ایسی صورت میں اس ترجمہ کو قرآن کریم کے اصل متن کی حیثیت ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی، نہ ہی اسے پڑھنے کو تلاوت قرآن قرار دیا جائیگا اور نہ ہی اسے پڑھنے والوں کو تلاوت قرآن کا ثواب ملے گا، نہ ہی نماز میں قرآۃ کی جگہ اسے پڑھنا جائز ہوگا، ان احکامات کے علاوہ مزید خالص ترجمہ شائع کرنے کی صورت میں پڑھنے والوں کے دل و دماغ میں یہ بات بھی بیٹھ سکتی ہے کہ یہی اصل قرآن مقدس ہے اور پھر اس ترجمہ کو آہستہ آہستہ اصل قرآن کی حیثیت دینے لگیں گے، سوال نامہ میں اس کے جو فوائد بیان کئے گئے ہیں، ان فوائد کے مقابلہ میں نقصان زیادہ ہونے کا خطرہ ہے؛ اسی لئے بغیر متن کے صرف ترجمہ کی اشاعت مصالحہ شرعیہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے؛ لہٰذا متن کے بغیر کسی بھی زبان میں قرآن مقدس کا صرف ترجمہ شائع کرنا ہمارے نزدیک جواز کے دائرے میں نہیں آسکتا اور اسے خرید کر تقسیم کرنا اور ہدیہ کرنا بھی کار ثواب نہیں ہوگا؛ اس لئے کہ اس میں فائدہ کے بجائے نقصان زیادہ ہے اور اس کے عدم جواز کی بات ''حاشیۃ المغنی لابن قدامہ'' کی اس عبارت سے مستفاد ہوتی ہے۔

ملاحظہ فرمایئے:

''وهو إنما نزل باللسان العربي كماهو مصرح به في الآيات المتعددة، وإنما كان تبليغه والدعوة إلى الإسلام والإنذار به كما أنزل الله تعالى، ولم يترجمه النبي ﷺ، ولا أذن بترجمته، ولم يفعل ذلك الصحابة، ولاخلفاء المسلمين، وملوكهم ولو كتب النبي ﷺ كُتبه إلى قيصر و كسرى ومقوقس بلغاتهم لصح التعليل الذي علل به'' (حاشیۃ المغني بیروت ۱/۲۸۹)۔

☆ خادم الحدیث والافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد (یو-پی)۔

۲-متن کے ساتھ ترجمہ قرآن کی اشاعت:

قرآن کریم کی اصل عربی متن کے ساتھ جوڑ کر اس کا ترجمہ دوسری کسی بھی زبان میں کر کے شائع کیا جائے مثلاً اردو، انگریزی، ہندی، فارسی، فرانسیسی، مراٹھی، تامل اور کیرل الغرض کسی بھی زبان میں اصلی متن کے ساتھ جوڑ کر ترجمہ کر کے شائع کیا جائے تو اس کے جواز میں کوئی شک وشبہ اور تردد نہیں بشرطیکہ مترجم قرآن کریم کا ترجمہ دوسری زبان میں صحیح طور پر کرتا ہو، قرآن کے معانی اور مقصد اس ترجمہ میں صاف طور پر واضح ہو اور عربی محاورہ میں آیت قرآنی کے مقصد کے خلاف ترجمہ میں کوئی بات نہ آنے پائے، تو اس طریقے سے قرآن کا ترجمہ متن کے ساتھ جوڑ کر شائع کرنا بلاشبہ جائز ہے، چاہے متن کے نیچے ترجمہ لکھا جائے یا دو کالموں میں کر کے ایک کالم میں قرآن کا متن اور دوسرے کالم میں اس کا ترجمہ ہو دونوں طرح جائز ہے جیسا کہ فقہاء کی درج ذیل عبارات سے جواز کی بات معلوم ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

"ذكر الشيخ الإمام شمس الأئمة السرخسي في شرح الجامع الصغير: وإن كتب القرآن وتفسير كل حرف و ترجمته تحته. روي عن الشيخ الفقيه أبي جعفر: أنه لابأس به في ديارنا" (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني القرأة، زكريا ۲/۷۵، رقم: ۱۷۹۲، المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في الفرائض، المجلس العلمي ۲/۵۲، رقم: ۱۲۱۸)

فتح القدیر اور شامی میں "کافی" کے حوالہ سے اس کو ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

"فإن كتب القرآن و التفسير كل حرف و ترجمته جاز" (شامي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زكريا ۲/۱۸۷، كراچي ۱/۴۸۶، فتح القدير، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زكريا ۱/۲۹۱، كوئٹه ۱/۲۴۸، درالفكر مصري ۱/۲۸۶) -

۳-غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

جو لوگ شروع ہی سے دینی تعلیم سے دور ہیں اور قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کا بھی ان کے اندر احساس پیدا نہیں ہوا اور ماں باپ نے کبھی نہیں سوچا کہ بچوں میں قرآن کریم کی تعلیم دینا اسلامی فریضہ ہے، بعد میں ان بچوں میں شعور آجانے کے بعد احساس پیدا ہوجاتا ہے کہ ہمیں قرآن پڑھنا چاہئے اور قرآن سے لگاؤ ہونا چاہئے، مگر قرآن کے ایک حرف پڑھنے پر بھی قادر نہیں ہوتے ہیں، پھر ان کے دلوں میں یہ داعیہ پیدا ہوجاتا ہے کہ جو زبان ہم نے پڑھ رکھی ہے، اسی زبان کی رسم الخط میں اصل قرآن کی کتابت ہوجانی چاہئے تاکہ ہم بھی اصل قرآن مقدس کی تلاوت کرسکیں اور یہ احساس پیدا نہیں ہوتا کہ اسلامی تعلیم حاصل کرنا ہمارے اوپر لازم ہے، کم سے کم قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کے ہم لائق بن جائیں؛ بلکہ قرآن کریم کو اپنی پڑھی

ہوئی زبان کے تابع بنا کر پڑھنے کی سوچ ان کے اوپر غالب آجاتی ہے؛ چنانچہ اپنی اس سوچ اور فکر کی وجہ سے قرآن کریم کو غیر عربی رسم الخط میں لکھنے کے لئے ایک مشن چلایا جاتا ہے اور چونکہ دینی تعلیم حاصل کرنیوالے علماء اور دینی ذمہ داروں کے مقابلہ میں اس طرح کے لوگ زیادہ پیسے والے ہوتے ہے، اپنے پیسوں کے زور سے ان کا یہ مشن جلدی نمایاں ہوجاتا ہے، جس کے نتیجے میں ان کے مشن سے متعلق علماء کو غور کرنا پڑ جاتا ہے؛ لہٰذا اس سلسلے میں ہر اہل قلم کو غور کرنا ہے، کیا ایسا ممکن ہے کہ قرآن کریم کے ہر حرف کے متبادل دوسری زبان میں بھی حروف ہوں، یہ بڑا مشکل مسئلہ ہے مثلاً ج، ذ، ز، ظ ان کے متبادل حروف انگریزی، ہندی، فارسی، بنگالی، مراٹھی، تامل، فرانسیسی اور کرل زبان میں ہرگز نہیں ہے، اسی طرح ص، س اور ث ان کے متبادل حروف بھی دیگر زبانوں میں نہیں ہے کہ جو ان کا معنی ادا کرسکے، ابھی ہم سعودی عرب سے سفر حج سے واپس آرہے تھے کہ جہاز کے اسکرین پر انگریزی حروف میں ''J'' سے ''Jeddah'' لکھا ہوا آرہا تھا اور پھر ''ڈی'' سے ''Deddah'' لکھا ہوا آرہا تھا صرف جدہ کی ادائے گی میں انگریزی زبان میں تردد ہے کہ ''J'' لکھا جائے یا ''D'' سے لکھیں تو اسی طرح لفظ ''ضلالۃ'' اگر لفظ ''J'' سے لکھیں تو ''جلالۃ'' ہوجائے گا۔ اور اگر ''Z'' سے لکھیں تو ''زلالۃ'' ہو جائیگا۔ معلوم ہوا ''ض'' کے متبادل ان کے یہاں کوئی حرف نہیں، اسی طرح ہندی زبان میں بھی لفظ ''ج، ذ، ز، ض، ظ اور س، ص، ث'' ان تمام حروف کے متبادل نہیں ہے انہیں وجوہات کی بنا پر حضرات علماء کرام نے غیر عربی رسم الخط میں قرآن لکھنے سے منع فرمایا ہے؛ اس لئے ہم بھی غیر عربی رسم الخط میں قرآن کریم کا متن لکھنے کو قطعی طور پر ناجائز سمجھتے ہیں۔

علماء کرام کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

''قال الإمام المحبوبي: أما لو اعتاد قرأة القرآن، أو كتابة المصحف بالفارسية منه يمنع أشد المنع حتى أن واحدا من أهل الهواء، في زمان الشيخ الإمام الجليل أبي بكر محمد بن الفضل كتب فتوى و بعثها إليه أن الصبيان في زماننا يشقّ عليهم التعلم باللغة العربية، هل يجوز لنا أن نعلمهم بالفارسية، قال للمستقتي: ارجع حتى نتامل: ثم استخبر من حاله، فإذا هو كان معروفاً بفساد مذهبه فأعطي لواحدٍ من خدامه سكينا، فقال: أقتله بهذا ومن أخذک به، فقل: إن فلاناً أمرني به ففعل، فجاء الشرطي إليه وقال: ان الأمير يدعوک فذهب الشيخ إليه فقص القصة، وقال: إن هذا كان يريد أن يبطل كتاب الله فخلع له الأمير وجازاه بالخير، ثم وقوله: وكان الشيخ أبو بكر محمد بن الفضل يقول: أما من تعمد ذالک يكون زنديقاً، أو مجنوناً، فالمجنون يداوى الزنديق يقتل'' (الكفاية مع الفتح، كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة، كوئٹه ۱/۲۴۸، ۱/۱/۹۱)۔

اسی سے متعلق شعب الایمان کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

’’من یکتب مصحفاً، فینبغي أن یحافظ علی الهجاء الذي کتبوا به تلک المصاحف ولایخالفهم فیه ولایغیر مما کتبوه شیئاً، فإنهم کانوا أکثر علما وأصدق قلبا، و لسانا، وأعظم أمانة، فلاینبغي أن نظن بأنفسنا استدر کا علیهم‘‘ (شعب الإیمان للبیهقي، دارالکتب العلمیة بیروت ۵۴۸/۲)۔

اس سے متعلق ’’الاتقان‘‘للسیوطی کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

’’وقال الإمام أحمد: ویحرم مخالفة خط مصحف عثمان في واؤ، أو یاء، أو الف، أو غیر ذلک‘‘ (الإتفاق للسیوطي ۱۷۱/۲، ۱۶۰)۔

اسی سے متعلق ’’حاشیة المغني لإبن قدامة‘‘ کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

’’أما عند الأئمة الشافعیة قدمنا عن الإمام الزرکشي احتمال الجواز، وأن الأقرب المنع من کتابة القرآن بالفارسیة کما تحرم قرأته بغیر لسان العربیة‘‘ (المغني، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، باب صفة الصلاة، ۲۸۹/۱)۔

اوراس مسئلہ سے متعلق ’’کفایہ،فتح القدیر‘‘اور’’شامی‘‘ کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

’’وفي الکافي: ان اعتاد القرأة بالفارسیة، أوأراد أن یکتب مصحفاً بها یمنع‘‘ (فتح القدیر، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زکریا ۲۹۱/۱، کوئٹه ۲۴۸/۱، دارالفکر مصري، ۲۸۶/۱، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، اشرفیة ۹۱/۱، کوئٹه ۲۴۸/۱ شامي، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، زکریا ۱۸۷/۲، کراچي ۴۸۶/۱)۔

۴-بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

نابینا مسلمانوں کوقرآن مجید پڑھانے کے لئے اگر بریل کوڈ میں قرآن کریم کی کتابت کردی جائیں اوراس سے نابینا لوگ قرآن کریم کی تلاوت پرقادر ہوجائیں،توایسی صورت میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا؛ کیونکہ اس میں آئندہ چل کرکے کسی قسم کی شرعی خرابی کا اندیشہ نہیں ہے؛ بلکہ نابیناؤں کے علاوہ گونگوں کے لئے بھی قرآن سیکھانے کی کوئی بھی بہترشکل ہوتواس شکل کو اختیار کرنا بھی بلاشبہ جائز ہوگا،بعض روایات سے اس کی جواز کی بات معلوم ہوتی ہے؛ چنانچہ امام بیہقیؒ کی شعب الایمان کی ایک عبارت سے اس کے جواز کی بات مستفادہوتی ہے۔عبارت ملاحظہ فرمایئے:

’’قال الحلیميؒ: ولأن النقطة لیست بمقروة فیتوهم لأجلها ما لیس بقرآن قرآنا، وإنما هي دلالات علی هیئة القرآن، فلا یضر إثباتها لمن یحتاج إلیها ‘‘ (شعب الإیمان، دارالکتب العلمیة بیروت ۵۴۸/۲، رقم:۲۶۷۷)۔

۵-موبائل پر قرآن مجید:

موبائل کی اسکرین پر قرآن کریم کے حروف نمایاں طور پر صاف نظر آتے ہیں اور اس پر آسانی کے ساتھ تلاوت بھی کر سکتے ہیں، اب اس بارے میں دو مسئلے زیر غور ہیں۔

(۱) جس موبائل کی اسکرین پر قرآن کریم آتے ہیں، اس کو بے وضو پکڑنے اور چھونے کا مسئلہ ہے۔

(۲) اور اس کو جیب میں لے کر بیت الخلاء میں داخل ہونے کا مسئلہ ہے۔

پہلا مسئلہ: قرآن کریم جب موبائل کی اسکرین پر نمایاں طور پر ظاہر ہو جائے تو اس کو چھونے اور پکڑنے کے بارے میں موبائل کی دو شکلیں ہمارے سامنے ہیں۔

۱-بے وضوء اسکرین والے موبائل پر قرآن مجید کو پکڑنا:

اس موبائل پر کوئی ایسا غلاف یا کوَر چڑھا ہوا ہو جو موبائل سے بالکل الگ ہو، جب چاہے اس کور کو موبائل سے الگ کیا جا سکتا ہو، تو ایسی صورت مین یہ کور قرآن کریم کے جزودان کے درجے میں ہوگا اور اس کور کے لگے ہوئے ہونے کی حالت میں اس موبائل کی اسکرین پر قرآن کریم نمایاں طور پر صاف ظاہر ہو جائے تو بلا وضوء کور کے اوپر سے اس موبائل کو پکڑنا جائز اور درست ہوگا اور اسے پکڑنے کے لئے باوضو ہونا لازم نہیں، جیسا کہ حسب ذیل عبارات سے واضح ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

”یحرم مسها: أي الآية لقوله تعالیٰ: لایمسه إلا لمطهرون سواء کتب علی قرطاس، أو درهم، أو حائط إلا بغلاف متجاف عن القرآن والحائل کالخریطة في الصحیح، ویکره بالکم تحریماً لتبعیة للابس. وفي الطحطاویة: قوله یکره بالکم تحریماً صححه. في الهدایة، وفي المحیط، وجامع التمرتأشي: لایکره مسه بالکم عند العامة؛ لأن المحرم المس، وذلک بالمباشرة بالید بلاحائل“

(طحطاوي علی المراقي، کاب الطهارة، باب الحیض و النفاس والإستحاضة، دارالکتاب ۱۴۳)۔

اور ”**ملتقي الأبحر**“ میں اس کو ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

”لایجوز لمحدث مس مصحف إلا بغلافه المنفصل لا المتصل في الصحیح۔ وفي در المنتقی: قوله في الصحیح: وعلیه الفتوی، وکره المس بالکم، أو بشئ من الثوب الذي علی الماس؛ لأنه تبع وقیل: لایکره۔ وجعله في المحیط قول الجمهور“(الدر المنتقی علی الملتقی الأبحر، کتاب الطهارة، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/۴۲)۔

اور شامی میں ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

’’**ومسه ولو مكتوباً بالفارسية في الأصح إلا بغلافه المنفصل. وفي الشامية قوله: إلا بغلافه المنفصل: أي كالجراب والخريطة دون المتصل كالجلد المشرز هو الصحيح، وعليه الفتوىٰ؛ لأن الجلد تبع له**‘‘ (شامي، كتاب الطهارة، باب الحيض،زكريا ۱/۴۸۸، كراچي ۱۷۳)۔

۲-اسکرین پر قرآن کے حروف ظاہر ہونے کی حالت میں چھونا:

جس موبائل کی اسکرین پر قرآن کریم کے حروف نمایاں طور پر ہوتے ہوں اور اس کے اوپر کور چڑھا ہوا نہ ہو، تو ایسی صورت میں جب اس موبائل کی اسکرین پر قرآن مقدس کے حروف نمایاں طور پر ظاہر ہو جائیں تو اس وقت اس موبائل کو بغیر وضوء کے چھونا اور پکڑنا جائز نہیں ہوگا اور اس کی دوسری پشت کا حکم ایسا ہی ہوگا، جیسا کہ قرآن کریم کی ایسی جلد ہو جو اس کے جزلاینفک اور متصل ہو اور وہ اس سے الگ نہیں ہوتی ہو، تو جس طرح قرآن کریم کی جلد کے اوپر سے بلاوضوء پکڑنا ممنوع ہے، اسی طرح یہ حکم قرآن کریم کے حروف نمایاں ہونے کی حالت میں موبائل کی دوسری پشت سے پکڑنے کا ہوگا، جیسا کہ حسب ذیل جزئیات سے واضح ہوتا ہے۔ جزئیات ملاحظہ فرمائیے:

’’**ومسه ولو مكتوبا بالفارشية في الأصح إلا بغلافه المنفصل، وكذا يمنع حمله كلوح وورق فيه آية. وفي الشامية قوله: ومسه أي القرآن ولو في لوح، أو درهم، أو حائط؛ لكن لا يمنع إلا من مس المكتوب بخلاف المصحف، فلا يجوز مس الجلد وموضع البياض منه. وقال: بعضهم يجوز، وهذا أقرب إلى القياس، والمنع أقرب إلى التعظيم كما في البحر: أي والصحيح المنع، وقوله: إلا بغلافه المنفصل: أي كالجراب، والخرقة دون المتصل كالجلد المشرز هو الصحيح، وعليه الفتوى؛ لأن الجلد تبع له**‘‘ (شامي، كتاب الطهارة، باب الحيض، زكريا ۱ ۴۸۸، كراچي ۱/۲۹۳)۔

’’ہدایہ مع فتح القدیر‘‘ میں اس کو ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

’’**وليس لهم مس المصحف إلا بغلافه، ولا أخذ درهم فيه سورة من القرآن إلا بصرته، وكذا المحدث لا يمس المصحف إلا بغلافه. لقوله عليه السلام " لايمس القرآن إلا طاهر" ثم الحدث، والجنابة، حلا اليد فيستويان في حكم المس، والجنابة حلت الفم دون الحدث، فيفترقان في حكم القرأة، وغلافه ما يكون متجافياً عنه دون ما هو متصل به الجلد المشرز هو الصحيح. وفي الفتح**

قوله: وغلافه مايكون متجافيا عنه: أي منفصلا وهو الخريطة خلافا لمن قال: هو الجلد، أو الكم؛ لأن الجلد الملصق تابع له حتى يدخل في بيعه بغير شرط، فلمسه حكم مسه والكم تابع للماس، فالمس به كالمس بيده والمراد بقوله: يكره مسه بالكم كراهة التحريم" (فتح القدير، كاب الطهارة، باب الحيض والإستحاضة، زكريا ۱/۱۷۲، کوئٹہ ۱/۱۴۹)۔

اور ''ملتقی الابحر'' میں اس کو ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

"**لايجوز مس مصحف إلا بغلافه المنفصل لا المتصل في الصحيح، وكره المس بالكم ولا مس درهم فيه سورة۔ وفي در المنتقي في الصحيح وعليه الفتویٰ، وكره المس بالكم، أو بشئ من الثوب الذي على الماس؛ لأنه تبع له، وقيل: لايكره و جعله في المحيط قول الجمهور: وتبعه الدرر والتنوير ولا يجوز مس درهم فيه سورة، أي آية إلا بصرته؛ لأنها كالغلاف**" (در المنتقي، كتاب الطهارة، دارالكتب العلمية بيروت ۱/۴۳) ۔

۶- اسکرین والے موبائل کو لے کر بیت الخلاء میں داخل ہونا:

جس موبائل کی اسکرین پر قرآن کریم نظر آتا ہو، اس موبائل کو جیب میں لے کر بیت الخلاء وغیرہ میں داخل ہونا جائز نہیں ہوگا اور اسکرین پر قرآن کریم ظاہر نہ ہونے کی حالت میں اس کو جیب میں محفوظ کر کے بیت الخلاء وغیرہ میں داخل ہونا جائز اور درست ہوگا؛ کیونکہ ایسی صورت میں قرآن کریم کی بے ادبی نہیں ہے اور اسکرین پر ظاہر نہ ہونے کی حالت میں بظاہر ایسا ہے کہ اس موبائل میں قرآن کریم ہے ہی نہیں؛ بلکہ قرآن کریم موبائل پر اس وقت آتا ہے، جب موبائل کھول کر قرآن والے پروگرام کو چالو کیا جائے گا تب قرآن کے حروف اسکرین پر دیکھائی دیتے ہیں؛ لہٰذا اس کا حکم ایسا ہی ہوگا، جیسا کہ آیت لکھی ہوئی سکہ وغیرہ کو جیب میں لے کر داخل ہونا بلا کراہت جائز ہوتا ہے۔

جزئیات ملاحظہ فرمائیے:

"**وفي فتاوى أهو لا بأس بالتسمية على الدراهم أن قصد صاحبه العلامة لا التهاون۔ قال القاضي الإمام على السغدي: وهذه المسئلة نظير الرجل إذا كان له خاتم مكتوب عليه إسم من أسماء الله، فأراد أن يدخل الخلاء والخاتم في إصبعه أنه لايكره**" (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في المسجد والقبلة وغيرها، زكريا۱۸/۶۷، رقم:۲۸۰۵۳)۔

اوراس مسئلہ کو ''مجمع الانہر'' میں ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

جزئیات ملاحظہ فرمائیے:

''وکذا دخول الخلاء وفي أصبعہٖ خاتم فیه شئ من القرآن، أو من أسماء اللّٰہ تعالیٰ لما فیه من ترک التعظیم، وقیل: لایکرہ أن جعل فصه إلی باطن الکف، ولوکان ما فیه شئ من القرآن، أو من أسماء اللّٰہ تعالی في جیبہٖ لابأس به، وکذا لو ملفوفاً في شئ؛لکن التحرز أولی'' (مجمع الأنہر، کتاب الطهارة، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/ ۴۳)۔

اور ''فتح القدیر'' میں اس کو ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔جزئیات ملاحظہ فرمائیے:

''ولوکانت رقیة في غلاف متجاف عنه لم یکرہ دخول الخلاء به والاحتراز عن مثله أفضل الخ'' (فتح القدیر، کتاب الطهارة، باب الحیض والإستحاضة، زکریا ۱/۱۷۳، کوئٹہ ۱/۱۴۹) ۔

☆☆☆

قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت سے متعلق بعض مسائل

مولانا محمد مصطفی عبدالقدوس ندوی ☆

ہمارے اکابر اصحاب افتاء کی رائے درست ہے کہ تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت ممنوع ہے، ایسا اس لئے ہے تا کہ قرآن پڑھنے والوں کا رشتہ قرآن مجید سے قائم رہے، نیز قرآن پڑھنے والا قرآنی عربی الفاظ کے برکات سے محروم نہ رہے، اور اللہ تعالی نے عربی متن قرآن میں جو تاثیر وسحر انگیزی رکھی ہے، اور جو اس میں حلاوت ومٹھاس، ایک خاص قسم کا سرور و کیف، خوش قراءت اور خوش سماع پایا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ ساری باتیں ترجمہ میں نہیں پائی جاتی ہیں۔

نیز تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت سے لوگوں کی توجہ اصل قرآن سے آہستہ آہستہ ہٹنے لگے گی اور قرآن کے عربی الفاظ جس کی تعلیم اسلام کی اساسیات میں سے ہے، مقصود بالذات عبادت ہے، جس کے ضیاع کے اندیشہ کی بناء پر اس کی تعلیم پر اجرت کو ان فقہاء نے بھی جائز قرار دیا ہے، جو طاعت پر اجرت کو اصلاً ناجائز قرار دیتے ہیں۔ پس سد ذریعہ اصول کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن کے عربی متن کو چھوڑ کر تنہا ترجمہ کی اشاعت ناجائز ہو ورنہ ترجمہ کے راستہ سے آہستہ آہستہ ترجمہ سے ترجمہ شروع ہو جائے گا (دیکھئے: لغۃ القرآن الکریم ۵۳۷، مناہل العرفان للزرقانی ۲/ ۹۳، ۱۰۸، ۱۳۳، مباحث فی علوم القرآن از مناع القطان: ۳۲۵، مباحث فی الترجمۃ لمعانی القرآن الکریم از دکتور راشد نسیم ندوی: ۷۹)، اور ترجمہ سے ترجمہ کرنا فساد سے خالی نہیں، کیونکہ اس سے تحریف معنوی کا قوی اندیشہ ہے۔

شریعت اسلامیہ کا ایک اصول یہ ہے کہ جس کا کام کرنا ممنوع ہو تو اس کام کے کرنے کا دوسرے سے مطالبہ کرنا بھی ممنوع ہوتا ہے، "**ماحرم فعله حرم طلبه**" (الاشباہ ۱۵۵)، جیسے شراب کا پینا حرام ہے تو دوسروں سے شراب پینے کا مطالبہ کرنا یا دوسروں کو شراب پلانا بھی حرام ہوگا، اسی بناء پر فقہاء نے لکھا ہے کہ قبلہ رخ ہو کر پیشاب و پاخانہ کرنا خلاف ادب ہے، بچے کو قبلہ رخ کر کے پیشاب و پاخانہ کرنا بھی خلاف ادب ہوگا، پس اس فقہی قاعدہ کی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ جب بغیر

☆ استاذ جامعۃ الصالحات، کڑپہ، آندھرا پردیش۔

عربی متن کے تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت ممنوع قرار پائی تو اسے دوسروں سے بیچنا، ہدیہ کرنا اور مفت تقسیم کرنا بھی ممنوع و ناجائز قرار پائے گا۔

جو عمل کسی بھی وجہ سے شرعاً ممنوع ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ معصیت ہے، اس کام کو نہیں کرنا چاہئے، اور تنہا ترجمہ کلام پاک کی اشاعت ممنوع ہے، اس لئے اس کی اشاعت میں شرکت، کسی طرح معاونت، اسے خرید و فروخت کرنا، تقسیم کرنا اور دوسروں کو ہدیہ دینا معصیت پر مدد کرنا لازم آئے گا، اور معصیت پر مدد کی ممانعت نص قرآنی سے ثابت ہے، "**ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان**" (مائدہ:۲) (گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مددمت کرو)۔

بے وضو تنہا ترجمہ قرآن مجید چھونے کا حکم:

اگر تنہا ترجمہ قرآن مجید کی اشاعت عمل میں آ گئی، تو آیا اسے بلا وضو چھونے کی شرعاً گنجائش ہوگی یا نہیں؟ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ ترجمہ قرآن مجید قرآن کے حکم میں نہیں ہے، جب قرآن کے حکم میں نہیں تو اسے بے وضو چھونا بھی جائز نہیں، البتہ مستحب و مستحسن ہوگا کہ وضو کر کے اسے چھوا جائے، اس لئے کہ عام دینی کتب اور تفسیر کی کتابوں کو چھونے کے لئے فقہاء نے وضو کو مستحب قرار دیا ہے۔

غیر عربی رسم الخط میں متن قرآن کی کتابت:

غیر عربی رسم الخط میں متن قرآن کی کتابت و اشاعت کا حکم بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رسم عثمانی کے بارے میں گفتگو کی جائے، اس سلسلہ میں بنیادی بات یہ ہے کہ آیا رسم عثمانی توقیفی ہے یا نہیں، اس سلسلہ میں علماء کے تین اقوال ہیں:

پہلا قول: رسم عثمانی توقیفی ہے:

رسم عثمانی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے منقول چلا آ رہا ہے، یہ بھی اللہ تعالی کی طرف سے ہے، جسے اصطلاح میں توقیفی کہا جاتا ہے، اس میں کسی انسان کے اجتہاد و قیاس کا ذرہ برابر دخل نہیں ہے، جیسے جیسے اور جب بھی قرآن نازل ہوتا تھا، آپ ﷺ کاتبین وحی صحابہ کرامؓ کو قلم بند کرنے کا حکم فرماتے، اور وہ ضبط تحریر فرما لیتے، پھر وہ آپ ﷺ کے سامنے پڑھ کر سناتے اور آپ ﷺ اس کی تائید فرماتے، اس کے بعد صحابہ کرامؓ اسے زبانی بھی یاد کر لیتے، اس طرح سینہ بہ سینہ اور سفینہ در سفینہ پھیل جاتا اور صحابہؓ کے درمیان مشہور و معروف ہو جاتا، اس لئے رسم عثمانی کی مخالفت حرام و ناجائز ہوگی، رسم عثمانی کو چھوڑ کر کسی اور رسم الخط میں قرآن کو لکھنا درست نہیں ہوگا، یہی جمہور علماء متقدمین و متاخرین کا مذہب ہے، بہت سے علماء

نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، علامہ زرقانی نے اس پر صحابہؓ کا اجماع نقل کیا ہے اس کے بعد عہد تابعین اور ائمہ مجتہدین کے دور میں امت کا اجماع نقل کیا ہے (مناہل العرفان ۱/ ۳۱۰)۔

دوسرا قول رسم عثمانی توقیفی نہیں ہے:

ہر زمانہ میں مروجہ رسم الخط میں قرآن کا لکھا جانا اور طبع کرانا درست ہے، کیونکہ رسم عثمانی توقیفی نہیں ہے، اس لئے اس کی مخالفت کی جاسکتی ہے، تا کہ لوگوں کو قرآن پڑھنے اور سمجھنے میں آسانی ہو، یہ قول بہت سے علماء سلف وخلف کا ہے، جن میں علامہ ابوبکر باقلانیؒ اور علامہ ابن خلدونؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں (ملاحظہ ہو: تاریخ ابن خلدون ۱/ ۷۵۲، مناہل العرفان للزرقانی ۱/ ۳۱۰)۔

تیسرا قول: بین بین:

عوام کے لئے مروجہ رسم الخط میں قرآن مجید کی کتابت وطباعت درست ہے، خواص کے لئے نہیں، تا کہ رسم عثمانی کی حفاظت ہو سکے، یہ قول علامہ عزالدین عبدالسلام اور شیخ بدرالدین زرکشی کا ہے (البرہان فی علوم القرآن للزرکشی ۱/ ۳۷۹)۔

پہلے قول کی دلیلیں:

جمہور علماء نے رسم عثمانی کے توقیفی ہونے پر نقلی اور عقلی دونوں طرح کے دلائل سے استدلال کیا ہے، اور وہ یہ ہیں؛

۱- حدیث شریف: حضرت زید بن ثابتؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس وحی لکھتا تھا، آپ ﷺ وحی املاء کرانے کے بعد فرماتے: پڑھ کر سناؤ، میں جو کچھ لکھا ہوتا، پڑھ کر اسے سناتا، اگر کہیں چھوٹ جاتا تو آپ ﷺ درست فرمادیتے، اس کے بعد میں اس کو لے کر لوگوں کے پاس آتا (امام ہیثمیؒ نے امام طبرانیؒ کے حوالہ سے دوسندوں سے روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا: "رجال أحدهما ثقات" (مجمع الزوائد ۸/ ۲۵۷)۔

حضرت عثمان بن عفانؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ جب آیات نازل ہوتیں تو کاتبین وحی میں موجود بعض صحابہؓ کو بلاتے اور ان سے ارشاد فرماتے: "اس آیت کو فلاں سورہ میں اس جگہ لکھو، جہاں ایسا ایسا ذکر ہے اور جب آپ ﷺ پر ایک دو آیتیں نازل ہوتیں تب بھی ایسا ہی فرماتے (ابوداؤد، صلاۃ، باب من جہر بہا ۷۸۶، ترمذی، تفسیر، سورہ توبہ ۳۰۸۶، امام ترمذی کا بیان ہے یہ حدیث حسن اور صحیح ہے)۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ قرآنی آیات کی حفاظت وصیانت کا بڑا اہتمام فرماتے تھے، خود بھی ان آیات کو حفظ فرمالیتے جو آپ ﷺ پر نازل ہوتیں، اس کے بعد صحابہ کرامؓ کو سکھاتے اور ان کو حفظ اور مذاکرہ کا حکم فرماتے تھے، کاتبین وحی سے لکھوانے کے بعد دوبارہ پڑھوا کر سنتے اور غلطیوں کی تصحیح کے بعد تصدیق فرماتے، اس کے بعد دوسرے

صحابہؓ کے پاس لے جانیکی اجازت ہوگی، اس طرح وہ ان کے درمیان عام ہوجاتیں۔

علماء بلکہ پوری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ پورا قرآن نبی کریم ﷺ کے سامنے لکھا گیا، آپ ﷺ کی نگرانی میں قلم بند ہوا اور جس رسم الخط میں لکھا گیا اس پر تمام صحابہ کرامؓ کے اتفاق کے ساتھ آپ ﷺ نے تصدیق وتوثیق فرمائی، معلوم ہونا چاہئے کہ حدیث کی قسموں میں سے ایک قسم حدیث تقریری بھی ہے، اور حدیث تقریر محدثین اور فقہاء اصولیین کے نزدیک حجت ہے، اگر قرآن کی کتاب میں کسی طرح کی غلطی ہوتی تو آپ ﷺ ہرگز اس کی تصدیق وتوثیق نہیں فرماتے، اس لئے کہ یہ شان نبوت کے خلاف ہوتا اور اللہ تعالی کے صریح قول کے مغائر عمل ہوتا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون**" (حجر ۹)، اور آپ ﷺ کی ذات بابرکت سے ایسا دور دور تک خیال بھی نہیں کیا جاسکتا۔

۲-عمل صحابہؓ: حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب خلافت کی باگ ڈور کو سنبھالا تو جمع قرآن کا حکم دیا اور کاتبوں کو اسی طریقہ پر لکھنے کا حکم دیا، جس طریقہ پر عہد رسالت میں لکھا گیا تھا، تیسرے خلیفہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے دور خلافت میں جب قراءت میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہونے لگا، تو آپؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مرتب شدہ صحیفہ کے کئے نسخے تیار کرنے کا حکم دیا (مناہل العرفان ۱/۳۱۰)۔

۳-اجماع: پھر حضرت عثمان بن عفانؓ نے ان نسخوں کو مختلف اہم اسلامی شہروں میں روانہ کردیا، اس وقت بارہ ہزار صحابہ کرامؓ موجود تھے، سبھوں نے بخوشی اس نسخہ کو قبول کیا، کسی ایک نے بھی اختلاف نہیں کیا، ان کے بعد تابعین، ائمہ مجتہدین اور ائمہ قراء نے اپنے اپنے زمانے اور شہروں میں صحابہ کرامؓ کی اتباع کیں اور کسی نے اختلاف نہیں کیا، اسی وجہ سے قاضی عیاض، ابوعمرو دانی اور شیخ محمد بن علی حداد مصری وغیرہ نے رسم عثمانی کے اتباع کے وجوب پر حضرات صحابہؓ کا اتفاق اور امت مسلمہ کا اجماع نقل کیا ہے، اور اجماع حجت شرعی ہے (الشفاء ۲/۳۰۵، سمیر الطالبین للشیخ الضباع/۱۹، خلاصۃ النصوص الجلیۃ للشیخ محمد بن علی الحداد/۲۵، مناہل العرفان ۱/۳۱۱، ۲/۱۰۸، المجلد السابع من مجلۃ الأزہر ص ۱۰۸)۔

۴-قیاس: املاء کے اصول وقواعد تغیر زمانہ کے ساتھ تغیر پذیر ہوتے ہیں اور ملک وشہر کے اعتبار سے کچھ نہ کچھ جداگانہ ہوتے ہیں، اس لئے اگر قرآن رسم قیاسی کے مطابق لکھا جاتا اور اس کے رسم کو ہر زمانہ کے مروجہ اصول املاء کے تابع کیا جاتا تو قرآنی نسخوں میں زبردست اختلاف ہوجاتا، جس کے نتیجہ میں قرآنی الفاظ وکلمات میں جوہری تبدیلی واقع کرنے کی راہ دشمنوں کے لئے ہموار ہوجاتی، اور آئندہ دشمنان اسلام کی طرف سے قرآن تصحیف وتحریف اور کتر بیونت سے محفوظ نہیں رہ پاتا، اور اسلام کے بنیادی اصولوں میں ایک سد الذرائع ہے، یعنی جو شئی کسی فساد کا ذریعہ بنے وہ شرعا ممنوع ہوتی ہے، لہذا ہر وہ عمل جو قرآن کے تقدس اور بقاء رسم عثمانی کے خلاف ہو وہ ناجائز وحرام ہوگا (تاریخ المصحف الشریف للشیخ

القاضی/۸۶)۔

۵-رسم عثمانی کی خصوصیات وامتیازات: رسم عثمانی کی بعض ایسی خصوصیات وامتیازات ہیں جو دیگر رسم املائی میں نہیں پائی جاتیں، جن کا تقاضا یہ ہے کہ رسم عثمانی عربی رسم الخط کے علاوہ کسی اور زبان میں قرآن کی کتابت عمل میں نہ آئے، کیونکہ ان خصوصیات کی رعایت دوسری زبانوں میں نہیں ہوسکتی۔

رسم عثمانی کی بابت تجاویز:

۱-مجمع البحوث الاسلامیہ ازہر کی تجاویز:

۱-قرآن کی قراءتیں اجتہادی وقیاسی نہیں ہیں، بلکہ توقیفی ہیں، ان کا انحصار متواتر روایات پر ہے۔

۲-کانفرنس اپیل کرتی ہے کہ مسلمان قرآن شریف کی رسم عثمانی پر بھروسہ واعتماد کریں، تاکہ قرآن مجید تحریف سے محفوظ رہ سکے (مجمع البحوث الاسلامیہ، تاریخہ وتطورہ/ ۴۲۵-۴۲۶، ۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳ء)۔

۲-ہیئۃ کبار العلماء مملکت سعودی عرب کی تجویز:

ہیئۃ کبار العماء مملکت سعودی عرب کی قرارداد یہ ہے کہ مصحف کی رسم الخط رسم عثمانی کے مطابق باری رہے، اس میں تغیر وتبدل جائز نہیں، کہ جدید رائج املائی رسم الخط کے قواعد کے موافق ہوجائے، ایسا اس لئے تاکہ اللہ کی کتاب تحریف سے محفوظ رہ سکے اور صحابہ وائمہ سلف کی سنت کی پیروی ہوجائے۔

۳-رابطہ اسلامی کے ماتحت قائم اسلامک فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کی تجاویز:

۱-یہ ثابت ہے کہ عثمانی رسم الخط میں قرآن کریم کی کتابت حضرت عثمانؓ کے عہد میں انجام پائی، انہوں نے کاتبین کو حکم دیا کہ قرآن کریم کی کتابت ایک مقررہ رسم الخط میں کریں، صحابہ کرام نے ان سے اتفاق کیا اور تابعین بھی اسی راہ پر گامزن رہے اور آج تک ہر دور کے لوگوں نے اس کی پابندی کی، نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’تم پر میری سنت اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی ضروری ہے‘‘، لہذا حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور تمام صحابہ کرامؓ کی پیروی اور ان کے اجماع پر عمل کرتے ہوئے قرآن کریم کو اسی رسم الخط میں تحریر کرنا متعین ہوجاتا ہے۔

۲-عثمانی رسم الخط کو چھوڑ کر موجودہ رائج املائی رسم الخط کو پڑھنے کی آسانی کی غرض سے اختیار کرنا دراصل پھر دوسری تبدیلی کو دعوت دینا ہے، کیونکہ یہ املائی رسم الخط ایک نوع کی اصطلاح ہے جو آئندہ کسی دوسری اصطلاح میں بدل سکتی

ہے اوران تبدیلیوں کے نتیجہ میں قرآن کے بعض حروف میں کمی وزیادتی اور تبدیلی کی صورت میں قرآن کے اندر تحریف کا باعث بن جائے گی اور گذرتے ایام کے ساتھ قرآن کے مختلف نسخوں میں فرق واقع ہوجائے گا اور اسلام دشمنوں کو قرآن کریم پر انگشت نمائی کا موقع مل جائے گا، اسلام نے شر کے ذرائع اور فتنہ کے اسباب کا سد باب کیا ہے اوران پر بندش لگائی ہے۔

۳-قرآن کریم کی کتابت میں اگر عثمانی رسم الخط کی پابندی نہ کی جائے تو اللہ کی کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ جائے گی کہ جب جب کسی انسان کو کوئی نیا خیال سمجھ میں آئے گا تو اسے بروئے کار لے آئے گا، کوئی اسے لاطینی زبان میں اور کوئی کسی اور زبان میں تحریر کرنے کی تجویز پیش کرے گا جو ایک خطرناک عمل ہے اور ''مفاسد کا ازالہ مصالح کے حصول سے زیادہ اہم ہے''۔

اجلاس میں اس موضوع پر غور وخوض کے بعد بالاتفاق فیصلہ کیا گیا کہ ''ھیئۃ کبار العلماء سعودی عرب'' کی اس قرار داد کی تائید کی جائے کہ قرآن کے عثمانی رسم الخط میں تبدیلی جائز نہیں ہے اور موجودہ رسم الخط ہی میں اسے باقی رکھنا واجب ہے تاکہ ایک دائمی دلیل وحجت اس بات کی ہو کہ قرآن کے متن میں کسی قسم کی تحریف یا تبدیلی نہیں ہوئی ہے، اس کی پابندی ہی میں صحابہ کرام اور ائمہ سلف ؒ کی پیروی واتباع بھی ہے (مجلۃ المجمع الفقہی الإسلامی، العدد الرابع، السنۃ الثانیۃ ص ۴۸۵-۴۸۶، ۱۴۱۰ھ)۔

ان مذکورہ بالا تفصیلات وتجاویز کے بعد اصل سوال کے جواب کی طرف آتے ہیں کہ کیا غیر عربی رسم الخط (رسم عثمانی) میں قرآن کی کتابت درست ہے؟

اس سوال کا جواب واضح ہے، اور وہ یہ کہ گذشتہ تحریر سے ثابت ہوگیا کہ عثمانی رسم الخط میں قرآن کی کتابت توقیفی ہے، قیاسی واجتہادی نہیں، اس لئے عربی رسم الخط کو چھوڑ کر دوسری زبانوں میں جیسے: انگریزی، ہندی، فرنچ، لاطینی، تلگو اور تامل وغیرہ میں قرآن کے عربی متن کی کتابت کی شرعا کوئی گنجائش نہیں، بلکہ یہ ناجائز وحرام عمل ہوگا، خواہ حروف وکلمات کی تقدیم وتاخیر یا تقلیل وتکثیر یا بعض حروف وکلمات کو بدلنے کی نوبت آئے یا نہ آئے، کیونکہ عثمانی رسم الخط جو کہ توقیفی ہے، کی مخالفت لازم آئے گی، مزید برآں قرآنی کلمات وحروف میں تغیر وتبدل لازم آنا ناگزیر ہے، اور یہ قرآن میں ایک گونہ تحریف ہے، اور تحریف بالاجماع حرام ہے (المجلد السابع من مجلۃ الأزہر ص ۴۵، مناہل العرفان للزرقانی ۲/ ۱۰۸)۔

اور یہ چونکہ اللہ تعالی کے ارشاد کے خلاف بھی لازم آتا ہے: ''**انا نحن نزلنا الذکر وإنا له لحافظون**'' (حجر: ۹) (رہا یہ نصیحت نامہ، تو اس کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں)، ''**لایأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید**'' (فصلت: ۴۲) (یہ ایک زبردست کتاب ہے، باطل نہ سامنے سے اس

پر آ سکتا ہے، نہ پیچھے سے، یہ ایک حکیم وحمید کی نازل کردہ چیز ہے)۔

اسی وجہ سے عربی رسم الخط (رسم عثمانی) کے علاوہ کسی دوسری زبان کے رسم الخط میں قرآن کی کتابت کو چاروں اماموں میں سے کسی نے جائز قرار نہیں دیا (الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ۲/۱۷۱)۔

یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ بعض زبانوں میں قرآن کے بعض حروف (ذ،ز،ظ،ض) کے بدل حروف موجود نہیں ہیں، انگریزی، ہندی، تامل اور گجراتی وغیرہ زبانوں میں یہ حروف صرف ایک ہی طریقہ سے ادا کئے جاتے ہیں، حالانکہ ان حروف کے درمیان بڑا فرق ہے، ان کے باہم اختلاف سے معانی ومفاہیم میں بڑا فرق پیدا ہوجاتا ہے، لہذا جب یہ حروف ایک طریقہ پر ادا کئے جائیں گے تو لازما قرآن میں لفظی اور معنوی تحریف لازم آئے گی، اور قرآن میں تحریف حرام ہے۔

نیز انگریزی زبان کے حرکات حروف کی شکل میں لکھے جاتے ہیں، ایسی صورت میں قرآن کے حروف میں اضافہ کرنا لازم آئے گا اور یہ زیادتی قطعا حرام ہے، اس لئے کہ اس سے بھی قرآن میں تحریف واقع ہوگا۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی اشاعت:

غیر عربی زبانوں میں جب قرآن کی کتابت ناجائز وحرام ہے تو اس کی طباعت اور اشاعت بھی حرام ہوگی، فقہی قاعدہ ہے: "**ماحرم فعله حرم طلبه**" (الأشباہ مع الحموی ۱/۳۹۲) خواہ عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں متن قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم الخط میں کیوں نہ قرآن لکھا گیا ہو، اور دونوں ایک ساتھ شائع کیا گیا ہو اس طور پر کہ قرآن کا متن ایک جانب عربی میں ہو دوسری طرف دوسری زبانوں میں ہو، یا اوپر نیچے ہو، یا تحت اللفظ، یعنی عربی عبارت کے نیچے دوسری زبانوں میں قرآن کا متن لکھا ہو، یا غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن کی اشاعت عمل میں آئی ہو، کیونکہ مزید اس کی اشاعت ناجائز عمل کو عام کرنا اور گناہ پر تعاون ہے، لہذا راست ایسا کرنے والا اور اس پر کسی طرح کی مدد کرنے والا دونوں گنہگار ہوں گے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**ولاتعاونوا علی الإثم والعدوان**" (مائدہ:۲) (گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو)۔

پس قرآن کا ترجمہ وتفسیر کسی بھی زبان میں کیا جائے، جائز ہے، البتہ عربی رسم الخط رسم عثمانی ہی میں قرآن کا متن لکھا جائے گا، نہ کہ ترجمہ والی زبان میں۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

حقیقت تو یہی ہے کہ جب بریل کوڈ عربی رسم الخط رسم عثمانی نہیں ہے، تو اس میں قرآن کی کتابت ناجائز وحرام ہو،

کیونکہ رسم عثمانی کی مخالفت پائی جارہی ہے، جوکہ جمہور علماء کا قول ہے اور دلائل کے اعتبار سے راجح بھی ہے، لیکن چونکہ قرآن جس طرح بینا لوگوں کے لئے ہے اسی طرح اندھوں کے لئے بھی ہے، اب جبکہ اندھوں کے لئے راست قرآن کا پڑھنا ممکن ہوگیا تو خیال ہوتا ہے کہ قرآن کی کتابت کے بارے میں علماء کے اختلاف سے فائدہ اٹھاتے ہوئے علامہ عزالدین بن عبدالسلام اور شیخ بدرالدین زرکشی کے قول ''رسم عثمانی میں قرآن کی کتابت خواص کے لئے لازم اور مروجہ رسم الخط میں عوام کے لئے قرآن کی کتابت کا جواز'' پر کہا جاسکتا ہے کہ نابیناؤں کے لئے بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست ہو، نیز جمہور علماء کے قول ''رسم عثمانی توقیفی ہے اس کی مخالفت ناجائز وحرام ہے'' پر از راہ ضرورت ومجبوری اندھوں کے لئے بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنے کی گنجائش ہونی چاہئے، فقہ اسلامی کا مشہور قاعدہ ہے: ''**الحاجة تنزل منزلة الضرورة، عامة كانت أو خاصة**'' (الأشباہ والنظائر لابن نجیم ۱/ ۹۳)۔

بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کا حکم:

بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کو جمہور علماء کے مذہب کے مطابق اصل قرآن کا درجہ نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن عربی رسم الخط رسم عثمانی میں نہیں ہے، البتہ تیسرے قول علامہ عزالدین بن عبدالسلام اور علامہ بدرالدین زرکشی کا ہے، کے مطابق اصل قرآن کا درجہ حاصل ہوگا، کیونکہ ان کے نزدیک مروجہ رسم الخط میں قرآن کی کتابت درست ہے، اور چونکہ پڑھے جاتے وقت قراءت حفصی کے مطابق ہی تلاوت کی آواز آتی ہے، اس لئے بر بناء احتیاط بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن اصل قرآن درجہ وحکم میں ہوگا، پس بر بناء احتیاط اسے چھونے کے لئے طہارت ووضو ضروری ہوگا۔

بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنے کی بابت آداب واحکام:

۱- بریل کوڈ کے کاغذ پاک ہوں، اور جس شئ سے نقطوں کی شکل میں قرآن کے حروف ابھارے جائیں وہ بھی پاک وصاف ہو۔

۲- بریل کوڈ میں قرآن کی کتابت کرنے والا جنابت سے پاک ہو اور باوضو ہوکر کتابت کرے۔

موبائل پر قرآن مجید:

اگر صرف موبائل سے تلاوت کی آواز آئے اس کی اسکرین پر قرآن ظاہر نہ ہو تو ایسے موبائل کو ہاتھ لگانے کے لئے وضو کرنا ضروری نہیں ہوگا۔

ہاں اگر موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید ہو تو جس وقت اسکرین پر قرآنی آیات ظاہر ہوتی ہوں تو اس اسکرین کا بلا

وضو چھونا درست نہیں ہوگا، البتہ اسکرین کے علاوہ موبائل کے دوسرے حصے کو چھونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ قرآنی آیات کے مقابلہ میں موبائل کے دوسرے حصے زیادہ ہیں، جیسا کہ فقہاء نے ان تفسیری کتابوں کو چھونے کو جائز قرار دیا ہے، جن کے اکثر حصے تفسیر کے ہوں، "**وقد جوز أصحابنا مس کتب التفسیر للمحدث ولم یفصلوا بین کون الأکثر تفسیرا أو قرآنا، ولو قیل به اعتبار للغالب لکان حسنا**" (الأشباہ والنظائر لابن نجیم ۱/۱۱۲)۔

اور اگر اسکرین کا حصہ موبائل کے دوسرے حصے کے مقابلہ بڑا ہو تو پورے موبائل کو بلا وضو چھونا درست نہیں ہوگا، اس لئے کہ دوسرے حصہ کم ہونے کی وجہ سے اسکرین کے تابع ہو جائیں گے، لہذا اس کا حکم بھی ہی ہوگا جو اسکرین کا ہوگا، یعنی آیات کے ظہور کے وقت پورا موبائل قرآن کے حکم میں ہوگا، فقہ اسلامی کا مشہور قاعدہ ہے، "**التابع تابع**" (حوالہ سابق ۱/۱۲۰)۔

☆☆☆

غیر عربی زبان میں متن قرآن کی کتابت

مولانا سید قمر الدین محمود بروڈوی☆

۱- اللہ تعالی نے حضور ﷺ پر وحی کے ذریعہ قرآن نازل فرمایا اور اسے تمام انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنایا، حضور ﷺ نے قرآن کی آیات کو محفوظ فرمالیا اور صحابہ کرامؓ کے سینوں تک اسے منتقل فرمایا۔

حضور اکرم ﷺ پر جو وحی نازل ہوئی وہ دو قسم کی تھی ایک تو قرآن کریم کی آیات جن کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تعالی کی طرف سے تھے اور جو قرآن میں ہمیشہ کے لئے اس طرح محفوظ کر دیئے گئے کہ ان کا ایک نقطہ یا شوشہ بھی نہ بدلا جا سکا ہے اور نہ آئندہ کبھی تبدیل کیا جا سکتا ہے، اسی وحی کو علماء کرام کی اصلاح میں وحی متلو کہا جاتا ہے، یعنی وہ وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔

دوسری قسم اس وحی کی ہے جو قرآن کریم کا جز نہیں ہے، لیکن اس کے ذریعہ آپ کو بہت سے احکام عطا فرمائے گئے ہیں اس وحی کو وحی غیر متلو کہتے ہیں، یعنی وہ وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی، عموما وحی متلو، یعنی قرآن کریم میں اسلام کے اصولی عقائد اور بنیادی تعلیمات کی تشریح پر اکتفاء کیا گیا ہے، ان تعلیمات کی تفصیل اور جزوی مسائل زیادہ تر وحی غیر متلو کے ذریعہ عطا فرمائے گئے ہیں، و یہ وحی غیر متلو صحیح احادیث کی شکل میں محفوظ ہے۔

اس دوسری قسم میں تو عموما یہ ہوا ہے کہ صرف مضامین اللہ کی طرف سے ہوتے تھے اور انہیں تعبیر کرنے کے لئے الفاظ کا انتخاب حضرت جبرئیل علیہ السلام یا حضور ﷺ فرماتے تھے، لیکن قرآن کریم کا معاملہ یہ نہیں وہ لفظا و معنی پورا کا پورا اللہ کا کلام ہے جس طرح اس کے مضامین اللہ تعالی کی جانب سے ہیں اسی طرح اس کے الفاظ بھی من و عن اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہوئے ہیں اور ان کے انتخاب یا ترکیب وانشاء میں نہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا کوئی دخل ہے نہ حضور اکرم ﷺ کا قرآن شریف کی بہت سی آیات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ اس کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تعالی کی طرف سے نازل

☆ ناظم اعلی اصلاح المسلمین، بڑودہ، گجرات۔

ہوئے ہیں اس کے چند دلائل درج ذیل ہیں:

۱-قرآن کریم نے جابجا اپنی ایک صفت عربی بیان فرمائی ہے، یعنی یہ کہ اسے عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے اب ظاہر ہے کہ اگر قرآن کا صرف مفہوم بذریعہ وحی نازل ہوا ہوتا تو "إنا أنزلناه قرآنا عربیا" (سورۂ یوسف:۲) کے کوئی معنی ہی نہ تھے، کیونکہ عربیت الفاظ کی صفت ہے معانی کی نہیں۔

۲-قرآن کریم میں کئی جگہ حضور ﷺ کے تین فرائض منصبی بیان فرمائے گئے ہیں: "**یتلو علیهم آیاته ویعلمهم الکتب والحکمة ویزکیهم**" (سورۂ جمعہ:۲) اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے ذمہ وفرائض الگ الگ تھے ایک آیات کتاب اللہ کی صرف تلاوت اور دوسرے ان کی تعلیم، ظاہر ہے کہ تلاوت الفاظ کی ہوتی ہے معنی کی نہیں، لہذا آپ کے سب سے پہلے فریضہ منصبی کا تعلق صرف الفاظ قرآنی سے ہے، معانی سے نہیں۔

۳-قرآن کریم جابجا اپنے لئے "الکتاب" کا لفظ استعمال کرتا ہے، اور لفظ کتاب کا اطلاق صرف ذہنی مضامین پر نہیں ہوتا، بلکہ جب ان مضامین کو الفاظ کا جامہ پہنایا جاتا ہے تب اسے کتاب کہتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں منزل من اللہ ہیں۔

۴-سورہ قیامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آتے تھے تو حضور اکرم ﷺ اسے یاد کرنے کے لئے جلدی جلدی الفاظ دہراتے تھے، اس پر باری تعالی نے حکم دیا کہ "**لا تحرک به لسانک لتعجل به إن علینا جمعه وقرآنه، فاذا قرء ناه فاتبع قرآنه ثم ان علیه بیانه**" (سورۂ قیامہ:۱۶-۱۹)۔

یہ آیت صراحۃ دلالت کررہی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جو الفاظ لے کر آتے تھے وہ اللہ جل شانہ کا کلام ہوتا تھا اسی لئے اسکے الفاظ یاد کرنے اس کی تلاوت کرنے کا طریقہ سکھانے اور اس کے معانی کی تشریح کرنے کے یہ تینوں کام اللہ تعالی نے اپنے ذمہ لئے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ قرآن کریم کے تو الفاظ اور معنی دونوں بالاتفاق بذریعہ وحی نازل ہوئے ہیں اور قرآن لفظ اور معنی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کی کتابت کس طرح کی جائے گی تو ظاہر ہے کہ قرآن کی زبان اصلی عربی ہے، لہذا قرآن کی کتابت عربی زبان میں ہی کرنے کا حکم دیا جائے گا، عربی زبان کے علاوہ دوسری کسی بھی زبان میں قرآن کی کتابت جائز نہ ہوگی، اور چونکہ اس پر اجماع ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جس طرح قرآن کی کتابت کرائی اس کے خلاف کتابت جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کتابت میں "**انزل القرآن علی سبعة احرف**" کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔

اور قرآن کو غیر عربی زبان کسی اور زبان میں کتابت کرنے کرانے میں ''انزل القرآن علی سبعة احرف'' کی رعایت ختم ہوجاتی ہے، اسی طرح اگر عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں قرآن کی کتابت کی جائے تو قرآن کا صحیح تلفظ دشوار بلکہ ناممکن سا ہوگا، کیونکہ حضرت عثمانؓ نے جس مصحف کی کتابت کرائی وہ رسم الخط تواتر اور اجماع سے ثابت ہے، اور اعجازی ہے اور اس سے رسم مصحف عثمان کی خلاف ورزی ہوگی جو جائز نہیں ہے، نیز کسی بھی دوسری زبان میں قرآن کو لکھا جائے گا تو عربی کے جو الفاظ وحروف ہیں ان کی ادائیگی اور تلفظ مشکل ہے، جیسے عربی میں س، ص، اور ث میں فرق ہے، دوسری کسی زبان میں یہ نہیں ہے، اسی طرح عربی میں ت اور ط میں فرق ہے، نیز ذ، ز اور ظ میں فرق ہے جو کسی دوسری زبان میں اس طرح نہیں ہے وغیرہ وغیرہ، اسی طرح غیر عربی میں کتابت قرآن کی صورت میں حروف کی کمی بیشی بھی لازم آئے گی، مثلا: الم، میں تین حروف ہیں، دوسری زبان میں لکھا جائے گا تو حروف زیادہ ہوجائیں گے، اس طرح قرآن کے حروف میں کمی بیشی ہوجائے گی۔

غیر عربی زبان میں سیکھا ہوا قرآن اگر نماز میں پڑھے گا تو حروف کی تبدیلی کی وجہ سے اگر معانی میں فساد ہوگیا یا معنی بدل گئے تو نماز بھی فاسد ہوجائے گی، اور ثواب کے بجائے عقاب اور رحمت کے بجائے لعنت کا حقدار ہوجائیگا۔

قرآن مجید خالص عربی اور نہایت فصیح و بلیغ عربی زبان میں نازل ہوا ہے، لہذا اس زبان کے اصول اس کے خصائص وامتیازات اور اس کی ادائیگی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ورتل القرآن ترتیلا'' (سورۂ مزمل) (قرآن کو ترتیل سے پڑھو)، ترتیل کی تفسیر حضرت علیؓ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ حروف کو تجوید، یعنی ان کے مخارج اور صفات سے ادا کرنا، نیز وقف اور اس کے اصول جان کر ان پر عمل کرنا۔

عربی کتابت والے قرآن میں بھی جب تک ماہر استاذ سے نہ پڑھے اور سیکھے تب بھی صحیح طور پر ادائیگی نہیں ہوسکتی، تو غیر عربی رسم الخط میں تو قرآن کو صحیح طور پر پڑھ لینا ناممکن ہے۔

اب رہا یہ عذر کہ جو لوگ عربی نہیں جانتے اور عربی رسم الخط میں نہیں پڑھ سکتے تو وہ قرآن کی تلاوت کیسے کریں گے تو یہ عذر عذر لنگ ہے، قرآن مجید کو صحیح طور پر سیکھنا فرض ہے، کیونکہ قرآن کی تلاوت نماز میں مشروع ہے، اس لئے بھی قرآن کا سیکھنا فرض ہے اور قرآن کی تلاوت کا غیر نماز میں بھی حکم ہے اور اس پر بیشمار اجر وثواب کا وعدہ ہے، لہذا ایسے عذر لنگ کی صورت میں غیر عربی رسم الخط میں قرآن پڑھنے کی اجازت نہ ہوگی، کیا دنیا میں دوسری زبانیں ہندی، انگریزی اردو وغیرہ نہیں سیکھی جاتیں اور جو محنت ان پر کی جاتی ہے کیا ایسی محنت عربی رسم الخط والے قرآن کو سیکھنے کے لئے نہیں کی جاسکتی؟ اصل میں یہ جہالت اور دین سے بے اعتنائی کی کا نتیجہ ہے۔

اب رہا کہ عربی رسم الخط والا قرآن بھی لکھا جائے اور اس کے ساتھ دوسری زبان میں بھی قرآن لکھا جائے اور دونوں کو یکجا شائع کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو کہا جائے گا کہ یہ بھی ممنوع ہے کیونکہ اس میں رسم مصحف عثمانی کی مخالفت ہے اور جب عربی زبان کے ساتھ دوسری زبان میں لکھا ہوا اس کے سامنے ہوگا تو وہ عربی والے قرآن کو سیکھنے کی محنت بھی نہ کرے گا اور غیر عربی زبان والے قرآن سے ہی وہ تلاوت کرے گا اور اسمیں جو وجوہ اوپر لکھی گئی ہیں ان کی وجہ سے ایسا کرنا جائز نہ ہوگا۔

قرآن مجید کا صرف ترجمہ شائع کرنا کسی بھی زبان میں بغیر عربی الفاظ اور رسم الخط کے جائز نہیں ہے، ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ ممنوع ہے، علامہ حسن شرنبلالیؒ نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، جس کا نام ہے: "**النفحة القدسية فی أحكام قراء ة القرآن وكتابته بالفارسية**"، اس میں ائمہ اربعہ سے اسکی مخالفت نقل کی گئی ہے، نیز اس میں صاحب ہدایہ کی "کتاب التجنیز والمزید" سے منقول ہے: "**ويمنع من كتابة القرآن بالفارسية بالإجماع**" (ماخوذ از خیر الفتاوی ۱/ ۲۱۴)۔

بغیر عربی متن کے تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت درست نہیں ہے، اور اس کے لئے یہ وجہ جواز تلاش کرنا کہ صرف ترجمہ کی طباعت واشاعت میں مصارف کم آتے ہیں، اور متن عربی کے ساتھ طباعت میں اخراجات بڑھ جاتے ہیں یہ عذر نامعقول ہے، انسان اپنی دنیوی حاجات کے لئے کتنا خرچ کرتا ہے، اور پھر دنیوی حاجات وضروریات کی اشیاء کی قیمتوں میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے اور اسے بھی وہ برداشت کرتا ہے، بلکہ بہت سی غیر ضروری اشیاء خرید کر اپنی خواہش نفس کو پورا کرنے میں اور اپنے مال کو بڑھانے میں اسے ذرا بھی جھجھک اور تنگی محسوس نہیں ہوتی صرف دین کے معاملہ میں ہی اسے تنگی محسوس ہوتی ہے اور عربی متن والے مع ترجمہ قرآن اور صرف ترجمہ والے قرآن کے ہدیہ میں اتنا تفاوت بھی نہیں ہو، تا کہ وہ اس کو برداشت نہ کر سکے درحقیقت یہ دین کے احکام کی عدم اہمیت اور دین سے بیزاری وبے اعتنائی کی بات ہے۔

اور قرآن کا تنہا ترجمہ جو کتابی شکل میں چھاپا گیا وہ درحقیقت قرآن نہیں اسے قرآن کے نام سے موسوم کرنا جائز نہیں کیونکہ قرآن کریم عربی زبان کے ساتھ مختص ہے، علامہ شامیؒ ایک مقام پر کہتے ہیں کہ:

"**لأن المامور به قراء ة القرآن وهو اسم للمنزل باللفظ العربی المنظوم هذا النظم الخاص المكتوب فی المصاحف المنقول الينا نقلا متواترا والعجمی إنما يسمى قرآنا مجازا، ولذا يصح نفی اسم القرآن عنه فلقوة دليل قولهما رجع إليه**" (رد المحتار ۱/ ۲۸۴)۔

"مراقی الفلاح" میں ہے: "**لان القرآن اسم للنظم والمعنى جميعا**"۔

''بحرالرائق''میں ہے:''لأن المفہوم من القرآن باللام إنما ہو العربی فی عرف الشرع وہو المطلوب من قولہ تعالی:'' فاقرء وماتیسر من القرآن''(۱/۳۰۷)۔

''نہرالفائق''میں ہے:''کما فی الشامیۃ: لکن فی النہر حیث قال: عندی بینہما(ای القراء ۃ الشاذۃ والقراء ۃ الفارسیۃ)فرق، وذلک أن الفارسی لیس قرآنا أصلا لانصوافہ فی عرب الشرع إلی العربی''(۱/۴۸۵)۔

۵-مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں: کہ قرآن نام اس کلام خاص اور عبارت خاص کا ہے جو مکتوب فی المصاحف ہے اور عربی زبان میں ہے:''قال اللہ تعالی:انا انزلناہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون''(سورۂ یوسف:۲) پس جو نظم عربی نہیں وہ قرآن نہیں قرآن نام نظم عربی کا ہے ترجمہ کو قرآن نہیں کہا جاتا، مجازا (فتاوی دارالعلوم ۲/۲۳۲)۔

ان تمام عبارات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ قرآن کا صرف ترجمہ حقیقتا قرآن نہیں اب تمام امت کا اسی پر اتفاق ہے، امام صاحبؒ سے بھی رجوع ثابت ہے:''لو قرأبالفارسیۃ حالۃ العجز عن العربیۃ، فإنہ یصح، وہذا بالاتفاق، قید بالعجز؛ لأنہ لو کان قادرا فإنہ لا یصح اتفاقا علی الصحیح وکان أبوحنیفۃ أو لا یقول بالصحۃ نظر إلی عدم أخذ العربیۃ فی مفہوم القرآن، ولذا قال تعالی: ولو جعلناہ قرآنا أعجمیا فإنہ یستلزم تسمیتہ قرآنا أیضا، لو کان أعجمیا ثم رجع عن ہذا القول وواقفہما فی عدم الجواز وہو الحق؛ لأن المفہوم من القرآن باللام إنما ہو العربی فی عرف الشرع وہو المطلوب من قولہ تعالی: ''فاقرأوا ما تیسر من القرآن''(البحرالرائق ۱/۳۰۷)۔

عربی متن قرآن کے علاوہ صرف ترجمہ کی اشاعت کے عدم جواز کے متعدد اسباب ووجوہ ہیں مثلاً:

۱-معانی قرآن کی طرح اس کے الفاظ کی بھی حفاظت فرض وواجب ہے، اور موجودہ زمانہ میں طبائع دین متین سے بے التفاتی اور سہل انگاری کا شکار ہیں اگر اس قسم کے صرف تراجم شائع ہوگئے تو الفاظ قرآن کی اہمیت قلوب سے قطعا ختم ہوجائے گی، بالآخر یہ نتیجہ سامنے آئے گا کہ العیاذ باللہ تلاوت قرآن کریم کی طرف سے بے اعتنائی ہوجائے گی، لہذا ایسے تراجم محضہ شائع کرنا ممنوع ہے۔

۲-اجازت کی صورت میں نہ معلوم کن کن لوگوں کے تراجم شائع ہوں گے، اور ان میں وہ کیا کیا گل کھلائیں گے، افہام وتفہیم مستبعد اور احقاق حق تقریبا محال ہوجائے گا، تو اس طرح تحریف مراد خداوندی کا ایک ایسا دروازہ کھل جائے گا جس کا بند کرنا بس سے باہر ہوجائے گا۔

۳-ایسے تراجم محضہ پرانے ہوجانے کی صورت میں ردی میں اس طرح فروخت ہوں گے،جیسا کہ عام اردو کتابیں، کیونکہ عربی خط کا جوایک بڑا بھاری فرق تھااور ہر شخص دیکھتے ہی بادی النظر میں قرآن کریم اوراردو کی کتابوں میں فرق کرلیتا ہے یہ فرق وامتیاز ختم ہوجائے گا اس طرح یہ ترجمہ قرآن کی بے حرمتی کا سبب بنے گا اور یہ ظاہر ہے کہ سبب معصیت بھی معصیت ہوتا ہے۔

۴-حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ لکھتے ہیں کہ قرآن کریم اوراحادیث کی دعائیں اصل عربی رسم الخط میں لکھ کران کا ترجمہ اورتفسیر وتشریح اپنی زبان اڑیہ میں کرسکتے ہیں، فتح القدیراوردیگر کتب فقہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے،محض اڑیہ یااورکسی زبان میں عربی کے علاوہ قرآن پاک کولکھنا بالاجماع ناجائز ہے،کذافی الاتقان واللہ اعلم (فتاوی محمودیہ ۲۱/۱۲)۔

۵-حضرات فقہاء کرام نے ایسے تراجم ومصاحف کی صراحۃً ممانعت فرمائی ہے،"**كما في الشامية في الفتح عن الكافي: إن اعتاد القراءة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع**"(ردالمحتار ۴۸۶/۱)۔

۶-ایسے تراجم محضہ کی طباعت واشاعت وغیرہ جائزنہیں کیونکہ یہ تعاون علی الاثم ہے،"**قال الله تعالى: ولا تعاونوا على الإثم والعدوان**"(سورۂ مائدہ:۲)۔

ان تمام اسباب ووجوہ کی بنا پرصرف تراجم کی طباعت واشاعت جائزنہیں ہے۔

قرآن مجید کا صرف ترجمہ بغیرمتن عربی کے اگر چھپا ہوا ہوتو بلاوضواس کو چھوسکتے ہیں یانہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ترجمہ مسلمانوں کے حق میں قرآن کا حکم رکھتا ہے جیسا کہ ماقبل میں مذکور ہوا کہ اس ترجمہ کو مجازاً قرآن کہا جائے گا،لہٰذا بغیروضو کے اس کو چھونا مکروہ ہے،"**ولو كان القرآن مكتوبا بالفارسية يكره لهم مسه عند أبي حنيفة، وكذا عندهما على الصحيح، هكذا في الخلاصة**"(فتاوی عالمگیری ۹۳/۱)۔

بریل کوڈ میں قرآن تیارکرنادرست ہے یانہیں؟

بریل کوڈ میں نابینا حضرات کے لئے اگرقرآن تیارکیا جائے توبغرض تعلیم وتعلیم اس شرط کے ساتھ اس کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ ان اشارات سے الفاظ قرآنی کوصحیح تلفظ اور تجوید کی رعایت سے کوئی ماہراستاذ جواشارات اوران سے جو حروف بنتے ہیں اس سے پورے طور پرواقف ہووہ صحیح تلفظ کے ساتھ تجوید کی رعایت کے ساتھ پڑھائے،اس لئے کہ قرآن کوتجوید سے پڑھناواجب ہے،جیسا کہ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں:

والاخذ بالتجويد حتم لاذم   من لم يجود القرآن آثم

لأنه به إلا له انزلا   وهكذا منه إلينا وصلا"

اگر بریل کوڈ کے اشارات سے حروف کے مخارج اور صفات کی رعایت کرتے ہوئے صحیح تلفظ کے ساتھ نابینا حضرات کو تعلیم دی جائے تو اس کی اجازت ہوگی۔

بریل کوڈ میں عربی حروف تہجی کے مخصوص اشارات سے قرآن تیار کیا گیا ہے تو چونکہ وہ اصل قرآن نہیں ہے، لہذا جیسے ترجمہ محضہ کو بغیر وضو چھونا مکروہ ہے اس کو بھی اسی طرح بغیر وضو کے چھونا مکروہ ہوگا۔

موبائل پر جو قرآن ہوتا ہے اس کو جب اسکرین پر لایا جائے تو اس وقت بغیر وضو کے اسکرین پر ہاتھ لگانا یا اس کو چھونا جائز نہیں ہوگا، موبائل میں قرآن کریم کے علاوہ دیگر بہت سی چیزیں ہیں، لہذا جس موبائل میں قرآن کریم ہو اس کے ڈھانچہ کو بغیر وضو کے مس کرنے میں بڑی دقت اور دشواری ہے، اس لئے جب اسکرین پر قرآن لایا جائے اس وقت اس موبائل کے ڈھانچہ کو پکڑ کر اس کی تلاوت بغیر وضو کے کی جاسکتی ہے، مگر اس کے اسکرین پر قرآن ہو تو اسکرین والے حصہ پر بغیر وضو مس کرنے اور ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں ہوگی۔

سوال: اگر غیر مسلم قرآن شریف مطالعہ کے لئے مانگے تو دینا جائز ہے اور اس کے لئے کیا شرط ہے؟

جواب: غیر مسلم کو اگر وہ مطالبہ کرے تو تبلیغ کی نیت اور اس کی ہدایت کی نیت سے اس کو قرآن شریف ترجمہ والا دینا جائز ہوگا، بشرطیکہ اس کے دل میں قرآن مجید کی عظمت ہو اور اس کی طرف سے اطمینان ہو کہ وہ بے ادبی نہیں کرے گا، مگر اس کو یہ ہدایت دی جائے کہ یہ اللہ کا مقدس کلام ہے ناپاکی کی حالت میں ہو تو وہ غسل کرلے اور عام حالات میں وضو کر کے قرآن کریم کو ہاتھ لگائے اس سے اس کے دل میں عظمت پیدا ہوگی اور ممکن ہے کہ یہ اس کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے۔

درمختار میں ہے: "**ویمنع النصرانی (وفی بعض النسخ الکافر) من مسه وجوزه محمد إذا اغتسل ولا بأس بتعلیمه القرآن وأنه عسی یهتدی**" (درمختار مع الشامی ۱؍۱۶۴)۔

☆☆☆

بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت

مفتی عبدالمنان☆

رسم خط عثمانی کا اتباع واجب ولازم ہے اس کے سوا کسی دوسرے رسم خط میں اگرچہ وہ عربی ہی نہ ہو قرآن کی کتابت جائز نہیں، مثلاً اوائل سوَر میں ''بسم اللہ'' کو مصحف عثمانیہ میں بحرف الف لکھا ہے اور'' اقرا باسم ربک'' میں بشکل الف ظاہر کیا گیا ہے اگر چہ پڑھنے میں دونوں یکساں بحذف الف پڑھے جاتے ہیں، مگر باجماع امت اس کی نقل واتباع ضروری ہے، اس کے خلاف کرنا عربی رسم الخط میں بھی جائز نہیں تو ظاہر ہے کہ سرے سے پورا رسم خط غیر عربی میں بدل دینا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے'' ازالۃ الخفاء'' کے مقدمہ میں فرمایا کہ حق تعالی وعدہ فرماتا ہے کہ قرآن کی جمع وترتیب اور حفاظت ہمارے ذمہ ہے، **قال تعالیٰ : ''ان علینا جمعه وقرآنه''**(سورۂ قیامہ:۱۷)، **وقال تعالیٰ:'' انا له لحافظون''**(سورۂ حجر:۹)۔

لیکن اس وعدۂ الٰہیہ کے ظہور اور حفاظت الٰہیہ کا طریق ظاہر ہے کہ اس طرح منظور نہیں تھا جس طرح انسان اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے، اور نہ اس طرح ہے کہ قرآن کسی پتھر کے اندر کندہ ہوجاتا جو مٹانے سے مٹ نہ سکے، بلکہ مشاہدہ یہ ہوا کہ حفاظت خداوندی کا ظہور اس طرح ہوا کہ چند بندگان صالحین کے قلوب میں ڈالا گیا کہ وہ اس کی جمع اور تدوین کی خدمت انجام دیں، اور تمام دنیا کے مسلمان'' ایک نسخہ قرآنی'' پر مجتمع اور متفق ہوجائیں، اور ہمیشہ جماعت عظیمہ اس کی تلاوت اور تعلیم میں مشغول رہے، تاکہ سلسلۂ تواتر نہ ٹوٹے، اور تکمیل اس کی اس طرح ظہور میں آئی کہ عہد عثمانی میں بمشورہ و اجماع صحابہؓ تمام مصاحف میں سے ایک مصحف پر اتفاق کیا گیا، جس میں قرأت شاذہ نہیں لی گئیں، بلکہ قرأت متواترہ لی گئیں، اور قبائل عرب کی سات زبانوں میں جن پر قرآن کریم نازل ہوا تھا، ایک قریش کی لغت لی گئی، اور باقی لغات کے

☆ مفتی دارالحدیث، پرمائی، آسام۔

مصاحف متروک کردیئے گئے جنکا بعد میں کہیں نام ونشان نہیں رہا۔

اس واقعہ اور مشاہدہ سے ثابت ہوگیا کہ قرآن مجید جس کی حفاظت کا حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا، وہ یہی مصحف عثمانی تھا اور ہے، اور یہی قرآن مجید **محفوظ من الله** ہے، ورنہ اگر حفاظت خداوندی سب مصاحف کے ساتھ متعلق ہوتی تو دوسرے لغات کے مصاحف کا تلف کردینا کسی مخلوق کی قدرت میں نہ ہوتا، اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم محفوظ صرف وہی ہے جو ''مصحف امام'' اور مصحف عثمانی کہلاتا ہے، جو چیز اس میں نہیں ہے وہ قرآن کریم نہیں ہے، اور جو چیز اس میں ہے وہ مٹائی نہیں جاسکتی، اور نہ اس میں کوئی ادنیٰ تغیر کرنا جائز ہوسکتا ہے، یہی راز ہے اس اجماع کا جو اوپر نقل ہوا کہ مصحف عثمانی کے رسم خط کی حفاظت بھی واجب ہے (ازالۃ الخفاء ۱/ ۲۵)۔

علامہ سیوطی نے ''اتقان فی علوم القرآن'' میں رسم خط قرآنی اور کتابت قرآنی کے آداب پر مستقل فصل رکھی ہے اس میں نقل کیا ہے: ''**وقال اشهب: سئل مالک هل یکتب المصحف علی ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال: لا، اِلّا علی الکتبة الاولی رواه الدانی فی المقنع'' ثم قال: ولا مخالف له من علماء الأمة**''۔

(اشہب فرماتے ہیں کہ امام مالک سے پوچھا گیا کہ کیا قرآن مجید کو اس خاص طرز تحریر پر لکھ سکتے ہیں جو آج کل لوگوں نے ایجاد کیا ہے؟ فرمایا نہیں، بلکہ اسی پہلی طرز کتابت پر ہونا چاہئے اس کو علامہ دانی نے مقنع میں نقل کرکے فرمایا ہے کہ علماء میں سے کوئی امام مالکؒ کا اس بارے میں مخالف نہیں ہے)۔ اس کے بعد لکھا ہے: ''**وقال أحمد: ویحرم مخلافة خط مصحف عثمان فی واو أو یاء أو ألف أو غیر ذلک**''۔

(اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ مصحف عثمانی کے رسم خط کی مخالفت حرام ہے واو، یاء اور الف (زائدہ) میں جو کہ تلفظ میں نہیں آتے محض لکھنے میں آتے ہیں) (الاتقان فی علوم القرآن: ۲/ ۴۰۳ مکتبہ فیصل دیوبند)۔

پھر لکھا ہے: '' **وقال البیهقی فی شعب الإیمان: من یکتب مصحفا فینبغی أن یحافظ علی الهجاء الذی کتبوبه هذه المصاحف ولا یخالفهم فیه ولا یغیر ممّا کتبوه شیئاً، فإنهم کانوا أکثر علما وأصدق قلبا ولسانا وأعظم أمانة منّا ،فلا ینبغی أن نظن بأنفسنا استدراکا علیهم**''۔

(امام بیہقی شعب الایمان میں فرماتے ہیں جو شخص قرآن مجید کی کتابت کرے تو ضروری ہے کہ اس طرز تحریر کی حفاظت کرے جس پر حضرات صحابہؓ نے لکھے ہیں ان کی مخالفت نہ کرے اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے کسی چیز میں تغیر نہ کرے، کیونکہ وہ زیادہ علم والے اور امانت دار تھے تو ہمارے لئے کسی طرح لائق نہیں کہ ہم اپنے متعلق یہ گمان کریں کہ ان کی کسی کمی کو ہم پورا کرسکتے ہیں) (الاتقان فی علوم القرآن: ۲/ ۴۰۳ مکتبہ فیصل دیوبند)۔

اس کے چند صفحات کے بعد تحریر فرمایا ہے:" **وهل تجوز كتابته بقلم غير العربی، قال الزركشی: لم أر فيه كلاما لأحد من العلماء، قال: ويحتمل الجواز؛ لأنه قد يحسنه من يقرأه بالعربية والأقرب المنع كما تحرم قرائته بغير لسان العرب ولقولهم القلم أحد اللسانين والعرب لاتعرف قلما غير العربی، وقد قال تعالى " (بلسان عربی مبين)**"

اور علامہ حسن شرنبلالی صاحب " نورالایضاح " کا ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر جس کا نام " **النفحة القدسية فی أحكام قراء ة القرآن وكتابته بالفارسية** " ہے، اس میں مذاہب اربعہ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی مستند کتب سے اجماع امت اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن کی کتابت میں مصحف امام کے رسم خط کا اتباع واجب ولازم ہے، غیر عربی عبارت میں اس کا لکھنا حرام ہے اور اسی طرح غیر عربی خط میں اس کی کتابت ممنوع و ناجائز ہے (جواہر الفقہ ۱/ ۸۲-۷۴)۔

مصر کے شیخ القراء شیخ محمد بن علی حدادؒ نے اپنے رسالہ "خلاصة النصوص الجلية "میں رسم خط میں مصحف عثمانی کی اتباع کو بارہ ہزار صحابہ کرامؓ کے اجماع سے ثابت کیا ہے اور تحریر فرمایا ہے:

"**أجمع المسلمون قاطبة على وجوب اتباع رسم مصاحف عثمان و منع مخالفته (ثم قال) قال العلامة ابن عاشر: و وجه ما تقدم من إجماع الصحابة عليه وهو زهاء اثنتى عشر ألفاً والإجماع حجة حسبما تقرر فی أصول الفقه**"(نصوص جلیہ ص ۲۵، جواہر الفقہ ۱/ ۸۵)۔

قرآن مجید کا صرف ترجمہ بغیر عربی الفاظ کے لکھنا اور لکھوانا اور شائع کرنا باجماع امت حرام اور باتفاق ائمہ اربعہ رحمہم اللہ ممنوع ہے، جیسا کہ روایات ذیل میں اس کا ناجائز وحرام ہونا مذاہب اربعہ سے ثابت ہے، اور جب کہ اس کا لکھنا اور شائع کرنا ناجائز ہوا تو اس کی خرید وفروخت بھی بوجہ اعانت معصیت ناجائز ہوگی "**وتعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الاثم والعدوان**"(سورۂ مائدہ:۲) ۔اس لئے اس کا فروخت کرنے والا اور خریدنے والا بھی گنہگار ہوگا، اور چھاپنے اور شائع کرنے والے کو بھی اپنے عمل کا گناہ ہوگا، اور جتنے مسلمان اس کی خرید وفروخت کی وجہ سے گناہ گار ہونگے وہ اس کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جائے گا ۔**لقوله تعالیٰ:"ومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها**"(سورۂ نساء:۸۵)۔

علامہ حسن شرنبلالیؒ صاحب " نورالایضاح "جو دسویں صدی ہجری کے مشہور فقیہ اور مفتی صاحب تصانیف کثیرہ ہیں، ان کا ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر ہے جس کا نام:" **النفحة القدسيه فی احكام قراء ة القرآن وكتابته بالفارسيه**" ہے

اس میں مذاہب اربعہ سے اس کی حرمت اور سخت ممانعت ثابت کی ہے کہ قرآن مجید کو کسی عجمی زبان میں محض ترجمہ بلانظم قرآنی عربی کے لکھا جائے، جس کی عبارت یہ ہے:

"ویمنع من کتابة القراٰن بالفارسیة بالاجماع لأنه یؤدی للإخلال بحفظ القراٰن لأنا أمرنا بحفظ النظم والمعنی، فإنه دلالة علی النبوة، ولأنه ربما یؤدی إلی التهاون بأمر القراٰن انتهی"۔

" ومنها ما فی معراج الدرایة انه یمنع من کتاب المصحف بالفارسیة أشد المنع، وأنه یکون معتمده زندیقاوسنذکر تمامه"

"ومنها مافی الکافی : أنه لو أراد أن یکتب مصحف بالفارسیة یمنع "

"ومنهاماقال فی شرح الهدایة فتح القدیر للمحقق الکمال ابن الهمام وفی الکافی: إن اعتاد القراء ة بالفارسیة أو أراد أن یکتب مصحفا بها یمنع، فان فعل آیة او آیتین لا، فإن کتب القرآن وتفسیر کل حرف وترجمته جاز۔اه"

علامہ محقق ابن ہمام کی عبارت سے اس تفصیل کی بھی تصریح ہوگئی کہ فارسی (یا کسی اور عجمی زبان میں قرآن کا محض ترجمہ لکھنا ممنوع ہے ایک دو آیت کا لکھنا اس میں داخل نہیں، بلکہ پورا قرآن یا اس کو کوئی معتد بہ حصہ اس طرح لکھنا حرام ہے، نیز یہ اگر اصل عبارت عربی کے نیچے یا حاشیہ وغیرہ پر ترجمہ اور تفسیر لکھی جاوے تو وہ بھی ممنوع نہیں۔

پھر عبارت مذکورہ میں چونکہ بطور مثال فارسی زبان کا ذکر تھا جس سے یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ یہ ممانعت ممکن ہے کہ کسی وجہ سے فارسی زبان کے ساتھ مخصوص ہو، اس لئے علامہ شرنبلالی نے روایات مذکورہ بالا نقل کرنے کے بعد فرمایا: **"قدمناحکایة الإجماع علی منع کتابة القرآن العظیم بالفارسیة وأنه إنمانص علی الفارسیةلإفادة المنع بغیرها بالطریق الأولی؛ لأن غیرها لیس مثلها فی الفصاحة"**(النفحۃ القدسیۃ للشرنبلالی ص ۳۲ بحوالہ جواہر الفقہ)۔

اور درمختار میں ہے:**"تجوز کتابة آیة او آیتین بالفارسیة لأکثر(قال الشامی)والظاهر أن الفارسیة غیر قید"**(شامی ۱/ ۴۵۳)۔

اور کفایہ شرح ہدایہ میں ہے:**"قال الإمام المحبوبی: أما لو اعتاد قرأة أو کتابة المصحف بالفارسیة یمنع منه أشد المنع"**(ہامش فتح القدیر ۱/ ۲۴۹)۔

یہاں تک یہ سب روایات ائمہ حنفیہ اور معتبر کتب حنفیہ کی تھیں اس کے بعد امام شافعی، مالک، احمد بن حنبلؒ کے مذاہب کی روایات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: (النفحۃ القدسیۃ ص ۳۵، مغنی مع الشرح الکبیر ج ۱/ ص ۵۳۰، رسالہ النصوص الجلیہ ص ۲۵، جواہر

الفقہ ۱/۱۰۹-۹۷)۔

نیز حضرت اشرف علی تھانویؒ کے فتاوی سے ظاہر ہو چکا، جس کا اختتام اس آیت سے استدلال پر ہوا ''**ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان**'' (سورۂ مائدہ: ۲) اور فقہاء نے اس قاعدہ پر یہاں تک تفریع فرمائی ہے کہ جس شخص کو بھیک مانگنا حرام ہے اس کو بھیک دینا بھی حرام ہے، کیونکہ اگر دینے والے دیں نہیں تو مانگنے والا مانگنا چھوڑ دے، اسی طرح اس ترجمہ کے متعلق یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ ایسے ترجمہ کو اگر کوئی شخص نہ بقیمت لے اور نہ بلا قیمت تو ایسے تراجم کا سلسلہ بند ہو جائے اور لینے کی صورت میں سلسلہ جاری رہے گا، پس ایسے ترجمہ کا خریدنا یا ہدیہ میں قبول کرنا اعانت ہوگی ایک امر ناجائز کی، اس لئے یہ بھی ناجائز ہے (جواہر الفقہ ۱/ ۱۱۵)۔

نیز حسب تصریح فقہاء اس ترجمہ کو بلا وضو مس کرنا جائز نہ ہوگا کما فی العالمگیریہ ''**ولو کان القراٰن مکتوبا بالفارسية يكره لهم مسه عند ابى حنيفة وكذا عندهما على الصحيح** (ھکذا فی الخلاصۃ جلد ۱/ ۲۴)''**وفيه أيضا إذا قرأآية السجدة بالفارسية فعليه وعلى من سمعها السجدة فهم السامع أم لا إذا أخبر السامع أنه قرء آية السجدة**''(۱/ ۸۵)، ''**وهذه الجزئية الثانية تؤيد الأولى حيث وجب سجدة التلاوة بقرأة القرآن بالفارسية فعلم منه أن الترجمة بالفارسية لا تخرج القرآن عن كونه قرآنا حكما فلا يجوزمسه للمحدث**''۔

اور یہ یقینی بات ہے عامۃ الناس اس ترجمہ کو ایک کتاب خالی از قرآن سمجھ کر ہرگز اس کے مس کے لیے وضو کا اہتمام نہ کریں گے، تو ایسا ترجمہ شائع کرنا سبب ہوگا ایک امر غیر مشروع کا، اور غیر مشروع کا سبب غیر مشروع ہے، اور مثلاً اس کا احترام بھی زیادہ نہ کریں گے اور غیر قابلِ انتفاع ہو جانے کے وقت مثل دیگر معمولی کتب کے اوراق کے اس کے اوراق کا استعمال بھی کریں گے، تو اس سے یہ بھی ایک محذور لازم آوے گا، اور محذور کا سبب لامحالہ محذور و محظور ہے۔

اور اب تو قرآن مجید سے کچھ علاقہ بھی ہے اگر ترجمہ سے بھی مدد لیتے ہیں تو اصل بھی ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور اس بہانہ سے کچھ پڑھ بھی لیتے ہیں، اور پھر تو قرآن سے بالکل بے تعلق اور اجنبی ہو جائیں گے اور بے ساختہ ان پر یہ آیت صادق آنے لگی گی: ''**نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۔كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ**'' (سورة البقرة: ۱۰۱)۔

اور مثلاً اگر ترجموں میں کچھ اختلاف ہے تو اصل بھی سامنے ہے، اس کو سب نسخوں میں متحد پاتے ہیں، تو اختلاف کا خیال اصل تک نہیں پہنچتا، اور جب ترجمے ہی ترجمے رہ جاویں گے، اور اصل نظروں سے غائب ہوگی، تو اس وقت یہ

اختلاف کلام اللہ کی طرف منسوب ہوگا، بعد چندے یہ گمان ہونے لگے گا کہ اصل حکم ہی مختلف ہے، یہ اعتقاد پر اس کا اثر ہوگا، اور عمل پر یہ اثر ہوگا کہ ترجموں کو لے لے کر آپس میں لڑیں گے اور مراجعت الی الاصل کی توفیق ہوگی نہیں، جو مدار ہوسکتا ہے فیصلہ کا، پس اس آیت کا مضمون ظاہر ہو جاوے گا:

''وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ م بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًام بَيْنَهُمْ''(سورۂ بقرہ: ۲۱۳)۔

اور مثلاً اب تو ترجمہ کو مستقل کتاب نہیں سمجھتے، قرآن کا تابع سمجھتے ہیں، اگر کہیں مطلب نہیں سمجھتے ہیں یا غلط سمجھتے ہیں یا فصاحت وبلاغت سے گرا ہوا پاتے ہیں تو فہم کا یا مترجم کا قصور سمجھتے ہیں، اور مترجم کو مالک دین کا نہیں جانتے، نیز کسی مترجم کو ہمت تحریف معنوی کی بھی نہیں ہوسکتی، کہ اصل کے سامنے ہونے سے ہر طالب علم اس پر گرفت کر سکے گا۔ اور ایسا ترجمہ اگر ہوا تو اس کو مستقل کتاب سمجھیں گے، کسی کا تابع نہ سمجھیں گے، اور تمام آثار مذکورہ کی اضداد واقع ہوں گی، خصوص مترجمین ہی کا مطبوع مستقل ہو جانا یہ سب سے بڑھ کر آفت ہوگی، اور اہل زیغ کو بہت آسانی سے موقع غلط ترجمہ اور تفسیر کا ملے گا۔ کیونکہ ہر دیکھنے والا حافظ نہیں اور مراجعت اصل کی طرف ہر وقت آسان نہیں ہوتی، کما قال اللہ تعالی: '' اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ''(سورۂ توبہ: ۳۱)، اور پھر اسی طرح کے اور بھی بہت سے مفاسد ہیں جن کو انشاء اللہ علماء ظاہر کریں گے (جواہر الفقہ ۱/۱۱۵-۱۱۳)۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

مذاہب اربعہ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی مستند کتب سے اجماع امت اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن کی کتابت میں مصحف امام کے رسم الخط کا اتباع واجب ولازم ہے، غیر عربی عبارت میں اس کا لکھنا حرام ہے، اور اسی طرح غیر عربی رسم الخط میں اس کی کتابت ممنوع و ناجائز ہے، جس کی تفصیل ''النفحۃ القدسیۃ فی احکام القرآن وکتابتہ بالفارسیۃ'' میں علامہ حسن شرنبلالی صاحب نور الایضاح مدلل بیان کر چکے ہیں، جو پہلے گذر چکا ہے۔

نیز علامہ سیوطیؒ نے '' اتقان فی علوم القرآن'' (ص ۱۶۷ تا ۱۷۱) تک جلد دوم میں بیان کیا ہے، نیز '' نصوص جلیہ'' کے (صفحہ ۲۵) کے حوالہ سے بھی مدلل بات آ چکی ہے۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

قرآن مجید عربی رسم الخط اور رسم خط عثمانی میں لکھنا واجب ولازم ہے، مذاہب اربعہ، حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ وحنابلہ کی مستند کتب سے اجماع امت اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن کی کتابت میں مصحف امام کے رسم الخط کا اتباع

واجب و لازم ہے، غیر عربی عبارت میں اس کا لکھنا حرام ہے، اسی طرح غیر عربی خط میں اس کی کتابت ممنوع و ناجائز ہے ''النفحۃ القدسیۃ فی احکام القرآن وکتابتہ بالفارسیۃ'' میں علامہ حسن شرنبلالیؒ نے تفصیلی بحث کی ہے۔

لہذا بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا عربی رسم الخط اور رسم عثمانی نہ ہونے کی وجہ سے درست نہیں ہوگا، پھر مخصوص احکام وآداب کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

موبائل پر قرآن مجید:

اگر موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید موجود ہو تو موبائل کے ڈھانچہ کو غلاف تصور کیا جائے اور بلا وضو چھونے کی گنجائش ہوگی۔

☆☆☆

قرآن کریم کے متن وترجمہ کی کتابت

مولانا محمد یوسف علی☆

۱-   قرآن کریم کا صرف ترجمہ بغیر عربی الفاظ کے لکھنا اور لکھوانا اور شائع کرنا باجماع امت حرام اور باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع ہے۔اور جب بغیر عربی الفاظ کے لکھنا اور لکھوانا، شائع کرنا ممنوع ہے۔تب اسے خریدنا، تقسیم اور ہدیہ کرنا بھی ناجائز ہوگا۔کیونکہ اس میں اعانت معصیت ہے۔اور اعانت معصیت ناجائز اور ممنوع ہے لقولہ تعالی۔

" تعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الاثم والعدوان" (سورۂ مائدہ:۲)۔ "وفى موضع اخر ومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها "(سورۂ نساء:۸۵)۔

ممنوع کی دلائل:

(۱) "النفحة القدسية فى احكام قرائة القرآن و كتابته بالفارسية " کتاب میں مذاہب اربعہ سے اسکی حرمت اور سخت ممانعت ثابت ہے کہ قرآن مجید کو عجمی زبان میں محض ترجمہ بلا نظم قرآنی عربی کے لکھا جائے۔

(۲) صاحب ہدایہ علامہ برھان الدین مرغنانی نے اپنی کتاب " التجنيس والمزيد" میں لکھا ہے: "يمنع من كتابة القرآن بالفارسية بالإجماع، لأنه يؤدى للإخلال بحفظ القرآن، لأنا أمرنا بالحفظ النظم والمعنى، فإنه دلالة على النبوة، ولأنه ربما يؤدى إلى التهاون بامر القرآن"

(۳) "ومنها ما فى معراج الدراية: أنه يمنع من كتابة المصحف بالفارسية أشد المنع وأنه يكون معتمده زنديقا۔"

(۴) "ومنها ما فى الكافى: أنه لو أراد أن يكتب المصحف بالفارسية يمنع"۔

(۵) "ومنها ما قال فى شرح الهداية فتح القدير للمحقق الكمال ابن همامؒ: إن اعتاد القرأة

☆ ناظم عمومی، شمال مشرق ہند امارت شرعیہ وندوۃ التامیر شیخ الحدیث دیورائیل دارالحدیث، بدر پور، کریم گنج آسام۔

بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع، فإن فعل أية أو أيتين لا يمنع، فإن كتب القرآن وتفسير كل حرف وترجمته جاز" ۔ صاحب فتح القدیر علامہ ابن ہمام کی عبارت سے تصریح ہوگی کہ فارسی یا کسی اور عجمی زبان میں قرآن کا محض ترجمہ لکھنا ممنوع۔ ایک یا دو آیت کا ترجمہ لکھنا ممنوع نہیں، بلکہ پورا قرآن مجید یا انکا کوئی معتد حصہ لکھنا حرام ہے۔ نیز یہ کہ اگر اصل عبارت عربی کے نیچے یا حاشیہ وغیرہ پر ترجمہ اور تفسیر لکھیں تو وہ بھی ممنوع نہیں۔

پھر عبارت مذکورہ میں چونکہ بطور مثال فارسی زبان کا ذکر تھا جس سے یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ یہ ممانعت ممکن ہے کسی وجہ سے فارسی زبان کے ساتھ مخصوص ہو اسلئے علامہ شرمبلالی نے روایۃ مذکورہ بالا نقل کرنے کے بعد فرمایا:

" قدمنا حكاية الإجماع على منع كتابة القرآن العظيم بالفارسية، وإنه انما نص على الفارسية لافادة المنع بغيرها بالطريق الأولى، لأن غيرها ليس مثلها فى الفصاحة، ولذا كانت فى الجنة مما يتكلم به كالعربية كما تقدم" (الفضۃ القدسیہ ص ۳۲)۔

(۶) "درمختار" میں ہے: **" و تجوز كتابة أية أو ايتين با لفارسية لا أكثر والظاهر أن الفارسية غير قيد "** (شامی ۱/ ۵۳)۔

(۷) اور "کفایہ شرح ہدایہ" میں ہے: **" قال الإمام المحبوبى أما لو إعتاد قرائة القرآن أو كتابة المصحف با لفارسية يمنع منه أشد المنع "** (ہامش فتح القدیر ۱/ ۲۴۹)۔

قرآن کریم کا اردو ترجمہ بلا عربی عبارت کی اشاعت کے متعلق حضرت مولانا اشرف علی صاحب ۱۳۳۲ھ میں اس اشاعت کی ممانعت اور حرمت پر ایک نہایت مفصل و مدلل فتوی 'حوادث الفتوی' کے نام سے جو صفحہ ۱۵۶ پر مشتمل ہے شائع کیے تھے۔

قرآن کریم کو کسی زبان میں (متن قرآن کے بغیر) اشاعت کرنا اگرچہ درست نہیں تب بھی ایسی اشاعت کردہ قرآن کریم کو بے وضوء چھونا جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں وہ قرآن شریف ہونے سے خارج نہ ہوگا ورنہ پھر اسکا بغیر عربی زبان کے لکھنا حرام نہیں ہوتا۔

۲- بریل کوڈ

بریل کوڈ عربی رسم الخط اور رسم عثمانی نہ ہونے کے باوجود نابیناؤں کی مجبوری کی بناء پر بریل کوڈ میں قرآن کریم کو تیار کرنا درست ہوگا۔

A-28

بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کریم کا حکم اصل قرآن کی طرح ہے۔ کیونکہ بریل کوڈ مصحف مکتوب کے مانند اور حروف بھی عربی ہے۔ اور بریل کوڈ یہ مصحف معروف جوروشنائی (کالی) سے لکھا ہوا ہے اسکے مقابلہ میں بریل کوڈ میں لکھا ہوا ہے۔

بریل کوڈ میں لکھا ہوا قرآن کریم خالص مصحف ہے جسمیں نہ کوئی تفسیر ہے اور اسمیں ایسی چیز ہے جو اسکو مصحف سے خارج کردے، لھذا اسکے لئے مصحف شرعیہ کا حکم جاری کیا جائیگا۔ قرآن کریم کو مصحف عثمانی کی صورت میں شائع کرنے سے پہلے ہڈی، پتھر اور چمڑے پر لکھی ہوئی جو صورت تھی اس کا حکم مصحف قرآن کا حکم تھا۔

اسکو چھونے کیلئے باوضوء ہونا ضروری ہے اصلی قرآن کریم کیلئے جو آداب واحکام ضروری وہی بریل کوڈ کیلئے بھی ضروری ہے۔

۳-موبائل اسکرین پر قرآن مجید چھونا:

اگر موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید ہوتو موبائل کو ہاتھ میں لینے یا اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لئے باوضوء ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ موبائل کا ڈھانچہ ایک غلاف اور پردہ ہے جس کو بے وضو چھونے میں گنجائش ہے۔

چونکہ موبائل کے اسکرین میں جو قرآن کریم داخل کیا جاتا ہے اسکا حکم مصحف قرآن کے حکم کے مانند نہیں ہے۔ کیونکہ مصحف کو چھونے کیلئے مطلقا طھارت اور وضوء شرط ہے لقولہ تعالی" لا يمسه الا المطهرون" (سورۂ واقعہ:۷۹)اور حدیث مشہورہ میں ہے " لا يمس القرآن إلا طاهر" (دارقطنی ار ۲۸،۴۳۳،موارد الظمان الی زوائد ابی حبان ر ۷۹۳)ایسا ہی صحابہ کرام تابعین اور جمہور علماء کرام کا مذہب ہے کہ بغیر وضوء کے قرآن کریم چھونا حرام ہے چاہے تلاوت کیلئے ہو یا دوسرے کسی غرض سے ہو اس طرح یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ موبائل کے اسکرین میں جو قرآن کریم داخل کیا جاتا ہے اسکا حکم مصحف قرآن کے حکم میں نہیں ہے۔ کیونکہ موبائل کے اسکرین میں جس حروف قرآن کا وجود ہے وہ مصحف قرآن کے حروف سے علیحدہ اور مختلف ہے۔ لہذا مصحف قرآن کی صفت مقدوّہ موبائل میں نہیں پائی جاتی ہے، بلکہ موبائل میں معلق صفت ہوتی ہے جو طلب کے وقت حروف کی صفت ظاہر ہوتی ہے پھر چلی جاتی ہے۔

لہذا موبائل کی اسکرین میں جو حروف ہیں یہ مصحف قرآن کے حروف کے مانند نہیں، فلذا مصحف قرآن کو چھونے کے وقت وضوء شرط ہوگا اور موبائل میں جو قرآن کریم ہوگا اسکے چھونے کیلئے طھارت اور وضوء شرط نہ ہوگا۔

۴-عربی رسم رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

اگر عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں متن قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن کو لکھدیا

جائے اور دونوں کو ساتھ شائع کیا جائے تو اسکا کیا حکم ہے؟اور غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن کی اشاعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن کریم کو عربی رسم الخط میں لکھنا واجب ہے کس عجمی رسم الخط جیسے ہندی انگرزی وغیرہ زبانکے رسم الخط میں لکھنا جائز نہیں۔عربی زبان کے الفاظ کا تلفظ دوسری زبان کے حروف والفاظ سے کرنا ممکن نہیں قرآن کریم کو عربی تلفظ کے ساتھ پڑھنا واجب ہے تلفظ کی غلطی سے معانی فاسد ہوجاتے ہیں۔لہذا قرآن حکیم کو رسم القرآن اور رسم عثمانی میں ہی لکھنا واجب ہے اور دوسرے کسی رسم االخط میں لکھنا حرام اور گناہ ہے۔

دلائل : (۱) سورہ حجر میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:" **إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون** "(سورۂ حجر:۹)، میں ایۃ کریمہ اپنے عموم واطلاق کے لحاظ سے قرآن کریم کے نظم ورسم دونوں کی حفاظت کو شامل ہے۔

(۲) عہد صحابہ تک سلفا خلفاء اس امر پر اجماع امت قائم رہا ہے مصحف شریف میں خط قرآن سے قرآن ہی لکھا جا تا ہے غیر قرآن نہیں لکھا جا تا اس لئے مصحف شریف میں خط قرآن ہے جو کچھ لکھا گیا ہے وہ قرآن ہے علماء دین اور فقہاء میں سے کسی نے غیر عربی رسم الخط میں قرآن کریم لکھنے کو جائز نہیں کہا۔علامہ سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ نے الاتقان فی علوم القرآن ج۲ صفحہ ا۷ میں لکھا ہے "**لم يجوز أحد من الائمة الأربعة كتابة القرآن بغير العربى** "۔

(۳) قرآن کریم کو غیر عربی رسم الخط سے لکھنے میں تحریف اور تبدیل قرآن لازم ائیگا جو بہت بڑا گناہ ہے۔

(۴) عربی رسم الخط کے علاوہ دوسرے رسم الخط سے قرآن کریم لکھنے میں عربی رسم الخط اور عربی حروف کا حق ادا نہ ہوگا کیونکہ عربی حروف کا تلفظ دوسرے زبان کے حروف سے ادا نہیں ہوتا ہے۔بلکہ تحریف حروف لازم اتا ہے اور کلام اللہ میں تغیر اور تبدیل کفر ہے،لہذا دوسرے رسم الخط سے لکھے ہوئے قرآن پورے حکم قرآن میں نہیں رہیگا، کیونکہ قرآن لفظ اور معنی دونوں کو شامل ہے صرف معنی نہیں پھر جب بھی حروف کے تلفظ میں خلل آئے گا تو معنی میں فساد ائیگا اور ہر دو حرام اور گناہ ہے

صحابہ سے لیکر اج تک مصحف قرآن رسم عثمانی کے سوا لکھنا جائز نہیں ہے اسپر تمام علماء کا اتفاق ہے امام احمد بن حنبل کا قول خط مصحف عثمانی کا خلاف کرنا حرام ہے۔

علامہ زرکشیؒ کا قول ہے قرآن کریم کو غیر عربی قلم میں لکھنا حرام ہے۔

امام مالکؒ سے جب پوچھا گیا تھا قرآن کریم کو غیر عربی میں لکھنے کے بارے میں تو اپ نے جواب میں فرمائے تھے مصحف عثمانی کے سوا دوسرے طریقے پر لکھنا جائز نہیں۔لہذا باجماع امت قرآن کریم کو عربی کے سوا دوسرے رسم الخط میں لکھنا نا جائز ہے(بحوالہ جواہر الفقہ لمفتی شفیع صاحبؒ)۔

اگر عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں متن قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن کو لکھدیا جائے اور دونوں کا ایک، ساتھ شائع کر دیا جائے تو غیر عربی دان کی سہولت کے لئے مجبوراً جائز ہو جائیگا اور تنہا غیر عربی رسم الخط میں قرآن کریم کی اشاعت جائز نہ ہوگا، بلکہ حرام ہوگا۔

☆☆☆

ترجمہ قرآن پاک بغیر متن کے شائع کرنے کا حکم

مفتی سعید الرحمٰن فاروقی ☆

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ''علوم القرآن'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ کے مذکورہ کارنامے کے بعد امت کا اجماع ہے کہ قرآن کریم کو رسم عثمانی کے خلاف کسی اور طریقے سے لکھنا جائز نہیں، چنانچہ اس کے بعد تمام مصاحف اسی طریقے کے مطابق لکھے گئے اور صحابہ اور تابعین نے مصاحف عثمانی کی نقول تیار کر کے قرآن کریم کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی (علوم القرآن/ص ۱۹۲)۔

قرآن کریم کا فقط ترجمہ بغیر عربی الفاظ کے شائع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا صرف ترجمہ چھاپنے والا ہی مجرم ہے یا دوسرے خرید وفروخت کرنے والے بھی؟

اس سوال کے جواب میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کا صرف ترجمہ بغیر عربی الفاظ کے لکھنا اور لکھوانا اور شائع کرنا باجماع امت حرام ہے اور باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع ہے، جیسا کہ روایت ذیل میں اس کا ناجائز اور حرام ہونا مذاہب اربعہ سے ثابت ہے اور جب اس کا لکھنا اور شائع کرنا ناجائز ہوگا تو اس کی خرید وفروخت بھی بوجہ اعانت معصیت کے ناجائز ہوگی، اس لئے اس کا فروخت کرنے والا اور خریدنے والا بھی گنہگار ہوگا، اور چھاپنے اور شائع کرنے والے کو بھی اپنے عمل کا گناہ ہوگا، اور جتنے مسلمان اس کے خرید وفروخت کی وجہ سے گنہگار رہوں گے وہ اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔

حضرت مفتی صاحب نے علامہ شرنبلالی کی ''النفحۃ القدسیۃ'' (جو اس وقت انٹرنیٹ پر موجود ہے) کا حوالہ، اسی طرح صاحب ہدایہ کی تصنیف ''المجیز والمزید'' کا ''معراج الدرایۃ''، ''کافی''، ''کفایۃ''، ''رسالہ النصوص الجلیۃ'' اور ''فضائل القرآن لابن کثیر'' وغیرہ کی عبارت سے اپنے فتوے پر استدلال فرمایا ہے اور اخیر میں بہت جامع تنبیہ لکھی ہے، جس سے

☆ مفتی دار العلوم امدادیہ، ممبئی۔

صاف واضح ہوجاتا ہے کہ قرآن کریم کا صرف ترجمہ شائع کرنا جس طرح منع ہے کسی اور رسم الخط ہندی انگریزی وغیرہ میں لکھنا ممنوع وحرام اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

تنبیہ میں جونصوص نقل کی گئی ہیں ان سے جس طرح عربی کے سوا کسی اور زبان میں قرآن کریم کی کتابت کا حرام ہونا باجماع امت ثابت ہوا، اسی طرح اس کی حرمت ومخالفت ثابت ہوگئی کہ زبان تو عربی ہی رہے، لیکن رسم الخط انگریزی، یا گجراتی یا بنگلہ یا ہندی ناگری وغیرہ کردی جائے، جیسا کہ اس فتنے کے زمانے میں اس کا بھی شیوع ہے کہیں انگریزی رسم الخط میں قرآن کریم کی طباعت کی تجویز ہے، کہیں ہندی اور گجراتی میں جو باجماع امت ناجائز ہے، خصوصاً انگریزی اور ہندی رسم الخط میں تو کھلی ہوئی تحریف ہوگی کہ ان میں حرکات کو بشکل حروف لکھا جاتا ہے، اور پھر اس پر مزید یہ ہے کہ اس کو خدمت اسلام سمجھ کر کیا جارہا ہے اور اس کے لئے بہت سی مصالح دینیہ بیان کی جاتی ہے۔ جن کی تفصیل کا نہ یہ موقع ہے نہ ضرورت، کیونکہ اول تو وہ مصالح بدون رسم الخط بدلنے کے بھی حاصل ہوسکتی ہیں اور ساڑھے تیرہ سو برس سے برابر اسی طرح حاصل ہوتی آئی ہیں کہ ہر ملک وقوم کے لوگوں کو قرآن پڑھایا گیا اور انہوں نے بدون رسم خط تبدیل کرنے کے پڑھا اور اتنا پڑھا کہ شاید اب سارے مسلمان مل کر بھی نہ پڑھ سکیں، اور ایسا پڑھا کہ انہیں اہل عجم میں سے بہت سے لوگ قرآن کریم کی قرأت وتجوید اور رسم خط کے امام مانے گئے اور بالفرض اگر وہ مصالح تسلیم بھی کئے جائیں تو ان مصالح مزعومہ کی وجہ سے اجماع امت کا فیصلہ نہیں بدلہ جاسکتا اور حفاظت قرآن کی مصلحت پر کسی مصلحت کو ترجیح نہیں دی جاسکتی یہی وجہ ہے کہ خود حضرت عثمانؓ اور دوسرے صحابہ کرام نے ان مصالح کی طرف نظر نہیں فرمائی، حالانکہ یہ مصالح اس وقت آج سے زیادہ قابل اہتمام نظر آتی تھیں کیونکہ وہ زمانہ تعلیم السنہ کے شیوع کا نہ تھا اب تو ایک ایک آدمی جو معمولی خواندہ کہلاتا ہے مختلف زبانیں سیکھتا اور جانتا ہے اور یہ نہیں کہ اس وقت ان زبانون میں کتابت کرانا ممکن نہ تھا، کیونکہ خود کاتب قرآن حضرت زید بن ثابتؓ مختلف زبانیں جانتے تھے، مگر اس کے باوجود کتاب قرآن میں خاص خاص ملکی مصالح کو نظرانداز کر کے صرف عربی زبان عربی رسم الخط میں قرآن مجید کے نسخے لکھے گئے اور تمام ممالک میں بھیجے (جواہر الفقہ ص ۱۱۰،۱۱۱)۔

اس تفصیل سے جس طرح دوسوالوں کا واضح جواب مل گیا اکیڈمی کی طرف سے سوالنامہ میں درج مصالح کا بے حقیقت اور ناقابل توجہ ہونا بھی ظاہر ہوگیا۔

مصارف کم آنے والی بات تو بڑی حیرت ناک ہے اگر اس کا کارخیر ہونا ثابت ہوتا تو مصارف خیر میں کمی کی ترغیب وترجیح کے بجائے زیادتی مستحسن ومطلوب ہوتی کہ ’’تعاون علی البر‘‘ کے بروخیر ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے اور اسلامی حکومتوں نے اس کارخیر میں بے دریغ خرچ کیا ہے، اور خصوصاً خدمت قرآن بڑی ترجیحات میں ہمیشہ شامل رہی ہیں اور آج

تک ہے، خادم الحرمین الشریفین کا خدمت قرآن کا کارنامہ امت مسلمہ پر مخفی نہیں ہے، اس لئے مصارف میں کمی کا عذر اور کار خیر میں کم صرفہ کی ترغیب وترجیح ایمانی واسلامی محبت اور روح ایمان کے خلاف ہے، ایسے ہی لوگ جہاں کمی کرنا چاہئے زیادہ فضول خرچی کرتے ہیں، تو مسئلہ مصارف کی بیشی کا نہیں، بلکہ کار خیر ہونے یا ممنوع و ناجائز ہونے کا ہے، امت نے ہمیشہ اس کو (یعنی صرف بغیر عربی الفاظ کے ترجمہ شائع کرنا) ناجائز وممنوع سمجھا، اس لئے اس جہت میں نہ خرچ کیا اور نہ اس کی گنجائش ہے، ثواب کے بجائے یہ امر موجب اثم وگناہ ہے، اس لئے امت نے ہمیشہ پرہیز کیا ہے اور یہی حکم آج بھی لازم ہے۔

سوال مذکور دوسری مصلحت کے دو اجزاء ہیں، جو پڑھ نہ سکیں متن سے ان کا کیا فائدہ؟ اس کا آسان اور معقول جواب تو اتنا ہی کافی ہے کہ کیا نقصان ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ بلاشبہ فائدہ ہے وہ یہ کہ اصل اور ترجمے کا فرق پیش نظر رہے، تاکہ دیکھنے والا ہر ایک کے امتیاز کو مدنظر رکھ سکے اور ترجمے کو اصل سمجھنے کا ممکنہ احتمال باقی نہ رہے، جن لوگوں سے بے حرمتی کا اندیشہ ہے ان کو جس طرح متن دینا جائز نہیں ترجمہ کرنا بھی کسی طرح درست نہیں کیونکہ اس کا احترام بھی بہر حال ہے کیا ترجمے کی بے حرمتی قابل برداشت ہے؟ اگر نہیں تو اصل اور ترجمہ دونوں اسی کے سپرد کیا جانا درست ہوگا جس سے بے حرمتی کا اندیشہ ہو، پھر دونوں کے علاحدہ کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ احترام کرنے والے کے لئے موثر مفید اور باعث تسکین اطمینان ہوگا، اس لئے صرف ترجمہ شائع کرنا مذکورہ فوائد کی وجہ سے نہ شرعی ضرورت ہے، نہ عقلی اور نہ اس کی کبھی اجازت دی گئی اور نہ دی جاسکتی ہے، اس لئے حسب تحقیق اکابر علماء کرام نے صرف ترجمہ یا متن عربی الفاظ میں شائع کرنا روا اور درست قرار نہیں دیا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے محض ترجمہ چھاپنے کی تقریبا دس دلائل سے تردید فرمائی ہے، حضرت والا کی تحریر اس صورت مسئولہ پر نہایت بصیرت افروز ہے، اس لئے اس کو بھی نقل کردیا جاتا ہے:

نصوص صحیحہ صریحہ سے تشبہ باہل الباطل خصوص غیر مسلم پھر خصوص اہل کتاب کی مذمت اور اس کا محل وعید ہونا ثابت ہے "من تشبه بقوم فهو منهم" (ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشہرۃ ص/۵۵۹) میں وعید کا شدید ہونا ظاہر ہے کہ کفار کے ساتھ تشبہ کرنے کو کفار میں شمار ہونے کا موجب فرمایا گیا، دوسری حدیث: "لتركبن سنن من كان قبلكم" (ترمذی شریف جلد ۲ص/۴۱ ابواب الفتن، باب لترکبن سنن من کان قبلکم) میں اس مماثلت کو موقع تشنیع میں ارشاد فرمایا گیا اور یہ بالکل یقینی ہے کہ اس وقت کتاب الٰہی کا ترجمہ غیر حامل للمتن جداگانہ شائع کرنا اہل کتاب کے ساتھ تشبہ ہے ایسے امر میں جو عرفا و عادتا ان کے خصائل میں سے ہے سو اول تو ان کے ساتھ تشبہ ہی مذموم ہے پھر خصوص جب وہ تشبہ امر متعلق بالدین میں ہو کہ

تشبہ فی الامر الدنیاوی سے تشبہ فی الامر الدینی اشد ہے حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے گوشت شتر چھوڑ نے پر آیت "یأیھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافة ولاتتبعوا خطوات الشیطن"(سورۃ البقرۃ:۲۰۸) نازل ہونا اور رسول اللہ ﷺ کا تبتل اور ترہیب کا انکار فرمانا اس کی کافی دلیل ہے، مشکوٰۃ کتاب النکاح وکتاب الاعتصام"لاتشدوا علی أنفسکم" (مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام ص ر ۳۱) اور اس میں بھی خاص کر جب کہ ان کو دیکھ کر ان کی تقلید کی جاوے کہ اتفاقی تشبہ سے یہ اور بھی زیادہ مذموم ہے اور اس وقت اکثر لوگ ایسے کام انہی لوگوں سے اخذ کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے "ذات الانواط" کی درخواست پر کیسا زجر فرمایا تھا یہ تشبہ مذکور خصوص قیدین مذکورین کے ساتھ تو اس میں مفسدہ حالیہ ہے اور یہ بھی اس کے منع کے لئے کافی چہ جائیکہ اس میں مفاسد مآلیہ شدیدہ بھی متحقق ہیں، مثلاً خدانخواستہ اگر یہ طریق مروج ہو گیا تو مثل تورات وانجیل احتمال قوی اصل قرآن مجید کے ضائع ہونے کا ہے اور حفاظت اصل قرآن کی فرض ہے اور اس کا اخلال حرام ہے اور فرض کا مقدمہ فرض، اور حرام کا مقدمہ حرام اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ یہ احتمال بعید ہے محققان دین ومبصران اسلام سے ایسے احتمالات کا اعتبار ثابت ہے، پھر خواہ بعید ہو یا قریب ہم پر بھی واجب ہے کہ اس کا لحاظ کریں حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے بعض قراء کی شہادت کے وقت، بعد سرسری مناظرہ کے محض ضیاع قرآن کے احتمال کا اعتبار کر کے قرآن مجید کے جمع کا اہتمام ضروری قرار دیا تھا، حالانکہ قرآن مجید اس وقت بھی متواتر تھا اور اس کے ناقل اس کثرت سے موجود تھے کہ اس کے تواتر کا انقطاع احتمال بعید تھا، لیکن پھر بھی اس کا لحاظ کیا گیا پس جیسا اس وقت عدم کتابت میں احتمال ضیاع کا تھا اسی طرح صرف ترجمہ کی کتابت میں اس کا احتمال ہے اس احتمال کے وقوع کا وہی نتیجہ ہوگا، جیسا حدیث میں ہے "امتھوکون انتم کما تھوکت الیھود والنصاری"(مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام ص ر ۳۰) اور مثلاً یہ مفسدہ ہوگا کہ حسب تصریح فقہاء اس ترجمہ کو بلا وضو مس کرنا جائز نہ ہوگا کما فی العالمگیریۃ "ولو کان القرآن مکتوبا بالفارسیة یکرہ لھم مسه الخ " (۱ ر ۲۴)،"وفیه ایضا إذا قرأ أیة السجدة بالفارسیة فعلیه وعلی من سمعھا الخ"(۱ ر ۸۵)، "وھذہ الجزئیة الثانیة تؤید الأولی......فعلم منه أن الترجمة بالفارسیة لا تخرج القرآن أن کونه قرأنا حکیما الخ"، اور یہ یقینی بات ہے کہ عامۃ الناس اس ترجمے کو ایک کتاب خالی از قرآن سمجھ کر ہرگز اس کے مس کے لئے وضو کا انتظام نہ کریں گے، تو ایسا ترجمہ شائع کرنا سبب ہوگا ایک امر غیر مشروع کا اور غیر مشروع کا سبب غیر مشروع ہے، اور مثلاً اس کا احترام بھی زیادہ نہ کریں گے اور غیر قابل انتفاع ہو جانے کے وقت مثل دیگر معمولی کتب کے اوراق کے اس کے اوراق کا استعمال بھی کریں گے، تو اس سے یہ بھی ایک محذور لازم آئے گا اور محذور کا سبب لامحالہ محذور ہے، اور مثلاً آج تک امت میں کسی نے ایسا نہیں کیا جو کسی نے ایسا کیا تو اس پر انکار کیا گیا۔

چنانچہ میں نے محمد عبدالرحمٰن خان صاحب مرحوم مالک مطبع نظامی سے یہ سنا ہے کہ کسی نے لکھنؤ میں ایسا ہی ایک پارہ چھاپا تھا، مگر علماء نے اس کی اشاعت کی اجازت نہیں دی، تو اس شخص نے اس کے اوراق کو قرآن مجید کی دفتیوں میں چسپاں کرا کے پوشیدہ کر دیا اور چنانچہ اس وقت بھی ایسے ترجمے غیر حامل متن پر علماء کو انکار ہے۔

اس جواب کے لکھنے کے قبل ایک مجمع علماء سے میں نے ذکر کیا تو ایک نے بھی اس میں نرمی نہیں فرمائی بلکہ سب نے شدید انکار کیا باوجودیکہ دوسری زبان والے مسلمانوں کو اس قسم کی حاجت بھی واقع ہوئی جس حاجت کی بنا پر ایسا کیا گیا ہے، تو باوجود داعی کے تمام علماء کا انکار کرنا دلیل ہے اجماع کی اس امر کے مضموم ومنکر ہونے پر جس میں یہ احادیث وارد ہیں "**إن الله لا يجمع أمتي على الضلالة، ويد الله على الجماعة، ومن شذ شذ إلى النار واتبعوا السواد الأعظم**" (مشکوۃ)۔

اور اب تو قرآن مجید سے کچھ علاقہ بھی ہے اگر ترجمے سے بھی مدد لیتے ہیں تو اصل بھی ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے اس بہانے بہت کچھ پڑھ بھی لیتے ہیں اور پھر تو قرآن سے بالکل بے تعلق اور اجنبی ہو جائیں گے اور بیساختہ ان پر یہ آیت صادق آنے لگے گی "**نبذ فريق من اللذين أوتوا الكتاب الله الخ**" (سورۂ بقرہ:۱۰۱)۔

اور مثلاً اب اگر ترجموں میں کچھ اختلاف ہے تو اصل بھی سامنے سے اس کو سب نسخوں میں متحد پاتے ہیں تو اختلاف کا خیال اصل تک نہیں پہنچتا اور جب ترجمے ہی ترجمے رہ جائیں گے اور اصل نظروں سے غائب ہو گی تو اس وقت یہ اختلاف کلام اللہ کی طرف منسوب ہوگا، بعد چندے یہ گمان ہونے لگے گا کہ اصل حکم ہی مختلف ہے یہ تو اعتقاد پر اس کا اثر ہوگا اور عمل پر یہ اثر ہوگا کہ ترجموں کو لے کر آپس میں لڑیں گے اور مراجعت الی الاصل کی توفیق ہوگی نہیں جو مدار ہوسکتا ہے فیصلے کا بس اس آیت کا مضمون ظاہر ہو جائے گا "**وما اختلف فيه إلا الذين أوتوه من بعد الخ**" (سورۂ بقرہ:۲۱۳)۔

اور مثلاً اب تو ترجمے کو مستقل کتاب نہیں سمجھتے قرآن کا تابع سمجھے ہیں، یا غلط سمجھتے ہیں یا فصاحت و بلاغت سے گرا ہوا پاتے ہیں تو فہم کا یا مترجم کا قصور سمجھتے ہیں اور مترجم کو مالک دین کا نہیں جانتے، نیز کسی مترجم کو ہمت تحریف معنوی کی بھی نہیں ہوسکتی کہ اصل کے سامنے ہونے سے ہر طالب علم اس پر گرفت کر سکے گا، اور ایسا ترجمہ اگر ہوا تو اس کو مستقل کتاب سمجھیں گے کسی کا تابع نہ سمجھیں گے اور تمام آثار مذکورہ کی اضداد واقع ہوں گی خصوص مترجم کا مطبوع مستقل ہو جانا یہ سب سے بڑھ کر آفت ہوگی اور اہل زیغ کو بہت آسانی سے موقع غلط ترجمے اور تفسیر کا ملے گا، کیونکہ ہر دیکھنے والے حافظ نہیں ہوتے اور اصل کی طرف مراجعت ہر وقت آسانی نہیں ہوتی کما قال "**اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله**" (سورۂ بقرہ:۳۱)۔

اور پھر اسی طرح کے بہت سے مفاسد ہیں جن کو انشاء اللہ علماء ظاہر کریں گے اسی لئے جا بجا لفظ مثلاً لایا گیا ہے اس وقت دس ہی وجوہ پر جس کو عشرہ کاملہ کہا جا سکتا ہے اکتفا کیا جاتا ہے، مگر کاملہ کا خاتمہ ہونا لازم نہیں اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ کا رشاد ہے: "**ولاتعاونوا علی الإثم والعدوان**" (سورۂ مائدہ:۲)، فقہاء نے اس قاعدے پر یہاں تک تفریع کی ہے کہ جس شخص کو بھیک مانگنا حرام ہے اس کو بھیک دینا بھی حرام ہے، کیونکہ اگر دینے والے دیں نہیں تو مانگنے والا مانگنا چھوڑ دے اسی طرح اس ترجمے کے متعلق یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ ایسے ترجمے کو اگر کوئی شخص نہ بقیمت لے اور نہ بلا قیمت تو ایسے تراجم کا سلسلہ بند ہو جائے، اور لینے کی صورت میں سلسلہ جاری رہے گا پس ایسے ترجمے کا خریدنا یا ہدیہ میں قبول کرنا اعانت ہوگی ایک امر ناجائز کی اس لئے یہ بھی ناجائز ہے (جواہر الفقہ ۱/ ۱۱۲، ۱۱۵)۔

ایک قابل ذکر پہلو یہ بھی ہے کہ اس قدر الفاظ ومعانی کی حفاظت ونگرانی، تجوید وقرأت کے اہتمام والتزام، علوم القرآن، علوم تفسیر کے ضوابط مرتب کرنے کے باوجود موجودہ دور کے مسلمانوں اور بعض اہل علم کا حال اہل فکر وفن پر مخفی نہیں کہ نہ تو لوگوں کا قرآن قرأت وتجوید کے مطابق درست ہے نہ ہی معانی معتبرہ علوم تفسیر کی رعایت پوری طرح اور مکمل ہر جہت سے لوگوں کو ملحوظ خاطر ہے، مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد، بلکہ غالب اکثریت قرآن شریف کے عربی الفاظ کی شناخت رکھتی ہے، مگر تجویش قرأت کی رعایت نہیں رکھتی بسا اوقات مایجوز بہ الصلوۃ پر قدرت نہیں رکھتی، مگر فکر ضرور رکھتی ہے تفاسیر وتراجم لکھنے والے اپنے منشاء فکر کے مطابق ہاتھ صاف کرتے رہتے ہیں، تحریف تک پہنچ جاتے ہیں منمانی تفسیر سے باز نہیں رہتے تفسیر بالرائے کر ڈالتے ہیں ظاہر ہے ان امور کی کیسے گنجائش ہو سکتی ہے۔

حرمت وممانعت کی ان تصریحات کے باوجود جب فساد امت ظاہر ہے تو کسی اور زبان میں متن قرآن کی اجازت کی صورت میں اور خرابیوں کے سوا تجوید قرأت کا فن "**ورتل القرآن ترتیلا**" (سورۂ مزمل:۴) کا حکم بے مقصد و بے معنی ہو کر رہ جائے گا، اور تفاسیر وتراجم کی بے راہ روی کا ایسا دروازہ کھل جائے گا جس کے روک تھام کی صورت نہیں ہوگی اور یہ سر چشمہ ہدایت اور نقطہ اتحاد امت اختلاف وانتشار کا مرکز بن جائے گا۔

ایسی صورت میں سہولت تو کیا ہوتی امت کے مشکلات میں کئی گنا اضافہ ہو جائے گا، اس لئے متن کے بغیر صرف ترجمہ اور متن قرآن کریم غیر عربی زبان میں لکھنے، چھاپنے، خریدنے، ہدیہ کرنے اور کسی طرح بڑھا دینے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ مستقل ایک فتنے کا دروازہ کھل سکتا ہے جس کا انسداد بہر حال فرض ہے، غیر عربی متن کے شائع کرنے کی اجازت دینا بھی کسی طرح مناسب نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ ایسی صورت میں لوگ اپنی زبان کی مدد سے عربی تلفظ کریں گے اور تجویش قرأت کی ضرورت محسوس نہ کریں گے، واضح رہے کہ عربی زبان وحروف کا تلفظ کسی اور زبان میں موجود نہیں ہے اور اگر

تلفظ درست کر کے ایسا کرنے پر رضامند ہوں تو غیر عربی غیر مفید اور فضول ہی ہے، اور اس صورت میں بہر حال اس نقطہ نظر کو تقویت مل جائے گی جو لوگ تجوید قرأت سے قرآن پاک پڑھنے کے منکر ہیں، اور مجمع علیہ ومتفق علیہ مسلم اصول وقواعد شریعت کے خلاف کا نقطہ نظر بلاشبہ باطل ہے، لہذا اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ، معانی کے تحفظ کے لئے اس کا ابطال وتردید کریں۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

جس طرح صرف قرآن کریم کا ترجمہ شائع کرنا اور کسی زبان اور رسم الخط میں کتابت کرنا ممنوع ہے اسی طرح بریل کوڈ میں بھی قرآن کریم کی منتقلی کی ممانعت ہی اصل معلوم ہوتی ہے۔ بریل کوڈ کی آمد وشہرت تک نابینہ اور معذورین چشم نے جیسے اپنی دیگر ضروریات کی تکمیل کی دینی ضروریات بھی مکمل کرتے رہے۔ تاہم دیکھنے اور تجربے سے معلوم ہوتا ہے کہ ھندی، انگریزی زبانوں کے جاننے والوں کے لئے ھندی اور انگریزی زبان میں لکھئے ہوئے قرآن کریم کو پڑھنے کیلئے استاذ ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ وہ قرآن کریم بغیر استاذ کے بھی اپنی یافت کی زبان میں پڑھ سکتے ہیں۔ البتہ تجوید وقرأت کی رعایت نہیں کر سکتے۔ جس سے تحریفِ لفظی ومعنوی پیدا ہوجانا ظاہر ہے۔ اسی وجہ سے ان زبانوں میں قرآن کریم کی منتقلی ناجائز وحرام ہے۔

بریل کوڈ میں خاص فرق یہ سمجھ میں آیا کہ نابینہ حضرات بریل کوڈ میں قرآن کریم پڑھ ہی نہیں سکتے، خواہ وہ بریل کوڈ کا جانکار ہی کیوں نہ ہو۔ جب تک عربی بریل کوڈ بتلانے وسکھلانے والا معلم موجود نہ ہو۔ کیونکہ کوڈ میں چھ دائرے ہوتے ہیں جو مختلف زبانوں پر رہنمائی کے لئے قایم کئے گئے ہے اور حروف میں امتیاز پیدا کیا گیا ہے۔ مثلاً الف کیلئے 1 نمبر ہے عربی زبان والوں کیلئے۔ اور یہی انگریزی والوں کیلئے A کا اور ھندی والوں کیلئے De کا۔ ان تینوں کا تلفظ جداگانہ ہے، لہذا معلم کی رہنمائی کے بغیر انکا امتیاز اور تکلم نہیں ہوسکتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بریل کوڈ مستقل زبان اور رسم الخط نہیں ہے، بلکہ مختلف زبانوں کی رہنمائی کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔ جس کو بریل ڈائری کوڈ میں معذورین اور نابینہ کی سہولت ویسر اور انکو زیورِ علم سے آراستہ کرنے کیلئے مخصوص کوڈ میں محفوظ کردیا گیا ہے۔

تفصیل بالا سے معلوم ہوا کہ بریل کوڈ کے لئے معلم کی شرط اور ضرورت دیگر علوم کیلئے معلم سے جداگانہ ہے۔ کیونکہ ایک ہی شکل میں اس ڈائری کوڈ میں مختلف زبانیں سمادی گئی ہیں۔ اور کسی ایک زبان کے معلم کیلئے دوسری زبان کا بھی علم ہونا ضروری ہے۔ بریل کوڈ کا حروف کی علامت وسیلہ وسبب ہونا واضح ہوگیا، اس لئے یہ کوئی مستقل رسم الخط نہیں ہے۔ تو

قرآن کریم لکھنے اور پڑھنے میں اس وسیلہ کے استعمال میں بظاہر کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی ہے، البتہ معلم ہونا ضروری ہے اور اس کا صرف بریل کوڈ کا ماہر ہونا ضروری نہیں، بلکہ تجوید وقرأت کی بی مہارت ہو۔ کیونکہ تجوید وقرأت کے حکم میں بنیاد و غیر بنیاد دونوں برابر ہیں۔

بریل کوڈ کو رسم الخط مجازاً کہنے کی بات سمجھ میں آتی ہے حقیقتاً رسم الخط کا اطلاق ہماری معلومات میں درست نہیں معلوم ہوتا۔ اور چونکہ بریل کوڈ مجازاً ہی صحیح، مگر تحریر اور کوڈ ورڈ میں آنے والا علم قرآن کریم ہے۔ اس لئے اسکے آداب و رعایات مثل حقیقی قرآن کریم ہی ہے، لہٰذا طہارت کی شرط بھی مثل مصحف اسکے لئے بھی ہونی چاہئے۔

چند معذورین نے ہمیں بھی قرآنِ کریم سنایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلاشبہ اسکوڈ ورڈ تحریر سے فائدہ اور سہولت ضرور ہے۔ اور "**وما جعل علیکم فی الدین من حرج**" (سورۂ حج: ۷۸) کا مصداق اور رسم امام و مصحف عثمانی سے معارض نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مستقل اور حقیقی رسم الخط نہیں ہے اسلئے جواز و اجازت میں شبہہ نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ

۱- بریل کوڈ مستقل رسم الخط اور زبان نہیں ہے، بلکہ مستقل تک پہنچنے کا ذریعہ و وسیلہ ہے اور مجازاً اس پر رسم الخط کا اطلاق ہے۔

۲- بریل کوڈ جاننے والے کیلئے ماہرِ فن تجوید ہونا بھی ضروری ہے تاکہ لفظی یا معنوی تحریف کا شائبہ نہ ہو۔

۳- قرآن کریم کی طرح بریل کوڈ میں منتقل کئے گئے مصحف کا ادب واحترام، طہارت وغیرہ کا التزام اصل ہی کی طرح واجب ہے۔

موبائل اسکرین پر قرآن کریم:

موبائل کی اسکرین پر ابھرے ہوئے الفاظ قرآن کی تلاوت کیلئے باوضو ہونا ضروری نہیں ہے۔ موبائل ایک بند غلاف ہے ابھرے ہوئے نقوش مستقل صنعت کا نتیجہ ہے وہ مصحف اور قرآنِ کریم کی طرح مستقل نہیں ہے، بلکہ تابع اور بسا اوقات تابع در تابع ہیں، لہٰذا اسکے لئے طہارت کی شرط نہیں ہے۔

☆☆☆

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت

مولانا محمد ثوبان اعظم القاسمی☆

قرآن مجید کا صرف ترجمہ بغیر عربی الفاظ کے لکھنا اور لکھوانا اور شائع کرنا باجماع امت حرام اور باتفاق ائمہ اربعہ رحمھم اللہ ممنوع ہے، جیسا کہ روایات ذیل میں اس کا ناجائز وحرام ہونا مذاہب اربعہ سے ثابت ہے، اور جب کہ اس کا لکھنا اور شائع کرنا ناجائز ہوا تو اس کی خرید وفروخت بھی بوجہ اعانت معصیت ناجائز ہوگی۔ اس لئے اس کا فروخت کرنے والا اور خرید نے والا بھی گنہگار ہوگا، اور چھاپنے اور شائع کرنے والے کو بھی اپنے عمل کا گناہ ہوگا، اور جتنے مسلمان اس کی خرید وفروخت کی وجہ سے گناہ گار ہونگے وہ اس کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جائے گا۔

لقوله تعالیٰ:''ومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها''(سورۂ نساء:۸۵)۔

(اور جو کوئی شفارش کرے بری بات میں اس پر بھی ہے ایک بوجھ اس میں سے)(ترجمۂ شیخ الہند۔ص:۱۱۹)۔

ولقوله تعالیٰ:''وتعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الاثم والعدوان'' (سورۂ مائدہ:۲)۔

(اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیز گاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر)(ترجمہ شیخ الہند:ص۔۱۴۰)۔

حضرت علامہ حسن شرنبلانیؒ صاحب''نورالایضاح''جو دسویں صدی ہجری کے مشہور فقیہ اور مفتی صاحب تصانیف کثیرہ ہیں، ان کا ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر ہے جس کا نام''**النفحة القدسية فی أحكام قراء ة القرآن وكتابته بالفارسية**''ہے، اس میں مذاہب اربعہ سے اس کی حرمت اور سخت ممانعت ثابت کی ہے کہ قرآن مجید کو کسی عجمی زبان میں محض ترجمہ بلا نظم قرآنی عربی کے لکھا جائے۔

دوسرا رسالہ''**صيانةالقرآن عن تغييرالرسم واللسان**''کیا قرآن مجید کا صرف ترجمہ شائع کیا جاسکتا ہے؟ کے عنوان سے مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے لکھا ہے جو''**جواهر الفقه**''جلد اول کا حصہ ہے۔

☆　ناظم جامعہ ربانی منوروا شریف سمستی پور۔ بہار۔

خلاصہ یہ ہے کہ:''بغیر متن کے ترجمۂ قرآن شائع شدہ کی تقسیم اور ہدیہ کرنے کا حکم بھی ناجائز ہوگا، اس لئے کہ تعاون علی الشر والعدوان'' کا کوئی جواز نہیں، اس کی مزید تفصیلات فقہ وفتاوی کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں، مثلاً: فتح القدیر (۱/۲۱۰ طبع مصریہ باب کیفیۃ الصلوۃ)، شامی (۱/۴۵۳)، المغنی مع الشرح الکبیر (۱/۵۳۰) وغیرہ۔

الحاصل مصالح مزعومہ اور وھمیہ کی وجہ سے اجماع امت کا فیصلہ نہیں بدلا جاسکتا، اور حفاظت قرآن کی مصلحت پر ہر مصلحت قربان کردی جائے گی، خود حضرت عثمان غنیؓ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان مصالح کی طرف نظر نہیں فرمائی، جبکہ اس وقت شیوع تعلیم السنہ کا زمانہ نہ تھا، بلکہ حضرت زید بن ثابتؓ کاتب قرآن خود مختلف زبانیں جانتے تھے، مگر پھر بھی ملکی مصالح کو نظر انداز کرکے صرف عربی زبان اور عربی رسم خط میں قرآن مجید کے نسخے لکھے اور تمام ممالک میں ارسال فرمائے:

''حوادث الفتاویٰ'' حصہ دوم صفحہ (۱۵۶) میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے دس دلیلوں سے بغیر نظم قرآنی کے صرف خالی ترجمہ چھاپنے، تقسیم کرنے، ہدیۃً لین دین کو امر ممنوع اور شدید ناجائز فرمایا ہے، نیز خالی ترجمہ کے چھونے کا حکم تحریر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں: کہ حسب تصریح فقہاء رحمہم اللہ اس ترجمہ کو بلا وضو مس کرنا جائز نہ ہوگا۔

كمافي العالگيرية:'' ولوكان القرآن مكتوبا بالفارسية يكره لهم مسه عند أبي حنيفةؒ وكذاعند هما على الصحيح، هٰكذا في الخلاصة ''(ج:اول۔ص:۸۵)۔

'' وفيه ايضاً: إذا قرأ آيةالسجدة بالفارسية فعليه وعلى من سمعها السجدة فهم السامع أم لا إذا اخبر السامع أنه قرأ آية السجدة ''(جلداول ص:۸۵)۔

''وهٰذه الجزئية الثانية تؤيد الاولىٰ حيث وجب سجدة التلاوة بقرآة القرآن بالفارسيةفعلم منه أن الترجمة بالفارسية لاتخرج القرآن عندكونه قرآناحكماً، فلايجوز مسه للمحدث''۔

اور یہ یقینی بات ہے کہ عامۃ الناس اس ترجمہ کو ایک کتاب خالی از قرآن سمجھ کر ہرگز اس کے مس کیلئے وضو کا انتظام نہ کریں گے، تو ایسا ترجمہ شائع کرنا سبب ہوگا ایک امر غیر مشروع کا اور غیر مشروع کا سبب غیر مشروع ہے، اور مثلاً اس کا احترام بھی زیادہ نہ کریں گے اور غیر قابل انتفاع ہوجانے کے وقت مثل دیگر معمولی کتب کے اوراق کے اس کے اوراق کا بھی استعمال کریں گے تو اس سے یہ بھی ایک محذور کا سبب ہے جو لامحالہ محذور ومحظور ہے۔ انتہی ملخصا۔

غیرعربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

باجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین وتابعین رحمہم اللہ اور باتفاق ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ پوری امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک قرآن مجید کی کتابت'' مصحف عثمانی''، جس کو اصطلاح میں'' امام'' کہاجاتا ہے، اس کی

پیروی اور اتباع واجب ہے، اس کے خلاف کرنا ''تحریف قرآن'' اور زندقہ کے حکم میں ہے، اور خصوصاً کلمات قرآنی کی ترتیب بدلنا یا اس میں کسی حرف کی کمی زیادتی کرنا تو کھلی تحریف ہے، جس کو کوئی ''ملحد'' بھی صراحۃً تجویز نہیں کرسکتا۔

یہی وجہ ہے کہ عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں جب اسلام مشرق ومغرب کے ممالک عجم میں اپنی آسمانی کتاب قرآن مجید کے ساتھ پھیلا، اس وقت قرآن شریف کے پڑھنے پڑھانے والے گنے چنے حضرات تھے، عراق و خراسان اور ہندوستان وترکستان وغیرہ کے رہنے والے نومسلم نہ عربی رسم خط پڑھ سکتے تھے، نہ ان کے ممالک میں ابتداءً کوئی ایسا آدمی میسر تھا جو عربی کو سمجھ کر ان کی ملکی زبان میں اس کی ترجمانی با آسانی کرسکے اور قرآن ان کو پڑھا سکے، ظاہر ہے کہ اس وقت اس کی کس قدر ضرورت ہوگی، کہ ہر ملک کے رسم خط میں قرآن لکھوا کر ان کے پاس بھیجا جائے، تاکہ وہ آسانی سے پڑھ سکیں، لیکن پوری تاریخ اسلام میں ایک واقعہ بھی اس کا قرون مشہود لھا بالخیر میں ثابت نہیں، کہ ان حضرات نے کسی عجمی رسم خط میں قرآن کریم لکھوایا ہو یا اس کی اجازت دی ہو، بلکہ تعامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اس وقت بھی وہ ہوا جو صحیح بخاریؒ میں حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ ملک شام کے جہاد اور آرمینیہ، آذربائیجان کی فتح میں شریک تھے وہاں اہل عراق کو قرآن کی مختلف قرائتوں میں اختلاف کرتے ہوئے دیکھا تو اس وقت کے خلیفۂ اسلام حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سخت تشویش کا اظہار کیا اور یہ الفاظ کہے:۔

''أدرک الأمة قبل أن يختلفوا اختلاف اليهود والنصارىٰ''

(اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ آپ امت کی خبر لیں اس سے پہلے کہ ان میں یہود ونصاریٰ جیسا اختلاف واقع ہوجائے)

حضرت عثمان غنیؓ نے تمام اجلہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت سعید بن العاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارثؓ وغیرہم کے مشورہ سے طے کرلیا کہ قبائل عرب کے سات لغات جن پر قرآن کریم نازل ہوا ہے اگرچہ وہ سب وحی اور حق ہیں، لیکن ان کے لفظی اختلاف سے اب یہ اندیشہ ہے کہ کہیں معنوی اختلاف اور تحریف کا راستہ نہ نکل آوے، اس لئے اب صرف قریش کی لغت پر قرآن کریم پڑھا جائے، دوسرے لغات کو موقوف کردیا جائے، کیونکہ یہ اختلاف صرف لفظی تھا معنی پر اس کا کوئی اثر نہ تھا جو قبائل کی آسانی کیلئے جاری ہوا تھا، اس کی مثال اردو میں ایسی ہے جیسے دہلی اور لکھنؤ کی اردو میں باہمی کچھ فرق ہیں، مثلاً ''آپ کو'' اور ''آپ کے تئیں'' وغیرہ کہ جسکا معنی پر کوئی اثر نہیں۔

باجماع صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین لغت قریش پر قرآن کریم کے بہت سے نسخے لکھوائے گئے، اور ایک جماعت

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے سامنے ان کو پڑھایا گیا صحیح کیا گیا، اس کے بعد وہ نسخے مختلف ممالک عرب وعجم، مکہ مکرمہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ، کوفہ میں بھیج دیئے گئے، اور باجماع امت ان کا اتباع ہر چیز میں لازم وضروری ہوگیا، اور سمجھا گیا (کذافی روح المعانی، ص:۲۰)۔

حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ نے اپنی کتاب ''فضائل القرآن'' میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''جامع دمشق'' میں اس کا ایک نسخہ اب تک موجود ہے، جو بڑے وزنی اوراق پر لکھا ہوا ہے۔

الغرض صحابہ کرام وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرز عمل سے واضح ہوگیا کہ جس طرح قرآن کریم میں زبان عربی کی حفاظت ضروری اور لازم ہے، کسی عجمی زبان میں بدوں قرآنی عبارت کے قرآن کریم کی کتابت جائز نہیں، اسی طرح عربی رسم خط کی حفاظت بھی ضروری ہے، کسی دوسرے رسم خط میں ان کا لکھنا جائز نہیں، کہ اس میں رسم خط عثمانی کی مخالفت اور تحریف قرآن کا راستہ کھولنا ہے، جو باجماع امت حرام ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسم خط عثمانی کا اتباع لازم وواجب ہے، اس کے علاوہ کسی دوسرے رسم خط میں اگرچہ وہ بھی عربی ہی کیوں نہ ہو قرآن کریم کی کتابت جائز نہیں، مثلاً اوائل سورت میں **بسم الله** کو مصاحف عثمانیہ میں بحذف الف لکھا ہے، اور **اقراء باسم ربک** میں بشکل الف ظاہر کیا گیا ہے، اگرچہ پڑھنے میں دونوں یکساں بحذف الف پڑھے جاتے ہیں مگر باجماع امت اس کی نقل واتباع کرنا ضروری ہے، اس کے خلاف کرنا عربی رسم خط میں بھی جائز نہیں، تو ظاہر ہے کہ سرے سے پورا رسم خط غیر عربی میں بدل دینا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔

اور حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ نے ''ازالۃ الخفاء'' میں ایک مہتم بالشان مقدمہ میں بیان فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ قرآن کریم کی جمع وترتیب اور حفاظت ہمارے ذمہ ہے، **قال تعالیٰ: "إن علينا جمعه وقرآنه"** (سورۂ قیامہ:۱۷)، **وقال تعالیٰ: "انا نحن نزلنا الذكر وإناله لحافظون"** (سورۂ حجر:۹)۔

لیکن اس وعدۂ الٰہیہ کے ظہور اور حفاظت الٰہیہ کا طریق ظاہر ہے کہ اس طرح منظور نہیں تھا جس طرح انسان اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے، اور نہ اس طرح ہے کہ قرآن کسی پتھر کے اندر کندہ ہوجاتا جو مٹانے سے مٹ نہ سکے، بلکہ مشاہدہ یہ ہوا کہ حفاظت خداوندی کا ظہور اس طرح ہوا کہ چند بندگان صالحین کے قلوب میں ڈالا گیا کہ وہ اس کی جمع اور تدوین کی خدمت انجام دیں، اور تمام دنیا کے مسلمان ''ایک نسخۂ قرآنی'' پر مجتمع اور متفق ہوجائیں، اور ہمیشہ جماعت عظیمہ اس کی تلاوت اور تعلیم میں مشغول رہیں، تاکہ سلسلۂ تواتر نہ ٹوٹے، اور تکمیل اس کی اس طرح ظہور میں آئی کہ عہد عثمانی میں بمشورہ و اجماع صحابہؓ تمام مصاحف میں سے ایک مصحف پر اتفاق کیا گیا، جس میں قرأت شاذہ نہیں لی گئیں، بلکہ قرأت متواترہ لی گئیں

،اور قبائل عرب کی سات زبانوں میں جن پر قرآن کریم نازل ہوا تھا، ایک قریش کی لغت لی گئی، اور باقی لغات کے مصاحف متروک کردیئے گئے جنکا بعد میں کہیں نام ونشان نہیں رہا۔

اس واقعہ اور مشاہدہ سے ثابت ہوگیا کہ قرآن مجید جس کی حفاظت کا حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا، وہ یہی مصحف عثمانی تھا اور ہے، اور یہی قرآن مجید محفوظ من اللہ ہے، ورنہ اگر حفاظت خداوندی سب مصاحف کے ساتھ متعلق ہوتی تو دوسرے لغات کے مصاحف کا تلف کردینا کسی مخلوق کی قدرت میں نہ ہوتا، اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم محفوظ صرف وہی ہے جو ''مصحف امام'' اور مصحف عثمانی کہلاتا ہے، جو چیز اس میں نہیں ہے وہ قرآن کریم نہیں ہے، اور جو چیز اس میں ہے وہ مٹائی نہیں جاسکتی، اور نہ اس میں کوئی ادنیٰ تغیر کرنا جائز ہوسکتا ہے، یہی راز ہے اس اجماع کا جو اوپر نقل ہوا کہ مصحف عثمانی کے رسم خط کی حفاظت بھی واجب ہے (ازالۃ الخفاء، ج:۱،ص:۲۵، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح القدیر ۱/۳۵۱، ۴، اتقان ۲/۱۶۷، ۱۷۱)۔

بریل کوڈ:

فقہاء اصولیینؒ نے مراتب احکام کی بحث میں ضرورت، حاجت، اور تحسین سے تعرض فرمایا ہے:۔

ضرورت وحاجت مختلف شرائط کے ساتھ احکام میں اثر انداز ہوتی ہے۔

لیکن تحسین، کسی ممنوع چیز کو جائز ہونے میں اثر انداز ہو اسکی نظیر موجود نہیں ہے۔

بریل کوڈ نابینا انسانوں کیلئے ضرور اچھی چیز ہے، لیکن مذکورہ دلائل کی بنیاد پر یقینی طور پر کہا جائے گا کہ قرآن کریم ''بریل کوڈ'' میں اس لئے منتقل کیا جائے گا کہ نابینا افراد کیلئے قرآن کریم سے استفادہ میں سہولت ہوگی، یہ رسم الخط تحسین کے درجہ کی چیز ہے، مگر اس کی وجہ سے امت کے اجماعی حکم سے سرتابی کی اجازت نہیں دی جائے گی، اور یقیناً حکم لگایا جائے گا کہ قرآن مجید کو ''بریل کوڈ رسم خط میں منتقل کرنا جائز نہیں، اسلئے کہ رسم خط عثمانی سے انحراف جائز نہیں، اور خرق اجماع کا کوئی جواز نہیں، اس لئے بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا جائز نہیں۔

دلیلوں سے ثابت کردیا گیا ہے کہ کسی زبان میں قرآن شریف کا ترجمہ جو متن قرآنی سے خالی ہو گرچہ ایسا ترجمہ چھاپنا ناجائز ہو، اگر کوئی کم نصیب ایسا کر ہی لے تو اس کو بھی بے وضو چھونا جائز نہ ہوگا، جیسا کہ ''فتاویٰ عالمگیری'' کی عبارت پیچھے گزر چکی ہے، یہی حکم بریل کوڈ والے رسم الخط پر بھی نافذ ہوگا اور بریل کوڈ میں قرآن کریم تیار کرنا سخت ناجائز ہے۔

حافظ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

''لم یجوز أحد من الأئمه الأربعة كتابة القرآن بغير العربية'' (الاتقان فی علوم القرآن: ج۲،ص:۱۷۱)۔

فی العالمگیریه :''ولو كان القرآن مكتوبا بالفارسية يكره لهم مسه عند أبی حنيفةؒ وكذا A-29

عندهما على الصحيح "(فتاویٰ عالمگیری:۱/۲۰)۔

"**لايمسه إلا المطهرون**"(سورۂ واقعہ:۷۹)۔

موبائل پر قرآن کریم:

موبائل میں قرآن کریم کے متن وترجمہ کواسطرح رکھناٹچنگ کے ذریعہ نظم ومعانی قرآن پر ہاتھ پڑے یاارادی طور پر ہاتھ لگایا جائے تو بے وضواسکرین کوچھونا جائز نہ ہوگا۔

البتہ میموری میں موجودقرآن شریف کیلئے فون کا ڈھانچہ غلاف کے حکم میں ہوگا۔

لیکن بٹن سسٹم موبائل میں قرآن شریف، جیسے ہی اسکرین پرنمودار ہوگا بے وضوموبائل کی اسکرین کوچھونا جائز نہ ہوگا۔

البتہ نظم ومعانی قرآن موبائل میں ڈالناہی بے احترامی اور بے ادبی ہے۔

چونکہ موبائل کی میموری پرصحیح اور غلط آواز وحروف کواپنے اندر محفوظ رکھتی ہے،توقرآن شریف کولفظاًاور معناً موبائل کی میموری میں رکھنا سوءادب اور بے احترامی سے ناشی ہے، نیز موبائل کے استعمال میں جس قسم کی بے فکری مشاہدہ میں آتی ہے یالوگوں کوموبائل سے جس درجہ شغف ہے قرآن شریف کی بے احترامی لازمی محسوس ہوتی ہے، اس لئے موبائل میں قرآن شریف کے نظم ومعانی کومحفوظ رکھنا مکروہ ہے،موبائل کا ڈھانچہ اسکرین پرڈیجیٹل حروف کیلئے نمودارشکل میں جلدقرآن مجید کے حکم میں ہے:

''فتاوی ہندیہ''میں ہے:"**ولو كان القرآن مكتوبا بالفارسية يكره لهم مسه عند أبي حنيفة**ؒ **وكذا عندهما على االصحيح**"(۱/۲۰)۔

☆☆☆

قرآن کریم سے متعلق بعض مسائل

مولانا محمد منصف بدایونی ☆

۱- عربی متن کے بغیر صرف ترجمہ قرآن کی اشاعت جائز نہیں ہے۔

۱-صرف ترجمہ شائع کرنے میں یہ خرابی لازم آئے گی کہ لوگ صرف ترجمہ پر اکتفا کریں اور متن قرآن کو پڑھنے سے محروم ہوجائیں گے۔

۲-صرف ترجمہ شائع کرنے میں یہ بھی پتہ نہیں چلے گا کہ ترجمہ صحیح بھی ہے یا نہیں۔

۳-اور پھر نعوذ باللہ قرآن کریم کا وہی حال ہوگا کہ اصل قرآن کریم چھپنا بند ہوجائے گا اور صرف ترجمہ شائع کیا جائے اور پھر اس میں ردوبدل کرنا آسان ہوگا، جو تورات وانجیل کا ہے کہ ان دونوں کتابوں کا متن نایاب ہے صرف ترجمہ ہی ترجمہ ملتا ہے۔

۴-ایک جماعت ایسی بھی ہے جس کا خیال ہے کہ عربی متن پڑھنے سے کیا فائدہ جب سمجھ میں ہی نہ آئے، ایسے لوگ تو عربی متن کو چھاپنا باعث سمجھیں گے جس سے اصل قرآن کی حفاظت خطرے میں آجائے گی۔

مذکورہ خرابیوں کی وجہ سے صرف ترجمہ کی اشاعت جائز نہیں ہے، صرف ترجمہ کی اشاعت کے لئے جو وجہیں ذکر کی جاتی ہیں وہ ناقابل توجہ ہیں، اس لئے کہ اپنے نفع کی خاطر قرآن کریم کی حفاظت کو خطرے میں ڈالنا کوئی عقل مندی نہیں ہے لہذا یہ وجہ کہ اس میں مصارف کم آتے ہیں، صحیح نہیں ہے۔

دوسری وجہ کہ جو لوگ متن قرآن کو نہیں پڑھ سکتے، انہیں متن قرآن دینے سے کیا فائدہ، تو اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ انہیں یہ احساس ہوگا کہ وہ قرآن کریم کو پڑھنے کی ایک عظیم دولت سے محروم ہیں اور پھر یہ احسااور ایمانی جذبہ انہیں متن عربی پڑھنے کے لئے اور اس کو سیکھنے کے لئے اکسائے گا اور آمادہ کرے گا۔

☆ مفتی واستاذ حدیث: جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ۔

اور صرف ترجمہ دینے میں وہ یہ سمجھ بیٹھیں گے کہ ہم نے قرآن پڑھ لیا حالانکہ ترجمہ قرآن، اصل قرآن نہیں ہے کہ جس کے ایک حرف کے پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں تو اس طرح وہ تلاوت قرآن کے ثواب سے محروم رہ جائیں گے۔

غیر مسلموں کو قرآن دینا تبلیغ کی غرض سے یہ قرون مشہود لہا بالخیر کے خلاف ہے:

تبلیغ اور غیر مسلموں تک پیغام پہنچانے کی ضرورت قرون مشہود لہا بالخیر میں آج سے زیادہ تھی کہ اس وقت اشاعت اسلام کا مسئلہ آج سے زیادہ اہم تھا، مگر ایسا نہیں کیا گیا حالانکہ صحابہ کرام میں مختلف زبانیں جاننے والے افراد موجود تھے، حضرت سلمان فارسیؓ سے فارسی ترجمہ کرایا جاتا، حضرت صہیب رومیؓ سے رومی میں ترجمہ کرالیا جاتا، حضرت بلال حبشیؓ سے حبشی زبان میں، اور ان ممالک میں بھیج دیا جاتا، تاکہ اس ملک والے اس پیغام کو سمجھتے لیکن ایسا نہیں کیا گیا، بلکہ اصل قرآن کو ہی پہنچایا گیا اور اس کا مطلب و ترجمہ سمجھایا گیا، تاکہ اصل قرآن کی حفاظت میں کوئی رخنہ پیدا نہ ہو۔

جہاں تک بے حرمتی کا تعلق ہے تو وہ تو ترجمہ کے ساتھ بھی متحقق ہوگی، کیونکہ عرف میں یعنی عوام ترجمہ قرآن کو بھی قرآن سمجھیں گے، لہذا اس کی بے حرمتی کو قرآن کی بے حرمتی ہی تصور کیا جائے گا اور اگر کسی کو قرآن کریم کی نعوذ باللہ بے حرمتی کرنی ہی مقصود ہوگی تو وہ تو کہیں سے بھی حاصل کرسکتا ہے۔

لہذا سوال مذکور مصالح مزعومہ قابل التفات نہیں ہیں، کیونکہ ان کی وجہ سے اجماع امت کو نہیں چھوڑا جاسکتا اور حفاظت قرآن کی مصلحت پر کسی مصلحت کو ترجیح نہیں دی جاسکتی، "**إن اعتاد القراء ة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع وان كتب القرآن وتفسير كل حرف وترجمته جاز**" (شامی ۲/۱۸۷ مکتبہ زکریا، فتح القدیر ۱/۲۹۱ مکتبہ زکریا)۔

صرف ترجمہ کی اشاعت اس کی خرید وفروخت اور تقسیم وہدیہ ناجائز ہے:

یہ بات پہلے ثابت کی جاچکی ہے کہ صرف ترجمہ کی اشاعت ناجائز ہے، تو اب ظاہر بات ہے کہ اس کی خرید و فروخت اور تقسیم وہدیہ کرنا سب ناجائز ہوگا، اس لئے کہ یہ اعانت علی المعصیۃ ہے (فتاوی محمودیہ ۷/۲۱۴، جواہر الفقہ ۱/۹۷)۔

۲- غیر عربی رسم الخط میں قرآن کریم کی کتابت جائز نہیں ہے:

قرآن کریم عجمی ممالک میں آج نہیں پہنچا آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس پہلے سے پہنچا ہوا ہے، اور عجمیوں کو عربی رسم الخط میں قرآن پڑھنے کی مشکلات ظاہر ہے کہ اسی وقت سے ہیں، بلکہ یہ مشکلات اس وقت آج سے کہیں زیادہ تھیں کہ ہر جگہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی پڑھے لکھے حضرات ان میں بہت کم تھے خصوصاً قرآن پڑھانے والا تو کوئی عربی داں ہی ہوسکتا تھا جسا کا ہر شہر، ہر گاؤں میں میسر ہونا نہایت مشکل تھا اتنی مشکلات کے باوجود صحابہ کرامؓ نے ملکی رسم الخط میں قرآن

کے لکھنے ولکھوانے کوروانہ سمجھا۔

بلکہ یوں کہاجائے کہ جس طرح اللہ تعالی نے قرآن کریم کے الفاظ ومعانی کی حفاظت فرمائی ہے اسی طرح منجانب اللہ اس کے رسم الخط کی بھی حفاظت کی گئی ہے، حضرت عثمان غنیؓ نے جس رسم الخط میں قرآن کریم کوتحریر فرمایا تھا آج تک اسی کے مطابق قرآن کریم کی کتابت کا سلسلہ جاری ہے اور یہی **"علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهديين الحديث"** (ابوداؤد باب لزوم السنہ حدیث نمبر:۴۶۰۷،ترمذی کتاب العلم حدیث نمبر:۲۶۷۶) کا تقاضا ہے اسی لئے علماء کرام نے اسی رسم الخط میں کتابت قرآن کوواجب قرار دیا ہے اوراس سے انحراف کومنع فرمایا ہے۔

"ذهب جمهور العلماء إلى أن رسم المصحف الذى كتب فى زمن عثمانؓ على يدى كاتب الوحى زيد بن ثابت توقيفى لا تجوز مخالفته فى كتابة المصحف وطبعها" (اصول التفسیر وقواعدہ ص۴۵۱ بحوالہ جدید فقہی مسائل)۔

یہی وجہ ہے کہ عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں جب اسلام مشرق ومغرب کے ممالک عجم میں اپنی آسمانی کتاب قرآن مجید کے ساتھ پھیلا، اس وقت قرآن شریف کے پڑھنے پڑھانے والے گنے چنے حضرات تھے، عراق و خراسان اور ہندوستان وترکستان وغیرہ کے رہنے والے نومسلم نہ عربی رسم خط پڑھ سکتے تھے نہ ان کے ممالک میں ابتداءً کوئی ایسا آدمی میسر تھا جوعربی کوسمجھ کران کی ملکی زبان میں اس کی ترجمانی با آسانی کرسکے اورقرآن ان کو پڑھا سکے، ظاہر ہے کہ اس وقت اس کی کس قدر ضرورت ہوگی، کہ ہر ملک کے رسم خط میں قرآن لکھوا کران کے پاس بھیجا جائے، تاکہ وہ آسانی سے پڑھ سکیں، لیکن پوری تاریخ اسلام میں ایک واقعہ بھی اس کا قرون مشہود لھا بالخیر میں ثابت نہیں، کہ ان حضرات نے کسی عجمی رسم خط میں قرآن کریم لکھوایا ہو یااس کی اجازت دی ہو(جواہرالفقہ ۱/۷۴)۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہندی، انگریزی رسم الخط میں عربی کے کئی حروف نہیں ہیں اور نہ ان کوظاہر کرنے کے لئے کوئی قطعی علامات ہیں اس لئے متن قرآن اور نظم قرآن کو ہندی میں (ہندی رسم الخط) کے ساتھ شائع کرنا جائز نہیں ہے (کفایت المفتی ۱/۱۷۱)۔

نیز ہندی وغیرہ رسم الخط مین لکھنے سے عبارت مسخ ہوجائے گی، اصل مخارج وصفات سے ان کوادا نہیں کیا جائے گا، استعلاء اطباق، استطالت سب کچھ ضائع کردیں گے(محمودیہ ۷/۲۲۳)۔

"قال أشهب سئل مالک هل يكتب المصحف على ماأحدثه الناس من الهجاء؟ قال لا: إلا على الكتبة الأولى رواه الدانى فى المقنع، ثم قال: ولامخالف له من علماء الأمة۔

”وقال الإمام أحمد: ویحرم مخالفة خط مصحف عثمان فی واو أو یاء أوألف أو غیر ذالک“ (اتقان طبع اول فیصل ۲/۴۰۵)۔

عربی کے ساتھ دوسرے رسم الخط میں قرآن لکھنا:

عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں قرآن کریم کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم الخط میں لکھ دیا جائے اور دونوں کوایک ساتھ شائع کیا جائے تب بھی شائع کرنا جائزنہیں ہے، کیونکہ عربی نہ پڑھنے والوں کے خاطراس طرح کیا جارہا ہے اور وہ لوگ عربی رسم الکط کے پڑھنے پر قادرنہیں ہیں تو غیرعربی رسم الخط کے ساتھ عربی رسم الخط کوشائع کرنے سے کیا فائدہ ہے وہ لوگ تو غیرعربی رسم الخط مثلاً ہندی، انگریزی وغیرہ رسم الخط کے ساتھ پڑھیں گے اور اس طرح قرآن کوصحیح طریقہ سے نہیں پڑھا جاسکتا ہے، کیونکہ عربی میں ’’ح‘‘ اور ’’ہ‘‘ میں فرق ہے، عربی میں ’’ق‘‘ اور ’’ک‘‘ میں فرق ہے، مطلب یہ ہے کہ عربی رسم الخط اور دیگر رسم الخط میں نمایاں فرق ہے اگر علامتیں مقرر کی جائیں پھر بھی ناقص ہیں جس سے بیسیوں غلطیاں ہوں گی اور غلط تلفظ سے حروف میں تبدیلی آنے کی وجہ سے مطلب بھی بدل جائے گا اور ثواب کی جگہ عقاب، رحمت کی لعنت کا مستحق ہوگا۔

حضرت امام جوزیؒ فرماتے ہیں کہ بے شک جس طرح امت کیلئے مطالب قرآنی کا سمجھنا اور اسکے حدود کوقائم رکھنا عبادت ہے اسی طرح صحیح پڑھنا اور حروف کوطریقہ کے مطابق ٹھیک ٹھیک ادا کرنا بھی عبادت ہے، قرآن کریم قابل استاذ کے پاس پڑھے بغیرصحیح پڑھنا دشوار ہے توان ان پڑھ لوگوں کے لئے کس طرح غیرعربی رسم الخط میں صحیح پڑھنا ممکن ہوگا اس سے بہتر ہے کہ جوسورتیں زبانی یاد ہیں صحیح طریقہ سے وہی پڑھا کریں، مگر غیرعربی رسم الخط میں نہ پڑھیں، کیونکہ غلط پڑھنا حرام ہے (فتاوی رحیمیہ ۲/۱۷)۔

’’وقال البیهقی فی شعب الایمان : من یکتب مصحفاً فینبغی أن یحافظ علیٰ الهجاء الذی کتبوا به تلک المصاحف ولا یخالفهم فیه ولا یغیر مما کتبوه شیئاً. فإنهم کانوا أکثر علما و أصدق قلباً و لساناً و اعظم امانةً منا، فلا ینبغی أ ن نظن بأنفسنا استدرا کاً علیهم‘‘ (بیہقی ۲/۵۴۸ بحوالہ الاتقان)۔

۳-حروف تہجی کا ہی بریل کوڈ تیار کیا جائے:

بریل کوڈ اس طرح ہوکہ اس میں رسم عثمانی کوموٹے کاغذ میں ابھرے ہوئے نقطوں میں لکھا گیا ہو اور انگلیوں سے مس کر کے الفاظ کی پہچان کرائی جاتی ہو اور اس طرح تعلیم دی جاتی ہو تو پھر شائع کرنا جائز ہوگا کیونکہ اس میں نہ رسم عربی کی مخالفت ہے اور نہ رسم عثمانی کی، اور یہ بات ظاہر بھی ظاہر ہے کہ جب نابینا افراد رسم عثمانی کے علاوہ بریل کوڈ کو سمجھ سکتے ہیں تو وہ

بریل کوڈ بھی سمجھ سکتے ہیں، جو رسم عثمانی کے مطابق تیار کیا جائے، تا کہ اس صورت میں اجماع کی مخالفت بھی نہ ہو، اور ذکر کردہ سہولتیں بھی حاصل ہوجائے کیونکہ رسم عثمانی کی مخالفت اجماع کی مخالفت ہے:

''قال أشهب: سئل مالک هل یکتب المصحف علی ماأحدثه الناس من الهجاء؟ قال: لا، إلاعلی الکتبة الأولی رواه الداني فی المقنع، ثم قال: ولامخالف له من علماء الامة''، ''قال الإمام أحمد: ویحرم مخالفة خط عثمان فی واو او الف أوغیر ذلک'' (الاتقان طبع اول فیصل ۲/ ۴۰۳)۔

''ذهب جمهور العلماء إلی أن رسم المصحف الذي کتب في زمن عثمان علی یدی کاتب الوحی ''زید بن ثابت'' توقیفي لاتجوز مخالفته في کتابة المصحف وطبعها'' (اصول التفسیر وقواعدہ ص ۴۵۱ بحوالہ جدید فقہی مسائل)۔

بریل کوڈ اگر رسم عثمانی کے خلاف ہوا تو وہ پڑھانے والے پر موقوف ہوگا کہ وہ کسی کو کس حرف کی علامت قرار دے اور بہت ممکن ہے کہ ایک ایمان رکھنے والا ایک بریل کوڈ کو ایک حرف کی علامت بتلائے اور مستشرق اس کو دوسرے حرف کی علامت قرار دے اس طرح اختلاف ہوگا اور یہ اختلاف قرآن کریم کے نسخوں کے اختلاف تک پہنچائے گا کوئی بھی آسانی کہہ دیگا کہ ان کے قرآن میں نعوذ باللہ اختلاف ہے، بیناؤں کا قرآن الگ اور نابیناؤں کا الگ اور دونوں کے تلفظ میں بھی فرق ہے، اس لئے خیر اسی میں ہے کہ رسم عثمانی کا بریل کوڈ تیار کیا ئے اور کسی دوسرے بریل کوڈ کو قبول نہ کیا جائے۔

موبائل اسکرین پر قرآن کو چھونا:

اگر موبائل کی اسکرین شیشہ سے متصل ہے تو اسکرین پر قرآن کے موجود ہونے کے وقت بغیر وضو کے ہاتھ لگانا جائز نہیں ہوگا اور بقیہ موبائل کو بغیر وضو کے چھونا جائز ہوگا اور اگر اسکرین شیشہ سے متصل نہیں ہے تو پھر اسکرین کے اوپر والے شیشے کو بھی بغیر وضو کے چھونا جائز ہے۔

''ویمنع حل دخول مسجد......ومسه أی القرآن ولو في لوح أودرهم أو حائط لکن لا یمنع إلا من مس المکتوب'' (شامی زکریا ۱/ ۴۸۸)۔

''إذا مس لوحا مکتوبا علیه آیة، وکذا الدرهم والحائط لکن لایجوز مس المصحف کله المکتوب وغیره بخلاف غیره فإنه لا یمنع إلا مس المکتوب'' (البحر الرائق ۱/ ۳۴۹)۔

''ولا یحرم مس الغلاف المنفصل عن القرآن کالمکیس والصندوق، ویجوز مسه بنحوعود أو قلم أو غلاف منفصل عنه'' (الفقہ الاسلامی ۱/ ۳۸۶)۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کریم کی کتابت واشاعت

مفتی ریاست علی قاسمی رامپوری ☆

غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن کی کتابت کا حکم:

قرآن کریم کو عربی کے علاوہ کسی بھی رسم الخط میں لکھنا باجماع امت حرام اور ناجائز ہے، خواہ تنہا غیر عربی رسم الخط میں لکھا جائے یا غیر عربی رسم الخط کے ساتھ عربی رسم الخط کو بھی شامل کرلیا جائے، بہر صورت ناجائز اور حرام ہے، کیونکہ قرآنی رسم الخط توقیفی اور سماعی ہے، لوح محفوظ میں تحریر شدہ ہے، قرآن کا رسم الخط منزل من اللہ ہے، تواتر اور اجماع سے ثابت ہے اس میں قرأت سبعہ اور ساری قرأتیں جاری ہوسکتی ہیں یہ کمال اور خوبی کسی دوسرے رسم الخط میں نہیں ہے، لہذا اس کی اتباع واجب اور اس میں تغیر اور تبدیلی ناجائز اور حرام ہے، حضور ﷺ کے دور میں طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی آیت یا سورہ قرآن کریم کی نازل ہوتی تھی تو حضور ﷺ کاتبین وحی میں سے کسی کو بلاکر لکھواتے تھے اور ہر لفظ کا رسم الخط بھی کاتب وحی کو تلقین فرماتے تھے جس کو حضور ﷺ وحی زبانی سے سیکھتے تھے، جب خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں صحابہ کرام کے مشورہ سے کتابت قرآن اور جمع قرآن کا مسئلہ طے ہوا، تو حضرت زید بن ثابتؓ نے مکمل احتیاط اور پوری توجہ سے اس رسم الخط کے مطابق جو حضور ﷺ سے وحی الٰہی کے مطابق تجویز ہوا تھا مکمل قرآن شریف کی کتابت فرمائی، پھر خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں حضرت عثمان غنیؓ کے حکم سے قرآن کریم لکھا گیا تو اس وقت بھی کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ ہی کو یہ عظیم خدمت تفویض کی گئی جبکہ ہزاروں صحابہ کرام موجود تھے، لہذا اس مصحف عثمانی اور رسم عثمانی کی اتباع لازم اور ضروری ہے، اس کی مخالفت ناجائز اور حرام ہے، ائمہ اربعہ کا رسم عثمانی کو لازم اور ضروری قرار دینے پر اجماع اور اتفاق ہے، ارشاد خداوندی ہے:

”**إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون**“ (سورۂ حجر:۹) میں اللہ رب العالمین نے صرف الفاظ قرآنی کی

☆ مفتی واستاذ حدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ۔

حفاظت کا وعدہ نہیں فرمایا ہے، بلکہ الفاظ، معانی اور رسم الخط سب ہی کی حفاظت کا اس میں وعدہ کیا گیا ہے، معانی اور علوم قرآن کی حفاظت میں علماء دین مشغول ہیں، الفاظ، عبارت، لہجہ اور طرز ادا کی حفاظت میں حضرات قراء کرام مشغول اور منہمک ہیں اور رسم الخط کی حفاظت خطاط اور کاتبین کرام کررہے ہیں، لہذا مصحف عثمانی اور رسم عثمانی کا اتباع لازم اور ضروری ہے، اور اس کے خلاف کرنا اگر چہ وہ عربی رسم الخط ہی کیوں نہ ہو نا جائز اور حرام ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی کتاب ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں: **''وقال أشهب سئل مالک هل يكتب المصحف على ماأحدثه الناس من الهجاء؟ قال: لا، إلا على الكتبة الأولى رواه الدانی فی المقنع، ثم قال: ولامخالف له من علماء الأمة۔ وقال الامام احمد: يحرم مخالفة مصحف الإمام فی واو أو ياء أو الف أو غير ذلک**(۲/۴۰۳ فی مرسوم الخط وآداب کتابتہ)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عربی رسم الخط میں بھی رسم عثمانی کی اتباع لازم اور ضروری ہے، یعنی رسم عثمانی میں جو الف، یاء اور واؤ زائد ہیں جن کو پڑھا نہیں جاتا صرف وہ لکھنے میں آتے ہیں، اس طرح کے حروف کو حذف کر کے اگر کوئی شخص عربی عبارت میں قرآن لکھے تب بھی درست نہیں ہے، کیونکہ یہ رسم عثمانی کی مخالفت ہے اور رسم عثمانی کی مخالفت درست نہیں ہے۔

علامہ سیوطیؒ امام بیہقیؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وقال البيهقی فی شعب اليمان: من يكتب مصحفا فينبغی أن يحافظ الذی كتبوا به هذه المصاحف ولا يخالفهم فيه ولا يغير مما كتبوه شيئا، فإنهم كانوا أكثر علماء واصدق قلبا ولسانا واعظم أمانة منا، فلا ينبغی أن نظن بأنفسنا استدراكا عليهم''(الاتقان فی علوم القرآن ۲/۴۰۳ مطبوعہ فیصل دیوبند)۔

امام بیہقیؒ کے قول کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ صحابہ کرامؓ نے جس انداز اور رسم الخط میں قرآن کریم کو تحریر کیا تھا اس میں ذرہ برابر بھی تغیر اور ترمیم درست نہیں ہے، اس سلسلہ میں مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا ایک رسالہ ''تحذیر الانام عن تغییر رسم الخط من مصحف الانام'' کے نام سے ''جواہر الفقہ'' میں موجود ہے، جو انتہائی اہمیت کا حامل ہے، اس کے چند اقتباسات پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

باجماع صحابہ اور تابعین اور باتفاق ائمہ مجتہدین پوری امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے نزدیک قرآن مجید کی کتابت میں مصحف عثمانی جس کو اصطلاح میں امام کہا جاتا ہے اس کا اتباع واجب اور ضروری ہے، اس کے خلاف کرنا تحریف قرآن اور زندقہ کے حکم میں ہے اور خصوصا کلمات قرآنی کی ترتیب بدلنا یا اس میں کسی حرف کی کمی زیادتی کرنا تو کھلی

تحریف ہے جس کی کوئی ملحد بھی صراحۃ تجویز نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ عہد صحابہ میں جب اسلام مشرق اور مغرب کے ممالک عجم میں اپنی آسمانی کتاب قرآن مجید کے ساتھ پھیلا اس وقت قرآن کریم کے پڑھنے والے گنے چنے افراد تھے، عراق و خراسان اور ہندوستان وترکمستان وغیرہ کے رہنے والے نومسلم نہ عربی رسم الخط پڑھ سکتے تھے، نہ ان کے ممالک میں کوئی ایسا آدمی میسر تھا جو عربی کو سمجھ کر ان کی ملکی زبان میں اس کی ترجمانی بآسانی کرسکے اور قرآن کو پڑھا سکے، ظاہر ہے کہ اس وقت اس کی کس قدر ضرورت ہوگی کہ ہر ملک کے رسم الخط میں قرآن کریم لکھوا کر ان کے پاس بھیجا جائے، تاکہ وہ آسانی سے پڑھ سکیں، لیکن پوری تاریخ اسلامی میں ایک بھی واقعہ اس طرح کا قرون مشہود لہا بالخیر میں ثابت نہیں ہے کہ ان حضرات نے کسی عجمی (غیر عربی) رسم الخط میں قرآن کریم لکھوایا ہو یا اس کی اجازت دی ہو (جواہر الفقہ ۱/ ۷۴، ۷۵)۔

اس کے بعد آئندہ صفحہ پر رقم طراز ہیں:

الغرض قرآن کریم عجمی ممالک میں آج نہیں پہنچا، بلکہ تقریبا تیرہ سو برس پہلے پہنچا ہوا ہے اور عجمیوں کو عربی رسم الخط میں قرآن پڑھنے کی مشکلات آج پیدا نہیں ہوئی، بلکہ اسی وقت سے ہیں اور اگر غور کیا جائے تو اُس وقت مشکلات زیادہ ہونی چاہئے کہ ہر جگہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی پھر ان میں لکھے پڑھے کم تھے خصوصا قرآن پڑھانے والا کوئی عرب ہی ہوسکتا تھا، جس کا ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر بستی میں پہنچنا ظاہر ہے کہ آسان نہ تھا، لیکن ان سب مشکلات مزعومہ کے باوجود صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہیں یہ جائز نہیں کیا کہ قرآن کو ملکی رسم الخط میں لکھوا کر ان لوگوں کو دیا جاوے بلکہ ان حضرات نے جس طرح قرآن کے معانی اور الفاظ اور زبان کی حفاظت کو ضروری سمجھا اسی طرح اس کے رسم الخط کی بھی مصحف عثمانی کے موافق حفاظت کرنا ضروری سمجھا اور ان مشکلات کو حفاظت مذکورہ کے مقابلے میں ناقابل التفات قرار دیا، چنانچہ تھوڑے عرصہ میں دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ سب مشکلات محض خیالی تھیں (ماخوذ از جواہر الفقہ: ۱/ ۷۴، ۷۵، ۷۶ مکتبہ تفسیر القرآن جامع مسجد دیوبند)۔

اس پورے مضمون کا خلاصہ یہی ہے کہ کتابت قرآن میں رسم عثمانی کی اتباع واجب ہے اور اس کے برخلاف کسی دوسرے رسم الخط میں قرآن کریم لکھنا ناجائز اور حرام ہے۔

عثمانی رسم الخط کے ساتھ دوسرے رسم الخط میں کتابت:

عربی رسم الخط اور عثمانی رسم الخط میں قرآن کریم کو باقی رکھتے ہوئے کسی دوسری زبان کے رسم الخط میں قرآن کریم لکھنا اور دونوں کو ایک ساتھ شائع کرنا بھی درست نہیں ہے، کیونکہ جن لوگوں کی سہولت کے لئے یہ عمل کیا جارہا ہے وہ لوگ عربی رسم الخط کے پڑھنے پر قادر نہیں ہیں تو عربی رسم الخط کو غیر عربی رسم الخط کے ساتھ شائع کرنے سے کیا فائدہ ہوگا؟ وہ لوگ

تو غیر عربی رسم الخط ،مثلاً ہندی، انگریزی رسم الخط کے ساتھ پڑھیں گے اور اس طرح قرآن کریم کو صحیح طریقہ سے نہیں پڑھا جا سکتا، کیونکہ عربی زبان میں ح، ہ، ق،ک، ع اور غ علاحدہ علاحدہ حروف ہیں اور ان کے رسم الخط میں نمایاں اور واضح فرق ہے، یہ فرق اور امتیاز کسی اور زبان میں نہیں ہے اگر علامات مقرر کی جاتیں پھر بھی ناقص ہیں جس میں تحریر اور رسم الخط کی غلطی کے ساتھ تلفظ اور ادائیگی میں واضح فرق ہوگا جس کے نتیجہ میں حروف کی تبدیلی کے ساتھ معنی اور مطلب بھی بدل جائے گا، اور ثواب کی جگہ عقاب اور رحمت کی جگہ لعنت کا حقدار ہوگا، امام ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ بلاشبہ امت کے لئے جس طرح قرآن کریم کے معانی اور مطالب کو سمجھنا اور اس کے حدود قائم رکھنا عبادت ہے، اسی طرح الفاظ قرآنی کو صحیح پڑھنا اور صحیح تلفظ کرنا بھی عبادت ہے، اور یہ تمام کام رسم عثمانی کے مطابق قرآن کریم کو لکھنے اور پڑھنے ہی سے مکمل ہو سکتے ہیں، اس لئے رسم عثمانی کی اتباع واجب ہے، اور اس کی مخالفت حرام اور ناجائز ہے۔

غیر عربی زبان مثلاً ہندی، انگریزی میں کتابت قرآن کی ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انگریزی اور ہندی زبان میں عربی کے کئی حروف نہیں ہیں، بلکہ وہ حروف عربی ہی کے ساتھ خاص ہیں کسی دوسری زبان میں اس کا تلفظ نہیں ہو سکتا، اور نہ ہی ان کو ظاہر کرنے کی کوئی قطعی علامت ہے جیسے ظاء، حاء، ضاد، زاء، قاف، ذال وغیرہ ایسے حروف ہیں جن کو دوسری زبان میں صحیح ادا کرنے کی کوئی شکل وصورت نہیں ہے تو لامحالہ ان کی جگہ دوسرے حروف لکھے جائیں گے جو ہندی اور انگریزی وغیرہ میں مستعمل ہیں اور یہ عمداً تحریف اور تغیر ہے جو کہ حرام ہے، نیز ہندی رسم الخط میں لکھنے سے عبارت مسخ ہو جائے گی اصل مخارج اور صفات سے ان کو ادا نہیں کیا جائے گا، استعلاء، اطباق، استطاعت وغیرہ جیسی صفات ضائع ہو جائیں گی، اس لئے متن قرآن اور نظم قرآن ہندی رسم الخط میں لکھنا یا انگریزی رسم الخط میں لکھنا جائز نہیں (فتاوی محمودیہ ۳/ ۵۱۰، ۵۱۱ مطبوعہ ڈابھیل)۔

غیر عربی زبان کے رسم الخط میں کتابت قرآن کے عدم جواز کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر قرآن کریم کی کتابت میں عثمانی رسم الخط کی پابندی نہ کی جائے تو کتاب الٰہی لوگوں کے ہاتھ میں بازیچہ اطفال اور کھلونا بن کر رہ جائے گی، کہ جب جب کسی انسان کے دل میں کوئی نیا خیال آئے گا تو اس کو بروئے کار لائے گا، کوئی اسے لاطینی زبان میں اور کوئی اسے کسی دوسری زبان میں تحریر کرنے کی تجویز پیش کرے گا جو ایک خطرناک عمل ہے اور مفاسد کا ازالہ مصالح کے حصول سے زیادہ اہم ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کتابت قرآن میں رسم عثمانی کا اتباع لازم اور ضروری ہے اس کے علاوہ کسی دوسرے رسم الخط میں خواہ عربی ہی کیوں نہ ہو قرآن کریم کی کتابت درست نہیں ہے، مثلاً بسم اللہ کو مصحف عثمانی بحذف الف اور اقرأ باسم ربک میں بشکل الف لکھا گیا ہے، اگرچہ پڑھنے میں دونوں یکساں پڑھے جاتے ہیں، مگر باجماع اس رسم عثمانی کی نقل و اتباع لازم اور ضروری ہے۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت کا حکم:

سوال میں اس امر کی وضاحت موجود ہے کہ بریل کوڈ نہ تو عربی رسم الخط ہے اور نہ رسم عثمانی ہے اس لئے قرآن کریم بریل کوڈ میں لکھنا اور تیار کرنا ناجائز اور حرام ہوگا، کیونکہ اس میں رسم عثمانی اور عربی رسم الخط کی مخالفت ہے، جبکہ کتابت قرآن میں عربی رسم الخط اور رسم عثمانی کی اتباع لازم اور ضروری ہے، اور حدیث نبوی: ''**عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين**'' (ابوداؤد باب لزوم السنہ حدیث نمبر ۴۶۰۷، ترمذی حدیث ۲۶۷۶ کتاب العلم) کا تقاضا بھی یہی ہے اسی لئے علماء امت نے رسم عثمانی سے انحراف کو کتابت قرآن میں ناجائز قرار دیا ہے، اس کے دلائل بھی وہی ہیں جو گذشتہ صفحات میں تحریر کئے جاچکے ہیں، البتہ اگر قرآن کریم کو ابھرتے ہوئے حروف میں رسم عثمانی کے ساتھ اس طرح شائع کیا جائے کہ نابینا حضرات اسے چھو کر حروف کو پہچان کرلیں اور اس کی تلاوت اس طرح کرلیں جس طرح بینا حضرات قرآن کریم دیکھ کر کرتے ہیں تو شرعا اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اس صورت میں نابینا حضرات تلاوت بھی کرلیں گے، اور کسی حکم شرعی کی مخالفت بھی لازم نہیں آئے گی البتہ اتنا ضرور ہے کہ اگر نابینا حضرات کے لئے ہمارے ذکر کردہ طریقہ نے مطابق قرآن کریم کی اشاعت کی جائے تو قرآن کریم کو بلاوضو چھونا اور ہاتھ لگانا درست نہیں ہوگا۔

موبائل پر قرآن مجید کا مسئلہ:

دورحاضر میں موبائل کے اندر قرآن مجید کے متن کو محفوظ کرنے اور اس کے ذریعہ قرآن کریم کی تلاوت کی سہولت پیدا ہوگئی ہے تو موبائل کی اسکرین پر قرآن کریم نظر آتے وقت اس کو بلاوضو چھونا درست ہوگا یا نہیں تو اس سلسلہ میں تحقیق طلب امر یہ ہے کہ اسکرین موبائل کے شیشہ سے متصل ہوتی ہے یا علاحدہ اور جدا ہوتی ہے تو اس سلسلہ میں تحقیق یہ ہے کہ جو موبائل اسکرین ٹچ ہوتے ہیں ان میں اس کرین شیشہ سے متصل ہوتی ہے اور جو موبائل اسکرین ٹچ نہیں ہوتے ہیں ان میں اسکرین شیشہ سے جدا ہوتی ہے، تو جو موبائل اسکرین ٹچ ہیں ان میں اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے بغیر وضو کے اسکرین پر ہاتھ لگانا جائز نہیں ہوگا، لیکن جو موبائل اسکرین ٹچ نہیں ہوتے ہیں، ان میں اسکرین پر بلاوضو ہاتھ لگانا درست ہوگا، لیکن خلاف ادب تصور کیا جائے گا، لیکن موبائل کو دونوں صورتوں میں ہاتھ میں نہیں لینا درست ہوگا، کیونکہ اس صورت میں موبائل کے ڈھانچہ کو غلاف کے درجہ میں مانا جائے گا جس کو بلاوضو چھونا درست ہوگا، علامہ ابن عابدین شامیؒ ردالمحتار میں تحریر فرماتے ہیں:

''**ومسه اى القرآن ولو فى لوح أودرهم أوحائط لكن لا يمنع الا من مس المكتوب بخلاف**

المصحف، فلا يجوز مس الجلد وموضع البياض منه......إلا بخلافه المنفصل أى كالجراب والخريطة دون المتصل كالجلد المشرز هو الصحيح، وعليه الفتوى؛ لان الجلد تبع له"(ردالمحتار ۱/ ۴۸۸ باب الحیض مطبوعہ زکریا دیوبند)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ تحریر فرماتے ہیں: "ولا يحرم مس الغلاف المنفصل عن القرآن كالكيس والصندوق، ويجوز مسه بنحو عود أو قلم أو غلاف منفصل عنه"(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱/ ۲۸۶)۔

صاحب ''البحر الرائق'' ارشاد فرماتے ہیں: "لكن لا يجوز مس المصحف كله المكتوب وغيره بخلاف غيره فانه لا يمنع الا مس المكتوب" (البحر الرائق ۱/ ۳۴۹ باب الحیض مطبوعہ زکریا)۔

ان تمام عبارات کا خلاصہ اور حاصل یہی ہے کہ اگر قرآن مکمل لکھا ہوا ہے تو اس مصحف کے کسی بھی جزء کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے، لیکن اگر چند آیات کسی جگہ مکتوب ہوں، مثلاً سکہ، دیوار یا تختی وغیرہ پر تو اس شئ کو بالکلیہ مس کرنا ناجائز نہ ہوگا، بلکہ مخصوص آیت پر ہاتھ لگانا ممنوع ہوگا۔

☆☆☆

قرآن مجید کے ترجمہ کی طباعت کے مروجہ طریقے

مفتی محمد ارشد فاروقی ☆

قرآن کریم کے ترجمے کی طباعت کے تین طریقے رائج ہیں:

(۱) عربی متن قرآن کے بالکل نیچے ترجمہ، ہر سطر کا ترجمہ اسی سطر کے نیچے مکتوب ہے، اس مترجم قرآن سے اہل علم کے لئے استفادہ ممکن ہے، لیکن عوام کے لئے دشوار ہے۔

(۲) ایک صفحے پر متن قرآن، دوسرے مقابل صفحے پر ترجمہ۔ اس طرز سے ہر ایک کے لئے فائدہ اٹھانا آسان ہے۔

(۳) عربی قرآنی متن کے بغیر صرف ترجمہ۔

آخری اور تیسری صورت ایفاء کے سیمینار کے سوال نامے میں درج ہے۔

سوال نامے میں اس کے بارے میں فقہاء اور ارباب افتاء کی طرف ممانعت کی نسبت کی گئی ہے۔ سوال نامے کی عبارت درج ہے: ''اور اصحاب افتاء فقہاء ترجمۂ قرآن کی اشاعت کو ممنوع قرار دیتے رہے''۔

سوال نامے کا یہ اسلوب عدم جواز کے رجحان کا تعین مباحثہ سے پہلے ہی کر رہا ہے۔

اس جزئیہ کے سلسلے میں فقہاء نے جو رائے دی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے: ''صرف ترجمہ شائع کرنا ممنوع ہے''

فقہاء کے اقوال و دلائل

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں: **''ویمنع من کتابة القرآن بالفارسية بالإجماع؛ لأنه يؤدى للإخلال بحفظ القرآن لأنا أمرنا بحفظ النظم والمعنى، فإنه دلالة على النبوة، ولأنه ربما يؤدى إلى التهاون بأمر القرآن''** (قرآن مجید کو فارسی میں لکھنا بالاجماع ممنوع ہے کیونکہ یہ قرآن شریف کے حفظ کرنے میں خلل انداز ہے اور ہم لوگ قرآن شریف کے الفاظ و معنی دونوں کی حفاظت کے مامور ہیں، کیونکہ یہ نبوت کا معجزہ ہے۔ دوسرے یہ بات تلاوت کے

☆ دارالعلوم زکریا دیوبند۔

باب میں لوگوں کوسست کرتی ہے)"التنجيس والمزيد" (بحوالہ جواہر الفقہ ۱/۹۸)۔

☆ معراج الدرایہ میں ہے:"أنه يمنع من كتاب المصحف بالفارسية أشد المنع، و أنه يكون متعمده زنديقا۔"

(فارسی میں قرآن شریف لکھنا سخت ممنوع ہے اور قصداً ایسا کرنے والا زندیق ہے)(بحوالہ جواہر الفقہ ۱/۹۸)۔

☆ الکافی میں ہے:"أنه لو أراد أن يكتب مصحفا بالفارسية يمنع"۔

(اگرکوئی فارسی میں قرآن شریف لکھنے کا ارادہ کرے تو روک دیا جائے گا)۔

☆ فتح القدیر میں ہے:"وفي الكافي: إن اعتاد القراء ة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع، فإن فعل آية او آيتين لا، فإن كتب القرآن و تفسير كل حرف و ترجمته جاز"۔

(اور کافی میں ہے کہ اگر کوئی فارسی میں تلاوت کی عادت کرے یا فارسی میں لکھنے کا قصد کرے تو اس کو روک دیا جائے، ہاں اگر ایک دو آیت کرے تو نہ روکا جائے،لیکن اگر الفاظ قرآن شریف بھی لکھے اور ہر حرف کا ترجمہ وتفسیر لکھے تو جائز ہے)(بحوالہ جواہر الفقہ ۱/۹۹)۔

☆ درمختار میں ہے:"و تجوز كتابة آية أو آيتين بالفارسية لا أكثر"۔

(قرآن مجید کی ایک دو آیت کی کتابت تو فارسی زبان میں جائز ہے،اس سے زیادہ جائز نہیں)۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:"والظاهر أن الفارسية غير قيد"۔

(یہ بات ظاہر ہے کہ اس میں فارسی زبان کی کوئی قید نہیں)۔

☆ کفایہ شرح ہدایہ میں ہے:"قال الإمام المحبوبي: أما لو اعتاد قراء ة القرآن أو كتابة المصحف بالفارسية يمنع منه أشد المنع"(بحوالہ جواہر الفقہ ۱/۱۰۰)۔

(امام محبوبی نے فرمایا اگر فارسی میں قرآن شریف کی تلاوت یا کتابت کی عادت کرلیں تو اس کو شدت سے منع کیا جائے گا)۔

اور امام محمد بن فضل کے زمانے میں ایک بددین نے بچوں کو فارسی میں قرآن پڑھانے کی اجازت چاہی تو محمد بن فضل نے تحقیق کے بعد اسے قتل کرادیا۔

☆ امام زرکشی سے منقول ہے"و أن الأقرب المنع من كتابة القرآن بالفارسية كما تحرم قراء ته بغير لسان العرب۔"

(حق کے قریب یہی ہے کہ فارسی میں قرآن شریف لکھنے کی ایسی ممانعت ہے جیسے غیر عربی زبان میں تلاوت حرام ہے)(بحوالہ جواہر الفقہ ۱/۱۵۱)۔

☆علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے فتاویٰ میں لکھا ہے:''**قضية ما في المجموع الإجماع على التحريم**''۔

جب علامہ سے پوچھا گیا کہ قرآن کریم عجمی زبان میں لکھنا کیا پڑھنے کی طرح حرام ہے تو یہ جواب دیا اس بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ حرام ہونے پر اجماع ہے۔

☆امام مالکؒ سے سوال کیا گیا:''**هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء؛ فقال: لا، إلا على الكتبة الأولى أى كتب الإمام**''۔

(لوگوں نے جو یہ نیا طریقہ نکالا ہے الگ الگ حروف کر کے لکھنے کا کیا اس طرح لکھا جا سکتا ہے؟ فرمایا نہیں، سوائے اس پہلے طریقہ یعنی امام کے جو مصحف عثمانی کا ہے اور کوئی طرز جائز نہیں)۔

☆ابن قدامہ نے لکھا ہے:''**استمر الإجماع على قراء ة جمع المسلمين القرآن في الصلاة و غيرها بالعربية كأذكار و سائر الأذكار والأدعية الماثورة على كثرة الأعاجم حتى قام بعض المرتدين من أعاجم هذا العصر يدعون إلى ترجمة القرآن وغيره من الأذكار و بطريق التعبد، و إنما مرادهم التوسل بذلك إلى تسهيل الردة على قومهم**''(حاشیہ المغنی بحوالہ جواہر الفقہ ۱/۱۰۴)۔

(اجماع قرار پایا ہے کہ تمام مسلمان نماز میں بھی اور نماز کے علاوہ بھی قرآن کریم کی تلاوت عربی ہی میں کریں، جیسے نماز کی اور دعائیں اور ذکر اور سب ادعیہ ماثورہ بھی عربی میں پڑھی جاتی ہیں اور یہ اجماع عجمیوں کی کثرت کے باوجود ہے لیکن اس زمانہ کے عجمیوں میں سے بعض مرتد لوگ اٹھے ہیں اور لوگوں کو ترجمہ قرآن اور ترجمہ اذکار کی اور تراجم کو بطور عبادت تلاوت کرنے کی دعوت دینے لگے ہیں اور اس سے ان لوگوں کی غرض اپنی مقدم پر مرتد ہونے کو سہل کر دینا ہے)۔

☆علامہ حسن شرنبلالی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام''**النفحة القدسيه في أحكام قراء ة القرآن و كتابته بالفارسية**'' ہے۔اس میں انہوں نے قرآن مجید کو کسی عجمی زبان میں محض ترجمہ بلا نظم قرآن عربی کے لکھا جانے کی حرمت ثابت کی ہے اور یہ مذہب ائمہ اربعہ قرار دیا ہے۔اس لئے کہ چاروں مکاتب فکر کے مشہور فقہاء کی عبارتیں نقل کی گئیں ہیں۔

راقم سطور نے تنہا ترجمہ قرآن کی طباعت واشاعت کے متعلق چاروں مذاہب فقیہ کے بڑے علماء کی رایوں کا تذکرہ کیا اور آراء میں اجماع امت کی بات بار بار نقل کی گئی ہے۔

برصغیر کے دو مشہور اکابر علماء حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے فتاویٰ میں حرام قرار دیا ہے اور ان کی تحریروں کو دارالعلوم دیوبند و مظاہر علوم سہارنپور اور اس وقت کے مشاہیر کی تائید حاصل ہے۔

اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ مختلف فقہی عبارتوں میں جو اجماع، اتفاق ائمہ اربعہ جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کا منشاء کیا ہے؟ پھر اجماع کے مدلولات بھی مختلف ہیں۔

دوسری بات زیادہ اہم ہے کہ ان فقہاء نے ممانعت کی بنیادی وجوہات کے تذکرے میں فرمایا:

(۱) قرآن شریف کے حفظ کرنے میں خلل انداز ہے۔ ہم قرآن کے الفاظ و معانی دونوں کی حفاظت کے مامور ہیں۔

(۲) یہ بات تلاوت کے باب میں لوگوں کو سست کرتی ہے۔

☆ ''لانه یؤدی للإخلال بحفظ القرآن'' (مرغینانی)۔

☆ ''ربما یؤدی التهاون بأمر القرآن'' (مرغینانی)۔

(۳) اپنی قوم کو مرتد ہونے کو سہل کر دینا ہے (ابن قدامہ)۔

''تسهيل الردة على قومهم''

(۴) تشبہ ہے اہل کتاب کے ساتھ (تھانوی)۔

مانعین کے دلائل کا تجزیہ:

تنہا ترجمے کی اشاعت:

☆ قرآن شریف کے حفظ کرنے میں خلل انداز ہے۔

یہ وجہ شاید دورِ قدیم میں لائق اعتناء رہی ہو، جب قرآنی نسخے کم یاب تھے۔ اس دور میں الحمدللہ قرآن کریم کی اشاعت، بلکہ حسنِ اشاعت کا جو حسنِ انتظام ہے وہ بہت عام ہے، ہر جگہ وافر مقدار میں دستیاب ہیں بلکہ اب حافظی قرآن کا اہتمام بھی خوب کیا جا رہا ہے اور اس دینی مہم کے فروغ میں جہاں تجارتی ادارے سرگرم ہیں وہیں رفاہی ادارے، شخصی و عوامی بھی فعال ہیں۔

اس کے علاوہ الیکٹرانک ذرائع بھی ہیں۔ اس لئے اس دور میں اگر تنہا ترجمہ قرآن طبع ہو تو اس کی وجہ سے ایسا کوئی شخص تلاش کرنے سے بھی نہ ملے گا جو قرآن یاد نہ کر سکے۔

اس لئے اب یہ وجہ متحقق نہیں ہے، صرف احتمال ناشی اصطلاح میں ہے۔ اب یہ ایک خیالی بات رہ گئی ہے۔ A-30

قدیم فقہاء کا ادب واحترام ملحوظ خاطر ہے اور صرف یہ عرض ہے:

☆ الفاظ ومعانی دونوں کی حفاظت کے ہم مامور ہیں۔تنہا ترجمے کی طباعت واشاعت کی وجہ سے قرآن کے الفاظ ومعانی کو کوئی خدشہ نہیں ہے۔

حفاظ قرآن کے سینے میں اور بے شمار سفینے میں الفاظ موجود ہیں۔

پھر نظم ومعنی کی حفاظت ایک ہی قرطاس، ایک ہی مصحف میں مطلوب ہونے کی کیا دلیل ہے؟ دونوں کی حفاظت الگ الگ بھی حفاظت کے زمرے میں داخل ہے۔ جیسے حفاظ نظم قرآن کے محافظ اور علماء معانی قرآن کے نگراں اور قرآن کریم کی بڑے پیمانے پر اشاعت دونوں کی ضامن ہے۔

اس لئے تنہا ترجمہ کی طباعت سے الفاظ و نظم قرآن کی حفاظت کو کوئی خدشہ نہیں ہے۔

☆ تلاوت کے باب میں لوگوں کو سست کرتی ہے۔

تنہا ترجمہ کی اشاعت کی وجہ سے لوگوں کے اندر تلاوت قرآن میں سستی پیدا ہونے کی بات بھی کہی گئی ہے۔

یہ بھی اسی وقت متصور ہے جب قرآنی نسخے نایاب یا کمیاب ہوں، ورنہ قرآنی نسخوں کی کثرت اور برکت کے ہوتے ہوئے غفلت بے معنی ہے۔

☆ اپنی قوم کو مرتد ہونے کو سہل کر دیتا ہے۔

یہ وجہ ایک خاص شخص کے ساتھ مخصوص ہے، اسے علت عامہ قرار دینا مشکل ہے۔

☆ تشبہ اہل کتاب کے ساتھ۔

اسرار ورموز شریعت کے ماہرین اور فقہاء نے جس تشبہ کو ممنوع قرار دیا ہے اس کا تعلق مقاصد اور دینی امور سے ہے۔ ذرائع اسباب اور عام زندگی سے نہیں۔

ہمارا احساس ہے کہ عیسائی انجیل کے تراجم مختلف زبانوں میں شائع کرتے ہیں۔ اس کا شمار ذرائع واسباب میں کیا جانا چاہئے۔

نتیجہ:

اس تجزیہ کے بعد جو احساس ہے وہ یہ ہے کہ فقہاء نے جو اجماع کی بات کہی ہے اور اجماع جن بنیادوں پر قائم ہے اس پر غور کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ وجوہ ممانعت اس دور میں موجود نہیں ہیں، اس لئے معتبر ومعتمد تراجم قرآن کی تنہا اشاعت کی افادیت اس دور میں دو چند ہو جاتی ہے۔ اگر پاسبانِ حرم وفقیہانِ تازہ دم اجازت دیں۔

تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت کے سلسلہ میں ایک خدشہ یہ بھی ظاہر کیا جاتا ہے کہ متن کی عدم موجودگی میں ترجمے کی غلطیوں کی نشاندہی نہیں ہوسکتی۔

سواس کا تعلق تو علماء سے ہے کہ وہ نشاندہی کریں اور موازنہ کریں اور موازنہ کا کام قرآن کریم کے نسخے کو سامنے رکھ کر کیا جاسکتا ہے اور جو ترجمہ اشاعت کے لئے تیار کیا جائے وہ علماء کی نظر سے ضرور گذرے، تاکہ معتبر ہو۔

تنہا ترجمے کی افادیت:

قرآن سارے انسانوں کے لئے ہدایت نامہ ہے، جو ایمان لائے ان کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں۔

جو لوگ ابھی تک اسلام نہیں لائے ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ قرآن کی طرف متوجہ ہوں۔

جب کہ داعیان اسلام کا فریضہ ہے کہ دعوتی عمل تیز کریں۔

دعوت کے لئے سب سے پر اثر کلام الٰہی ہے۔ داعیانِ اسلام عجمیوں کو فرمانِ الٰہی پڑھ کر سناتے ہیں اور ترجمہ کرتے ہیں۔ نظم قرآن سے جہاں لوگ مسحور ہوتے ہیں وہاں ترجمہ قرآن کو سمجھنے کے بعد ایمان کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں، ایسے میں اگر صرف ترجمہ قرآن عجمیوں کو دیا جائے تو مقصد تک رسائی آسان ہو اور بڑی تعداد میں انسانوں تک پہنچانا سہل ہو اور ''ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر ''(سورۂ قمر:۱۷)، میں نظم و معنی قرآن دونوں میں داخل ہیں اور عجمیوں تک ہدایت کی کتاب ترجمے کے واسطے سے پہنچ سکتی ہے، جب دل کو چھولے پھر وہ نظم قرآن تک پہنچے گا۔

سوال نامہ میں جواز کے قائلین کے اسباب میں قرآن کو بے حرمتی کے اندیشہ سے بچانا، پیغام پہنچانا، تنہا ترجمہ کی طباعت میں مصارف کا کم آنا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

قرآن کریم کی کتابت مصاحف عثمانی کے رسم الخط کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

علامہ ابن عاشر لکھتے ہیں: ''**و وجه وجوبه ما تقدم من إجماع الصحابة عليه و هم زهاء اثنى عشر الفا و الإجماع حجة**'' (نصوص جلیہ/ ۲۵)۔

مزید وضاحت اس عبارت سے ہوتی ہے: ''**أجمع المسلمون قاطبة على وجوب اتباع رسم مصاحف عثمان**'' (حوالہ مذکور)۔

امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قرآن شریف کی کتابت مصحف عثمانی کے طرز ہی پر درست ہے۔

مفتی شفیع علیہ الرحمہ نے رسالہ نصوص جلیلہ، فضائل القرآن، ابن کثیر اور امام زرکشی کی عبارتیں نقل کرنے کے بعد

لکھا ہے ”ان سے جس طرح عربی کے سوا کسی اور زبان میں قرآن کریم کی کتابت کا حرام ہونا باجماع امت ثابت ہوا، اسی طرح اس کی حرمت ومخالفت بھی ثابت ہوگئی کہ زبان تو عربی ہی رہے، لیکن رسم الخط انگریزی یا گجراتی یا بنگلہ یا ہندی ناگری وغیرہ کردیا جائے ـــــــ باجماع امت ناجائز ہے۔ چند جزئیات درج ذیل ہیں:

(ا)اس لئے غیرعربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت درست نہیں۔

(ب)عربی متن کے ساتھ کسی زبان انگریزی وغیرہ رسم الخط میں لکھنا بھی درست نہیں۔

(ج)عربی متن مکمل ہو اور کسی زبان کی رسم الخط میں قرآن بطور معاون تعلیم لکھا جائے تو تعلیمی ذریعہ کے طور پر گنجائش ہوسکتی ہے۔

مقصد تعلیم قرآن ہو ”**خیر کم من تعلّم القرآن و علّمهٗ**“(حدیث)، تعلیم قرآن مقصد ہے، ذرائع تعلیم زمانے کے حساب سے اپنائے جاسکتے ہیں۔

(د)عربی متن کے ساتھ کسی زبان کی رسم الخط میں قرآن موجود ہو تو اسی کو ذریعہ تلاوت بنانا درست نہیں ہوگا، بلکہ کسی معلم کی مدد ضروری ہوگی اور عربی متن کی تلاوت ہی لازمی ہوگی۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

نابینا افراد بھی احکام دین کے حسب استطاعت مکلّف اور پابند ہیں، اس لئے قرآن سیکھنا، قرآن کی تلاوت ان کے لئے جہاں ضروری ہے وہیں حفظ قرآن بھی باعث فضیلت ہے۔ عام طور پر نابینا قرآن سن کر محفوظ کرتے ہیں، لیکن تعلیمی و سائنسی ترقیاتی دور نے نابیناؤں کو ”بریل کوڈ“ کا عظیم تحفہ دیا ہے۔

تعارف بریل کوڈ:

لوی بریل کوڈ نامی شخص نے حرف شناسی کا یہ طریقہ نابیناؤں کے لئے ایجاد کیا ہے۔ ابھرے ہوئے حروف کو پڑھنے کا ایک طریقہ ہے، یہ حروف چھوکر پڑھے جاتے ہیں اور دراصل یہ حروف نہیں ہوتے، بلکہ چھ نقطوں کی مدد سے حروف اور ہندسوں کی علامت بنائی جاتی ہے (انٹرنیٹ بریل سسٹم)۔

بریل کوڈ کے تعارف سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کوئی رسم الخط نہیں ہے، بلکہ اشارات ہیں تو بریل کوڈ میں تیارشدہ قرآن کریم پر رسم الخط کی تعریف صادق نہیں آتی، بلکہ قرآنی کلمات پر دلالت کرنے والے اشارات کا نام دیا جاسکتا ہے، کیونکہ بریل کوڈ رسم الخط نہیں ہے، اس لئے کہ اس کے دو لفظ ہیں (۱) بریل (۲) کوڈ۔ یہ لفظ بتاتا ہے کہ یہ اشاروں کی زبان ہے۔

جب کہ ”خط“ کی تعریف یہ ہے ”**تصویر اللفظ بحروف هجائية**“ (کتاب التعریفات۔ قواعد الفقہ ص ۲۷۷)۔

’’حروفِ تہجی سے لفظ کا تشکیل پانا‘‘، خط کی یہ تعریف بریل کوڈ پر منطبق نہیں ہوتی۔

اور فقہاء نے قرآن کی کتابت مصحف عثمانی کے رسم الخط کے علاوہ کسی رسم الخط میں لکھنے کی اجازت نہیں دی ہے۔

اس لئے ’’بریل کوڈ‘‘ میں قرآن کی کتابت ممنوع نہیں ہوگی، بلکہ نابیناؤں کی سہولت کے لئے مہیا کرنا دینی تعاون ہوگا۔

نوٹ : نابینا افراد بریل کوڈ کے ذریعہ قرآن پڑھنے کے ساتھ حروف کی صحیح ادائیگی کے لئے قاری ومعلم قرآن کی شاگردی ضرور کریں، اپنے طور پر بریل کوڈ کی مدد سے قرآن پڑھنا کافی نہ ہوگا۔

موبائل پر قرآن مجید:

’’ایفا‘‘ کے سوال نامے میں ’’موبائل پر قرآن مجید‘‘ عنوان موجود ہے اور اسکرین پر قرآن کی موجودگی کی صورت میں بلا وضو چھونے، نہ چھونے کو بحث کا عنوان بنانا اس بات کی وضاحت ہے کہ موبائل پر قرآن مجید کی تلاوت میں کوئی حرج نہیں ہے، اس جزئیہ کی صراحت راقم اس مقصد کے تحت کررہا ہے۔ بہت سے لوگ موبائل اسکرین سے تلاوت کرنے میں حرج محسوس کرتے ہیں، جبکہ اس میں شرعی قباحت نہ ہونے کی وجہ سے درست ہے، البتہ یہ شرط ملحوظ رہے گی کہ پڑھنے والے نے معتمد ذرائع کا استعمال قرآن محفوظ کرنے میں کیا ہو۔

اب رہی بات اسکرین پر قرآن موجود ہو تو کیا موبائل کو ہاتھ میں لینے یا اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہوگا یا موبائل کے ڈھانچہ کو غلاف تصور کرکے بے وضو چھونا درست مانا جائے۔

ایک سوال موبائل جس میں قرآن اسکرین پر موجود ہو تو موبائل کو بلا وضو چھونا درست ہے کہ نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حالت میں اسکرین پر قرآن موجود ہے، موبائل چھونا بغیر وضو کے درست ہوگا کیونکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی لوح (تختی) پر آیات لکھی ہوں تو اس تختی کو بغیر وضو چھو سکتے ہیں ”**لکن لا یحرم فی غیر المصحف إلا بالمکتوب أی موضع الکتابة**‘‘ (۱/ ۲۸۲ ردالمحتار)۔

دوسرا سوال اسکرین پر قرآن موجود ہو تو اسکرین کو بغیر وضو نہیں چھو سکتے، چونکہ اسکرین پر آیاتِ قرآن کی موجودگی ایسی ہے کہ موجود رہتے ہوئے اسکرین پر دوسری چیز نہیں آسکتی، اس لئے آیات اور اسکرین کا تعلق اس غلاف کی طرح ہوگیا جس غلاف کو علیحدہ نہ کیا جاسکے تو اس غلاف کو بغیر وضو نہیں چھو سکتے۔ ”**والجلد الغیر المشرز**‘‘ (ایسا چمڑہ جو قرآن کے ساتھ لگادیا گیا ہو) (۱/ ۲۸۳ ردالمحتار) اسکرین کو قرآن کی موجودگی میں بغیر وضو چھونا منع ہے۔

☆☆☆

بغیر متن کے صرف ترجمہ قرآن کی اشاعت کا حکم

مولانا محمد ممتاز خان ندوی☆

پچھلی آسمانی کتابوں میں تحریف کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ لوگوں نے کتابوں کے متن کو نظرانداز کر دیا، اور ترجمہ و تشریح کو مرکز توجہ بنالیا، یہی چیز صرف ترجمہ قرآن کی اشاعت میں بھی ممکن ہے کہ لوگ متن قرآن کو نظرانداز کر دیں، اور اس کے ترجمہ کو اپنا مقصود بنالیں، لہذا صرف قرآن کے ترجمہ کی اشاعت راقم کے نزدیک جائز نہیں ہے، اس کی تائید درج ذیل فقہی عبارتوں سے بھی ہوتی ہے، فقہ حنفی کی مشہور کتاب کافی میں ہے:

”**ومنها ما فی الکافی: أنه لو أراد أن یکتب مصحفا بالفارسیة یمنع**“(فتح القدیر باب صفۃ الصلاۃ ۱/۲۴۸) (کافی میں ہے کہ اگر کوئی فارسی میں قرآن شریف لکھنے کا ارادہ کرے تو روک دیا جائے گا)۔

فقہ حنفی کی مشہور و مستند کتاب ”فتح القدیر شرح ہدایہ“ میں ہے:

”**إن اعتاد القراء ة بالفارسیة أو أراد أن یکتب مصحفا بها یمنع، فإن فعل آیة أو آیتین لا، فإن کتب القرآن وتفسیر کل حرف و ترجمته جاز**“(فتح القدیر ۱/۲۶۶) (اگر کوئی فارسی میں تلاوت کی عادت کرے یا فارسی میں لکھنے کا قصد کرے تو اس کو روک دیا جائے، ہاں اگر ایک دو آیت کرے تو نہ روکا جائے، لیکن اگر الفاظ قرآن شریف بھی لکھے اور ہر ہر حرف کا ترجمہ وتفسیر لکھے تو جائز ہے)۔

فقہ حنبلی کی مایہ ناز کتاب المغنی کی درج ذیل عبارت اس بابت سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے:

”**وهو إنما نزل باللسان العربی کما هو مصرح فی الآیات المتعددة وإنما کان تبلیغه والدعوة إلی الاسلام والإنذار به کما أنزل الله تعالی لم یترجم ﷺ ولا أذن بترجمته ولم یفعل ذلک الصحابة ولا خلفاء المسلمین وملوکهم، ولو کتب النبی ﷺ کتبه إلی قیصر وکسری ومقوقس بلغاتهم**

☆ مدرسہ ضیاء العلوم، میدان پور تکیہ کلاں، رائے بریلی۔

لصح التعلیل الذی علل به" (المغنی مع الشرح الکبیر ۱/ ۵۳۰) (حالانکہ قرآن عربی میں نازل ہوا ہے جیسا کہ بہت آیتوں میں ہے اور تبلیغ اس کی اور اسلام کی طرف دعوت اور انداز اسی سے ہے، جیسے اس کو اللہ تعالی نے نازل کیا ہے، اور نبی ﷺ نے نہ کبھی ترجمہ خود کر کے بھیجا نہ ترجمہ بھیجنے کی اجازت دی نہ صحابہ اور خلفائے مسلمین اور شاہان اسلام نے ایسا کیا، اور حضور ﷺ نے قیصر وکسری اور مقوقس کو جو خطوط لکھوائے ہیں اگر وہ ان کی زبانوں میں لکھواتے تو اس فعل کی اس کو علت بنانا صحیح بھی ہوتا)۔

مستند فقہاء کرام کے فتاوی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ قرآن کے متن کے بغیر صرف قرآن کے ترجمہ کی اشاعت جائز نہیں ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کا ایک فتوی اس بابت ملاحظہ فرمائیں، استفادہ کی غرض سے استفتاء وفتوی دونوں نقل کئے جاتے ہیں:

سوال (۱۸۳) قرآن مجید کے بغیر اس کا ترجمہ اردو یا انگریزی میں شائع کرنا کیسا ہے؟ اس کے جواب میں موصوف تحریر فرماتے ہیں:

جواب: پچھلی آسمانی کتابوں میں تحریف کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ انہوں نے کتاب کے متن کو نظر انداز کر دیا، اور اس کے ترجمہ وتشریح کو اپنا مقصود بنالیا، اسی لئے فقہاء نے متن کے بغیر معری ترجمہ لکھنے کو منع کیا ہے، قرآن مجید کی آیات لکھتے ہوئے ان کے ساتھ ترجمہ لکھنا چاہئے یہ حکم اردو ترجمہ کے لئے بھی ہے، اور انگریزی ترجمہ کے لئے بھی، اور دوسری زبان کے تراجم کے لئے بھی، بغیر متن کے صرف ترجمہ لکھنا درست نہیں (کتاب الفتاوی)۔

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال: ترجمہ قرآن مجید بلا متن شائع کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: ائمہ اربعہ ممنوع ہے، علامہ شرنبلالی نے اس موضوع پر مستقل ایک رسالہ لکھا ہے: "**النفحة القدسية فی أحكام قراءة القرآن و كتابته بالفارسية**" جس کا نام ہے: اس میں ائمہ اربعہ سے اس کی مخالفت نقل کی گئی ہے، اس میں صاحب ہدایہ کی کتاب والتجنیس والمزید سے منقول ہے: "**ويمنع من كتابة القرآن بالفارسية بالإجماع**" (خیر الفتاوی ۱/ ۲۱۴)۔

معلوم یہ ہوا کہ جب صرف قرآن کریم کا ترجمہ شائع کرنا درست نہیں ہے، تو اس کا خریدنا اور ہبہ کرنا بھی راقم کے نزدیک جائز نہیں ہوگا، کیونکہ یہ اعانت علی الاثم ہے اور قرآن کریم میں اعانت علی الاثم سے منع کیا گیا ہے، سورۂ مائدہ کی آیت

ہے:"**ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان**" (سورۂ مائدہ:۲)(اور تم لوگ گناہ اور زیادتی کے کاموں میں تعاون نہ کرو)۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کریم کی کتابت:

اللہ تعالی نے قرآن کریم کے الفاظ اور معانی کی حفاظت فرمائی ہے، اسی طرح من جانب اللہ اس کے رسم الخط کی بھی حفاظت کی گئی ہے، حضرت عثمان غنیؓ نے جس رسم الخط میں قرآن مجید تحریر کردیا تھا آج تک اسی کے مطابق قرآن مجید کی کتابت کا سلسلہ جاری ہے، اور یہی "**علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین من بعدی**" (ابوداؤد باب لزوم السنہ حدیث نمبر:۴۶۰۷، ترمذی کتاب العلم حدیث:۲۶۷۶) کا تقاضا ہے، اسی لئے علماء نے اس رسم الخط میں قرآن کی کتابت کو واجب قرار دیا ہے۔

"**ذهب جمهور العلماء إلى أن رسم المصحف الذی کتب فی زمن عثمان علی یدی کاتب الوحی زید بن ثابت توقیفی لا تجوز مخالفته فی کتابة المصحف وطبعها**" (اصول التفسیر وقواعدہ ۴۵۱، دار النفائس بیروت) (جمہور علماء کہتے ہیں کہ کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ کے ہاتھوں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں جس رسم الخط پر قرآن کی کتابت ہوئی وہ توفیقی ہے، قرآن کی کتابت وطباعت میں اس کی مخالفت جائز نہیں ہے)۔

لہذا راقم کے نزدیک عثمانی رسم الخط کے علاوہ دوسرے رسم الخط میں جیسے کہ ہندی انگریزی وغیرہ میں قرآن کی کتابت جائز نہیں ہوگی، اور جب یہ جائز نہیں ہے تو اس کی اشاعت بھی جائز نہیں ہوگی، کیونکہ یہ اعانت علی الاثم ہے اور قرآن کریم میں اعانت علی الاثم سے منع کیا گیا ہے، سورہ مائدہ کی آیت ہے:"**ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان**"(سورۂ مائدہ:۲)۔

علامہ حسن شرنبلالی صاحب "نور الایضاح" جو دسویں صدی عیسوی کے مشہور فقیہ اور مذہب حنفی کے معروف مفتی ہیں ان کا ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر "**النفحة القدسیة فی أحکام قراء ة القرآن وکتابته بالفارسیة**" اس میں مذاہب اربعہ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ کی مستند کتب سے اجماع امت اور ائمہ اربعہ سے اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن کی کتابت کے رسم الخط کا اتباع لازم وواجب ہے، غیر عربی عبارات میں اس کا لکھنا حرام ہے اور اس طرح غیر عربی خط میں اس کی کتابت ممنوع وناجائز ہے، اس کی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"**ویمنع من کتابة القرآن بالفارسیة بالإجماع، لأنا أمرنا بحفظ اللفظ والمعنی، فانه دلالة علی النبوة، ربما یؤدی إلی التهاون بأمر القرآن**" (النفحۃ القدسیۃ ص ۳۲) (قرآن مجید کو فارسی میں لکھنا بالاجماع ممنوع ہے، کیونکہ یہ قرآن کریم کے حفظ کرنے میں خلل انداز ہے اور ہم لوگ قرآن شریف کے الفاظ ومعنی دونوں کی حفاظت کے لئے

مامور ہیں، کیونکہ یہ نبوت کا معجزہ ہے، دوسری بات یہ کہ تلاوت کے باب میں لوگوں کو سست کرتی ہے)۔

حنابلہ کے مشہور فقیہ وامام علامہ ابن قدامہ کی کتاب ''المغنی'' کے حواشی میں اس کو اور بھی زیادہ واضح کر دیا گیا ہے کہ جب سے قرآن دنیا میں آیا اور رسول کریم ﷺ نے اس کی دعوت عجم کے سامنے پیش کی، کہیں ایک واقعہ بھی اس کا مذکور نہیں ہے کہ حضور ﷺ نے عجمیوں کی وجہ سے اس کا ترجمہ کر کے بھیجا یا عجمی رسم الخط میں لکھوانا ہو، حضور ﷺ کے مکاتیب جو ملوک عجم کسری وقیصر ومقوقس وغیرہ کی طرف بھیجے گئے جس میں سے بعض کے فوٹو بھی چھپ گئے ہیں، اور آج تک محفوظ ہیں، ان کو دیکھا جاسکتا ہے کہ نہ ان میں عجمی زبان اختیار کی گئی ہے نہ عجمی رسم الخط اختیار کیا گیا ہے۔

''وهو إنما نزل باللسان العربی كما هو مصرح فی الآيات المتعددة، وإنما كان تبتليه والدعوه إلى الاسلام والانذاربه، كما أنزل الله تعالى لم يترجم النبی ﷺ ولا اذن بترجمته ولم يقبل الصحابة والخلفاء المسلمين وملوكهم ولو كتب النبی ﷺ كتبه الى قيصر وكسرى و مقوقس بلغاتهم لصح التعليل الذى علل به'' (المغنی مع الشرح الکبیر ۱/ ۵۳۰) (حالانکہ قرآن عربی میں نازل ہوا ہے، جیسا کہ بہت آیتوں میں ہے، اور تبلیغ اس کی اور اسلام کی طرف دعوت اور انداز اسی سے ہے جیسے اس کو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور نبی ﷺ نے نہ کبھی ترجمہ خود کر کے بھیجا نہ ترجمہ بھیجنے کی اجازت دی، نہ صحابہ اور خلفائے مسلمین اور شاہان اسلام نے ایسا کیا، اور حضور ﷺ نے قیصر وکسری اور مقوقس کو جو خطوط لکھوائے ہیں اگر وہ ان کی زبانوں میں لکھواتے تو اس فعل کی اس کو علت بنانا صحیح بھی ہوتا)۔

مصر کے شیخ القراء شیخ محمد بن علی حداد نے اپنے رسالہ ''خلاصۃ النصوص الجلیۃ'' میں رسم خط مصحف عثمانی کے اتباع کو بارہ ہزار صحابہ کرام کے اجماع سے ثابت کیا ہے، اور فرمایا:

''أجمع المسلمون قاطبة على وجوب اتباع رسم مصحف عثمان ومنع مخالفة (ثم قال) قال العلامه ابن عاشر: ووجه وحوبه ماتقدم من إجماع الصحابه عليه، وهم زهاء اثنى عشر الفا والإجماع حجة حسبما تقرر فی أصول الفقه'' (نصوص جلیہ ص ۲۵) (مصاحف عثمانی کے رسم الخط کے اتباع کے واجب ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، علامہ ابن عاشر کا بیان ہے کہ واجب ہونے کی وجہ وہی ہے جو گزر چکی ہے، یعنی حضرات صحابہ کا اجماع اور یہ حضرات تقریباً بارہ ہزار تھے اور جیسے اصول فقہ میں ثابت ہو چکا ہے)۔

اس بابت چند مستند ومعتبر فقہاء کرام کے فتاوی بھی ملاحظہ فرمائیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر عربی رسم الخط میں قرآن کریم کی کتابت جائز نہیں ہے۔

حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

قرآن کریم کو رسم عثمانی کے سوا کسی اور رسم الخط میں لکھنا باجماع ناجائز ہے، لوگوں کو قرآن کریم پڑھانے کے لئے عربی رسم الخط سکھایا جائے، عجمی رسم الخط میں لکھنا درست نہیں (فتاوی عثمانی ۱/ ۲۱۸)۔

۲-مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ نے گجراتی زبان میں قرآن کی کتابت کو ناجائز قرار دیا ہے، فتوی چونکہ طویل ہے، لہذا اس کے نقل سے احتراز کیا جاتا ہے۔

۳-حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں، استفتاء کو طوالت کی وجہ سے چھوڑا جاتا ہے۔

جواب: قرآن کریم کا رسم الخط متعین ہے، اس رسم الخط کو چھوڑ کر دوسرے رسم الخط میں قرآن کریم کو چھاپنا جائز نہیں، اور یہ عذر کہ لوگ عربی نہیں پڑھ سکتے، فضول ہے (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۳/ ۲۳۷) اگر تھوڑی محنت کی جائے تو آدمی قرآن کریم کو سیکھ سکتا ہے۔

۴-حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں، استفادہ کی غرض سے استفتاء و فتوی دونوں نقل کئے جاتے ہیں:

قرآن کریم کا رسم الخط وہی ضروری ہے، جو عثمانؓ کے زمانہ میں تھا، یا اس میں تبدیلی کر سکتے ہیں؟

جواب: کتابت قرآن میں مصاحف عثمانیہ رسم الخط کی اتباع ضروری ہے، اسے بدلنا جائز نہیں، وقد نبہ علی وجوبہ العلامہ ملا علی القاری فی منح الفکری (خیر الفتاوی ۱/ ۲۲۵)۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کی یہ تحریر بھی سامنے رہے تو بہتر ہے: ہندی رسم الخط میں بہت سے وہ حروف نہیں ہیں جو کہ عربی زبان اور قرآن میں پائے جاتے ہیں، اور اسی لئے ہندی میں ان کے لئے کوئی صورت تجویز نہیں کی گئی ہے، مثلاً (ذ، ز، ظ، ض) کو ایک ہی نقش سے ادا کیا جاتا ہے، حالانکہ ان حروف کے فرق سے معنی بدل جاتے ہیں، اس لئے قرآن مجید کو رسم الخط ہندی میں لکھنا تحریف ہوگا، جو قطعا حرام اور ناجائز ہے (جواہر الفقہ ۱/ ۸۹)۔

عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں متن قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان میں قرآن لکھ کر شائع کرنا:

عربی رسم الخط اور رسم عثمانی کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن کو لکھ کر شائع کرنا راقم کے نزدیک جائز نہیں ہے، کیونکہ ایسی صورت میں وہی خرابی (عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں تبدیلی) لازم آرہی ہے، جس کو علماء و فقہاء نے ناجائز قرار دیا ہے، لہذا یہ شکل بھی درست نہیں ہے۔

بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا:

بریل کوڈ میں قرآن لکھنے سے پرانی رسم الخط جوقرآن کا ایک اہم رکن ہے چھوٹ جاتا ہے، اورتحریف لازم آتی ہے، لہذا بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا راقم کے نزدیک جائز نہیں ہے، نابینا حضرات کوقرآن مجید زبانی پڑھایا جائے یا کوئی ایسی کوشش کی جائے جس سے قرآن کریم لکھنے میں عربی رسم الخط اوررسم عثمانی کی مخالفت نظر نہ آئے۔

اس کی تائید درج ذیل عبارتوں سے ہوتی ہے:

''رسالۃ النصوص الجلیۃ'' میں ہے:

"وقال البيهقى: من كتب مصحفا ينبغى أن يحافظ على الهجاء الذى كتبوا به تلك المصاحف ولا يخالفهم فيه ولا يغير ما يكتبوه شيئا، فإنهم كانوا أى (الصحابة)اكثر علما و أصدق قلبا ولسانا أعظم أمانة، فلا ينبغى أن نظن بأنفسنا استدراكا عليهم كما فى الاتقان لشيخ مشائخنا الجلال السيوطى، ثم قال العلامة الحداد: فثبت بما ذكر من النقول الصحيحة والنصوص الصريحة أنه انعقد إجماع سائر الأمة من الصحابة وغيرهم على تلك الرسوم، وأنه لا يجوز بحال من الأحوال العدول من كتابة القرآن الكريم ولا نسرع بصورة تخالف رسم المصاحف العثمانية" (رسالۃ النصوص الجلیۃ،ص ۲۵) (امام بیہقیؒ کہتے ہیں کہ جوشخص قرآن شریف کی کتابت کرنا چاہےتواس کے لئے مناسب یہی ہے کہ حرفوں کے اس جوڑتوڑ کی حفاظت کرے جس پروہ مصحف لکھے گئے ہیں اوران کے خلاف نہ کرے اورجیسے جیسے انہوں نے لکھا ہے سرمونہ بدلے کیونکہ صحابہؓ علم میں سب سے زیادہ کامل، صدق قلبی ولسانی میں سب سے زیادہ بڑھے ہوئے ہیں اورتدین وامانت میں سب سے زیادہ اعلی تھے، ہم کوروانہیں ہے کہ اپنے دلوں مین ان کی طرف سے کوئی شبہ قائم کریں یہ اتقان میں ہے جو ہمارے شیخ المشائخ جلال الدین سیوطیؒ کی ہے، پھرعلامہ حداد نے لکھا ہے کہ جونقول صحیحہ اورنصوص صریحہ ذکر کی گئی ہیں ان سے ثابت ہوگیا ہے کہ اس رسم الخط کے وجوب پراوراس پرکہ قرآن شریف کی کتابت میں کسی حال میں بھی اس رسم الخط سے عدول جائز نہیں اورنہ کسی ایسی صورت سے جومصاحف عثمانیہ کےرسم الخط کے خلاف ہوقرآن شریف کا شائع کرنا ناجائز ہے)۔

قرآن والے موبائل کو بلاوضوچھونا:

اگرموبائل میں قرآن مجید موجود ہے، اگر وہ بند ہے یا وہ پروگرام بند ہےجس میں آیت وغیرہ محفوظ ہے، تو بند ہونے کی حالت میں موبائل اوراس کی اسکرین کو بلاوضوچھواجاسکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگرموبائل کے

اسکرین پر قرآن مجید موجود ہو تو موبائل کو چھونے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ یہ راقم کے نزدیک ایسے غلاف کے حکم میں ہے جس کو بغیر وضو کے چھوجا سکتا ہے۔ اس کی تائید درج ذیل فقہی عبارتوں سے ہوتی ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''ہدایہ'' میں ہے:

''**وكذا المحدث لا يمس المصحف إلا بغلافه لقوله عليه السلام القرآن الا طاهر**'' (ہدایہ مع الفتح ۱/۱۷۱) (اور اس طرح محدث بغیر غلاف کے قرآن کو نہیں چھوئے گا ہمارے نزدیک مگر غلاف کے ساتھ کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے قرآن کو صرف پاک ہی شخص چھوئے)۔

اسی سے ملتی جلتی عبارتیں فقہ حنفی کی مشہور و معتمد دیگر کتابوں میں بھی ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: بدائع الصنائع ۱/۱۴۰، شامی زکریا ۱/۴۸۸)۔

☆☆☆

غیر عربی زبان میں قرآن کی اشاعت اور حفاظت

مفتی نذیر احمد کشمیری

انسان کے خالق نے اپنی رحمت، مشیت اور حکمت سے جیسے انسان کی جسمانی ضروریات کی تکمیل کے لئے یہ ساری کائنات بنائی اور پھر اسمیں زندگی کی آسائشوں سے پرسکون بنانے کے لئے ہر قسم کی چیزیں پیدا فرمائی جو انسان کے لئے ضروری تھیں اسی طرح انسان کو ہدایت اور صراحت مستقیم پر قائم کرنے کے لئے سلسلہ نبوت بھی جاری فرمایا اور ہدایت کے استوار کے لئے کتابیں بھی نازل فرمائیں، انبیاء علیہم السلام سے انسانوں کو معاشی ضروریات پورا کرنے کے لئے تجارت، زراعت اور صنعت وحرفت سکھانے کا کام نہیں لیا گیا، بلکہ اس عظیم جماعت کو انسانوں کی ہدایت، حق وصداقت اور زندگی کو خالق حیات کے منشاء ومشیت کے مطابق گذارنے کے اصول وضوابط عطا کرنے کا کام تفویض کیا گیا اس کے لئے انبیاء علیہم السلام کی اپنی زندگی بھی ایک کامل اسوہ ہوتی ہے، جو انسانوں کے لئے ہدایت کا قطعی اور حقیقی سرچشمہ ہے، سلسلہ نبوت کے آخری نبی ﷺ کے بے شمار امتیازات میں سے دو اہم امتیاز یہ بھی ہیں کہ آپ ﷺ نے انسانوں کو صراط مستقیم پر چلانے کے لئے جو احکام، ارشادات، تعلیمات ارشاد فرمائے وہ سب محفوظ ہیں اور ان کو حدیث کہا جاتا ہے۔

آپ ﷺ سے پہلے انبیاء میں سے کسی نبی کے اعمال افعال احکام اور ارشادات محفوظ نہیں ہیں دوسرا اہم امتیاز آپ کا یہ ہے کہ آپ پر نازل ہونے والی کتاب، یعنی قرآن مجید مکمل طور پر محفوظ ہر طرح کی تحریف، تبدیلی اور ہر قسم کے خرد برد سے پاک ہے اس کے متعلق خود قرآن نازل کرنے والے قادر مطلق نے فرمایا:

"**إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون**" (سورۂ حجر:۹) (ہم نے ہی یہ قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں)، یہ چونکہ تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے اس لئے تا قیام قیامت جب تک انسان رہیں گے اس کے وجود اور اپنی اس صفت "کہ اس میں کوئی ردوبدل نہیں ہوسکتا" کے ساتھ باقی رہے گا، جب اس کو قیامت تک محفوظ رکھنا اللہ کی مشیت اور انسانوں کو صراط مستقیم پر چلانے کے لئے امر الابدی ہے تو اس کی حفاظت کے لئے اور اس کی ہر قسم کی تحریفات سے محفوظ رکھنے کے وہ اسباب اور وسائل استعمال کئے گئے جو اس کی حفاظت کے لئے لازم ہوسکتے تھے چنانچہ اسی

کے الفاظ وکلمات کو محفوظ کرنے کے لئے حفظ قرآن کا سلسلہ شروع ہوا، اس کی قرأت ولہجوں کو محفوظ رکھنے کے لئے علم وتجوید قرأت وجود میں آیا اس کے معانی کو محفوظ رکھنے کے لئے سلسلہ تفسیر شروع ہوا، اور اس طرح قرآن ہر اعتبار سے محفوظ ہے۔

ٹھیک اسی طرح اس کے رسم الخط کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک مخصوص خط اختیار کیا گیا اور ابتداء عہد اسلامی سے آج تک اسی رسم الخط میں قرآن کریم لکھا جاتا رہا ہے، یہ خط رسم عثمانی کہلاتا ہے، جو دراصل رسم قریش ہے، دراصل یہ وہ خط ہے جو لوح محفوظ کے صحیفہ مبارکہ کا خط ہے، اس لئے یہ توقیفی ہے، قرآن کریم کو جمع کرنے اور مدون کرنے کا ایک کام تو وہ ہے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خلیفہ بننے پر ہوا اور دوسرا اہم کام جو حضرات عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں ہوا۔

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کی تجویز پر حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن زید، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن العاص، حضرت عبدالرحمٰن بن حارثؓ وغیرہ سے مشورہ کر کے لغت قریش کے مطابق متعدد نسخے تیار کرائے اور وہ مملکت اسلامیہ کے مختلف علاقوں میں ارسال فرمائے، خود حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے پاس جو صحیفہ رکھا اس کو ''امام'' کہا جاتا تھا، اور مختلف علاقوں میں جو صحائف بھیجے گئے انہی کے مطابق مزید نسخے تیار کرنے کا حکم دیا، اس سے پہلے قرآن کریم کے جو صحیفے جہاں جہاں تھے ان سب کو جمع کر کے حضرت عثمانؓ کے حکم سے نذر آتش کیا گیا، حضرت عثمان غنیؓ کے حکم سے جو نسخے تیار کئے گئے وہ پانچ یا سات یا چودہ نسخے تھے اور ان میں سے چار نسخے ابھی بھی دنیا میں موجود ہیں، ایک تاشقند میں، دوسرا استنبول میں، تیسرا دمشق میں، چوتھا غالباً طرابلس میں، استنبول کے نسخے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ وہی نسخہ ہے جس کی تلاوت کرتے ہوئے حضرت عثمان خلیفہ ثالث شہید کئے گئے اور ان کا خون اس صحیفے پر گرا تھا اس کے تمام تفصیلات ''الاتقان اور مناہل العرفان'' وغیرہ میں ہیں۔

حضرت حذیفہؓ کی تجویز پر حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب کو نئے صحیفے تیار کرنے کا حکم دیا گیا تو حضرت عثمانؓ نے رسم الخط اور ہجا کے متعلق چند ہدایات دیں اور حکم دیا کہ اگر کسی لفظ کے متعلق اختلاف ہو جائے تو قریش کے رسم الخط کے مطابق لکھا جائے، چنانچہ اس کی مثال تابوت ہے جو تاء مدورہ (تابوۃ) کے ساتھ بھی لکھا جاتا ہے اور یہ اہل مدینہ کا رسم الخط تھا جب کہ اہل مکہ اس کو تاء مطولہ (تابوت) لکھا کرتے تھے۔ قرآن کریم میں تاء مطولہ (تابوت) کے ساتھ لکھنے کا حکم دیا، کیونکہ یہی لغت قریش کے مطابق تھا، آج بھی قرآن کریم میں اکثر مقامات پر ''قال'' ہے، جبکہ کچھ مقامات پر ''قٰل'' بھی ہے یہ دراصل اسی رسم عثمانی کا اتباع ہے کہ جہاں جیسے لکھا گیا وہ آج تک باقی ہے، اسی طرح پوری عربی زبان میں لفظ کتاب لکھا جاتا ہے، جبکہ قرآن کریم میں یہ لفظ ''کتٰب'' یعنی الف مقصورہ کے ساتھ لکھا جاتا ہے، ایسا کیوں، وجہ یہ ہے کہ یہ رسم عثمانی ہے اور اس کی پابندی لازم تھی یہ آج بھی قائم ہے اس رسم عثمانی کے متعلق امت کا اجماعی فیصلہ یہ ہے کہ اس کی پابندی

لازم ہے اس سے ہٹ کر کوئی دوسرا رسم الخط اختیار کرنے کی کبھی اجازت نہیں دی گئی، چنانچہ اسمٰعیل کو اسماعیل یا سلیمٰن کو سلیمان نہیں لکھا گیا، اسی طرح موسیٰ یحییٰ، عیسیٰ کو بھی موسا، یحیا، عیسا نہیں لکھا گیا، اس سلسلے میں فقہاء نے جو لکھا ہے وہ یہ ہے:

"أجمع المسلمون قاطبة على وجوب اتباع رسم مصاحف عثمان ومنع مخالفته ثم قال–قال:العلامه ابن عاشرووجه وجوبه ماتقدم من إجماع الصحابة عليه وهم زها اثنى عشر ألفا والإجماع حجة حسبما تقرر فى أصول الفقه"(جواہر الفقہ ۸۵/۱)(مسلمانوں کا اس پر قطعی طور پر اجماع ہے کہ مصاحف عثمانی کے رسم الخط کا اتباع لازم ہے اس کے خلاف کرنے کے ممنوع ہونے پر بھی اجماع ہے علامہ ابن عاشر نے یہ بیان کیا ہے کہ رسم عثمانی کے اتباع کے واجب ہونے کی وجہ حضرات صحابہ جن کی تعداد تقریبا بارہ ہزار تھی کا اجماع ہے اور اجماع حجت قطعی ہے جیسا کہ اصول فقہ کا یہ ضابطہ ہے)۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے رسم عثمانی کے اتباع کے لازم ہونے کے متعلق لکھا ہے:

"قال الاشهب: سئل مالک هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء؟ قال: لا إلا على الكتبة الاولى رواه الدانى فى المقنع، ثم قال: لا مخالف له من علماء الأمه" (الاتقان ۳۶۶/۲، ومناہل العرفان)(اشہب کا بیان ہے کہ امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ کیا قرآن اس خاص طرز تحریر میں لکھ سکتے ہیں جو آج کل دوسری کتابوں کے لئے اختیار کیا گیا ہے فرمایا نہیں، قرآن کی کتابت اسی پہلی طرز کتابت کے مطابق ہونا چاہئے، علامہ دانی نے المقنع میں فرمایا کہ علماء امت میں سے کوئی بھی اس رائے کے خلاف اپنی رائے نہیں رکھتا)۔

علامہ سیوطی نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی رائے اس طرح لکھی کہ:

"وقال الامام أحمد: ويحرم مخالفة خط مصحف فى واو، أو ياء أو الف أو غير ذلک"(حوالہ مذکور)(امام احمد فرماتے ہیں کہ مصحف عثمانی کے رسم الخط کی مخالفت حرام ہے، واو- یاء- اور الف جو لکھنے میں آئیں مگر پڑھنے میں نہ آئیں ان کو اسی طرح لکھا جائے یعنی باقی رکھا جائے)۔

علامہ سیوطی نے آگے یہ بھی لکھا:

"وقال البيهقى فى شعب الإيمان: من يكتب مصحفا، فينبغى أن يحافظ على الهجاء الذى كتبابه تلک المصاحف ولا يخالفهم فيه ولا يغيرمما كتبواشيئا، فانهم كانوا أكثر علما وأصدق قلبا ولسانا وأعظم أمانة، قال ينبغى أن نظن بأنفسنا استدراكاعليهم"(الاتقان ۳۶۶/۲)(امام بیہقی نے شعب الایمان میں فرمایا جو شخص قرآن کریم کی کتابت کرے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اس طرز تحریر کی پابندی کرے جو حضرات

صحابہ نے مصاحف میں اختیار فرمایا ہے اور ہرگز اس کی خلاف ورزی نہ کرے اور جو طرز انہوں نے اختیار کیا ہے اس میں کوئی تغیر نہ کرے اس لئے کہ وہ زیادہ علم والے سچے دل والے سچی زبان والے اور زیادہ امانت دار تھے، پس ہمارے لئے ہرگز یہ مناسب نہیں کہ ہم اپنے متعلق یہ گمان کرنے لگیں کہ ہم ان کے کسی خامی یا کمی کو دور کریں گے)۔

یعنی کوئی دوسرا رسم الخط اختیار کریں اور یہ گمان کریں کہ ہم نے ان سے بہتر طریقہ اختیار کرلیا، ٹھیک یہی رائے حنفیہ کی بھی ہے، چنانچہ علامہ حسن شرنبلالی نے صاحب ہدایہ علامہ برہان الدین کی کتاب ''التجنیس'' کے حوالے سے لکھا ہے۔

''ویمنع من کتابة القرآن بالفارسیة بالإجماع؛ لأنه یؤدی للأخلال بحفظ القرآن لأنا أمرنا بحفظ النظم والمعنی، فانه دلالة علی النبوة، ولأنه ربما یودی إلی التهاون بأمر القرآن''(بحوالہ جواہر الفقہ) (فارسی میں کتابت قرآن سے بالاجماع منع کیا گیا ہے اس لئے کہ اس سے حفاظت قرآن میں خلل واقع ہوگا، کیونکہ ہم قرآن کریم کے الفاظ ومعانی دونوں کی حفاظت کے مامور ہیں اور یہ الفاظ قرآن تو ثبوت نبوت کی دلیل ہے اور الفاظ قرآن کے بدل دینے سے حفاظت قرآن میں یہ تہاون پیدا ہوگا)۔

حنفیہ کے یہاں اس سے زیادہ سخت موقف بھی پایا جاتا ہے چنانچہ ''معراج الدرایہ'' کے حوالہ سے لکھا:

''یمنع من کتابة المصحف بالفارسیة أشد المنع وأنه یکون معتمده زندیقا''(ایضا) (صحیفہ قرآنی کی کتابت فارسی میں کرنے کو سختی سے منع کیا گیا ہے اور جو شخص ایسا کرے وہ زندیق ہے)۔

شافعیہ کے عظیم ستون علامہ ابن حجر عسقلانی نے جو کچھ فرمایا وہ یہ ہے:

''قد سئل هل تحرم کتابة القرآن بالعجمیة کقراء ته، فأجاب بقوله قضیة ما فی المجموع الإجماع علی التحریم''(بحوالہ مناہل العرفان) (علامہ ابن حجر سے پوچھا گیا کہ کیا قرآن کریم کسی عجمی زبان میں لکھنا ویسا ہی حرام ہے جیسے کسی عجمی زبان میں اس کی قراءت حرام ہے، تو جواب میں فرمایا کہ کتاب مجموع کا فیصلہ یہ ہے کہ اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے)۔

اب جب چاروں فقہاء کا اس پر اجماع ہے تو فقہ اکیڈمی کی طرف سے مرتب کردہ نہایت برمحل اور جامع سوالات کے جواب درج ذیل ہیں؛

۱- ایسا کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں، اس لئے کہ قرآن نظم ومعنی دونوں کے مجموعے کا نام ہے، صرف ترجمہ کا نام قرآن ہرگز نہیں اور جب صرف ترجمہ اشاعت پذیر ہوگا تو رفتہ رفتہ اسی ترجمے کو لوگ قرآن قرار دینے لگیں گے، دوسرے یہ اقدام متن قرآن سے اعراض کا یقینی سبب ہوگا، اس لئے کہ آج امت کا اکثر طبقہ قرآن سے دور ہوتا جارہا ہے، اور جب ان کے

ہاتھوں میں وہ ترجمہ پہنچے گا تو وہ متن قرآن جو دراصل منزل من اللہ کلام ہے سے محروم ہوجائیں گے، تیسری یہ کہ جو مصالح تنہا ترجمہ قرآن شائع کرنے کے متعلق پیش کئے جارہے ہیں یہ مصالح ہر دور میں اس سے کہیں زیادہ پیمانے پر پائے جاتے رہے ہیں، بلکہ خود صاحب قرآن حضور ﷺ اور صحابہ کرام کے عہد میں جب دین عجمی ممالک میں داخل ہورہا تھا اور یقیناً مقامی زبانوں میں خالص ترجمہ قرآن کی واقعی ضرورت تھی، مگر اس طرح کا کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا، علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس طرح کی پیش کردہ وجوہات کو اس طرح رد کیا۔

”وزعم أن كتابته بالعجمية فلها سهولة للتعليم كذب مخالف للواقع والمشاهدة فلا يلتفت للذلک على أنه لوسلم صدقه لم يكن مبيحا لاخراج ألفاظ القرآن عما كتب عليه وأجمع عليه السلف والخلف“ (مناہل العرفان) (یہ گمان کرنا کہ عجمی زبان میں قرآن کریم کی کتابت تعلیم کی سہولت اور آسانی کا ذریعہ ہے یہ غلط اور واقع اور مشاہدہ کے خلاف ہے اس کی طرف ہرگز التفات نہ کیا جائے اگر بالفرض یہ درست بھی ہو تو بھی یہ قرآن کے اس طرز کتابت کے ترک کرنے کا وجہ جواز نہیں بن سکتا اس پر سلف وخلف کا اجماع ہے)۔

مشہور فقیہ اور محدث امام ابن قدامہ کی شہرہ آفاق کتاب ”المغنی“ میں ہے:

”وهو إنما نزل باللسان العربى كما هو مصرح فى الآيات المتعددة، وإنما كان تبليغه والدعوة إلى الاسلام والانذار به كما أنزل الله تعالى لم يترجم النبى ﷺ ولا أذن بترجمته، ولم يفعل ذلک الصحابة ولا خلفاء المسلمين وملوكهم ولوكتب النبى ﷺ كتابه إلى قيصر وكسرى ومقوقس بلغاتهم لصح التعليل الذى علل به“ (المغنی) (قرآن کریم عربی میں نازل ہوا جبکہ متعدد آیات قرآنی میں صراحۃ یہ موجود ہے اور اسلام کی دعوت وتبلیغ اور انداز اسی عربی زبان میں جاری رہی، حضرت نبی علیہ السلام نے عجمیوں کے لئے نہ خود ترجمہ کرایا نہ کسی کو ترجمہ کرنے کا حکم ہی دیا نہ ہی حضرات صحابہ نے ایسا کیا اور امت مسلمہ کے خلفاء وسلاطین نے بھی ایسا نہیں کیا، اگر حضرت نبی علیہ السلام نے اپنے مکاتب قیصر وکسری اور مقوقس کی زبانوں میں لکھواتے تو یہ وجہ قابل توجہ ہوتی کہ عجمی اقوام کو قرآن عجمی زبان میں پہنچایا جائے)۔

چوتھی وجہ جو حضرت تھانویؒ کے فتوی میں بھی موجود ہے کہ یہ اقدام قرآن کریم کو اس سطح پر پہنچانے کا سبب بنے گا جو تورات وانجیل کا حال ہے، چنانچہ حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے: اگر خدانخواستہ یہ طریق مروج ہوگیا تو مثل تورات وانجیل احتمال قوی اصل قرآن کے ضائع ہونے کا ہے اور قرآن مجید کے اصل کی حفاظت فرض اور اس میں اخلال حرام ہے۔

خلاصہ یہ کہ متن قرآن کے بغیر خالص ترجمہ شائع کرنا جائز نہیں اس کو خرید کرنے تقسیم کرنے اور اشاعت کرنے کا

اقدام اجماع امت کے خلاف اورقرآن ضائع کرنے کا غیر شرعی اقدام ہے(مزید اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے اکابر کے فتاوی: امداد الفتاوی ۱/ ۲۹، کفایۃ المفتی ۲/ ۱۰۶، جواہر الفقہ ۲/ ۱۰۳، فتاوی محمودیہ ۳/ ۵۱۰، فتاوی حقانیہ ۲/ ۱۷۲)۔

☆☆☆

متن قرآن کے بغیر صرف ترجمہ کی اشاعت

مفتی محمد شاہد قاسمی مدھوبنی☆

امت کے چاروں فقہاء متبوعین کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کا صرف ترجمہ بغیر عربی الفاظ کے لکھنا اور اسے شائع کرنا ناجائز اور گناہ ہے اور جب یہ عمل ناجائز ہے تو اس کی خرید وفروخت اور ہدیہ بھی گناہ اور معصیت پر تعاون ہوگا۔

علامہ برہان الدین سپرد قرطاس کرتے ہیں:" **وإن اعتاد القراء ة بالفارسية، أو أراد أن يكتب المصحف بالفارسية منع من ذلک علی أشد المنع، وإن فعل ذلک فی آية او آيتين لا يمنع من ذلک، ذکر الشيخ الامام شمس الائمة السرخسی فی شرح الجامع الصغير: و إن کتب القرآن و تفسير کل حرف و ترجمته تحته روی عن الشيخ الفقيه أبی جعفر رحمه الله لا بأس به فی ديارنا؛لأن معانی القرآن وفوائدها لا يضبطها القوم إلا بهذا**" (المحیط البرہانی ۲/ ۵۲ الفصل الثانی طبع ادارۃ القرآن کراچی)۔

علامہ عالم بن علی انصاری دہلوی نے بھی یہی عبارت زیب قرطاس کی ہے (دیکھئے: فتاوی تاتارخانیہ ۲/ ۵۷ الفصل الثانی طبع زکریا دیوبند)۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام نے حاکم شہید کی "الکافی" سے تقریبا یہی عبارت نقل کی ہے (دیکھئے: فتح القدیر ۱/ ۲۴۸ باب صفۃ الصلاۃ طبع رشیدیہ کوئٹہ)۔

علامہ ابن عابدین نے حافظ ابن ہمام کی عبارت سپرد قلم کی ہے (دیکھئے: رد المحتار علی الدر المختار ۲/ ۱۸۷ باب صفۃ الصلاۃ طبع زکریا دیوبند)۔

علامہ علاء الدین حصکفی اسی کی تلخیص کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"**وتجوز كتابة آية أو أيتين بالفارسية لا أكثر** "(الدر المختار مع کشف الأ شار ا/ ۴۷ طبع زکریا دیوبند)۔

شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی کا اثر خامہ ہے: "**ويمنع من كتابة القرآن بالفارسية بالإجماع؛ لأنه**

☆ دارالعلوم مدنی دار التربیت، کرمانی، گجرات۔

يؤدى للإخلال بحفظ القرآن لأنا أمرنا بحفظ النظم والمعنى، فإنه دلالة على النبوة؛ ولأنه ربما يؤدى إلى التهاون بأمر القرآن"(التجنيس والمزيد بحوالہ جواہر الفقہ ۱/ ۹۸ طبع مکتبہ سیرت النبی دیوبند)۔

(فارسی زبان میں قرآن لکھنا بالاتفاق ممنوع ہے، کیونکہ یہ حفاظت قرآن میں خلل انداز ہوگا اس لئے کہ ہمیں الفاظ اور معانی دونوں کی حفاظت پر مامور کیا گیا ہے، کیونکہ قرآن کریم آپ ﷺ کی نبوت کا معجزہ ہے اور اس لئے بھی ممنوع ہے کہ یہ قرآن کی عظمت کو ہلکا کرنے کا باعث ہوگا)۔

علامہ مرغینانی نے جن دو وجوہات کی صراحت کی ہے وہ بہت ہی اہم ہیں، ان سے کسی بھی وقت صرف نظر نہیں کیا جا سکتا ہے، ساتھ ساتھ انہوں نے اجماع کا بھی دعوی کیا ہے، جو بجائے خود مستقل دلیل ہے۔

علامہ جلال الدین خوارزمی شرح ہدایہ میں امام محبوبی کا قول نقل کرتے ہیں: "**أما لو اعتاد قراءة القرآن أو كتابة المصحف بالفارسية يمنع منه أشد المنع**"(الکفایۃ شرح الدرایۃ علی ہامش فتح القدیر ۱/ ۲۴۷ طبع رشیدیہ کوئٹہ)۔

اس موقع پر علامہ خوارزمی نے ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے کہ امام محمد بن فضل نے فارسی زبان میں قرآن کی کتابت کے سلسلہ میں فتوی معلوم کرنے پر اپنے شاگرد کے ذریعہ مستفتی کو قتل کرا دیا (دیکھئے: کفایہ ۱/ ۲۴۸)۔

ماضی قریب کے اکابر علماء کی بھی یہی رائے ہے کہ عربی کے علاوہ کسی بھی زبان میں صرف ترجمہ کی اشاعت جائز نہیں ہے، ہاں اگر اوپر عربی قرآن ہو اور اس کے نیچے ہر ہر سطر میں یا آدھے صفحے پر اس کا کسی زبان میں ترجمہ ہو، تو یہ جائز ہے، مولانا اشرف علی تھانویؒ نے یہ وجوہ ذیل صرف ترجمہ کی اشاعت کو ناجائز کہا ہے: ۱-اہل کتاب کے ساتھ مشابہت ہے، ۲-اصل قرآن کے ضائع ہوجانے کا قوی احتمال ہے، ۳-لوگ بلا وضو غیر قرآن سمجھ کر چھوئیں گے، جبکہ بلا وضو ترجمہ چھونا بھی مکروہ ہے، ۴-احترام جیسے اصل قرآن کا ہے، ترجمہ کا نہیں کریں گے، ۵-جمہور امت کا تعامل یہی چلا آرہا ہے کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا ہے اور جس نے ایسا کرنے کی جسارت کی بھی، اس پر سخت نکیر کی گئی (امداد الفتاوی ۴/ ۴۳، زکریا دیوبند)۔

مولانا ظفر احمد تھانویؒ کی بھی رائے یہی ہے (دیکھئے: امداد الاحکام ۱/ ۲۳۹ طبع زکریا دیوبند)۔

مفتی محمد شفیع صاحب رقم طراز ہیں: "قرآن مجید کا صرف ترجمہ بغیر عربی الفاظ کے لکھنا اور لکھوانا اور شائع کرنا باجماع امت حرام اور باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع ہے، اور جبکہ اس کا لکھنا اور شائع کرنا ناجائز ہوا، تو اس کی خرید و فروخت بھی بوجہ اعانت معصیت کے ناجائز ہوگی (جواہر الفقہ ۱/ ۹۷ مکتبہ سیرت النبی دیوبند)۔

علامہ شرنبلالی نے بھی مذاہب اربعہ سے اس کی حرمت نقل کی ہے (النفحات القدسیۃ فی احکام قراءۃ القرآن وکتابتہ بالفارسیۃ)۔

مفتی محمود حسن گنگوہیؒ لکھتے ہیں: محض اردو میں قرآن پاک لکھنا اور چھاپنا اور فروخت کرنا اور خریدنا درست نہیں، اصل عربی کے ساتھ ترجمہ بھی ہوتو درست ہے (فتاوی محمودیہ ۳/۵۰۶ طبع ادارہ صدیق ڈابھیل گجرات)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے (دیکھئے: کتاب الفتاوی ۱/ ۳۷۴ طبع نعیمیہ دیوبند)۔

فقہاء حنفیہ کے علاوہ دیگر مذاہب کے فقہاء اور ان کے ائمہ کا بھی اس پر اتفاق ہے، چنانچہ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: ''**وقال أشهب : سئل مالک : هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء ؟ فقال : لا، إلا على الكتبة الأولى ۔ رواه الداني في المقنع ۔ ثم قال : ولا مخالف له من علماء الأمة**'' (اتقان فی علوم القرآن ۱/ ۳۶۷ النوع السابع والسبعون طبع ادارۃ الرشید دیوبند)۔

امام بیہقی شعب الایمان میں فرماتے ہیں: ''**من يكتب مصحفا فينبغي أن يحافظ على الهجاء الذي كتبوا به تلک المصاحف ولا يخالفهم فيه ولا يغير مما كتبوه شيئا**'' (الاتقان ۱/ ۳۶۷)۔

علامہ زرکشیؒ لکھتے ہیں: ''**والأقرب المنع كما تحرم قراء ته بغير لسان العرب**'' (الاتقان فی علوم القرآن ۱/ ۳۶۷ طبع ادارۃ الرشید دیوبند)، دیگر عبارتوں کے لئے دیکھئے: جواہر الفقہ ۱/ ۱۰۱، ۱۱۱ طبع مکتبہ سیرت النبی دیوبند)، دیگر عبارتوں کے لئے دیکھئے: جواہر الفقہ ۱/ ۱۰۱، ۱۱۱ طبع مکتبہ سیرت النبی دیوبند)۔

ان ترجمہ کی اشاعت کی تائید میں جو وجوہات ذکر کی جاتی ہیں وہ انتہائی لغو اور مہمل ہیں، کیونکہ اصل متن اور ترجمہ دونوں ملاکر چھاپنے میں مصارف کو لاکھ دولاکھ نہیں آتے کہ اس کی وجہ سے فقہاء کی اس قدر صریح نصوص کو ٹھکرادیا جائے اور امت کے تعامل تو ارث کو نظر انداز کردیا جائے، زیادہ سے زیادہ سو پچاس کا فرق آتا ہے، جو قابل التفات نہیں۔

اور جو لوگ متن قرآن نہیں پڑھ سکتے انہیں بھی متن قرآن دینے کا فائدہ یہ ہے کہ ان کی رغبت اور شوق بڑھے گا کہ وہ بھی عربی سیکھیں، کیا صحابہ کرام نے اسلام قبول کیا تو سب بچے تھے اور کیا ان کے لئے کسی دیگر زبان میں عربی کے علاوہ ترجمہ کرکے دیا گیا؟ نہیں، بلکہ عمر کے جس مرحلہ میں بھی وہ تھے انہیں عربی قرآن ہی کی تعلیم دی گئی، اور غیر مسلموں میں سے صرف ان حضرات کو قرآن کریم دینا شرعا مطلوب ہے، جن سے یہ توقع ہو کہ وہ اس کا احترام کریں گے، کسی بھی طرح اس کی بے حرمتی نہیں کریں گے، رہے وہ لوگ جن سے بے حرمتی کا اندیشہ ہے انہیں ترجمہ قرآن بھی دینا بے حرمتی سے خالی نہیں۔

مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں: ''**والحاصل مما سبق أن وقوع المصحف بأيدى الكفار إنما يمنع منه إذا خيف منهم إهانته، أما اذا لم يكن مثل هذا الخوف فلا باس بذلک لاسيما لتعليم القرآن**''۔

اس قسم کے شبہات کا جواب دیتے ہوئے حافظ ابن حجر شافعی فرماتے ہیں: ''**وزعم أن كتابته بالعجمية فيها**

سهولة للتعليم كذب مخالف للواقع المشاهدة فلا يلتفت لذلك، على أنه لو سلم صدقه، لم يكن مبيحا لإخراج ألفاظ القران عما كتب عليه، وأجمع عليه السلف والخلف" (الفتاوی الکبری ۱/۳۸ طبع المکتبہ الاسلامیہ)۔

اور یہ گمان کہ غیر عربی میں لکھنے میں تعلیم کی سہولت ہے، کذب محض ہے واقعہ اور مشاہدہ کے خلاف ہے، اس لئے یہ قابل التفات نہیں، بالفرض اگر اس کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو یہ الفاظ قرآن کو اس نہج سے جس پر کتابت ہوتی ہے اور اس پر اسلاف واخلاف کا اجماع ہے، نکالنے کو جائز نہیں کرسکتے (جواہر الفقہ ۱/۱۰۳ طبع مکتبہ سیرت النبی دیوبند)۔

آخر میں ہم علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی کی یہ صراحت رقم کردیتے ہیں کہ قرآن صحیح قول کے مطابق لفظ اور معنی دونوں کا مجموعہ ہے، کیونکہ وہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے اور اعجاز لفظ اور معنی دونوں سے واقع ہوتا ہے، اس لئے صرف ترجمہ قرآن کی اشاعت ہرگز جائز نہیں ہوسکتی۔

"**والصحيح أن القرآن هو النظم والمعنى جميعا عنده، لأنه معجز للنبى ﷺ والإعجاز وقع بهما جميعا**" (تبیین الحقائق ۱/۲۸۸ طبع دار الکتب العلمیہ)۔

مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے دو مقام پر تحریر کیا ہے کہ اتقان میں اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے (دیکھئے: فتاوی محمودیہ ۳/۵۱۰، ۵۱۱)، مگر راقم کو یہ حوالہ دستیاب نہیں ہوسکا، البتہ "النفحات القدسیہ" میں علامہ شرنبلالی نے اجماع ائمہ نقل کیا ہے (تکملہ فتح الملہم ۳/۳۸۶ اشرفیہ دیوبند)۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

اس کی دو صورتیں سوال میں درج کی گئی ہیں: الف-رسم عثمانی کے ساتھ کسی دوسرے رسم الخط میں تحریر کرنا، ب-صرف دوسرے رسم الخط میں تحریر کرنا، دوسری صورت تو بالاتفاق ناجائز ہے اور اس پر جمہور امت کا اجماع ہے، اور پہلی صورت کو بعض معاصر مفتیان کرام نے جائز کہا ہے اور اس کے لئے کچھ شرائط لگائی ہیں۔

اس کے دلائل وہی ہیں، جو صرف ترجمہ کی اشاعت کے ذیل میں تحریر کئے گئے ہیں، مزید چند دلائل سپرد قلم کئے جاتے ہیں:

امام احمدؒ کا ارشاد ہے: "**ويحرم مخلافة خط مصحف عثمان فى واو أو ياء أو ألف أو غير ذلك**" (الاتقان فی علوم القرآن ۱/۳۶۷)۔

یہی رائے امام مالک کی ہے (دیکھئے: الاتقان ۱/۳۶۷، ۳۶۷ طبع رشیدیہ دیوبند)۔

معراج الدرایہ میں ہے: **"یمنع من کتابة المصحف بالفارسیة أشد المنع، وأنه یکون معتمده زندیقا"** (جواہر الفقہ ۱/ ۸۲ طبع سیرت النبی دیوبند)۔

حافظ ابن حجر نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے: **"وفی کتابة القران العظیم بالعجمی تصرف فی اللفظ المعجز الذي حصل التحدی به بما لم یرو"** (جواہر الفقہ ۱/ ۸۳)۔

مفتی شفیع صاحب طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں: الغرض مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے ذکر کردہ مقدمہ میں صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرز عمل سے واضح ہوگیا کہ جس طرح قرآن میں زبان عربی کی حفاظت لازم اور ضروری ہے کسی عجمی زبان میں بدون عربی عبارات کے قرآن مجید کی کتابت جائز نہیں، اسی طرح عربی رسم الخط کی حفاظت بھی ضروری ہے کسی دوسرے رسم الخط میں لکھنا جائز نہیں، کہ اس میں رسم خط عثمانی کی مخالفت اور تحریف قرآن کا راستہ کھولنا ہے جو باجماع امت حرام ہے (جواہر الفقہ ۱/ ۷۷)۔

مولانا ظفر احمد تھانویؒ لکھتے ہیں: ناگری ہو یا انگریزی ہر وہ خط جس میں رسم خط مصحف عثمانی کی رعایت نہ ہو سکے، اس میں قرآن لکھنا کسی طرح جائز نہیں، کیونکہ کتابت مصحف میں رعایت رسم خط عثمانی واجب ہے (امداد الاحکام ۱/ ۲۴۰)۔

دوسری جگہ رقم طراز ہیں: اتباع رسم مصاحف عثمانی کتابت قرآن میں باجماع ائمہ اربعہ واجب ہے، جس کی مخالفت گناہ ہے (امداد الاحکام ۱/ ۲۲۵)۔

حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں: قرآن غیر عربی خط میں لکھنا جائز نہیں (امداد الفتاوی ۴/ ۴۳)۔

اس پر مفتی عبد الرحیم لاجپوریؒ نے کافی بسط وتفصیل سے کلام کیا ہے اور بہت ہی شد ومد کے ساتھ اس کو ناجائز کہا ہے (دیکھئے: فتاوی رحیمیہ ۳/ ۱۹ طبع دار الاشاعت کراچی)۔

مفتی تقی عثمانی صاحب تحریر کرتے ہیں: قرآن کریم کو رسم عثمانی کے سوا کسی اور رسم الخط میں لکھنا باجماع ناجائز ہے لوگوں کو قرآن کریم پڑھانے کے لئے عربی رسم خط لکھا یا جائے، عجمی رسم الخط میں لکھنا درست نہیں (فتاوی عثمانی ۱/ ۲۷ طبع نعیمیہ دیوبند)۔

مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے اسی رائے کا مدلل اظہار کرنے کے بعد اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے (دیکھئے: فتاوی محمودیہ ۳/ ۵۰۷-۵۱۲ طبع ادارہ صدیق ڈابھیل گجرات)۔

مفتی محمد نظام الدین اعظمی صاحبؒ نے صرف غیر عربی رسم الخط میں لکھنے کی سخت مخالفت کی ہے، البتہ اس صورت کو چند شرائط کے ساتھ جائز کہا ہے کہ اصل عربی متن اوپر تحریر کیا جائے اور اس کے نیچے غیر عربی رسم الخط میں اس کو تحریر

کیا جائے (منتخبات نظام الفتاوی ۳/ ۴۲۵-۴۲۹ طبع ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی)۔

مگر راقم کی رائے یہ ہے کہ جن وجوہات کی بنا پر صرف غیر عربی رسم الخط میں شائع کرنا جائز نہیں ان میں یہ وجہ بھی بہت سے حضرات مفتیان کرام نے تحریر کی ہے کہ عربی زبان میں بعض حروف ایسے ہیں، جن کا متبادل دوسری زبانوں میں نہیں ہے، مثلاً زاء، جیم، ظ، ض وغیرہ عربی زبان میں الگ الگ حروف ہیں اور دیگر زبانوں میں ان کے لئے صرف ایک یا دو لفظ ہے، اگر اس کے الگ الگ اصطلاحات وضع کی جائیں پھر بھی غیر عربی زبان میں اس کا فرق مشکل ہے، کیونکہ اس کا تعلق صورت سے ہے، اسی طرح بعض زبانوں میں اعراب کی جگہ حروف مستعمل ہوئے ہیں اور قرآن کریم میں بعض ایسے حروف ہیں جو لکھے جاتے ہیں، مگر پڑھے نہیں جاتے ہیں، دیگر زبانوں میں جب اسے لکھا جائے گا تو صرف وہ حروف لکھے جائیں گے جو پڑھے جاتے ہیں اور جو حروف لکھے جاتے ہیں پڑھے نہیں جاتے ہیں وہ دیگر زبان میں قید تحریر میں نہیں آئیں گے اس طرح قرآن کریم میں بے شمار حروف زائد ہوجائیں گے اور متعدد کم ہوجائیں گے، ہر چند کہ تحریر ہی میں سہی اور یہ سراسر تحریف ہے او کیا یہ بات دائرہ جواز میں آسکتی ہے کہ ایک شخص ایک مرتبہ ایک کام صحیح طریقے پر کرے اور پھر اس کام کو ناجائز طریقے پر کرے؟ کیا ایک مرتبہ جائز طریقہ اختیار کرنے سے دوسرا طریقہ جو کہ ناجائز ہے اسے جائز کہنا قرین عقل قیاس ہے۔

اصل بات یہی ہے کہ مسلمان پر لازم ہے کہ وہ قرآن کو عربی زبان میں ہی پڑھنا سکیں اور اس کے لئے محنت و مشقت برداشت کریں۔

اسلامک فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ نے اپنے ساتویں سمینار منعقدہ ۱۱-۱۶/ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ کے دوسرے فیصلے میں تین وجوہات کی بنیاد پر اس کو ناجائز کہا ہے: ۱- یہ صحابہ، تابعین اور ائمہ سلف کے اجماع کے خلاف ہے، ۲-قرآن کے بعد حروف کم اور بعض زیادہ ہوجائیں گے اور یہ سراسر تحریف ہے، ۲-قرآن کریم لوگوں کے ہاتھ میں کھلونا بن جائے گا (اسلامک فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے فقہی فیصلے ص ۱۷۶-۱۷۸)۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

نابینا افراد کے لئے اس قسم کی جو پیش رفت ہوئی ہے، وہ انتہائی مستحسن اور مبارک عمل ہے، رہا یہ سوال کہ کیا قرآن کریم کو بھی اس کوڈ میں ضبط کیا جاسکتا ہے؟ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ بریل کوڈ کوئی رسم الخط نہیں ہے، بلکہ رموز ہیں جو حروف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں، اس لئے اسمیں قرآن کریم تیار کرنا حد جواز میں آنا چاہئے، اس سلسلے میں علامہ سیوطی کی مندرجہ ذیل عبارت مفید مطلب ہوسکتی ہے: "**وأما النقط فيجوز، لأنه ليس له صورة فيتوهم لأجلها**

ما ليس بقرآن قرآنا وإنما هي دلات على هيئة المقروء فلا يضر إثباتها لمن يحتاج إليها"(اتقان فی علوم القرآن ا/۳۷۷ طبع ادارہ رشید دیوبند)۔

نیز ان حضرات کی بے بصارتی منجانب اللہ ہے، اس لئے ان سے مشقت وحرج کو دفع کر کے سیر وسہولت ان کو بہم پہنچانے کی قواعد شریعت اجازت دیتی ہے "الضرورات تبيح المحظورات" (الاشباہ مع شرح الحموی ا/۲۷۵ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

"الضرر يزال" (الاشباہ مع شرح الحموی ا/۲۷۸)۔

"المشقة تجلب السير" (الأشباہ ا/۲۴۵ وقواعد الفقہ ص ۱۲۲ طبع دار الکتاب دیوبند)۔

اور چونکہ یہ رسم الخط نہیں ہے، اس لئے تحریف قرآن کی خرابی بھی لازم نہیں آتی ہے، اور اسے بے وضو چھونا احتیاط کے خلاف معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ ترجمہ قرآن کو بلاوضو چھونا مکروہ قرار دیا گیا ہے، "لو كان القرآن مكتوبا بالفارسية يكره لهم مسه عند أبى حنيفة، وكذا عندهما على الصحيح، هكذا فى الخلاصة" (فتاوی عالمگیری ا/۲۹، مزید دیکھئے: فتاوی رحیمیہ ۱۹/۳ طبع دار الاشاعت کراچی)۔

موبائل پر قرآن مجید کو چھونا:

محدث اور جنبی وغیرہ کے لئے قرآن مجید بلا غلاف چھونا جائز نہیں ہے اور اگر اس پر غلاف لگا ہوا ہو، تو چھونا جائز ہے اور غلاف سے مراد وہ ہے جو اس سے الگ ہو، یا بہ سہولت الگ ہوسکتا ہے اگر غلاف کو اس کے ساتھ جڑ دیا جائے تو اس پر ہاتھ لگانا درست نہیں اور ظاہر ہے کہ موبائل کا کور ایسا ہوتا ہے، جو اس سے بہ سہولت جدا ہوسکتا ہے، جیسا کہ وقتاً فوقتاً اس کو جدا کرنا لوگوں کے معمولی میں بھی ہے، اس لئے جب اسکرین پر قرآن کے حروف نمایاں ہوں، تو بھی اس کو چھونا جائز ہونا چاہئے، البتہ اوپر کا غلاف موبائل میں شیشے کی شکل میں ہوتا ہے جس سے حروف اس طرح جھلکتے ہیں، جس طرح کہ اوپر غلاف پر لکھا ہوا ہو، اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ اسکرین پر جب قرآنی حروف ظاہر ہوں، تو اس پر بلا وضو ہاتھ نہ لگایا جائے۔

علامہ مرغینانی رقم کرتے ہیں: "وليس لهم مس المصحف إلا بغلافه ولا أخذ درهم فيه سورة من القرآن إلا بصرته(إلى إن قال) وغلافه ما يكون متجافيا عنه، دون ما هو متصل به كالجلد المشرز، هو الصحيح" (الہدایہ فی شرح البدایہ ا/۴۸ باب الحیض والاستحاضہ، اتحاد بکڈپو دیوبند)۔

علامہ عالم بن علاء لکھتے ہیں: "ولا يمس المصحف ولا اللوح المكتوب عليه آية تامة من القرآن ولا الدرهم المكتوب عليه سورة الإخلاص" (الفتاوی التاتارخانیہ ا/۲۹۱ الفصل الثالث طبع زکریا دیوبند)۔

علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:"**ومسه أی القرآن ولو فی لوح، أو درهم أو حائط**"(الدر المختار مع ردالمحتار ۱/ ۴۸۸ باب الحیض طبع زکریا دیوبند)۔

مفتی محمد سلمان پالنپوری لکھتے ہیں: اگر موبائل کی اسکرین پر قرآن یا احادیث شریفہ کے حروف دکھائی دے رہے ہوں، تو ان حروف پر بلا وضو ہاتھ رکھنا درست نہیں، لیکن اگر یہ پروگرام بند ہو، تو ایسے موبائل کو بلا وضو چھونا منع نہیں (دینی مسائل اوران کا حل ص ۳۶۵ طبع نعیمیہ دیوبند)۔

ایک دوسرے مقام پر تحریر کرتے ہیں: جس اسکرین پر قرآن کی آیت نمایاں ہو، تو اس اسکرین کو بلا وضو چھونا احتیاط کے خلاف ہے (دینی مسائل اوران کا حل ص ۳۶۹)۔

☆☆☆

قرآن کریم کے متن وترجمہ سے متعلق چند مسائل

مفتی محمد روح اللہ قاسمی☆

غیر حامل المتن ترجمہ قرآن درحقیقت الفاظ قرآنی سے بے نیازی اور اس کے انوار وتجلیات سے محرومی کا سبب بنے گا، پھر حفاظت قرآن میں اس سے خلل آئے گا، اس لئے ’’قرآن مجید کا صرف ترجمہ بغیر الفاظ کے لکھنا اور لکھوانا اور شائع کرنا باجماع امت حرام اور باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع ہے......اور جب کہ اس کا لکھنا اور شائع کرنا ناجائز ہوا تو اس کی خرید وفروخت بھی بوجہ اعانت معصیت کے ناجائز ہوگی، اس لئے اس کا فروخت کرنے والا اور خریدنے والا بھی گناہ گار ہوگا۔اور چھاپنے اور شائع کرنے والے کو بھی اپنے عمل کا گناہ ہوگا اور جتنے مسلمان اس کی خرید وفروخت کی وجہ سے گناہگار ہونگے وہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائیگا۔لقوله تعالى :’’من يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها‘‘(سورۂ نساء:۸۵)(جواہر الفقہ، ۲/ ۱۰۳، ۱۰۴)۔

مفتی محمد شفیع صاحب نے’’صاحب نورالایضاح‘‘علامہ حسن شرنبلالی کے حوالے سے مذاہب اربعہ سے اس کی’’حرمت اور سخت ممانعت‘‘ پر دلالت کرنے والے بعض نصوص کو اپنے درج بالا مقام میں ذکر فرمایا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو فارسی میں لکھنا بالاجماع ممنوع ہے، کیونکہ’’یہ قرآن شریف کے حفظ کرنے میں خلل انداز ہے‘‘۔

’’ہم لوگ قرآن شریف کے الفاظ ومعنی دونوں کی حفاظت کے لئے مامور ہیں کیونکہ یہ نبوت کا معجزہ ہے‘‘۔

’’یہ بات تلاوت کے باب میں لوگوں کو سست کرتی ہے‘‘۔

’’حضرات صحابہ کرام کا اجماع ہے جن کی تعداد تقریباً بارہ ہزار تھی‘‘۔

فارسی کی تصریح اس لئے کی گئی، تاکہ دوسری زبانوں میں ممنوع ہونا بدرجہ اولی ثابت ہو، کیونکہ کوئی اور زبان فارسی سے فصیح نہیں ہے (ایضاً)۔

☆ استاذ مدرسہ فلاح المسلمین، گواپوکھر بھوارہ مدھوبنی بہار۔

اکابرین دیوبند میں بھی جن بزرگوں کو اس مسئلہ میں خامہ فرسائی کا موقع ملا ہے سبھوں نے تقریباً اس کی حرمت وممانعت کو ہی بیان فرمایا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کے اسباب وعلل کا تذکرہ کیا ہے جس کا ذکر خالی از فائدہ نہیں ہوگا۔

مولانا تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

نصوص صحیحہ صریحہ سے تشبہ باہل باطل خصوص غیر مسلم پھر خصوص اہل کتاب کی مذمت اور اس کا محل وعید ہونا ثابت ہے……اور یہ بالکل یقینی ہے کہ اس وقت کتاب الٰہی کا ترجمہ غیر حامل المتن جداگانہ شائع کرنا اہل کتاب کے ساتھ تشبہ ہے ایسے امر میں جو عرفاً وعادتاً ان کے خصائص میں سے ہے سو اولاً ان کے ساتھ تشبہ ہی مذموم ہے۔

پھر خصوص جب وہ تشبہ امر متعلق بالدین میں ہو کہ تشبہ فی الامر الدنیاوی سے تشبہ فی الامر الدینی اشد ہے۔اس میں بھی خاص کر جب ان کو دیکھ کر ان کی تقلید کی جائے کہ اتفاقی تشبہ سے یہ اور بھی زیادہ مذموم ہے۔

رسم عثمانی کا التزام:

چند بزرگوں،یعنی عزالدین بن عبدالسلام،ابوبکر باقلانی،ابن خلدون اور قاضی شوکانی وغیرہ کو چھوڑ کر ائمہ اربعہ سمیت جمہور سلف وخلف کا اس پر اجماع ہے کہ رسم عثمانی کا التزام واجب اور ضروری ہے اور اس کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ سعودیہ کی ''ہیئۃ کبار العلماء'' نے اپنے چودہویں سمینار میں یہ فیصلہ کرتے ہوئے کہا کہ ''رسم مصحف کو اس کی اصلی شکل پر باقی رکھا جائیگا اور قواعد املاء کے موافقت میں اس میں کوئی تبدیلی نہیں جائیگی'' اس کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے کہ:

(۱) رسم عثمانی پر صحابہ وتابعین سے عصر حاضر تک سب کا اتفاق چلا آرہا ہے اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''**علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین من بعدی**'' (ابوداؤد باب لزوم السنہ حدیث نمبر:۴۶۰۷،ترمذی کتاب العلم حدیث نمبر:۲۶۷۶)،لہذا رسم عثمانی کی اتباع،تمام صحابہ اور اجماع امت کی اتباع ہے اور ان کے اجماع پر عمل کرتے ہوئے قرآن کریم کو اسی رسم الخط میں تحریر کرنا متعین ہے۔

(۲) رسم عثمانی کے برخلاف قرآن کریم میں املاء کے قواعد کی رعایت میں تبدیل وتحریف کا دروازہ کھلے گا؛ کیونکہ ضروری نہیں کہ املاء کے جو قواعد ابھی رائج ہیں وہ مرور ایام کے ساتھ باقی رہیں؛اس لئے کہ ہر زمانہ اور ہر قوم کی اپنی اصطلاح ہوا کرتی ہے اس طرح مرور زمانہ کے ساتھ قرآنی نسخوں میں اختلاف ہوسکتا ہے جو دشمنان دین کو لب کشائی کا موقع فراہم کرے گا۔

(۳) اگر رسم عثمانی کا التزام نہیں کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ قرآن بازیچہ اطفال بن جائیگا، کیونکہ ہر قوم و جماعت کی اپنی اپنی اصطلاح ہوا کرتی ہے وہ اپنے قواعد املا کے مطابق قرآن کریم کو تختہ مشق بنانے کی کوشش کریگی؛لہذا ''**درء المفاسد أولی من جلب المنافع**''۔

یہ قرارداد اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے ساتویں سیمینار میں پیش ہوا، اور غور خوض کے بعد بالاتفاق اس فیصلہ کی تائید کی گئی (دیکھئے: اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے فقہی فیصلے ص ۱۷۶، ۱۷۷)۔

رسم عثمانی میں جو حروف جیسے لکھے ہیں انہیں ویسا ہی لکھا جائیگا۔ جیسے بسم اللہ سورہ فاتحہ کے شروع میں بغیر الف اور سورہ علق میں الف کے ساتھ ہے تو اس کی پابندی لازم ہوگی۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''واؤ''، ''یا'' اور ''الف'' وغیرہ کو جہاں جیسا لکھا گیا ہے اس میں بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تبدیلی حرام ہے۔ اور علامہ سیوطی ''**همع الهوامع**'' میں تحریر کرتے ہیں: اس طرز تحریر پر دوسرے کو قیاس نہیں کیا جائیگا، بلکہ اگر یہی الفاظ غیر قرآن میں آجائیں تو اصول املاء کے مطابق تحریر کیا جائیگا۔ ''**لایقاس علیه خارجه، بل إذا وقعت هذه الألفاظ ونحوها فی غیر القرآن لم تکتب إلا علی القوانین السابقة**'' (ہمع الہوامع فی شرح الجوامع، ۳/۴۸۶)۔

غیر عربی رسم الخط میں رسم عثمانی کی خوبیاں نہیں ہوسکتیں:

جب صورتحال یہ ہے کہ رسم عثمانی توقیفی ہے، خود ایک معجزہ کی حیثیت رکھتی ہے، اس طرز تحریر میں بے شمار فوائد اور نکتے موجود ہیں اور اس میں جو خوبیاں ہیں اسے کسی اور زبان کے رسم الخط میں ادا نہیں کیا جاسکتا؛ بلکہ واقعہ یہ ہے بہت ساری ضروری چیزوں کی رعایت بھی دوسری زبانوں کے رسم الخط میں نہیں ہو پائیگی۔ ''س'' اور ''ش''، ''ق'' اور ''ک''، ''ع'' اور ''ء''، ''ض'' اور ''ظ'' اور اس جیسے دوسرے ابجدی حروف جو عربی میں ایک بدیہی حقیقت ہیں غیر عربی میں یا تو سرے سے موجود نہیں ہیں، یا اس کی رعایت ایک دشوار امر ہے۔ نیز اس کی مخالفت بالاجماع جائز نہیں ہے؛ پس قرآن کریم کو رسم عثمانی کے علاوہ کسی اور رسم الخط میں لکھنے سے جہاں رسم عثمانی میں موجود خوبیوں کی رعایت نہیں ہو پائیگی، صحابہ کرام سمیت پوری امت کے اتفاق سے اختلاف بھی لازم آئیگا۔ لہذا ایسے تمام رسم الخط جس میں رسم عثمانی کی رعایت نہیں ہوسکے اس میں قرآن کے لکھنے کی شرعاً اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔ ''رہی وہ خط جن میں رعایت رسم خط مذکور ہوسکتی ہے جیسے فارسی یا اردو نستعلیق وامثالہ ان میں قرآن کا لکھنا مختلف فیہ بین القولین ہے، مگر اقرب اور راجح یہ ہے کہ ایسے خطوط میں بھی پورا مصحف لکھنا ناجائز ہے ایک دو آیت اتفاقیہ لکھنے میں مضائقہ نہیں'' (امداد الاحکام ج ۱ ص ۲۴۰)۔

اسی طرح ''اگر عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں متن قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن کو لکھدیا جائے اور دونوں ساتھ شائع کیا جائے'' اس کے جواز کی بھی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، اور اس پر ''ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور، کھانے کے اور'' والی ضرب المثل صادق آتی ہے۔ اس کے بھی وہی نتائج وثمرات ہونگے جو ''غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن کی اشاعت'' کے ہیں۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ اس کے عدم جواز کے اسباب میں یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ اس میں قرآن کو تابع بنانا لازم آیگا جو خلاف ادب ہے (جواہر الفقہ ۲/ ۹۰)۔ کیونکہ اس صورت میں لوگ قرآن کریم سے نگاہیں پھیر لیں گے اور ان کی پوری توجہ اپنے رسم الخط میں لکھی ہوئی عبارتوں پر ہوگی۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کریم کی کتابت کی وکالت اس لئے کیجاتی ہے کہ ہر شخص کا عربی زبان جاننا کوئی ضروری نہیں ہے، جبکہ مادری زبان سے عام طور سے لوگ واقف ہوتے ہیں۔ ایسے جو لوگ قرآن کریم کو عربی رسم الخط میں نہیں پڑھ سکتے وہ اپنی زبان کے رسم الخط میں قرآن کریم کی تلاوت کرلیں گے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ کتنی بڑی ضرورت ہے اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ''عہد صحابہ میں جب اسلام مشرق ومغرب کے ممالک میں اپنی آسمانی کتاب قرآن مجید کے ساتھ پھیلا۔ اس وقت قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے والے گنے چنے حضرات تھے۔ عراق وخراسان اور ہندستان وترکستان وغیرہ کے رہنے والے نومسلم نہ عربی رسم خط پڑھ سکتے تھے نہ ان ممالک میں ابتداءً کوئی ایسا آدمی میسر تھا جو عربی کو سمجھ کر ان کی ملکی زبان میں اس کی ترجمانی کر سکے اور قرآن ان کو پڑھا سکے۔ ظاہر ہے کہ اس وقت اس کی کس قدر ضرورت ہوگی کہ ہر ملک کے رسم خط میں قرآن لکھوا کر ان کے پاس بھیجا جائے، تاکہ وہ آسانی سے پڑھ سکیں۔ لیکن پوری تاریخ اسلام میں ایک واقعہ اس کا قرون مشہود لہا بالخیر میں ثابت نہیں کہ ان حضرات نے کسی عجمی رسم خط میں قرآن لکھوایا ہو یا اس کی اجازت دی ہو (جواہر الفقہ ۲/ ص ۷۱، ۷۲)۔

علامہ ابن حجر تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ ''یہ گمان کرنا کہ عجمی (زبان یا رسم خط) میں تعلیم کی سہولت ہے تو یہ غلط اور مخالف واقعہ ہے، اور خلاف مشاہدہ ہے۔ اس کی طرف التفات نہ کیا جائے۔ علاوہ ازیں اگر اس کا سچ ہونا بھی تسلیم کرلیا جائے، تب بھی قرآن کریم کے الفاظ کا ان کی اجماعی صورت اور قدیم طرز کتابت سے نکالنا جائز نہیں ہے'' (جواہر الفقہ، ۲/ ص ۸۴)۔

الغرض جتنی ضرورت قرون مشہود لہا بالخیر میں کسی عجمی رسم الخط میں قرآن لکھوانے کی تھی کم از کم اتنی ضرورت تو آج موجود نہیں ہے۔ علم اور آلۂ علم کی کثرت ہوگئی علم السنۃ کا وجود ہے، ایک شخص مختلف زبانوں کا جاننے والا اور ایک سے زیادہ

زبانوں کا ماہر ہوتا ہے۔ کسی زبان کو سیکھنا بالخصوص عربی زبان کو جس کے بارے میں ''ولقد یسرنا القرآن للذکر'' (سورۂ قمر:۲۲) کی بشارت ہے کچھ مشکل نہیں۔ اور اگر یہ خیالی مشکلات تسلیم بھی کر لئے جائیں تو ہر مشکل کا ازالہ ضروری تو نہیں۔ یوں تو نماز روزہ وغیرہ ارکان اسلام سب ہی کچھ نہ کچھ مشکل ہے۔ اس لئے ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے کہ قرآن کریم کو غیر رسم عثمانی میں اشاعت کی اجازت دیجائے، چاہے اسکے ساتھ رسم عثمانی میں متن قرآن کو باقی رکھا جائے یا نہیں۔ ہاں سیکھنے کی حد تک کچھ حصوں کی فقہاء نے اجازت خود ہی دے رکھی ہے۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

بریل کوڈ وہ ابھرے ہوئے نقوش ہیں جن کی مدد سے بصارت سے محروم افراد بذات خود کچھ پڑھنے اور سمجھنے پر قادر ہو جاتے ہیں اور دوسروں کے محتاج نہیں رہتے۔ تجربہ سے یہ ثابت ہے کہ نابینا افراد کی تعلیم وتعلم کے لئے یہ ایک کامیاب طریقہ ہے۔

بریل کوڈ میں سب سے پہلی مرتبہ قرآن کریم کو مصر اور اردن نے ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں شائع کیا، پھر مصر نے دوسرا ایڈیشن ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۵ء میں شائع کیا اور اس میں اس کی وضاحت کی کہ اس کی طباعت میں رسم املائی کا انتخاب کیا گیا ہے، کیونکہ بعض فقہاء نے اس رسم الخط میں اس کے جواز کا فیصلہ دیا ہے۔ اردن نے بھی اسی رسم الخط میں اسے شائع کیا تھا۔ مصری ایڈیشن میں اعراب اور نقطے بریل حروف کے اوپر اس کے ٹھیک سامنے لگے ہوئے تھے، جبکہ اردنی نسخے میں عام طور سے حروف کے بعد اور بعض حروف میں پہلے لگے تھے۔ یہ طریقہ مبتدیوں کے لئے زیادہ سہولت کا باعث تھا، جبکہ پہلا طریقہ ان حضرات کے زیادہ مناسب تھا جنہیں اس میں شد بد حاصل ہو۔ (انٹرنٹ پر موجود مواد سے یہ تھوڑی معلومات تیار کی گئی ہے)۔

کتابت قرآن میں چونکہ رسم عثمانی واجب اور ضروری ہے جبکہ بریل کوڈ نہ رسم عثمانی ہے نہ رسم املائی؛ اسلئے عام اصول کے مطابق بریل کوڈ میں قرآن کریم کی کتابت جائز نہیں ہونی چاہئے۔ حضرت مفتی احمد خان پوری صاحب دامت برکاتہم نے فتاویٰ رحیمیہ کے حوالے سے اسے ناجائز ہی لکھا ہے اور لکھتے ہیں: اندھے کے لئے زبانی طور پر جتنا یاد کرنا ممکن ہو اتنا سیکھ لینا چاہئے (محمود الفتاوی ج ۴ / ص ۱۵۴)۔

لیکن بریل کوڈ میں اگر چہ رسم عثمانی کو پورے طور سے برتنا ممکن نہیں ہے، نیز من حیث الرسم بریل کوڈ میں کتابت ممکن بھی نہیں ہے؛ کیونکہ وہ مستقل اشارات اور علامتیں ہیں جو کسی مضمون پر دال ہوا کرتے ہیں جس طرح نقوش الفاظ پر اور الفاظ معانی پر دلالت کرتے ہیں؛ لیکن مضمون کی حیثیت سے رسم عثمانی کے اکثر حصوں کو بریل کوڈ میں لکھا اور برتا جا سکتا ہے اور جہاں

اسے برتنے کی گنجائش نہیں ہو وہاں رسم املائی سے مدد لی جاسکتی ہے۔ جیسے لفظ رحمٰن ہے۔ یہ رسم املا و عثمانی دونوں میں بغیر الف کے لکھا جاتا ہے اور رسم عثمانی میں الف متروکہ کے لئے بطور علامت کے کھڑا زبر ہوتا ہے۔ اسے بریل میں الف کے ساتھ لکھا جاسکتا ہے۔

لہذا ایسا ممکن ہے جہاں تک رسم عثمانی کی رعایت ہو اسے برتا جائے اور جہاں اسے برتنا ممکن نہیں ہو وہاں رسم املائی کو برتا جائے اور اس کی شرعاً گنجائش ہو۔ جس کی حسب ذیل وجوہات ہیں۔

بریل کوڈ میں اگرچہ رسم عثمانی کو مکمل طور سے نہیں برتا جاسکتا ہے؛ مگر اس میں من حیث المضمون رسم عثمانی کی رعایت ہوجاتی ہے۔ اور کمی کی بھرپائی دوسرے طریقے سے ہوسکتی ہے، لہذا رسم عثمانی کے بعض تقاضوں کا نہ پایا جانا معفو عنہ ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں بناتا۔ ''**لا یکلف الله نفسا الا وسعها**'' (سورۂ بقرہ:۲۸۶)، اسی طرح وہ تمام اصول جو حالت مجبوری کی رعایت کی طرف مشیر ہیں جیسے '' **الضرر یزال**'' یا جیسے ''**المشقة تجلب التیسیر**'' ان قاعدوں کا تقاضہ یہ ہے اس میں گنجائش ہو۔ اور نابیناؤں کے حق میں اسے درست و مستحسن قدم مانا جائے۔

ایسے کرنے میں نابیناؤں کے لئے غیر معمولی سہولت اور آسانی ہے اور دنیا میں ان کی بھی بڑی تعداد ہے جن کی رعایت ضروری ہے۔ اس طرح سے ایک بڑی تعداد کو قرآن کریم سے جڑنے اور استفادہ کا موقع مل سکے گا۔ اور ہر نابینا شخص حافظہ کا مالک ہو، ضروری نہیں ہے یہ منجاب اللہ ایک نعمت ہے۔

وہ ہر قدم پر بینا افراد کے محتاج نہیں رہیں گے، بلکہ براہ راست اس سے قرآن کی تلاوت اور حفظ کرسکیں گے، بھولنے کی شکل میں اس کی طرف مراجعت کرسکیں گے؛ کیونکہ ضروری نہیں ہے کہ ہر نابینا کو کوئی تلقین کرانے والا فرد مل جائے لہذا اس معاملہ میں اسے وسعت ملنی چاہئے کسی ملقن کے انتظار میں رہیگا تو قرآن نہیں پڑھیگا۔ اس طرح بہت سے لوگ قرآن سے محروم ہوجائیں گے۔

سعودیہ عربیہ سمیت بعض اسلامی ممالک نے بریل کوڈ میں قرآن کو شائع کیا ہے۔ ان ممالک کا یہ اقدام ان کے علماء کی راہنمائی کے بغیر نہیں ہوسکتا ہے، کیونکہ یہ خالص دینی معاملہ ہے؛ لہذا ''**لایجتمع امتی علی الضلالة**'' (الحدیث) کا تقاضہ ہے کہ اس کی گنجائش نکلے، کیونکہ یہ ایسا معاملہ نہیں ہے جس کا حکم مکان و جغرافیہ کے بدلنے سے بدل جائے۔

بریل کوڈ میں تحریر قرآن کا حکم:

اس کوڈ میں تحریر قرآن کریم کے قرآن ہونے میں شبہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں رسم عثمانی کی رعایت بہت حد تک ہوسکتی ہے۔ اور اگر رسم عثمانی کی رعایت کو تسلیم نہ بھی کیا جائے تو کم از کم یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ غیر رسم عثمانی میں تحریر کردہ قرآن

ہے۔ چنانچہ اسے عرف عام میں مصحف اور قرآن ہی سمجھا جاتا ہے۔ یہ ترجمہ یا الگ سے کوئی چیز نہیں ہے؛ لہذا اس پر وہ تمام احکام نافذ ہونگے جو قرآن کریم کے ہیں۔ اس سلسلے میں چاروں مسالک کا اتفاق سمجھ میں آتا ہے۔ کیونکہ اگر اس میں رسم عثمانی کی زیادہ سے زیادہ رعایت موجو ہے تو" **للاکثر حکم الکل**" کے تحت اسے مصحف ہی گردانا جائیگا۔ اور اگر رسم عثمانی میں تحریر مصحف نہ بھی مانا جائے تب بھی اس پر مصحف کے احکام ہی نافذ ہونگے۔

موبائل پر قرآن مجید:

جب قرآن کریم کیسیٹ ، میموری کارڈ، ہاردسک ، موبائل یا اسطرح کی چیزوں میں لوڈ ہو جس سے براہ راست قرآن پڑھنا ممکن نہیں ہو تو اسے قرآن کا حکم حاصل نہیں ہوگا اور اسے مصحف نہیں کہا جائیگا؛ لہذا حدث اصغر و اکبر کے ساتھ اس کا چھونا جائز ہوگا۔

" اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء" کا فتویٰ بھی یہی ہے۔" **لا حرج فی حمل أو لمس الشریطة المسجل علیه القرآن لمن کان علیه جنابة ونحوها**" (المکتبة الشاملة/فتاوی اللجنة الدائمةللبحوث العلمیة والافتاء)۔

لیکن جب قرآن موبائل یا کمپیوٹر اور اس طرح کے آلات پر ظاہر ہو تو اس کے قرآن ہونے میں شبہ نہیں ہے۔ اور قرآن پاک یا اس کے کسی حصہ کو حدث اصغر و اکبر کے ساتھ چھونے کی ممانعت پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

محدث کے لئے قرآن کریم مس کرنے میں ائمہ اربعہ کا موقف:

بے وضو اور جنبی کو قرآن کریم کا چھونا حرام اور نا جائز ہے۔ اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ پھر مسئلہ کی شروط وتفصیل میں اختلاف ہے۔

حنفیہ کے یہاں مصحف یا اس کے کسی حصہ کو براہ راست یا غلاف متصل سے چھونا حرام ہے۔ اگر غلاف منفصل ہو یا قلم یا اور کسی ذرائع سے چھوئے جو محدث کے تابع نہیں ہو، اس سے چھونے میں حرج نہیں۔

مالکیہ کے یہاں قرآن کریم یا اس کے کسی بھی حصہ کو خواہ پورا قرآن ایک ساتھ ہو یا کچھ حصہ ہو، حائل یا بلا حائل مس کرنا یا اٹھانا حرام ہے، اگرچہ قرآن پاک تکیہ وغیرہ پر ہو۔ البتہ وہ معلم یا متعلم جو حدث کے ازالہ پر قادر نہ ہو تو اس کے لئے جائز ہے۔ جیسے حائض ونفساء۔

شوافع کے یہاں محدث کو قرآن کریم کا مس کرنا، اٹھانا حائل وبلا حائل حرام ہے خواہ نفس سطر کو چھوئے یا سطر کے

درمیانی حصہ کو یا حواشی کو یا جلد کو، نیز اگر قرآن کریم کسی صندوق وخریطہ وغیرہ میں ہے تو بھی اس کا اٹھانا حرام ہے اور مس میں صحیح قول یہی ہے کہ یہ بھی حرام ہے۔

حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ حروف یا حواشی یا جلد کو مس کرنا حرام ہے اور کسی حائل سے چھونا جائز ہے (تفصیل دیکھئے: موسوعہ رمس رمس المحدث والجنب المصحف)۔

جب قرآن پاک موبائل کے اسکرین پر ظاہر ہو تو چونکہ وہ قرآن ہی ہے، لہذا یہ مان کر کہ وہ کاغذ پر ثبت نقوش اور مکتوب نہیں، ریڈیائی لہر ہے حکم قرآن سے خارج نہیں ہوگا اور بے وضو وغسل اس کا چھونا ناجائز اور اس کی عظمت کے خلاف ہوگا۔ موبائل کے اسکرین کو اگر غلاف مان بھی لیا جائے تو یہ غلاف متصل کے حکم میں ہوگا؛ لہذا مذکورہ تفصیل کی روشنی میں احناف سمیت دیگر ائمہ ثلثہ کے یہاں بھی یہی حکم ہوگا اور اسے براہ راست مس کرنا بالاتفاق حرام ہوگا، البتہ کسی لکڑی یا اور دوسری چیزوں سے مثلاً موبائل کے لئے بعض اوقات قلم نما ایک آلہ الگ سے ہوتا ہے اس سے چھونے میں احناف وحنابلہ کے مسلک کے مطابق حرج نہیں ہونا چاہئے۔ جبکہ مالکیہ اور شوافع کے اصول کے مطابق نہ صرف یہ صورت بھی ناجائز ہوگی، بلکہ خود موبائل کا چھونا بھی اس صورت (جبکہ قرآن موبائل کے اسکرین پر نمایاں ہو) میں ناجائز ہونا چاہئے؛ کیونکہ ان کے یہاں قرآن کریم کو حدث کے ساتھ براہ راست یا حائل سے ہر طرح مس کرنا حرام ہے حتیٰ کہ اگر قرآن پاک تکیہ یا صندوق میں ہو تو بھی جائز نہیں ہے۔

جامعہ بنوریہ کراچی کے دارالافتاء کے فتوی نمبر ۱۴۸۲۹ مجریہ ۲ر جولائی ۲۰۱۲ء میں بھی اس کی صراحت ہے۔ چنانچہ درج ہے: ''موبائل کی اسکرین پر اگر دیکھ کر پڑھا جائے تو اس صورت میں اسکرین کو ہاتھ لگانے اور صفحہ پلٹنے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے، الا یہ کہ کسی دوسری چیز سے صفحہ پلٹیں''۔

☆☆☆

قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت کے مسائل

مولانا حفیظ الرحمٰن مدنی خیرآبادی☆

۱- قرآن مجید کا صرف ترجمہ بغیر متن قرآن کے باجماع امت حرام اور باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع ہے، جیسا کہ فقہی مراجع سے پوری طور پر یہ بات واضح ہوتی ہے، اوراس کا خریدنا، تقسیم کرنا اور ہدیہ کرنا تعاون علی الاثم ہے، **''ولاتعاونوا علی الإثم والعدوان''** (سورۂ یوسف:۲) کے ضابطے سے ناجائز ہوگا (مزید تفصیل کے لئے فقہاء کی تصریحات مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ کی جائیں: الکفایۃ شرح الھدایہ ۱/۲۴۸ طباعت اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان، فتح القدیر شرح الھدایہ ۱/۲۴۸ مکتبہ نوریہ پاکستان، منحۃ الخالق علی البحرالرائق ۱/۵۳۵-۵۳۶، البحر الرائق ۱/۵۳۶ زکریا بک ڈپو، جواہر الفقہ ۱/۹۷-۱۱۰، مراقی الفلاح ص/۱۵۳، ناشر سلیمان مصطفیٰ، ردالمحتار ۲/۱۸۷، زکریا بک ڈپو دیوبند سہارنپور، فتاوی شامی ۲/۱۸۷ زکریا بکڈپو)۔

نصوص فقہیہ سے صرف ترجمہ شائع کرنے کی ممانعت کی چندوجوہات سمجھ میں آتی ہیں۔

نیز آیات قرآنی: **''إنا انزلناہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون''** (سورۂ یوسف:۲)، **''وإنہ لتنزیل رب العالمین''** (سورۂ شعرا:۱۹۲)، **''بلسان عربی مبین''** (سورۂ شعراء:۱۹۵)۔

- یہود و نصاری سے مشابہت ہے اور حدیث **''من تشبہ بقوم فھو منھم''** (ابوداؤد کتاب اللباس ص/۵۵۹) اور حدیث: **''لترکبن سنن من کان قبلکم''** (ترمذی ۲/۱۴۱، ابواب الفتن) اور حدیث **''أمتھوکون أنتم کما تھوکت الیھود والنصاری''** (مشکوۃ ص/۲۲) سے ان کی مشابہت ممنوع سمجھ میں آتی ہے۔

۲- عربی رسم الخط رسم عثمانی کے علاوہ میں کتابت:

قرآن پاک کے الفاظ بھی منزل من اللہ ہیں، لہذا قرآن پاک کے الفاظ کو عربی رسم الخط میں لکھنا ضروری ہے، کسی دوسرے رسم الخط میں لکھنا جائز نہیں، اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، اس طرح رسم مصحف عثمانی میں لکھنا بھی ضروری ہے،

☆ مدرسہ منبع العلوم، خیرآباد، مئو۔

کیونکہ یہ سب توقیفی ہے، اسمیں قراءت سبعہ متواترہ کا اجتماع ہے، بہت سے حروف ایسے ہیں جو کہ غیر عربی میں نہیں پائے جاتے، جیسے ح، ذ، ز، ض، ظ، دوسرے رسم الخط میں لکھنے میں یہ نمایاں فرق نہیں رہ جائے گا، جس کی وجہ سے تحریف لازم آئے گی، اور بہت سی حرکتوں کو دوسری زبان میں حروف میں ادا کرنا پڑتا ہے، جس کی وجہ سے حروف قرآن میں کمی یا زیادتی لازم آتی ہے، پھر رسم عثمانی بھی عام عربی رسم الخط سے الگ ایک توقیفی رسم الخط ہے جسمیں بہت سی جگہ الف کا اضافہ یا کمی، اور امرأة، رحمة وغیرہ الفاظ کہیں لمبی تا، کہیں گول تا کے ساتھ لکھا جاتا ہے، جو قیاس سے بالاتر ہے، اب اگر رسم عثمانی کے علاوہ پر لکھا جائے تو تحریف وترمیم کا لازم آنا ضروری ہے، جو حرام ہے۔

جلال الدین سیوطیؒ نے اتقان میں لکھا ہے: "**قال أشهب سئل مالک هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء؟، فقال: لا، إلا على الكتبة الأولى رواه الدانی فی المقنع ثم قال: ولا مخالف له عن علماء الأمة، وقال الإمام أحمد: يحرم مخالفة خط مصحف عثمان فی واو أو ياء أو ألف أو غير ذلك**" (الاتقان رص ۱۶۷، النوع السادس والسبعون فی رسوم الخط وآداب کتابتہ، سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان)۔

"**إن اعتاد القراءة بالفارسية أو أراد ان يكتب مصحفا بها يمنع، وإن فعل فی آية أو آيتين لا**" (ردالمحتار علی الدرالمختار ۲ر۱۸۷ زکریا بکڈپو سہارنپور، الکفایۃ شرح الہدایہ ۲ر۲۴۸، طباعت اول مکتبہ نوریہ سکھر، فتح القدیر شرح الہدایہ ۱ر۲۴۸ مکتبہ نوریہ سکھر، فتاوی محمودیہ ۷ر۲۱۸ ناشر مکتبہ محمودیہ میرٹھ، جواہر الفقہ ۱ر۴۷-۹۰، الاتقان ۲ر۱۷۱، ہکذا فی امداد الفتاوی ۴ر۴۴، امداد الاحکام رص ۱۴۸، اتقان علوم القرآن ۲ر۱۶۷)۔

-غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن کی اشاعت کا حکم تو تفصیل سے آ گیا، رہا رسم عثمانی میں قرآن کو باقی رکھتے ہوئے دوسرے رسم الخط میں بھی لکھ کر دونوں کو ایک ساتھ شائع کرنا بھی درست نہیں ہے، اس لئے کہ طبیعتیں سہولت پسند واقع ہوئی ہیں اور اسی درجہ سے دوسرے رسم الخط کو اختیار بھی کیا گیا ہے، لہذا یہ لوگوں کے اصل قرآن کے پڑھنے پر اور زبان سے ایک حرف کے ادا کرنے پر دس نیکی کی بشارت ہے، اور لکنت کے باوجود پڑھنے پر دوگنا ثواب ہے۔

"**والذی يقرأ القرآن ويتعتع فيه وهو عليه شان له أجران**" (الحدیث) اور نفس تلاوت قرآن پر ایفاء اجر اور زیادتی فضل کا وعدہ ہو، "**إن الذين يتلون كتاب الله......ليوفيهم أجورهم ويزيدهم من فضله**" (سورۂ فاطر ۲۹، ۳۰)۔

۳-بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

رسم مصحف عثمانی کے علاوہ کسی خط میں قرآن لکھنا جائز نہیں ہے، چاہے وہ عربی رسم الخط ہی کیوں نہ ہو، اور بریل کوڈ

تو کوئی مستقل خط ہی نہیں ہے، بلکہ اشارہ اور کوڈ ہے، لہذا اس میں تو قرآن مجید کی اشاعت بدرجہ اولی ناجائز اور حرام ہوگی، نیز بریل کوڈ میں تیار قرآن اصل قرآن کی طرح نہیں ہے، اس کو بغیر وضو چھونا جائز ہے، البتہ باوضو چھونا بہتر ہے۔

اور یہ سب اس لئے ہے کہ رسم عثمانی توقیفی، الہامی اور لوح محفوظ میں مکتوب قرآن کے مطابق ہے، اس میں قراءت سبعہ متواترہ کا اجتماع ہے، اور اس رسم الخط کا عہد صحابہ سے اب تک بغیر ترمیم وتحریف کے باقی رہنا اس کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہے، اس لئے کہ ارشاد باری ہے: "إنا نحن نزلنا الذکر وإنالہ لحافظون" (سورۂ حجر:۹) اور جب باری تعالی نے خود قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور دیگر کتب سماویہ کی حفاظت ان کے حاملین کے ذمہ رکھی، جس کے نتیجے میں وہ ترمیم وتحریف کا شکار ہوگئیں، اور دنیا میں صرف ایک ہی کتاب تحریف سے بری ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہی قرآن اور رسم عثمانی ہے، اور قرآن الفاظ اور معانی کے مجموعے کا نام ہے، جو کہ رسم عثمانی کے مطابق لکھا ہوا ہے، اس میں ایک حرف اور ایک نقطے کا فرق نہیں آیا، اور نہ تا قیامت آسکتا ہے، قرآن کی تعریف یہ ہے: "**المنزل علی الرسول، المکتوب فی المصاحف، المنقول إلینا نقلا متواترا بلاشبھة**" (نفحات العبیر ۱/ ۲۴)۔

"محمود الفتاوی" (۴/ ۱۵۴) پر مفتی احمد خانپوری صاحب نے بریل کوڈ میں کتابت قرآن سے متعلق سوال کے جواب میں لکھا ہے: قرآن مجید عربی کے علاوہ دوسری زبان میں لکھنے سے قرآنی رسم الخط جو قرآن کا ایک رکن ہے چھوٹ جاتا ہے اور تحریف رسمی لازم آتی ہے، جس سے احتراز ضروری ہے، قرآنی رسم الخط قیاسی نہیں ہے، بلکہ توقیفی اور سماعی ہے، لوح محفوظ میں تحریر شدہ قرآن کے رسم الخط کے مطابق ہے، منزل من اللہ ہے، تواتر اور اجماع سے ثابت ہے، اعجازی ہے، اس میں قرات سبعہ وغیرہ شامل ہیں اور ساری قراءتیں جاری کی جاسکتی ہیں، یہ کمال اور خوبی دوسرے رسم الخط میں نہیں ہوسکتی، لہذا اس کا اتباع واجب ہے اور تبدیلی ناجائز اور حرام ہے، اس لئے دوسرے رسم الخط والے قرآن میں تلاوت نہ کرے، اندھے کے لئے زبانی طور پر جتنا یاد کرنا ممکن ہوا تنا سیکھ لینا چاہئے (محمود الفتاوی: ۴/ ۱۵۴)۔

فتاوی رحیمیہ میں بھی قرآنی رسم الخط کے سلسلے میں تقریبا یہی جواب ہے، اور بہت تفصیلی ہے (فتاوی رحیمیہ ۳/ ۱۶-۱۷، دارالاشاعت کراچی، پاکستان)، اسی طرح قدیم نصوص فقہیہ سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے۔

بعض لوگ "**الضرورات تبیح المحظورات**" سے استدلال کرکے اجازت دیتے ہیں، لیکن یہ ضرورت میں داخل نہیں ہے، بلکہ تلقی اور سماع کے ذریعہ جیسے پہلے قرآن یاد کیا جاتا تھا، اس دور میں اس کے مقابلے میں سہولت سے یاد کیا جاسکتا ہے، مثلاً کیسٹوں کے ذریعہ سنکر یاد کرنا وغیرہ۔

قدیم نصوص فقہیہ:

۱-"لأن المفهوم من القرآن باللام إنما هو العربی فی عرف الشرع وهو المطلوب من قوله تعالی: ﴿فاقرء وا ما تیسر من القرآن﴾" (البحرالرائق ۱/۵۳۶، زکریا بکڈ پوسہارنپور)۔

۲-"إنا أنزلنا ء قرآنا عربیا" (سورۂ یوسف:۲)۔

۳-"وإنه لتنزیل رب العالمین نزل به الروح الأمین علی قلبک لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین" (سورۂ شعراء:۱۹۲، ۱۹۵، مزید حوالہ جات کے لئے دیکھئے: الإتقان فی علوم القرآن ۲/۱۶۷، سہیل اکیڈمی لاہور، الإتقان فی علوم القرآن ۲/۱۷۱)۔

اسی طرح جن نصوص فقہیہ سے غیر رسم عثمانی میں قرآن لکھنے کی حرمت ثابت ہوتی ہے، ان ہی نصوص سے اس موضوع پر بھی مکمل روشنی پڑتی ہے۔

۴- اگر موبائل کی اسکرین پر قرآن یا احادیث شریف کے حروف دکھائی دے رہے ہوں تو ان حروف پر بلا وضو ہاتھ رکھنا درست نہیں، لیکن اگر یہ پروگرام بند ہو تو ایسے موبائل کو بلا وضو چھونا منع نہیں، "یمنع دخول المسجد(الی قوله) ومسه أی القرآن ولوفی لو درهم أو حائط" (شامی زکریا بکڈ پو ۱/۴۸۷، موبائل کے مسائل ص ۳۳ مفتی سلمان منصور پوری)۔

"ومنها: حرمة مس المصحف لا یجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف إلا بغلاف متجاف عنه کالخریطة والجد الغیر المشرز لا بما هو متصل به هو الصحیح، هکذا فی الهدایة، وعلیه الفتوی، کذا فی الجوهره" (عالمگیری ۱/۳۸-۳۹، رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)۔

نقوش میں جب تک پڑھے جانے کی صلاحیت ثابت نہ ہو حروف مکتوبہ کے حکم میں نہیں ہیں، اس لئے ان کا مس کرنا محدث وجنب کو جائز ہے، البتہ اگر وہ پڑھے جانے لگیں تو اس وقت دلالت وضعیہ پر لفظیہ کی وجہ سے ان کو حروف مکتوبہ کا دیا جائے گا (امدادالفتاوی ۴/۲۴۵، زکریا بکڈ پو دیوبند)۔

"ونقل العلامة نوح عن الجوهرة والسراج: أن کتب التفسیر لا یجوز مس موضع القرآن منها وله أن یمس غیرها بخلاف المصحف؛ لأن جمیع ذلک تبع له" (مراقی الفلاح ص ۴۶)۔

"قال ﷺ لا صلوة إلا بوضوء ولا مس المصحف إلا بغلاف عندنا" (بدائع الصنائع ۱/۱۴۰، زکریا بکڈ پو دیوبند)۔

"وکذا الوضوء فرض (لمس القرآن ولو آیة)مکتوبة علی درهم أو حائط لقوله تعالی لا

يمسه إلا المطهرون–وقال بعض مشائخنا: إنما يكره للمحدث مس الموضع المكتوب دون الحواشي؛ لأنه لم يمس القرآن حقيقة والصحيح أن مسها كمس المكتوب ولو بالفارسية يحرم مسه اتفاقا على الصحيح"(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح رص ۴۵ ناشر سلیمان مصطفی ماموـ دمشق ۱۳۸۹ھ)۔

مفتی محمود حسنؒ نے فرمایا کہ "**لايمسه إلا المطهرون**"(سورۂ واقعہ:۷۹) میں "**لايمسه**"کو اگر خبر مانا جائے تو "**مطهرون**" سے مراد فرشتے ہوں گے، اور اگر اس کو نہی مانا جائے تو اس کا مقصد یہ ہوگا کہ قرآن کو بلا طہارت مس نہ کیا جائے، اور امام ابوبکر جصاص نے احکام القرآن میں اسی کو ترجیح دیا ہے، اور حدیث عمرو بن حزم سے استدلال پیش کیا ہے:"**لا يمس القرآن إلا طاهر فوجب أن يكون نهيه بالآية**" (فتاوی محمودیہ ۷ر۱۱۸ ناشر مکتبہ محمودیہ میرٹھ ہاپوڑ)۔

مندرجہ نصوص فقہیہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ آیات مکتوبہ دکھائی دینے کی صورت میں اسکرین کو چھونا جائز نہیں ہے، اور اسکرین کے علاوہ موبائل کا پورا ڈھانچہ اس سے علاحدہ ہے،لیکن چونکہ ڈھانچہ کو اسکرین سے الگ نہیں کیا جاسکتا،لہذا وہ قرآن مجید کے کور کی طرح ہوگیا،جس کا چھونا قرآن مانا جاتا ہے، پھر آج کل ٹچ اسکرین موبائل ہوتا ہے، ایسی صورت مین تو بغیر مس کے اسکرین پر حروف آتے بھی نہیں، لہذا خلاصہ یہ نکلا کہ موبائل پر آیات مکتوبہ دکھائی دینے کی صورت میں اس کا ایسا ڈھانچہ تصور نہیں کیا جاسکتا جس کو بغیر وضو چھونا جائز ہو، کیونکہ اسکرین سے علاحدہ نہیں ہوسکتا۔

البتہ جب آیات مکتوبہ دکھائی نہ دیں تب اس کو چھوا جاسکتا ہے، لہذا بغیر وضو کے موبائل پر آیات مکتوبہ نکالنا جائز نہیں ہوگا۔

☆☆☆

متن کے بغیر قرآن مجید شائع کرنے کا حکم

مفتی غلام اللہ کاوی والا☆

الف-تنہا ترجمہ قرآن (متن قرآن کے بغیر) شائع کرنا جائز ہے؟

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب اپنی کتاب ''کتاب الفتاوی'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''پچھلی آسمانی کتابوں میں تحریف کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ انہوں نے کتاب کے متن کو نظر انداز کر دیا اور اس کے ترجمہ وتشریح کو مرکز توجہ بنا لیا، اسی لئے فقہاء نے متن قرآن کے بغیر معنی ترجمہ لکھنے کو منع کیا ہے، قرآن مجید کی آیات لکھتے ہوئے ان کے ساتھ ترجمہ لکھنا چاہئے (کتاب الفتاوی: ۱/ ۴۷۴)۔

''**إن اعتاد القراءة بالفارسية، وأراد أن يكتب مصحفا بها يمنع**''(ردالمحتار ۱/ ۳۵۹)۔

مجوزین کی دلیل کہ ان میں مصارف کم آتے ہیں، کم مصارف سے زیادہ مضرت'' تحریف قرآن'' کا خطرہ ہے، اور فقہاء نے قاعدہ بتلایا ہے: ''**البليتان فاختر ماهو أيسرهما**'' سمجھ دار بھی اپنی روزمرہ زندگی میں دو مصیبتوں میں گرفتار ہو، اس سے دستگاری ممکن نہ ہو، کوئی بھی صورت اختیار کریں تو دو ضرر میں سے کوئی ایک ضرر میں ضرور مبتلا ہوگا، تو وہ بھی اقل ضرر والی صورت اختیار کرے گا، تحریف قرآن اشد ضرر ہے جبکہ کثرت مصارف قابل برداشت اقل ضرر ہے۔

مجوزین کی دوسری دلیل: جو لوگ متن قرآن نہیں پڑھ سکتے ہیں انہیں، متن کے ساتھ ترجمہ والا قرآن دینے سے کیا فائدہ؟

مفتی شفیع صاحبؒ نے'' جواہر الفقہ'' میں تحریر فرمایا ہے، پہلے ایک بات بطور مقدمہ سمجھ لی جائے، پھر اس سے سب سوالات کے جواب آسان ہو جائیں گے۔

وہ یہ ہے کہ باجماع صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین پوری امت محمدیہ کے نزدیک قرآن مجید کی کتابت میں مصحف عثمانی

☆ دارالافتاء دارالعلوم عربیہ، کنتھاریہ، بھروچ، گجرات۔

جس کو اصطلاح میں امام کہا جاتا ہے، اس کا اتباع واجب ہے، اس کے خلاف کرنا تحریف قرآن اور زندقہ کے حکم میں ہے، اور خصوصا کلمات قرآنی کی ترتیب بدلنا یا اس سے کسی حرف کی کمی زیادتی کرنا کھلی تحریف ہے، جس کو کوئی ملحد بھی صراحۃ تجویز نہیں کر سکتا۔

الغرض قرآن کریم عجمی ممالک میں آج نہیں پہنچا، بلکہ تقریبا تیرہ سو برس پہلے پہنچا ہوا ہے اور عجمیوں کو عربی رسم الخط میں قرآن پڑھنے کی مشکلات آج پیدا نہیں ہوئی، بلکہ اسی وقت سے ہیں اور اگر غور کیا جائے تو اُس وقت مشکلات زیادہ ہونی چاہئے کہ ہر جگہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی پھر ان میں لکھے پڑھے لوگ کم تھے خصوصا قرآن پڑھانے والا کوئی عرب ہی ہوسکتا تھا، جس کا ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر بستی میں پہنچنا ظاہر ہے کہ آسان نہ تھا، لیکن ان سب مشکلات مزعومہ کے باوجود صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہیں یہ جائز نہیں کیا کہ قرآن کو ملکی رسم الخط میں لکھوا کر ان لوگوں کو دیا جاوے، بلکہ ان حضرات نے جس طرح قرآن کے معانی اور الفاظ اور زبان کی حفاظت کو ضروری سمجھا اسی طرح اس کے رسم الخط کی بھی مصحف عثمانی کے موافق حفاظت کرنا ضروری سمجھا اور ان مشکلات کو حفاظت مذکورہ کے مقابلے میں نا قابل التفات قرار دیا، چنانچہ تھوڑے عرصہ میں دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ سب مشکلات محض خیالی تھیں۔

خداوند تعالی نے قراءت قرآن کے آسان کر دینے کا کھلے لفظوں میں جو خود اعلان فرمایا ہے: ''**ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر**'' (سورۂ قمر: ۱۷، ۲۲) اس کا مشاہدہ سب کی آنکھوں کے سامنے آ گیا، کہ ہر ملک ہر زبان والے قرآن کو ایسا پڑھنے لگے کہ اپنی اپنی مادری زبانوں کی کتابوں کو ایسا نہیں پڑھ سکتے، انہیں اہل عجم میں سینکڑوں ایسے حضرات ہوئے جو تجوید قرآن اور دیگر علوم قرآنیہ کے امام مانے گئے۔

الغرض اول تو یہ مشکلات محض خیالی ہیں، ان کو شکل تسلیم کرنا ہی غلطی ہے اور بالفرض تسلیم بھی کیا جائے تو ہر مشکل کا ازالہ ضروری نہیں، یوں تو نماز وروزہ وغیرہ ارکان اسلام سب ہی کچھ نہ کچھ اپنے اندر مشقت رکھتے ہیں۔

الغرض صحابہ کرام وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرز عمل سے واضح ہو گیا کہ جس طرح قرآن کریم میں زبان عربی کی حفاظت ضروری اور لازم ہے، کسی عجمی زبان میں بدون قرآنی عبارت کے قرآن کریم کی کتابت جائز نہیں، اسی طرح عربی رسم خط کی حفاظت بھی ضروری ہے، کسی دوسرے رسم خط میں ان کا لکھنا جائز نہیں، کہ اس میں رسم خط عثمانی کی مخالفت اور تحریف قرآن کا راستہ کھولنا ہے، جو باجماع امت حرام ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسم خط عثمانی کا اتباع لازم وواجب ہے، اس کے سوا کسی دوسرے رسم خط مین اگر چہ وہ بھی عربی ہی کیوں نہ ہو قرآن کی کتابت جائز نہیں، مثلا اول سورت میں ''بسم اللہ'' بحذف الف لکھا ہے، اور ''اقرء باسم ربک'' میں بشکل

الف ظاہر کیا گیا ہے، گرچہ پڑھنے میں دونوں یکساں بحذف الف پڑھے جاتے ہیں، مگر باجماع امت اسی کی نقل واتباع کرنا ضروری ہے، اس کے خلاف کرنا عربی رسم خط میں بھی جائز نہیں تو ظاہر ہے کہ سرے سے پورا رسم خط غیر عربی میں بدل دینا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟۔

مضمون مذکور کے شواہد، اصول تفسیر اور تفسیر کی کتب میں بے شمار ہیں، ان میں سے چند بقدر ضرورت لکھے جاتے ہیں۔

علامہ سیوطیؒ نے ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں رسم خط قرآنی اور کتابت قرآنی کے آداب پر مستقل فصل (النوع السادس والسبعون) رکھی ہے اس میں نقل کیا ہے:

''وقال اشھب : سئل مالک: ھل یکتب المصحف علیٰ ما أحدثه الناس من الھجاء؟ فقال : لا، إلا علیٰ الکتبة الاولیٰ۔ رواہُ الدانی فی المقنع، ثم قال: ولا مخالف له من علماء الامة''۔

اس کے بعد لکھا ہے:

''وقال الإمام أحمد : یحرم مخالفة خط مصحف عثمان فی واو أو یاء أو الف أو غیر ذلک'' (الاتقان ۲/ ۱۶۷)۔

''وقال البیھقی فی شعب الإیمان : من یکتب مصحفا، فینبغی أن یحافظ علیٰ الھجاء الذی کتبوا به تلک المصاحف ولا یخالفھم فیه ولا یغیر مما کتبوہ شیئا۔ فإنھم کانوا أکثر علما و أصدق قلبا و لسانا و أعظم أمانة منا، فلا ینبغی أن نظن بأنفسنا استدراکا علیھم......''۔

اس کے چند صفحات کے بعد تحریر فرمایا ہے:'' **وھل تجوز کتابته بقلم غیر العربی، قال الزرکشی: لم أر فیه کلاما لأحد من العلماء، قال: ویحتمل الجواز، لأنه قد یحسنه من یقرأہ بالعربیة والأقرب المنع کما تحرم قرائته بغیر لسان العرب ولقولھم القلم أحد اللسانین والعرب لاتعرف قلما غیر العربی، وقد قال تعالی :﴿ بلسان عربی مبین﴾''** (اتقان ۲/ ۱۷۱)۔

الغرض سلفا وخلفا کسی فقیہ سے (متن قرآن کے بغیر) ترجمہ یا قرآن کا متن مصحف عثمانی رسم الخط کے سواء کے جواز کا قائل ہو، اور آج بھی مابین المشرق والمغرب کے فقیہ سے جواز کا علم ہوا ہو یہ ہماری اطلاع میں نہیں ہے۔

ب- اگر یہ اشاعت ناجائز ہے تو اسے خریدنے، تقسیم کرنے، اور ہدیہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

یہ اشاعت حرام ہے مفصلا بالا عبارتوں سے واضح ہے، جواہر الفقہ میں مفتی شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں:

’’قرآن مجید کا صرف ترجمہ بغیر عربی الفاظ کے لکھنا اور لکھوانا اور شائع کرنا باجماع امت حرام اور باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع ہے، جیسا کہ روایات ذیل میں اس کا ناجائز وحرام ہونا مذاہب اربعہ سے ثابت ہے اور جب کہ اس کا لکھنا اور شائع کرنا ناجائز ہوا تو اس کی خرید وفروخت بھی بوجہ اعانت معصیت کے ناجائز ہوگی، اس لئے اس کا فروخت کرنے والا اور خریدنے والا بھی گنہگار ہوگا اور چھاپنے اور شائع کرنے والے کو بھی اپنے عمل کا گناہ ہوگا اور جتنے مسلمان اس کی خرید وفروخت کی وجہ سے گنہگار ہوں گے وہ اس کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جاوے گا‘‘(جواہر الفقہ :۱/ ۹۷)۔

’’**ومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها**‘‘(سورۂ نساء:۸۵)۔

حدیث شریف میں ہے:’’**الدال على الخير كفاعله، تعرف الأشياء باضداد ها**‘‘ کے مطابق ’’**الدال على الشر كفاعله**‘‘ بھی ہوگا۔

نیز حدیث میں ہے:’’**من عمل عملا صالحا فله أجرها وأجر من عمل بها، ومن عمل عملا سيئا فله وزرها ووزرمن عمل بها**‘‘(الحدیث)۔

نیز نصوص صحیحہ صریحہ سے تشبہ اہل باطل خصوصا غیر مسلم پھر خصوصا اہل کتاب کے تشبہ کی مذمت اور اس کا محل وعید ہونا ثابت ہے۔

حدیث شریف میں ہے:’’**من تشبه بقوم فهو منهم**‘‘(ابوداؤد کتاب اللباس ۵۵۹/۲) وعید کا شدید ہونا ظاہر ہے کہ کفار کے ساتھ تشبہ ہونے کو کفار میں شمار ہونے کا موجب فرمایا گیا ہے۔

دوسری حدیث:’’**لتركبن سنن من كان قبلكم**‘‘(ترمذی ۴۱/۲ ابواب الفتن) میں اس مماثلت کو موقع تشنیع میں ارشاد فرمایا گیا ہے، اور بالکل یقینی ہے کہ اس وقت کتاب الٰہی کا ترجمہ غیر حامل المتن جداگانہ شائع کرنا اہل کتاب کے ساتھ تشبہ ہے، ایسے امر میں جو عرفا وعادۃ ان کے خصائص میں سے ہے، سو اول تو ان کے ساتھ تشبہ ہی مذموم ہے پھر خصوص جب وہ تشبہ امر متعلق بالدین میں ہو تا کہ تشبہ فی الامر الدنیوی سے تشبہ فی الامر الدینی اشد ہے۔

حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کے گوشت شتر چھوڑنے پر آیت ’’**يا ايها الذين آمنوا ادخلوا فى السلم كافة ولاتتبعوا خطوات الشيطن**‘‘(سورۃ البقرۃ:۲۰۸) نازل ہونا اور رسول اللہ ﷺ کا تبتل اور ترہیب کا انکار فرمانا اس کی کافی دلیل ہے، مشکوٰۃ کتاب النکاح وکتاب الاعتصام ’’**لاتشددوا على أنفسكم**‘‘(مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام ص ۳۱/۱) اور اس میں بھی خاص کر جب کہ ان کو دیکھ کر ان کی تقلید کی جاوے کہ اتفاقی تشبہ سے یہ اور بھی زیادہ مذموم ہے (جواہر الفقہ)۔

فقہ کی کتابوں میں اس کی ممانعت پر صراحۃ عبارات موجود ہیں، ابن ہمام فتح القدیر میں تحریر فرماتے ہیں:’’**وفی**

الكافی: إن اعتاد القراء ة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها . يمنع، فإن فعل آية أو آيتين لا، فإن كتب القرآن وتفسير كلّ حرف و ترجمته جاز ''(فتح القدیر ۱/۲۴۸ باب صفة الصلاۃ)۔

علامہ ابن ہمام کی عبارت سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ فارسی یا کسی اور عجمی زبان میں قرآن کا محض ترجمہ لکھنا جو ممنوع ہے، ایک دو آیت کا ترجمہ لکھنا اس میں داخل نہیں، بلکہ پورا قرآن یا اس کا کوئی معتدبہ حصہ لکھنا حرام ہے، نیز اصل قرآن کے نیچے یا حاشیہ وغیرہ پر ترجمہ اور تفسیر لکھی جاوے تو وہ بھی ممنوع نہیں۔

جواہر الفقہ میں ہے:.اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے''**ولا تعاونوا على الاثم والعدوان**'' (سورۂ مائدہ:۲) اور فقہاء نے اس قاعدہ پر یہاں تک تفریع فرمائی ہے کہ جس شخص کو بھیک مانگنا حرام ہے اس کو بھیک دینا بھی حرام ہے، کیونکہ اگر دینے والے دیں نہیں تو مانگنے والا مانگنا چھوڑ دے اسی طرح اس ترجمہ کے متعلق یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ ایسے ترجمہ کو اگر کوئی شخص نہ بقیمت لے اور نہ بلا قیمت تو ایسے تراجم کا سلسلہ بند ہوجائے اور لینے کی صورت میں سلسلہ جاری رہے گا پس ایسے ترجمہ کا خریدنا یا ہدیہ میں قبول کرنا اعانت ہوگی ایک امر ناجائز کی اس لئے یہ بھی ناجائز ہے (جواہر الفقہ ص ر ۱۱۲ تا ۱۱۵، کتاب الفتاوی ۱/ ۴۷۸، فتاوی رحیمیہ ۲/ ۱۵۸، جواہر الفقہ ۱/ ۲۴)۔

ج- غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن کی اشاعت کا کیا حکم ہے؟

قرآن کریم نام ہے، اور علم ہے، خاص اس کلام الٰہی کا جو عربی زبان میں بذریعہ جبرئیل علیہ السلام جناب رسول اللہ ﷺ پر منجانب خدا نازل کیا گیا ہے، اور تلاوت کیا گیا ہے، اور اس کے تمام کلمات وحروف زیر زبر، مدولین، جزم وتشدید وغیرہ سب ہی چیزیں متعین ومعلوم ہیں، اس کا رسم الکط بھی علاحدہ ومتعین ہے، ایک خاص انداز سے مکتوب ہے، اس کا نطق و تکلم بھی نرالی شان رکھتا ہے، ان تمام کیفیات وخصوصیات کے ساتھ لوح محفوظ میں موجود محفوظ ہے، اور اس کے تمام احکام الگ وممتاز ہیں، اس کو کسی شخص کا بغیر طہارت چھونا بھی جائز نہیں، چنانچہ ایک مقام پر ارشاد باری تعالی ہے:

''**الم تلك آيات الكتاب المبين، إنا انزلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون**''(سورۂ یوسف:۲)۔

اور ایک مقام پر اس طرح مذکور ہے:''**إنه القرآن كريم فى كتاب مكنون، لا يمسه إلا المطهرون، تنزيل من رب العالمين**''(سورۂ واقعہ:۷۷، ۸۰)۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے:''**بل هو قرآن مجيد فى لوح محفوظ**''(سورۂ بروج:۲۱، ۲۲)۔

ان آیات کریمہ، نیز دوسرے محققین کے کلام وروایات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب چیزیں (قرآن

پاک کے کلمات وحروف زیروز بروغیرہ) امور توقیفی ہیں، ان میں ایک زبروزیر، بلکہ ایک نقطہ کی بھی کمی وبیشی جائز نہیں۔

اوران قرآ توں کے علاوہ جو رسول اللہ علیہ سے منقول ہیں کسی نوع کا تغیر وتبدل جائز نہیں ہے، اگر چہ عربی زبان اورعربی عبارت باقی رہے، پھرایسی تبدیلی وتغیر جس میں عربی زبان یا عربی رسم الخط وغیرہ تک متغیر ومتبدل ہوجائے، کب اور کیوں کر درست ومباح ہوسکتا ہے۔

"وفی الاتقان للسیوطیؒ **لم یجوز أحد من الأئمة الأربعة کتابة القرآن بغیر العربیه**"، لہذا ہندی یاانگریزی، بنگلہ، برمی یاچینی رسم الخط غرض کسی بھی دوسری زبان کے رسم الخط میں قرآن شریف کو لکھنا، جس میں قرآنی رسم الخط وتلفظ واداکی خصوصیات محفوظ نہ رہیں، پھراس کواس زبان کی طرف منسوب کرکے ہندی قرآن یاانگریزی قرآن یابنگلہ یابرمی یاچینی قرآن کہنا قرآن کریم وکلام الٰہی کی توہین وتحقیر ہے، اورتحریف کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے، لہذا مصحف عثمانی کے رسم الخط کے سواء کی بالکل اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔

د-موبائل پرقرآن:

اگرموبائل کی اسکرین پرقرآن کے حروف دکھائی دے رہے ہوں توان حروف (اسکرین پر) بلاوضو ہاتھ رکھنا درست نہیں، لیکن یہ قرآن اسکرین پرنہ ہوتو چھونے میں کوئی حرج نہیں۔

"**یمنع مسه القرآن ولو فی لوح أو درهم أو حائط، ولکن لا یمنع إلا من مس المکتوب بخلاف المصحف فلا یجوز مس الجلد وموض البیامن منه**" (شامی ۱/ ۴۲۳)۔

"**ویکره مس الدرهم واللوح إذا کان فیهما کتابة شي من القرآن**" (زیلعی ۱/ ۱۶۶)۔

"**المحدث لا یمس المصحف ولا الدرهم اللتی کتب علیهم القرآن**" (الفتاوی التاتارخانیہ ۱/ ۲۷۰)۔

"**ویحرم مس المصحف کله أو بعضه أی مس المکتوب منه، ولو آیة علی نقود (درهم ونحوه اوجدار، کما یحرم مس غلاف المصحف المتصل به، لأنه تبع له وکان مسه مس للقرآن**" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱/ ۲۹۶)۔

ھ-بریل کوڈمیں قرآن مجید کی کتابت:

بریل کوڈ قرآن نظر سے نہیں گذرا، نیز حقیقت وکیفیات سے واقف نہیں بالا معلوم ہوچکا کہ مصحف عثمانی کے رسم الخط کے سواءاوررسم الخط کی بالکل اجازت نہیں ہے، چاہے عربی ہی کیوں نہ ہو، اگرمصحف عثمانی کے رسم الخط ہے تو جواز میں کوئی شبہ نہیں، اگرحروف ابھرے ہوئے ہوں توعدم جواز کی دلیل نہیں بن سکتا، نیز بے وضومس نہ کریں، احوط یہی ہے۔

بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت

مولانا عبیداللہ ندوی☆

قرآن پاک کا صرف ترجمہ بغیر عربی الفاظ کے لکھنا اور لکھوانا اور شائع کرنا باجماع امت حرام اور باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع ہے، چنانچہ ''فتح القدیر'' میں علامہ کمال بن الہمام تحریر فرماتے ہیں: ''**وفي الكافي: إن اعتاد القرأة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع وإن فعل في آية أو آيتين لا، فإن كتب القران وتفسير كل حرف وترجمته جاز**'' (فتح القدیر ۱/۲۴۸،۲۴۹) (اور کافی میں ہے کہ اگر کوئی آدمی فارسی میں تلاوت کی عادت بنائے یا فارسی میں (قرآن) لکھنے کا قصد کرے تو اس کو منع کیا جائے گا اور روک دیا جائے گا، ہاں! اگر ایک دو آیت کرے تو منع نہیں کیا جائے گا، اور اگر قرآن شریف کے الفاظ بھی لکھے اور ہر ہر حرف کا ترجمہ وتفسیر لکھے تو جائز ہے)۔

علامہ ابن ہمام کی اس عبارت سے اس تفصیل کی صراحت ہوگئی کہ فارسی (یا کسی عجمی) زبان میں قرآن کا محض ترجمہ لکھنا جو ممنوع ہے ایک دو آیت کا ترجمہ لکھنا اس میں داخل نہیں ہے، بلکہ پورا قرآن یا اس کا معتد بہ حصہ اس طرح لکھنا حرام ہے، نیز یہ کہ اگر اصل عبارت عربی کے نیچے یا حاشیہ وغیرہ پر ترجمہ وتفسیر لکھی جاوے تو وہ بھی ممنوع نہیں ہے۔

اور درمختار میں ہے: ''**وتجوز كتابة آية أو آيتين بالفارسية لا أكثر (قال الشامي) والظاهر أن الفارسية غير قيد**'' (درمختار ۱/۴۵۳) (قرآن مجید کی ایک دو آیت کی کتابت تو فارسی زبان میں جائز ہے اس سے زیادہ جائز نہیں، علامہ شامیؒ اس پر لکھتے ہیں کہ یہ بات ظاہر ہے اس میں فارسی زبان کی کوئی قید نہیں (بلکہ مطلق عجمی زبان مراد ہے فارسی، ہندی، اردو وغیرہ)۔

اور کفایہ شرح ہدایہ میں ہے: ''**قال الإمام المحبوبي...... أما لو اعتاد قرأة القرآن، أو كتابة المصحف بالفارسية منه يمنع أشد المنع**''۔

☆ استاذ حدیث وادب دار العلوم ماٹلی والا، بھروچ، گجرات۔

اس کے بعد آگے لکھتے ہیں:'' **وكان الشيخ أبو بكر محمد بن الفضل يقول: أما من تعمد ذالک يكون زنديقاً، أو مجنوناً، فالمجنون يداوى الذنديق يقتل**''(کہ شیخ محمد بن فضل فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص عمداً ایسا کرتا ہے وہ یا تو زندیق ہے یا مجنون ہے، اگر مجنون ہے تو اسکا علاج کیا جائے اور اگر زندیق ہے تو قتل کر دیا جائے)۔

ممانعت کی وجوہات:

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اردو ترجمہ بغیر عربی متن کی اشاعت کے متعلق ایک تفصیلی فتوی تحریر فرمایا ہے جس میں اس کی ممانعت اور حرمت کی تقریباً دس وجوہات بیان کی ہیں، جن میں سے چند اختصار کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے:

۱-کتاب الٰہی کا ترجمہ غیر حامل المتن جداگانہ شائع کرنا اہل کتاب کے ساتھ تشبہ ہے ایسے امر میں جو عرفاً وعادۃً ان کے خصائص میں سے ہے سو اول تو ان کے ساتھ تشبہ ہی مذموم ہے، پھر خاص طور سے تشبہ بأمر الدین تو اشد ہے۔

۲-'' خدانخواستہ اگر یہ طریق مروج ہو گیا تو مثل تورات وانجیل احتمال قوی اصل قرآن مجید کے ضائع ہونے کا ہے اور حفاظت اصل قرآن مجید کی فرض ہے اور اس کا اخلال حرام ہے۔

۳-اور مثلاً یہ مفسدہ ہوگا کہ حسب تصریح فقہاء اس ترجمہ کو بلا وضو مس کرنا جائز نہ ہوگا، جیسا کہ '' فتاوی عالمگیری'' میں ہے:''**إذا كتب تفسير القرآن بالفارسية عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى يكره مسه للحائض والجنب**''(فتاوی عالمگیری ۱/۸۶) (اگر کسی نے قرآن کریم کی تفسیر فارسی زبان میں لکھی تو امام صاحب کے نزدیک حائضہ اور جنبی کے لئے اس کا چھونا مکروہ ہے)، آگے لکھتے ہیں:''**ولقرأة السجدة بالفارسية على قول على حنيفة رحمه الله تعالى يجب عليه وعلى من سمعها السجدة علم السامع انها آية السجدة أو لم يعلم وعلى التالي أن يخبر السامع أنها آية السجدة**''(حوالہ سابق رص ۸۶،۸۷) (اگر کسی نے فارسی زبان میں آیت سجدہ تلاوت کی تو امام صاحب کے نزدیک تلاوت کرنے والے اور سامع دونوں پر سجدہ واجب ہوگا چاہے سامع کو یہ معلوم ہو کہ یہ آیت سجدہ ہے یا نہ معلوم ہو، اور تلاوت کرنے والے پر ضروری ہے کہ وہ سامع کو بتائے کہ یہ آیت سجدہ ہے) اور یہ یقینی بات ہے کہ عامۃ الناس اس ترجمہ کو عام کتب کی طرح ایک کتاب سمجھیں گے اور ہرگز اس کے مس کے لئے وضو کا اہتمام نہ کریں گے۔

۴-ترجمہ مع عربی متن کے شائع کرنے میں ایک فائدہ یہ ہے کہ اسی بہانہ سے کچھ قرآن بھی پڑھ لیں گے اور اگر ترجموں میں کچھ اختلاف ہے تو اصل بھی سامنے ہے اس کو سب نسخوں میں متحد پاتے ہیں تو اختلاف کا خیال اصل تک نہیں پہونچتا اور جب ترجمے ہی ترجمے رہ جائیں گے اور اصل نظروں سے غائب ہوگی تو اس وقت یہ اختلاف کلام اللہ کی طرف منسوب ہوگا، بعد چندے یہ گمان ہونے لگے گا کہ اصل حکم ہی مختلف ہے یہ تو اعتقاد پر اس کا اثر ہوگا اور عمل پر یہ اثر ہوگا کہ

ترجموں کو لے کر آپس میں لڑیں گے۔

۵-اہل زیغ و باطل کو غلط ترجمہ اور تفسیر کا موقع ملے گا، کیونکہ ہر دیکھنے والے حافظ نہیں ہوتے اور اصل کی طرف مراجعت ہر وقت آسان نہیں ہوتی۔

٦-غیر عربی زبان مثلاً اردو، فارسی، ہندی، گجراتی وغیرہ میں قرآن شریف لکھنا اس کے معجزہ نہ ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے، نیز قرآن کریم میں کلام کی ترتیب بھی معجزہ ہے جو دوسری زبان میں ظاہری بات نہیں رہ سکتی ہے، مثلاً مضاف ومضاف الیہ موصوف وصفت وغیرہ کہ عربی میں مضاف اور موصوف پہلے آتے ہیں پھر مضاف الیہ اور صفت بعد میں، جبکہ اردو میں اس کے برعکس ہوتا ہے۔

قائلین جواز کے دلائل کا جائزہ:

مجوزین اس کے جواز کی تائید میں جو باتیں کہتے مثلاً خرچ کم آنا، وہ زیادہ وزنی معلوم نہیں ہوتی ہیں، کیونکہ صرفہ کم کرنے کے لئے قرآن میں تحریف کا دروازہ نہیں کھولا جاسکتا ہے، نیز اگر متن کے ساتھ شائع کرنے میں زیادہ صرفہ آتا ہے تو دنیا میں بہت سے اہل خیر ہیں جو اس کو برداشت کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں، لہذا یہ کوئی معقول عذر نہیں ہے۔

رہ گئی بات یہ کہ جو لوگ عربی نہیں پڑھ سکتے ہیں ان کو عربی سیکھنے اور پڑھنے کی تاکید کی جائے، عربی زبان کے فضائل بیان کئے جائیں، کیونکہ بعض ائمہ کے نزدیک عربی زبان سیکھنا فرض ہے، نیز جب ترجمہ مع عربی متن ہوگا تو اسی بہانے پڑھنے کا شوق بھی ہوگا اور الفاظ کی شدبد ہوگی، البتہ غیر مسلموں کو قرآن دینے میں اس کی بے حرمتی کا مسئلہ ضرور ہے، لیکن قرآن کو تحریف سے بچانا اس سے زیادہ ضروری ہے اور فقہ کا اصول ہے: ”**درأ المفاسد أولى من جلب المصالح**“ (مفاسد کو روکنا منافع کے حصول سے زیادہ بہتر ہے)۔

نیز قرآن کا پیغام غیر مسلموں تک پہنچانے کے اس کے علاوہ اور بھی طریقے ہیں ان کو اختیار کیا جائے مثلاً کانفرنسیں اور سمینار منعقد کئے جائیں اور اس میں خاص طور پر پڑھے لکھے غیر مسلموں کو مدعو کیا جائے اور انہیں سمجھایا جائے کہ قرآن کیا کہتا ہے، نیز افراد اور جماعتیں تیار کی جائیں جو غیر مسلموں سے ملاقاتیں کریں اور قران وحدیث کے پیغام انہیں سنائیں، میرے خیال میں یہ طریقہ زیادہ مؤثر اور مفید ثابت ہوگا، کیونکہ بغیر متن کے قران دینے میں علامۃ دیکھا گیا ہے کہ لوگ اسے لے تو لیتے ہیں، مگر اکثریت اسے پڑھتی نہیں ہے۔

بغیر متن کے صرف ترجمہ والے قرآن کی خرید وفروخت، ہدیہ اور مس کا حکم:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ”**ولاتعاونوا على الإثم والعدوان**“ (سورۂ مائدہ: ۲) (اور گناہ وزیادتی کے کاموں پر ایک

دوسرے کا تعاون نہ کرو)، اور فقہاء کرام نے اس قاعدہ پر تفریع فرمائی ہے کہ جس شخص کے لئے بھیک مانگنا حرام ہے اس کو بھیک دینا بھی حرام ہے، کیونکہ اگر دینے والے نہ دیں تو مانگنے والا چھوڑ دے، اسی طرح اس ترجمہ کے متعلق یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ ایسے ترجمہ کو اگر کوئی شخص نہ بقیمت لے اور نہ بلا قیمت (ہدیہ) تو ایسے تراجم کا سلسلہ خود بخود بند ہوجائے گا اور لینے کی صورت میں سلسلہ جاری رہے گا، پس ایسے ترجمہ کا خریدنا، ہدیہ میں قبول کرنا ایک امر ناجائز کی اعانت ہوگی اس لئے یہ بھی ناجائز ہے (حوادث الفتاوی ۲/ ۱۵۶)۔

نیز بلا وضو اس کو چھونا مکروہ ہوگا، جیسا کہ فتاوی ہندیہ کی عبارت سابق میں گذر چکی ہے، نیز ائمہ شافعیہ کے شیخ علامہ شمس الدین نے لکھا ہے: "**أنه إذا كتب بغير العربية هل يحرم مسه وحمله أولا، الأظهر في الجواب نعم إذ لايخرج بذلک عن كونه قرآنا وإلا لم تحرم كتابته**" (جواہر الفقہ ۱/ ۱۰۳) (اگر عربی زبان کے علاوہ کسی زبان میں لکھ لیا جائے تو اس کا بے وضو چھونا اور اٹھانا حرام ہوگا یا نہیں، تو جواب میں زیادہ ظاہر یہی ہے کہ ہاں، کیونکہ اس عمل سے وہ قرآن ہونے سے خارج نہ ہوگا ورنہ پھر تو اس کا لکھنا ہی حرام نہ ہوگا)۔

بریل کا تعارف: بریل کیا ہے؟

بریل ایک قسم کا ذریعہ ابلاغ ہے جو نسبتہ موٹے کاغذ پر ابھرے ہوئے نقطوں کی شکل میں ہوتا ہے اور نابینا افراد عموما انگلیوں کے پوروں کے لمس سے اسے پڑھتے ہیں، یعنی جو کام بینا افراد اپنی نگاہوں سے لیتے ہیں وہ کام بینائی سے محروم افراد انگلیوں کے پوروں کے لمس سے لیتے ہیں، بریل کوڈ (Brail Code) چھ نقطوں پر مبنی ہوتا ہے، یہ ان کے لئے تعلیم حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، ان چھ نقطوں کے مختلف نمونے نشانات اور شکلوں کی تبدیلی سے بنتے ہیں اور وہ مختلف حروف، الفاظ، حروف علت، حرکات اور علامتوں کی نمائندگی کرتے ہیں، ان چھ نقطوں سے 63 مختلف شکلیں بنائی جاسکتی ہیں، بریل اپنے بانی لوئس بریل کے نام سے موسوم ہے جو 1842ء میں متعارف ہوا۔

العمیدی کا حصہ:

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ ایک نابینا عرب مسلم علی بن یوسف بن خضر العمیدی متوفی ۱۳۱۴ھ نابینا لوگوں کے لئے چھو کر پڑھنے کے سب سے پہلے نظام کے موجد و بانی ہیں، اور یہ لوئس بریل کے ذریعہ بریل کے طریقہ کے ایجاد ہونے کے چھ سو سال قبل کا واقع ہے۔

بریل علامات کا استعمال:

بریل علامات زبان وادب کے اظہار کے موقع پر حروف کے لئے استعمال ہوتی ہیں اور حساب کرتے وقت یہی

علامات نمبرات کے لئے استعمال کی جاتی ہیں، نیز کمپیوٹر اور سائنس کے مطالعہ کے دوران یہ علامتوں اور اکائیوں وغیرہ کے لئے استعمال میں آتی ہیں۔

چونکہ بریل ایک قسم کے کوڈ پر مبنی ہے، اس لئے کسی بھی زبان کے حروف کو بریل میں منتقل کرنا ممکن ہے، بنیادی کوڈ کو ''گریڈ ون'' بریل کہا جاتا ہے، مذکورہ بریل حروف عام حروف ہجاء کا بدل ہیں، عملی طور پر زیادہ تر بریل استعمال کرنے والے ''گریڈ ٹو'' استعمال کرتے ہیں، یہ شارٹ ہینڈ یا مخففات کی ایک شکل ہے جس نسبتاً تیز لکھنے اور پڑھنے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے، گریڈ ٹو میں کتابیں بھی شائع ہوتی ہیں اور وہ نسبتاً کم ضخیم ہوتی ہیں۔

عربی بریل کوڈ:

اس وقت اہل الجیریا بالکل مختلف عربی بریل کوڈ کو اختیار کرتے ہیں، حالانکہ عرب ممالک کی اغلبیت مشہور عربی بریل کوڈ کی علامتوں کو اختیار کرتے ہیں جو بحرین سے وابستہ ہے اور سب سے تازہ ترین کوڈ ریاض میں ۲۰۰۲ء میں اختیار کیا گیا، نیز اس وقت دنیا بھر کے مختلف اداروں کے درمیان جو قرآن پاک کو طبع کرواتے ہیں، قرآن کریم کے لئے متفقہ عربی بریل کے سلسلے میں کوئی اتفاق رائے نہیں پایا جاتا ہے۔

عربی حروف تہجی ۲۸ رحروف پر مشتمل ہے، عربی بریل میں آٹھ حروف زائد ہیں، جس سے یہ تعداد ۳۶ تک پہنچ جاتی ہے۔

بریل رسم الخط ہے یا کوڈ:

بریل رسم الخط نہیں ہے، کیونکہ کسی رسم الخط کی طرح اس میں شوشے اور گھماؤ پھراؤ نہیں ہوتے ہیں، بریل کو دیکھنے سے نقطے نظر آئیں گے، بریل ابتداء میں جنگ کے دوران میدان جنگ میں ذریعہ ابلاغ کے طور پر ترتیب دیا گیا تھا۔

بریل اور رسم الخط میں فرق یہ ہے کہ رسم الخط مرئی، یعنی قابل مشاہدہ ہوتا ہے اور یہ بینا لوگوں کے لئے ہوتا ہے اسے دیکھا جا سکتا ہے، اس کے برخلاف بریل نقطوں کا ایک کوڈ ہے جسے نابینا لوگوں کے لئے تشکیل دیا گیا ہے، ان لوگوں کے لئے جو پڑھنے کے لئے قوت لمس کا سہارا لیتے ہیں، بریل دیکھ کر پڑھنے کے لئے نہیں مرتب کیا گیا ہے، بلکہ یہ چھوکر پڑھنے کے لئے بنایا گیا ہے، ایک نابینا شخص کے لئے ابھرے ہوئے نقطوں کا پہچاننا اور محسوس کرنا آسان ہے، ایک نابینا شخص پرنٹ شدہ نقطہ کو محسوس نہیں کرسکتا، بینا شخص کے لئے نظروں سے پڑھے جانے والے رسم الخط کو اندھیرے میں پڑھنا ممکن نہیں ہے، جبکہ ایک نابینا شخص بریل (Brail) اندھیرے میں بھی پڑھ سکتا ہے۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت کا حکم:

دور قدیم میں نابینا افراد کی تعلیم کا طریقہ صرف زبانی تلقین کا تھا، بصارت سے محرومی کی بنا پر ان کے لئے یہ بات متصور نہیں تھی کہ وہ لکھی ہوئی چیزوں کو پڑھیں، لیکن قریبی ایک دوصدی میں اس کے لئے مخلصانہ کوششیں ہوئیں کہ بینائی سے محروم افراد کی تعلیم کے لئے پیش رفت کی جائے، چنانچہ بریل کوڈ ایجاد کیا گیا، اور رفتہ رفتہ بریل کوڈ میں کتابیں تیار ہوگئیں رسالے نکلنے لگے اور نابینا افراد کے پڑھنے لکھنے کی ایک وسیع دنیا کھل گئی، نابینا افراد کے لئے اس پیش رفت کو اسلام نہ صرف پسند کرتا ہے، بلکہ اس کی حوصلہ افزائی اور ہمت افزائی بھی کرتا ہے، لیکن جہاں تک بریل میں قرآن شریف تیار کرنیکی بات ہے تو انتہائی غور وخوض کے بعد اس کوتاہ ہیں، کم علم کو جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ کہ مندرجہ ذیل وجوہات سے بریل میں کتابت وطباعت قرآن کی اجازت نہیں ہونی چاہئے:

۱- امت نے کتابت قرآن کے لئے رسم عثمانی کی شکل میں جو معیار متعین کیا ہے اسکے خلاف ہے۔

۲- دیگر امور میں یہ پیش رفت یقیناً قابل قدر ہے، مگر قرآن شریف میں مناسب معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ نابینوں کا یہ مسئلہ نیا نہیں، بلکہ پرانا ہے اور صدر اول سے لے کر آج تک لاکھوں نابینا حفاظ ہوئے ہیں، جبکہ بریل کا وجود بھی نہیں ہوا تھا میرے خیال میں اس پہلے طریقہ حفظ کا نہ کوئی بدل ہے اور نہ اس میں کسی تبدیلی کی گنجائش ہے۔

۳- بریل کوڈ کا معاملہ بڑا نازک اور سنگین ہے ذراسی چوک سے کچھ کا کچھ ہوسکتا ہے ایک واحد زائد نقطہ یا کسی نقطہ کی کمی لفظ کے معنی ومفہوم تبدیل کر دیتی ہے۔

۴- مختلف بریل میں پاروں کی تقسیم میں اختلاف ہے مثلاً عرب بریل قران میں ساتواں پارہ "**إذا سمعوا**" (سورۂ مائدہ:۸۳) کے "**لتجدن أشد الناس**" (سورۂ مائدہ:۸۲) سے شروع ہوتا ہے جو صحیح نہیں، اور مصحف عثمانی کے خلاف ہے۔

۵- بریل کوڈ میں مکتوب قرآن نقطوں پر مبنی ہے، حالانکہ قرآن کریم کے الفاظ معجزہ ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالی نے کفار کو تحدی کی تھی، نیز بریل قرآن کو قرآن کہنا بھی درست ہے یا نہیں؟ یہ ایک مسئلہ ہے۔

۶- بریل علامت تلفظ کی نمائندگی کرتی ہے نہ کہ رسم الخط کی، اور بریل میں حروف کے تلفظ کو زیادہ اہمیت حاصل ہے، حروف کے رسم الخط کو نہیں، جبکہ قرآن کے لئے تلفظ اور رسم الخط دونوں اہمیت کے حامل ہیں۔

۷- بریل کے سلسلہ میں ابھی تک کوئی متفقہ رائے نہیں پائی جاتی ہے، مختلف ممالک کے مختلف انداز میں۔

۸-عربی دائیں طرف سے لکھی اور پڑھی جاتی ہے جبکہ بریل قران میں دونوں کام الٹی سمت سے ہوتے ہیں جو خلاف حدیث ''إن الله يحب التيامن في كل شيئ حتى التنعل والترجل'' (نصب الرایہ ۱/ ۳۴، بخاری کتاب الصلاۃ، باب التیمن فی دخول المسجد وغیرہ رقم: ۴۲۶) کے خلاف ہے۔

۹-عربی بریل کے طرز تحریر میں باہم کافی فرق پایا جاتا ہے حتی کہ قرآن میں لفظ ''اللہ'' لکھنے میں بھی تفاوت پایا جاتا ہے۔

۱۰-بریل میں اگر ہم ''الف'' کی آواز کے بدلے میں عثمانی رسم الخط کے ضابطہ کے مطابق ''واؤ'' لکھیں تو یہ الفاظ نابینا قاری کے ذریعہ غلط تلفظ کے ساتھ ادا ہوں گے، اس سے بچنے کے لئے ''الصلوۃ''، ''الزکوۃ'' وغیرہ الفاظ ''الف'' کے ساتھ ''الصلاۃ''، ''الزکاۃ'' لکھے جاتے ہیں، جو رسم عثمانی کے خلاف ہیں۔

۱۱-اور آخری بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالی بندے سے کوئی نعمت سلب کرتے ہیں تو اس کا بدل ضرور عطا فرماتے ہیں، چنانچہ مشاہدہ ہے کہ نابینا افراد کا حافظہ عموما تیز ہوتا ہے جو چیز ایک بار یاد کر لی وہ محفوظ ہوجاتی ہے، اس لئے احتیاط اسی میں رہے کہ وہی پرانہ طریقہ ہی ان کے حفظ کے لئے باقی رکھا جائے، تاکہ قرآن محفوظ رہے، اور تحریف کا دروازہ نہ کھلے۔

موبائل پر قرآن مجید کے مسائل واحکام:

لکھی ہوئی آیات قرآنیہ کو ناپاکی کی حالت میں چھونا درست نہیں، اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے، البتہ ایسی اشیاء جو بظاہر تحریر نہیں ہیں، مثلاً کیسٹ وغیرہ تو مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس کو بے وضو بھی چھونے کی اجازت دی ہے، اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ یہ زیادہ سے زیادہ ''قرآن کی آواز'' ہے اور قرآن کی آواز کے جسم سے مس ہونے کے لئے پاکی ضروری نہیں ہے، ورنہ تو جنبی کے لئے قرآن کا سننا بھی درست نہیں ہوتا (امداد الفتاوی ۱/ ۱۴۵)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے مولانا تھانویؒ کا قول نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے:

''لیکن مسئلہ کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ''قرآن'' کو چھونے کی ممانعت کا اصلی سبب اس کا ''مکتوب ہونا'' نہیں ہے۔ بلکہ قرآن مجید کا احترام ہے، یہ تحریر الفاظ قرآنی کا نقش ہے۔ جو قرآن مجید پر دلالت کرتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح ''کیسٹ'' آواز قرآنی کا نقش ہے جو قرآن مجید پر دلالت کرتا ہے، اس لئے اگر کاغذ کا احترام واجب ہو جن میں الفاظ محفوظ کئے گئے ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان فیتوں کا احترام واجب نہ ہو جن میں قرآن کی آواز کو محفوظ کیا گیا ہو۔ اس لئے آیات قرآنی کے کیسٹ بھی بلا وضو چھونا مناسب نہیں، اور کم سے کم احتیاط کے خلاف ہے۔ جنبی کے لئے سماعت قرآن کے جائز ہونے سے

استدلال محل غور ہے، اس لئے کہ قرآن مجید سننے میں سننے والے کے اختیار کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ یہ آواز بے اختیار اس کے کانوں تک پہنچتی ہے۔اس کے برخلاف کیسٹ چھونے میں خود چھونے والا اپنے اختیار سے یہ کام کرتا ہے، البتہ فیتہ کے اوپر جو پلاسٹک کا کیس ہے اس کی حیثیت غلاف کی ہوگی اور اس کے ساتھ چھونے میں مضائقہ نہیں (جدید فقہی مسائل ۱/۳۳)۔

☆☆☆

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت

مولانا محمد اقبال قاسمی☆

جولوگ قرآن پاک کی عبارت کو عربی رسم الخط میں نہیں پڑھ سکتے یا اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے ان کے لئے متن قرآن کو ان کی زبان ہندی، انگریزی وغیرہ کے رسم الخط میں لکھنا شرعاً جائز نہیں، کیونکہ قرآنی رسم الخط جو قرآن کا ایک رکن ہے چھوٹ جاتا ہے اور تحریف رسمی لازم آتی ہے جس سے بچنا ضروری ہے، قرآنی رسم الخط قیاسی نہیں ہے، توقیفی اور سماعی ہے، لوح محفوظ میں تحریر شدہ قرآن کے رسم الخط کے مطابق ہے، یہ رسم الخط منزل من اللہ ہے، تواتر اور اجماع سے ثابت ہے، اعجازی ہے، اس میں قرأت سبعہ وغیرہ سب شامل ہیں اور ساری قرأتیں جاری کی جاسکتی ہیں، یہ کمال اور خوبی ہندی، انگریزی اور دیگر رسم الخط میں نہیں ہوسکتی، لہٰذا اس کی اتباع واجب اور تبدیلی ناجائز اور حرام ہے، اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ جب وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ اپنے سامنے کاتبین وحی سے وحی قرآنی لکھواتے اور ہر لفظ کا رسم الخط کاتب وحی کو تعلیم فرماتے جس کا علم آپ کو وحی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ حاصل ہوتا تھا، اور یہ کام آپ ﷺ نے خاص طور سے حضرت زید بن ثابتؓ سے لیا اور جب خلیفہ اول کے زمانہ میں جمع قرآن کا فیصلہ ہوا تو حضرت زید بن ثابت سے یہ کام لیا گیا اور جب حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے دور خلافت میں اس کی تدوین کا ارادہ کیا تو یہ عظیم الشان کام حضرت زید بن ثابت کے سپرد کیا گیا، جبکہ اس وقت میں پچاس ہزار صحابہؓ موجود تھے، لہٰذا اس مصحف عثمانی کے رسم الخط کے خلاف کرنا جائز نہیں، چاروں ائمہ اس رسم الخط کو لازم قرار دیتے ہیں، ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں علامہ جلال الدین سیوطی تحریر فرماتے ہیں:

''امام احمدؒ نے فرمایا کہ واوٗ، یا اور الف وغیرہ کے بارے میں مصحف عثمانی کے رسم خط کی مخالفت حرام ہے، بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں بیان کیا ہے کہ جو شخص مصحف کو لکھے اس کے لئے سزاوار ہے کہ وہ انہی حروف تہجی کی حفاظت کرے جس کے ساتھ صحابہؓ نے ان مصاحف کو لکھا ہے اور اس میں ان سے اختلاف نہ کرے اور ان کی لکھی ہوئی چیز میں سے کسی شئ کو متغیر

☆ شکرپور بھرواره، دربھنگہ بہار۔

نہ کرے اور اس واسطے کہ وہ لوگ بہ نسبت ہمارے زیادہ علم رکھتے تھے، ان کے قلوب اور ان کی زبانیں بہت ہی صادق تھیں'' (الاتقان فی علوم القرآن مترجم ۲/ ۴۰۸)۔

''فتاوی رحیمیہ'' میں مفتی عبدالرحیم لاجپوری تحریر فرماتے ہیں:

''اس مصحف عثمانی کے رسم الخط کے خلاف کرنا جائز نہیں، چاروں ائمہ اس رسم الخط کو ضروری جانتے ہیں، ارشاد ہے: **''إنا نحن نزلنا الذکر وإنا له لحافظون''** (سورۂ حجر: ۹) مذکورہ ارشاد میں صرف الفاظ قرآن کی حفاظت کا وعدہ نہیں ہے، بلکہ الفاظ، معانی اور رسم الخط سب ہی کی حفاظت کا وعدہ اور پیشن گوئی ہے، لہذا اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے (فتاوی رحیمیہ ۱/ ۹۸)۔

حدیث پاک میں ہے: **''علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین''** (ابوداؤد باب لزوم السنہ حدیث نمبر: ۴۶۰۷، ترمذی کتاب العلم حدیث نمبر ۲۶۷۶، ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۲) (کہ تم پر میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کی اتباع لازم ہے) اور مصحف عثمانی کے رسم الخط کی اتباع میں سنت نبوی اور خلفائے راشدین کی سنت کی اتباع ہے اگر اس رسم الخط کی اتباع لازم نہیں ہوتی تو آپ ﷺ اپنے سامنے کاتبین وحی سے قران کی کتابت نہیں کراتے اور نہ خلفائے راشدین حضرت زید بن ثابتؓ کاتب وحی کو جمع قرآن اور تدوین قرآن کا حکم دیتے، لہذا اس رسم الخط کی خلاف ورزی سنت سے انحراف ہے، اور جب رسم عثمانی کی مخالفت جائز ہی نہیں تو پھر یہ بھی درست نہیں کہ غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن شائع کیا جائے، یا رسم عثمانی کے ساتھ دوسری زبان کے رسم الخط میں، ہاں عربی رسم الخط کے قریب اردو اور فارسی رسم الخط ہے، لہذا اگر کسی نے آیت قرآنی اردو رسم الخط میں لکھا تو اس سے مصحف عثمانی کے رسم الخط کی مکمل خلاف ورزی لازم نہیں آتی، لیکن احوط اور انسب یہی ہے کہ عربی رسم الخط ہی میں قرآن یا اس کی سورتیں لکھی جائیں، تاکہ اول وہلہ میں معلوم ہوجائے کہ یہ قرآن ہے اور کلام الہی اور دوسرے کے کلام میں امتیاز اور فصل برقرار رہے۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا اگرچہ اصلا جائز اور درست نہیں ہونا چاہئے، چونکہ عربی رسم الخط اور عثمانی رسم الخط باتفاق ائمہ اربعہ لازم ہے، لیکن **''یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر''** (سورۂ بقرہ: ۱۸۵)، اور الحرج مدفوع **''المشقة تجلب التیسیر''** (الاشباہ والنظائر) وغیرہ کی بنا پر اس کو درست قرار دیا جا سکتا ہے، کیونکہ اس سے نابیناؤں کو غیر معمولی سہولت پیدا ہوجاتی ہے، وہ قدم بقدم بیناؤں کے محتاج نہیں رہتے، نابینا افراد اس کی مدد سے قرآن یاد کر سکتے ہیں اور بھولنے کی صورت میں اس کی طرف مراجعت کر سکتے ہیں، براہ راست قرآن کا مطالعہ کر سکتے ہیں، یہ سب امور وہ ہیں جو

اسلام کی نظر میں پسندیدہ ہیں، اس کی وجہ سے نابینا افراد بینا افراد پر بوجھ نہیں بنتے اور اس کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ قرآن کے ساتھ اشتغال رکھ سکتے ہیں، قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اعذار کی وجہ سے بہت سے بندوں کے ذمے سے بہت سے فرائض ساقط ہوجاتے ہیں، جیسے نابینا، مریض اور پیر سے معذور کے ذمہ سے جہاد کا وجوب ارشاد باری ہے: "**ليس على الأعمى حرج ولا على الأعرج حرج ولا على المريض حرج**" (سورۂ نور:۶۱) اور نابینا، پیر سے معذور اور مریض میں سب سے زیادہ معذور نابینا ہے، اس لئے اس کو مقدم کیا اور اعذار کی بنیاد پر بہت سی ناجائز چیزیں مباح ہوجاتی ہیں، مثلاً حقوق کی حفاظت کی غرض سے بچوں کی گواہی کا قابل قبول ہونا، حفاظت نسل کی بنا پر قابلہ کی گواہی کا درست ہونا، بحالت اضطرار میتہ اور لحم خنزیر کا مباح ہونا، فقہاء نے لکھا ہے کہ وہ احکام جن کی تطبیق سے مکلّف پر حرج اور مشقت لاحق ہوتی ہو تو شریعت ان احکام میں تخفیف کرتی ہے اور حرج اور مشقت کا اعتبار ایسے امور میں ہوگا جن میں کوئی نص موجود نہ ہو اور حرج اور مشقت کے اعتبار کرنے سے مقاصد شریعت فوت نہ ہوں، " قواعد فقہیہ محمودۃ " میں ہے:

"**الأحكام التى ينشأ عن تطبيقها حرج على المكلف ومشقة فى نفسه أو ماله فالشريعة تخفف فى تلك الأحكام هذا ويعتبر الحرج والمشقة فى موضع لا نص فيه، وأما مع النص بخلافه فلا يعتبر**" (القواعد الفقهیہ المحمودۃ،ص:۵۰) (وہ احکام جن کی تطبیق سے مکلّف پر تنگی اور اس کی جان و مال میں مشقت واقع ہوتی ہے تو شریعت ان احکام میں تخفیف پیدا کرتی ہے اور حرج اور مشقت کا اعتبار ایسی جگہ میں ہوگا جس میں نص نہ ہو اور اگر نص ہو تو پھر اس میں اس کا اعتبار نہیں ہوگا)۔

اب ظاہر ہے کہ نابینا افراد آنکھ کے نہ ہونے کی وجہ سے براہ راست قرآن و دیگر دینی کتابوں کے مطالعہ سے محروم ہیں اور ہر قدم پر بینا افراد کے محتاج ہوتے ہیں تو اگر کسی نے بریل کوڈ کا ایجاد کیا اور تعلیم و تعلم میں اس کو بینا افراد کے درجہ میں کر کے اس کی پریشانی میں تخفیف پیدا کردی تو یہ عین شریعت کے منشا اور مزاج کے مطابق ہے، لہذا بریل کوڈ میں اگر قرآن تیار کیا جائے اور اس سے نابینا براہ راست استفادہ کرلے اور اپنے علم کے دامن کو وسیع کرے تو اس میں میری ناقص رائے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اس کی اجازت مشقت کی بنیاد پر ہونی چاہئے، فقہاء کے یہاں مسلمہ قاعدہ ہے "**المشقة تجلب التيسر**" (الاشباہ) (کہ مشقت آسانی لاتی ہے)۔

بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کا حکم اصل قرآن کا حکم رکھتا ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں قطعیت کے ساتھ کوئی حکم بیان کرنا مشکل ہے، کیونکہ بریل کوڈ اگر واقعتاً کوڈ اور اشاریہ ہے وہ باقاعدہ کوئی تحریر اور کتابت نہیں ہے تو اس کو اصل قرآن کا

حکم نہیں دیا جاسکتا اور اس کو بلا وضو چھونا درست ہونا چاہئے جس طرح ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کا کوڈ ۷۸۶ ہے یا (قطع نظر اس کے کہ یہ درست ہے یا نہیں) اعمال قرآنی اور تعویذ کی کتابوں میں مختلف سورتوں ''سورہ یٰس، فاتحہ، بقرہ، رحمٰن، مزمل'' وغیرہ کے اعداد ہیں تو ان اعداد اور اشاریہ کو اصل سورت اور قرآن کا حکم نہیں دیا جاسکتا اور بغیر وضو کے چھونے کو جائز قرار دیا جائے گا، ہاں بہتر یہ ہے کہ اس کو باوضو چھوا جائے، چونکہ وہ قرآن کے کوڈ ہیں اور قرآن اور اس کے متعلقات سب قابل احترام ہیں، اور اگر بریل کوڈ باقاعدہ ایک رسم الخط ہے اور قرآن اس رسم الخط میں لکھا جاتا ہے تو پھر اس کو بلا وضو چھونا جائز نہیں، چونکہ وہ الفاظ قرآنی ہیں، اگر چہ عربی رسم الخط میں نہیں ہے، رسم الخط کے بدل جانے سے قرآن غیر قرآن نہیں ہوتا، یہ بالکل ایسا ہے جیسے کوئی ہندی، انگریزی اور گجراتی رسم الخط میں قرآنی آیت یا سورت لکھے تو یہ لکھنا اگر چہ ناجائز ہے، لیکن اس کے باوجود اس کو بلا وضو چھونا جائز نہیں ہے اور وہ اصل قرآن ہے، ''**ویمنع من قرأة القران بقصده ومسه ولو مکتوبا بالفارسیة فی الاصح**'' (درمختار ۱/۲۱۴ مطبوعہ رشیدیہ) (میرے نزدیک بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن اصل قرآن کی طرح ہے صرف رسم الخط بدلا ہوا ہے، اس لئے اس کو بلا وضو چھونا جائز نہیں)۔

مدرسہ کی لائبریری میں بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن شریف موجود ہے جو بالکل قرآن کی طرح مجلد ہے اور معری ہے تو ظاہر ہے کہ اس کو قرآن کی طرح بے وضو نہیں چھو سکتے۔

بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنے کے آداب:

بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنے کے آداب وہی ہیں جو عربی رسم الخط میں قرآن تیار کرنے کے آداب ہیں، کہ بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنے میں اگر کمپیوٹر کی طرح کسی مشین سے مدد لی جائے تو اس کے لئے باوضو ہونا بہتر ہے لازم اور ضروری نہیں، شرط یہ ہے کہ اسکرین اور پلیٹ پر ہاتھ نہ پڑے اور اس کو ہاتھ سے نہ چھوئے اسکرین اور پلیٹ پر ہاتھ رکھنے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے، اور اگر بریل کوڈ میں ہاتھ کی مدد سے قرآن تیار کیا جائے تو پھر باوضو ہونا ضروری ہے، پھر بریل کوڈ سے ہر پڑھا لکھا آدمی واقف نہیں ہوتا، اس لئے اس میں اغلاط کثرت سے واقع ہوں گے، اس لئے اغلاط سے بچنے کے لئے ایک کمیٹی کا ہونا ضروری ہے جس میں بریل کوڈ کے ماہرین ہوں اور وہ دیندار حافظ وعالم ہوں وہ تصحیح کا کام کریں تاکہ ہر طرح کے اغلاط سے پاک صاف ہوکر لوگوں کے سامنے قرآن آئے اور وہی قرآن معتبر مانا جائے جو معتمد مستند کمیٹی کی تصحیح کے ساتھ منظر عام پر آئے۔

موبائل پر قرآن مجید:

موبائل کی اسکرین پر اگر قرآن مجید موجود ہو تو موبائل کو ہاتھ میں لینے یا اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لئے باوضو ہونا

ضروری نہیں، بشرطیکہ ہاتھ لگاتے وقت آیت قرآنی اسکرین پر لکھی ہوئی نہ آ رہی ہو، بلکہ قرآن موبائل کی میموری میں محفوظ ہو، کیونکہ موبائل کی اسکرین پر ظاہر ہونے والی آیت کو آیت قرآنی تو کہا جائے گا لیکن اس موبائل کو یا اس کی میموری کو قرآن نہیں کہا جائے گا جس کو چھونے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے وہ تو ایک برقی مشین ہے جس میں مختلف چیزوں کو محفوظ کرنے کی صلاحیت ہے، وہ بعینہ نہ تو قرآن ہے اور نہ قرآن کا جز ہے، اسی طرح اس کے اسکرین کو بلا وضو چھونا جائز ہے، ہاں جس وقت اسکرین پر قرآن لکھا ہوا آ رہا ہو اس وقت اس کو بغیر وضو کے چھونا درست نہیں، چونکہ اسکرین پر ظاہر ہونے والی تحریر آیت قرآنیہ ہے اور آیت قرآنیہ کو بغیر وضو کے چھونا جائز نہیں، اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص کوئی آیت کسی دیوار، تختہ یا درہم یا دینار پر لکھ دے تو دیوار یا تختہ وغیرہ کو بلا وضو چھونا جائز ہے، لیکن آیت قرآنی کو بلا وضو نہ چھوئے، علامہ شامی نے حائضہ اور جنبی کو قرآن چھونے سے منع کیا ہے، نیز اس مسئلہ کے تحت لکھا ہے:

"قوله ومسه اى القرآن ولو فی لوح أو درهم أو حائط لكن لا يمنع الا من مس المكتوب بخلاف المصحف فلا يجوز من الجلد وموضع البياض" (ردالمحتار علی الدرالمختار ۱/ ۲۱۴) (حائضہ کو قرآن چھونے سے منع کیا جائے گا اگرچہ وہ قرآن تختی، درہم یا دیوار میں لکھا ہوا ہو، لیکن منع کیا جائے گا صرف اس کو چھونے سے جو لکھا ہوا ہے برخلاف قرآن شریف کے کہ اس کی جلد اور غیر مکتوبہ حصے کو بھی چھونا جائز نہیں)۔

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر قرآن کریم کسی صندوق میں رکھا ہوا ہو تو جنبی اس صندوق کو اٹھا سکتا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: **"لو كان المصحف فی صندوق فلا بأس للجنب أن يحمله"** (ایضا ۱/ ۲۱۵) (اگر قرآن پاک صندوق میں ہو تو جنبی کے لئے کوئی گناہ نہیں کہ وہ اس کو اٹھائے)۔

مفتی شفیع احمدؒ "آلات جدیدہ کے شرعی احکام" نامی کتاب میں گراموفون سے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"گراموفون کے جن ریکارڈ میں (پلیٹ میں) قرآن مجید کی کوئی آیت محفوظ ہو تو اس کو بلا وضو چھونا جائز ہے، کیونکہ وہ قرآن مجید کے حکم میں نہیں اور نہ آیات وکلمات اس میں اس طرح لکھے ہوئے ہیں جس طرح عام طور پر لکھا جاتا ہے اور اس کے اندر قطعہ تو تیا پر جو کچھ حروف کے مخارج کندہ ہوتے ہیں ان کی وجہ سے ریکارڈ کو قرآن کا حکم نہیں دیا جا سکتا" (آلات جدیدہ کے شرعی احکام/ص ۱۳۶)۔

احوط اور افضل ہے کہ جب موبائل کی اسکرین سے تلاوت کا قصد کرے تو پہلے وضو کر لے، تاکہ موبائل کو ہاتھ لگانا بھی بے وضو نہ ہو۔

بغیر متن کے قرآن مجید شائع کرنا

مفتی محمد ارشاد پالنپوری☆

(الف) قرآن مجید کا صرف ترجمہ بغیر عربی عبارت کے لکھنا اور لکھوانا اور شائع کرنا ناجائز اور حرام ہے، اس کے بارے میں دلائل عقلیہ اور نقلیہ دونوں موجود ہیں. چنانچہ محقق ابن ہمام اپنی کتاب ''فتح القدیر'' جو ''ھدایہ'' کی شرح ہے اس میں فرماتے ہیں: ''**وفي الكافي: إن اعتاد القراء ة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها . يمنع، فإن فعل آيةاو آيتين لا، فإن كتب القرآن وتفسير كلّ حرف و ترجمته جاز** '' (فتح القدیر: ۱/۲۹۱ مکتبہ زکریا دیوبند)۔

علامہ ابن ہمام کی عبارت سے اس بات کی صراحت ہوگئی کہ فارسی یا کسی عجمی زبان میں قرآن کا محض ترجمہ لکھنا اور شائع کرنا ممنوع ہے، ہاں البتہ ایک دو آیتوں کا ترجمہ لکھنا اس ممانعت میں داخل نہیں، بلکہ پورا قرآن یا اس کا کوئی معتد بہ حصہ بغیر متن کے لکھنا حرام ہے. محقق کی بات سے اس بات کا بھی پتہ چل رہا ہے کہ اصل عربی عبارت کے نیچے یا حاشیہ وغیرہ پر ترجمہ اور تفسیر لکھ دی جاوے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اور درمختار میں ہے: ''**وتجوز كتابة آية اوآيتين بالفارسية لاأكثر (قال الشامي) والظاهر أن الفارسية غير قيد** '' (درالمختار مع شامی: ۲/ ۱۶۴ مکتبہ دارالکتاب دیوبند)۔

(قرآن مجید کی ایک دو آیتوں کی کتابت فارسی زبان میں جائز ہے اس سے زیادہ جائز نہیں. علامہ شامی اس پر لکھتے ہیں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ اس میں فارسی زبان کی کوئی قید نہیں) (بلکہ مطلق عجمی زبان مراد ہے فارسی ہو یا ہندی، انگریزی وغیرہ)۔

(ب) متن قرآن کے ساتھ غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

ایک بات بطور مقدمہ کے سمجھ لی جائے جس کو مفتیٔ اعظم پاکستان نے اپنی کتاب ''جواہر الفقہ'' میں لکھا ہے وہ یہ ہے کہ باجماع صحابہ وتابعین اور باتفاق ائمۂ مجتہدین پوری امت محمدیہ ﷺ کے نزدیک قرآن مجید کی کتابت میں مصحف عثمانی

☆ استاذ مدرسہ جامع العلوم۔دساڑہ ضلع سریندرنگر (کاٹھیاواڑ) گجرات ۔

جس کو اصطلاح میں امام کہا جاتا ہے اس کا اتباع واجب ہے، اس کے خلاف کرنا تحریف قرآن اور زندقہ کے حکم میں ہے، یہی وجہ ہے کہ عہد صحابہ میں اسلام مشرق ومغرب کے ممالک عجم میں اپنی آسمانی کتاب قرآن کے ساتھ پھیلا اس وقت قرآن کے پڑھنے پڑھانے والے گنے چنے حضرات تھے، ظاہر ہے کہ اس وقت اس کی کتنی ضرورت ہوگی کہ ہر ملک کے رسم الخط میں قرآن لکھوا کر ان کے پاس بھیجوایا جائے، تاکہ وہ آسانی سے پڑھ سکیں، لیکن پوری تاریخ اسلام میں ایک واقعہ اس قرون مشہود لہا بالخیر میں ثابت نہیں کہ ان حضرات نے کسی عجمی رسم الخط میں قرآن لکھوایا ہو یا اس کی اجازت، بلکہ تعامل صحابہ کا اس وقت بھی وہ ہوا جو صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت حذیفہ ابن یمان ملک شام کے جہاد اور آرمینیہ اور آذربائجان کی فتح میں شریک تھے وہاں اہل عراق کو قرآن کی مختلف قرأتوں میں اختلاف کرتے ہوئے دیکھا تو اس وقت کے خلیفۂ اسلام حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سخت تشویش کا اظہار کیا اور یہ الفاظ کہے: ”

أدرک الأمّة قبل أن یختلفوا اختلاف الیهود والنصاری“۔

(اے امیر المؤمنین آپ امت کی خبر لیں اس سے پہلے کہ ان میں یہود اور نصاری جیسا اختلاف واقع ہو جائے)، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام اجل صحابہؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہم کے مشورے سے طے کرلیا کہ قبائل عرب کے سات لغات جن پر قرآن نازل ہوا ہے اگرچہ وہ سب وحی اور حق ہیں، لیکن ان کے لفظی اختلاف سے اب یہ اندیشہ ہے کہ کہیں معنوی اختلاف اور تحریف کا راستہ نہ نکل آوے، اس لئے اب صرف قریش کی لغت پر قرآن پڑھا جاوے، دوسرے لغات کو موقوف کردیا جاوے، کیونکہ یہ اختلاف لغات صرف لفظی تھا معنی پر اس کا کوئی اثر نہیں تھا جو قبائل کی آسانی کے لئے جاری ہوا تھا، لہذا باجماع صحابہ لغت قریش پر بہت سے قرآن کریم کے نسخے لکھوائے گئے اور ایک جماعتِ صحابہ کے سامنے ان کو پڑھا گیا اور صحیح کیا گیا، اس کے بعد وہ نسخے مختلف ممالک عرب وعجم مکہ مکرمہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ اور کوفہ میں بھیج دیئے گئے اور باجماع امت ان کا اتباع ہر چیز میں لازم اور ضروری سمجھا گیا۔

الغرض قرآن کریم عجمی ممالک میں آج نہیں پہنچا، بلکہ تقریبا تیرہ سو برس پہلے پہنچا ہوا ہے اور عجمیوں کو عربی رسم الخط میں قرآن پڑھنے کی مشکلات آج پیدا نہیں ہوئی، بلکہ اسی وقت سے ہیں اور اگر غور کیا جائے تو اُس وقت مشکلات زیادہ ہونی چاہئے کہ ہر جگہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی، پھر ان میں لکھے پڑھے کم تھے خصوصا قرآن پڑھانے والا کوئی عرب ہی ہوسکتا تھا، جس کا ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر بستی میں پہنچنا ظاہر ہے کہ آسان نہ تھا، لیکن ان سب مشکلات مزعومہ کے باوجود صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہیں یہ جائز نہیں کیا کہ قرآن کو ملکی رسم الخط میں لکھوا کر ان لوگوں کو دیا جاوے، بلکہ ان

حضرات نے جس طرح قرآن کے معانی اور الفاظ اور زبان کی حفاظت کو ضروری سمجھا اسی طرح اس کے رسم الخط کی بھی مصحف عثمانی کے موافق حفاظت کرنا ضروری سمجھا اور ان مشکلات کو حفاظت مذکورہ کے مقابلے میں نا قابل التفات قرار دیا، چنانچہ تھوڑے عرصہ میں دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ سب مشکلات محض خیالی تھیں (ماخوذ از جواہر الفقہ :۱/ ۷۴، ۷۵، ۷۶ مکتبہ تفسیر القرآن جامع مسجد دیوبند)۔

الغرض مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے ذکر کردہ مقدمہ میں صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرز عمل سے واضح ہو گیا کہ جس طرح قرآن میں زبان عربی کی حفاظت لازم اور ضروری ہے، کسی عجمی زبان میں بدون عربی عبارات کے قرآن مجید کی کتابت جائز نہیں، اسی طرح عربی رسم الخط کی حفاظت بھی ضروری ہے کسی دوسرے رسم الخط میں لکھنا جائز نہیں، کہ اس میں رسم خط عثمانی کی مخالفت اور تحریف قرآن کا راستہ کھولنا ہے جو باجماع امت حرام ہے. خلاصہ یہ ہے کہ رسم خط عثمانی کا اتباع لازم اور واجب ہے اس کے سوا کسی دوسرے رسم الخط میں اگرچہ وہ بھی عربی ہی کیوں نہ ہو، قرآن کی کتابت جائز نہیں۔

مذکورہ مضمون کے دلائل کتب تفسیر اور کتب فقہ میں بے شمار ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

علامہ سیوطی نے ''اتقان فی علوم القرآن'' میں رسم خط قرآنی اور کتابت قرآنی کے آداب پر مستقل فصل رکھی ہے اس میں نقل کیا ہے: ''**وقال اشهب: سئل مالک هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء فقال: لا، اِلّا على الكتبة الأولى رواه الدانى فى المقنع، ثم قال: ولا مخالف له من علماء الأمة**'' (الاتقان ۲/ ۳۲۹ مناہل العرفان ۲/ ۳۷۹)۔

اشہب فرماتے ہیں کہ امام مالک سے پوچھا گیا کہ کیا قرآن مجید کو اس خاص طرز تحریر پر لکھ سکتے ہیں جو آج کل لوگوں نے ایجاد کیا ہے؟ فرمایا نہیں، بلکہ اسی پہلی طرز کتابت پر ہونا چاہئے اس کو علامہ دانی نے مقنع میں نقل کر کے فرمایا ہے کہ علماء میں سے کوئی امام مالکؒ کا اس بارے میں مخالف نہیں ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے: ''**وقال أحمد: ويحرم مخلافة خط مصحف عثمان فى واو أو ياء أو ألف أو غير ذلک**''۔

اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ مصحف عثمانی کے رسم خط کی مخالفت حرام ہے واو، یاء اور الف (زائدہ) میں جو کہ تلفظ میں نہیں آتے محض لکھنے میں آتے ہیں۔ (الاتقان فی علوم القرآن: ۲/ ۴۰۳ مکتبہ فیصل دیوبند)

پھر لکھا ہے: ''**وقال البيهقى فى شعب الإيمان: من يكتب مصحفا، فينبغى أن يحافظ على الهجاء الذى كتبوا به هذه المصاحف ولا يخالفهم فيه ولا يغير ممّا كتبوه شيئاً، فإنهم كانوا أكثر علما وأدقّ قلبا ولسانا وأعظم أمانة منّا ،فلا ينبغى أن نظن بأنفسنا استدراكا عليهم**'' (الاتقان فی علوم

القرآن: ۲/ ۴۰۳ مکتبہ فیصل دیوبند)۔

(امام بیہقی شعب الایمان میں فرماتے ہیں جو شخص قرآن مجید کی کتابت کرے تو ضروری ہے کہ اس طرز تحریر کی حفاظت کرے جس پر حضرات صحابہؓ نے لکھے ہیں ان کی مخالفت نہ کرے اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے کسی چیز میں تغیر نہ کرے، کیونکہ وہ زیادہ علم والے اور امانت دار تھے تو ہمارے لئے کسی طرح لائق نہیں کہ ہم اپنے متعلق یہ گمان کریں کہ ان کی کسی کمی کو ہم پورا کرتے ہیں)۔

اس کے چند صفحات کے بعد تحریر فرمایا ہے:'' **وهل تجوز كتابته بقلم غير العربى، قال الزركشى: لم أر فيه كلاما لأحد من العلماء، قال: ويحتمل الجواز؛ لأنه قد يحسنه من يقرأه بالعربية والأقرب المنع، كما تحرم قرائته بغير لسان العرب ولقولهم القلم أحد اللسانين والعرب لاتعرف قلما غير العربى، وقد قال تعالى :'' بلسان عربى مبين ''** (الاتقان فی علوم القرآن: ۲/ ۴۱۸ مکتبہ فیصل دیوبند)۔

(کیا غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت جائز ہے علامہ زرکشی نے اس کے متعلق فرمایا ہے کہ میں نے اس بارے میں کسی عالم کی تصریح نہیں دیکھی اور احتمال جواز کا ہے، کیونکہ بعض مرتبہ غیر عربی رسم الخط کو وہ (عجمی لوگ) اچھی طرح ادا کر سکتے ہیں جو عربی تو پڑھ لیتے ہیں (لیکن لکھنے کی قدرت نہیں) لیکن اقرب التحقیق یہ ہیکہ غیر عربی رسم الخط میں لکھنے کو منع کیا جاوے، جیسا کہ غیر عربی میں قرأت کو منع کیا جاتا ہے، کیونکہ مشہور ہے کہ قلم بھی ایک قسم کی زبان ہے اور عرب بجز عربی رسم خط کے اور رسم خط نہیں جانتے اور حق تعالی نے فرمایا ہے:''بلسان عربی مبین''۔

نیز غیر عربی میں قرآن لکھنے میں قرآن کے حروف میں کمی بیشی کرنا لازم آتا ہے مثلاً'' بسم الله '' کو گجراتی حروف میں لکھا جائے تو لفظ'' الله ''لفظ ''الرحمن''اور لفظ'' الرحیم '' کی ابتداء کے دو حروف (الف، لام) تحریر میں نہیں آئیں گے تو اس طرح لکھنے میں صرف ''بسم الله ''شریف میں چھ حروف کی کمی آجاتی ہے تو غور فرمائیے پورا قرآن مجید مثلا گجراتی میں لکھا جائے تو کتنے حروف کم ہو جائیں گے، حالانکہ معانی کی طرح حروف بھی قرآن ہونے میں شامل ہیں، دوسری جانب صورت یہ ہیکہ بعض آیتوں میں حروف زائد ہو جائیں گے مثلا ''الٓمٓ ''میں قرآنی رسم الخط کے بموجب صرف تین حروف ہیں، لیکن غیر عربی مثلا گجراتی میں لکھا جائے تو نو حروف ہو جائیں گے اب حساب لگایئے پورے قرآن میں کتنی کمی بیشی ہو جائیگی، اس کے علاوہ حقیقت یہ ہیکہ قرآنی رسم الخط قیاسی نہیں ہے، بلکہ توقیفی اور سماعی ہے لوح محفوظ میں تحریر شدہ قرآن کے رسم الخط کے مطابق ہے منزل من اللہ ہے، تواتر اور اجماع سے ثابت ہے اعجازی ہے، اس میں قرأت سبعہ وغیرہ شامل ہیں اور ساری قراءتیں جاری کی جاسکتی ہیں، یہ کمال اور خوبی دوسرے رسم الخط میں نہیں ہوسکتی۔

مذکورہ بالا خرابیوں کے علاوہ یہ بھی کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ (۱) عربی میں ح اور ھ میں فرق ہے اور بہت سی زبانوں میں یہ فرق نہیں ہوتا ہے (۲) عربی میں ق اور ک میں فرق ہے اور بہت سی زبانوں میں فرق نہیں ہوتا (۳) عربی میں ء اور ع میں فرق ہے اور بہت سی زبانوں میں فرق نہیں ہوتا (۴) عربی میں ت اور ط جدا جدا ہیں اور بہت سی زبانوں میں یہ فرق نہیں ہوتا (۵) عربی میں س . ص اور ث میں فرق ہوتا ہے اور بہت سی زبانوں میں فرق نہیں ہوتا (۶) عربی میں ذ، ض، ز اور ظ میں فرق ہوتا ہے اور بہت سی زبانوں میں فرق نہیں ہوتا (ماخوذ از فتاوی رحیمیہ: ۳؍۱۷)۔

مذکورہ بالا تمام دلائل کی روشنی میں اور اسلاف کی اتباع میں بندہ بھی یہی رائے قائم کرتا ہے کہ قرآن کو رسم عثمانی کے علاوہ کسی دوسرے رسم الخط میں الگ سے شائع کرنا اور رسم عثمانی کے ساتھ ساتھ کسی دوسرے رسم الخط میں لکھنا دونوں ناجائز اور حرام ہے۔ اب رہے وہ لوگ جو قرآنی اور عربی رسم خط کو نہیں پڑھ سکتے ان کو ترغیب دی جائے کہ وہ جس طرح ضرورت پڑنے پر دوسری زبانیں سیکھتے ہیں اسی طرح عربی بھی سیکھیں، تاکہ قرآن مجید پڑھ سکیں۔

(ج) نابینا افراد کی سہولت کے خاطر قرآنی بریل کوڈ تیار کرنا:

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن شریف عربی کے علاوہ دوسری زبان میں لکھنے سے قرآنی رسم الخط جو قرآن کا ایک رکن ہے چھوٹ جاتا ہے اور تحریف رسمی لازم آتی ہے جس سے احتراز ضروری ہے، قرآنی رسم الخط قیاسی نہیں ہے، بلکہ توقیفی اور سماعی ہے لوح محفوظ میں تحریر شدہ قرآن کے رسم الخط کے مطابق ہے منزل من اللہ ہے تواتر اور اجماع سے ثابت ہے اعجازی ہے اس میں قرأۃ سبعہ وغیرہ شامل ہیں اور ساری قراءتیں جاری کی جاسکتی ہیں یہ کمال اور خوبی کسی بھی دوسرے رسم الخط میں نہیں ہوسکتی، لہذا اس کا اتباع واجب اور تبدیلی ناجائز اور حرام ہے، لہذا بندہ کی یہی رائے ہے کہ اندھوں کے لئے بریل کوڈ میں قرآن شریف تیار کرنا درست نہیں ہے، بلکہ اندھے لوگ بینا لوگوں سے سُن کر جتنا سیکھ سکیں اتنا سیکھ لیوے اور پڑھتے رہیں۔ (ماخوذ از محمود الفتاوی: ۴؍۱۵۴)

(د) موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید کو ہاتھ لگانا:

اس کا جواب یہ ہے کہ جس اسکرین پر قرآن کی آیت نمایاں اور ظاہر ہو تو اس اسکرین کو بلا وضوء چھونا احتیاط کے خلاف ہے، ہاں جب موبائل کی اسکرین پر قرآن کی آیت دکھائی دیتی ہو اس وقت کوئی آدمی بلا وضوء موبائل کو نیچے سے چھوتا ہے، اسکرین پر ہاتھ نہیں لگاتا ہے تو چونکہ بیچ میں بیٹری کا فصل ہوتا ہے، اس لئے نیچے سے بلا وضوء چھونے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے تب بھی بہتر یہ ہے کہ نیچے بھی باوضوء چھویا جاوے۔

”وواجب للطواف قبل و مس المصحف يعنى أنه قبل بأنها واجبة لمس المصحف ؛لأن قوله تعالى لا يمسه إلا المطهرون “(واقعة) (درالمختار مع الشامی:۱/۱۶۹ مکتبہ دارالکتاب دیوبند)

☆☆☆

بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت

مفتی محمد حنیف غفرلہ☆

۱۔ کسی بھی زبان میں متن قرآن کے بغیر تنہاء ترجمۂ قرآن کی اشاعت ناجائز اور حرام ہے، جیسا کہ اس پر ''الاتقان'' میں علامہ سیوطیؒ نے ائمۂ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے اور ''کفایہ شرح ہدایہ'' میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص فارسی زبان میں قراءت قرآن یا کتابت قرآن کی عادت بنالے تو اسے سختی سے منع کیا جائیگا، پھر آگے ایک واقعہ منقول ہے کہ شیخ امام محمد بن فضل کے زمانہ میں اہل بدعت میں سے ایک شخص نے استفتاء لکھا اور اسکو شیخ کے پاس بھیجا کہ ہمارے زمانہ میں بچوں کو عربی زبان میں قرآن پڑھنے میں دشواری ہوتی ہے تو کیا ہمارے لئے جائز ہے کہ ہم انکو فارسی میں پڑھا دیا کریں؟ آپ نے سائل کو فرمایا کہ بعد میں آنا ذرا غور کرلیں اور اس شخص کے حال کی تحقیق وتفتیش فرمائی تو وہ فساد مذہب میں مشہور تھا، آپ نے اپنے خادم کو چُھرا دیا اور فرمایا کہ اس شخص کو قتل کردو اور تجھ کو کوئی پکڑے تو کہہ دینا کہ فلاں شخص نے مجھے اسکا حکم دیا تھا، خادم نے شیخ کے حکم کی تعمیل کی تو سپاہی شیخ کے پاس آیا اور کہا کہ امیر المؤمنین نے آپ کو بلایا ہے شیخ گئے اور سارا ماجرا بیان کیا اور فرمایا کہ یہ شخص کتاب اللہ کو مٹانا چاہتا تھا امیر المؤمنین نے آپ کو خلعت عطاء کیا اور نیک صلہ دیا، پھر آگے لکھا ہے کہ شیخ محمد بن فضل فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص عمداً ایسا کرتا ہے وہ یا تو زندیق ہے یا مجنون ہے، اگر مجنون ہے تو اسکا علاج کیا جائے اور اگر زندیق ہے تو قتل کردیا جائے (تفصیل کے لئے دیکھئے: ہامش فتح القدیر ۱/۲۴۸، ۲۴۹ بیروت)۔

اس واقعہ سے صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ بغیر متن قرآن کے صرف ترجمۂ قرآن کی اشاعت ناجائز اور حرام ہے، چنانچہ حضرت تھانویؒ نے بھی ''امداد الفتاوی'' میں بلا متن عربی کے ترجمۂ قرآن کی اشاعت کو ناجائز قرار دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کتاب اللہ کا صرف ترجمہ بغیر متن عربی کے شائع کرنا اہل کتاب کے ساتھ تشبہ ہے جو موجب وعید ہے، ارشاد نبوی ﷺ ہے ''من تشبه بقوم فهو منهم''، نیز یہ تشبہ اس لئے بھی ممنوع ہے کہ اگر یہ طریق مروج ہوگیا تو اصل قرآن مجید اسی

☆ جامعہ تعلیم الدین سیڈو کرو یراول۔

طرح ضائع ہو جائیگا، جیسا کہ تورات اور انجیل ضائع ہوگئی اور اصل قرآن کی حفاظت فرض ہے اور اسکا اخلال حرام ہے، حضرات شیخین نے جنگ یمامہ کے بعد ضیاع قرآن کے اندیشہ سے قرآن کریم جمع کرنے کا اہتمام فرمایا حالانکہ قرآن مجید اس وقت بھی متواتر تھا اور اسکے ناقلین اس کثرت سے موجود تھے کہ اسکا تواتر منقطع نہیں ہوسکتا تھا، لیکن پھر بھی جمع قرآن کا اہتمام کیا گیا، اسی طرح موجودہ زمانہ میں بغیر متن عربی کے صرف ترجمۂ قرآن کی اشاعت میں بھی اصل قرآن مجید کے ضائع ہوجانے کا اندیشہ ہے، نیز عامۃ الناس ترجمہ قرآن کو چھونے کے لئے وضوء کا اہتمام نہ کریں گے اور اسکا زیادہ احترام بھی نہ کریں گے اور اسکے اوراق کا ناقابل انتفاع ہوجانے کی صورت میں دیگر معمولی کتابوں کے اوراق کی طرح استعمال کرنے لگیں گے، لہذا ایسا ترجمہ شائع کرنا ایک امر غیر مشروع ہے، اسی طرح آج تک امت میں کسی نے ایسا نہیں کیا اور جس کسی نے ایسا کیا تو اس پر شدت سے انکار کیا گیا، اور یہ بھی خطرہ ہے کہ اصل قرآن مجید کے ساتھ تھوڑا بہت جو تعلق ہے تو صرف ترجمۂ قرآن کی اشاعت کی صورت میں اصل قرآن مجید سے لوگ بالکل بے تعلق اور اجنبی ہوجائیں گے اور آیت کریمہ ”**نبذ فريق من الذين أوتو االكتاب كتاب الله وراء ظهورهم كأنهم لايعلمون** “(سورۂ بقرہ:۱۰۱) کا مصداق بن جائیں گے، اور یہ بھی اندیشہ ہے کہ جب قرآن مجید کے صرف تراجم شائع کئے جائیں گے اور متن قرآن نظروں سے اوجھل ہوگا اور پھر تراجم میں کچھ اختلاف پایا گیا تو اس وقت یہ اختلاف سیدھا کلام اللہ کی طرف منسوب ہوگا جسکی وجہ سے اعتقاد پر اثر پڑیگا اور لوگ تراجم کو لے کر آپس میں لڑیں گے اور اصل قرآن مجید کی طرف مراجعت کی کسی کو توفیق نہ ہوگی اسکے برخلاف اگر متن قرآن کے ساتھ تراجم ہوں گے اور پھر تراجم میں اختلاف ہوگا تو یہ اختلاف کلام اللہ کی طرف منسوب نہ ہوگا، بلکہ فہم یا مترجم کا قصور سمجھا جائیگا اور سب سے بھیانک خطرہ یہ ہے کہ دشمنان اسلام کو بہت آسانی سے غلط ترجمہ وتفسیر کا موقع ہاتھ لگ جائیگا کیونکہ ہر دیکھنے والے حافظ نہیں ہوتے اور اصل کی طرف رجوع ہر وقت آسان نہیں ہوتا ، بنابریں صرف ترجمۂ قرآن کی اشاعت بالکل جائز نہیں ایسے تراجم کو کوئی شخص نہ قیمۃً لے نہ بلا قیمت، تو ایسے تراجم کا سلسلہ بند ہوجائیگا اور لینے کی صورت میں سلسلہ جاری رہیگا پس ایسے ترجموں کا خریدنا یا ہدیہ میں قبول کرنا ایک امر ناجائز کی اعانت ہوگی ارشاد ربانی ہے ”**ولا تعاونوا على الاثم والعدوان** “(سورۂ مائدہ:۲) اس لئے یہ بھی ناجائز ہے (ماخوذ از امداد الفتاوی زکریا ۴/از ۳۹ تا ۴۲)۔

ہاں اگر متن قرآن لکھا جائے اور اسکا ترجمہ اسکے نیچے یا حاشیہ پر لکھا جائے تو اسکی گنجائش ہے، جیسا کہ ”مناہل العرفان، روح المعانی، شامی اور فتح القدیر“ وغیرہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے۔

اور جہاں تک ترجمۂ قرآن کو بلاوضو چھونے کا مسئلہ ہے تو حسب تصریح فقہاء اسے بلاوضو چھونا جائز نہیں شامی میں

ہے:"و یمنع دخول مسجد إلى قوله و مسه أی القرآن ولو کان مکتوبا بالفارسیة فی الأصح"(شامی دارالکتاب ۱/۴۲۳)اور" ہندیہ"میں ہے: "ولو کان القرآن مکتوبا بالفارسیةیکره لهم مسه عند أبی حنیفة، و کذاعندهما علی الصحیح، هکذا فی الخلاصة" (ہندیہ زکریا ۱/۳۹)،"و فیه أیضا:إذا قرأ آیة، السجدة بالفارسیة فعلیه وعلی من سمعها السجدة فهم السامع أولا إذا أخبر السامع أنه قرأ آیة السجدة "(ہندیہ زکریا ۱/۱۳۳)یہ دوسرا جزئیہ پہلے جزئیہ کی تائیدوتوثیق کرتا ہے کہ فارسی زبان میں آیت سجدہ تلاوت کرنے سے سجدۂ تلاوت واجب ہوجاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ فارسی یا کسی بھی زبان کا ترجمۂ قرآن حکماً قرآن کے درجہ میں ہے،لہٰذا اسے بلاوضو چھونا جائزنہیں ہے نیز" روح المعانی" کی عبارت:"حرمة کتابة القرآن بالفارسیة ......و حرمة مسه لغیر الطاهر اتفاقا کقراء ته" (روح المعانی بیروت ۶/۳۶۵) سے بھی یہی حکم واضح ہوتا ہے اسی طرح (امداد الفتاوی زکریا ۴/۴۰)اور(جواہرالفقہ فرید بک ڈپو ۱/۱۱۳) میں بھی بلاوضوترجمۂ قرآن کے مس کوناجائز لکھا ہے، بنابریں ترجمۂ قرآن کو بلاوضو چھونا جائزنہیں۔

۲-غیرعربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

اسی طرح شروع میں جوتفصیلات اوردلائل ذکر کئے گئے ان سے غیرعربی رسم الخط میں کتابت قرآن کاحکم بھی معلوم ہوگیا کہ غیرعربی رسم الخط،مثلاً ہندی،انگریزی یاکسی بھی زبان کے رسم الخط میں قرآن کریم کی کتابت ناجائز اورحرام ہے،کیونکہ اس میں رسم خط عثمانی کی مخالفت ہے جس کی اتباع بالاجماع واجب اور لازم ہے اورمخالفت کی صورت میں تحریف رسمی لازم آتی ہے جس سے بچنا ضروری ہے،جیسا کہ پیچھے شواہد گذر چکے،نیز غیرعربی رسم الخط میں قرآن کریم لکھنے سے حروف کی کمی بیشی لازم آئیگی توغورفرمائیے پوراقرآن مجید غیرعربی رسم الخط میں لکھاجائے تو کتنے حروف کم ہوجائیں گے،اسی طرح عربی میں ح اور ہ میں فرق ہے کسی اورزبان میں یہ فرق نہیں،عربی میں"ق" اور "ک" میں فرق ہے کسی اورزبان میں یہ فرق نہیں،عربی میں ء(ہمزہ)اور ع الگ الگ ہیں جبکہ دوسری زبانوں میں یہ فرق نہیں،عربی میں ت اور ط جدا جدا ہیں،جبکہ دوسری زبانوں میں یہ فرق نہیں عربی میں س ،ص اور ث میں فرق ہے دوسری زبانوں میں یہ فرق نہیں، مقصدومطلب یہ ہے کہ جس طرح عربی میں ھ اورح ،ق اورک، ء اورع ،ت اور ط س ،ص اور ث کی ادائیگی میں نمایاں فرق ہے یہ فرق اورامتیازکسی دوسری زبان میں نہیں پایا جاتا جس سے بیسیوں غلطیاں وجود میں آئیگی اورغلط تلفظ سے حروف میں تبدیلی آنے کی وجہ سے مطلب بھی بدل جائیگا،لہٰذا جولوگ عربی رسم الخط میں قرآن مجید نہیں پڑھ سکتے یا اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے انکے لئے بہتر یہ ہے کہ جوسورتیں زبانی صحیح یاد ہیں وہی پڑھا کریں،مگرغیرعربی رسم الخط میں نہ پڑھے جو

کہ حرام ہے (مستفاد فتاوی رحیمیہ ۱/ از ۹۸ تا ۱۰۰ مکتبہ رحیمیہ سورت گجرات، جواہر الفقہ فرید بک ڈپو ۱/ ۸۷، امداد الفتاوی زکریا ۱/ ۴۳)

بنابریں غیر عربی رسم الخط میں قرآن مجید لکھنا، تاکہ غیر عربی داں حضرات کو تلاوت قرآن میں سہولت ہو شرعاً ایسا کرنا درست نہیں ہے، ہاں دونوں کو ساتھ شائع کیا جائے، یعنی پہلے متن قرآن پھر اس کے نیچے غیر عربی رسم الخط تو یہ شکل شامی، روح المعانی، فتح القدیر اور مناھل العرفان کی عبارات پر قیاس کر کے جائز ہو سکتی ہے کہ پہلے عربی رسم الخط میں آیات قرآنیہ پھر اس کے نیچے ترجمہ پھر اس کے نیچے تفسیر قرآن ترجمہ تفسیر تو اس پر قیاس کر کے عربی رسم الخط میں آیات قرآنیہ پھر اس کے نیچے غیر عربی رسم الخط میں آیات قرآنیہ کو لکھا جا سکتا ہے۔

۳- بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت

اسی طرح بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید عربی کے علاوہ دوسری زبان میں لکھنے سے قرآنی رسم الخط جو قرآن کا ایک رکن ہے چھوٹ جاتا ہے اور تحریف رسمی لازم آتی ہے جس سے احتراز ضروری ہے قرآنی رسم الخط قیاسی نہیں ہے، بلکہ توقیفی اور سماعی ہے، لہٰذا اسکا اتباع واجب ہے اور تبدیلی ناجائز اور حرام ہے، لہٰذا اندھے کے لئے زبانی طور پر جتنا یاد کرنا ممکن ہو اتنا یاد کر لے کیونکہ ارشاد ربانی ہے: "**لا يكلف الله نفسا إلا وسعها**" (سورۂ بقرہ: ۲۸۶) (مستفاد محمود الفتاوی ۴/ ۱۵۴ مکتبہ محمودیہ ڈابھیل گجرات، فتاوی رحیمیہ ۱/ ۹۸ مکتبہ رحیمیہ سورت گجرات)۔

رہا یہ سوال کہ بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کو بلا وضو چھو سکتے ہیں یا نہیں؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر بریل کوڈ بھی دیگر زبانوں کی طرح ایک زبان شمار کی جائے تو بریل کوڈ میں تیار شدہ قرآن کو بلا وضو چھونا جائز نہیں، جیسا کہ بغیر متن عربی کے صرف ترجمۂ قرآن کو بلا وضو چھونا جائز نہیں جسکے دلائل گذر چکے اور اگر بریل کوڈ دیگر زبانوں کی طرح کوئی مستقل زبان نہیں ہے تو پھر بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن مجید کو بلا وضو چھونا جائز ہے۔

۴- موبائل پر قرآن مجید:

اور رہا یہ سوال کہ موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید موجود ہو تو کیا اسے بلا وضو چھو سکتے ہیں؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ موبائل کو بلا وضو ہاتھ میں لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ اسکرین پر موجود حروف کو ہاتھ لگانے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے بلا وضو چھونا جائز نہیں، اسکی مثال ایسی ہی ہے، جیسا کہ کسی تختی پر یا درہم پر یا دیوار پر قرآن مکتوب ہو تو صرف مس مکتوب سے روکا جائیگا اسی طرح موبائل میں مس اسکرین سے منع کیا جائیگا جس پر الفاظ قرآن کا ظہور ہوا ہے نہ کہ مس موبائل سے، جیسا کہ درج ذیل جزئیات سے واضح ہوتا ہے: "**يمنع دخول مسجد إلى قوله و مسه أي القرآن، ولو في لوح أو درهم أو حائط لكن لا يمنع إلا من مس المكتوب**" (شامی دار الکتاب ۱/ ۴۲۳) "**فقال الحنفية: الوضوء**

خمسة أنواع الأول فرض......لأجل لمس القرآن ولو آية مكتوبة على ورق أو حائط أو نقود لقوله تعالى: (لا يمسه إلاالمطهرون) "(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱/۳۱۱ مکتبہ ہدی دیوبند)۔

☆☆☆

بغیر قرآن مجید کے متن کے ترجمہ کی کتابت واشاعت

مولانا محمد عبیداللہ ابوبکر ندوی (شافعی) کنڈلوری

۱- بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت:

متن قرآن کے بغیر ترجمہ قرآن کریم کی اشاعت اردو یا کسی اور زبان میں جائز ہے، اس لئے کہ قرآن کریم ایک آفاقی کتاب ہے، اگرچہ اس کا نزول عرب میں ہوا، لیکن اس کے احکام اور اس کی تعلیمات دنیا کے تمام لوگوں کے لئے ہے، اور قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے کسی عجمی زبان میں اس کا ترجمہ ضروری ہے، چاہے اس کا ترجمہ متن قرآن کے ساتھ ہو یا متن قرآن کے بغیر ہو دونوں ہی صورتوں میں اصل مقصد یہی ہے کہ اس آفاقی کتاب کا پیغام عام ہوجائے، لہذا نفس ترجمہ یا اس کی تفسیر کی اشاعت درست ہے، اس لئے کہ اس صورت میں دعوت کے کام میں آسانی پیدا ہوگی، اس لئے نفس ترجمہ قرآن کا قرآن نہ ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے، اور اصل قرآن کو اٹھانے اور چھونے کے لئے وضو ضروری ہے اس بناء پر اور قرآن کی بے حرمتی کے سبب کسی کافر کے ہاتھ میں اس کا دینا، بیچنا، ہدیہ دینا درست نہیں ہے اور نہ کافر کے ہاتھ اس کی بیع جائز ہے، لہذا غیر مسلموں تک اسلام اور قرآن کے پیغام کو پہنچانے کے لئے نفس ترجمہ کی اشاعت ہی شریعت کا عین تقاضہ ہے، اس لئے کہ جب یہ قرآن نہیں ہے تو اس کو چھونے، اٹھانے کے لئے نہ وضو کی ضرورت ہے اور نہ بغیر طہارت کے اٹھانے میں اس کی بے حرمتی ہے۔ مذکورہ تفصیل سے جب یہ بات واضح ہوگئی کہ نفس ترجمہ کی اشاعت شرعی مصالح کے پیش نظر جائز ہی نہیں، بلکہ ایک امر مستحسن بھی ہے، اور خرید وفروخت کے موانع میں سے کوئی بھی مانع یہاں پایا نہیں جارہا ہے، اس لئے اس کی خرید وفروخت درست ہے۔

علامہ زحیلیؒ فرماتے ہیں:

”یجوز ترجمة معانی النصوص القرآنیة إلی اللغات الأجنبیة لحاجة الناس إلی معرفة أحکام الإسلام ورسالته العامة للبشریة،اذ أنه یتعذر علی کل فرد غیر عربی تعلم اللغة العربیة لما فی ذلک

من حرج وعسر" (موسوعۃ الفقہ الاسلامی وادلتہ للزحیلی: ۱۰/ ۵۹۴)۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"ترجمة القرآن ليست قرآنا،لأن القرآن هو هذا النظم المعجز وبالترجمةيزول الإعجاز، وكما أن الشعر يخرجه ترجمته عن كونه شعرا، فكذا القرآن .....فنقول بعد هذا التمهيد: ترجمة القرآن ليست قرآنا بإجماع المسلمين ......فليس لأحد يخالف فى أن من تكلم بمعنى القرآن بالهندية ليست قرآنا ...ومن خالف فى هذا كان مراغما جاحدا ،وتفسير شعرامرئ القيس ليس شعره، فكيف يكون تفسير القرآن قرآنا" (المجموع: ۳/ ۳۳۱)۔

علامہ خطیب شربینیؒ فرماتے ہیں:

"ولايصح شراء الكافر ولو مرتدا لنفسه المصحف كله أو بعضه ولا يتملكه بسلم ولا بهبة ولا وصية ....لما فى ذلک من الإهانة لها" (مغنی المحتاج: ۲/ ۸) "يجوز إعطاء ترجمة معانى القرآن الكريم لغير المسلم من أجل البلاغ ودعوة إلى الإسلام وتغليبا لجانب الترجمة" (فتاوی اللجنۃ: ۴/ ۴۲)

شیخ ابن باز نفس ترجمہ اور تفسیر کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ولا يسمى ذلک التفسير قرآنا، وعلى هذا يجوز للجنب والكفار مس ترجمة معانى القرآن بغير اللغة العربية كما، يجوز مسهم تفسير ه باللغة العربية" (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء ۴/ ۱۶۴)۔

۲-غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

اس سلسلہ میں علماء شوافع میں دو قسم کا رجحان ملتا ہے، علماء کی ایک جماعت غیر عربی میں کتابت قرآن کے مطلقا عدم جواز کی قائل ہے، علامہ ابوبکر بن محمد شطا الدمیاطی:

"وكتابته بالعجمية ....أى ويحرم كتابته بالعجمية ورأيت فى فتاوى العلامه ابن حجر أنه سئل هل يحرم كتابة القرآن الكريم بالعجمية لقراء ته؟ فأجاب بقوله: "قضية مافى المجموع عن الأصحاب التحريم" (اعانۃ الطالبین: ۱/ ۱۱۰)۔

لیکن دوسری ایک جماعت غیر عربی زبان میں کتابت قرآن کے جواز کی قائل ہے۔

شیخ سلیمان جملؒ فرماتے ہیں:

"سئل الإمام الشهاب الرملى هل تحرم كتابةالقرآن العزيز بالقلم الهندى أو غيره؟ .فأجاب

بأنه لایحرم؛ لأنها دالة علی لفظه العزیز ولیس فیها تغییر له ...وعبارة الاتقان للسیوطی : هل یحرم کتابته بقلم غیر العربی؟ ،قال الزرکشی : لم أر فیه کلاما لأحد من العلماء ویحتمل الجواز؛ لأنه قد یحسنه من یقرأه والأقرب المنع والمعتمد الأول''(حاشیۃ الجمل علی شرح المنہج للجمل:۱/۱۲۳)۔

صاحب بجیرمیؒ فرماتے ہیں:

''**وأفتی شیخنا م ر(الرملی) بجواز کتابة القرآن بالقلم الهندی وقیاسه جوازه بنحو الترکی أیضا**''(حاشیۃ البجیرمی:۱/۳۷۴)۔

مذکورہ عبارتوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ معتمد قول کے مطابق غیر عربی زبان میں کتابت قرآن جائز ہے،اوراس کا حکم چھونے اوراٹھانے میں اصل قرآن کی طرح ہوگا۔لیکن غیر عربی زبان میں لکھے ہوئے قرآن کی تلاوت وقراءت کو تمام فقہاء نے ممنوع قرار دیا ہے،اس لئے کہ غیر عربی،یعنی مراٹھی،فارسی یا کنڑ میں حروف کی ادائیگی اس طرح نہیں ہوسکتی جس طرح عربی میں ہے،نیز غیر عربی زبان میں قرآن کریم کی تلاوت کے دوران تجوید کی رعایت بھی قدرے مشکل ہے،اسی لئے امام نوویؒ فرماتے ہیں:''**مذهبنا أنه لا یجوز قراء ة القرآن بغیرا للسان العربی سواء أمکنه العربیة أو عجز عنها سواء کان فی الصلاة أو غیرها**''(المجموع:۳/۳۳۱)، چنانچہ علامہ ماوردیؒ فرماتے ہیں:''**لا یجوز أن یقرأ بالفارسیة ولابلغة غیر العربیة**'' (الحاوی الکبیر:۲/۱۳-۱۱۵)،علامہ قلیوبیؒ فرماتے ہیں:''**یجوز کتابته لا قراء ته بغیر العربیة ،ولها حکم المصحف فی المس والحمل**''(حاشیہ قلیوبی وعمیرہ:۱/۱۰۸) ،لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب غیر عربی زبان میں لکھے ہوئے قرآن سے تلاوت قرآن جائز نہیں ہے تو پھر قرآن کو غیر عربی میں لکھنے کے جواز کا کیا فائدہ؟اس سلسلہ میں فقہاء فرماتے ہیں کہ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جو شخص قرآن کو عربی میں اچھی طرح پڑھ سکتا ہے وہ غیر عربی قرآن کو صحیح طریقہ سے پڑھ لے گا،چنانچہ علامہ بجیرمیؒ فرماتے ہیں:''**فائدة کتابته بغیر العربیة مع حرمة القراء ة بهاأنه قد یحسنهامن یقرأوه بالعربیة**''(حاشیۃ البجیرمی:۱/۳۷۴)اس سے پتہ چلا کہ ہندی یا انگریزی زبان میں لکھے ہوئے قرآن کی تلاوت اس شخص کے لئے جائز ہے جو اسے عربی قرآن کی طرح پڑھ سکتا ہو،آج امت کا بڑا طبقہ ایسا ہے جو عربی سے ناواقف ہے،لہذا اس کے لئے عربی کے علاوہ اپنی ملکی یا علاقائی زبان میں قرآن کی تلاوت کرنا ناگزیز ہے،لہذا ایسے لوگوں کو اس بات کا مکلّف بنایا جائے کہ وہ قرآن کو صحیح پڑھ لے،دوسری طرف جو لوگ عربی میں تلاوت قرآن کے عادی ہیں ان کا حال بھی بہت برا ہے کہ وہ بھی قرآن کو صحیح اور تجوید کی رعایت کے ساتھ نہیں پڑھ پاتے تو پھر جب صحیح پڑھنے والے کے لئے غیر عربی قرآن کی تلاوت درست ہوسکتی ہے اور صحیح نہ پڑھنے والوں کے لئے غیر عربی،یعنی ہندی وغیرہ

میں زبان میں لکھے ہوئے قرآن کی تلاوت درست نہیں ہوسکتی تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ قرآن صحیح نہ پڑھنے والوں کو عربی میں بھی تلاوت قرآن درست نہیں ہونا چاہئے، اس اعتبار سے غیر عربی یا عربی قرآن کی تلاوت میں بنیادی فرق اس کے صحیح پڑھنے اور نہ پڑھنے کا ہے، اس لئے غیر عربی اور عربی قرآن کی تلاوت میں فرق کرنے کے بجائے یہ فیصلہ کیا جائے کہ جو صحیح طور پر تلاوت کے اداب اور اصول کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرسکتا ہو اس کے لئے جائز ہے، چاہے وہ کسی بھی زبان میں کرے اور اس کے برعکس صورت میں تلاوت درست نہیں ہوگی چاہے، وہ تلاوت عربی قرآن ہی سے کیوں نہ کرے، اس لئے کہ عربی زبان میں صحیح طور پر تلاوت نہ کرنے کی صورت میں بھی قرآن کریم کے معنی میں بگاڑ اور فساد لازم آتا ہے، جیسے کہ غیر عربی زبان میں معانی کے فساد کا اور ادائیگی کا معاملہ ہے۔

۳- بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت

نابینا افراد کی تعلیم کے لئے بریل کوڈ کو ذریعہ بنانا وسائل تعلیم میں سے ایک وسیلہ ہے، گرچہ یہ طریقہ نہ ظاہراً قرآن ہے اور نہ حکماً۔ اس کے باوجود نابینا افراد اپنے انداز میں قرآن کریم بریل کوڈ کے ذریعہ سیکھ جاتے ہیں اور پڑھ لیتے ہیں، خود جناب نبی کریم ﷺ نے تعلیم کی خاطر وسائل کو اختیار کیا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے ایک لکیر کھینچی پھر فرمایا کہ ''**هذا سبيل الله**'' پھر آپ ﷺ نے دائیں اور بائیں جانب لکیر کھینچی اور فرمایا: ''**هذه سبل على كل سبيل منها شيطان يدعو إليه**'' کہ یہ سب متفرق راستہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک پر شیطان ہے جو لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہے (مسند احمد)، حدیث پاک میں آپ ﷺ نے سیدھے راستہ کو ایک لکیر کے ذریعہ سمجھایا، بریل کوڈ میں بھی قرآن کو سیکھنے کا تعلق اسی طرح کے نشانات اور علامات سے ہے، جیسا کہ آج مختلف مدارس و مکاتب میں بینا لوگوں کے لئے الیکٹرانک بورڈ لگائے جاتے ہیں جن میں حروف نظر آتے ہیں اور ان حروف کو دیکھ کر بچے اپنے ذہن میں نقش کر لیتے ہیں اور یہ طریقہ صرف پڑھنے کے مقابلہ میں زیادہ مفید ہوتا ہے، نیز ایک معلم جب بینا شخص کو قرآن کریم سکھاتا ہے تو ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ کو الگ الگ کرکے سکھاتا ہے، جبکہ معنی کے اعتبار سے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی، لیکن تعلیم کے لئے اس عمل کی گنجائش ہے، چنانچہ صاحب بجیرمیؒ فرماتے ہیں: ''**الوجه جواز تقطيع حروف القرآن في القراءة في التعليم للحاجة إلى ذلك**'' (حاشیۃ البجیرمی: ۱/ ۳۷۴)، نیز ابتداء زمانہ میں قرآن کریم پر اعراب اور نقطہ نہیں تھے، لیکن لوگوں کی تعلیم کے لئے اعراب اور نقطوں کو وضع کیا گیا، اسی لئے قرآن کریم کی تعلیم اور اس کی صحیح تلاوت کے لئے نقطوں اور اعراب کا اہتمام مندوب اور مستحسن ہے، چنانچہ صاحب بجیرمی فرماتے ہیں: ''**يندب كتبه**

وإيضاحه ونقطه وشكله أى صيانة له من اللحن والتحريف ‘‘(حاشیۃ البجیرمی:۱/۳۷۴)،مذکورہ نظائر کی بنیاد پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا امر مستحسن ہے،اس لئے کہ اس صورت میں بہت سے نابینا افراد کے لئے قرآن کریم کی تلاوت کرنے کا موقع نصیب ہوگا بصورت دیگر صرف سماعت کے ذریعہ بہت ہی کم افرادکو قرآن کی تلاوت نصیب ہوگی،البتہ اس میں چونکہ نہ قرآن کے حروف پائے جاتے ہیں نہ ظاہراًنظر آتے ہیں، اس لئے اس کو چھونے اور اٹھانے کے سلسلہ میں ظاہرا مصحف کا درجہ نہیں دیا جاسکتا،لیکن شریعت کے اکثر احکام کا مدار نیت پر ہےاورجس طرح بینا افراد کے لئے قرآن اصل کا درجہ رکھتا ہے اسی طرح نابینا افراد کے لئے بریل کوڈ کی شکل میں تیار کردہ قرآن قرآن کے حکم میں ہے،چونکہ انھوں نے قرآن کو دیکھا نہیں ہے،اس لئے وہ بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کو حقیقی قرآن کی طرح سمجھتے ہیں،اس لئے کم سے کم ان کے حق میں تو اسے چھونے اور اٹھانے کے لئے وضوواجب ہونا چاہئے ،جیسا کہ غیر عربی زبان میں لکھا ہوا قرآن چھونے اور اٹھانے کے مسئلہ میں قرآن کی طرح ہے۔علامہ قلیوبیؒ فرماتے ہیں: ’’يجوز كتابته لا قراء ته بغير العربية ،ولها حكم المصحف فى المس والحمل‘‘(حاشیہ قلیوبی وعمیرہ:۱/۱۰۸)،جیسا کہ کوئی شخص کسی عام کتاب کو اپنے گمان کے مطابق قرآن سمجھ رہا ہوتو اس کے حق میں اس کتاب کو بغیر وضو کے اٹھانا جائز نہیں ہوگا۔اسی طرح جو قرآن دراسہ،یعنی پڑھنے کی نیت سے بنایا جاتا ہے اگر چہ اسے بعد میں پڑھا نہیں جاتا ہے، بلکہ کہیں تبرکا لٹکایا جاتا ہو،لیکن نیت کی بنیاد پر اسے بھی قرآن کا درجہ دیا گیا ہےاور اس کو چھونے کے لئے وضوضروری ہے،اس کے برخلاف قرآن کی کوئی آیت تعویذ یا برکت کے لئےلکھی گئی ہےتو اسے چھونے کے لئے وضوضروری نہیں ہے،لہذا یہ فرق نیت کی بنیاد پر ہے۔

علامہ خطیب شربینیؒ فرماتے ہیں:

’’أما ما كتب لغير الدراسة كا لتميمة وهى ورقةيكتب فيهاشى ء من القرآن وتعلقت على الرأس مثلا للتبرک ،والثياب التى يكتب عليها ،والدراهم كما سيأتى ،فلا يحرم مسها ولا حملها ،لأنه ﷺ كتب كتابا إلى هرقل وفيه: ’’يأهل الكتاب تعالوا إلى كلمة‘‘ولم يأمر حاملها بالمحافظة على الطهارة‘‘(مغنی المحتاج:۱/۶۶)۔

۴-موبائل پر قرآن مجید

اللہ تعالی کا ارشاد ہے’’لايمسه إلاالمطهرون‘‘(الواقعہ:۷۹) کہ قرآن مجید کو صرف پاک لوگ ہی چھوئے ،حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم کو لکھ بھیجا جب آپ ﷺ نے ان کو نجران

بھیجا تھا کہ تم مصحف کو مت پکڑو، مگر یہ کہ تم پاکی کی حالت میں ہو(سنن بیہقی:۱؍۸۸)،حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم بغیر طہارت کے مصحف کو نہ چھوو (طبرانی فی الصغیر:۲۳۹)، مذکورہ دلائل کی بنیاد پر فقہاء نے قرآن کریم کو بے وضو اور جنابت کی حالت میں چھونے کو حرام لکھا ہے، اور قرآن کریم کو اس حالت میں چھونے کے تعلق سے شریعت میں بہت ہی سخت موقف اپنایا گیا ہے کہ نہ اصل مصحف کو چھونا ہے نہ اسے کپڑے کے ساتھ چھونا ہے جس میں اسے لپیٹا گیا ہے، اور نہ اس قرآن صندوق کو چھونا ہے جو خاص طور پر قرآن رکھنے کے لئے بنایا جاتا ہے، اسی طرح قرآن کی کوئی آیت پڑھنے کی نیت سے کسی تختی پر لکھی جائے تو اسے بھی بغیر وضو کے چھونا درست نہیں ہے، البتہ جو قرآن کسی ایسے صندوق میں ہو جس میں قرآن بھی ہو اور دیگر اشیاء بھی ہو یا ماضی میں دراہم اور دنانیر پر قرآن کی آیت لکھی ہوتی تھی، لیکن چونکہ وہاں نیت قرآن کو اٹھانے کی نہیں ہوتی، اس لئے اس کو بغیر وضو کے ہاتھ لگانا اور اٹھانا جائز ہے، اسی طرح جن موبائل میں قرآن محفوظ ہو اسے بغیر وضو کے اٹھانا تو درست اور جائز ہے، لیکن جب قرآن موبائل کی اسکرین پر نظر آرہا ہو تو اس وقت اس کو چھونا اور انگلی لگانا عین قرآن کو چھونے کی طرح ہے تو جس طرح بغیر وضو قرآن کے کسی صفحہ پر کانچ کا ٹکڑا رکھ کر یا کپڑا اچھا کر اسے چھونا درست نہیں ہے اسی طرح موبائل کی اسکرین کے اوپر سے قرآن کو چھونا درست نہیں ہوگا۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

”ویحرم بالحدث الصلاة والطواف وحمل المصحف ومس ورقه، وكذا جلده على الصحيح وخريطة وصندوق فيهما مصحف وما كتب لدرس قرآن كلوح فى الأصح“(منہاج مع السراج الوھاج:۱۲)۔

شیخ سلیمان جملؒ فرماتے ہیں:

”ومس جلده المتصل به؛ لأنه كالجزء منه، فإن انفصل عنه قضية تفصيله فى الجلد بين الانفصال وعدمه وسكوته عن الورق أنه يحرم مسه مطلقا متصلا أو منفصلاولو هوامشه“(حاشیۃ الجمل: ۱؍۱۲۰)۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

”يحرم على المحدث مس المصحف وحمله سواء أن حمله بعلاقته أو فى كمه أو على رأسه۔ قال أصحابنا : وسواء مس نفس الأسطر أو ما بينهما،أوالحواشى، أوالجلد، فكل ذلك حرام۔....وفى مس العلاقة والخريطة والصندوق إذا كان المصحف فيها وجهان

مشهوران:أصحهمایحرم...وأما حمل الصندوق وفيه المصحف،فاتفقوا على تحريمه.....ولو لف كمه على يده وقلب الأوراق بها فهو حرام"(المجموع:۲/۸۵)۔

امام ماوردیؒ فرماتے ہیں:

"فأما حمل الدراهم والدنانير التي عليها القرآن فهي ضربان ؛أحدهما : مالا يتداو له كثيرا ولا يتعاملون به غالبا...الثاني :ما يتداوله الناس كثيراويتعاملون به غالبا ..ففي جواز حملها وجهان : الثاني :يجوز لما يلحق به من المشقة الغالبة من التحرز منها"(الحاوی الکبیر:۱/۱۴۶)۔

امام سیوطیؒ نے فرماتے ہیں:

جب کسی چیز میں مشقت پیدا ہوتی ہے اوراس کو برداشت نہیں کیا جاسکتا تو اس وقت آسانی پر عمل کیا جاسکتا ہے چنانچہ بطور دلیل یہ قاعدہ ہے:"المشقة تجلب التيسير"(الاشباہ والنظائر:۱/۱۵۷)۔

☆☆☆

غیر عربی زبان میں قرآن کی کتابت واشاعت

مفتی محمد اشرف قاسمی گونڈوی☆

فارسی زبان میں عربی سے کافی مماثلت ہونے کے باوجود اشاعت قرآن کی ممانعت ہے۔ دوسری زبانیں جو عربی کے مماثل ہونے کے بجائے مغائر ہیں۔ عربی رسم الخط کے خلاف بائیں جانب سے لکھی جاتی ہیں۔ ان کے کچھ حروف، عربی کے الگ الگ حروف کی طرح ممتاز اور متفرق آوازیں نہیں دیتے ہیں، جیسے کہ س، ش، ص، اور ذ، ز، ظ۔ ان حروف کی تحریری شکلیں الگ الگ ہیں اور کلموں کے ساتھ ان کے الگ الگ معانی ہوتے ہیں۔ اگر ص کی جگہ س، یا ش یا ز کے بجائے ظ اور ج لکھا اور پڑھا جائے تو کلموں کے معانی ومفاہیم میں زمین آسمان کا فرق ہو جائے گا۔ انگریزی میں ذ، ز، ظ، کے لئے ''Z'' اور س، ص ''S'' کے ہو سکتے ہیں جن سے اصل معنی کے برخلاف متضاد معانی پیدا ہو جانے کا قوی امکان ہے۔ یہی حال دوسری زبانوں میں عربی کو تحریر کرنے سے ہوگا۔ جس سے عربی الفاظ کے معانی صحیح طور پر واضح نہیں ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح قرآن میں مختلف کلمات ایسے ہیں جن کی کتابت کے مطابق قرأت نہیں ہوتی ہے، بلکہ تلاوت کے وقت ان کے کچھ حروف چھوٹ جاتے ہیں جیسے: ''بئس الاسم الفسوق بعد الإ یمان..'' (سورہ الحجرات:) اور ''لا نتم أشد رهبة ...'' (سورہ الحشر)۔

اسی طرح اسماء موصولہ اور دوسرے موقعوں کے الف لام تعریف اور حروف مدہ آ، یٓ، وٓ، اور حروف مدہ کی شکلوں میں ءٓ، لام تاکید کے بعد الف، وغیرہ کی آوازیں قرأت میں نہیں آتی ہیں۔ دوسری زبان میں ان کی کتابت کے وقت تلفظ کی رعایت ہوگی تو یہ سب چھوٹ جائیں گے اور اگر ان حروف کی رعایت میں کتابت کی جاتی ہے تو ایک قرأت اور نیا تلفظ الفاظ قرآنی کی ادائیگی میں آجائیں گے۔ جو کہ اصول تلاوت وتجوید قرأت کے خلاف ہوگا۔ انگریزی میں کسی لفظ کے تلفظ کی رعایت میں اردو یا کسی اور زبان میں اس کی کتابت کی جائے تو اسی لفظ سے ملتے جلتے دوسرے الفاظ سے وہ متشابہ

☆ صدر مفتی دار الافتاء شہر مہد پور ضلع اجین ایم پی۔

ہونے کی وجہ سے اپنا معنی صحیح طور سے دینے سے قاصر ہوتا ہے۔اوراس لفظ کا متعین مصداق اور مراد سمجھنے کے لئے اس لفظ کے حروف جاننے کی کوشش کی جاتی ہے۔اوراصل زبان میں اس لفظ کے حروف کے ذریعہ ہی اس کا مقررہ معنی معلوم کیا جاسکتا ہے۔یہ حال عربی کا بھی ہے، محض تلفظ سے PRONUNCIATION کا درست معنی نہیں معلوم ہوسکتا ہے، بلکہ اس لفظ میں موجود عربی حروف سے متعین معنی معلوم ہوسکتا ہے۔دوسری زبان میں اس کی کتابت کے بعداس کے معنی اور مقصود کی تعیین کے لئے لفظوں کی اصل حروف کی طرف مراجعت کی برابر ضرورت پڑتی رہے گی۔اس لئے شرعی نقطہ نظر کے علاوہ عقلی طور پر بھی قرآن دوسری زبان کے رسم الخط میں شائع کرنا غلط ہے۔

انگریزی زبان کے الفاظ کو جب ہم اردو یا دوسری زبان میں لکھتے ہیں توان الفاظ کے تلفظ اصل انگریزی عبارات سے مختلف ادا ہوتے ہیں اور انگریزی زبان سے انسیت رکھنے والے انگریزی کے علاوہ دوسری زبان کے رسم الخط میں پڑھنے کے بجائے انگریزی کو انگریزی رسم الخط ہی میں پڑھنے میں سہولت اور بہتری سمجھتے ہیں۔اور انگریزی کیا؟ بلکہ دنیا میں شاید کوئی ایسی زبان ہو جس کی کتابت اس کے اصل رسم الخط کے علاوہ دوسری زبان کے رسم الخط میں ہوتی ہو(اس عموم سے اردو کو مستثنیٰ رکھا جائے، کیونکہ سرکاری اور غیر سرکاری عاشقان ہندی کی کوشش ہے کہ اردو کو ہندی رسم الخط میں لکھا جائے۔یہ ان کی طرف سے مسلمانوں کے لئے قابل ستائش کوشش ہے۔اس کا پہلا فائدہ یہ ہوگا کہ اردو بالکل ختم ہوجائے گی اور اس راستے سے اردوداں افراد ہندی سیکھتے اور سمجھتے ہوئے اردو سے آزاد ہوجائیں گے اور اگر دینی بیداری ہوگی تو پھر دین کے نام پر اردو سیکھنے کے بجائے براہِ راست قرآن اور احادیث رسول ﷺ کی زبان ''عربی'' سیکھنے کی کوشش کریں گے۔کیونکہ ایک مسلمہ حقیقت ہے عربی زبان میں بات کرنا رسول اللہ ﷺ کی دائمی سنت ہے، نیز مخاطب اقوام کو ان کی زبان میں احکام الٰہی کی تعلیم کرنا بھی مقصدِ نبوت رہا ہے، سلسلہ نبوت کے خاتمہ کے بعد یہ ذمہ داری امتِ مسلمہ کے سر ڈالی گئی ہے۔اردو کی وجہ سے مسلمانانِ ہندان دونوں (عربی بول چال اور دعوت الی الاسلام جیسی) عظیم سنتوں کے تارک ہیں، جب تک اردو زندہ ہے اس وقت تک مسلمان اسلامی اور دعوتی دونوں زبانوں کی طرف توجہ نہیں دے سکتے ہیں) یہ ایک فطری بات ہے کہ کوئی زبان اس کی اصل رسم الخط میں پڑھی جائے، اسی طرح قرآن کو پڑھنے کے لئے عربی زبان میں لکھنا ضروری ہے۔

تعلیم اور غیر عربی افراد کو قراٗت قرآن میں سہولت کے پیش نظر جب اعراب لگانے کا خیال ہوا تو اس کی بھی مخالفت ہوئی اور ضرورت کے تحت اعراب ونقاط اور کچھ نشانات کے لگانے کی اجازت دی گئی۔

''ویکره التعشیر(۱) والنقط فی المصحف، بقول(۲) عبدالله بن مسعود رضی الله عنه ،و قال المتأ خرون: هو فی زما ننا حسن، خصو صًا للعجم۔ و فی الحا شیه:(۱)التعشیر هو جعل العواشر

فی المصحف، و هو کتا بة العلا ما ت عند منتهی عشر آ یا ت(ردالمحتار مع الدر جلد ۹ ص ۵۵۴ فصل البیع)(۲) و هو هکذا" جردو القرآن، لاتلبسو ا به ما لیس منه(مصنف عبدالرزاق، الصیام، باب ما یکرہ ان یصنع فی المصاحف ۴ / ۳۲۳)" (مختارات النوازل جلد ۲ ص ۴۷ مطبوعہ ایفا پبلیکیشنز ،نئی دہلی)۔

و فی الدر مع الرد۔

"تحلیة المصحف و تعشیره و نقطه، أی إظهار إعرا به، به یحصل الرفق جدًاخصوصًا للعجم فیستحسن، وعلی هذا لا بأ س بکتا بة آسامی السور و عدّ الآی وعلا ما ت الوقف و نحو ها، و یکره تصغیر مصحف و کتابته بقلم دقیق یعنی تنزیهًا، وفی الشا میه: وقو له أی إظها ر إعرا به، تفسیر للنقط، قال فی القا موس:لا یظهر به الإ عراب إنما یظهر با لشکل فکأنهم أرادو ما یعمه، قوله وبه یحصل الرفق أشارا إلی ماروی عن ابن مسعود'جردو القرآ ن کان فی زمنهم' کم من شیئٍ یختلف با ختلاف الزمان وا لمکان کما بسطه الزیلعی و غیره، و قوله: وعلی هذا أی علی اعتبار حصول الرفق، قوله و نحوها کا لسجدة و رموز التجوید "(شامی جلد ۹ ص ۵۵۴ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع ۔زکریا)

اعراب کے اظہار کی گنجائش اور اجازت کے ساتھ بعض لوگوں نے ان نشانات،یعنی اعراب کوقرآنی کلمات میں انضمام سے بچانے کے لئے یہ بھی کہا ہے کہ ان نشانات کوقرآنی عبارات والی روشنائی کے بجائے کسی دوسری روشنائی سے لکھا جائے۔

مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''عربی رسم خط میں زیر زبر وغیرہ حرکات اگر چہ کلمات سے بالکل جدااور ممتاز ہوتی ہیں،مگر اس کے باوجود علمائے سلف کو اس میں بھی اختلاف کی نوبت پیش آئی کہ قرآن کی عبارت پر یہ حرکات لکھنا بھی جائز ہے یا نہیں؟ بعض حضرات نے اس کو بھی مکروہ سمجھا۔بعض نے صرف مواضع مشکلہ میں بضرورت اجازت دی علامہ دانیؒ جنھوں نے رسم خط قرآن پر مستقل کتاب تصنیف کی اس میں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ اعراب (حرکات زیر زبر وغیرہ) اور نقطے سُرخی سے لکھے جاویں،تاکہ قرآن کی اصل عبارت سے ممتاز رہیں۔

علامہ نوویؒ اور جمہور فقہاء نے اس کی مطلقاً اجازت دی،کیونکہ عربی رسم خط میں اعراب مستقل جداگانہ چیز ہے اُس کا اختلاط کلمات وحروف کے ساتھ نہیں ہوسکتا (کذاذکرہ السیوطی فی الاتقان مفصلاً ص ۱۷۱ / جلد ۲) ''(حضرت مفتی محمد شفیعؒ۔ جواھر الفقہ ص ۷۷ جلد ارسالہ تحذیر الانام عن تغییر رسم من مصحف الامام)۔

دوسری زبان میں قرآن کتابت کے وقت اعراب بھی کلمات کا حصہ بن سکتے ہیں، جیسے کہ انگریزی اور ہندی میں اعراب حروف کی شکل میں آتے ہیں، اس طرح اعراب بھی کلام کا حصہ بن جائیں گے جو کہ قرآن میں زیادتی اور اضافہ ہوں گے، یہ بھی قرآن پر بہت ظلم ہوگا۔

قرآن کو دوسرے رسم الخط میں شائع کرنے کی سوچنے سے بھی پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ کیا قرآنی کلمات اور الفاظ و عبارات جن کی کتابت حضرت عثمان کے دور میں ہوئی ہے ان کو کچھ بھی تبدیل کر سکتے ہیں؟ قرآن میں بہت سے مقامات پر ایسے کلمات آتے ہیں جن میں ت ی ب ث کا شوشہ نکلا رہتا ہے اور کوئی نقطہ وغیرہ نہیں ہوتا اور مروجہ قرأت (بروایت إمام أبو حفصؒ) میں انھیں پڑھا بھی نہیں جاتا ہے پھر بھی یہ شوشے چودہ سو سال سے لکھے جارہے ہیں۔ ان شوشوں کا ترک گوارہ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی تعالی عنہ کے ذریعہ جو مصحف تیار ہوا اس میں ادنی درجے کا ردوبدل کرنا بھی تحریف قرآن ہی ہے اس لئے غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت بھی ممنوع ہے قرآن کی کتابت تو دور کی بات! قرآن میں حضرت عثمانؓ کے ذریعہ مقرر کردہ حرفوں کی ترتیب میں کمی بیشی اور حک وفک بھی گناہِ عظیم ہے۔ مصحف عثمانی کے خلاف قرآن کی کتابت سے متعلق علامہ شرنبلالیؒ صاحب ''نورالایضاح'' کی ایک کتاب: ''النفحة القدسية فی أحكام قرأة القرآن و كتابته بالفارسية'' کے حوالے سے حضرت مفتی محمد شفیع عثمانیؒ نے عدم جواز کی تفصیلات ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اس میں مذاہب اربعہ، حنفیہ شافعیہ مالکیہ اور حنابلہ کی مستند کتب سے اجماع امت اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن کی کتابت میں مصحفِ امام کے رسمِ خط کا اتباع واجب ولازم ہے غیر عربی عبارات میں اس کا لکھنا حرام ہے اور اسی طرح غیر عربی خط میں اس کی کتابت ممنوع وناجائز ہے اس کے چند جملے اس جگہ نقل کئے جاتے ہیں:

''.....ومنها ما فی الدراية أنه يمنع من كتابة المصحف بالفارسية أشد المنع، و أنه يكون معتمدًا زنديقًا....... و يحرم أيضا كتابته بقلم غير العربی انتهی(ثم قال الحافظ ابن الحجر) و فی كتابة القرآن العظيم بالعجمی تصرف فی اللفظ المعجز الذی حصل التحدی به بما لم يرو(إلی قوله)، لأن الألفاظ العجمية فيها تقديم المضاف إليه علی المضاف، و نحو ذالک مما يخل بالنظم و يشوش الفهم، وقد صرحوا بأن الترتيب من مناط الإعجاز و هو ظاهر فی حرمة تقديم آية علی آية يعنی كلمة علی كلمة كتقديم المضاف إليه علی المضاف و نحوه مما يحرم ذالک قرأة فقد صرحوا بان الكتابة بعكس السور مكروهة وبعكس الآيات محرمة (نصوص الجلیلیۃ ص ۲۵، جواہر والفقہ جلد اول ص ۸۱/ ۸۲/ ۸۳/ ۸۴/ ۸۵/ رسالہ تحذیر الانام عن تغییر رسم الخط من مصحف الامام)۔

ان اقتباسات سے ان تمام شبہات کا بھی پورا جواب ہوگیا جو رسم خط یا زبان بدلنے والے حضرات پیش کرتے ہیں۔ کہ اس میں عجمیوں کے لئے قرآن پڑھنے میں سہولت ہے۔ خداوند سبحانہ نے قرأتِ قرآن کے آسان کردینے کا کھلے لفظوں میں خود اعلان فرمایا ہے:" **و لقد یسر ن القر آ ن للذ کر فھل من مد کر** "(سورۂ قمر:۱۷)، اس کا مشاہدہ سب کی آنکھوں کے سامنے آگیا کہ ہر ملک اور ہر زبان والے قرآن کو ایسا پڑھنے لگے کہ اپنی مادری زبان کی کتابوں کو بھی ایسا نہیں پڑھ سکتے۔ اور انھیں اہل عجم میں ایسے سیکڑوں حضرات ہوئے جو تجوید قرآن اور دیگر علوم قرآنیہ کے امام بن گئے۔ اس لئے تعلیم کی غرض سے بھی پورے قرآن کو عربی عبارت کے ساتھ یا تنہا کسی دوسرے رسم الخط میں لکھنا جائز نہیں ہے۔ پورے قرآن کو غیر عربی میں لکھنے کا مطلب اصلی زبان عربی سے فرصت اور گلوخلاصی حاصل کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، اس لئے نہ غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن کی اشاعت درست ہے اور نہ ہی عربی عبارت کے ساتھ۔

بریل کوڈ میں قرآن کی کتابت:

قرآ ن کی کتابت سے متعلق کچھ آداب علامہ ابن عابدین شامی نے تحریر فرمائے ہیں وہ درج ذیل ہے:

" **قو له ویکره تصغیره: أی تصغیر حجمه وینبغی أن یکتبه بأحسن خط وابنیه علی أحسن و رق وأبیضه بأفخم قلم و أبرق مداد، و یفرج السطور و یفخم المصحف** "(شامیہ ردالمحتار مع الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع۔ جلد ۹ ص ۵۵۴ زکریا)۔

بریل کوڈ کی ایجاد ایک خدائی نعمت ہے۔ اس کی ترقی اور ترویج میں مسلمانوں کو بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔ یہ صرف نابینا افراد کے لئے ہی مفید نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ذریعہ نابینوں کی تعلیمی صورت حال کی اصلاح اور ترقی سے بینا افراد کو بھی اپنے بہت سے کاموں میں مدد حاصل ہوگی۔ اسلامی نقطہ نظر سے بریل کوڈ قابلِ قدر تعلیمی ذریعہ ہے۔ اس میں قرآن کی اشاعت سے متعلق بھی مسائل قابل توجہ ہیں۔ بریل کوڈ چونکہ کوئی مستقل تحریر نہیں ہے، بلکہ نقطے کو حروف کے قائم مقام ٹھہرا کر انھیں سے مفرد اور مرکب حروف فرض کئے جاتے ہیں۔ ان مرکب حروف سے الفاظ اور کلمات مقرر ہوتے ہیں۔ اگر اس میں مزید کوشش کی جائے تو عام حروف والفاظ اور جملے بنائے جاسکتے ہیں۔ اس طرح کی کامیابی حاصل کرنا اب کوئی مشکل نہیں ہے، کیونکہ مروجہ بریل کوڈ میں حروف نہیں ہوتے ہیں، بلکہ محض نقطوں کے جوڑ توڑ سے لٹریچر اور نصابی کتب تیار کرلی گئیں۔ تو پہلے سے موجود اور قائم حروف کو بدرجہ اولی نابینا افراد کے لئے مفید بنایا جاسکتا ہے۔ وہ دینی تعلیمی ادارے جو بریل کوڈ کی مدد سے نابینا افراد کو زیور تعلیم سے آراستہ کررہے ہیں۔ وہ اس عظیم اختراعی کام میں سبقت حاصل کرسکتے ہیں۔ اس لئے انھیں اللہ کا نام لے کر اس کام کو عملی شکل دینے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالی کسی مسلمان کو اس کی توفیق دے جو بریل کوڈ کو زمین بنا

کر نقطوں کے بجائے حروف کے ابھار اور لمس سے نابینا افراد کی تعلیم کا سلسلہ شروع کرے۔ امین ثم آمین۔ اگر ایسا ہو جائے کہ نابینا کو پڑھنے کے لئے بالکل اسی طرح حروف جوڑے جائیں اور اُن کے فہم وادراک کے لئے بریل کوڈ کی طرح کاغذ پر ابھار رکھا جائے۔ تو پھر اس کی کتابت میں ابھار کی پوری اجازت کے ساتھ حروف اور تحریر میں مصحف عثمانی کا اہتمام اور اتباع کرنا ضروری ہے۔

چونکہ بریل کوڈ حروف ہی نہیں ہیں۔ اس لئے اس میں مصحف عثمانی کی اتباع تو دور کی بات! اس کو عربی تحریروں سے بھی مربوط نہیں کیا جاسکتا ہے۔ جس کے متعلق کوئی شرعی حکم لگایا جاسکے ایسی غیر واضح تحریروں سے متعلق علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں:

" ومستبين غيرمرسوم كا لكتابة على الجدران و أوراق الأ شجار أوعلى الكا غذ لا على وجه المعتاد، فلا يكون حجة إلا با نضمام شيئٍ أخر إليه........ لأن الكتا بة قد تكون للتجربة و نحوها و بهذه الأشياء تتعين الجهة..... و غير مستبين كا لكتابة على الهوا ء أوا لما ء و هو بمنزلة كلام غير مسموع ولا تثبت به شيئى من من الأحكام، وإن نوى اه" (شامی جلد ۱۰/ص ۴۶۱/زکریا)۔

حروف تہجی پر احکام جاری ہوتے ہیں۔

" قوله كالتهجى قال فى الو هبانية: وليس التهجى فى الصلا ة بمفسد ولا مجزئً عن واجب الذكر فا ذكروا والمسئلة فى القنية: قال الشربنلا لى فى شرحها صورتهاشخص قال فى صلا ته س ب ح ا ن ال ل ه با لتهجى أو قال اٗ ع ذ ب ا ل ل ه م ن ال ش ط أن لا تفسد، لكن فى البزازية خلا فه حيث قال: تفسد بتهجية قدر القر أ ة ،لأنه من كلام الناس: ولا يجزئ عن القرأ ة فى الصلاة؛ لأنه لم يقرأ القر آ ن ولا يفسد؛ لأنه الحروف التى فى القر آ ن اه" (شامی جلد ۲/۱۸۶/زکریا)۔

لیکن عربی حروف اور حرفوں کی ترکیب اور اس سے الفاظ وکلمات کی وضع کے لئے بھی بریل کوڈ کے نقطے مقرر ہیں۔ اس لئے قرآن کو بریل کوڈ میں لکھنے کے لئے سب سے پہلی بات ترتیب قرآنی کا التزام ضروری ہے۔ تاکہ تلاوت اور ورق گردانی کی ترتیب درست رہے۔ یہ نقطے چونکہ اپنی ذات میں حروف کی کرامت سے خالی ہیں، اس لئے ان نقطوں کو قرآنی عظمت نہیں حاصل ہوگی، البتہ یہ اعرابِ قرآنی کے درجے میں ہوسکتے ہیں، کیونکہ غیر عربی داں، جس طرح اعراب کی مدد سے قرآن پڑھتا ہے اور اسی طرح یہاں، نابینا ان نقطوں کی مدد سے! جس طرح عجمی بینا کے لئے اعراب، قرأت قرآن میں معاون ومددگار ہیں اسی طرح یہ نقطے نابینا کے لئے۔ اعراب اور نقطوں میں مزید فرق یہ ہے کہ اعراب، قرآنی حروف کے ساتھ ہوتے

ہیں اور نقطے قرآنی حروف کے ساتھ نہیں ہوتے ہیں، اس لئے ان کا احترام تو کرنا چاہئے اور کتب فقہ اور دوسرے دینی رسائل اور کتابوں کی طرح ان کا اکرام کرنا ضروری ہے، لیکن قرآن کی طرح انھیں چھونے کے لئے وضو کا اہتمام کرنا لازم نہیں ہونا چاہئے، البتہ تلاوت کے لئے باوضو ہونے کی جو فضیلت ہے اس کا االتزام کرنا چاہئے (الردمع شامی ا/۳۲۱ زکریا)۔

موبائل میں قرآن مجید:

موبائل میں قرآن درحقیقت اسی طرح ہوتا جس طرح انسان کے دماغ اور سینے میں ہوتا ہے اور یہ ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے۔ وہ خواہ کسی بھی (پاک، ناپاک) حالت میں ہو۔ اس لئے موبائل میں قرآن کی صوتی ریکارڈنگ اور تلاوت کے لئے قرآنی تحریروں کو محفوظ کرنا درست ہے۔ یہ ریکاڈنگ یا تو موبائل میں ہوتی، یا پھر چِپ میں۔ دونوں کے احکام ایک ہی ہیں۔ جب تک ان کو جاری On Or Open نہ کیا جائے اس وقت تک ان کی آواز یا تحریر دکھائی اور سنائی نہیں پڑتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ قرآن کی کوئی آیت یا سورت اسکرین پر کرلی جاتی ہے۔ اس کو باوضو اور بے مس کرنے سے متعلق مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ اصل کتابت کانچ کے اندر، بلکہ میموری میں ہے، اس لئے اوپر ہاتھ لگانے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ اس طرح تحریروں کو اس طور پر چھونے سے متعلق متعدد نظائر کتب فقہ موجود ہیں۔ بغیر وضو کتابت قرآن سے متعلق مسئلہ بیان کرتے ہوئے ''ردالمحتار'' کی ایک عبارت پر علامہ شامی کی تشریح درج ذیل ہے:

''ولا تكره كتا بة القر آ ن و الصحيفة أو اللو ح على الأرض عند الثا نى و قوله على الصحيفة قيد بها، لأن نحو اللوح لا يعطى حكم الصحيفة؛ لأنه لا يحرم إلا مس المكتو ب'' (شامیہ جلد ا/۱۷۳رزکریا)۔

موبائل کے اسکرین پر قرآن کی آیت دِکھتی تو ہے لیکن اس کے اوپر کانچ GLASS ہوتا ہے وہ مکتوب سے اگر چہ جڑا ہوتا ہے، لیکن یہ کتابت، کتابت الصحیفہ نہیں ہے، اس لئے اوپر کانچ کو بلا وضو چھوا جاسکتا ہے۔ نیز ایک اور جزئیہ سے اس کو تقویت ملتی ہے کہ تعویذ جس میں آیت قرآنی لکھی ہو۔ اس پر موم لگایا ہو۔ اس کو کسی غلاف میں رکھا جائے تو وہ غلاف اگر چہ اس سے متصل ہے، لیکن درمیان میں موم کی وجہ سے غلاف کو منفصل مانا جائے گا۔ اور اس کو اس دوسرے غلاف سے چھونا اور اس کے ساتھ بیت الخلا میں ڈاخل ہونا جائز ہے۔

''قو له رقية و الظا هر المراد بها ما يسمو نه الآ ن بالهيكل و الحمائل ا لمشتمل على الآيات القر آ نية، فإذا كان غلا فه منفصلًا عنه كا لمشمع و نحوه جاز دخول الخلاء به و مسه و حمله لكتب،

و يستفاد منه ما كتب من الآ يات الد عا و الثنا ء، لا يخرج عن كو نه قر آ نًا بخلاف قرأ ته بهذه النية، فإن النية تعمل في تفسير المنطوق المكتوب "(الردمع الشامیۃ جلداول ص ۳۲۱/ ۳۲۲ رزکریا)۔

موبائل اسکرین پرمکتوب آیات اورسورت کوانگوٹھی پرتحریر، اسمِ الٰہی کے مسئلہ سے بھی مربوط کیا جاسکتا ہے۔ چونکہ موبائیل فون، ہر وقت لوگ پاس ہی میں رکھتے ہیں اس لئے قرآن کو بیگ وغیرہ میں رکھنے کے جو احکام ہیں وہ بھی ایسے موبائیل کے لئے مشعل راہ ہیں۔ اسکرین کو چھونے اور ایسے موبائل کو بیگ وغیرہ میں رکھنے سے متعلق فتاوی بزازیہ کی درج ذیل عبارت کافی واضح ہے:

"**و يكره و ضع قر طاس عليه اسم الله تعالى تحت الطُنفُسَة و الجلوس عليهاوقيل: لا يكره كما لو و ضعه في بيت و جلس على سطحه و لو وضع المصحف على الخُرُج ر كِب عليه في السفر لابأ س كو ضع المصحف تحت را ٔ سه للحفظ ولغيره يكره۔ ... دخل الخلاء وفي جيبه درم عليه اسم لله تعا لى اورآ ية من القر آ ن لا بأ س به ولو على خا تمه اسم الله تعالى يجعل الفص باطن الكف**" (الفتاوی البزازیۃ جلداول علی ھامش الھندیۃ الجزأ الرابع ص ۳۷ مطبوعہ دارالکتاب دیوبند نیز دیکھئے: ارات النوازل جلد ۳ ص ۷۵ /ایفا پبلیکیشنز دہلی)۔

موبائل کے باڈی کوغلاف مان کراسکرین پر موجود قرآنی عبارتوں کو بلاوضو چھوا جاسکتا ہے۔ لیکن عام حالات میں جس طرح قرآن کو بلاوجہ کھلا نہیں رکھنا چاہئے اسی طرح اسکرین پر عام حالات میں بلاوجہ قرآن کی عبارت نہ رکھی جائے، تاکہ بے ادبی سے حفاظت رہے۔

☆☆☆

قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت

مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی☆

۱- متن قرآن کے بغیر کسی بھی زبان میں تنہاء ترجمہ قرآن کی اشاعت کسی بھی حال اور کسی بھی عذر مزعومہ کے پائے جانے کی صورت میں درست نہیں ہے اور نہ اس کا خریدنا، تقسیم کرنا اور ہدیہ کرنا جائز ہے۔

علامہ حسن شرنبلالی: ''صاحب نورالایضاح'' رقمطراز ہیں ''وأما كتابة القرآن بالفارسية فقد نص عليها فی غير ما كتاب من كتب ائمتنا الحنفية المعتمدة منها ما قاله مؤلف الهداية الإمام الأجل شيخ مشائخ الاسلام حجة الله تعالىٰ علىٰ الأنام برهان الدين أبو الحسن علی بن ابی بكر المرغينانی الكبير رحمه الله تعالىٰ فی كتابه التجنيس والمزيد ما نص: ويمنع من كتابة القراٰن بالفارسية بالإجماع؛ لأنه يؤدی للإخلال بحفظ القراٰن لأنا أمرنا بحفظ النظم والمعنی، فإنه دلالة علی النبوة، ولأنه ربما يؤدی إلی التهاون بأمر القراٰن انتهی''۔

عدم جواز کے باوجود اگر بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت کردے تو اسے بلا وضو چھونے کی اجازت نہیں ہوگی اس لیے کہ وہ قرآن کے حکم میں ہوگا، جیسا کہ خلاصہ نامی کتاب میں ہے'' ولو كان القراٰن مكتوبا بالفارسية يكره لهم مسه عند أبی حنيفة، وكذا عندهما علی الصحيح هكذا فی الخلاصة (جلد ۱/ ۲۴، بحوالہ جواہر الفقہ جلد ۱/ ۱۱۳)۔

۲- غیر عربی رسم الخط (ہندی، انگریزی، وغیرہ) میں قرآن کا چھاپنا درست نہیں ہے'' اجماع صحابہ وتابعین اور باتفاق ائمہ مجتہدین پوری امت محمدیہ علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک قرآن مجید کی کتابت میں مصحف عثمانی جس کو اصطلاح میں امام کہا جاتا ہے اس کا اتباع واجب ہے، اس کے خلاف کرنا تحریف قرآن اور زندقہ کے حکم میں ہے اور خصوصا کلمات قرآنی کی ترتیب بدلنا یا اس میں کسی حرف کی کمی زیادتی کرنا تو کھلی تحریف ہے جس کو کوئی ملحد بھی صراحۃ تجویز نہیں کرسکتا۔

☆ مفتی دارالافتاء مدرسہ اسلامیہ قرآنیہ فیض العلوم، خانقاہ بوڑیہ 135101 ضلع یمنا نگر، ہریانہ۔

”وقال اشهب: سئل مالک هل یکتب المصحف علی ماأحدثه الناس من الهجاء قال: لا، إلا علی الکتبة الأولی رواه الدانی فی المقنع، ثم قال: ولامخالف له من علماء الأمة “۔

اسکے بعد لکھا ہے:

”وقال الإمام احمد: ویحرم مخالفة خط مصحف عثمان فی واو أو یاء أوالف أو غیر ذلک“ (اتقان ص ر ۱۶۷ج ر ۲)۔

”وقال البیهقی فی شعب الإیمان: من یکتب مصحفا فینبغی أن یحافظ علی الهجاء الذی کتبوا به تلک المصاحف ولایخالفهم فیه ولا یغیر مما کتبوه شیئا،فإنهم کانوا أکثر علما وأصدق قلباولسانا وأعظم أمانة فلاینبغی أن نظن بأنفسنا استدراکا علیهم “

اس کے چند صفحہ بعد تحریر فرمایا ہے:

”وهل تجوز کتابته بقلم غیر العربی قال الزرکشی: لم أر فیه کلاما لأحد من العلماء قال ویحتمل الجواز؛ لأنه قد یحسنه من یقرأ بالعربیة والأقرب المنع کما تحرم قرائته بغیر لسان العرب ولقولهم القلم أحد اللسانین والعرب لا تعرف قلماغیر العربی وقال تعالی: بلسان عربی مبین “ (اتقان ص ا ۱۷ ا ج ا ۲ بحوالہ جواہر الفقہ ۱/۸۵)۔

جس زبان میں ہم عربی رسم الخط اور رسم عثمانی کو باقی رکھتے ہوئے قرآن کی کتابت کریں گے اس میں بھی عربی حروف کے نہ ہونے اور اصل مخارج وصفات سے ان کو ادا نہیں کرنے کی وجہ سے استعلاء، اطباق، اور استطالت وغیرہ کو ضائع کردیں گے، نیز عربی میں اعراب کو لفظوں سے جدا لکھا جاتا ہے، لیکن ہندی انگریزی وغیرہ میں لفظوں کے اندر لکھا جاتا ہے اس سے بھی تحریف کی شکل پیدا ہوگی، لہذا مذکورہ بالا وجہوں کی وجہ سے عربی رسم الخط اور رسم عثمانی کو باقی رکھتے ہوئے قرآن کی کتابت دوسری زبان میں کرنا اور دونوں کا ساتھ اشاعت کرنا یا الگ اشاعت کرنا دونوں ناجائز ہوگا۔

۳- بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت درست نہیں ہے، کیونکہ یہ نہ تو رسم الخط ہے نہ رسم عثمانی جس رسم عثمانی کی کسی بھی صورت میں مخالفت کی اجازت نہیں دی گئی ہے خواہ وہ رسم الخط عربی ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ مفتی شفیع صاحبؒ اپنے فتوی میں تحریر فرماتے ہیں” خلاصہ یہ ہے کہ رسم خط عثمانی کا اتباع لازم وواجب ہے اس کے سوا کسی دوسرے رسم خط میں اگر چہ وہ بھی عربی ہی کیوں نہ ہو قرآن کی کتابت جائز نہیں، مثلا اوائل سورت میں” بسم الله“ کو مصاحف عثمانیہ میں بحذف الف لکھا ہے اور ”اقرأباسم ربک“، میں بشکل الف ظاہر کیا گیا ہے اگر چہ پڑھنے میں دونوں یکساں بحذف الف پڑھے جاتے ہیں

مگر باجماع امت اسی کی نقل واتباع کرنا ضروری ہے اس کے خلاف کرنا عربی رسم خط میں بھی جائز نہیں تو ظاہر ہے کہ سرے سے پورا رسم خط غیر عربی میں بدل دینا کیسے جائز ہوسکتا ہے''

۴- اگر بریل کوڈ میں قرآن مجید چھاپ دیا گیا تو وہ حکما قرآن ہوگا اس کو چھونے کے لیے باوضو ہونا ضروری ہوگا، جیسا کہ خلاصہ نامی کتاب میں ہے''**ولو كان القرآن مكتوبا بالفارسية يكره لهم مسه عند أبى حنيفة، وكذا عندهما على الصحيح** (هكذا فی الخلاصۃ (جلد ۱/ ۲۴) بحوالہ جواہر الفقہ جلد ۱/ ۱۱۳) چھاپنا درست نہیں، لیکن ایسا کرلیا گیا تو اس کا ادب واحترام ہر حال میں قرآن جیسا ہی ہوگا اس کی بے ادبی جائز نہ ہوگی''**ثم كتب عليه شيخ الأئمة الشافعية بعصرنا و مصرنا هو العلامة شمس الدين محمد شوبرى الشافعى حفظه الله تعالىٰ ما صورته أنه إذا كتب بغير العربية هل يحرم مسه و حمله أولا، الأظهر فى الجواب نعم، إذا يخرج بذالك عن كونه قرآنا، وإلا لم تحرم كتابته فليراجع انتهى**''۔

۵- موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید کے حروف دکھائی دے رہے ہوں تو موبائل کو ہاتھ میں لینے یا اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے''**يمنع دخول مسجد (الى قوله) مسه أى القرآن، ولوفى لوح أو درهم أو حائط**''(شامی زکریا ۱/ ۴۸۸) جب وہ پروگرام بند ہو یا موبائل بند ہو تو پھر موبائل کے ڈھانچہ کو ایسا غلاف تصور کیا جائے گا جس کو بے وضو چھونے کی گنجائش ہوگی''**فلو نقش اسمه تعالىٰ او اسم نبيه ﷺ استحب أن يجعل الفص فى كمه إذا دخل الخلاء**''(شامی زکریا ۹/ ۵۱۹)۔

☆☆☆

بغیر متن کے ترجمۂ قرآن کی اشاعت

مولانا عبد العظیم ندوی ☆

قرآن پاک نظم و معنی دونوں کے مجموعے کا نام ہے، یہی وجہ ہے کہ اصول فقہ میں قرآن کریم کی یہ تعریف کی گئی ہے، کہ "هو النظم والمعنى جميعًا" اس لئے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام پر ان دونوں کی حفاظت لازم اور ضروری ہے، اور تنہا ترجمۂ قرآن متن سے منفصل کر کے شائع کرنے سے بہت سے مفاسد حالیہ و مآلیہ پیش آنے کا امکان ہے. جن مفاسد کی طرف بہت سے فقہاء اسلام نے اشارہ فرمایا ہے، ہم ان ہی فقہاء میں سے فقیہ بے مثال حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کے فتوی میں موجود چند مفاسد کو اختصاراً پیش کرتے ہیں۔

۱- تشبہ باہل کتاب لازم آتا ہے اور وعید "من تشبه بقوم فهو منهم" (ابوداؤد کتاب اللباس ۵۵۹/۲) کی وعید کے مستحق ہوسکتے ہیں۔

۲- غیر حامل المتن ترجمہ کی اشاعت سے احتمال قوی مثل تورات وانجیل کے ضائع ہونے کا ہے اور حفاظت اصل قرآن مجید کی فرض ہے اور اس کا اخلال حرام ہے۔ اور فرض کا مقدمہ فرض، اور حرام کا مقدمہ حرام۔

۳- عامۃ الناس ایسے ترجمہ کو ایک کتاب خالی از قرآن سمجھ کر ہرگز اسکے لئے وضوء کا انتظام نہ کرینگے، یہ بھی ایک ناجائز امر کا سبب ہوگا، حالانکہ ترجمۂ قرآن کو بھی بلا وضوء چھونا بصراحت فقہاء کرام جائز نہیں۔ "عالمگیری" میں ہے: "ولو كان القرآن مكتوبا بالفارسية يكره لهم مسه عند أبي حنيفةؒ، وكذا عندهما على الصحيح" (۳۹/۱)۔

۴- غیر قابل انتفاع ہونے کی صورت میں ایسے ترجمہ کے اوراق کو دیگر اوراق کی طرح استعمال کرینگے، جیسا کہ اسکا مشاہدہ ہم اپنے زمانہ میں کرتے ہیں کہ اخبارات میں چھپی ہوئی مترجم آیات واحادیث والے ورق کو عامۃ الناس عموماً اپنے استعمالات میں لاتے ہیں۔

☆ مدرسہ جامع العلوم، دسادا، ضلع سریندر نگر، گجرات۔

۵-ترجمہ علحدہ ہونے کی صورت میں اصل سامنے نہ ہونے کی وجہ سے بسا اوقات ترجموں کا اختلاف قرآن پاک کے اختلاف کی طرف منسوب ہوگا، اور اصل سامنے ہونے کی صورت میں یہ اختلاف مترجمین کی طرف منسوب ہوگا۔

صاحب ہدایہ شیخ برہان الدین نے اپنی ''کتاب التجنیس والمزید'' میں ارقام فرمایا ہے: '' **ویمنع من کتابة القرآن بالفارسية بالإجماع ، لأنه يؤدى للإخلال بحفظ القرآن ، لأنا أمرنا بحفظ النظم والمعنى ، فإنه دلالة على النبوة، ولأنه ربما يؤدى إلى التهاون بأمر القرآن**''(جواہرالفقہ ج ۲ ص ۱۰۴ زکریا بکڈپو دیوبند)۔

ہاں ایک دو آیتوں کا ترجمہ کسی زبان میں تنہا شائع کرنے کی اجازت فقہاء کے یہاں ملتی ہے .علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں:''**وفی الکافی: إن اعتاد القرائة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفًا بها يمنع ، فانه فعل أية او ايتين لا ،فان كتب القرآن وتفسير كل حرف و ترجمته جاز**'' (فتح القدیر ۱/۲۹۱)۔

۲-مولانا ظفر احمد عثمانی ترجمۂ قرآن کو تنہا شائع کرنے کے سلسلہ میں اپنے فتوی میں رقم طراز ہیں :

کہ ترجمہ کی یہ صورت شرعاً جائز نہیں، کیونکہ اس صورت میں ترجمہ کا انفصال قرآن سے ممکن ہے، اگر کوئی شخص اس کو قرآن سے بالکل علحدہ رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے، حالانکہ ترجمۂ قرآن اس طرح پر لکھنا جائز نہیں کہ وہ قرآن سے منفصل و علحدہ ہو سکے، بلکہ ترجمہ کو متن کے ساتھ ایسا ملحق ہونا چاہئے کہ اس سے جدا نہ کیا جا سکے، ورنہ بعض خریدار متن عربی کو الگ اور ترجمہ کو الگ رکھنا چاہیں گے جس سے وہ ترجمہ مثل انجیل وتورات کے غیر حامل المتن ہوگا اور اس سے اندیشہ ہے کہ کچھ دنوں میں کتب سابقہ کی طرح لوگوں کے ہاتھوں میں قرآن کا ترجمہ ہی رہ جاوے، اور متن گم ہوجائے یا اس سے توجہ کم ہوجاوے (امدادالاحکام ۱/ ۲۳۹ زکریا بکڈپو دیوبند)۔

فقہاء حنفیہ کے علاوہ دیگر ائمہ کے یہاں بھی اس کی حرام اور ناجائز ہونے کی صراحت ملتی ہے مثال کے طور پر ہم فقہ شافعی کے مشہور عالم ومحدث کبیر حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ کے فتاوی کی عبارت نقل کرتے ہیں: '' **وقد سئل (ابن حجر) هل تحرم كتابة القرآن الكريم بالعجمية كقرائته ؟ فأجاب بقوله قضية ما فى المجموع ، الإجماع على التحريم**''

اسی طرح فقہ حنبلی کے مشہور فقیہ علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ نے المغنی کے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے: '' **استمر الإجماع على قرائة جميع المسلمين القرآن فى الصلوة وغيرها بالعربية كأذكارها وسائر الأذكار والأدعية المأثورة على كثرة الأعاجم**''

الحاصل فقہاء کرام کی مذکورہ بالا عبارات صریحہ کی روشنی میں یہی رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ ترجمۂ قرآن غیر حامل

المتن کی اشاعت بہت سے مفاسد کا پیش خیمہ ہے، اس لئے اس کو شائع کرنا بالکل ناجائز اور حرام ہے اور کیوں ناجائز نہ ہو جبکہ صحابۂ کرامؓ کے دور مقدس میں جب حضرت عثمانؓ نے جمع قرآن کا ارادہ فرمایا اور حضرت زید بن ثابتؓ کاتب وحی کو جمع کا حکم دیا اور حضرت زیدؓ کئی زبانیں جانتے تھے اسکے باوجود قرآن کو دوسری زبانوں میں تراجم کی شکل میں نہیں لکھوایا. جبکہ اس زمانہ میں زیادہ ضرورت تھی آج سے۔

خلاصہ یہ کہ ترجمۂ قرآن غیر حامل المتن کی اشاعت، لکھنا، لکھوانا باجماع امت حرام اور باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع ہے اور جب اس کا شائع کرنا حرام ہوا تو اس کو خریدنا، تقسیم کرنا اور ہدیہ کرنا تعاون علی الأثم کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے.

"**ولاتعاونوا علی الأثم والعدوان**" (سورۃ المائدہ:۲)۔

۳-ترجمۂ قرآن غیر حامل المتن کی اشاعت ناجائز اور حرام ہے، تاہم اگر کوئی شائع کرے تو اس کو بے وضوء ہاتھ لگانا احتیاط کے خلاف ہے، اور مکروہ ہے اسلئے کہ کلام الٰہی کا اصل مقصود یہی معانی ومفاہیم ہیں۔

"**ولو کان القرآن مکتوباً بالفارسیة یکرہ لھم مسه عند أبی حنیفةؒ، وکذا عندھما علی الصحیح**" (الفتاوی الہندیہ ۱/۳۹)۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت

کتب سماویہ میں قرآن کریم ہی کا یہ امتیاز اور خصوصیت ہے، کہ نزول وحی کے برسہا برس گذرنے کے باوجود ادنی سی تحریف لفظی ومعنوی سے محفوظ رہا، ارشاد ربانی: "**إنانحن نزلنا الذکر وإنا له لحفظون**" (سورۂ حجر:۹) کا مظاہرہ اس طرح ہوا کہ خدائے وحدہ لاشریک لہ نے ہر دور اور ہر قرن میں امت میں ایسے افراد کو کھڑا کر دیا جنہوں نے حفاظت قرآن کا مہتم بالشان فریضہ مختلف طرق سے کماحقہ انجام دیا.

حتی کہ رسم الخط عثمانی کی بھی حفاظت فرمائی، چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا لغت قریش پر تحریر فرمایا ہوا قرآن جسکو اصطلاح میں "مصحف امام" سے تعبیر کرتے ہیں تاحال امت کا ہر فرد بشر اس کی اتباع کرتا رہا۔ اور یہی تقاضا تھا ارشاد نبوی ﷺ "**علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین**"، "**المھدیین من بعدی**" (ترمذی، ابوداؤد حدیث نمبر:۴۶۰۷، طبرانی ۱۸/۲۴۷) کا۔

آج کی اس سائنسی وترقی پذیر دنیا میں جبکہ تعلیم وتعلم اور نشر واشاعت کا دور دورہ ہے، قرآن پاک کے تراجم مختلف زبانوں میں شائع کئے جارہے ہیں، یقیناً یہ ایک مستحسن اور پسندیدہ اقدام ہے، لیکن ہمارے بعض ناواقف مسلمان عربی رسم الخط کو دوسری زبانوں انگریزی، ہندی، اردو وغیرہ میں بدلنے کی آوازے اٹھارہے ہیں، جو نہایت ہی خطرناک اور نامناسب

عمل ہے، اس لئے کہ عربی زبان بڑی نزاکت ولطافت کی حامل زبان ہے، معمولی حرکت کے فرق سے بھی معنی ومقصود بدل جاتے ہیں۔

سوال نامہ میں دوسوالات اس سے متعلق ہیں ایک تنہا دوسری زبان کے رسم الخط میں قرآن کی اشاعت کا، دوسرا رسم عثمانی کے ساتھ اس کو شائع کرنے کا؟

دونوں سوالوں کا جواب تقریباً ایک ہی ہے اسلئے ہم دونوں کے متعلق ساتھ میں تحریر کئے دیتے ہیں:

قرآن پاک کی عربی عبارت کو غیر عربی رسم الخط میں لکھنے سے قرآنی رسم الخط جو ایک رکن ہے، اس کا ترک لازم آتا ہے، اور تحریف رسمی لازم آتی ہے جس سے احتراز ضروری ہے، اسلئے کہ قرآنی رسم الخط توقیفی اور سماعی ہے، نیز امت کا عمل تواتر کے ساتھ اسی سے وابستہ رہا ہے، اسکی مخالفت لازم آتی ہے، اور بائیں جانب سے شروع کرنا خلاف سنت اور خلاف ادب ہے اسکا ارتکاب ہوتا ہے۔

اس قدر مفاسد کے ساتھ قرآن پاک کو دیگر رسم الخط میں تحریر کرنے کی قطعاً اجازت نہیں دی جاسکتی، جبکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں اسلامی فتوحات کی وجہ سے مسلمان کئی عجمی ممالک میں اسلامی پرچم لہرا رہے تھے، اسکے باوجود حضرت عثمانؓ نے صرف عربی زبان ہی میں قرآن جمع کروایا، اوراس کے نسخے مختلف ممالک میں بھیجے، نیز آج کے دور کے مقابلے میں اس دور میں تعلیم کا شیوع اتنا نہیں تھا کہ مختلف زبانیں سیکھی جائیں. اسکے باوجود دوسری زبانوں میں نہ لکھوانا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ یہ بالکل ناجائز اور حرام ہے۔ اوراسکی وجہ سے قرآن کے بعض حروف ذ ز، ض ظ وغیرہ کا وجود دوسری زبانوں میں نہیں ہے، ان زبانوں میں سب کا تلفظ یکساں ہوتا ہے.

اس طرح قرآن میں بعض حروف کی کمی، اور کبھی بعض حروف میں اضافہ لازم آتا ہے، جیسے انگریزی میں حرکات کو بشکل حروف لکھا جاتا ہے. اورقرآن میں کمی یا بیشی تحریف کا مترادف ہے۔ اس سلسلہ میں سلف کی عبارت ملاحظہ ہوں:

۴- علامہ سیوطی علیہ الرحمہ اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''الاتقان'' میں لکھتے ہیں:" **القاعد ة العربية أن اللفظ يكتب بحروف هجائيةمع مراعاة الابتداء به والوقف عليه وقد مهد النحاة له أصولا وقواعد ، وقد خالفها فى بعض الحروف خط مصحف الإمام ـ وقال اشهب: سئل مالک: هل يكتب المصحف على ماأحدثه الناس من الهجاء ؟فقال : لا، إلا على الكتبة الأولى ـ رواه الدانى فى " المقنع " ثم قال: ولا مخالف له من علماء الأمة ـوقال فى موضع اٰخر : سئل مالک عن الحروف فى القرآن مثل الواو و الألف ، أترى أن يغيرمن المصحف اذ وجد فيه كذلک ؟ قال : لا ـ قال أبوعمرو : يعنى**

الواو و الألف المزيد تين فی الرسم الممدود تين فی اللفظ نحو : (اولو)۔

وقال الإمام أحمد : يحرم مخالفةمصحف الإمام فی واو أو يا أو ألف أو غير ذلک ۔

وقال البيهقی فی شعب الايمان : من يكتب مصحفا، فينبغی أن يحافظ علی الهجاء الذی كتبوا به تلک المصاحف ، ولا يخالفهم فيه ، ولا يغير مما كتبوه شيئًا، فإنهم كانوا اكثر علماً، وأصدق قلباً ولساناً،وأعظم أمانةً منا ۔ فلاينبغی أن نظن بأنفسنا استدراكاً عليهم " (الاتقان ۲ /۴۰۳ فیصل بکڈپو دیوبند)۔

مذکورہ نصوص صریحہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رسم عثمانی سے ہٹ کر کسی بھی کمی بیشی کو علماء امت نے کبھی سند جواز نہیں دیا.علاوہ ازیں ائمہ اربعہ اورامت کا اجماع بھی اسکے عدم جواز پر ہے. چنانچہ علامہ سیوطی نے الاتقان میں اسکی صراحت فرمائی ہے۔

"لم يجوز احدٌ من الأئمة الأربعة كتابة القراٰن بغير العربية "۔

نیزحضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی کتاب جواہرالفقہ میں بھی مصر کے شیخ القراء شیخ محمد بن علی حداد کےحوالہ سے رسم خط مصحف عثمانی کے اتباع کو بارہ ہزار صحابۂ کرامؓ کے اجماع سے ثابت کیا ہے،اورفرمایا ہے۔

"أجمع المسلمون قاطبة علی وجوب اتباع رسم مصاحف عثمانؓ ومنع مخالفته (ثم قال) قال العلامة ابن عاشر:ووجه وجوبه ماتقدم من إجماع الصحابة عليه ، وهم زهاء اثنی عشر الفاًوالإجماع حجة حسبما تقرر فی اصول الفقه (۲ /۸٦) وفی شرح ابن غازی وقد نقل الجعيری وغيره إجماع الأئمة الأربعة علی وجوب اتباع مرسوم المصحف العثمانی (ص ۱۷۳) وقلت: نبه علی وجوبه من علمائنا الحنفية العلامة الملاعلی القاری فی المنح الفكرية"(ص ۸۵)(امدادالاحکام ۱/ ۲۳۵)۔

خلاصہ یہ ہے کہ مندرجہ بالا گفتگو کی روشنی میں یہی رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ رسم عثمانی کو بدل کر دوسری کسی بھی زبان میں قرآن پاک کولکھنا باجماع امت وائمۂ اربعہ ناجائز اورحرام ہے۔

۵-غیرعربی داں حضرات کی سہولت کا جوعذر پیش کیا جاتا ہےاس سلسہ میں علامہ ابن حجر کےفتوی کی عبارت تحریر کرنا کافی ہوگا،فرماتے ہیں : "وفی كتابة القراٰن العظيم بالعجمی تصرف فی اللفظ المعجز الذی حصل التحدی به بما لم يرو ، لأن الألفاظ العجمية فيها تقديم المضاف إليه علی المضاف ونحو ذلک مما يخل بالنظم ويشوش الفهم "۔ اسکے بعدفرماتے ہیں : "وزعم أن كتابته بالعجمية فيها سهولة للتعليم كذب مخالف للواقع والمشاهدة فلايلتفت لذلک علی أنه لو سلم صدقة لم يكن مبيحا لإخراج

ألفاظ القرآن عما كتب عليه وأجمع عليه السلف والخلف''(جواہر الفقہ ۲/ ۸۲)۔

الغرض قرآن پاک کو دیگر رسم الخط میں لکھنے سے گریز کیا جائے اس لئے کہ قرآن پاک کے پڑھنے اور تلاوت پر جو فضائل وارد ہوئے ہیں وہ سب عربی زبان کے پڑھنے کے سلسلہ میں ہیں بصورت دیگر وہ شخص فضائل سے محروم ہوگا، اور بسا اوقات تحریف کی وجہ سے بجائے ثواب کے عقاب کا مستحق ہوگا، اور حدیث پاک ''رب تال للقرآن والقرآن يلعنه ''کا مصداق ہوجائے گا۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

نابیناؤں کی تعلیم کی سہولت کے خاطر بریل کوڈ جیسی مخلصانہ کوششوں کا اسلام خیر مقدم کرتا ہے، بشرطیکہ حدود شریعت کے دائرہ میں ہو۔ بریل کوڈ جیسا کہ اس کی کیفیت سوال نامہ میں مذکور ہے اور بندہ نے اسکا خود مشاہدہ بھی کیا ہے، کہ وہ موٹے کاغذ پر ابھرے ہوئے نقطوں کی شکل میں ہوتا ہے، جسکو نابینا لوگ اپنی انگلیوں کے لمس سے پڑھتے ہیں، اس لئے اسطرح قرآن پاک کو تیار کرنا عربی رسم الخط اور رسم عثمانی کی مخالفت کا سبب نہیں ہوسکتا، چونکہ رسم الخط حروف وسکنات کے مجموعہ کا نام ہے اور بریل کوڈ کی حیثیت ایک علامت اور اشارہ کی ہے، اس لئے رسم عثمانی کے مفاسد رسم الخط سے متعلق سوال کے جواب میں جو مذکور ہیں وہ یہاں پیش نہیں آسکتے، نیز یہ قرآن ضرورۃً صرف نابیناؤں کے لئے ہوتا ہے اس لئے اس طرح لکھنے سے اصل قرآن کے ضائع ہونے کا مفسدہ لازم نہیں آتا ہے، اس لئے بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنے کی ایسے محتاج نابیناؤں کے لئے گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

بریل کوڈ میں تیار کئے ہوئے قرآن کو چھونے کے لئے باوضوء ہونا ضروری ہے یا وضوء کے بغیر بھی اسکو چھوا جاسکتا ہے؟

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے قرآن کے کیسٹ کو چھونے کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے'' مسئلہ کا دوسرا رخ یہ ہے کہ'' قرآن'' کو چھونے کی ممانعت کا اصل سبب اسکا '' مکتوب ہونا'' نہیں ہے، بلکہ قرآن مجید کا احترام ہے، یہ تحریر الفاظ قرآنی کا نقش ہے جو قرآن مجید پر دلالت کرتا ہے ٹھیک اسی طرح'' کیسٹ'' آواز قرآنی کا نقش ہے جو قرآن مجید پر دلالت کرتا ہے، اس لئے اگر کاغذ کا احترام واجب ہو جن میں الفاظ محفوظ کئے گئے ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان آیتوں کا احترام واجب نہ ہو جن میں قرآن کی آواز کو محفوظ کیا ہو۔ اس لئے آیات قرآنی کے کیسٹ بھی باوضوء چھونا مناسب نہیں ہے اور کم سے کم احتیاط کے خلاف ہے''۔

مولانا کے اس فتوی سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بریل کوڈ کی حیثیت ایک علامت کی ہے نابیناؤں کے لئے جس

کے سہارے وہ قرآن پاک کو پڑھ سکتے ہیں؛ تاہم اس کو فی معنی الکلمۃ قرآن مقدس نہیں کہا جا سکتا اسلئے کہ قرآن کی تعریف اصولیین نے ”**هو النظم والمعنى جميعا** “ سے کی ہے اور یہاں کوئی عبارت موجود نہیں ہے، اس لئے ایسے قرآن کو بلا وضوء چھونا احتیاط کے خلاف ہے، اقرب الی التعظیم یہی ہے کہ اسکو بے وضوء نہ چھوا جائے، اس لئے کہ یہ ذریعہ اور سبب ہے مقدس قرآن کے پڑھنے کا تو جس طرح قرآن کی تعظیم ضروری اس طرح الہ کی بھی کرنی چاہئے۔ مخصوص آداب و احکام کا جہاں تک تعلق ہے تو جس طرح تمام ذرائع علم کے احترام کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح ایسے قرآن کا بھی احترام کرنا چاہئے۔ اور اس کو بلا حائل سیدھا زمین پر نہیں رکھنا چاہئے اسی طرح ناقابل انتفاع ہونے کی صورت میں اس کو عام استعمالات میں استعمال نہیں کرنا چاہئے، نیز اس قرآن کو صرف وہی لوگ استعمال کریں اور فائدہ اٹھائیں جو بصارت سے محروم ہیں۔

بقیہ لوگ رسم عثمانی والے قرآن پاک ہی کی تلاوت فرمائیں۔

موبائل پر قرآن مجید :

موبائل کی اسکرین پر اگر قرآن مجید نمایاں ہوں تو فقہاء کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو بے وضوء چھونا احتیاط کے خلاف ہے، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: ”(**ومسه) أى القرآن ولو فى لوح أو حائط أو درهم أو حائط لكن لايمنع إلا من مس المكتوب** “ (۴۸۸/۱ شامی زکریا)۔

ہماری اس بات کی تائید و توثیق مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری کے فتوی سے ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں ”جس اسکرین پر قرآن کی آیات نمایاں ہوں تو اسکرین کو بلا وضوء چھونا احتیاط کے خلاف ہے“ (بحوالہ مسائل موبائل صفحہ ۵۱)۔

اور موبائل کو ہاتھ میں لینے کا جہاں تک تعلق ہے تو اس سلسلہ میں فقہی جزئیات کی روشنی میں بعض فقہاء کی رائے کے مطابق بلا وضوء ہاتھ میں لینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے،” **(ومسه) أى القرآن ولو فى لوح أو درهم أو حائط لكن لايمنع إلا من مس المكتوب** “ لیکن اقرب الی التعظیم کے پیش نظر بلا وضوء ہاتھ نہ لگانا تقاضائے احتیاط ہے۔

” **والمنع أقرب إلى التعظيم كما فى البحر أى والصحيح كما تذكره** “ (شامی زکریا ۴۸۸/۱)۔

البتہ موبائل پر ایک زائد کور اسکی حفاظت کے لئے لگایا جاتا ہے اسکو بلا وضوء چھونے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ اس کی حیثیت غلاف کی ہے، جو انفصال کا حکم رکھتا ہے، جس طرح قرآن شریف پر منفصل غلاف ہو تو اس کو بے وضوء ہاتھ لگایا جا سکتا ہے، اسی طرح اسکو بھی ہاتھ لگانے میں کوئی حرج نہیں۔

☆☆☆

عربی متن کے بغیر ترجمہ قرآن کی اشاعت

مولانا اسرار احمد آبادی☆

بغیر عربی متن کے خالص قرآن کریم کا ترجمہ لکھنا، لکھوانا، شائع کرانا باجماع امت اور باتفاق ائمۂ اربعہ ممنوع اور حرام ہے، اور جب لکھنا اور شائع کرنا حرام ہے تو اس کی خرید وفروخت اور ہدیہ دینا وغیر بھی اعانت علی المعصیت کے سبب ممنوع اور حرام ہوگا۔

علامہ حسن شرنبلالی صاحبِ ''نور الایضاح'' نے ایک مستقل رسالہ بنام ''النفحۃ القدسیۃ فی احکام قراءۃ القرآن وکتابتہ بالفارسیۃ'' لکھا ہے، جس میں احناف کی متعدد کتب معتبرہ اور ائمہ ثلاثہ کی کتب سے بلا نظم قرآنی محض ترجمہ لکھنے کی حرمت ثابت کی ہے، جس کی عبارت کے اقتباسات یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

"وأما كتابة القرآن بالفارسية، فقد نص عليها فى غير ماكتاب من كتب ائمتنا الحنفية المعتمدة ـ منها ماقاله مؤ لف الهداية...... فى كتابه التجنيس والمزيد: ويمنع من كتابةالقرآن بالفارسية بالإجماع،لأنه يؤدى للإخلال بحفظ القرآن، لأناأمرنا بحفظ النظم والمعنىٰ ،فإنه دلالةعلى النبوة،ولأنه ربما يؤدى إلى التهاون بأمرالقرآن۔

ومنها مافى معراج الدراية:أنه يمنع من كتابةالمصحف بالفارسية أشد المنع وأنه معتمده زنديقا۔

ومنها مافى الكافى : أنه لو أراد أن يكتب مصحف بالفارسية يمنع ۔

ومنهاماقال فى شرح الهداية فتح القدير للمحقق الكمال ابن الهمامؒ وفى الكافى: إن اعتاد القراء ة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع، فإن فعل آية او آيتين لا، فإن كتب القرآن وتفسير

☆ خادم تدریس وافتاء، جامعہ دار القرآن سرخیز، احمد آباد، گجرات۔

كل حرف وترجمته جاز۔

أماعندالأئمة الشافعية فقد قدمنا عن الإمام الزركشیؒ احتمال الجواز وإن الأقرب المنع من كتابة القرآن بالفارسية كماتحرم قراء ته بغير لسان العرب ،وقد أفاد شيخ الإسلام العلامة ابن حجر العسقلانی الشافعیؒ فی فتاواه تحريم الكتابة ،وقد سئل هل تحرم كتابةالقرآن الكريم بالعجمية كقراء ته ؟ فأجاب بقوله قضية ما فی المجموع ،الإجماع على التحريم ۔

وأماعند الأئمة المالكية فلما نقل العلامة ابن حجرؒ فی فتاواه أن الامام مالكاؒ سئل هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء؟فقال :لا، إلاعلى الكتبة الأولیٰ أی كتب الإمام وهو المصحف العثمانی ۔

وأما عند الأئمة الحنابلة فقد قدمنا عن الدراية ما نصه، و عند الشافعی تفسد الصلوٰة بالقرائة بالفارسية، وبه قال مالک و أحمد عند العجز و عدمه النتهی"(النفحۃ القدسیۃ ۳۵/ بحوالۂ جواہرالفقہ ۲/۱۰۳)۔

ابن قدامہ حنبلیؒ کی کتاب ''المغنی'' کے حاشیہ پر بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے جس میں ترجمہ قرآن کو مرتدین کا طریقہ،لوگوں کوارتداد تک پہنچانے کا راستہ اورمنزلہ قرآن کو پس پشت ڈالنا قرار دیا گیا ہے۔

"وفی حاشية المغنی لابن قدامة الحنبلی مانصه: استمرالإجماع على قراء ةجميع المسلمين القرآن فی الصلوٰة وغيرها بالعربية كأذكارها و سائر الأذكارو الأدعية الماثورة على كثرة الأعاجم حتى قام بعض المرتدين من أعاجم هذا العصر يدعون إلى ترجمة القرآن وغيره من الأذكار وبطريق التعبدوإنما مرادهم التوسل بذالک إلى تسهيل الردةعلى قومهم ونبذ القرآن المنزل من عند الله وراء ظهورهم و هو إنما نزل باللسان العربی كما هو مصرح فی الآيات المتعددة"(مغنی مع الشرح الکبیر ص:۵۳ ج:۱بحوالۂ سابقہ)۔

صاحب ''درمختار'' نے بھی عدم جواز ہی کو بیان کیا ہے،جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہیں:" وتجوز كتابة آية أو آيتين بالفارسية لا أكثر" (درمختارعلی الشامی ۲/۱۸۷)۔

نیز''ھدایۃ'' کی''شرح کفایۃ''میں بھی اس کےعدم جوازکو بیان کیا گیا ہے:

"قال الإمام المحبوبی:أما لو اعتادقراء ة القرآن أوكتابة المصحف بالفارسية يمنع منه أشد المنع"(کفایۃ لہامش فتح القدیر ۱/۲۴۸)۔

نیز مصر کے شیخ القراء محمد بن علی شداد نے اپنے رسالہ خلاصۃ النصوص الجلیلۃ میں مصحف عثمانی کے رسم کی اتباع کے واجب ہونے پر اور اس کی مخالفت کے ممنوع ہونے پر تقریباً بارہ ہزار صحابہ کا اجماع نقل کیا ہے۔

”أجمع المسلمون قاطبة علی وجوب اتباع رسم مصاحف عثمان و منع مخالفته (ثم قال) قال العلامة ابن عاشرؒ: ووجه وجوبه ماتقدم من إجماع الصحابةؓ علیه وهم زهاء اثنی عشر ألفا و الإجماع حجة حسبما تقرر فی أصول الفقه“ (رسالہ النصوص الجلیلۃ ۲۵ بحوالہ جواہر الفقہ ۶/۱۱۶)۔

نیز ہمارے اکابر علمائے دیوبند نے بھی بغیر عربی متن کے صرف ترجمۂ قرآن کریم شائع کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے ،جس کے حوالے درج ذیل ہیں۔

(۱) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہ نے اس بارے میں ایک مفصل و مدلل فتویٰ تحریر کیا ہے جو امداد الفتاویٰ (۴/۳۹) پر موجود ہے ،جس میں بچند وجوہ اس کی ممانعت کو ثابت کیا ہے ،جس میں سے چند درج ذیل ہیں۔

(ا) اس میں اہل کتاب کے ساتھ تشبہ لازم آتا ہے کہ وہ تورات وانجیل کے محض ترجمے شائع کرتے ہیں۔

(ب) اگر یہ طریقہ مروج ہوگیا تو مثل تورات وانجیل کے اصل قرآن مجید کے ضائع ہونے کا قوی احتمال ہے۔

(ج) فقہاء کی تصریح کے مطابق اس ترجمہ کو بلا وضو مس کرنا جائز نہیں ہے اور لوگ ترجمہ کے مس میں وضو کا اہتمام نہیں کریں گے ،جس کی وجہ سے وہ ایک امرِ ممنوع کے مرتکب ہوکر گناہ گار ہونگے۔

(د) غیر قابل انتفاع ہونے کے وقت مثل دیگر معمولی کتب کے اوراق کے، اس کے اوراق کا بھی استعمال کریں گے۔

(ھ) ضرورت کے باوجود تمام علما کا انکار کرنا اس امر کے مذموم ومنکر ہونے پر اجماع کی دلیل ہے۔

(و) اہل زیغ کو بہت آسانی سے تحریف معنوی کرنے اور غلط ترجمہ کرنے کا موقع فراہم ہوجائے گا۔

(۲) حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ نے بھی اس کے متعلق ایک مفصل جواب تحریر کیا ہے جو جواہر الفقہ (۲/ ۱۰۲) پر درج ہے ،جس کے اخیر میں گیارہ مفتیان کرام کی تصویب بھی موجود ہے۔

(۳) امداد الاحکام (۱/۲۳۲) (۴) کتاب الفتاویٰ (۱/۳۷۴)۔

(۵) خیر الفتاویٰ (۱/۲۱۵) (۶) فتاوی حقانیہ (۲/۱۳۸)۔

(۷) کفایۃ المفتی (۱/۱۲۰) (۸) فتاویٰ محمودیہ (۳/۵۱۰)۔

قرآن کریم کے تنہا ترجمہ کو خریدنے اور ہدیہ وغیرہ کرنے کے متعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں، حق تعالی کا ارشاد ہے: ’’ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان‘‘ (سورۂ مائدہ:۲) اور فقہاء نے اس قاعدہ پر یہاں تک تفریع فرمائی ہے کہ جس شخص کو بھیک مانگنا حرام ہے اس کو بھیک دینا بھی حرام ہے، کیونکہ اگر دینے والے دیں نہیں تو مانگنے والا مانگنا چھوڑ دے، اسی طرح اس ترجمہ کے متعلق یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ ایسے ترجمہ کو اگر کوئی شخص نہ بقیمت لے اور نہ بلا قیمت، تو ایسے ترجمہ کا سلسلہ بند ہوجائے اور لینے کی صورت میں سلسلہ جاری رہے گا، پس ایسے ترجمہ کا خریدنا یا ہدیہ میں قبول کرنا اعانت ہوگی ایک امر ناجائز کی، اس لئے یہ بھی ناجائز ہے (امداد الفتاوی ۴۲ /۴)۔

قرآن کریم کے تنہا ترجمہ کو بے وضو چھونے کا حکم:

”ولو كان القرآن مكتوبا بالفارسية يكره لهم مسه عند أبى حنيفة، وكذا عندهما على الصحيح ،هكذا فى الخلاصة“ (فتاوی عالمگیری ۳۹ /۱) جزئیۂ مذکورہ کی بنا پر قرآن کے تنہا ترجمہ کو بلا وضو چھونا جائز نہیں ہے (کذا فی فتاوی رحیمیہ ۱۹ /۳ وامداد الفتاوی ۴۰ /۴ وخیر الفتاوی ۱/۲۱۸)۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

قرآن کریم کو عثمانی رسم الخط میں لکھنا باجماع صحابہ وتابعین اور ائمۂ مجتہدین لازم اور ضروری ہے، اور اس کی مخالفت کرنا تحریف قرآن کے حکم میں ہے لہذا غیر عثمانی رسم الخط میں قرآن کا لکھنا اور شائع کرنا قطعا جائز نہیں ہے، خصوصاً ایسے رسم الخط جس میں کلمات کی ترتیب بدل جائے یا کچھ حروف میں کمی بیشی کرنا پڑے، جیسے انگریزی رسم الخط کہ اس میں حرکات (زبر، زیر، پیش) کو بھی بشکل حروف لکھا جاتا ہے، ایسا کرنا تو قرآن میں زیادتی کرنا اور قطعی طور پر تحریف قرآن ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے ’’الاتقان فی علوم القرآن‘‘ میں متعدد علمائے کبار سے عثمانی رسم الخط کے واجب الاتباع ہونے اور اس کی مخالفت کے حرام ہونے کو نقل کیا ہے، چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

”وقال أشهب: سئل مالک هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء ؟ قال : لا الا على الكتبة الأولى رواه الدانى فى المقنع، ثم قال: ولامخالف له من علماء الأمة۔وقال الإمام احمد :ويحرم مخالفة خط مصحف عثمان فى واو أو ياء أو ألف أو غير ذٰلک۔وقال البيهقى فى شعب الإيمان :من يكتب مصحفا، فينبغى أن يحافظ على الهجاء الذى كتبوا به تلک المصاحف، ولايخالفهم فيه ،ولا يغير مما كتبوه شيئا،فإنهم كانوا أكثر علما واصدق قلبا ولسانا وأعظم أمانة ،فلا ينبغى أن نظن بأنفسنا استدراكا عليهم“ (الاتقان فی علوم القرآن ۲۱۲ /۲)۔

نیز صاحبِ ''نورالایضاح'' علامہ حسن شرنبلالیؒ کے رسالہ ''النفحۃ القدسیۃ'' کے اقتباسات ماقبل میں ذکر کئے گئے ہیں جس سے بھی عثمانی رسم الخط کی مخالفت باجماع امت وائمہ اربعہؒ ممنوع ہونا ثابت ہورہا ہے، نیز اس رسالہ میں علامہ ابن حجرؒ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے: ''قال الحافظ ابن حجر: ''وفی کتابۃالقرآن العظیم بالعجمی تصرف فی اللفظ المعجز الذی حصل التحدی به بما لم یرو......وزعم أن کتابته بالعجمیة،فیها سهولة للتعلیم کذب ،مخالف للواقع والمشاهدة ،فلایلتفت لذالک ،علی أنه لو سلم صدقه لم یکن مبیحا لإخراج ألفاظ القرآن عماکتب علیه وأجمع علیه السلف والخلف'' (النفحۃ القدسیۃ بحوالہ جواہرالفقہ ۸۲ /۲)۔

علامہ ابن حجرؒ کی اس تقریر میں ان تمام شبہات کا بھی پورا جواب ہے، جو رسم الخط یا زبان بدلنے والے حضرات پیش کرتے ہیں کہ اس میں عجمیوں کے لئے قرآن پڑھنے میں سہولت ہے، حافظ ابن حجرؒ نے واضح کردیا کہ اول تو یہ سہولت کا خیال غلط ہے، اور اگر صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سہولت کی خاطر قرآن کے رسم الخط کی تبدیل وتغییر جائز نہیں ہوسکتی۔

نیز'' خلاصۃ النصوص الجلیلۃ'' کے اقتباس سے ماقبل میں یہ بات بھی گزرگئی ہے کہ مصاحف عثمانی کے رسم الخط کی اتباع کرنا صحابہؓ کے اجماع کی بناء پر ہے جو تقریباً بارہ ہزار تھے، لہذا کسی بھی دوسری زبان کے رسم الخط میں قرآن کریم کی کتابت قطعاً جائز قرار نہیں دی جاسکتی۔

نیز یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ عثمانی رسم الخط میں قرآن کریم کی کتابت حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں ہوئی اور اس پر تمام صحابہ نے اتفاق کیا، ان کے بعد تابعین، تبع تابعین اور آج تک کے علما نے اس رسم الخط کی پابندی کی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ'' تم پر میری سنت اور میر بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی ضروری ہے'' لہذا حضرت عثمانؓ اور تمام صحابہؓ کی پیروی اور اجماع پر عمل کرتے ہوئے عثمانی رسم الخط کے علاوہ میں قرآن کریم کی کتابت جائز نہیں ہوگی۔

نیز رابطہ عالم اسلامی کے تحت قائم'' المجمع الفقہی الاسلامی مکہ مکرمہ'' کے ساتویں سمینار (منعقدہ ۱۱-۱۶ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ) میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا تھا جس میں بالاتفاق یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ قرآن کے عثمانی رسم الخط میں تبدیلی جائز نہیں ہے اور موجودہ رسم الخط ہی میں اس کو باقی رکھنا واجب ہے، تاکہ ایک دائمی دلیل اور حجت اس بات کی ہو کہ قرآن کے متن میں کسی قسم کی تحریف یا تبدیلی نہیں ہوئی ہے، اس کی پابندی ہی میں صحابہ کرامؓ اور ائمہ سلفؒ کی پیروی واتباع بھی ہے (المجمع الفقہی الاسلامی مکہ مکرمہ کے فقہی فیصلے ۱۷۶)۔

نیز غیرعربی رسم الخط میں قرآن کریم کی کتابت کی جائے تو اس میں اور بھی بہت سی خرابیاں لازم آتی ہیں مثلاً

قرآن کریم میں بہت سے ایسے حروف بھی ہیں جن کے درمیان فرق ہے جن کے بدلنے سے معنی و مطلب بھی بدل جاتا ہے جبکہ دیگر زبانوں میں ان کے درمیان فرق نہیں پیا جاتا، جیسے ''ح''اور ''ہ'' ، ''ق'' اور ''ک''، ''ء'' اور ''ع''، ''ت'' اور ''ط''،''س'' اور ''ص'' اور ''ث'' ، ''ض'' اور ''ز'' اور ''ظ'' جس کی بنا پر تحریف لازم آئے گی اور پڑھنے والا ان کے درمیان امتیاز اور فرق نہیں کر سکے گا اور " رب تال للقرآن والقرآن یلعنه " کا مصداق ہوکر رحمت کی جگہ لعنت کا حقدار ہوگا، نیز بعض زبانوں میں '' زبر، زیر'' کو بشکل حروف لکھا جاتا ہے جس کی بنا پر قرآنی حروف میں زیادتی کرنا لازم آئے گا، نیز دیگر زبانوں کو بائیں جانب سے شروع کیا جاتا ہے جو خلاف سنت اور خلاف ادب ہے۔

ہمارے اکابر دیوبند بھی اس کی عدم مشروعیت پر متفق نظر آتے ہیں، جیسا کہ ان کے فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے جن کے حوالے درج ذیل ہیں:

(۱) جواہر الفقہ ۲/۶۹ جس میں مفتی شفیع صاحبؒ نے اس موضوع پر ایک مستقل مقالہ تحریر کیا ہے جس پر کئیں علما و مفتیان کرام کی دستخط ثبت ہیں:

(۲) امداد الفتاویٰ ۴۴۴/ (۳) امداد الاحکام ۲۳۲/۱
(۴) فتاویٰ عثمانی ۲۴۶/۱ (۵) فتاویٰ محمودیہ ۵۰۷/۳
(۶) فتاویٰ رحیمیہ ۱۶/۳ (۷) فتاویٰ ریاض العلوم ۱۸/۲
(۸) خیر الفتاویٰ ۲۲۵/۱ (۹) فتاویٰ حقانیہ ۱۳۱/۲
(۱۰) کفایۃ المفتی ۲۹۳/۹۔

تنبیہ:-- ماقبل کی تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ رسم عثمانی کے علاوہ کسی بھی زبان کے رسم الخط میں قرآن کریم کو لکھنا جائز نہیں ہے اور جب لکھنا ہی جائز نہیں ہے تو چاہے تنہا غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی اشاعت کی جائے یا متن قرآن کو رسم عثمانی میں باقی رکھتے ہوئے غیر عربی رسم الخط کو ساتھ میں شائع کیا جائے دونوں ہی ممنوع ہوگا۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

بریل کوڈ بھی دوسری زبانوں کے مانند ایک زبان ہے جو ایک مخصوص طبقہ، یعنی نابیناؤں کے لئے ایجاد کی گئی ہے، اور ماقبل میں یہ بات تفصیل سے گذر گئی ہے کہ قرآن کریم کی کتابت رسم عثمانی کے علاوہ کسی بھی دوسری زبان کے رسم الخط میں جائز نہیں ہے، لہذا بریل کوڈ میں بھی قرآن کی اشاعت جائز نہیں ہوگی، چنانچہ اس مسئلہ کے متعلق حضرت اقدس مفتی احمد

صاحب خانپوری دامت برکاتہم کے فتوی کو بعینہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

سوال :۔ اندھوں کے قرآن پڑھنے کے لئے مخصوص تحریر آتی ہے ،جس کے حروف عربی نہیں ہوتے ،کیا ایسے قرآن کو بغیر وضو پکڑ سکتے ہیں؟

الجواب :۔حامداومصلیا ومسلما:

قرآن شریف عربی کے علاوہ دوسری زبان میں لکھنے سے قرآنی رسم الخط جو قرآن کا ایک رکن ہے، چھوٹ جاتا ہے، اورتحریفِ رسمی لازم آتی ہے،جس سے احتراز ضروری ہے،قرآنی رسم الخط قیاسی نہیں ہے، بلکہ توقیفی اورسماعی ہے،لوح محفوظ میں تحریر شدہ قرآن کے رسم الخط کے مطابق ہے،منزل من اللہ ہے،تواتر اوراجماع سے ثابت ہے، اعجازی ہے،اس میں قراءت سبعہ وغیرہ شامل ہیں،اورساری قراءتیں جاری کی جاسکتی ہیں، یہ کمال اورخوبی دوسری رسم الخط میں نہیں ہوسکتی ،لہذا اس کا اتباع واجب ہے،اورتبدیلی ناجائز اورحرام ہے،اس لئے دوسرے رسم الخط والے قرآن میں تلاوت نہ کرے، اندھے کے لئے زبانی طور پر جتنا یاد کرنا ممکن ہو اتنا سیکھ لینا چاہئے (محمودالفتاویٰ ۱۵۴ /۴)۔

موبائل پر قرآن مجید:

”**المراد بالغلاف ما کان منفصلا کالخریطة ،وھی الکیس ونحوھا،لأن المتصل بالمصحف منه حتی یدخل فی بیعه بلا ذکر،وقیل: المراد به الجلد المشرز،وصححه فی المحیط والکافی ،وصحح الأول فی الھدایة وکثیر من الکتب ،وزاد فی السراج أن علیه الفتویٰ،وفی البحر: أنه أقرب إلی التعظیم**“(شامی ۳۱۵ /۱)۔

”**والصحیح أنه الغلاف المنفصل عن المصحف وھو الذی یجعل فیه المصحف، وقد یکون من الجلد ،وقد یکون من الثوب وھو الخریطة ، لأن المتصل به تبع له فکا ن مسه مسا للقرآن ......فأما المنفصل فلیس بتبع**“(بدائع الصنائع ۱۴۱ /۱)۔

”**لایجوز لھما وللجنب وللمحدث مس المصحف إلا بغلاف متجاف عنه کالخریطة ، والجلد الغیر المشرز لابما ھو متصل به ھو الصحیح، ھکذا فی الھدایة ،وعلیه الفتویٰ کذا فی الجوھرة النیرة**“(فتاویٰ عالمگیری ۳۹ /۱)۔

مذکورہ بالاعبارات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ صحیح اور مفتی بہ قول کے مطابق ایسا غلاف جو قرآن کریم سے

متصل ہوتو اسے بھی قرآن کا حکم دیا جاتا ہے اور اس کو بھی مس کرنا درست نہیں ہوتا ”**لأن المتصل بالمصحف منه**“ اور جو غلاف قرآن کریم سے منفصل اور جدا ہو اس سے قرآن کریم کا مس جائز ہے، اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ جب موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید موجود ہوتو موبائل کی اسکرین اور ڈھانچہ کو قرآن کریم سے جدا کرنا ممکن نہیں ہے لہذا جب موبائل کی اسکرین پر قرآن کریم موجود ہوتو موبائل کے ڈھانچہ کو غلافِ متصل کے حکم میں رکھا جائے گا اور اس کا مس جائز نہیں ہوگا، اور اسی حکم میں قرآن کریم کی تعظیم بھی ہے،”**وفی البحر :أنه أقرب إلى التعظیم**“اور اسی میں زیادہ احتیاط بھی ہے۔

مفتی احمد صاحب خانپوری کے فتویٰ میں بھی اسی کو اختیار کیا گیا ہے، چنانچہ آپ تحریر کرتے ہیں کہ” بعض لوگ موبائل کی اسکرین پر وال پیپر کی جگہ میں قرآن شریف کی آیت رکھتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن کی وہ آیت چو بیس گھنٹے موبائل کی اسکرین پر رہتی ہے ایسی حالت میں بغیر وضو کے اس موبائل کو پکڑنا جائز نہیں ہے“ (موبائل کے مسائل ۴۷/)۔

☆☆☆

بغیر عربی متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت

مولانا عبدالرشید نعمانی☆

۱- قرآن مجید کا تنہا ترجمہ، عربی متن قرآنی کے بغیر لکھنا اور لکھوانا اس کی اشاعت، اسکی خرید و فروخت، اس کا ہدیہ تمام امور ممنوع اور ناجائز ہیں۔

مذاہب ائمہ اربعہ میں اسکے عدم جواز کی تصریحات موجود ہیں، علامہ حسن شرنبلالی صاحب ''نورالایضاح'' کا ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر جس کا نام '' النفخة القدسية فی أحكام قراء ة القرآن وكتابته بالفارسية '' ہے، اس میں مذاہب اربعہ سے اس کی حرمت اور سخت ممانعت ثابت کی ہے کہ قرآن مجید کو کسی عجمی زبان میں محض ترجمہ بلا نظم قرآنی عربی کے لکھا جاوے۔ جس کی عبارت یہ ہے:

''وأما كتابة القرآن بالفارسية ، فقد نص عليها فی غير ماكتاب من كتب ائمتنا الحنفية المعتمدة منها ما قاله مؤلف الهداية الإمام الأجل شيخ المشائخ الإسلام حجة الله تعالیٰ علی الأنام برهان الدين أبو الحسن علی بن أبی بكر المرغينانی الكبير رحمه الله تعالیٰ فی كتابه التجنيس والمزيد ، مانصه: ويمنع من كتابة القرآن بالفارسية بالإجماع ، لأنه يؤدی للإخلال بحفظ القرآن، لأنا أمرنا بحفظ النظم والمعنیٰ ، فإنه دلالة علی النبوة ، ولأنه ربما يؤدی إلیٰ التهاون بأمر القرآن ۔ انتهی ''۔

حضرت تھانویؒ نے عجیب اجتہادی انداز میں اسکی حرمت ثابت فرمائی ہے جس کا خلاصہ نمبر وار درج ذیل ہے:

(الف) تنہا ترجمہ قرآن بغیر عربی متن قرآنی میں اہل کتاب کے ساتھ تشبہ فی الامر الدینی ہے جو تشبہ فی الامر الدنیاوی سے اشد ہے، جبکہ نصوص صریحہ سے تشبہ باہل الباطل خصوص غیر مسلم پھر خصوص اہل کتاب کی مذمت اور اس کا محل

☆ دارالافتاء والارشاد، گپتا کمپاؤنڈ، سبھاش نگر، نزد سپیز، گیٹ نمبر (۱)، اندھیری (ایسٹ) ممبئ ۹۳۔

وعید ہونا ثابت ہے:" **من تشبه بقوم فهو منهم**"(ابوداؤد کتاب اللباس ۵۵۹) ،" **لتركبن سنن من كان قبلكم**" (کتاب العلم ۲/۱۴۱، ابواب الفتن)، اور یہ بالکل یقینی ہے کہ اس وقت کتاب الٰہی کا ترجمہ غیر حامل المتن جداگانہ شائع کرنا اہل کتاب کے ساتھ تشبہ ہے ایسے امر میں جو عرفاً وعادتاً ان کے خصائل میں سے ہے۔

(ب) تنہا ترجمہ قرآن بغیر عربی متن قرآنی کی ترویج واشاعت میں تورات وانجیل کی طرح اصل قرآن مجید کے ضائع ہونے کا قوی احتمال ہے، جبکہ حفاظت اصل قرآن مجید کی فرض ہے اور اس کا اخلال حرام ہے اور فرض کا مقدمہ فرض اور حرام کا مقدمہ حرام ہوتا ہے۔

(ج) تنہا ترجمہ قرآن بغیر عربی متن قرآنی کی اشاعت میں عامۃ الناس سے امور غیر شرعیہ کے ارتکاب کا احتمال ہے مثلاً بغیر وضو چھونا، جبکہ مسلمانوں کیلئے صرف ترجمہ قرآن کو بھی باوضو چھونا ضروری ہے (کمافی العالمگیریہ ۱۲۶)، نیز غیر قابل انتفاع ہوجانے کے وقت مثل دیگر معمولی کتب کے اوراق کے اس کے اوراق کا استعمال کرنا جو کہ ایک محذور ہے اور محذور کا سبب لامحالہ محذور ومحظور ہے۔

(د) شروع سے زمانۂ حال تک باوجود دوسری زبان والے مسلمانوں کو اس قسم کی حاجت پیش ہونے کے، ہر زمانہ میں علماء کرام نے اس طرز عمل پر شدید انکار کیا جو اس عمل کے مذموم ومنکر ہونے پر علماء امت کے اجماع کی دلیل ہے، اور تمام مسلمان اجماع کی اتباع پر مامور ہیں،"**إن الله لايجمع أمتى على الضلالة ، يد الله على الجماعة، ومن شذ شذ فى النار ، واتبعوا السواد الأعظم**"(مشکوۃ)۔

(ھ) تنہا ترجمہ قرآن بغیر عربی متن قرآن کے اختیار کرنے میں اصل قرآن سے بےتعلقی پیدا ہونے کا غلبۂ ظن ہے جس کی بناء پر ان حضرات پر بے ساختہ یہ آیت صادق آئے گی جس میں اہل کتاب کے ایک فریق کو کتاب اللہ کے پس پشت ڈالنے کا مجرم قرار دیا گیا ہے، "**نبذ فريق من الذين اوتوا الكتاب كتاب الله وراء ظهورهم كأنهم لايعلمون**"(سورۂ بقرہ:۱۰۱)۔

(و) تراجم کا اختلاف، اصل متن قرآن کے نظروں سے غائب ہونے کی وجہ سے، اصل قرآن کی طرف منسوب ہوگا جس کی بناء پر اصل حکم کے مختلف ہونے کا گمان ہونے لگے گا تو اعتقاد پر اسکا اثر ہوگا اور عمل پر یہ اثر ہوگا کہ ترجموں کو لے لے کر آپس میں لڑائی ہوگی اور مراجعت الی الاصل کی توفیق ہوگی نہیں جو مدار ہوسکتا ہے فیصلہ کا، بس اس آیت کا مضمون ظاہر ہوجاوے گا"**وما اختلف فيه إلا الذين أوتوه من بعد ماجاء تهم البينات بغياً بينهم** " (سورۂ بقرہ:۲۱۳)۔

(ز) تنہا ترجمہ قرآن بغیر عربی متن قرآنی کے رواج پانے کی صورت میں تحریف معنوی کے احتمالات قوی ہیں،

چنانچہ اہل زیغ کو غلط ترجمہ وتفسیر کا موقع مل جائے گا جسے ہر پڑھنے والے کا سمجھ لینا آسان نہ ہوگا، جبکہ اصل قرآن کے سامنے ہوتے ہوئے کسی مترجم کو تحریف معنوی کی ہمت نہیں ہوسکے گی، کیونکہ اصل کے سامنے ہونے سے ہر طالب علم اس پر گرفت کرسکے گا، وغیرہ وغیرہ۔

(ح) چونکہ قرآن کریم میں اعانت علی المعصیت سے بایں الفاظ" **ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان**" (سورۂ مائدہ:۲) منع کیا گیا ہے، اسلئے اسکی خرید وفروخت اور بطور ہدیہ لین دین میں ایک امر ناجائز کی اعانت ہے، اسلئے یہ سب امور بھی ناجائز رہیں گے۔

جہاں تک ترجمۂ قرآن کو بے وضو چھونے کا معاملہ ہے تو چونکہ ترجمہ قرآن بھی بحکم قرآن ہے، اسلئے بے وضو چھونے کی اجازت نہیں۔

" ثم كتب عليه شيخ الائمة الشافعيه بعصرنا ومصرنا هو العلامة شمس الدين محمد الشوبری الشافعی حفظه الله تعالیٰ ما صورته أنه إذا كتب بغير العربية هل يحرم مسه وحمله أولا؟ الأظهر فی الجواب نعم إذ لا يخرج بذلک عن كونه قرآناً وإلا تحرم كتابته، فليراجع انتهی" (جواہر الفقہ ۲/۱۱۰، محمودیہ ۳/۵۷۶)۔

خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، چنانچہ غیر مسلموں کو دینے سے پہلے ہی قرآن کریم کا یہ ادب سکھلا دیا جائے، لہذا انہیں اسکے چھونے سے پہلے غسل کرنے کی تلقین کی جائے۔

۲- غیر عربی رسم الخط میں قرآن کریم لکھنے سے قرآنی رسم الخط جو قرآن کا ایک رکن ہے، چھوٹ جاتا ہے اور تحریف رسمی لازم آتی ہے جس سے احتراز ضروری ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ قرآنی رسم الخط قیاسی نہیں ہے بلکہ توقیفی اور سماعی ہے، لوح محفوظ میں تحریر شدہ قرآن کے رسم الخط کے مطابق ہے، منزل من اللہ ہے، تواتر اور اجماع سے ثابت ہے، اعجازی ہے اس میں قراءت سبعہ وغیرہ شامل ہیں اور ساری قرائتیں جاری کی جاسکتی ہیں، یہ کمال اور خوبی عربی قرآنی رسم الخط کے علاوہ کسی اور زبان میں نہیں ہے، لہذا اسی کی اتباع واجب اور تبدیلی ناجائز اور حرام ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد:" **انا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون**" (سورۂ حجر:۹) میں صرف قرآنی الفاظ کی حفاظت کا وعدہ نہیں ہے بلکہ الفاظ، معانی اور رسم الخط سب ہی کی حفاظت کا وعدہ اور پیشینگوئی ہے، لہذا اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے۔

معانی اور علوم قرآن کی حفاظت میں علمائے دین مشغول ہیں تو الفاظ، عبارت اور طرزِ ادا کی حفاظت میں قراء منہمک ہیں اور رسم الخط کی حفاظت کاتبین قرآن کر رہے ہیں جن کی پیروی ہم پر لازم ہے۔

نیز قرآن مجید خالص عربی اور نہایت فصیح و بلیغ عربی زبان میں نازل ہوا، لہذا اس زبان کے اصول اس کے امتیازات اور اس کی ادائیگی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، فرمانِ خداوندی ہے: "و رتل القرآن ترتیلاً" (سورۂ مزمل: ۴) (ترجمہ) قرآن کو ترتیل سے پڑھو۔ ترتیل کی تفسیر حضرت علیؓ نے یہ بیان فرمائی ہے: حروف کو تجوید، یعنی ان کے مخارج اور صفات سے ادا کرنا نیز وقف اور اس کے اصول جان کر ان پر عمل کرنا (شرح جزری)۔

اس کے متعلق علامہ جزریؒ کا ایک شعر ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تجوید سیکھنا، یعنی قرآن صحیح پڑھنے کے قوانین کا سمجھنا اور انہیں اختیار کرنا ان پر عمل کرنا ضروری اور لازمی ہے جو آدمی قرآن مجید کو صحیح طریقہ سے اس کے اصول کے مطابق نہ پڑھے وہ گنہگار ہے۔ "والأخذ بالتجوید حتم لازم من لم یجود القرآن اثم"

چونکہ عربی میں ح اور ھ، ق اور ک، ع اور ء، ت اور ط، س، ص اور ث، ذ، ض، ز اور ظ میں فرق ہوتا ہے اور یہ فرق رسم الخط اور ادائیگی دونوں میں ہے، اور یہ فرق عموماً دیگر رسم الخط میں نہیں ہے، جس کی وجہ سے تحریر اور رسم الخط کی تحریف کے ساتھ ساتھ ادائیگی میں نمایاں فرق ظاہر ہوگا جس سے بیسیوں غلطیاں اور غلط تلفظ سے حروف میں تبدیلی آنے کی وجہ سے مطلب بھی بدل جائے گا اور ثواب کی جگہ عقاب اور رحمت کی جگہ لعنت کا حقدار ہوگا، جیسا کہ مشہور فرمانِ رسول ﷺ ہے: "رب تالٍ للقرآن والقرآن یلعنه" یعنی بہت سے قرآن کی تلاوت کرنے والے ایسے ہیں جن پر قرآن لعنت کرتا ہے۔

حضرت امام جوزیؒ فرماتے ہیں کہ بے شک جس طرح امت کیلئے مطالب قرآنی کا سمجھنا اور اسکے حدود کو قائم رکھنا عبادت ہے اسی طرح صحیح پڑھنا اور حروف کو طریقہ کے مطابق ٹھیک ٹھیک ادا کرنا بھی عبادت ہے، قرآن کریم قابل استاد کے پاس صحیح تلفظ سے پڑھے بغیر عربی رسم الخط میں بھی پڑھنا دشوار ہے تو غیر عربی رسم الخط میں کس طرح صحیح پڑھا جاسکتا ہے (رحیمیہ ۱/۹۸ تا ۱۰۳)۔

لہذا جو حضرات عربی رسم الخط میں قرآن کریم نہ پڑھ سکتے ہوں ان کیلئے ان کی اپنی زبان میں اور اس زبان کے رسم الخط میں قرآن کریم لکھنا قطعاً درست نہیں ہے اسطرح کرنا ان حضرات کے حق میں ہمدردی نہیں ظلم ہے، یہی وہ غلط روش ہے جو بعض مطابع اور مکتبات نے اختیار کی ہوئی ہے جس کی وجہ سے ایک بڑا طبقہ صلاحیت اور اہلیت ہونے کے باوجود قرآن کریم سیکھنے سے گریز کئے ہوئے ہے اور قرآنی رسم الخط کو سمجھنے سیکھنے اور تجوید کے ساتھ درست پڑھنے کو غیر ضروری قرار دئے ہوئے ہے، اور "رب تال للقرآن والقرآن یلعنه" کا مصداق بنے ہوئے ہے۔

چونکہ مندرجہ بالا مضرات عربی رسم الخط اور رسم عثمانی کو باقی رکھتے ہوئے بھی بدرجہ اتم موجود ہوتے ہیں، اس لئے اس کی اجازت نہ ہوگی۔

۳- تقریباً جو وجوہات عدم جواز غیر عربی رسم الخط میں قرآن کریم کے لکھنے کے سلسلہ میں تحریر کی گئی ہیں وہ بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت میں بھی موجود ہیں، اسلئے اس کی بھی اجازت نہ ہوگی۔

زمانۂ نبوت سے لے کر اب تک بے شمار افراد باوجود نابینا ہونے کے حافظ قرآن ہوتے رہے ہیں، حالانکہ اسطرح بریل کوڈ کی سہولت ان حضرات کو حاصل نہ تھی جو اس بات کی کافی وافی شہادت ہے کہ نابینا حضرات کو حفظِ قرآن وغیرہ کیلئے بریل کوڈ کی سہولت دینے کی ضرورت نہیں ہے، بریل کوڈ میں رسم عثمانی و رسم قرآنی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تحریف لفظی وتحریف رسمی کا مرتکب بن کر قرآن تیار کرنے کے مقابلہ میں نابینا حضرات کا زبانی طور پر جتنا یاد کرنا کرانا ممکن ہو اس کی سعی وکوشش کرنا لازم ہے۔

چونکہ بریل کوڈ موٹے کاغذ پر ابھرے ہوئے نقطوں کی شکل میں ہوتا ہے جو کسی بھی طرح عربی حروف کے مشابہ نہیں ہے بلکہ درحقیقت وہ نابیناؤں کی اپنی معرفت کا ایک جدید رسم الخط ہے اسلئے بریل کوڈ میں لکھا ہوا قرآن اصل قرآن کے حکم میں نہیں ہے، لہذا اس کو چھونے کیلئے وضو ضروری نہیں ہے۔

۴- موبائل کی میموری میں قرآن لوڈ ہو اسکرین پر نہ ہو تو موبائل سیٹ چھونے کیلئے وضو ضروری نہیں ہے، اسکرین کو بھی بے وضو چھویا جاسکتا ہے، البتہ اگر قرآن اسکرین پر موجود ہو تو اسکرین پر ہاتھ لگانے کیلئے وضو ضروری ہوگا، لیکن اسکرین کے سوا دیگر حصوں کو بلا وضو بھی چھویا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت

مولانا محمد عمر بن یوسف کوکنی ☆

۱- اس ترجمۂ قرآن کے جواز کے لئے شرعاً چند شرائط ہیں ان میں سے ایک یہ کہ ''اولاً قرآن کریم کے متن کو لکھا جائے پھر اس کے بعد اس کے ترجمہ کو لکھا جائے'' یعنی ترجمہ کے ساتھ متن قرآن مجید کا لکھنا ضروری ہے، لہذا متن کے بغیر محض قرآن مجید کا ترجمہ لکھنا اور شائع کرنا درست نہیں، کیونکہ اسمیں قوی اندیشہ ہے کہ لوگ اصلی متن سے غافل ہو کر اپنی علاقائی زبان کے ترجمہ میں ہی مشغول ہو جائیں گے، اور اسی کو حقیقی قرآن تصور کر بیٹھیں گے اور فقط اسی کے پڑھنے کو باعث اجر سمجھ کر غور وتدبر کے لئے بھی اسی ترجمۂ قرآن کو ہی مرکز بنائیں گے۔ یہ صورت حال نہایت ہی خطرناک ہے، اس لئے کہ غور وتدبر کا اصل محل حقیقی الفاظ قرآن کریم ہیں۔

جواز ترجمہ کی شرط اہم کو ذکر کرتے ہوئے ''دکتور محمد حسین الذھبی'' رقمطراز ہیں

''**أن يكتب القرآن أولا، ثم يؤتى بعده بتفسيره،ثم يتبع هذا بترجمته التفسيرية حتى لا يتوهم متوهم إن هذا الترجمة ترجمة حرفية للقرآن**'' (التفسیر المفسرون ۱/۳۰)۔

نیز بعینہ صورت حال کا سوال مفتی اعظم ہند فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ سے کیا گیا...... چنانچہ سوال اور حضرت مفتی صاحبؒ کا جواب ملاحظہ کیجئے۔

سوال (۱۷۳۶) : قرآن شریف کو بغیر عربی عبارت کے صرف اردو ترجمہ کے ساتھ چھاپنا کیسا ہے؟ اور اس کو خریدنا اور پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغیر عربی کے محض اردو یا کسی بھی زبان میں قرآن شریف کو لکھنا، چھاپنا منع ہے۔ ''اتقان'' میں اس پر ائمہ اربعہ کا

☆ جامعہ حسینیہ عربیہ شری وردھن، رائے گڈھ، مہاراشٹرا۔

اجماع نقل کیا ہے۔

"فی الفتح عن الکافی: إن اعتاد القراء ة بالفارسیة أو أراد أن یکتب مصحفا بها یمنع "

.....(شامی ۳۲۶/۲)۔

اس سے خریدنے اور بیچنے کی بھی ممانعت معلوم ہوگئی۔فقط اللہ سبحانہ وتعالی اعلم (فتاوی محمودیہ ۲۱۵/۷، نیز دیکھئے: الاتقان فی علوم القرآن ۱۴۹/۴)۔

خلاصۂ کلام : مذکورہ وضاحت اور شریعت کی اصل '' سد ذرائع '' کی روشنی میں راقم سطور کی رائے یہ ہے کہ متن قرآن کے بغیر تنہا ترجمۂ قرآن کی اشاعت درست نہیں ، جب اس طرح لکھنا اور چھاپنا ہی جائز نہیں تو اسے خریدنا، تقسیم کرنا اور ہدیہ کرنا بھی شرعاً درست نہیں۔

تنہا ترجمۂ قرآن کے جواز کیلئے جو وجوہ پیش کی جاتی ہیں وہ اصل قرآن مجید کو تحریف وتغیر سے محفوظ رکھنے کے اہم مقصد کے پیش نظر قابل التفات ہی نہیں ۔۔۔۔۔بلکہ کوئی فرد یا جماعت اس پر خطر صورت پر اقدام کی جرأت کرے یا ارادہ کرے تو اسے حکمت ومصلحت کے ساتھ اس صورت حال جے جملہ مفاسد ومضرات سے آگاہ کرنا اور اس مشقت بلا فائدہ سے باز رکھنا مصلحین امت کی ذمہ داری ہے۔

☆سوالنامہ میں مذکور سوال سے مترشح ہوتا ہے کہ لغت عربی سے دوری کی بناء پر امت کا ایک بڑا طبقہ قرآن کریم کی تلاوت سے محروم رہتا ہے،تو کیوں نہ علاقائی لغت کے حروف (خط) میں قرآنی آیات کو لکھا جائے ،تا کہ اس محروم طبقہ کیلئے بھی قرآن کریم کی تلاوت آسان ہو۔اسی پس منظر کو مدنظر رکھتے ہوئے ماضی قریب کے مشہور محقق '' شیخ سید محمد رشید رضا'' نے اس موضوع پر عمدہ بحث کی ہے،اسکا خلاصہ یہاں زیب قرطاس ہے : '' کتابت سے مقصود اس کلام کی قرأت اور اس کا تلفظ ہے،اور عجمی لغت کے حروف قلت ونقصان کی وجہ سے عربی حروف کی کما حقہ ادائیگی سے مستغنی نہیں کر سکتے ہیں،اور ان '' حروف عجمیہ '' کے ذریعہ حروف عربیہ کا صحیح تلفظ نہیں ہوسکتا،تو ایسے حروف میں کتابت کی اجازت دینے سے کلام میں تحریف اور تغییر لازم آئے گی۔اور اختیاراً تغییر کلام قرآن پر راضی ہونا کفر ہے،عجمی حروف میں لکھے ہوئے "محمد"کو پڑھنے والا "مهمد"اور "خاتم النبیین "کو"کاتم النبیین "پڑھے گا،اور اس طرح کے تلفظ پر زمانہ بھر کبھی بھی وہ شخص قرآن کو درست نہیں پڑھ سکتا۔۔۔نیز مختلف اللغات قبائل مثلاً رومی ،فرنسی ،قبطی ، بربری اور افرنجی وغیرہ کو اپنی اپنی لغت میں کتابت کر کے پڑھنے کی اجازت دی گئی تو مختلف الانواع قرآن کریم منظر عام پر آئیگا، کہ مسلمانوں کا ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ وخاندان یا ایک ملک والا دوسرے ملک والے کے قرآن کو نہ پڑھ سکے گا اور نہ سمجھ سکے گا، چنانچہ خط واحد پر اتفاق اسلام کی

روح ہے اسی وجہ سے ہر زمانہ میں مسلمان کتابت قرآن کے بارے میں ایک ہی خط پر متحد رہے جسمیں ''رسم مصحف امام'' کی موافقت ہو۔۔۔ یہ رسم بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے لئے محفوظ کیا ہے، لہذا یہ (رسم مصحف امام) میرے نزدیک واجب ہے، اور کثیر ائمہ کرام کی تصریح ہے کہ ''خط مصحف'' توقیفی ہے۔

نیز اس موضوع پر بلاد عرب میں بہت ''مجامع فقہیہ'' ہیں بحث ومناقشہ ہوا، اور وہاں کے مخلص محقق اہل علم نے قول فیصل کے طور پر قرارات بھی منظور کی ہیں۔ یقیناً وہ عصر حاضر میں جمیع علمائے امت یا کم از کم اکثر علمائے امت کے اتفاق واجماع کی واضح مثال ہے۔

☆ جملہ قرارات کا حاصل یہی ہے کہ کتابت قرآن میں کتابت کو ''رسم عثمانی'' پر ہی باقی رکھا جائے اور اس کے علاوہ کسی بھی عجمی حروف میں اس کی کتابت جائز نہیں۔

☆قرار مجمع البحوث الاسلامية بالأزهر الشريف :

"يوصى المؤتمر بأن يعتمد المسلمون على الرسم العثمانى للمصحف الشريف حفظاً من التحريف "(مجمع البحوث العلمية تاريخه وتطوره/ ۴۰۳ا۱ھ مطابق ۱۹۸۳ بحوالہ رسم المصحف)۔

☆ قرار هيئة كبار العلماء بالمملكة العربية السعودية رقم (٦٨) تاريخ ٢١ / ١٠ / ١٣٩٩ھ۔

"قرار المجلس بالإجماع : تحريم كتابة القرآن بالحروف اللاتينة أو غيرها من حروف اللغات الأخرى ،وذلک للاسباب التالية ۔" (ابحاث ہیئۃ کبار العلماء/۴۰۶)۔

☆قرار المجمع الفقهى الإسلامى التابع لرابطة العالم الإسلامى بمكة المكرمة

"وبعد اطلاع مجلس المجمع الفقهى الإسلامى على ذلک كله قرر بالإجماع تائيد ماجاء فى قرار مجلس هيئة كبار العلماء فى المملكة العربية السعودية من عدم جواز تغيير رسم المصحف العثمانى ووجوب بقاء رسم المصحف العثمانى على ما هو عليه ليكون حجة خالدة على عدم تسرب اىّ تغيير أو تحريف فى النص القرآنى ،واتباعاً لما كا ن عليه الصحابة وأئمة السلف رضوان الله عليهم أجمعين "(موسوعة القضايا الفقهية المعاصرة الباب السابع/ ۶۲۵)۔

خلاصہ کلام: ''غیر عربی رسم الخط'' میں کتابت قرآن کے عدم جواز کی واضح وصریح نصوص کے پیش نظر راقم سطور کی رائے یہ ہے کہ رسم عثمانی کے علاوہ کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن کی کتابت جائز نہیں، چاہے اس کے ساتھ اصل متن

قرآن کو باقی رکھا جائے یا تنہا غیر عربی رسم الخط میں ہی لکھا جائے، بلکہ غیر عربی داں مسلمان بھائیوں کو بھی اصل رسم عثمانی کی حالت میں ہی قرآن کریم پڑھنے پر ابھارا جائے، بصورت دیگر جو مفاسد ہیں ان کا ذکر سامنے آچکا، اس تعلیم قرآن کا بہترین وسیلہ، گاؤں گاؤں، محلّہ محلّہ مکاتب کے نظام کو مضبوط و مستحکم کرنا ہے۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

بریل کوڈ نہ عربی لفظ ہے اور نہ غیر عربی خط، یہ محض علامات واشارات ہیں جو محض کلمات پر دلالت کرتے ہیں، اس لئے گذشتہ تفصیل کی روشنی میں ''رسم عثمانی کی اہمیت'' کے تحت یہی معلوم ہوتا ہے کہ بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت کا تکلف نہ کیا جائے، اس لئے جن مصالح کی بناء پر اس کتابت کا سوال پیدا ہوا ہے، نابینا حضرات شرعاً ان کی رعایت کے مکلّف ہی نہیں۔ اس لئے نابینا حضرات کے لئے قدیم طریقۂ تعلیم اختیار کرتے ہوئے قرآن کریم کو اپنے اصلی رسم وکیفیت پر باقی رکھنا ہی مبنی بر مصلحت ہے۔

تاہم سوال میں ذکر کردہ اعذار و مجبوریاں بھی قابل غور ہیں، اس لئے نابیناؤں کی مجبوری کی بناء پر بقدر ضرورت قاعدہ فقہیہ: ''**الضرورات تبیح المحظورات**'' اور ''**الضرورة تتقدر بقدرها**'' سے استفادہ کرتے ہوئے بریل کوڈ میں کتابت قرآن کی گنجائش ہوسکتی ہے، بشرطیکہ بریل کوڈ میں لکھے ہوئے کلمات قرآن کا تلفظ ''قرأت رسم عثمانی'' کے موافق ہو۔ اگر رسم عثمانی میں لکھے ہوئے کلمات کی طرح پڑھنے میں تلفظ نہ ہوتا ہو تو پھر وہی مفاسد و مضرات لازم آئیں گے جن کا ذکر ''غیر عربی رسم الخط'' میں ہوا، پھر اجازت نہ ہوگی۔

اگر بدرجہ مجبوری ''بریل کوڈ'' میں قرآن مجید تیار کیا گیا تو اس کا حکم اصل قرآن کی طرح نہیں ہے، بلکہ ایسا مجموعہ حقیقۃً قرآن ہی نہیں، جیسا کہ سید محمد رشید رضاؒ نے کتب مالکیہ کے حوالہ سے نقل کیا: ''**إن ما كتب بغير العربية ليس بقرآن بل يعتبر تفسيراً له**''

جب ایسا مجموعہ اصلاً قرآن ہی نہیں تو اصل قرآن کے احکام اس سے متعلق نہیں ہونگے۔ البتہ اس میں قرآن کریم کی مشابہت پائی جاتی ہے اس لئے جملہ احکام وآداب میں قرآن کی رعایت کرنا بہتر ہے۔

موبائل پر قرآن مجید:

اگر موبائیل میں قرآن مجید کو محفوظ کیا گیا ہو تو چونکہ موبائیل میں صرف قرآن مجید ہی محفوظ کرنے کا قصد نہیں ہوتا، اس لئے موبائیل میں محفوظ قرآن کریم کی حیثیت سامان میں رکھے ہوئے قرآن کریم کی طرح ہے جس طرح سامان میں

رکھے قرآن کو سامان کے ضمن میں بغیر طہارت کے اٹھانا جائز ہے،اسی طرح ایسے موبائیل کو بھی اٹھانے پکڑنے کے لئے باوضو ہونا ضروری نہیں۔بغیر طہارت کے چھونا، اٹھانا جائز ہے۔جیسا کہ علامہ نووی تحریر فرماتے ہیں:

”وأما إذا حمل المصحف فی متا ع فوجهان ،حکاهما الماوردی ،والخراسانیون ،أصحهما وبه قطع المصنف والجمهور، ونقله الماوردی والبغوی عن نص الشافعی یجوز، لأنه غیرمقصود“ (المجموع شرح المہذب ۲/ ۶۸،مغنی المحتاج ۱/ ۲۷،روضۃ الطالبین ۱/ ۱۹۱،البیان ۱/ ۳۰۴)۔

البتہ موبائیل کی اسکرین پر آیات قرآنی موجود ہوں تو موبائیل کو اس طرح اٹھانا چاہیے کہ اسکرین پر ظاہر ہونے والی آیات کا مس (چھونا) نہ ہونے پائے،اسکرین پر ظاہر ہونے والی آیات کو بغیر وضو کے چھونا درست نہیں،کیونکہ وہ بھی کلمات قرآن ہیں،اور قرآن کریم کو بلا وضو کسی حائل کے ساتھ بھی چھونا درست نہیں اور مذکورہ صورت میں عرفاً چھونا ہی سمجھا جاتا ہے،چنانچہ توضیح کے لئے شیخ سلیمان بن عمر جمل الشافعی کا کلام ملاحظہ ہو:

”وحرم بها أی بالأحداث ....ومس مصحف أی بسائر أجزاء البدن ولو بحائل ......ودخل فی المس مالو کان بحائل ولو ثخینا حیث یعد ماساً له عرفاً ،لانه یخل بالتعظیم“ (حاشیۃ الجمل علی شرح المنہج ۱/ ۱۱۹)۔

☆☆☆

قرآن کریم کے متن وترجمہ کی اشاعت اور بریل کوڈ

مولانا طاہر حسین قاسمی☆

۱- قرآن مجید کا صرف ترجمہ بغیر عربی الفاظ کے لکھنا اور لکھوانا اور شائع کرنا باجماع امت حرام اور باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع ہے۔ جیسا کہ روایات ذیل میں اس کا ناجائز ہونا مذاہب اربعہ سے ثابت ہے۔ اور جب کہ اس کا لکھنا اور شائع کرنا ناجائز ہوا تو اس کی خرید فروخت بھی بوجہ اعانت معصیت کے ناجائز ہوگی۔ اس لئے اس کا فروخت کرنے والا اور خریدنے والا بھی گناہ گار ہوگا۔ اور چھاپنے اور شائع کرنے والے کو بھی اپنے عمل کا گناہ ہوگا اور جتنے مسلمان اس کی خرید وفروخت کریں گے اس کی وجہ سے گناہ گار ہوں گے وہ اس کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جاوے گا۔

لقوله تعالى:" ومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها الخ" (سورۂ نساء:۸۵)۔

وہ روایات جن سے حکم مذکور ثابت ہے حسب ذیل ہیں: علامہ حسن شرنبلالی صاحب نورالایضاح جودسویں صدی ہجری کے مشہور فقیہ اور مفتی صاحب تصانیف کثیرہ ہیں، ان کا ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر جس کا نام "**النفخة القدسيه فی احكام قراة القرآن و كتابة بالفارسية**" ہے: اس میں مذاہب اربعہ سے اس کی حرمت اور سخت ممانعت ثابت ہے کہ قرآن مجید کو کسی عجمی زبان میں محض ترجمہ بلا نظم قرآنی عربی کے لکھا جاوے۔ جس کی عبارت یہ ہے:

" وأماكتا بته القرآن بالفاسية فقد نص عليها فی غير ما كتا ب من كتب ائمتنا الحنفية المعتمدة منهاما قاله مولف الهداية الإمام الأجل شيخ الإسلام حجة الله تعالى على الأنام بر هان الدين أبو الحسن على بن أبی بكر المر غينانی الكبير رحمه الله تعالى فی كتابة التجنيس والمزيد۔ما نصه: ويمنع من كتا بة القرآن با لفاسية بالإجماع ،لأنه يؤدی لِلإ خلال بحفظ القرآن ،لأنا أمرنا بحفظ النظم والمعنى ،فإنه دلالة على النبوة ،ولأنه ربما يؤدی إلى التهاون بأمر القرآن انتهى : اور رہا قرآن شریف کو

☆ قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، پونے۔

فارسی میں لکھنا ، ہمارے حنفی اماموں کی بہت سی معتبر کتابوں میں اس کے متعلق تصریح ہے۔

(۱)(ہدایہ کے مصنف امام اجل اسلام کے شیخ المشائخ حجۃ اللہ علی الخلوق برہان الدین بن علی ابی بکر مرغینانی کبیر رحمہ اللہ تعالی علیہ اپنی کتاب التجنیس والمزید میں یہ الفاظ لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کو فارسی میں لکھنا بالاجماع ممنوع ہے، کیونکہ یہ قرآن کے حفظ کرنے میں خلل انداز ہے اور ہم لوگ قرآن مجید کے الفاظ ومعنی دونوں کی حفاظت کے مامور ہیں، کیونکہ یہ نبوت کا معجزہ ہے: دوسرے یہ کہ یہ تلاوت کے باب میں لوگوں کو سست کرتی ہے)۔

"و منها مافی معراج الدراية: يمنع من كتابة المصحف با لفارسيه أشد المنع، وأنه يكون معتمده زنديقاوسنذكر ه تمامه"، نیز "**و منها ما فی الكافی انه لو أراد أن يكتب مصحفا با لفارسية يمنع**" (کافی میں ہے کہ اگر کوئی فارسی میں قرآن شریف لکھنے کا ارادہ کرے تو روک دیا جائے گا)۔

"و منها ماقا ل فی شرح الهداية فتح القدير للمحقق الكمال ابن همام رحمه الله: و فی الكافی :ان اعتاد القراة با لفارسية او اراد ان يكتب مصحفا بها يمنع ،فان فعل آية او آيتيں لا ،فان كتب القرآن وتفيسر كل حرف و ترجمتة جا ز اه"، (ہدایہ کی شرح کمال بن ہمام کی تصنیف فتح القدیر اور کافی میں ہے کہ اگر کوئی فارسی میں تلاوت کی عادت کرے، یا فارسی میں لکھنے کا قصد کرے تو اس کو روک دیا جائے۔ ہاں اگر ایک دو آیت کرے تو نہ روکا جائے۔لیکن اگر الفاظ قرآن شریف بھی لکھے اور ہر ہر حرف کا ترجمہ وتفسیر لکھے تو جائز ہے)۔

علامہ محقق ابن ہمام کی عبارت سے اس تفصیل کی بھی تصریح ہوگئی کہ فارسی یا کسی اور عجمی زبان میں قرآن کا محض ترجمہ لکھنا جوممنوع ہے، ایک دو آیت کا ترجمہ لکھنا اس میں داخل نہیں ہے۔ بلکہ پورا قرآن یا اس کا کوئی معتد بہ حصہ اس طرح لکھنا حرام ہے۔ نیز یہ کہ اگر اصل عبارت عربی کے نیچے یا حاشیہ وغیرہ پر ترجمہ اور تفسیر لکھی جاوے تو وہ ممنوع نہیں ہے۔ پھر عبارات مذکورہ میں چونکہ بطور مثال فارسی زبان کا ذکر تھا۔جس سے یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ یہ ممانعت ممکن ہے کہ کسی وجہ سے فارسی زبان کے ساتھ مخصوص ہو اس لئے علامہ حسن شرنبلالی نے روایات مذکورہ بالا نقل کرنے کے بعد فرمایا:

"قدمنا حكاية الإجماع على كتا بة القرآن العظيم با لفارسية ،و أنه إنما نص على الفار سية لإفادة المنع بغير ها با لطريق الأولى ،لأن غيرها ليس مثلها فی الفصاحة ،ولذا كانت فی الجنة مما يتكلم به كا لعر بية كما تقدم" (النفحۃ القدسیۃ ۳۲)۔

(قرآن شریف کو فارسی میں لکھنے کی ممانعت پر اجماع کو تو ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ اب یہ ہے کہ فارسی کی تصریح اس لئے کی گئی ہے تاکہ دوسری زبانوں میں ممنوع ہونا بدرجہ اولی ثابت ہو جائے کیونکہ کوئی اور زبان فارسی سے فصیح نہیں ہے یعنی

عربی کی طرح جنت میں فارسی بھی بولا کریں گے جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے)۔

اور درمختار میں ہے:" **و تجوز كتا بة آية او آيتين با لفارسية لا أكثر (قال ا لشامی) و الظاهر أن الفارسية غير قيد**"(شامی ص ۵۳ /جلد ۱)۔

(قرآن مجید کی ایک دو آیت کی کتابت تو فارسی زبان میں جائز ہے، اس سے زیادہ جائز نہیں ہے۔ علامہ شامی اس پر لکھتے ہیں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ اس میں فارسی کی زبان کی کوئی قید نہیں ہے)۔ بلکہ مطلق عجمی زبان مراد ہے۔ فارسی ہو یا ہندی، اردو وغیرہ شامل ہے، اور یہی موقف ائمہ شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کا ہے (دیکھئے: النفحۃ القدسیہ ص ۳۵، مغنی مع الشرح الکبیر ۱/۸۳۰)۔

لہذا قرآن مجید کا صرف ترجمہ بغیر عربی الفاظ کے لکھنا اور لکھوانا اور شائع کرنا باجماع امت حرام اور باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع ہے۔ جیسا کہ روایات مذکورہ میں اس کا ناجائز ہونا مذاہب اربعہ سے ثابت ہے۔ اور جب کہ اس کا لکھنا اور شائع کرنا ناجائز ہوا تو اس کی خرید فروخت بھی بوجہ اعانت معصیت کے ناجائز ہوگی۔ اس لئے اس کا فروخت کرنے والا اور خرید نے والا بھی گناہ گار ہوگا۔ اور چھاپنے اور شائع کرنے والے کو بھی اپنے عمل کا گناہ ہوگا اور جتنے مسلمان اس کی خرید و فروخت کریں گے اس کی وجہ سے گناہ گار ہوں گے وہ اس کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جاوے گا۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ نے ''ازالۃ الخفاء'' میں ایک مہتم بالشان مقدمہ میں بیان فرمایا ہے کہ حق تعالی نے وعدہ فرمایا تھا کہ قرآن کی جمع و ترتیب اور حفاظت ہمارے ذمہ ہے، **قال تعالی : "إن علينا جمعه، و قرآنه"**(سورہ قیامہ:۱۷)، **و قال تعالی :" إنانحن نزلناالذكر و له لحافظون "**(سورہ حجر:۹)۔

لیکن اس وعدہ الہیہ کا ظہور اور حفاظت الہیہ کا طریق ظاہر ہے کہ اس طرح منظور نہیں تھا، جس طرح انسان اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے، اور نہ اس طرح کہ قرآن کسی پتھر کے اندکندہ ہوجاتا ہے، جو مٹانے سے نہ مٹ سکے۔ بلکہ مشاہدہ یہ ہوا کہ حفاظت خداوندی کا ظہور اس طرح ہوا کہ چند بندگان صالحین کے قلوب میں ڈالا گیا کہ وہ اس کی جمع اور تدوین کی خدمت انجام دیں، اور تمام دنیا کے مسلمان ایک نسخہ قرآنی پر مجتمع اور متفق ہوجاویں۔ اور ہمیشہ جماعات عظیمہ اس کی تلاوت اور تعلیم میں مشغول رہیں، تاکہ سلسلہ تواتر نہ ٹوٹ جاوے اور تکمیل اس کی اس طرح ظہور میں آئی کہ عہد عثمانی میں بمشورہ و اجماع صحابہ تمام مصاحف میں سے ایک مصحف پر اتفاق کیا گیا، جس میں قرات شاذہ نہیں لی گئیں، بلکہ قرات متواترہ لی گئی

اور ایک قریش کی لغت لی گئی اور باقی لغات کے مصاحف متروک کر دیئے گئے جن کا بعد میں کہیں نام ونشان نہیں رہا۔اس واقعہ اور مشاہدہ سے ثابت ہو گیا کہ قرآن جس کی حفاظت کا حق تعالی نے وعدہ فرمایا تھا، وہ یہی مصحف عثمانی ہے اور یہی قرآن محفوظ من اللہ ہے۔ ورنہ اگر حفاظت خداوندی سب مصاحف کے ساتھ متعلق ہوتی ،تو دوسرے لغات کے مصاحف کا تلف کر دینا کسی مخلوق کی قدرت میں نہ ہوتا۔اس سے ثابت ہوا کہ قرآن محفوظ صرف وہ ہی ہے، جو مصحف امام اور مصحف عثمانی کہلاتا ہے۔ جو چیز اس میں نہیں وہ قرآن نہیں، اور جو چیز اس میں ہے وہ نہ مٹائی جا سکتی ہے، اور نہ اس میں کوئی ادنی تغیر کرنا جائز ہو سکتا ہے۔ یہی راز ہے اس اجماع کا ہے جو اوپر نقل کیا گیا کہ مصحف عثمانی کے رسم خط کی بھی حفاظت واجب ہے (ازلۃ الخفاء ص ۲۴، ج ۱)۔

اسی طرح علامہ سیوطی نے ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں رسم خط قرآنی اور کتابت قرآنی کے آداب پر مستقل فصل بعنوان (النوع السادس والسبعون) رکھی ہے اس میں نقل کیا ہے ۔''**وقال اشهب: سئل مالك ما يكتب المصحف على ما أحد ثه الناس من الهجاء ؟ قال لا إلا على الكتبة الأولى .رواه الدارنى فى المقنع، ثم قال: ولا مخالف له من علماء الأمة**'' (اشہب فرماتے ہیں کہ امام مالک سے سوال کیا گیا کہ قرآن مجید کو اس خاص طرز میں لکھ سکتے ہیں جو آج کل لوگوں نے ایجاد کیا ہے؟ فرمایا نہیں۔ بلکہ اسی پہلی طرز کتابت پر ہونا چاہیئے،اس کو علامہ دانی نے مقنع میں نقل کر کے فرمایا ہے کہ علماء میں کوئی امام مالک کا اس بارہ میں مخالف نہیں۔اس کے بعد لکھا ہے:''**وقال الإمام احمد : ويحرم مخالفة خط مصحف عثمان فى واو أو ياء أو الف او غير ذالک** ''(اتقان ص ۶۷ ج ۲)اور حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ مصحف عثمانی کے رسم خط کی مخالفت حرام ہے وو، یاء، الف (زائدہ) ہیں (جو کہ تلفظ میں نہیں آتے محض لکھنے میں آتے ہیں)۔

پھر لکھا ہے:

''**وقال البيهقى فى شعب الإيمان: من يكتب مصحفا، فينبغى أن يحا فظ على الهجاء الذى كتبوا به تلك المصاحف .و لا يخالفهم فيه .و لا يغير مما كتبوه شيئا، فإنهم كا نوا أكثر علماء وأصدق قلبا و لسانا وأعظم أمانة ،فلا ينبغى أن نظن بأنفسنا استدراكا عليهم**'' اور امام بیہقی؛شعب الایمان میں فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن مجید کی کتابت کرے،تو ضروری ہے کہ اس طرز تحریر کی حفاظت کرے جس پر حضرات صحابہ نے مصاحف لکھے ہیں۔ان کی مخالفت نہ کرے، کیونکہ وہ زیادہ علم والے اور زیادہ سچے دل اور زیادہ زبان والے اور زیادہ امانت دار تھے،تو ہمارے لئے کسی طرح لائق نہیں کہ ہم اپنے متعلق یہ گمان کریں کہ ان کی کسی کمی کو ہم پورا کرتے

ہیں۔اس کے چند صفحہ بعد تحریر فرماتے ہیں:

”و هل تجو ز كتا بة غير العربى ؟ قال الزركشي: لم أر فيه كلا ما لأحد من العلماء ،قال:و يحتمل الجواز ،لأنه قد يحسنه من يقرأ با لعر بية ،والأقرب المنع كما تحرم قرأته بغير لسان العر ب .و لقولهم : القلم أحدا للسا نين: و العرب لا يعر ف قلما غير العر بى ،وقال تعالى: بلسان عر بى مبين (اتقان ۲/۱۷۱)۔

کیا غیر عربی رسم خط میں قرآن کریم کی کتابت جائز ہے؟

علامہ زرکشی نے اس کے متعلق فرمایا ہے کہ میں نے اس بارہ میں کسی عالم کی تصریح نہیں دیکھی اور احتمال جواز کا ہے، کیونکہ بعض اوقات غیر عربی رسم خط کو وہ عجمی لوگ اچھی طرح ادا کر سکتے ہیں، جو عربی پڑھ تو لیتے ہیں۔(لیکن لکھنے کی قدرت نہیں) لیکن اقرب التحقیق یہ ہے کہ غیر عربی رسم خط میں لکھنے کو منع کیا جاوے۔جیسا کہ غیر عربی میں قرات کو منع کیا جاتا ہے۔کیونکہ مشہور ہے کہ قلم بھی ایک قسم کی زبان ہے اور عرب بجز عربی رسم خط کے اور کوئی رسم خط نہیں جانتے،اور حق تعالی نے فرمایا ہے؛بلسان عربی مبین:اور علامہ حسن شرنبلالی صاحب”نورالایضاح“جو دسویں صدی ہجری کے مشہور فقیہ مصنف تصانیف کثیرہ اور مذہب حنفی کے معروف مفتی ہیں۔ان کا ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر ہے۔بنام ”النفحة القدسية فى أحكام قراة القرآن و كتا بته با لفا رسية“ :اس میں مذاہب اربعہ،حنفیہ،شافعیہ،مالکیہ،حنابلہ،کی مستند کتب سے اجماع امت اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن کی کتابت میں مصحف امام کے رسم خط کا اتباع واجب ولازم ہے ،غیر عربی عبارات میں اس کا لکھنا حرام ہے اور اسی طرح غیر عربی خط میں اس کی کتابت ممنوع و ناجائز ہے۔

” أما كتابة القرآن با لفا رسة ،فقد نص عليها فى غير ما كتا ب من كتب ائمتنا الحنفية المعتمدة منها ما قاله مولف الهداية الامام المر غينانى فى كتا به التجنيس و المزيد ما نصه: و يمنع من كتا بة القرآن با لفا رسية بالإجماع .لأنه يؤدى للإخلا ل بحفظ القرآن ،لأنا أمرنا بحفظ النظم والمعنى، فإنه د لا لة على النبوة، ولأ نه ر بما يؤدى إلى التهاون بأمر القرآن“

”و منها ما فى معراج الدراية : أنه يمنع من كتا بة المصحف با لفا رسية أشد المنع، و أنه يكون معتمده زنديقا .ثم ذكر مثله من الكا فى و فتح القدير للمحقق ابن الهمام “ لیکن قرآن مجید کی کتابت فارسی زبان میں سو کسی ایک کتاب میں نہیں (بلکہ بہت سی کتب میں) جو ہمارے ائمہ حنفیہ کے نزدیک مستند ہیں، اس کی تصریح موجود ہے۔منجملہ ان کے وہ ہے جو صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تجنیس اور مزید میں فرمایا ہے۔جس کی عبارت

یہ ہے: اور فارسی میں کتابت قرآن سے باجماع منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ حفاظت قرآن میں خلل ڈالنے کا ذریعہ ہے، کیونکہ ہم قرآن مجید کے الفاظ اور معنی دونوں کی حفاظت کے لئے مامور ہیں۔

ان تمام تفصیلات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن مجید اگر اس طرح طبع کیا جاوے کہ متن قرآن کو ان کی زبان (ہندی، انگریزی، وغیرہ) اور ان کے رسم الخط میں لکھ دیا جائے، یعنی عبارت قرآن کی ہو اور رسم خط غیر عربی میں ہو، تاکہ غیر عربی داں حضرات کو تلاوت میں سہولت ہو شرعا ایسا کرنا باجماع امت حرام ہے اور تحریف قرآن کے حکم میں ہے۔ اس لئے کہ ایسا کرنا مصحف عثمانی کے رسم خط کی تغییر وتبدیل ہے جو باجماع حرام ہے۔ نیز غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن مجید کی اشاعت و کتابت قطعا جائز نہیں ہے، بلکہ اس کی وجہ سے بتدریج خدانخواستہ قرآن مجید میں تحریف وتغیر کی سازش کرنے والوں کے لئے راستہ ہموار ہونے کا خطرہ ہے۔ نیز اگر عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں متن قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن کو لکھ دیا جائے تو یہ بھی صورت جائز نہیں ہے، اس لئے کہ عربی زبان کا تلفظ نہایت لطافت کا حامل ہے، جس میں معمولی سی تبدیلی معنی ومقصود کو بدل کر رکھ دیتی ہے، اس لئے علماء نے غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت کو منع کیا ہے، علامہ سیوطی کا بیان ہے۔ ’’لم یجوز أحد من الائمة الأربعة کتابة القرآن بغیر العربیة‘‘ (الاتقان فی علوم القرآن ص ۲/۱۷۱)۔

۳- بریل کوڈ میں قرآن مجید تیار کرنا درست ہے یا نہیں؟

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بریل کوڈ نہ عربی رسم الخط ہے اور نہ رسم عثمانی جس میں قرآن مجید کا لکھنا لازم قرار دیا گیا اور فقہاء نے عربی رسم الخط کے علاوہ اور رسم خط عثمانی کے علاوہ میں قرآن مجید کی کتابت کو ممنوع قرار دیا ہے، جیسا کہ میں نے جواب نمبر ا۔ اور ۲ میں وضاحت کیا ہے۔ لیکن بریل کوڈ میں قرآن مجید کی اشاعت سے نابیناؤں کو غیر معمولی سہولت پیدا ہوجاتی ہے اور وہ ہر قدم پر بینا افراد کے محتاج نہیں رہ جاتے، حفظ کرنے والے نابینا افراد اس کی مدد سے قرآن یاد کرسکتے ہیں، بھولنے کی صورت میں اس کی طرف مراجعت کرسکتے ہیں، براہ راست قرآن کا مطالعہ کرسکتے ہیں، نابیناؤں کی ان مجبوریوں کے پیش نظر بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست اور مستحسن ہونا چاہئے، نیز اس سلسلہ میں فقہاء کا کوئی جزیہ نظر سے نہیں گذرا ہے، لیکن یہاں مجبوری ہے اور یہ حاجت ہے اور حاجت ضرورت کے درجہ میں آکر ناجائز چیزوں کے لئے وقتی اور عارضی طور پر وجہ جواز بن جاتی ہے تو کیا یہ مجبوری وجہ جواز نہیں بنے گی جو ایک مستقل مجبوری ہے اور ’’الحاجة تنزل منزلة الضرورة‘‘ اور ’’الضرورات تبیح المحظورات‘‘، کے درجہ میں نہیں ہوگی، لہذا میری رائے یہ ہے کہ مذکورہ

اصول کے پیش نظر بریل کوڈ میں قرآن مجید جو کہ نہ عربی رسم الخط اور نہ رسم عثمانی ہے جائز ہونا چاہئے ،البتہ بریل کوڈ میں تیار کر دہ قرآن مجید کا حکم اصل قرآن کا ہی ہوگا اس کو بلا وضو نہ چھوئے ، نیز اس کے لئے وہی آداب واحکام رہیں گے جو اصل قرآن مجید کے ہیں ۔

۴- اس سلسلہ میں فقہاء کی نہ تو کوئی عبارت اور نہ کوئی جزیہ نظر سے گذرا ہے،اور چونکہ یہ ایک نیا مسئلہ ہے،اس لئے اس سلسلہ میں میری رائے یہ ہے کہ موبائل کے ڈھانچہ کو ایسا غلاف تصور کیا جائے گا جس کو بے وضو چھونے کی گنجائش ہونی چاہئے۔

☆☆☆

قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت

ڈاکٹر مبین سلیم ندوی ازہری☆

۱- صرف ترجمہ قرآن کی متن قرآن کے بغیر اشاعت دعوت وتعلیم کی غرض سے درست ہے، یہ مصحف کے حکم میں نہیں، اس لئے بغیر وضو کے چھونا درست ہے، اس کا حکم تفاسیر ودینی کتابوں کا حکم ہوگا جن کا ادب لازمی ہے۔

۲- غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن کی اشاعت درست نہیں۔

ب- متن قرآن کو غیر عربی زبان میں لکھنا صرف تعلیمی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے درست ہے، ورنہ درست نہیں، نیز اسے تنہا غیر عربی رسم الخط میں نشر کرنا بھی درست نہیں، اسے مکمل قرآن کی شکل میں مستقل طور پر چھاپنا بھی جائز نہیں، اس طرح غیر عربی رسم الخط میں لکھی ہوئی چیز پر مصحف کا اطلاق نہیں ہوگا، وہ تو صرف شرح وتفسیر الفاظ ہے غیر عربی میں، جسے تعلیمی کتابوں میں ضرورت کے تحت استعمال کیا جاسکتا ہے، عربی میں قرآن کو پڑھنا سیکھنا ضروری ہے جو بنسبت دوسری زبان کے آسان ہے، اس لئے دوسری زبان میں لکھنے کے بجائے عربی میں قرآن پڑھنے اور سیکھنے پر توجہ دینا ضروری ہے۔

ج- عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں متن قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن کو صرف تعلیمی ضرورت شدیدہ کو پورا کرنے کے لئے ایک ساتھ شائع کرنا درست ہے، مگر استاذ کی نگرانی میں اسے صحیح طور پر تجوید کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے، اور اس پر مصحف کا اطلاق نہیں ہوگا، بلکہ تفسیر وغیرہ کی کتابوں کا حکم ہوگا۔

۳- بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا نابیناؤں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے درست ومستحسن ہے، نیز اسے صحیح طور پر تجوید سے پڑھنے کے لئے مشق ضروری ہے، اس پر مکمل طور پر مصحف کا اطلاق نہیں ہوگا، لیکن مصحف کے آداب لازمی ہوں گے۔

۴- موبائل میں محفوظ قرآن کا حکم الکٹرونک مصحف کا حکم ہے، اس کے بارے میں معاصرین فقہاء کی مختلف آراء ہیں،

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، کے اے نظامی سینٹر فار قرآنک اسٹڈیز علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

ان میں سے مشہور وہ ہیں:

۱-الکٹرونک مصحف، اصل مصحف کے حکم میں نہیں، وہ صرف ایک آلہ ہے جس سے تذکر آیات پر مدد حاصل کی جاتی ہے، چونکہ آلہ یا پروگرام کے بند کرتے ہی آیات چھپ جاتی ہیں پھر دکھنا ممکن نہیں۔

۲-قرآن کے پروگرام کے جاری ہونے کے وقت میں ہی صرف وہ مصحف کے حکم میں ہے، چونکہ اس حالت میں آیات ظاہر ہوتی ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جمہور فقہاء کے نزدیک مصحف کو چھونے کے لئے حدث اصغر و اکبر سے پاک ہونا ضروری ہے، لیکن میرے نزدیک الکٹرونک مصحف مکمل طور پر ہر اعتبار سے اصل مصحف کے حکم میں نہیں، اس لئے آلہ اور مشین کو خواہ اس کی کوئی بھی شکل ہو (موبائل، قرص، کمپیوٹر، ہارڈ ویئر وغیرہ) اس میں اصل مصحف کی طرح اس میں مکتوب الفاظ حروف اور رسوم کو بغیر کسی حائل کے ڈائریکٹ چھونا ممکن نہیں، چونکہ اسکرین پر جو قرآنی کلمات و حروف نظر آتے ہیں وہ تو صرف الکٹرونک وائبریشنس اور حرکات ہوتی ہیں جو ایک متعین پروگرام کے تحت وجود میں آکر اسکرین پر نظر آتی ہیں اور وہ صرف رفلیکشن کے وقت ہی دکھتی ہیں، اس کے ختم ہوتے ہی اسکرین پر نظر نہیں آتیں، اس لئے شیشہ یا کسی اور دھات سے تیار اسکرین کو چھونا مصحف کے چھونے کے حکم میں نہیں۔

البتہ اسکرین پر قرآن کریم کے ظاہر ہونے کے وقت اسے گندگی سے چھونا، گندگی میں رکھنا، یا اسے اس حالت میں بیت الخلاء میں جانا درست نہیں، یہ اس کی حرمت کے خلاف ہے، جس پر فقہاء کا اتفاق ہے، موبائل کے بند ہونے یا پروگرام کے بند ہونے کی صورت میں کوئی حرج نہیں۔

اس سے یہ بات واضح رہے کہ موبائل کی اسکرین پر اگر قرآن مجید ظاہر ہو تو آپ موبائل کو بغیر وضو کے چھو سکتے ہیں، البتہ اگر باوضو رہیں تو افضل ہے۔

☆☆☆

قرآن مجید سے متعلق چند اہم مباحث

مولانا محمد شکیل اسلامپوری☆

۱-متن قرآنی کے بغیر محض ترجمہ کا عدم جواز:

چونکہ متن قرآن کے بغیر محض ترجمہ یہ بھی کبھی ضیاع کا سبب بن سکتا ہے، اس لئے باجماع امت یہ امر کسی بھی حال میں جائز نہیں، خواہ کتنی ہی بڑی مصلحت پیش نظر کیوں نہ ہو، لیکن حفاظت قرآن سے بڑھ کر کوئی مصلحت نہیں ہوسکتی، اس لئے محض ترجمہ کو شائع کرنا جائز نہیں، جس پر ائمہ احناف کی معتبر کتب، نیز دیگر مسالک فقہ کی کتب میں صریح جزئیات موجود ہیں۔

۱-چنانچہ مؤلف ہدایہ علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی اپنی کتاب ''التجنیس والمزید'' میں فرماتے ہیں: **ویمنع من کتابة القرآن بالفارسية بالإجماع، لأنه يؤدى للإخلال بحفظ القرآن، لأنا أمرنا بحفظ النظم والمعنى، فإنه دلالة على النبوة، ولأنه ربما يؤدى إلى التهاون بأمرالقرآن''** (کتاب التجنیس والمزید ۱/۴۷۷، نیز دیکھئے: فتح القدیر ۱/۲۴۸، فتاوی محمودیہ ۳/۵۱۰، کفایۃ المفتی ۱/۱۶۹ از کریا، فتاوی رشیدیہ/۷۵، مکتبہ تھانوی دیوبند)۔

۲-**''أما عند الإمام الشافعي فقد قدمنا عن الإمام الزركشي إحتمال الجواز، وأن الأقرب المنع من كتابة القرآن بالفارسية كما تحرم قراء ته بغير لسان العرب''** (النفحۃ القدسیۃ)۔

علامہ زرکشی نے احتمال جواز کے بعد فارسی زبان میں تلاوت پر قیاس کرکے کتابت بالفارسیۃ کی حرمت کا فتوی دیا۔

۳-اسی طرح علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنے فتاوی میں حرمت کا فتوی دیتے ہوئے فرمایا: **''وقد سئل هل تحرم كتابة القرآن الكريم بالعجمية كقراء ته؟ فأجاب بقوله قضية ما في المجموع، الإجماع على**

☆ خادم جامعہ مظہر سعادت، ہانسوٹ، گجرات۔

التحريم، وقال في محل آخر: ”قال الزركشي: وليس تطييبه، وجعله على الكرسي وتقبيله، ويحرم مد الرجل إلى شيء من القرآن أو كتب العلم يحرم أيضا كتابته بقلم غير العربى“(فتاوی ابن حجر)۔

عبارت مذکورہ علامہ ابن حجرؒ نے نفس تحریم کو بیان فرمایا ہے، پھر آگے اس کی علتیں بیان کرتے ہیں:

۱-”وفى كتابة القرآن العظيم بالعجمي تصرف في اللفظ المعجز الذى حصل التحدي به بما لم يرو“(حوالہ سابق) (کہ عجمی زبان میں لکھنے کی صورت میں عربی کلمات جوکہ معجز اور چیلنج ہیں ان کو بدلنا لازم آتا ہے ان کلمات سے جو معجز وارد نہیں ہوئے ہیں)۔

۲-”ربما يوهم عدم الإعجاز، بل الركاكة؛ لأن الألفاظ العجمية فيها تقديم المضاف إليه على المضاف، ونحو ذلک مما يخل بالنظم ويشوش الفهم وقد صرحوا بأن الترتيب مناط الإعجاز“(حوالہ مذکور)۔

حاصل عبارت کا یہ ہے کہ نظم قرآنی خود معجز ہے، اب اگر کسی اور زبان میں نقل کیا جائے تو اس میں خلل آجائے گا، اس لئے کہ عربی میں تراکیب کی ترتیب الگ ہوتی ہے۔

۳-”وأما عند الأئمة المالكية فكما نقل العلامة ابن حجر في فتاواه: أن الإمام مالكا سئل، هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال: لا، إلا على الكتبة الأولى“ (حوالہ سابق)۔

(ائمہ مالکیہ کے نزدیک بھی یہ چیز جائز نہیں جیسا کہ علامہ ابن حجرؒ نے اپنے فتاوی میں اس کا ذکر کیا ہے کہ امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ لوگوں نے جو حروف ہجاء کی ترتیب پر لکھنے کا نیا طریقہ ایجاد کیا ہے، کیا یہ طریقہ جائز ہے؟ آپ نے سختی سے ممانعت فرماتے ہوئے مصحف عثمانی کی اتباع کو ضرور قرار دیا)، چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی شافعیؒ ”اتقان“ میں فرماتے ہیں:

”قال أشهب: سئل مالک هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال لا إلا على الكتبة الأولى، رواه الداني في المقنع، ثم قال: ولا مخالف له من علماء الأمة“ (الاتقان فی علوم القرآن)۔

اسی طرح مسلک حنابلہ میں علامہ ابن قدامہ حنبلی اپنی کتاب ”المغنی“ میں فرماتے ہیں: ”ولا تجزئه القراءة بغير العربية ولا إبدال لفظها بلفظ عربي سواء أحسن قراءتها بالعربية أو لم يحسن، وبه قال الشافعي وأبويوسف و محمد، وقال أبوحنيفة: يجوز ذلک، وقال بعض أصحابه: إنما يجوز لمن لم يحسن

العربية"(المغنی لابن قدامہ)۔

مذکورہ عبارت سے واضح ہوگیا کہ غیر عربی میں قراءت کے عدم جواز پر سوائے امام اعظمؒ کے سبھی کا اجماع ہے، خواہ اچھی طرح عربی پڑھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، اور امام اعظمؒ کا اختلاف بھی اسی وقت ہے جب کہ اچھی عربی نہ پڑھ سکتا ہو۔

نیز متن قرآنی کے بغیر محض ترجمہ کو شائع کرنا اور چھاپنا بالکل ہی ممنوع ہے، لہٰذا اس ترجمہ کو خریدنا، بیچنا، ہدیہ دینا، ہدیہ میں قبول کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ اگر یہ تصرفات کئے جاتے رہے تو اس کو فروغ ملے گا، حالانکہ اس کو تو ناپید کرنا ہے اس لئے خریدنا، بیچنا، ہدیہ قبول کرنا کچھ بھی جائز نہیں، جیسے کسی کے لئے بھیک مانگنا، سوال کرنا جائز نہیں تو اس کو دینا بھی جائز نہیں اس لئے کہ جب اس کو لوگ دینا بند کردیں گے تو وہ خود بخود مانگنا بند کردے گا، تو اس طرح محض ترجمہ چھاپا گیا اور لوگ اس کو لینا دینا اور خریدنا بند کردیں گے تو لازمی طور پر وہ خود بخود بند ہوجائے گا اور اگر لیں گے تو اس کو فروغ ملے گا حالانکہ یہ معاونت علی الاثم ہے جس کی قرآن پاک میں صراحۃً ممانعت آئی ہے، "**ولا تعاونوا على الإثم والعدوان**" (مائدہ:۲، امداد الفتاویٰ ۴/ ۴۲، جواہر الفقہ ۲/ ۱۰۳)۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

رسم مصحف عثمانی کا اتباع ہر حال میں واجب ہے، اس کے خلاف کرنا کسی بھی حال میں جائز نہیں، اس پر تمام علماء امت کا اجماع ہے۔

"**وقال أشهب : سئل مالک : هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء ؟ فقال: لا، إلا على الكتبة الأولى ـ رواه الداني في المقنع ـ ثم قال : ولا مخالف له من علماء الأمة ، وقال في موضع آخر : سئل مالک عن الحروف في القرآن مثل الواو والألف : أترى أن يغير من المصحف إذ وجد فيه كذلک ؟ قال : لا ، قال أبو عمرو : يعني الواو والألف المزيديتين في الرسم المعدومتين في اللفظ نحو : (أولوا) ـ وقال الإمام أحمد : يحرم مخالفة مصحف الإمام في واو أو ياء أو ألف أو غير ذلک ـ وقال البيهقي في شعب الإيمان : من يكتب مصحفًا، فينبغي أن يحافظ على الهجاء الذي كتبوا به هذه المصاحف ، ولا يخالفهم فيه ، ولا يغير مما كتبوه شيئًا، فإنهم كانوا أكثر علمًا ، وأصدق قلبًا ولسانًا ، وأعظم أمانةً ، فلا ينبغي أن نظنّ بأنفسنا استدراكًا عليهم**"(الاتقان فی علوم القرآن)۔

(اس مذکورہ عبارت سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ مصحف عثمانی میں اگر کچھ حروف زائد ہیں جو صرف لکھنے میں تو

آتے ہیں، پڑھنے میں نہیں آتے تو ان کو بھی ترک کرنے کی اجازت نہیں ہے، اس لئے کہ صحابہ کرامؓ اور سلف صالحینؒ سے اسی کا اتباع ثابت ہے، حالانکہ ہم سب کا ایمان ہے کہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین باعتبار علم کے ہم سے بڑھے ہوئے، قلب ولسان کے اعتبار سے ہم سے زیادہ سچے، اور امانت ودیانت میں ہم سے عظیم تھے، لیکن اس کے باوجود مصحف امام میں کسی بھی طرح کی ترمیم ان کی طرف سے ثابت نہیں بلکہ پوری طرح اسی کا اتباع کیا تو پھر اب اس میں ترمیم کر کے ہم ان اسلاف پر استدراک کی کوشش کریں کہ شاید یہ بات ان سے رہ گئی تھی جس کو ہم پورا کر رہے ہیں یہ استدراک کسی بھی طرح صحیح اور مناسب نہیں)۔

حضرت امام ابن جوزیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ بے شک جس طرح امت کے لئے مطلب قرآن کو سمجھنا اور اس کے حدود کو قائم رکھنا عبادت ہے، اسی طرح صحیح پڑھنا، اور حروف کو طریقہ کے مطابق ٹھیک ٹھیک ادا کرنا بھی عبادت ہے، قرآن شریف قابل استاذ کے پاس صحیح تلفظ سے پڑھے بغیر عربی رسم الخط کے بھی صحیح پڑھنا دشوار ہے، تو پھر ان پڑھ آدمی گجراتی رسم الخط میں کس طرح صحیح پڑھ سکتا ہے؟ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ جو سورتیں زبانی صحیح یاد ہیں وہی پڑھا کرے، مگر گجراتی میں نہ پڑھے کیونکہ غلط پڑھنا حرام ہے (اتقان، درمختار، شامی، فتاوی ابن تیمیہ، شرح جزری، ملاعلی قاری، بحوالہ فتاوی رحیمیہ ۱۶/۳)۔

الفاظ قرآن کو عربی رسم الخط میں لکھنا ضروری ہے، ہندی یا کسی اور رسم الخط میں لکھنے کی اجازت نہیں (شامی وفتح القدیر بحوالہ بالا)۔

اتقان میں اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق نقل کیا ہے، جیسا کہ پہلے ''اتقان'' کے حوالہ سے کئی جگہ یہ عبارت گذر چکی ہے، ہندی رسم الخط میں عبارت مسخ ہوجائے گی، ''ح، ذ، ز، ض، ظ'' میں نمایاں فرق نہیں رہے گا، سب کی صورت یکساں ہوگی، اصل مخارج و صفات سے ادا نہ کیا جائے گا، استعلاء، اطباق، استطالت، سب کچھ ضائع کردیں گے (فتاوی محمودیہ کراچی ۵۱۰/۳)۔

اسی طرح مولانا ظفر احمد تھانویؒ چند عبارتیں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ان تصریحات سے چند امور معلوم ہوئے:

۱-باجماع ائمہ اربعہ کتابت قرآن میں مصحف عثمانی کا اتباع واجب ہے جس کی مخالفت گناہ ہے، مگر کفر نہیں، البتہ رسم الخط عثمانی میں طعن کرنا اور اس کی تحقیر کرنا تشویش ناک ہے جس سے کفر کا اندیشہ ہے۔

۲-واو، یاء اور الف کا حذف ان مواقع میں واجب ہے جہاں مصحف عثمانی میں ان حروف کو حذف کیا گیا ہے اور

جہاں زیادہ کئے گئے ہیں وہاں زیادہ کرنا واجب ہے۔

۳-اسی طرح جہاں تاء کو بصورت تاء مربوطہ لکھا گیا ہے وہاں اسی طرح لکھنا واجب ہے اور جہاں بصورت تاء مجرورہ طویلہ لکھا گیا ہے وہاں جروطول کے ساتھ لکھنا واجب ہے۔

"قال الشيخ المحقق المقرى محمد صديق الأفغانى ناقلا عن كتب الأئمة القدماء المشهورين في رسالة زبدة ترتيل القرآن "مانصه وماكتبوه بغير ألف فواجب أن يكتب بغير ألف، وقرئ نحو "الله، الرحمن، العالمين و مالک وذلک ورزقناهم، وهذا وآيت، ويقوم، وساحر، وقل، وصادقين، وكاذبين، وكافرين، وكاسرين، والسماوات والقيامة وأمثالها-علامتها الفتح الخنجرية يطول الصفحة لايرضها(۹۳) وفيه أيضا (۹۷)وما كتبوه بتاء طويلة فواجب أن يكتب بتاء طويلة وما كتبوه بتاء مدورة فواجب أن يكتب بتاء مدورة"۔

پس جس طرح الفاظ (العالمین، صالحین، صابرین، صاغرین، کافرین، شاکرین، جناب، آیات، ملائکہ) کو سوال میں بطور مثال لکھا گیا ہے ان میں بھی مصحف عثمانی کا اتباع واجب ہے، اور وہ بھی داخل رسم عثمانی ہیں، ان کو الف سے لکھنا مصحف میں جائز نہیں (امدادالاحکام ۱/ ۲۳۵)۔

اس تصریح سے معلوم ہوا کہ جب اس معمولی درجہ کی تغییر بھی جائز نہیں تو پھر پورا قرآن پاک دوسری زبان میں لکھنا جس میں کئی حروف کی زیادتی اور کمی لازم آتی ہے وہ بدرجہ اولی جائز نہ ہوگا۔

اسی طرح مفتی شفیع صاحبؒ نے بحوالہ فتاوی ابن حجر نقل کیا ہے:"وزعم أن كتابته بالعجمية فيها سهولة لتعليم كذب مخالف للواقع والمشاهدة، فلا يلتفت لذلک على أنه لوسلم صدقه لم يكن مبيحا لإخراج ألفاظ القرآن عما كتب عليه، وأجمع عليه السلف والخلف"۔

اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے مفتی شفیعؒ فرماتے ہیں: خداوندقدوس نے" قراءة" قرآن کے آسان کر دینے کا جو کھلے الفاظ میں "ولقد يسر نا القرآن للذكر فهل من مدكر" (سورۂ قمر:۱۷) کہہ کر اعلان فرمایا، اس کا مشاہدہ سب کی آنکھوں کے سامنے آ گیا کہ ہر ملک اور ہر زبان والے قرآن کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اپنی مادری زبان کی کتابوں کو بھی ایسا نہیں پڑھ سکتے، اور انہیں اہل عجم میں سینکڑوں ایسے حضرات ہوئے جو تجوید قرآن اور دیگر علوم قرآنیہ میں امام مانے گئے"۔

الغرض اول تو یہ مشکلات محض خیالی ہیں، ان کو مشکل تسلیم کرنا ہی غلط ہے، اور بالفرض اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو ہر مشکل کا ازالہ یہ بھی تو کوئی ضروری نہیں، یوں تو روزہ، نماز سبھی ارکان اسلام اپنے اندر کچھ نہ کچھ مشکل رکھتے ہیں۔

الغرض صحابہؓ وتابعینؒ کے طرز عمل سے واضح ہوگیا کہ جس طرح قرآن میں زبان عربی کی حفاظت ضروری ولازم ہے، کسی عجمی زبان میں بدون قرآنی عربی عبارات کے قرآن مجید کی کتابت جائز نہیں، اسی طرح عربی رسم الخط کی حفاظت بھی ضروری ہے، کسی دوسرے رسم الخط میں اس کو لکھنا، اس لئے جائز نہیں کہ اس میں رسم خط عثمانی کی مخالفت کے ساتھ تحریف قرآن کا راستہ بھی کھولنا ہے جو باجماع امت حرام ہے۔

عربی متن کے ساتھ دوسری زبان میں کتابت قرآن:

ظاہر ہے کہ جب اس طرح کا قرآن ہوگا تو اس کا مطمح نظر وہی قرآن ہوگا جو دوسری زبان میں لکھا ہوا ہے، اور یہ بھی مذکورہ ترمیم وتحریف سے خالی تو نہیں ہے، اس لئے خواہ متن عربی کے ساتھ دوسری زبان میں قرآن لکھا جائے یا بغیر متن عربی کے محض دوسری زبان کے رسم الخط میں لکھا جائے کوئی بھی صورت جائز نہیں۔

موبائل میں محفوظ قرآن پاک کا حکم:

چند متفق علیہ امور ۱-مصحف ورقی کو بلا طہارت مس کا عدم جواز متفق علیہ ہے، ۲-قرآن پاک اگر موبائل میں محفوظ ہے اور پروگرام بند ہے تو اس موبائل کو بھی بلا وضو مس کرنا جائز ہے، ۳-اگر اسکرین پر قرآنی آیات ظاہر ہو تو اسکرین کو چھوڑ کر مابقیہ ڈھانچہ بمنزلہ غلاف کے ہے، جیسا کہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے کیسٹ کی کیس جو اس فیتہ پر رہتی ہے جس فیتہ میں قرآن پاک محفوظ ہوتا ہے کو بمنزلہ غلاف قرار دے کر بلا طہارت مس کو جائز کہا ہے (جدید فقہی مسائل ۱/ ۱۰۳)، اسی سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اسکرین پر آیات ظاہر ہو تو اسکرین چھوڑ کر مابقیہ جثہ (غلاف کے درجہ میں ہونے کی وجہ سے) کو چھونا جائز ہونا چاہئے (آگے دلائل سے اس کو ثابت کیا جائے گا) اس لئے کہ یہ بھی مانند اس کیس کے ہے جو فیتے پر لگی رہتی ہے۔

اسکرین پر ظاہر آیات کا حکم:

البتہ سوال یہ ہے کہ مذکورہ حالت میں خود اسکرین کو بلا وضو مس کیا جاسکتا ہے یا نہیں اس باب میں دو چیز تحقیق طلب ہے، ۱-مصحف کی حقیقت کیا ہے، ۲-مصحف اور اس کے علاوہ مکتوب قرآن مجید میں فرق ہے یا نہیں۔

۱-مصحف کی لغوی حقیقت: علامہ جوہری فرماتے ہیں کہ "**أصحف أى جمعت فيه الصحفة**" (لسان العرب ۸/ ۲۰۴)، اسی طرح صاحب "معجم تہذیب اللغۃ" فرماتے ہیں کہ "**قال الليث: إنما سمى المصحف مصحفا؛ لأنه أصحف أى جعل جامعا للصحف المكتوبة بين الدفتين**" (معجم تہذیب اللغۃ ۲/ ۱۹۸) یعنی مصحف کو

مصحف اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں لکھے ہوئے مصاحف کو دوگتوں کے مابین جمع کردیا گیا ہے۔

چونکہ مصحف کے لغوی معنی میں دفتین کے معنی ملحوظ ہیں، اس لئے ایک دو ورق لکھے ہوئے ہوں تو اس کو مصحف نہیں کہا جائے گا، چنانچہ شیخ عبدالعظیم زرقانی فرماتے ہیں کہ ''**فکان المصحف ملحوظا فی معناه اللغوی دفتاه ای جانباه أی جلداه اللذان یتخذان جامعا لأوراقه ضابطا لصحفه حافظا لها**'' (مناہل العرفان ۱/ ۳۲۴) یعنی مصحف کی تعریف میں دفتین کی قید ملحوظ ہے اور دفتین وہ دو جانب اور دو طرف ہے جو اوراق مصحف کے لئے جامع، اس کے صحیفوں کے ضابط ومحافظ ہے۔

۲- مصحف کی اصطلاحی تعریف: اسی لئے مصحف کی اصطلاحی تعریف اس طرح کی گئی ہے: ''**یصدق المصحف علی ما کان حاویاللقرآن کله أو کان مما یسمی مصحفا عرفا ولو قلیلا کحزب علی ما صرح به القلیوبی، وقال ابن حبیب: یشمل ما کان مصحفا جامعا أو جزء أو ورقته فیها بعض سورة، أولوحا أو کتفا**'' (مکتوبہ موسوعہ فقہیہ ۳۸/۵) مصحف کا لفظ اس چیز پر صادق آئے گا جو پورے قرآن کو حاوی ہو یا پھر جس کو عرف میں مصحف کہا جا سکتا ہو اگر چہ قلیل مقدار ہی کیوں نہ ہو، جیسے کوئی خاص حصہ، جیسا کہ قلیوبی نے صراحت فرمائی ہے۔

اگر چہ ابن حبیب نے یہ کہا ہے کہ مصحف اس کو بھی کہتے ہیں جو کل یا بعض حصے پر مشتمل ہو، نیز اس کاغذ، تختی یا ہڈی کو بھی کہتے ہیں جس پر کچھ حصہ قرآن لکھا ہوا ہو (حاشیہ دسوقی ۱/ ۱۲۵ بحوالہ موسوعہ فقہیہ)، لیکن حقیقت یہ ہے کہ فقہاء کرام کے کلام سے کل مصحف اور بعض مصحف کے مابین باعتبار حکم کے فرق ظاہر ہوتا ہے، جیسا کہ ہم ابھی بیان کریں گے، لہذا دونوں کو ایک ہی طرح شمار کرنا صحیح نہیں۔

مصحف وغیر مصحف کے مابین فرق: فقہاء نے دونوں کے مابین فرق کیا ہے، چنانچہ صاحب بحر فرماتے ہیں: ''**یمنع مس المصحف کله المکتوب وغیره بخلاف غیر، فإنه لا یمنع إلا مس المکتوب، کذا ذکره فی السراج الوهاج مع أن فی الأول اختلافا فقال فی غایة البیان: وقال بعض مشائخنا: المعتبر حقیقة المکتوب حتی أن مس الجلد ومس مواضع البیاض لایکره؛ لأنه لم یمس القرآن، وهذا أقرب إلی القیاس، والمنع أقرب إلی التعظیم**'' (البحر الرائق ۱/ ۳۴۹)۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مصحف میں کسی بھی حصے کو چھونا جائز نہیں نہ تو مکتوب کو اور نہ ہی غیر مکتوب کو برخلاف غیر مصحف میں صرف مکتوب کو بلا وضو چھونے کی ممانعت ہے، الگ بات ہے کہ پہلی صورت میں بھی اختلاف ہے، چنانچہ ''غایۃ البیان'' میں بعض مشائخ نے فرمایا کہ مصحف میں بھی اصل مکتوب ہی کا اعتبار ہے حتی کہ جلد اور بیاض کو چھونا مکروہ نہیں ہے، اس

لئے کہ اس کو قرآن چھونا نہیں کہتے، یہ حکم باعتبار قیاس کے اقرب ہے، لیکن ممانعت کا حکم باعتبار تعظیم کے اقرب ہے معلوم ہوا کہ مصحف کی کسی بھی چیز کو چھونا جائز نہیں، مکتوب حصے کو اصالۃ اور غیر مکتوب کو تعظیما، جبکہ غیر مصحف میں صرف مکتوب حصے کو چھونا ممنوع ہے۔

بوقت ظہور قرآن اسکرین کو چھونا: جب موبائل کی اسکرین پر آیات قرآنی ظاہر ہو تو مذکورہ عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا وضو اس کا چھونا جائز ہونا چاہئے، اس لئے کہ یہ مس اسکرین پر لگے ہوئے شیشے کے توسط سے ہے نہ کہ براہ راست مکتوب کو مس کیا جا رہا ہے۔ لیکن تعظیم اور احترام کا تقاضا یہی ہے کہ مکروہ ہو اور احتیاطا منع ہی کیا جاوے، جیسا کہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں، البتہ اگر وہ پڑھا جانے لگے تو اس وقت دلالت وضعیہ غیر لفظیہ کی وجہ سے ان کا حکم حروف مکتوبہ کا دیا جاوے گا (اس لئے کہ کتابت کی اصل وہ نقوش ہیں جو حروف ہجائیہ پر مشتمل الفاظ وکلمات کے مجموعے پر دلالت کریں (دستور العلماء ۳/ ۸۴)، یہ حکم تو نقوش کا ہے (امداد الفتاوی ۱/ ۱۴۵)۔

اسی طرح مفتی سلمان صاحب منصور پوری کے حوالے سے مولانا اسماعیل صاحب برہانپوری نے اپنی کتاب ''موبائل کے مسائل'' میں لکھا ہے کہ جس اسکرین پر قرآن کی آیت نمایاں ہو تو اس اسکرین کو بلا وضو چھونا احتیاط کے خلاف ہے، نیز علامہ شامی فرماتے ہیں: ''ویمنع......مسه أی القرآن ولو فی لوح أو درهم أو حائط'' (شامی ۱/ ۴۸۸)، نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آیات قرآنی اسکرین پر ظاہر ہونے کی صورت میں تختی یا ورق پر لکھی ہوئی آیات کے درجے میں ہے، لہذا اس حالت میں موبائل کے ڈھانچے کو پکڑنا جائز ہے۔

☆☆☆

قرآن مجید کا ترجمہ بغیر متن کے شائع کرنا

مولانا محمد ذکاءاللہ شبلی مفتاحی ☆

۱-بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت کا مسئلہ:

قرآنی کتاب ہدایت ہے اوراس کی ہدایت اس کے الفاظ ومتن کی تفہیم کے ساتھ ہے، نیز الفاظ قرآن میں اللہ نور رکھا ہے، اس لئے کہ یہ کلام الٰہی ہے، اصل حق اس کا تو یہی ہے کہ عربی زبان سے اس قدر واقفیت حاصل کی جائے جس سے قرآن کا سمجھنا آسان ہوجائے، ہمارے اکابرین نے جب یہ دیکھا کہ دینی واسلامی تعلیم سے امت کا بڑا طبقہ دور ہونے لگا ہے اور قرآن مجید کی صرف تلاوت تک ہی وہ محدود رہ گئے اس سے ہدایت کے نور کو جو اصل کی تفہیم کے بغیر مشکل ہے دور ہونے لگے تو اس کا دوسری زبان میں متن کے ساتھ ترجمہ بھی شائع کیا، الحمد للہ اس سے عوام تو عوام خواص کو بھی بے حد مسرت ہوئی۔

لیکن بغیر متن کے قرآن پاک کا صرف ترجمہ شائع کرنا اس میں دو بڑی قباحت ہے۔

۱-اس سے آزادروی کو قوت ملے گی اور ترجمہ میں تحریف کر کے معانی کے مفہوم کو بگاڑا جا سکتا ہے۔

۲-احترام قرآن کا پہلو ختم ہوجائے گا، اوراس سے ہدایت حاصل نہیں ہوسکتی۔اور اللہ تعالیٰ نے ”إنا نحن نزلنا الذکر وإنا له لحافظون“ (سورۂ حجر:۹) میں جس قرآن کی حفاظت کا اعلان فرمایا ہے اس سے متن قرآن مراد ہے نہ کہ معانی قرآن، صرف ترجمہ شائع کرنے کا ماحول یا حوصلہ افزائی بہت بڑے شر کو جنم دینا ہوگا۔

۲-غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

تنہا غیر عربی رسم الخط میں قرآنی الفاظ کو شائع کرنا یہ میرے نزدیک درست نہیں اس سے بھی تحریف قرآن گندے

☆ خطیب جامع مسجد قاضی شریعت، دارالقضاء اندور۔

ذہن والوں کو حوصلہ ملے گا، البتہ اگر عربی رسم الخط کے ساتھ غیر عربی میں شائع کیا جائے تو درست ہوگا، لیکن احترام دونوں حروف کا برابر لازم ہوگا، باوجودیکہ عربی رسم الخط میں جو نور اور روحانیت اور غلطی سے جو حفاظت ہے وہ غیر عربی رسم الخط میں نہیں اور تلفظ کی ادائیگی میں بھی بڑی غلطی ہوتی ہے، اس کے لئے اچھے معلم سے تعلیم کو لازم کرنا ضروری ہوگا۔

۳- بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی اشاعت دورجدید کی نعمت عظمی ہے، اس سے نابینا حضرات کے لئے بڑی سہولت اور بینا حضرات سے کافی حد تک محتاجی ختم ہوگئی، البتہ ابتدائی تعلیم کسی اچھے قاری وحافظ کی لازم ہے تاکہ وہ مخارج اور الفاظ کی ادائیگی کو سیکھ لیں۔

اندور میں میرے قیام گاہ کے قریب ہی نابیناؤں کا مدرسہ ہے الحمدللہ بے حد کامیاب ہے، طلباء پڑھ بھی لیتے ہیں اور قدیم طلباء سوئی کے ذریعہ سخت کاغذ پر لکھ بھی لیتے ہیں۔

اس کی کتابت صرف چھ نقطوں کے ذریعہ ہوتی ہے، ۶۳ قسم کے ڈیزائن یعنی حروف اس سے بنتے ہیں یہ لکھا سیدھی جانب سے ہے اور پڑھا الٹے جانب سے (یعنی بائیں طرف سے) ابتداء ماربل تختی جس میں نقطے اٹھے ہیں تعلیم دی جاتی ہے، اسی طرح گینداور زمین میں چھوٹے چھوٹے گڑھے بنا کر سمجھایا جاتا ہے، لیکن شروع سے ہی بچوں کو قرآن کی تلاوت میں باوضو ہوکر تلاوت کی تعلیم دی جاتی ہے، ویسے میرے نزدیک شرعا اس کو چھونے کے لئے وضو کی ضرورت نہیں، یہ حکم میرے نزدیک موبائل اسکرین کا بھی ہے۔

☆☆☆

قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت

مفتی عبداللہ کاوی والا☆

۱- کسی بھی زبان میں متن قرآن کے بغیر تنہا قرآن کے ترجمہ کی اشاعت درست نہیں، کیونکہ متن قرآن میں جو جامعیت وفصاحت وبلاغت ومعانی ہیں، وہ تمام خوبیاں کسی اور زبان کے ترجمہ میں پایا جان مشکل ہے، بلکہ آئندہ چل کر اسی کو قرآن سمجھنے میں تحریف کا خطرہ ہے، جب اس کی اشاعت درست نہیں ناجائز ہے تو اسے خریدنے، تقسیم کرنے اور ہدیہ کرنا بھی درست نہیں، چونکہ وہ قرآن کا حکم نہیں رکھتا اور اس کی اشاعت ہی درست نہیں ہے تو اسے بے وضو چھونے کا سوال ہی نہیں، پھر بھی درست نہ ہونے کے باوجود کسی نے اشاعت کی تو مکمل اصل قرآن کا حکم نہ ہونے کی وجہ سے بلا وضو چھونے والا گنہگار نہ ہوگا، معانی اور مفہوم کی وجہ سے ادب واحترام کے طور پر باوضو چھوئے یہ بہتر ہے۔

جو لوگ قرآن پاک کی عبارت کو عربی رسم الخط میں نہیں پڑھ سکتے ہیں، یا اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے ہیں، ان کے لئے متن قرآن کو ان کی زبان (ہندی، انگریزی وغیرہ) اور ان کے رسم الخط میں لکھنا اور عبارت قرآن کی ہو اور رسم الخط غیر عربی ہو تاکہ غیر عربی داں حضرات کو تلاوت قرآن میں سہولت ہو ایسا کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ عربی رسم الخط نہ ہونے کی وجہ سے عربی حروف، مثلاً س، ش، ص، ث ایسے ہی د، ض، ج، ذ، ظ، ز اور ک، ق، اور ط، ت اور ح، ھ وغیرہ میں تمیز کرنا مشکل ہے، اس لئے کہ دوسری، یعنی غیر عربی زبان میں یہ حروف نہیں ہیں اور قرآن مجید کے مطلب ومعانی کے بدل جانے کا یقین ہے یہ بھی تحریف ہی ہے جو حرام ہے، ہاں اگر غیر رسم الخط اور رسم عثمانی میں متن قرآن کو باقی رکھتے کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن کو لکھ دیا جائے اور دونوں کو ساتھ شائع کیا جائے تو درست رہے گا، کیونکہ پڑھنے والا عربی رسم الخط مدنظر رکھتے ہوئے صحیح پڑھ لے گا، اور غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی اشاعت درست نہیں، ممنوع ہے۔

بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا نابینا جو بینائی سے بالکل محروم ہیں، یا انتہائی کمزور بینائی والے افراد کے لئے کہ وہ

☆ دارالعلوم عربیہ اسلامیہ، بھروچ، گجرات۔

قرآن پڑھ سکیں، سمجھ سکیں اس بڑی نعمت سے محروم نہ رہیں، ان کی اس مجبوری کی وجہ سے ان کے لئے درست ہے اور مستحسن ہے، البتہ بریل کوڈ میں تیار کیا ہوا قرآن کا حکم اصل قرآن کی طرح نہیں ہے، اس کے چھونے کے لئے باوضو ہونا ضرور نہیں ہے، وضو کے بغیر بھی اسے چھوا جاسکتا ہے، ہاں معانی قرآن کی طرح اس کے آداب واحترام اصل قرآن کی طرح رہے گا، جیسا کہ قرآن کی تفسیر کے آداب واحترام ہیں باوضو چھونا گو ضروری نہیں، مگر ادب واحترام کے لئے وضو کرنا چاہئے، دیگر قرآن کے آداب کی طرح بریل کوڈ میں کتابت کئے ہوئے قرآن کے آداب واحترام کرنا ہوگا۔

اگر موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید ہو تو موبائل کو ہاتھ میں لینے یا اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لئے باوضو ہونا ضروری رہے گا، قرآن کے رسم الخط عربی میں اسکرین پر ظاہر ہونے کی وجہ سے موبائل کے ڈھانچہ کو غلاف تصور نہیں کیا جائے گا، اس لئے اسے بے وضو چھونے کی گنجائش نہیں رہے گی۔

☆☆☆

قرآن کریم کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت

مولانا اویس بن صالح بنگ☆

بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت:

بغیر متن عربی کے کسی بھی زبان میں صرف قرآن کریم کا ترجمہ شائع کرنا درست نہیں ہے، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب ؒتحریر فرماتے ہیں: ’’چونکہ نظم عربی اور اس کی خصوصیات کی حفاظت ضروری ہے، اور خالص ترجمہ کی اشاعت میں تغیر اور تبدیلی کے امکانات زیادہ ہیں‘‘ (کفایت المفتی ۱/ ۱۲۷-۱۲۸، ۱۳۰، کتاب العقائد پانچواں باب قرآن مجید اور دیگر کتب سماوی)، نیز دیگر اکابر کے فتاوی میں بھی عدم جواز کی تصریح موجود ہے (فتاوی محمودیہ ۳/ ۵۰۷ تا ۵۱۰ باب ما یتعلق بالقرآن، خیر الفتاوی ۱/ ۲۱۴، ۲۱۵، کفایۃ المفتی ۹/ ۶۵-۶۶ کتاب الحضر والاباحۃ، بوادر النوادر ۱/ ۳۱۷، چھیاسٹھویں حکمت عدم جواز کتابت ترجمہ قرآن مجرد از قرآن، حضرت نے اس موقع پر بڑی تفصیل کی ہے فتاوی رحیمیہ ۲/ ۱۵۸، ادب قرآن کا بیان)۔

جب اس کی اشاعت ناجائز ہے تو اس کے ذرائع بیچنا، خریدنا، تقسیم کرنا اور ہدیہ کرنا بھی ناجائز ہی کہلائے گا (فتاوی محمودیہ ۳/ ۵۰۷ تا ۵۰۹ باب ما یتعلق بالقرآن)۔

فانی دنیا میں موجود تمام مختلف لغات اور زبانیں اللہ تعالی کی پیدا کردہ ہیں، اور یہ لغات کا اختلاف اللہ تعالی کی قدرت کا مظہر ہے مثل دنیا کے جیسا کہ سورہ روم کی آیت نمبر ۲۲ میں مذکور ہے ظاہر ہے کہ مثال کے طور پر فقط ایک مضمون مزاج پرسی کا مختلف زبانوں میں مختلف لب ولہجہ کے ساتھ بولا جانا مثلاً ’’کیف انت‘‘ عربی میں (آپ کیسے ہیں؟)، اردو میں، "How are you" انگریزی میں، ’’**وغیرها في اللغات المختلفة المنتشرة في الهند وغيرها في العالم كلها**‘‘ یہ اللہ تعالی کی قدرت ہی سے ہوسکتا ہے۔

اصول تفصیل:

جس طرح اللہ تعالی نے دیگر چیزوں میں اصول تفصیل کے پیش نظر کسی کو افضل اور کسی کو مفضول بنایا ہے اسی طرح

☆ جامعہ دار الاحسان بارڈولی، سورت، گجرات۔

یہ اصول لغات اور زبانوں میں بھی جاری ہوا ہے اسی بنا پر عربی زبان کو دیگر زبانوں پر فضیلت اور فوقیت حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ افضل کتب کو افضل لغات ،یعنی عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے، نیز یہی وجہ ہے کہ عربی زبان کو بقاء حاصل ہے برخلاف دیگر زبانوں کے کہ ان میں سے بہت سی زبانیں فنا ہو چکی ہیں، اور جو زبانیں عربی کے علاوہ اس دنیا میں موجود ہیں وہ بھی آئندہ فنا ہو جائیں گی۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

متن قرآن کو عربی کے علاوہ کسی بھی زبان کے رسم الخط میں لکھنا جائز نہیں (فتاوی عثمانی ۱/ ۲۱۸)،جس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

الف-قرآن کریم عربی زبان ہی میں نازل ہوا ہے، کما قال تعالیٰ:''قرآنا عربیا''(سورۂ یوسف:۲)۔

ب-قرآن کریم کا رسم الخط عام عربی رسم الخط سے بھی مخصوص ہے اور قرآن کریم کی رسم الخط کی مخالفت کی حرمت پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، جیسا کہ ''الاتقان'' میں ہے:

وقال أشهب : سئل مالک: هل یکتب المصحف علیٰ ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال : لا إلا علیٰ الکتبة الاولیٰ۔ رواهُ الدانی فی المقنع ثم قال: ولا مخالف له من علماء الامة ...... وقال البیهقی فی شعب الإیمان : من یکتب مصحفا فینبغی أن یحافظ علیٰ الهجاء الذی کتبوا به تلک المصاحف ولا یخالفهم فیه ولا یغیر مما کتبوه شیئا، فانهم کانوا أکثر علماء و أصدق قلبا و لسانا و أعظم أمانة منا، فلا ینبغی أن نظن بأنفسنا استدراکا علیهم......''(الاتقان النوع السادس والسبعون فی مرسوم الخط وآداب کتابته ۲/ ۳۲۸-۳۲۹)۔

ج-قرآن کریم کا رسم الخط توقیفی ہے:

د-اس کے رسم الخط میں بھی اعجاز ہے، لہٰذا غیر عربی میں اس کی کتابت اس کے وصف اعجاز کو ختم کرنے کے مرادف ہوگا۔

ھ-اوپر عربی زبان کے خواص عنوان کے ماتحت ذکر کردہ امور کے پیش نظر قرآن کریم کی تلاوت کرنا صحیح طریقے پر غیر عربی رسم الخط میں بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔

و-قرآن کریم کے مخصوص رسم الخط کا اثر تلاوت قرآن پر بھی واقع ہوتا ہے، مثلاً تاء مطولہ و مجرورہ پر تاء کے ساتھ

اور تاء مدورہ پر ہاء کے ساتھ وقف کرنا اسی طرح موصول اور مفصول کلمہ پر وقف کے قاعدے کی رعایت کرنا ضروری ہے ، جیسے ’’فیما فعلن‘‘ میں ’’فیما‘‘ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۴ میں موصولاً لکھا گیا ہے جس کی وجہ سے ’’فی‘‘ پر وقف ناجائز ہے، جبکہ یہی لفظ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۴۰ میں ’’فی ما‘‘ ’’مفصولاً‘‘ لکھا گیا ہے تو وہاں ’’فی‘‘ پر وقف کرنا جائز ہے۔

آخر الذکر دو وجہ کے اعتبار سے بھی غیر عربی رسم الخط میں قرآن کریم کو لکھنے کا عدم جواز ہی معلوم ہوتا ہے۔

ز- حرف ضاد جو عربی زبان ہی کے ساتھ خاص ہے غیر عربی رسم الخط میں اس کو لکھنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

قرآن کریم عربی کے علاوہ دوسری زبان میں لکھنے سے قرآنی رسم الخط جو قرآن کا ایک رکن ہے، چھوٹ جاتا ہے اور تحریف رسمی لازم آتی ہے جس سے احتراز ضروری ہے، قرآنی رسم الخط قیاسی نہیں ہے، بلکہ توقیفی اور سماعی ہے لوح محفوظ میں تحریر شدہ قرآن کے رسم الخط کے مطابق ہے، منزل من اللہ ہے تواتر اور اجماع سے ثابت ہے اعجازی ہے اس میں قراءت سبعہ وغیرہ شامل ہے اور ساری قراءتیں جاری کی جاسکتی ہیں، یہ کمال اور خوبی دوسرے رسم الخط میں نہیں ہوسکتی، لہذا اس کا اتباع واجب ہے اور تبدیلی ناجائز اور حرام ہے اس لئے دوسرے رسم الخط والے قرآن میں تلاوت نہ کرے اندھے کے لئے زبانی طور پر جتنا یاد کرنا ممکن ہو اتنا سیکھ لینا چاہئے (ماخوذ فتاوی رحیمیہ)۔

اس سوال کا جواب بندہ نے بعینہ مفتی احمد صاحب خانپوری صاحب کے فتاوی سے نقل کیا ہے (دیکھئے: محمود الفتاوی ۴/ ۱۵۴، باب ما یتعلق بالقرآن من کتاب العلم)۔

موبائل پر قرآن مجید:

اس کے ذیل میں چند مسائل ہیں؛

۱- جس وقت موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید موجود ہو، اس وقت اسکرین کو بلا وضو ہاتھ لگانا بالکل ممنوع ہوگا، جیسا کہ کسی وقت پر قرآن لکھا ہوا ہو (مسائل موبائل، مفتی سلمان صاحب/ص ۳۳)۔

۲- ٹچ اسکرین موبائل کو تلاوت وغیرہ کے وقت ورق پلٹانے کے لئے بلا وضو چھونا بھی جائز نہیں ہوگا۔

۳- اگر ورق پلٹانا کی پیڈ (key pad) کے نمبر کے ذریعہ ہو تو اس کے متعلق یہ متعین کرنا ہوگا کہ اس کو اسکرین سے متصلا شمار کیا جاوے یا منفصلا (حکم کے اعتبار سے) جیسے عام قرآن میں ورق پلٹانے کے لئے قلم یا لکڑی وغیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے دونوں میں سے جو شق بھی متعین ہو جائے تو اس کے ذریعہ حکم تک رسائی بآسانی ممکن ہوگی۔

۴-اگر موبائل پر الگ سے کور لگا ہوا ہو تو یہ اس غلاف کی طرح ہوگا جس میں خود قرآن کریم کو احترام اور حفاظت کے خاطر رکھا جاتا ہے۔

"ویحرم به أی بالأکبر وبالأصغر مس مصحف أی ما فیه آیة کدرهم وجدار......إلا بغلاف متجاف غیر مشرز أو بصرة به یفتی" (هذا فی الدر)"(شامی زکریا ۱/۳۱۵)۔

☆☆☆

عربی متن کے بغیر کسی زبان میں ترجمہ شائع کرنا

مفتی جنید بن محمد پالنپوری☆

۱- عربی متن کے بغیر محض کسی اور زبان میں ترجمہ شائع کرنا جائز نہیں، ''اتقان'' میں اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے، "**قال العلامة الشامي: فی الفتح عن الکافي: إن اعتاد القرآن بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع**''(مستفادازفتاوی محمودیہ ۳/۵۱۰، کفایت المفتی ۲/۱۴۲)۔

حضرت تھانویؒ نے اس پر مفصل فتوی تحریر فرمایا ہے، نصوص صحیحہ صریحہ سے تشبہ باہل الباطل خصوص غیر مسلم پھر خصوص اہل کتاب کی مذمت اور اس کا محل وعید ہونا ثابت ہے "**من تشبه بقوم فهو منهم**''(ابوداؤد کتاب اللباس حدیث نمبر:۵۵۹) میں وعید کا شدید ہونا ظاہر ہے۔

دوسری حدیث "**لتركبن سنن من كان قبلكم** ''(ترمذی ابواب الفتن ۲/۱۴۱) میں اس مماثلت کو موقع تشنیع میں ارشاد فرمایا گیا ہے اور یہ بالکل یقینی ہے کہ اس وقت کتاب الٰہی کا ترجمہ غیر حامل المتن جداگانہ شائع کرنا اہل کتاب کے ساتھ تشبہ ہے، ایسے امر میں جو عرفاً و عادتاً ان کے خصائص میں سے ہے، سو اول تو ان کے ساتھ تشبہ ہی مذموم ہے پھر خصوص جب وہ تشبہ امر متعلق بالدین میں ہو کہ تشبہ فی الأمر الدنیاوی سے تشبہ فی الأمر الدینی اشد ہے، حضرت عبداللہ بن السلامؓ کے گوشت شتر چھوڑنے پر آیت "**يأيها الذين آمنوا ادخلوا فی السلم كافة ولا تتبعوا خطوات الشيطان**'' (سورۂ البقرہ:۲۰۸) نازل ہونا اور رسول اللہ ﷺ کا تبتل اور ترہیب کا انکار فرمانا اس کی کافی دلیل ہے۔

یہ تشبہ مذکور خصوص قیدین مذکورین کے ساتھ تو اس میں مفسدہ حالیہ ہے اور یہ بھی اس کے منع کے لئے کافی ہے، چہ جائیکہ اس میں اور مفاسد مالکیہ شدیدہ بھی متحقق ہیں، مثلاً خدانخواستہ اگر یہ طریق مروج ہوگیا تو مثل تورات وانجیل احتمال قوی اصل قرآن مجید کے ضائع ہوجانے کا ہے اور حفاظت اصل قرآن مجید کی فرض اور اس کا اخلال حرام ہے اور ترجمہ وتفسیر کا اصل

☆ دارالافتاء والارشاد مدرسہ انوار محمدی، ملاڈ ممبئی۔

سے مجرد نہ ہونا مقدمہ اور سبب ہے حفاظت کا، اور اصل سے مجرد ہونا مقدمہ اور سبب ہے اخلال کا اور فرض کا مقدمہ فرض اور حرام کا مقدمہ حرام ہے۔

یہ مفسدہ بھی ہوسکتا ہے کہ حسب تصریح فقہاء اس ترجمہ کو بلا وضو مس کرنا جائز نہ ہوگا (ہندیہ ۱/ ۲۴) اور یقینی بات ہے کہ عامۃ الناس اس ترجمہ کو ایک کتاب خالی از قرآن سمجھ کر ہرگز اس کا مس کے لئے وضو کا انتظام نہ کریں گے، تو ایسا ترجمہ شائع کرنا سبب ہوگا ایک غیر مشروع کا اور سبب غیر مشروع کا غیر مشروع ہے۔

یہ مفسدہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا احترام بھی زیادہ نہ کریں گے اور غیر قابل انتفاع ہوجانے کے وقت مثل دیگر معمولی کتب کے اوراق کے اس کے اوراق کا بھی استعمال کریں گے تو اس سے یہ بھی ایک محذور لازم آئے گا اور محذور کا سبب لامحالہ محذور و محظور ہے۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ابھی تو قرآن مجید سے کچھ علاقہ بھی ہے اگر ترجمہ سے بھی مدد لیتے ہیں تو اصل بھی ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے، اس بہانہ سے کچھ پڑھ بھی لیتے ہیں اور پھر تو قرآن سے بالکل لاتعلق ہوجائیں گے اور بے ساختہ یہ آیت ان پر صادق آنے لگے گی، "**بند فريق من الذين أوتوا الكتاب كتاب الله وراء ظهورهم كأنهم لايعلمون**" (سورۂ بقرہ:۱۰۱)۔

اسی طرح ترجمہ کو کوئی مستقل کتاب نہیں سمجھتا، قرآن کا تابع سمجھتے ہیں، اگر کہیں مطلب نہیں سمجھتے ہیں یا غلط سمجھتے ہیں یا فصاحت و بلاغت سے گرا ہوا پاتے ہیں تو فہم کا یا مترجم کا قصور سمجھتے ہیں اور مترجم کو مالک دین کا نہیں جانتے، نیز کسی مترجم کو ہمت تحریف معنوی کی بھی نہیں ہوسکتی، کہ اصل کے سامنے ہونے سے ہر طالب علم اس پر گرفت کر سکے گا اور اگر صرف ترجمہ ہوا تو اس کو مستقل کتاب سمجھیں گے، کسی کا تابع نہ سمجھیں گے اور تمام آثار مذکورہ کی اضداد واقع ہوں گی، خصوص مترجمین ہی کا مطبوع مستقل ہوجانا یہ سب سے بڑھ کر آفت ہوگی، اور اہل زیغ کو بہت آسانی سے موقع غلط ترجمہ اور تفسیر کا ملے گا، کیونکہ ہر دیکھنے والا حافظ نہیں اور مراجعت اصل کی طرف ہر وقت آسان نہیں ہوتی، "**كما قال تعالى: اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله**" (سورۂ توبہ:۳۱، مستفاد از امداد الفتاوی ۴/ ۴۲)۔

صرف مصارف کم آنے کی بنیاد پر محض ترجمہ کی اشاعت کو جائز کہنا یا جواز تلاش کرنا عقل سے بہت دور، بلکہ مہمل دلیل معلوم ہوتی ہے۔

دوسری بات عربی متن کے ساتھ غیر مسلموں کو دینے میں بے حرمتی کا اندیشہ یہ صرف اندیشہ ہے۔

آج کے دور میں پڑھا لکھا طبقہ اور خاص کر دہ حضرات جو دیگر مذاہب کی کتب کا مطالعہ کا شوق رکھتے ہیں وہ احترام

اورادب کوملحوظ رکھتے ہیں، نیز اس کے آداب شروع صفحہ پر ارقام کردیئے جائیں۔

لہذا اس کی اشاعت خرید وفروخت اور بہ طور ہدیہ تقسیم کرنا ناجائز ہوگا، البتہ اگر کسی نے صرف ترجمہ شائع کردیا تو اسے بھی بلا وضو چھونا درست نہ ہوگا، ''**ولو کان القرآن مکتوبا بالفارسیة یکره لهم مسه عند أبی حنیفة** ؒ **وعندهما علی الصحیح، هکذا فی الخلاصة**'' (ہندیہ ۱/ ۲۴، امداد الفتاوی ۴/ ۴۲، فتاوی رحیمیہ ۳/ ۱۹)۔

۲- قرآن مجید کی کتابت میں مصحف عثمانی کے رسم خط کی رعایت ومتابعت لازم وضروری ہے اور اس کے خلاف لکھنا اگرچہ وہ عربی رسم خط میں ہی کیوں نہ ہو، ناجائز اور حرام ہے اور اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، بلکہ علماء امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں تو یہ اجماعی مسئلہ ہوا، پھر غیر عربی ہندی وغیرہ رسم خط میں لکھنا کیسے جائز ہوسکتا ہے، اس میں تو جواز کا کوئی احتمال ہی نہیں، لہذا صورت مسئولہ بالا جماع ناجائز ہے، بعض حروف عربی کے ساتھ مخصوص ہیں، جیسے ظ، ح، ض، ط وغیرہ، یہ حروف دوسری زبان میں استعمال ہی نہیں ہوتے، ان کے لئے ان زبانوں میں نہ صوت ہے نہ شکل وصورت ہے تو لامحالہ ان کی جگہ دوسرے حروف لکھے جائیں گے جو کہ ہندی میں مستعمل ہیں اور یہ عمداً تحریف وتغییر ہے جو کہ حرام ہے۔

''**وقال أشهب : سئل مالک: هل یکتب المصحف علیٰ ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال : لا، إلا علیٰ الکتبة الاولیٰ۔ رواهٗ الدانی فی المقنع ثم قال: ولا مخالف له من علماء الامة۔ ...... وقال البیهقی فی شعب الایمان : من یکتب مصحفا، فینبغی أن یحافظ علیٰ الهجاء الذی کتبوا به تلک المصاحف ولا یخالفهم فیه ولا یغیر مما کتبوه شیئا۔ فإنهم کانوا أکثر علماء و أصدق قلبا و لسانا و أعظم امانة منا، فلا ینبغی أن نظن بأنفسنا استدراکا علیهم......**'' (الاتقان النوع السادس والسبعون فی مرسوم الخط وآداب کتابتہ ۲/ ۳۲۸-۳۲۹)۔

حضرت عبدالرحیم صاحب لاجپوری فرماتے ہیں:

قرآن شریف گجراتی حروف میں لکھنے سے قرآنی رسم الخط جو قرآن کا ایک رکن ہے، چھوٹ جاتا ہے اور تحریفِ رسمی لازم آتی ہے، جس سے احتراز ضروری ہے۔ مثلاً ''بسم اللّٰہ'' کو گجراتی حروف میں لکھا جائے تو لفظ ''اللّٰہ'' اور لفظ ''رحمٰن'' اور لفظ ''رحیم'' کی ابتداء کے دو حروف (الف لام) تحریر میں نہیں آئیں گے، ''بسم لله رحمٰن رحیم'' لکھا جائیگا اس طرح لکھنے میں صرف ''بسم الله'' میں چھ حروف کی کمی آجاتی ہے۔

تو غور فرمائیے! پورا قرآن شریف گجراتی میں لکھا جائے تو کتنے حروف کم ہوجائیں گے، حالانکہ معانی کی طرح حروف بھی قرآن ہونے میں شامل ہیں۔ دوسری جانب صورت یہ ہے کہ بعض آیتوں میں حروف زائد ہوجائیں گے مثلاً

''الٓمٓ''، میں قرآنی رسم الخط کے بموجب صرف تین حروف ہیں، لیکن گجراتی میں لکھا جائے تو نو حروف ہوجائیں گے۔ اب حساب لگائیے پورے قرآن شریف میں کتنی کمی بیشی ہوجائیگی اس کے علاوہ حقیقت یہ ہے کہ قرآنی رسم الخط قیاسی نہیں ہے، بلکہ توقیفی اور سماعی ہے لوح محفوظ میں تحریر شدہ قرآن کے رسم الخط کے مطابق ہے، منزل من اللہ ہے، تواتر اور اجماع سے ثابت ہے، اعجازی ہے، اس میں قرآت سبع وغیرہ شامل ہیں، اور ساری قرآتیں جاری کی جاسکتی ہیں، یہ کمال اور خوبی گجراتی رسم الخط میں نہیں ہوسکتی، لہذا اس کی اتباع واجب اور تبدیلی ناجائز اور حرام ہے (فتاوی رحیمیہ ۳/۱۶ ملخصا)۔

یہی کمی بیشی ہندی اور انگریزی و دیگر زبانوں میں ہوگی لہذا مصحف عثمانی کے رسم خط کے علاوہ ہندی و انگریزی و دیگر زبانوں میں لکھنا ناجائز ہوگا، چاہے مصحف عثمانی کے رسم خط کے ساتھ ہو۔

۳- بریل کوڈ میں قرآن مجید تحریر کرنے سے قرآنی رسم الخط جو قرآن کا ایک رکن ہے چھوٹ جاتا ہے اور تحریف رسمی لازم آتی ہے جس سے احتراز ضروری ہے (تفصیل جواب نمبر ۲ میں گذری)۔

لہذا بریل کوڈ میں قرآن مجید لکھنا درست نہ ہوگا، نابیناؤں کے لئے زبانی طور پر جتنا یاد کرنا ممکن ہو اتنا سیکھ لینا چاہئے (مستفاد از محمود الفتاوی ۴/ ۱۵۴)۔

۴- ''(قوله: كتب الطلاق) قال في الهندية: الكتابة على نوعين: فرسومة وغير مرسومة، ومعنى بالمرسومة أن يكون مصدرا ومعنونا مثل ما يكتب إلى الغائب وغير المرسومة أن لا يكون مصدرا ومعنونا وهو على وجهين: مستبينة وغير مستبينة ، فالمستبينة ما يكتب على الصحيفة و الحائط والأرض على وجه يمكن فهمه وقرآته وغير مستبينة ما يكتب على الهواء والماء وشئ لا يمكنه فهمه وقرأته'' (شامی)۔

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ موبائل کی اسکرین پر جو آیتیں لکھی ہوئی ہیں ان کا حکم قرآن کے حکم میں ہے، لہذا جس وقت قرآن اسکرین پر کھلا ہوا ہوگا، بلا وضو چھونا یا ہاتھ میں لینا درست نہ ہوگا، ''وفي الشامية تحت قوله: (للقول) يعني أنه قيل: بأن الطهارة واجبة لمس المصحف لا فرض إلى قولي؛ لأن قوله تعالى: لا يمسه إلا المطهرون'' (۸۹/۱)۔

البتہ اگر موبائل کے اوپر کوئی کور چڑھا ہوا ہے جو موبائل کی حفاظت کی خاطر لگایا جاتا ہے کہ جب چاہیں موبائل سے جدا کردیں تو اس صورت میں وہ جزدان کے حکم میں ہوگا کہ اسکرین پر قرآن کھلا ہونے کی حالت میں بھی بلا وضو موبائل کو اٹھانا درست ہوگا۔

متن کے بغیر شائع شدہ ترجمہ قرآن کی خرید وفروخت اور ہدیہ

مولانا مشبر مصطفیٰ امروہوی قاسمی☆

۱- متن کے بغیر قرآن کریم کے محض ترجمہ کو شائع کرنے میں بہت سی خرابیوں کے یقینی اندیشے اور دینی نقصانات ہیں، جن میں ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ آئندہ اس کا رواج بڑھ جانے کی وجہ سے لوگ ترجمہ ہی پر اکتفا کرنے لگیں گے اور عربی متن کی طرف التفات کم اور رفتہ رفتہ بالکل ختم ہوجائے گا یہاں تک کہ لوگ عربی متن رکھنا بھی چھوڑ دیں گے اگر کسی کے پاس ہوگا بھی تو وہ اس کو دیکھنے کی زحمت بھی نہ کرے گا، نتیجتاً صحیح اور غلط کا امتیاز تک نہ ہوسکے گا اور باطل کو اپنے ناپاک خیالات ترجمہ کے راستہ قرآن میں داخل کرنے کا موقع ملے گا جو معانی قرآن اور پیغام خداوندی کے لئے بڑے خطرے کی چیز ہوگی۔

غالباً ان ہی جیسے خطرات کے سدباب کے لئے اس کے عدم جواز پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے، جس کو علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب ''الإتقان فی علوم القرآن'' میں نقل فرمایا ہے۔

پس متن کے بغیر تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت درست نہ ہوگا۔

''فی الفتح عن الکافي: إن اعتاد القرآن بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع، وإن فعل في آية أو آيتين لا، فإن كتب القرآن و تفسير كل حرف وترجمته جاز''(ردالمحتار ۲/۱۸۷، فتح القدیر ۱/۲۸۶)۔

رہیں جواز کی تائید میں پیش کی جانے والی وجوہات تو وہ کوئی وجہیں نہیں ہیں، اول تو اس لئے کہ محض مصرف کی تھوڑی سی بچت کی خاطر دین کے اتنے بڑے نقصان کو برداشت نہیں کیا جاسکتا، جبکہ فقہ کا قاعدہ ہے ''الضرر یزال'' (قواعد الفقہ)۔

☆ خادم التفسیر والفقہ جامعہ عربیہ فیض سبحانیہ فیروزپور نمک میوات، ہریانہ۔

دوسری وجہ بھی درست نہیں، کیونکہ متن والا ترجمہ دینے سے اگرچہ کچھ فائدہ نہیں، لیکن صرف ترجمہ دینے میں قرآنی الفاظ اوراس کے صحیح معانی کو شدید نقصان پہنچنے کے قوی امکان ہیں، نیز جس طرح غیر مسلموں سے متن قرآن کی بے حرمتی کا اندیشہ ہے تواس اندیشہ سے محض ترجمہ قرآن بھی محفوظ نہیں، جبکہ ترجمہ بھی من وجہ قرآن ہی کا حکم رکھتا ہے۔

۲-تنہا ترجمہ کی خرید وتقسیم اور ہدیہ کا حکم:

ان امور کے ذریعہ چونکہ تنہا ترجمہ قرآن کی تائیداوراس کے تعاون واشاعت میں حصہ داری لازم آتی ہے، لہذا یہ امور بھی حکم خداوندی "ولاتعاونوا علی الإثم والعدوان" (سورۂ مائدہ:۲) کی وجہ سے جائز نہ ہوں گے۔

۳-غیر عربی رسم الخط میں کتابِ قرآن:

قرآن کریم کا رسم الخط توفیقی طور پر متعین نیز اللہ اوراس کے رسول کی منشاء کے عین مطابق ہے، لہذا عربی زبان میں رہتے ہوئے بھی اس کے رسم الخط میں تغیر وتبدلی جائز نہیں، کیونکہ اس سے قرآن کے اس متواتر اور مجمع علیہ رسم الخط سے احتراز ہوگا جو اعجازی طور پر قرأت سبعہ کو جامع ہے۔

توغیر عربی زبان میں لکھنا تو بدرجہ اولی ناجائز ہوگا، کیونکہ دوسری زبان میں قرآن کریم کو لکھنے سے نہ تو الفاظ قرآن کو مکمل طور سے لکھا جاسکتا ہے، کیونکہ قرآن میں بہت سے حروف ایسے ہیں جو لکھے تو جاتے ہیں، لیکن پڑھے نہیں جاتے، غیر عربی میں لکھنے کی صورت میں ان کو باقی رکھنے کی کوئی صورت نہیں، جبکہ اللہ تعالی نے قرآن کریم کی ہر طرح سے حفاظت کا ذمہ لیا ہے، اور نہ ہی دوسری زبان میں لکھے گئے قرآن کو پڑھنے میں الفاظ قرآن کی ادائیگی ہی ہوسکتی ہے، کیونکہ قرآن عظیم کے بہت سے حروف مثلاً ح، ط، ظ، ص، ض، ع، غ ایسے ہیں کہ کسی دوسری زبان میں ان کا بدل اور مثل ہزار کوششوں کے باوجود نہیں ہوسکتا، حالانکہ قرآن جس طرح معانی کا نام ہے اس سے پہلے وہ الفاظ کا نام ہے۔

لہذا قرآن کریم کو رسم عثمانی ہی میں لکھنا واجب اور ضروری ہے اس کی عبارت کو کسی بھی غیر عربی رسم الخط میں لکھنا بالاجماع ناجائز ہے، رہا یہ عذر کہ لوگ عربی میں پڑھ نہیں سکتے تو یہ عذر فضول اور غیر معتبر ہے (مستفاد فتاوی رحیمیہ ۱۶/۳-۱۹، آپ کے مسائل اوران کا حل ۲۷۳/۳)۔

"ذهب جمهور العلماء إلى أن رسم المصحف الذى كتب فى زمن عثمان على يدى كاتب الوحى "زيد بن ثابت" توفيقي لا تجوز مخالفته في كتابة المصحف وطبعها" (أصول التفسیر وقواعدہ)۔

"قرأة القرآن بالألحان معصية، والتالي والسامع آثمان" (بزازیہ ۳۷۹/۳)۔

۴-عربی کے ساتھ دوسرے رسم الخط میں اشاعت قرآن:

جو خرابیاں اور نقصانات تنہا غیر عربی رسم الخط میں پائے جارہے ہیں وہ سب اعذار اس صورت میں بھی پائے جائیں گے، عثمانی رسم الخط کو ساتھ میں لکھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ غیر عربی پڑھنے والا تو اپنی زبان والے قرآن ہی کو پڑھے گا اور مذکورہ تمام غلطیوں کا مرتکب ہوگا، وہ عربی تو جانتا ہی نہیں ہے تو اسے عربی رسم الخط سے کیا مطلب اور کیا فائدہ، لہذا یہ صورت بھی حد جواز میں داخل نہیں ہوسکتی، ''**رب تال للقرآن والقرآن بلعنه**''(العقد الفرید بحوالہ فتاوی رحیمیہ ۱۹/۳)۔

۵-بریل کوڈ میں طباعت قرآن:

بریل کوڈ کے ذریعہ نابینا افراد کے لئے تعلیم قرآن اور قرأت قرآن کے سلسلہ میں مہیا ہونے والی سہولتوں کو تسلیم کرتے ہوئے یہ امر بھی واجبی طور پر قابل اعتناء ہے کہ قرآن کا عربی رسم الخط اپنی اصل حالت میں باقی رہے، لہذا اگر بریل کوڈ کا رسم الخط رسم عثمانی کے علاوہ ایسا ہے جس سے قرآن کریم کے توقیفی اور متواتر رسم الخط کی مخالفت لازم آتی ہے تو بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنے کی یہ صورت درست نہ ہوگی، کیونکہ قرآن کے عربی رسم الخط اور رسم عثمانی کی حفاظت واجب اور ضروری ہے، اس کی مخالفت جائز نہیں، ''**ذهب جمهور العلماء إلى أن رسم المصحف الذي كتب في زمن عثمان على يدي كاتب الوحي ''زيد بن ثابت''توفيقي لاتجوز مخالفته في كتابة المصحف وطبعها**''(اصول التفسیر وقواعدہ)۔

لیکن اگر بریل کوڈ عربی رسم الخط ہی کے ابھرے ہوئے الفاظ ہیں تو اس میں مضائقہ نہیں، کیونکہ اس صورت میں قرآن اپنی اپنی اصل (رسم عثمانی) پر باقی ہے۔

۶-بریل کوڈ میں لکھے گئے قرآن کا حکم:

بریل کوڈ میں لکھے گئے الفاظ وحروف اگر عربی رسم الخط میں ہیں یا کسی دوسری زبان کے بھی حروف ہیں تو اس کا حکم قرآن ہی کی طرح ہوگا، اگرچہ دوسری زبان میں لکھنا جائز نہیں، حکم خداوندی ہے:''**لا يمسه إلا المطهرون**'' (سورۂ واقعہ:۷۹)، حضرت مفتی عبد الرحیم لاجپوریؒ فرماتے ہیں: ترجمہ مسلمانوں کے حق میں قرآن کا حکم رکھتا ہے، لہذا بلا وضو نہ چھوئے (فتاوی رحیمیہ ۱۹/۳)۔

اور اگر بریل کوڈ کسی زبان کے حروف نہیں ہیں، بلکہ نقطوں وغیرہ کی شکلوں میں محض اشاریات ہیں تو ان کا لکھنا ہی جائز نہیں اگر لکھ دیا جائے تو اس پر قرآن کے احکام بھی نافذ نہیں ہوں گے۔

۷-موبائل میں محفوظ متن قرآن کو چھونے کا حکم:

اس طرح کے موبائل کو ہاتھ میں لینا تو بہرصورت جائز ہے، کیونکہ موبائل کا ڈھانچہ اس کے لئے غلاف غیر مشرز کے حکم میں ہے "**إلا بغلاف غیر مشرز أو بصرة، به یفتی**" (الدر المختار مع الرد المحتار ۱/ ۲۸۲)۔

رہا مسئلہ اسکرین پر قرآن موجود ہوتے ہوئے اسکرین پر ہاتھ لگانے کا تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر موبائل اسکرین ٹچ ہے تو اس کو بلا وضو چھونا جائز نہیں، کیونکہ اس طرح کے موبائل میں اسکرین کا شیشہ چونکہ نیچے سے متصل ہوتا ہے جس کی وجہ سے اسکرین کا شیشہ اس جلد مشرز اور چولی کے حکم میں ہوگا جس کو قرآن کریم سے استقلالی اتصال حاصل ہوتا ہے۔

"**وكذا المحدث لايمس المصحف إلا بغلافه:لقوله عليه السلام:لا يمس القرآن إلا طاهر......وغلافه متجافيا عنه دون ما هو متصل به كالجلد المشرز هو الصحيح**" (ہدایہ ۱/ ۶۳)۔

اور اگر موبائل اسکرین ٹچ نہیں ہے تو اس پر بلا وضو ہاتھ لگانا جائز ہوگا، کیونکہ اسے موبائل میں اسکرین نیچے سے منفصل اور جدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے اسکرین کا شیشہ اس غلاف متجاف کے حکم میں ہوگا جس کو بلا وضو چھونا جائز ہے۔

"**ومنها حرمة مس المصحف: لا يجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف الا بغلاف متجاف عنه كالخريطة والجلد الغير المشرز لا بما هومتصل به هو الصحيح، هكذا في الهداية، وعليه الفتوى ،كذا في الجوهرة النيرة**" (ہندیہ ۱/ ۳۸، البحر الرائق ۱/ ۳۴۹، ردالمحتار ۱/ ۴۸۸)۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ متن قرآن سے الگ کر کے تنہا چھاپنا اور اس کو شائع کرنا درست نہیں اسی وجہ سے اس طرح مطبوعہ ترجمہ کی خرید وفروخت اور اس کی تقسیم اور ہدیہ وغیرہ بھی جائز نہ ہوگا، قرآن کریم کو موجودہ متواتر عربی رسم الخط کے علاوہ کسی دوسرے رسم الخط میں لکھنا بھی جائز نہیں چاہے عربی رسم الخط اس کے ساتھ شائع کیا جائے یا نہ کیا جائے دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہے، بریل کوڈ میں اشاعت قرآن کے سلسلہ میں حکم یہ ہے کہ اگر وہ عربی رسم الخط ہی کے ابھرے ہوئے الفاظ ہیں تو یہ جائز ہے اور اس پر قرآن کے احکامات بھی جاری ہوں گے، اور اگر یہ کوڈز عربی رسم الخط کے مخالف ہیں تو نہ ہی اس طرح قرآن تیار کرنا درست ہے اور نہ ہی اس پر احکامات قرآن لاگو ہوں گے، رہا آخری مسئلہ یعنی موبائل کی اسکرین پر موجود قرآن کریم کو چھونے کا تو اگر موبائل اسکرین ٹچ ہے تو اس کو بلا وضو چھونا جائز نہیں اور اگر موبائل اسکرین ٹچ نہیں ہے تو اس کو بلا وضو چھونے کی اجازت ہے۔

A-39

قرآن مجید کی کتابت واشاعت-شرعی نقطہ نظر سے

مفتی لطیف الرحمٰن ولایت علی☆

۱-بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت:

قرآن کے متن کے بغیر صرف ترجمہ لکھنا، لکھوانا، شائع کرنا، تقسیم کرنا، باجماع امت حرام اور باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع اور ناجائز ہے، اور اس کا شائع کرنے والا گنہگار ہے، نیز خرید وفروخت کرنے والا بھی، نیز ہدیہ دینے والا بھی، بوجہ اعانت علی المعصیت کے گنہگار ہوگا، ہاں! قرآن کریم کی آیت لکھتے ہوئے اس کے ساتھ ترجمہ لکھنے کی اجازت ہوگی، اسی طرح قرآن کریم کی ایک یا دو آیت کا ترجمہ لکھنا معصیت میں داخل نہیں ہوگا، بلکہ قرآن کریم کا معتد بہ حصہ اس طرح متن کے بغیر لکھنا اور شائع کرنا حرام اور ناجائز ہوگا۔

اور اگر باوجود حرام اور معصیت کے کسی فرد یا ادارے نے اس طرح ترجمہ شائع کردیا تو بھی بلا وضو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں ہوگی، اس کا یہ فعل اس کو قرآن سے خارج نہیں کرے گا، وضو ضروری ہوگا اور ترجمہ قرآن کو بعینہ قرآن کے حکم میں رکھا جائے گا۔

''محیط برہانی'' میں ہے: **''وإن اعتاد القراء ة بالفارسية، فأراد أن يكتب المصحف بالفارسية منع من ذلک علی أشد المنع، وإن فعل ذلک فی آية أيتين لايمنع من ذلک، ذکره الشيخ الإمام شمس الأئمة السرخسی رحمة الله عليه فی شرح الجامع الصغير، فإن کتب القرآن، وتفسير کل حرف و ترجمته تحته جاز''(۵۲/۲)۔**

علامہ ابن ہمامؒ نے بھی بعینہ اس مذکورہ عبارت کو اپنی کتاب ''فتح القدیر ۲۹۱/۱'' میں نقل فرمایا ہے:

حضرت مفتی شفیعؒ نے اپنی کتاب ''جواہر الفقہ'' میں عالمگیری کے حوالہ سے ایک عبارت نقل فرمائی ہے، جس سے

☆ نیلٹن ہاؤس، نیسٹر کمپاؤنڈ، بلڈنگ نمبر ۷، سانتا کروز، ممبئی۔

معلوم ہوتا ہے کہ ترجمہ قرآن کو بھی بلا وضو مس کی اجازت نہیں ہوگی، عبارت ملاحظہ ہو: ''**ولو كان القرآن مكتوبًا بالفارسية يكره لهم مسه عند أبي حنيفة ، وكذا عندهما على الصحيح ، هكذا في الخلاصة ۔ وفيه أيضًا : إذا قرأ آية السجدة بالفارسية فعليه وعلى من سمعها السجدة فهم السامع أم لا إذا أخبر السامع أنه قرأ آية السجدة ۔ وهذه الجزئية الثانية تؤيد الأولى حيث وجب سجدة التلاوة بقراء ة القرآن بالفارسية فعلم منه أن الترجمة بالفارسية لا تخرج القرآن عن كونه قرآنا حكما، فلا يجوز مسه للمحدث**''(جواہر الفقہ ۱/ ۱۱۳)۔

''فتاوی محمودیہ'' میں ہے: محض اردو میں قرآن پاک لکھنا اور چھاپنا اور فروخت کرنا اور خریدنا درست نہیں، اصل عربی کے ساتھ ترجمہ بھی ہوتو درست ہے (۳/ ۵۰۹)۔

۲- غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں متن قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی بھی زبان کے رسم الخط میں قرآن کو لکھا جائے اور دونوں کو ساتھ ساتھ شائع کیا جائے یا صرف غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن کی اشاعت کی جائے، دونوں صورتیں ناجائز اور نادرست ہیں۔

جمہور صحابہ اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کی کتابت میں مصحف امام کے رسم خط کا اتباع واجب اور لازم ہے، اس کے خلاف کرنا تحریف قرآن کے حکم میں ہے، غیر عربی عبارت میں اس کا لکھنا ممنوع ہے، اور اسی طرح غیر عربی خط میں اس کی کتابت ممنوع اور ناجائز ہے، نیز رسم عثمانی خط کے علاوہ کسی دوسرے رسم خط میں اگرچہ وہ بھی عربی کیوں نہ ہو قرآن کریم کی کتابت جائز نہیں۔

حضرت مفتی شفیعؒ نے مصر کے شیخ القراء محمد بن علی حداد کی کتاب ''خلاصۃ النصوص الجلیہ'' کے حوالہ سے یہ نقل فرمایا ہے کہ رسم خط مصحف عثمانی کے اتباع پر بارہ ہزار صحابہ کرامؓ اجمعین کا اجماع ہے۔

شیخ القراء تحریر فرماتے ہیں: ''**أجمع المسلمون قاطبة على وجوب اتباع رسم مصحف عثمان ومنع مخالف (ثم قال)قال العلامة ابن عاشر: ووجه وجوبه ماتقدم من إجماع الصحابة عليهم وهم زهاء اثنى عشرا لفا والإجماع حجة** ''(بحوالہ جواہر الفقہ ۱/ ۸۵)۔

نیز علامہ سیوطیؒ نے ''الاتقان'' میں ائمہ اربعہ کا رسم خط مصحف عثمانی کی متابعت پر اجماع نقل فرمایا ہے، علامہ کی عبارت اس بارے میں ملاحظہ فرمائی جائے:

”وقال اشهب: سئل مالک هل یکتب المصحف علی ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال: لا، اِلّا علی الکتبة الأولی رواه الدانی فی المقنع، ثم قال: ولا مخالف له من علماء الأمة“۔

اشہب فرماتے ہیں کہ امام مالک سے پوچھا گیا کہ کیا قرآن مجید کو اس خاص طرز تحریر پر لکھ سکتے ہیں جو آج کل لوگوں نے ایجاد کیا ہے؟ فرمایا نہیں، بلکہ اسی پہلی طرز کتابت پر ہونا چاہئے اس کو علامہ دانی نے مقنع میں نقل کر کے فرمایا ہے کہ علماء میں سے کوئی امام مالکؒ کا اس بارے میں مخالف نہیں ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے: **”وقال أحمد: ویحرم مخلافة خط مصحف عثمان فی واو أو یاء أو ألف أو غیر ذلک“۔**

اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ مصحف عثمانی کے رسم خط کی مخالفت حرام ہے واو، یاء اور الف (زائدہ) میں جو کہ تلفظ میں نہیں آتے محض لکھنے میں آتے ہیں۔

پھر لکھا ہے:” **وقال البیهقی فی شعب الإیمان: من یکتب مصحفا فینبغی أن یحافظ علی الهجاء الذی کتبوا به هذه المصاحف ولا یخالفهم فیه ولا یغیر ممّا کتبوه شیئاً، فإنهم کانوا أکثر علما وأصدق قلبا ولسانا وأعظم امانة منّا ،فلا ینبغی أن نظن بأنفسنا استدراکا علیهم“۔**

(امام بیہقی شعب الایمان میں فرماتے ہیں جو شخص قرآن مجید کی کتابت کرے تو ضروری ہے کہ اس طرز تحریر کی حفاظت کرے جس پر حضرات صحابہؓ نے لکھے ہیں ان کی مخالفت نہ کرے اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے کسی چیز میں تغیر نہ کرے، کیونکہ وہ زیادہ علم والے اور امانت دار تھے تو ہمارے لئے کسی طرح لائق نہیں کہ ہم اپنے متعلق یہ گمان کریں کہ ان کی کسی کمی کو ہم پورا کرتے ہیں) (مستفاد جواہر الفقہ ۱/۸۰)۔

حضرت فقیہ الامت رسم عثمانی کے علاوہ کسی اور رسم خط میں قرآن کریم کی کتابت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ الفاظ قرآن کو عربی رسم الخط میں لکھنا ضروری ہے، ہندی یا کسی اور رسم الخط میں لکھنے کی اجازت نہیں، ”اتقان“ میں اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق نقل کیا ہے، ہندی رسم الخط میں لکھنے سے عبارت غلط ہوجائے گی، ح، ذ، ز، ص، ظ میں نمایاں فرق نہیں رہے گا، سب کی صورت یکساں ہوجائے گی، اصل مخارج وصفات سے ان کو ادا نہیں کیا جائے گا، استعلا، اطباق، استطالت سب کچھ ضائع کردیں گے (فتاوی محمودیہ ۳/۵۱۰)۔

اور یہ ایک شبہ جو پیش کیا جاتا ہے کہ اس میں عجمیوں کے لئے قرآن پڑھنے میں بہت زیادہ سہولت ہے اس بنا پر غیر عربی رسم الخط میں لکھنے اور چھاپنے کی اجازت ہونی چاہئے، تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ قرآن کریم سے فائدہ اٹھاسکیں۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے امام ابن قدامہ کی مشہور اور محقق کتاب ”المغنی“ کے حوالہ سے بہت بہتر اور عمدہ

جواب تحریر فرمایا ہے: کہ جب سے قرآن کریم دنیا میں آیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی دعوت عجم کے سامنے پیش کی کہیں ایک واقعہ بھی مذکور نہیں کہ حضور ﷺ نے عجمیوں کی وجہ سے اس کا ترجمہ کر کے بھیجا ہو یا عجمی رسم خط میں لکھوایا ہو، تو حضور ﷺ کے مکاتیب جو ملوک عجم کسری وقیصر ومقوقس وغیرہ کی طرف بھیجے گئے جن میں سے بعض کے فوٹو بھی چھپ گئے ہیں اور آج تک محفوظ ہیں ان کو دیکھا جاسکتا ہے کہ نہ ان میں عجمی زبان اختیار کی گئی ہے، نہ عجمی رسم خط اختیار کیا گیا ہے (جواہر الفقہ ۱/۸۴)۔

۳-موبائل پر قرآن مجید:

اگر موبائل میں قرآن کریم محفوظ ہے، لیکن اسکرین پر اس کے حروف نہیں دکھائی دے رہے ہیں تو اس موبائل کو بلا وضو ہاتھ لگانے اور پکڑنے میں کوئی حرج نہیں۔

لیکن اگر موبائل میں محفوظ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے حروف اسکرین پر بھی دکھائی دے رہے ہیں تو اس اسکرین کو بلا وضو ہاتھ لگانا جائز نہ ہوگا، البتہ اس وقت بھی اس موبائل کو پکڑنے اور ہاتھ لگانے کی اجازت ہوگی، عالمگیری کی عبارت ملاحظہ ہو: "**ولایجوز مس شئ مکتوب فیه شئ من القرآن من لوح أودراهم أو غیر ذلک اذاکان آیة تامة هکذا فی الجوهرة النیرة**" (۱/۳۹)۔

فتاوی شامی میں ہے: "**ومسه القرآن ولو فی لوح أودرهم أو حائط لکن لا یمنع إلامن مس المکتوب...... کما فی البحر أی والصحیح المنع**" (۱/۴۲۳)۔

۴-بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا اعلان ہے: "**ولقد یسرنا القرآن للذکر**"، اور یہ خود قرآن کریم کا ایک زبردست معجزہ ہے کہ جہاں بینا لوگ باسانی اس کی تلاوت کر لیتے ہیں اور قرآن کریم کو اپنے سینے میں محفوظ کر لیتے ہیں وہیں نابیناؤں کی ایک بڑی تعداد بھی اس کی تلاوت کرنے اور اپنے سینے میں محفوظ کرنے سے محروم نہیں رکھی گئی اور تھوڑی سے کاوش سے اس عظیم شرف کو حاصل کر لیتے ہیں۔

ابتداء میں نابیناؤں کے لئے قرآن کریم کے سیکھنے اور محفوظ کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ جس طرح استاذ سے سنتے بعینہ نابینا طلباء کرام اس کی نقل کرنے کی کوشش کرتے، رفتہ رفتہ استاذ عالی سے سننے کی برکت سے ان کے سینے میں قرآن کریم محفوظ ہوجاتا اور وہ باسانی اس کی تلاوت کرنے لگتے، تاریخ کے اوراق میں حضرت امام شاطبی کی مثال محفوظ ہے، آپ نابینا

تھے،لیکن اللہ پاک نے تجوید وقراءت کے میدان میں بیناؤں کے استاذ کے شرف سے نواز دیا، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کردیں۔

لیکن تقریبا ایک دوصدی سے ایک ایسا کوڈ'' چھ نقطوں پر مبنی) ایجاد کیا گیا جس نے نابینا شخص کو قرآن کریم کے پڑھنے کے لئے خود کفیل بنادیا،'' کوڈ'' کی تفصیل مختصر تحریر میں ملاحظہ ہو۔

بریل کوڈ کیا ہے؟

بریل ایک قسم کا ذریعہ ابلاغ ہے جو کاغذ پر ابھارے گئے نقطوں پر مبنی ہے جن کے ذریعہ ایک نابینا آدمی اپنی قوت لمس کا استعمال کرتے ہوئے پڑھنے کے قابل بن سکتا ہے، بریل کوڈ چھ نقطوں پر مبنی ہوتا ہے یہ ان کے لئے تعلیم حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، ان چھ نقطوں کے مختلف نمونے ،نشانات اور شکلوں کی تبدیلی سے بنتے ہیں اور وہ مختلف حروف، الفاظ،حروف علت حرکات اور علامتوں کی نمائندگی کرتے ہیں اور ان چھ نقطعس سے ۶۳ مختلف شکلیں بنائی جاسکتی ہیں۔

اور ساتھ ساتھ یہ حقیقت بھی متفق علیہ ہے کہ جو شخص بھی قرآن کریم کو تحریر کرنا چاہتا ہو اس کے لئے عثمانی رسم الخط کی اتباع واجب ہے، صحابہ کرامؓ کا اس پر اجماع ہے اور ائمہ اربعہ کے نزدیک مسلم ہے، اس کے باوجود بریل کوڈ میں قرآن کریم کی اشاعت کی اجازت ہے یا نہیں تو اس بارے میں ہم مختصر تفصیل پیش کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ بریل کوڈ میں قرآن کریم کو پیش کرنے میں'' رسم عثمانی'' کی مخالفت لازم نہیں آتی ہے اور اس میں بظاہر کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ بریل کوئی رسم الخط نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن پاک کو بریل میں منتقل کرنا مستحسن اور پسندیدہ ہے باعث اجر وثواب اور عثمانی رسم الخط کی مخالفت لازم نہیں آتی (مستفاداز مقالہ بریل کوڈ کی حقیقت شرعی نقطہ نظر سے، مصنف شیخ عبدالقادر حسن)۔

نیز بریل میں تیار شدہ قرآن کریم کا حکم بھی اصل قرآن کی طرح ہوگا اور اس قرآن کو چھونے کے لئے بھی وضو ضروری ہوگا، اور جو آداب واحکام مصحف عثمانی کے ہوں گے وہی آداب بریل میں نقل کردہ قرآن کریم کے ہوں گے۔

اور جس طرح کوئی شخص فارسی زبان میں قرآن تحریر کرے تو فقہاء کرام کے نزدیک اس قرآن کو بھی ہاتھ لگانے کے لئے وضو کرنا ہے تو اس کے لئے بھی وضو ضروری ہوگا۔

فتاوی عالمگیری کی عبارت ملاحظہ ہو:''**ولو كان القرآن مكتوبا بالفارسية يكره لهم مسه عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، وكذا عندهما على الصحيح، هكذا في الخلاصة**''(۳۹/۱)۔

ردالمحتار میں ہے:"(ومسه)أی مس القرآن، وکذا سائر الکتب السماویة، قال الشیخ اسماعیل: وفی المبتغی: ولا یجوز مس التوراة والإنجیل والزبور وکتب التفسیروبه علم أنه لا یجوز مس القرآن المنسوخ تلاوة وإن لم یسم قرآنا متعبدا بتلاوته"(۱/ ۲۸۲)۔

''درمختار''میں ہے:"ومسه ولو مکتوبا بالفارسیة فی الأصح"(۱/ ۴۲۳)۔

حضرت فقیہ الامت اپنے ایک فتوی میں تحریر فرماتے ہیں:

اگرایک استاد کے پاس چند نابینا طلبا قرآن سیکھ رہے ہیں تو بالغ طلبا کوتو وضوکرنا ضروری ہوگا البتہ چھوٹے نابالغ کوبلاوضوقرآن کریم چھونے کی گنجائش ہے، البتہ انہیں بھی اگر وضوکرنے کا عادی بنادیا جائے تو زیادہ بہتر اور مناسب ہے(مستفادازفتاوی محمودیہ ۳/ ۵۲۲)۔

"قال فی الدر:ولا بأس بدفعه إلیه وطلبه منه للضرورة اذا الحفظ فی الصغر کالنقش فی الحجر"(۱/ ۲۸۳)۔

☆☆☆

غیر عربی رسم الخط میں قرآن مجید کی کتابت

مولانا قاضی محمد حسن ندوی ☆

جب قرآن کی اشاعت عربی رسم الخط کے بجائے ہندی، انگریزی اور دوسری عجمی زبانوں میں شروع ہوجائے گی تو ظاہر ہے کہ قرآن پاک کی خصوصیت باقی نہیں رہے گی، اور عربی زبان میں معجز ہونے کا جو اعجاز ہے وہ بھی باقی نہیں رہے گا، نیز یہ کہ جہاں قرآن کے معانی ومفاہیم کا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا نزول کا مقصد ہے وہیں اصل قرآن اور اصل رسم الخط اور نظم قرآن کی حفاظت بھی اہم مقصد میں داخل ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک کے ایک ایک حرف کی ادائیگی میں فرق ہے، مثلاً عربی زبان میں س، ث، ص، ظ، ض، ز، ت، نیز ھ، ہ، وغیرہ الفاظ میں تلفظ آواز کا جو فرق کیا گیا ہے وہ کسی دوسری زبان کے رسم الخط میں اظہار ممکن نہیں ہے۔

اسی وجہ سے تیسری مرتبہ عہد عثمانی میں قریش کی زبان میں قرآن پاک جمع کیا گیا، اور حضرت عثمانؓ کے حکم سے حضرت زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن الحارث اس کام کو بحسن وخوبی انجام دیا (البرہان فی علوم القرآن ۱/۲۴۱)۔

امام حاکم رقم طراز ہیں: **"إن جمع القرآن لم يكن مرة واحدة فقد جمع بعضه بحضرة رسول الله ثم جمع بعضه بحضرة أبى بكر والجمع الثالث كان فى خلافة امير المومنين عثمان بن عفانؓ"** (المستدرک للحاکم ۲/۲۲۹)۔

مفتی شفیع صاحب عہد عثمانی میں جمع قرآن کا جو کام ہوا اس کے بارے میں رقم طراز ہیں:

باجماع صحابہ لغت قریش پر قرآن کریم کے بہت سے نسخے لکھوائے گئے، اس کے بعد نسخے مختلف ممالک میں بھیج دیئے گئے، اور باجماع امت ان کا اتباع ہر چیز میں لازم وضروری سمجھا گیا (کذافی روح المعانی بحوالہ جواہر الفقہ ۱/۷۶)۔

☆ استاذ دار العلوم ماٹلی والا بھروچ۔

مولانا تقی عثمانی صاحب جمع قرآن کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ عہد عثمانی میں درج ذیل کام انجام دیئے گئے:

۱-حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں سورتیں مرتب نہیں تھیں، ان حضرات نے تمام سورتوں کو ترتیب کے ساتھ ایک ہی مصحف میں لکھا۔

۲-قرآن کریم کی آیات اس طرح لکھیں کہ ان کے رسم الخط میں تمام متواتر قرأتیں سما جائیں۔

۳-قرآن کریم کا مکمل معیاری نسخہ جو پوری امت کی اجتماعی تصدیق سے مرتب کیا گیا تھا وہ صرف ایک تھا، مگر عہد عثمانی میں پانچ یا سات نسخے تیار کئے گئے تھے اور تمام ملکوں میں بھیج دیئے گئے اور ایک مدینہ میں محفوظ رکھا گیا (فتح الباری ۹/۱۷، بحوالہ جواہر الفقہ ۱/۱۹۰)۔

ان ہی وجوہ کی بنا پر مصاحف عثمانی کے رسم الخط کے اتباع کے واجب ہونے پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے۔

"**أجمع المسلمون على وجوب اتباع رسم مصاحف عثمان ومنع مخالفته**" (جواہر الفقہ ۱/۱۰۶)

(مصاحف عثمانی کے رسم الخط کے اتباع کے واجب ہونے پر اور اس کے خلاف کے ممنوع ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے)۔

تھوڑی وضاحت کے ساتھ صاحب رسالۃ النصوص الجلیہ رقم طراز ہیں:

"**قد انعقد إجماع سائر الامة من الصحابة وغيرهم على تلك الرسوم، وأنه لا يجوز بحال من الأحوال العدول عن كتابة القرآن الكريم ولا نشره بصورة تخالف رسوم المصاحف العثمانيه**" (حوالہ سابق ص ۲۵ بحوالہ جواہر الفقہ ۱/۱۰۸)۔

علامہ زرکشی نے اسی نظریئے کی تائید کی ہے، "**والأقرب المنع كما تحرم قراته بغير لسان العرب**" (البرہان ۱/۳۸۰)۔

تمام صحابہ اور دوسرے علماء کا اس رسم الخط پر اجماع ہو چکا ہے، اس لئے قرآن شریف کی کتابت میں کسی بھی صورت میں رسم الخط سے عدول جائز نہیں ہے اور کسی ایسی صورت سے جو مصاحف عثمانیہ کے رسم الخط کے خلاف ہو۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنے فتاویٰ میں خوب واضح فرمایا ہے:

الغرض صحابہ وتابعین کے طرز عمل سے واضح ہوگیا کہ جس طرح قرآن میں عربی زبان کی حفاظت ضروری ہے اسی طرح عربی رسم الخط کی حفاظت بھی ضروری ہے، اس لئے کسی دوسرے رسم الخط میں قرآن مجید کا لکھنا جائز نہیں اس میں رسم خط عثمانی کی مخالفت اور تحریف قرآن کا راستہ کھولنا ہے جو باجماع امت حرام ہے۔

"**وقال الإمام أحمد: ويحرم مخالفة خط مصحف عثمان**" (اتقان ۲/ ۱٦٧)۔

الغرض مذکورہ بالا بحث اور صحابہ وتابعین کا عربی رسم الخط اور مصاحف عثمانی کے رسم الخط پر اجماع ہونے کی وجہ سے راقم کی بھی یہی رائے ہے کہ غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن شائع کرنا درست نہیں۔

جہاں تک کہ یہ عذر پیش کرنا کہ بہت سے لوگ قرآن پاک کی عبارت کو عربی رسم الخط میں پڑھنے پر قادر نہیں ہیں تو شریعت میں یہ عذر نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے قرآن پاک کے رسم الخط میں ترمیم وتبدیلی کی گنجائش دی جائے۔

عہد صحابہ میں بعض عجمی مما لک کے مسلمان کے لئے قرآن مجید عربی رسم الخط میں پڑھنا بڑا ہی دشوار تھا، لیکن انہوں نے اس کی اجازت نہیں دی، اب تو اس زمانہ میں تعلیم وتعلم کے شعبہ میں بڑی سہولت پیدا ہوگئی ہے، حتی کہ نابینا کے لئے قرآن پاک پڑھنا آسان ہوگیا ہے اور ان کے لئے بریل کوڈ میں قرآن تیار کیا جارہا ہے اور نابینا حضرات بھی قرآن پاک پڑھنے اور اس سے استفادہ کرنے پر قادر ہوگئے ہیں تو بینا کے لئے اور زیادہ آسان ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد ایک مسلمان پر جس طرح ضرورت کے مطابق دینی تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے اسی طرح قرآن مجید کو عربی اور مصحف عثمانی رسم الخط میں پڑھنے کی کوشش کرنا ضروری ہے، اسی وجہ سے حدیث کی کتابوں میں فضائل قرآن کا مستقل ایک باب ہے اس میں بے شمار احادیث ہیں جن میں حفظ قرآن کے ساتھ ناظرہ قرآن عربی رسم الخط میں پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے، اور قرآن نہ پڑھنے والوں کو منافقین کے زمرے میں شامل کیا گیا ہے۔

"**ومثل المنافق الذى لا يقرأ القرآن كمثل الحنظلة ليس لها ريح وطعمها مر**" (مشکوۃ شریف ۲/ ۱۸۴)، اور منافق کی مثال حنظلہ پھل کی طرح ہے (جو قرآن نہیں پڑھتا ہے) جس میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی اور مزہ کڑوا ہوتا ہے، اسی وجہ سے امام شافعیؒ نے اپنے رسالہ اصول میں لکھا ہے کہ پوری امت پر عربی زبان کی تعلیم ضروری ہے۔

"**إن الله تعالى فرض على جميع الأمم تعليم اللسان العربى لمخاطبهم بالقرآن**" (مغنی مع الشرح الکبیر بحوالہ جواہر الفقہ ۱/ ۱۰۵)۔

یقیناً اللہ تعالی نے قرآن کے مخاطب ہونے کی وجہ سے پوری امت پر عربی زبان کی تعلیم ضروری قرار دیا ہے، شریعت میں کسی کے حق میں عدم علم عذر نہیں ہے، اس کی ایک مثال یہاں پیش کی جارہی ہے۔

جس طرح کسی آزاد لڑکی کا نکاح بلوغ سے پہلے کسی ولی ابعد نے کردیا، بلوغ کے بعد اسے خیار بلوغ کا حق حاصل تھا لیکن وہ بلوغ کے بعد کئی مہینے تک خاموش رہی، اب یہ عذر پیش کرے کہ مجھے مسئلہ معلوم نہیں تھا تو اس کے حق میں یہ عذر قابل قبول نہ ہوگا، جبکہ وہ آزاد ہو، اسی طرح عام مسلمان کے حق میں یہ عذر معتبر نہیں کہ عربی رسم الخط میں قرآن پڑھنا

نہیں جانتے۔

اس لئے دوسرے رسم الخط میں قرآن پاک کوشائع کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

البتہ اس کی گنجائش ہوگی کہ عربی رسم الخط میں باقی رکھتے ہوئے دوسری زبان کے رسم الخط میں لکھ دیا جائے اور دونوں کوساتھ میں شائع کیا جائے، جیسے کہ علماء نے اصل متن قرآن کو باقی رکھتے ہوئے ترجمہ قرآن کی اجازت دی ہے۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید تیار کرنے کا حکم:

بلا شبہ اس وقت سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی کی وجہ سے بہت سے ایسے امور کا بجالانا آسان ہوگیا جو آج سے سو سال پہلے محال تھا، بریل کوڈ میں قرآن مجید کا تیار کرنا دراصل سائنس اور ٹکنالوجی کی قابل رشک پیش رفت ہے، جس کے ذریعہ نابینا افراد کے لئے بغیر کسی محتاجی کے اس کا پڑھنا اور استفادہ کرنا آسان ہوگیا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا بریل کوڈ میں قرآن مجید تیار کرنا درست ہے؟

صحیح بات یہ ہے کہ اس مسئلہ کے دو پہلو ہیں، دونوں کو سامنے رکھتے ہوئے جواب دینے میں سہولت ہوگی۔

ایک پہلو یہ ہے کہ عہد عثمانی میں لغت قریش میں قرآن مجید جمع کیا گیا، جس پر صحابہ اور تابعین کا اتفاق ہے، اس سے عدول کر کے قرآن مجید تیار کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔

"قد انعقد أجماع سائر الامة وغيرهم على تلك الرسوم، وأنه لايجوز بحال من الأحوال العدول عن كتابة القرآن" (رسالۃ النصوص الجلیۃ رص ۲۵)۔

ظاہر بات ہے یہ قرآن جو بریل کوڈ میں تیار کیا جائے گا رسم عثمانی اور رسم عربی الخط کے خلاف ہوگا اور ایک اجماعی مسئلہ سے عدول کرنا ہوگا اور شرعاً یہ درست نہیں ہے۔

۲- دوسرا پہلو یہ ہے کہ جس طرح بینا حروف تہجی کو پہچان کر کے قرآن پڑھنے پر قادر ہوتے ہیں اسی طرح نابینا کو بھی برے بڑے نقطے کو ہاتھوں سے تمس کر کے قرآن مجید پڑھنے پر قدرت ہوگی ہے، اس طریقہ کو ناجائز قرار دینا ان کو قرأت قرآن جیسی نعمت سے محروم کرنا لازم آئے گا، یہ باعث ضرر اور باعث گناہ ہے۔

آپ دونوں صورتوں میں یہ موازنہ کرنا ہوگا کہ کس صورت میں کم ضرر ہے اور کس صورت میں زیادہ، اور فقہاء کے قاعدہ کے مطابق اشد ضرر والی صورت سے بچنے کے لئے اخف ضرر والی صورت اختیار کرنے کی گنجائش ہوگی، صاحب ''شرح المجلہ'' نے لکھا ہے:

"الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف" (۱؍۳۲) (کم تر ضرر کا ارتکاب کر کے بڑے ضرر سے بچا جائے)۔

اس لئے نابینا کی ضرورت ومصلحت اوراشد ضرر سے بچنے کے لئے بریل کوڈ میں قرآن مجید تیار کرنا شرعا درست ہوگا،لیکن اس کے لئے حسب ذیل آداب کالحاظ کرناضروری ہوگا۔

۱-بریل کوڈ تیار کرنے کی ذمہ داری مسلمانوں کودی جائے جوصوم وصلاۃ کے پابند ہوں،امانت دار ہوں،متقی اور پرہیز گار ہوں اوران کی تعداد کم سے کم تین ہو،نیز وہ قرأت اور تجوید کے فنون سے واقف ہوں،لیکن اگرصورت حال یہ ہے کہ اس کوغیر مسلم تیار کرتے ہیں تواس کواصل مصحف قرآن سے موازنہ کی ذمہ داری مذکورہ صفات کے حاملین کودی جائے۔

حضرت عثمانؓ نے ان چار صحابہ کرام کوعربی رسم الخط اورقریش کی زبان میں قرآن پاک لکھنے کی ذمہ داری دی جو ایک طرف حافظ قرآن تو دوسری طرف لغت قریش اور لہجہ سے بھی واقف تھے،اور معانی ومفاہیم پر گہری نظرتھی (مشکوۃ شریف ۲/ ۱۹۲)۔

۲-جس طرح اعداد سے حروف کی تعیین کرتے ہیں تو وہاں اعداد سے حروف کی تعیین ضروری ہوتا ہے،لہذا اسی طرح شروع میں اس کی وضاحت کروکہ کس نقطہ سے حروف تہجی میں سے کون حرف مراد ہے،تاکہ اشتباہ نہ ہو،کیونکہ ایک نقطہ سے جوحرف قرآنی مراد ہےتو دوسرا حرف بھی مراد ہوسکتا ہے،اس لئے تعیین ضروری ہے۔

۳-چونکہ عربی رسم الخط اوررسم عثمانی پر اجماع ہے،اس لئے اصل متن قرآن کے ساتھ بریل کوڈ میں قرآن تیار کیا جائے تاکہ مخالفت لازم نہ آئے،اوراصل قرآن سے بھی تعلق قائم رہے،کیونکہ اصل قرآن کو پڑھنا،دیکھنا باعث ثواب ہے اسی طرح اسے باوضو چھونا بھی عبادت ہے،جب اصل متن میں قرآن ایک طرف ہوگا تو نابینا افراد باوضوعظمت کی نیت سے اسے ہاتھ میں لیں گے۔اوراس کے اثرات ظاہر ہوں گے،کیونکہ یہ نقطے دوسرے حروف اور جملے کے بھی ہوسکتے ہیں۔

بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کوچھونے کے لئے وضو:

قرآن پاک جواللہ کا کلام ہے رسول اللہ ﷺ سے متواتر صورت پر منقول ہے،صاحب ''نفحات العبیر'' نے ارشادالفحول کے حوالہ سےقرآن کی اس طرح تعریف کی ہے:

''**وأما القرآن اصطلاحا فهو كلام الله المنزل على محمد ﷺ، المنقول الينا نقلا متواترا بلا شبهة وزاد بعضهم المكتوب فى المصاحف المحفوظ فى القلوب المقروء بألسنة المسموع بالأذان**''(نفحات العبیر ۱/ ۲۴)۔

لیکن بریل کوڈ میں قرآن مجید جوتیار کیا جاتا ہے وہ نہ عربی رسم الخط ہے نہ رسم عثمانی،بلکہ وہ موٹے کاغذ پر ابھرے ہوئے نقطوں کی شکل میں ہوتا ہےاور نابینا افراد انگلیوں کے پوروں کے لمس سے اسے پڑھتے ہیں،اس لئے اسے اصل قرآن

کی حیثیت حاصل نہیں، کیونکہ یہ نقطے اور نقوش کسی دوسرے جملے کے بھی ہوسکتے ہیں، لہذا اس کو چھونے کے لئے باوضو ہونا ضروری نہیں۔

البتہ یہ بات ضرور ہے کہ جس طرح قرآن کو چھونے کے لئے باوضو ہونے کی شرط عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں مکتوب ہونا ضروری ہے، اسی طرح یہ شرط قرآن مجید کے احترام کی وجہ سے بھی ہے، گرچہ بریل کوڈ میں نقطے الفاظ قرآن کی طرح نہیں ہیں، لیکن وہ نابینا کے لئے قرآن مجید سے استفادہ کے لئے ذریعہ ہیں اور علم ذرائع علم دونوں کا احترام ضروری ہے، دوسری بات یہ ہے کہ قرآن مجید سے جن حروف والفاظ اور اوراق کی نسبت ہوگئی قرآن کی طرح ان کا بھی احترام کرنا چاہئے اس لئے تفاسیر کی طرح بریل کوڈ میں تیار شدہ قرآن کو باوضو چھونا اولی وافضل ہوگا، فتاوی عالمگیری میں ہے:

”ولوكان القرآن مكتوبا بالفارسية يكره لهم مسه عند ابى حنيفة، وكذا عندهما على الصحيح“ (۱/۲۰)۔

موبائل پر قرآن مجید کا حکم:

جیسا کہ بریل کوڈ کے تحت یہ بحث آچکی ہے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، رسول اللہ پر اترا ہے جو سینوں میں محفوظ کیا جاتا ہے، زبان سے پڑھا جاتا ہے، اور کانوں سے سنا جاتا ہے۔

یہ صفات ومیزات موبائل پر صادق نہیں آتی، کیونکہ موبائل کو وضع کرنے کا اصلا مقصد یہ نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے دو اشخاص کے مابین دور رہتے ہوئے بات ہوجائے، ایک دوسرے کو اپنا پیغام کم وقت میں پہنچا سکے، یہ الگ بات ہے اس سے ضمنا اور بھی فوائد حاصل ہو رہے ہیں، چنانچہ اس کے اسکرین پر قرآن کے پارے آجاتے ہیں، دینی کتابیں آجاتی ہیں، ان سے استفادہ کا موقع مل جاتا ہے، لیکن یہ اصلا اس کا مقصد نہیں ہے اور ان امور میں مقصد کے اعتبار سے حکم ہوتا ہے، لہذا اسے آلات ذرائع ابلاغ کے قبیل سے شمار کیا جائے گا نہ اسے قرآن شمار کیا جائے گا اور نہ اسے قرآن کی حیثیت حاصل ہوگی۔

علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے: ”الأمور لمقاصدها“ (۱/۱۱۳) (امور وافعال پر مقصد کے اعتبار سے حکم ہوتا ہے)۔

”قالوا: إن القرآن يخرج عن كونه قرأنا بالقصد“ (الاشباہ ۱/۱۰۸)۔

علماء نے کہا ہے قرآن اپنے قرآن سے خالی قرآن کے قصد کی وجہ سے نکل جاتا ہے۔

اگرچہ موبائل میں پورا قرآن بھی ہوتا ہے، لیکن اس کو بنانے کا مقصد قرآن محفوظ کرنے کا نہیں ہوتا، نہ کسی خریدنے والے کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ موبائل پر اصلا قرآن پڑھنا ہے، اس وجہ سے موبائل کو قرآن کی حیثیت حاصل نہیں ہوگی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ بہت سی چیزوں میں اکثریت کے اعتبار سے حکم ہوتا ''للاکثرحکم الکل'' کہ اکثر کل کے قائم مقام ہوتا ہے،لیکن موبائل میں اکثر پروگرام قرآن کے علاوہ ہوتے ہیں،میموری کے ایک حصہ میں قرآن ہوتا ہے،مثلاً تفسیر اور ترجمہ قرآن ہے،اس میں متن قرآن بھی ہوتا ہے،مگر اسے قرآن کی حیثیت حاصل نہیں ہوتی،یہی صورت حال موبائل کی ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید پر جو جلد ہوتی ہے وہ دو طرح کی ہوتی ہے،ایک وہ ہوتی ہے کہ قرآن کے اوراق کے متصل ہوتی ہے الگ کرنا ممکن نہیں ہوتا یہ جلد قرآن کے حکم میں ہوتا ہے،البتہ دوسری جلد وہ ہوتی ہے جو غلاف کی طرف ہوتی ہے اسے الگ کرنا ممکن ہوتا ہے،اسی طرح موبائل پر جلد(Cover) ہوتی ہے وہ قرآن کے حکم میں نہیں ہوتا،جیسا کہ قدوری میں ہے:

''**ولایجوز للمحدث مس المصحف إلا أن یأخذه بغلاف**'' (قدوری ۱/۲۹)،اورالجوہرہ میں ہے:''**الا بغلاف متجاف عنه کالخریطة والجلد المشرز**''(۱/۲۰)۔

الغرض مذکورہ تینوں وجوہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ موبائل کو بلا وضو چھونا درست ہے،البتہ جب اسکرین پر قرآن ہوتو موبائل کو ہاتھ میں بغیر وضو کے لے سکتے ہیں،لیکن اسکرین پر ہاتھ رکھنے کے لئے باوضو ہونا شرط ہے۔

چنانچہ صاحب ''الجوہرۃ'' قلم بند کرتے ہیں:

''**لا یجوز مس شئ مکتوب فیه شئ من القرآن من لوح أو دراهم إذا کانت أیة تامة**'' (الجوہرۃ النیرہ ۱/۲۹)۔

☆☆☆

بلامتن ترجمہ کی اشاعت علاحدہ کسی اور نام سے اشاعت

مولانا مقیم احمد ندوی☆

مسلمانوں کو قرآن کی ہدایت وتعلیمات اور احکام وقوانین کا جاننا برائے عمل بھی ضروری ہے اور برائے تبلیغ بھی، کیونکہ غیر مسلموں کو قرآن کی تعلیم دینے کی ذمہ داری بھی مسلمانوں کی ہی ہے تو اس کے لئے قرآنی تعلیمات مسلمان کس طرح حاصل کرے، تاکہ اپنے عملی اور تبلیغی فریضہ کو سرانجام دے سکے، چنانچہ غور کرنے سے برائے عمل حصول احکام کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

۱-عربی علوم کا حصول تمام مسلمانوں کے لئے لازم قرار دیا جائے۔

۲-ان کے لئے صرف قرآن کی تلاوت کافی سمجھی جائے اور اس کے احکام پر ملک کی زبان میں قرآن سے الگ احکام پر مشتمل کتابیں لکھی اور پڑھائی جائیں۔

۳-حامل المتن ترجمہ کئے جائیں جیسا کہ شاہ ولی اللہؒ نے کیا اور اسے شائع کئے جائیں، مذکورہ تینوں صورتوں میں سے پہلی صورت کے وجوب پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے، تیسری صورت میں کوئی کلام نہیں اور بچی دوسری صورت تو یہ عقلاً صحیح سمجھ میں آتی ہے، اس لئے کہ اس میں نہ تو ترجمہ کو قرآن کہنا لازم آتا ہے اور نہ ہی ترجمہ کو بنام قرآن شائع کرنا لازم آتا ہے، نیز غیر مسلموں کو برائے تعلیم دینے میں بھی کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ترجمہ کو قرآن سے الگ دوسرے نام سے شائع کیا جائے اور اس کو قرآن کا نام نہ دیا جائے

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی اشاعت:

اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے سے پہلے یہ غور کرنا ضروری ہے کہ آیا رسم عثمانی توقیفی ہے یا نہیں؟ چنانچہ اس مسئلہ پر فقہاء کی عبارت میں غور کرنے سے تین رائیں ملتی ہیں: ۱-عوام الناس کے لئے کسی بھی زمانہ کے جدید رسم الخط کے ضابطہ کے

☆ جامعہ اسلامیہ شانتاپورم، کیرالا۔

مطابق قرآن لکھنا درست ہے، بشرطیکہ رسم عثمانی باقی رہے اس قول کے قائلین شیخ عزالدین بن عبدالسلام اور شیخ بدرالدین زرکشی ہیں۔

۲-قرآن کا رسم الخط نہ ہی توقیفی ہے اور نہ ہی اسے جدید رسم الخط کے مطابق لکھنا ممنوع ہے، اس قول کے قائلین ابوبکر باقلانی، ابن خلدون اور بیشتر معاصر علماء ہیں، اور یہ بہت سے لوگوں کے عمل میں بھی رہا ہے، جیسا کہ ابوسہیل صالح علی العود لکھتے ہیں کہ ''اس پر عمل کرنے والوں میں برغواطہ کا رہنے والا المتنبی صالح بن طریف نامی ایک شخص ہے جس نے دوسری صدی ہجری مطابق آٹھویں صدی عیسوی میں بربری زبان میں قرآن کو لکھا، اسی طرح فرانس میں فرانسیسی زبان میں پارہ عم کا مکتوب شائع ہوا، اسی طرح انڈونیشیا میں انڈونیشیائی زبان میں قرآن شائع کیا گیا، اسی طرح انگلینڈ میں ہوا، اور غیا میں تو ایک شخص کا لاطینی زبان میں قرآن لکھنا پیشہ ہی ہے۔

۳-تیسرا قول یہ ہے کہ قرآن کی سورتوں اور آیتوں کی طرح رسم الخط بھی توقیفی ہے، لہذا جس طرح سورتوں میں تقدیم وتاخیر ناروا ہے اسی طرح اس میں بھی تغیر وتبدیلی ناجائز ہے اور اس کی مخالفت حرام ہے، اور یہ مذہب سلف وخلف میں جمہور امت کا ہے، اور یہی رائے علامہ نظام الدین نیساپوریؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ، صاحب ہدایہ، صاحب معراج الدرایہ کی ہے، حتی کہ صاحب معراج الدرایہ نے تو ایسا کرنے والے کو زندیق تک کہہ دیا ہے، نیز یہی فتوی مجمع البحوث الاسلامیہ ازہر نے 1391ھ میں دیا تھا، اور یہی فتوی 1399 میں سعودی حکومت کے علماء نے دیا تھا اسی وجہ سے بہت سے علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

اگرچہ ان حضرات کی عبارتوں میں کچھ استثنائی شکل بھی موجود ہے، جیسا کہ دور حاضر کے مشہور فقیہ علامہ یوسف قرضاوی نے پوری مجلس بحوث وفتاوی کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نماز میں نومسلم کے لئے یا بچہ کے لئے جتنی اور جب تک ضرورت ہو وہ مستثنی ہے جیسے قصار مفصل وغیرہ جب تک کہ وہ صحیح سے نہ سیکھ لے، خلاصہ یہ ہے کہ رسم عثمانی توقیفی ہے شروع سے لے کر آج تک مسلمانوں کا اہتمام والتزام اور اجماع ہے کہ اس کو اسی صورت پر باقی رکھا جائے، لہذا اس میں تبدیلی کر کے رسم عثمانی کے ساتھ یا علاحدہ شائع کرنا کسی بھی زبان میں درست نہ ہوگا، کیونکہ قرآن مرضی کے مطابق تغیر کرنے والے کے ہاتھ کا کھلونا نہیں، بلکہ ہونا یہ چاہئے کہ ہم خود کو بدلنے کی کوشش کریں اور یہ قرآن کی تبدیلی سے آسان ہے۔

اس لئے کہ قرآن کا اسلوب ولہجہ کچھ اس طرح ہے جو دوسری زبان میں ممکن ہی نہیں مثلاً لفظ ''اللہ'' سے پہلے زبر ہو تو وہ پر ہوگا اسی طرح پیش ہو تو پر ہوگا کر کے مگر زیر ہو تو باریک ہوگا یہ تفخیم وترقیق دوسری زبان میں کیسے ممکن ہے، اسی طرح غنہ، مد، اظہار، ادغام وغیرہ، شاید اسی واسطہ امام جلیل ابوبکر محمد بن فضل نے اس کے متعلق فتوی پوچھنے والے کے لئے سخت

رو یہ اختیار کیا تھا جس کے متعلق ایک مکمل واقعہ صاحب فتح القدیر علامہ ابن ہمام نے نقل کیا ہے، نیز فقہ کا ایک مشہور ضابطہ بھی ہے، کہ سبب مفسدہ کو دور کرنا حصول منفعت سے اولی ہے "درأالمفاسد مقدم علی جلب المنفعة" (الاشباہ) اور پورے قرآن غیر عربی میں لکھنے کی ضرورت نہیں اگر کوئی ضرورت پیش کرے تو اس سلسلہ میں علامہ ابو سہل صالح نے لکھا ہے کہ " وہ سچ کے آڑ میں باطل ہے"، "كلمة حق أريد بها الباطل" (تحریم کتابۃ القرآن الکریم بحروف غیر عربیۃ أعجمیۃ أولاتینیۃ ص۲۷)، حوالہ اور عبارتیں بالترتیب ملاحظہ فرمائیں:

"وللعلماء فى هذه المسئلة ثلثة مذاهب (الف)أن رسم المصحف توقيفى لا يجوز تغيره وتحرم مخالفته شأنه فى ذلک شأن ترتيب سور القرأوآياته لا يجوز لنا أن نقدم أو نوخر منها شيئا وهذ مذهب جمهور الأمة سلفا وخلفا ونقل كثير من العلماء الإجماع على ذلک" (حوالہ سابق)۔

"أن رسم المصحف ليس توقيفيا وأنه لا مانع من تغير هذالرسم حسبما تقتضيه قواعد الرسم الحديثة، وممن ناصر هذالمذهب:أبوبكرالباقلانى وابن خلدون وكثير من العلماء المعاصرين" (مصدر سابق)۔

"جواز كتابته بالرسم الحديث لعامة الناس حسب قواعد الخط فى أى عصر مع الإبقاء على الرسم العثمانى والمحافظه عليه، وممن ناصر هذالمذهب: الشيخ عز الدين بن عبد السلام وبدرالدين الزركشى" (رسم المصحف وصبطہ بین التوقیف والإصطلاحات الحدیثۃ ۱/۲۸)۔

"فمثلا المتنبى صالح بن طريف من (برغواطة)فى القرن الثانى للهجرى(الثامن الميلادى كتب (قرآنه)باللغة البربرية" (تحریم کتابۃ القرآن الکریم بحروف غیر عربیۃ أعجمیۃ أولاتینیۃ ص۸) **"ففى فرنسة صدر الجزء الأخيرمن القرآن الكريم، جزء عم، بأكملة بالحروف الفرنسية وفى الإندونيسية يدالمسلم طهرت فيه، وفى غيار جل مسلم له نشاط غريب فى هذالميدان كان يقوم ولا يزال بكتابة القرآن بالحروف اللاتينية"** (حوالہ مذکور ص۲۱-۲۲)۔

"قال العلامه نظام الدين النيسابورى قال: جماعة من الائمة:إن الواجب على القراء والعلماء وأهل الكتابة أن يتبعوا هذالرسم فى خط المصحف، فإنه رسم زيد بن ثابت وكان أمين رسول الله ﷺ وكاتب وحيه" (حوالہ مذکور ص۴۷)۔

"الإمام أحمد بن حنبل(المتوفى ۲۴۱ھ)قال: تحرم مخالفة خط مصحف عثمان فى واو أو

A-40

ألف أو ياء أو غير ذلك"(حوالہ مذکور رص ۴۳)۔

"عن أشهب أن الإمام مالك بن أنس سئل: هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء؟(من الرسم والإملاء)فقال:لا،الا على الكتبة الأولى"(فتاوی معاصرہ للقرضاوی ۴ر۵۹،دیکھئے:تجنیس والمزیدرص ۶۰،فتح القدیر ار۲۴۹)۔

۳- جہاں تک سوال ہے بریل کوڈ کا تعلق ہے تو اس کے لئے پہلے ضروری یہ ہے کہ ہم یہ طے کرلیں کہ بریل کوڈ الفاظ ہے یا اشارہ، پھر یہ کہ عربی ہے یا نہیں، کیونکہ یہ بات قرآن کی تعریف میں سوال نمبر ا کے ضمن میں گذر چکی ہے کہ قرآن الفاظ ومعانی کا مجموعہ ہے جس سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ وہ اصل قرآن کی طرح نہیں ہے، اس لئے اس کے احکام قرآن کی طرح نہیں ہوں گے، کیونکہ پہلی شرط ہی مفقود ہے، بلکہ وہ ابرو کی طرح ہے جس سے ان پڑھ شخص بھی وہ کام لے لیتا ہے جو ایک پڑھا لکھا انسان اس پر دلالت کرنے والے الفاظ سے لیتا ہے، اسی لئے اس نماز میں اسے دیکھ کر اس کا مطلب سمجھ لے تو نماز نہیں فاسد ہوگی اس کے برعکس الفاظ دیکھ کر پڑھ لیا اور سمجھ لیا تو نماز فاسد ہوجائے گی، اور یہ کام فی نفسہ بہت عمدہ ہے اور مستحسن ہے، اس لئے اس کو تیار کرنا اور سہولت پیدا کرنا شرعی ذوق کے عین مطابق ہے۔جیسا کہ مشہور ضابطہ ہے:"الضرر يزال"(ضرر دور کیا جائے گا)،اسی طرح دوسرا ضابطہ "الحرج مدفوع"(الأشباہ والنظائر لابن نجیم مصری رص ۲۷)۔

اس لئے کہ یہ ضابطہ ہر اس جگہ جاری ہوتا ہے جہاں نص موجود نہ ہو اور یہاں بھی کوئی نص موجود نہیں، اس لئے یہاں بھی اسی ضابطہ کے مطابق نابینا کے لئے سہولت کی شکل نکالی جائے گی اور چونکہ اس پر تعریف قرآن صادق نہیں آتی ہے، اس لئے اس کا حکم قرآن کی طرح نہ ہوگا۔

۴- رہا سوال نمبر ۴ موبائل پر قرآن کا متن رکھنا تو اولا یہ یاد رہے کہ یہ مسئلہ خالص اجتہادی ہے اور قیاسی ہے، کیونکہ کچھ دہائی پہلے بذات خود موبائل ہی نہیں تھا، اس لئے اس مسئلہ میں کسی نظیر پر قیاس کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے، لہذا احقر کا اس مسئلہ میں خیال یہ ہے کہ موبائل کی اسکرین پر اگر قرآن ہو تو موبائل لینے یا اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لئے وضو شرط نہ ہو، بلکہ اسکرین کو ہی ایسا غلاف تصور کیا جائے جس کے ساتھ قرآن چھونا جائز ہوتا ہے، اور اس کی نظیر فقہاء کا وہ مسئلہ ہے جس میں وہ حائضہ، جنبی اور نفساء کے لئے جس طرح بغیر غلاف قرآن چھونا درست نہیں مانتے اسی طرح قرآن لکھا ہوا اگر درہم ہو تو اسے بھی بغیر تھیلی کے چھونا درست نہیں مانتے اور فی الجملہ تھیلی اور جزودان دونوں کے اندر ان دونوں کا قرآن سے علاحدہ ہونا

پا یا جار ہا ہے، کیونکہ اگر دونوں میں جدا ہونے کی علت نہ ہوتی تو ان کے ساتھ بھی قرآن کو چھونا درست نہ ہوتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس طرح تھیلی کی حیثیت ہے کہ قرآن سے وہ الگ ہوسکتی ہے، موبائل سے بذات خود قرآن الگ، بلکہ سوخت بھی ہوجاتا ہے، نیز اگر وضو کو لازم کیا جائے تو حرج عظیم بھی ہوگا، جبکہ شرعی ضابطہ ہے ''الحرج مدفوع'' حرج ختم کردیا گیا، اس مسئلہ کی نظیر بچے کو ضرورت کی وجہ سے قرآن دینا بھی ہے، کیونکہ قرآن رکھنے کا مقصد بھی عموماً بغرض استفادہ ہوتا ہے اگر اس میں وضو کی قید لگائی جائے تو استعمال اور استفادہ دونوں میں خلل پیدا ہوگا (ہدایہ شرح البدایہ ۱/ ۳۳)۔

☆☆☆

عربی کے علاوہ دوسرے رسم الخط میں گنجائش کا مسئلہ

مولانا عبدالعظیم قاسمی☆

بغیر متن کے قرآن کو چھاپنا اور اس کی اشاعت فقہاء کرام کے نزدیک جائز نہیں، چنانچہ امہات الکتب شامی ودیگر کتابوں میں اس کی وضاحت منقول ہے، نیز اس پر اجماع بھی ہے اور باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع اور ناجائز ہے۔

علامہ حسن شرنبلالی صاحب ''نورالایضاح'' مشہور فقیہ اور صاحب تصانیف کثیرہ ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''النفحۃ القدسیہ فی احکام قراءۃ القرآن وکتابۃ بالفارسیہ'' میں مذاہب اربعہ سے اس کی حرمت نقل کی اور سخت ممانعت ثابت کی ہے۔

نیز معراج الدرایہ میں فارسی زبان میں قرآن شریف لکھنا سخت ترین ممنوع کیا گیا ہے اور قصداً ایسا کرنے والا زندیق ہے۔

''ومنها ما فی الکافی: أن لو أراد أن یکتب مصحفا بالفارسیة یمنع''(فتح القدیر باب صفۃ الصلاۃ ۱/۲۸۶)(اگر فارسی میں قرآن لکھنے کا ارادہ کرے روک دیا جائے گا)۔

علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں فارسی زبان میں پڑھنا اور لکھنا منع فرمایا ہے، ہاں قرآن کریم کے الفاظ لکھے اور ترجمہ کرے تو درست ہے۔

فارسی عربی نہیں عجمی زبان ہے اور یہی حال غیر عربی زبان کا ہے۔

علماء احناف کے علاوہ امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام مالکؒ کے نزدیک بھی صرف ترجمہ کرکے شائع کرنا ممنوع ہے، نیز ماضی قریب کے معتمد علیہ علماء میں سے مولانا تھانویؒ، مولانا سعید احمد صاحبؒ مفتی مظاہر علوم سہارنپور، مولانا فاروق احمدؒ مفتی دارالعلوم دیوبند اور تقریباً ایک درجن علماء کرام نے بلامتن محض قرآن مقدس کا ترجمہ چھاپنا ناجائز بتلایا ہے، اس کا پڑھنا اور خریدنا بھی غلط کیا ہے اور مسلمانوں کو اس سلسلہ میں کوشش کرنا چاہئے کہ بغیر متن کے صرف ترجمہ شائع نہ ہو۔

☆ استاذ مدرسہ وصیۃ العلوم، کوپاگنج، مئو۔

مذکورہ بالا عبارات سے یہ بات واضح ہوئی کہ محض ترجمہ کا لکھنا درست نہیں ہے، لہذا اس کی خرید وفروخت اعانت علی المعصیت کے قبیل سے ہوکرنا جائز ہوگی، اور ہدیہ لینے اور دینے کا عدم جواز بھی ہوگا، ہاں اگر متن قرآن کے بغیر صرف ترجمہ یا کسی سورت کی وضاحت یا منظوم سورت ہوتو وہ قرآن کریم نہیں ، کیونکہ قرآن کریم تو ”إنا انزلناه قرآنا عربیا“ (سورۂ یوسف) ہے، جو منزل من اللہ ہے، جسے مصحف عثمانی کہا جاتا ہے، غیر عربی قرآن نہیں ہے۔

اصول فقہ کی مشہور کتاب حسامی میں ہے،”**وهو اسم للنظم والمعنی جمیعا**“کی وضاحت اہل علم حضرات پر مخفی نہیں ہے کہ بڑے امام صاحبؒ کا اپنے قول قراۃ بالفارسیہ سے رجوع ثابت ہے، یعنی عربی متن ہی قرآن ہے، لہذا ترجمہ اور وضاحت کو بغیر وضو ہاتھ لگانا جائز اور درست ہوگا، نیز غیر مسلموں کو مع متن بشرط طہارت دینے کا جواز بھی موجود ہے۔

صرف ترجمہ یا اس کی شرح شائع کرنا یہ الگ مسئلہ ہے، تشریح یا وضاحت یا منظوم قرآن کی سورہ یا آیات ہیں تو اس کو بغیر وضو کے چھونا یہ الگ مسئلہ ہے۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن مقدس کی کتابت:

پہلے ایک بات ذہن نشین کرلینا ضروری ہے کہ اجماع صحابہ وتابعین اور اتفاق ائمہ مجتہدین قرآن شریف کی کتابت اور مصحف عثمانی جس کو اصطلاح میں امام کہا جاتا ہے اس کی اتباع لازم اور ضروری ہے اس کے خلاف کرنا تحریف قرآن اور زندقہ کے حکم میں ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ عہد صحابہ میں جب اسلام مشرق ومغرب کے ممالک عجم میں اپنی آسمانی کتاب کے ساتھ پھیلا تو اس وقت قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے والے حضرات بہت مختصر تھے، عراق، ایران، ترکستان، ہندوستان میں نہ کوئی عربی پڑھ سکتا تھا اور نہ کوئی ان کو پڑھانے والا میسر تھا، ظاہر ہے کہ اس کی کس قدر ضرورت رہی ہوگی۔

لیکن پوری تاریخ اسلامی میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے کہ کسی نے بھی عجمی رسم الخط میں قرآن لکھوایا ہو۔

بخاری شریف میں حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ ملک شام کے جہاد اور آرمینیہ آزربائیجان کی فتح میں شریک تھے تو لوگوں کو قرآن کی قرأت میں اختلاف کرتے ہوئے پایا۔

تو اس میں وقت کے خلیفہ حضرت عثمان غنیؓ سے اپنی تشویش کا اظہار فرمایا اور کہا:”**ادرک الامة قبل أن يختلفوا اختلاف اليهود والنصاری**“(امیر المومنین امت کی خبر لیں اس سے پہلے ان میں یہود ونصاری جیسا اختلاف واقع ہوجائے)۔

حضرت عثمان غنیؓ تمام صحابہ مثلاً حضرت علیؓ، زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن زبیرؓ سعد بن وقاصؓ، عبدالرحمٰن بن حارثؓ وغیرہ کے مشورہ سے لغت قریش میں قرآن کریم کے چند نسخے تیار کرائے، اور فتح مکہ، شام، یمن، بحرین، کوفہ، بصرہ بھیجے گئے، اوراس کی اتباع ہر چیز میں لازم قرار دی گئی، جیسا کہ ''روح المعانی'' میں مرقوم ہے۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ لغت قریش میں اور دوسری لغت میں معنی کے اعتبار سے کچھ فرق نہیں ہے، جیسے دلی اور لکھنؤ کے لوگ ''آپ کو'' اور ''آپ کے'' تئیں بولتے ہیں، لیکن معنی کے اعتبار سے کچھ فرق نہیں۔

اگر اعتراض کیا جائے کہ مصحف عثمانی کا رسم الخط تو کوفی تھا، اور آج جو کتابت ہورہی ہے وہ نسخہ کے نام سے موسوم ہے، اس میں تفاوت ہے۔

اس کا جواب اور حل یہ ہے کہ اس میں تفاوت کی مثال ایسی ہے، جیسے اردو میں ایک رواں خط ہوتا ہے جو عام طور پر خط وکتابت میں مستعمل ہے، اور ایک خط وہ حوار اور خوشخط کے نام سے جانا جاتا ہے، جس کو نستعلیق کہتے ہیں، ظاہر ہے کہ دونوں میں فرق نہیں ہے، ایسے ہی خط کوفی اور نسخ کا حامل ہے۔ الغرض قرآن کریم عجمی ممالک میں آج نہیں پہنچا، بلکہ چودہ سو سال پہلے پہنچا ہے، آج کے مقابلہ میں اس وقت دقتیں اور مشکلات زیادہ تھیں، مسلمانوں کی تعداد میں لکھے پڑھے کم تھے، ان تمام مشکلات اور ضرورتوں کے باوجود غیر عربی میں اس کو منتقل کرنا، لکھنا، لکھوانا درست نہیں سمجھا گیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ سب مشکلات خیالی تھیں۔

اور خود اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ''ولقد یسرنا القرآن للذکر'' (سورۂ قمر:۱۷) اور اس کا مشاہدہ بینا، نابینا اپنے پرائے سب کررہے ہیں۔

اب جو لوگ قرآن نہیں پڑھ سکتے یہ مشکلات محض خیالی ہیں، ان کو مشکل تسلیم کرنا ہی غلطی ہے، اور اگر مشکل تسلیم کر ہی لیا جائے تو ہر مشکل کا ازالہ ضروری نہیں ہے، ورنہ نماز، روزہ حج وغیرہ سبھی اپنے اندر کچھ نہ کچھ مشکلات رکھتے ہیں۔

عربی کے علاوہ دوسرے رسم الخط میں گنجائش کا مسئلہ:

موجودہ دور میں اگر کوئی شخص عربی متن نہیں پڑھ سکتا، وہ ہندی، انگریزی رسم الخط میں لکھ دیا جائے تو پڑھ سکتا ہے، تو اس سوال کا جواب خود سوال میں ہے، ہندی، انگریزی، تامل، زبان میں پڑھ سکتا ہے تو عربی زبان میں کیوں نہیں پڑھ سکتا، کیا عربی پڑھنے کے لئے زبان پر بندش لگ جاتی ہے گونگا ہوجاتا ہے، سوال یہ بھی ہے کہ صحیح تلفظ نہیں نکال سکتا، تو کون کہتا ہے کہ جب تک مصریوں جیسی تلاوت نہیں ہوگی تو اس کی نماز نہیں ہوگی اور اس کے پڑھنے کو پڑھنا نہیں کہا جائے گا۔

بلا شبہ قرآن کی تلاوت احسن طریقہ سے ہونی چاہئے، لیکن بسیار مشقت اور کوشش کے باوجود نہ پڑھ سکے تو وہ معذور سمجھا جائے گا، یا معذور ہے، اور: "**لا یکلف اللہ نفسا إلا وسعها**" (سورۂ بقرہ:۲۸۶) کا مصداق ہوگا۔

بالفرض سہولت اور آسانی کے پیش نظر غیر عربی رسم الخط میں کتابت ہوجائے (ہندی، انگریزی، تامل، مراٹھی وغیرہ میں تو معنی بدل جائے گا، مثلاً ص، ز، ذ، ض، ش وغیرہ اور بہت سے حروف کہ ان کو ہندی، انگریزی میں کر دیا جائے تو اس کا صحیح تلفظ نہیں ہوگا، اور انگریزی میں زبر زیر پیش کی جگہ مستقل حروف کا استعمال ہے، لہذا حروف کا امتیاز بھی ختم ہوجائے گا، جو سخت تحریف کے مترادف ہے، جیسا کہ اس کی صراحت بھی منقول ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسم خط عثمانی کا اتباع لازم اور ضروری ہے، اس کے علاوہ خط میں کتابت قرآن صحیح نہیں ہے۔

بریل کوڈ میں قرآن کو سمجھنے کے لئے اشاریہ:

بریل کوڈ سے متعلق صحیح بات یہ ہے کہ ابھی اس کی واضح تصویر سامنے نہیں آئی ہے، تاہم سوال سے اتنی بات متصور ہوتی ہے کہ بہت سے الفاظ کے لئے بہت سے اشاریئے ہوتے ہیں جو نقطے کی شکل میں ہوتے ہیں ان کی مدد سے نابینا افراد کے لئے قرآن پڑھنے میں مدد ملے گی یا اس کی وجہ سے قرآن پڑھنا آسان ہوجائے گا، سوال سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نہ وہ حرف ہے نہ عبارت، لہذا اگر یہ صحیح ہے، جیسا کہ معلوم ہورہا ہے تو ایسے اشاریہ کو یا ابھری ہوئی علامت کو نہ قرآن کہا جاسکتا ہے، اور نہ اس کو قرآن کا درجہ دیا جاسکتا ہے، بریل کوڈ کے اشاریہ کی نہ تلاوت ہے اور نہ اس کو نماز میں پڑھنا ہے۔

پس بریل کوڈ کی حیثیت ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے معصوم اور ننھے بچوں کے لئے بغدادی قاعدہ، کہ اس کی مدد سے حروف شناسی بعدہ قرآن خوانی آسان ہوجاتی ہے، تو ابھرے ہوئے اشاریہ کو چھاپنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، قاعدہ بغدادی نہ قرآن ہے نہ اس کو پڑھنے اور چھونے کے لئے وضو کی ضرورت ہے، "**لایمسه إلا المطهرون**" (سورۂ واقعہ:۷۹) کا حکم تو صرف قرآن پاک کے لئے ہے۔

لہذا بریل کوڈ کے ابھرے ہوئے حصہ یا نقطوں کا بغیر وضو چھونا درست معلوم ہوتا ہے۔

موبائل پر قرآن کریم:

موبائل پر لگی ہوئی چپس جس میں قرآن، حدیث وغیرہ محفوظ ہوں آن کرنے کے بعد قرآن کے حروف نظر آتے ہیں، موبائل کو ہاتھ میں لے کر بغیر وضو تلاوت کرنا درست اور صحیح ہے۔

چپس کے ذریعہ ابھرنے والے حروف اور نقوش انتہائی اندرون خانہ ہوتے ہیں، لہذا اوپر کا حصہ غلاف کے مانند ہوگا، نیز اس سے اور بھی مسائل تخریج کئے جاسکتے ہیں۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید تیار کرنا

مفتی شبیر یعقوب دیولوی☆

بریل کوڈ کے متعلق سوال نامہ میں کچھ باتیں ذکر کی گئی ہیں، اس کے علاوہ بریل کوڈ سے متعلق مزید کچھ تحقیق ملاحظہ ہوتا کہ اصل زبان کے سمجھنے میں آسانی ہو، اس کی ایجاد کچھ اس طرح ہوئی کہ ایک شخص بریل نامی فرانس کے ایک علاقہ کوکورے نامی گاؤں میں ۱۸۰۹ء میں پیدا ہوا، ۱۵ر برس کی عمر میں نابینا لوگوں سے متعلق ایک پروگرام میں شریک ہوا جو اس لئے منعقد کیا گیا کہ نابینا کس طرح تعلیمی چیزوں سے مستفید ہو سکیں، اس پروگرام میں شرکت کے بعد اس میں یہ جذبہ موجزن ہوا کہ نابیناؤں کی آسانی کے لئے کوئی نہ کوئی ذریعہ اختیار کرنا چاہئے، چنانچہ چارلر باربر کا طریقہ کتابت اس کے ہاتھ لگا، اس کا طریقہ یہ تھا کہ اس نے فوجیوں کے لئے کچھ ابھرے ہوئے نقطوں کا سلسلہ شروع کیا تھا جسے اندھیرے میں انگشت کے ذریعہ پڑھا جا سکے اس کے بعد بریل نے بھی اسے اختیار کیا، معلوم ہوا کہ اس کی ایجاد فرانس میں ہوئی، پھر رفتہ رفتہ انگریزی اور دیگر زبانوں میں منتقل ہوا اس کا طریقہ یہ ہے کہ اولا چھ نقطے اس طرح بنائے جاتے ہیں ان میں جو حرف صرف ایک نقطہ سے بنتا ہے تو اس میں ایک نقطہ ابھار دیا جاتا ہے۔ باقی نقطوں کو حذف کر دیا جاتا ہے، اسی طرح دو حروف تین حروف وغیرہ کبھی دو تین حرف ایک ہی تعداد کے نقطوں سے بنتے ہیں تو ان میں مخالف سمتوں سے یا اوپر نیچے یا دائیں بائیں سے نقطے ابھارے جاتے ہیں تا کہ ان میں فرق ہو سکے اس طرح ان چھ نقطوں سے 64 شکلیں بنائی جاتی ہیں، ان نقطوں میں باقاعدہ کوئی فرق نہیں ہوتا بلکہ یہ تصور کیا جاتا ہے کہ مثلاً ایک نقطہ فلاں جگہ ہو تو اس سے 8 مراد ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ نقطے خالی رمز ہیں باقاعدہ کوئی حرف نہیں ہے۔

قرآن پاک میں جو بریل کوڈ میں تیار کیا گیا، اس میں 6 نقطے حرف کے لئے اور 6 نقطے حرکات کے لئے ہیں اور عربی کے لئے باقاعدہ کوئی الگ رمز تیار نہیں کیا گیا، بلکہ انگریزی میں جو A کا رمز تھا اس کو ''الف'' تصور کیا گیا علی ہذا

☆ دارالافتاء جامعہ قاسمیہ کھروڈ بھروچ، گجرات۔

القیاس۔

ان تمام تفصیلات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اس کو نہ رسم الخط کہہ سکتے ہیں نہ رسم عثمانی، اس لئے کہ رسم عثمانی کہتے ہیں کلمہ کو حروف ہجاء کی ترکیب سے رسم عثمانی کے مطابق لکھنا (فتح الرحمٰن از قاری صدیق صاحب)، جبکہ جہاں پر تو صرف حروف ہجاء کا رمز ہے چہ جائیکہ رسم عثمانی کی توافقت پائی جائے، اسی طرح رسم میں مصحف امام کی اقتداء کو ضروری قرار دیا گیا ہے، چنانچہ صاحب ''خلاصۃ البیان'' قاری ضیاء الدین احمدؒ اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں:

''**ومرسوم الخط قد أجمع الأمة أن لا يجوز مخالفته كتابة ولا قراءة**'' (خلاصۃ البیان) لیکن بریل کوڈ میں جو قرآن تیار کیا گیا ہے اس میں تو رسم الخط ہی نہیں چہ جائے کہ مصحف عثمانی کی اقتدا پائی جائے ان تمام اصولوں کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس طرح کا قرآن چھاپنے کی اجازت ہی نہیں ہونا چاہئے، لیکن ضرورت اس بات کی مقتضی ہے کہ اس کی اجازت ملنی چاہئے، جیسا کہ ان ضرورتوں کا ذکر سوال میں بھی کیا گیا ہے، نیز دین اسلام میں جہاں پابندی کا التزام کیا گیا ہے وہیں ضرورت کے موقع پر آسانی بھی دی گئی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے: ''**الدين يسر**''، اسی طرح غیر عربی رسم الخط میں جو مفاسد فقہاء نے ذکر کئے ہیں وہ اسمیں نہیں پائے جاتے، مثلاً یہ کہ غیر عربی رسم میں حرکات حروف میں تبدیلی ہوجاتی ہیں، تو تحریف ہے، لیکن یہاں یہ بات نہیں پائی جاتی، اس لئے کہ حروف کا رمز الگ ہے اور حرکات کا رمز الگ ہے فقہاء نے یہ بھی مفسدہ ذکر کیا ہے کہ عجمی زبان میں بعض حروف میں فرق نہیں ہوتا، مثلاً ذ، ز، وغیرہ۔ یہ بات بریل کوڈ میں نہیں پائی جاتی اس لئے کہ یہ رمز اگرچہ انگریزی زبان میں ہے، لیکن عربی حروف ہجا کے اعتبار سے اس کی تخصیص کرلی گئی ہے، اسی طرح فقہاء نے ایک وجہ سے یہ بھی ذکر کی ہے، غیر عربی میں چھاپنے کی ضرورت تسلیم کرنا درست نہیں ہے، اس لئے کہ صحیح معنی میں ضرورت تو صحابہ کرام کے بعد جب اسلام کی اشاعت مختلف ملکوں میں ہوئی اس وقت ضرورت تھی جب اس وقت اس بارے میں توجہ نہیں کی گئی تو ابھی تو بدرجہ اولی ضرورت نہیں پائی جانی چاہئے، اس لئے کہ اب تو عجمی بھی قرآن پڑھنا سیکھ گئے ہیں، بلکہ اتنی محنت کی کہ ائمہ سبعہ میں سے کئی امام عجمی ہیں، لیکن یہ بات تو بینا لوگوں کی حد تک تو ٹھیک ہے، لیکن نابینا لوگوں میں اس کو ضرورت تسلیم کیا جاسکتا ہے، نیز اس کا دائرہ صرف نابیناؤں اور ان کے معلمین تک ہی محدود رہتا ہے، کسی اور تک نہیں پہنچتا، لہذا بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست ہونا چاہئے۔

لیکن بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن بالکلیہ اصل قرآن پاک نہیں ہے، اس لئے کہ ''موسوعۃ الفقہیہ'' میں قرآن کی یہ تعریف کی گئی ہے: ''**هو إسم لكلام الله تعالى المنزل على رسوله محمد ﷺ المتعبد بتلاوته المكتوب**

فی المصاحف المنقول إلینا نقلا متواترا"(موسوعہ فقہیہ ۳۸/۵)(یہ تعریف بالکلیہ بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن پر صادق نہیں آتی ہے، البتہ اس کو عرفا قرآن پاک کہا جاتا ہے، اسی طرح ایک مخصوص ومعذور طبقہ اس سے اس طرح فائدہ حاصل کرتا ہے جس طرح اصل قرآن سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے، لہذا اس کو بے وضو چھونا تو جائز نہ ہوگا۔

"**ویصدق المصحف علی ما کان حاویا للقرآن کله، أو کان مما یسمی مصحفا عرفا**"(موسوعہ فقہیہ ۳۸/۵)، اس کی نظیر ملاحظہ ہو کہ عجمی حروف اور زبان عربی ہو تو اس کو بے وضو چھونا جائز نہیں (فتاوی ہندیہ ۲۹/۱)، اسی طرح محض ترجمہ قرآن کو بے وضو چھونا جائز نہیں ہے (جواہر الفقہ ۱۱۳/۱)۔

البتہ کچھ باتیں ضرور ایسی ہیں کہ اگر ان کو ملحوظ رکھا جائے تو بہتر ہوگا، مثلاً مصحف امام میں جو قرآن لکھا گیا اس میں نقط وحرکات وغیرہ نہیں لکھے گئے، تاکہ وہ سب قراءت کو شامل ہو، مثلاً "**یعلمون**" کے بغیر نقطوں کے لکھا گیا، "**تعلمون**" تاکہ یہ خطاب وغائب دونوں کو شامل ہو بعد کے زمانہ میں نقط وحرکات لگا دی گئیں، لیکن تب بھی رسم اس طرح ہے کہ دوسری قراءت آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے، لیکن بریل کوڈ میں یہ بات ممکن ہی نہیں، اس لئے کہ جو ابھرے ہوئے نقطے ہوتے ہیں وہ ایک خاص حرف پر دلالت کرتے ہیں جس مین دوسرے کی گنجائش نہیں ہے، اس لئے کوئی ایسی شکل اختیار کی جائے کہ اس میں دوسری قراءتوں کا بھی احتمال ہو، نیز نابیناؤں کے سامنے اس بات کی وضاحت کر دی جائے کہ یہ اصل قرآن نہیں ہے، تاکہ اگر لکھائی میں غلطی ہو تو ان کا خیال اصل قرآن کی طرف نہ جائے۔

اسی طرح بریل کوڈ میں قرآن کی اشاعت اور اس کو چھونے سے متعلق ایک بات یہ بھی ہے کہ بریل کوڈ میں لکھا ہوا قرآن کا نقش جس کو قرآن کہا جاتا ہے اس پر قرآن کی شرعی اور اصطلاحی تعریف صادق نہیں آتی محض قرآن کا رمزی نقش ہونے کی وجہ سے اس کو قرآن کہا جاتا ہے، حقیقتاً وہ قرآن نہیں ہے، لہذا اس رمز قرآن کو چھاپنا قرآن کریم کو عربی رسم الخط کے علاوہ میں چھاپنا بھی نہیں کہا جائے گا جس کی وجہ سے اس کی طباعت کو ناجائز کہا جائے اسی طرح اس رمز کو چھونا قرآن کو چھونا بھی نہیں کہا جائے گا ہاں عرفا چونکہ اس رمز کو قرآن کہا جاتا ہے اور قرآن کی تلاوت میں اس سے قرآن پاک کی مانند مدد لی جاتی ہے، اس لئے اس کا ادب واحترام کرنا چاہئے اور اچھا یہ ہے کہ اس کو بے وضو نہ چھوا جائے جیسے قرآن سے متعلق چیزوں کا احترام کیا جاتا ہے۔

موبائل اسکرین پر قرآن کو چھونے کا مسئلہ:

موبائل پر قرآن کی تلاوت کے احکام کا مدار اس بات پر موقوف ہے کہ موبائل کو مصحف کہہ سکتے ہیں یا نہیں، اگر

موبائل پر مصحف کا اطلاق ہوتا ہے تو اس کے احکام بھی وہی رہیں گے جو مصحف کے ہیں، ورنہ اس کے حکم میں فرق ہوگا، اس لئے سب سے پہلے مصحف کی تعریف ملاحظہ ہو، ''موسوعہ فقہیہ'' میں ہے: ''**المصحف فی الإصلاح إسم للمکتوب فیه کلام الله تعالی بین الدفتین**''، یعنی مصحف اس شئ کا نام ہے جس میں دو دفتوں کے درمیان اللہ کا کلام لکھا ہوا ہو، یہ تعریف موبائل پر صادق نہیں آتی، اسی طرح اس کو عرفاً بھی مصحف نہیں کہتے ہیں، لہذا اس پر مصحف کے احکام جاری نہیں ہوں گے، اور مصحف کے احکام فقہاء نے یہ ذکر کئے ہیں کہ صفحہ کے کنارے جو بیاض ہے اسی طرح دونوں دفتیاں ان کو بھی بلا وضو چھونا جائز نہیں ہے، بلکہ موبائل کا حکم اس لوح، درہم وغیرہ کا ہے جس میں قرآن کی آیت لکھی ہوئی ہو اور اس طرح کی چیزوں کا فقہاء نے یہ حکم بیان کیا ہے کہ جہاں آیت لکھی ہو صرف اس کو چھونا ممنوع ہوگا اس کے علاوہ کو چھونا جائز ہوگا اسی طرح موبائل کا حکم ہوگا کہ صرف اس کی اسکرین کو چھونا ممنوع ہوگا کنارے والا حصہ اور نیچے والے حصے کو چھونا جائز ہوگا۔

''(ومسه)ای القرآن ولو فی دراهم أو حائط لکن لا یمنع إلا من مس المکتوب، بخلاف المصحف فلا یجوز مس الجلد وموضع البیاض منه، وقال بعضهم: یجوز وهذا أقرب إلی القیاس، والمنع أقرب إلی التعظیم کما فی البحر: أی والصحیح المنع کما فذکره'' (شامی سعید ۱/ ۲۹۳)۔

مزید وضاحت کے لئے ''المسائل المہمۃ'' کی عبارت ملاحظہ ہو: موبائل فون میں قرآن کریم کا ڈاؤن لوڈ کرنا اور اس قرآن کریم کو پڑھنا اور سننا شرعاً جائز ہے، اور جس وقت اس کی اسکرین پر قرآن کریم کے حروف نہ آ رہے ہوں اپنے بے وضو ہونے کی حالت میں اپنے پاس رکھنا یا بیت الخلاء وغیرہ میں لے جانا جائز ہے، کیونکہ اس حالت میں اس پر قرآن کریم کی تعریف صادق نہیں آتی ہے، ہاں البتہ جس وقت قرآن کریم کے حروف اسکرین پر لکھے ہوئے آ رہے ہوں تو اس وقت میں محدث (بے وضو شخص) اور جنبی کے لئے اس کا چھونا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس وقت اس پر قرآن کریم کی تعریف صادق آتی ہے (المسائل المہمۃ ۳/ ۶۰-۵۹ مطبوعہ اشاعت العلوم اکل کوا)۔

☆☆☆

غیر عربی رسم الخط میں قرآن مجید کی کتابت

مولانا عبدالحکیم پالنپوری☆

غیر عربی زبانوں میں جب کتابت قرآن کی حرمت ثابت ہوگئی تو اس کی طباعت واشاعت مرحلہ ثانیہ ہے جو بدرجہ اولی حرام اور ناجائز ہوگا، خواہ قرآن پاک کا متن عربی ایک جانب ہو اور دوسری جانب دوسری زبانوں میں، یا تحت اللفظ، یعنی متن عربی کے نیچے دوسری زبان میں قرآن کا متن لکھا ہو؛ کیونکہ ایسے قرآن کریم کی اشاعت میں مزید ناجائز عمل کو عام کرنا اور گناہ پر تعاون کرنا ہے جس کی ممانعت پر قرآن کریم میں صراحت ہے،"**ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان**"(سورۂ مائدہ:۲ بحث ونظر شمارہ:۹۱، جنوری تا مارچ ۲۰۱۳، ص۷ تا ۱۵، امدادالأحکام ۱/۲۴۰، فتاوی محمودیہ ۷/۲۲۱ مکتبہ محمودیہ میرٹھ)۔

فقہ حنبلی کی مشہور ومعروف کتاب "المغنی" میں ہے:"**ویقول أبوطاهر: لقد كان للمحافظ علی لغة القرآن وتدبر الناس إياه بهذه، اللغة العربية، أعظم الأثر فی الوحدة الإسلامية وقوتها بحيث لم يكن يستطيع عدوأن يتسرب إلی أي ناحية، حتی هجر المسلمون كتاب ربهم ولغته العربية وشغلوا بكتب الأعاجم التي صرفتهم عن الخير كله ولاحول ولاقوة إلا بالله**" (المغنی ۱/۴۸۶-۴۸۷، مکتبہ الریاض الحدیثہ)۔

ویسے تو علامہ کی مذکورہ بالا عبارت میں عربی زبان کی فضیلت واہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے، مگر ہمارے لئے اس میں نکتے کی بات یہ ہے کہ جب تک مسلمانوں کا قرآن مجید سے تعلق مضبوط رہا کسی دشمن کو قرآن کریم میں دخل گیری کی ہمت نہ ہوسکی، لیکن جب سے مسلمانوں نے کلام الٰہی اور اس کی زبان (عربی) کو چھوڑ کر عجمی حضرات کی کتابوں کو اپنا مشغلہ بنایا تب سے وہ خیر کثیر، بلکہ خیر کل سے محروم ہوگئے۔

موضوع بحث مسئلہ کے استدلال میں اسے نتیجۃً یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ کتابت قرآن میں عربی رسم الخط کو چھوڑ کر مروجہ رسم الخط میں لکھنے کی اجازت دینا ایک بہت بڑے شر کا دروازہ کھولنے سے عبارت ہوگا، نیز اس سے اسلام

☆ جامعہ نذیریہ کاکوسی، گجرات۔

دشمنوں کو قرآن کریم پر انگشت نمائی کا موقع ہاتھ آئے گا، واضح رہے کہ یہ عبارت اس طویل عبارت کے ضمن مین جس میں فارسی میں کتابت قرآن کے عدم جواز کی صراحت ہے۔

ترجمہ قرآن کی اشاعت کا مسئلہ:

جہاں تک خالصۃ ترجمہ قرآن کو لکھنے اور چھاپنے کی بات ہے تو اس سلسلہ میں جواب یہ ہے کہ وہ ناجائز اور ممنوع ہی ہوگا (اور یہی احقر کی رائے ہے) کیونکہ اس طرح کرنے میں متعدد خرابیاں ہیں، بطریق استقراء کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

اصل قرآن کریم کے جو انوار و برکات اور فضائل و خصائص ہیں یقیناً وہ محض ترجمہ قرآن میں حاصل نہیں ہو سکتے، اسی طریقے سے آج اصل قرآن کے ساتھ نہیں رہ سکتا، نیز موجودہ زمانے میں دن بہ دن سہل انگاری اور تن آسانی کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے اس کے پیش نظر ترجمہ قرآن کے منظر عام پر آنے کی وجہ سے لوگ صرف ترجمہ پڑھ لیا کریں گے، اور عربی قرآن کریم سے اپنی توجہ ہٹا دیں گے، پھر اس عربی کا چھپنا رفتہ رفتہ بند ہو جائے گا، اور عربی ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے صحت و سقم کا اندازہ بھی مشکل ہو جائے گا، یہاں تک کہ قرآن پاک کا وہ حال ہو جائے گا (معاذ اللہ) جو کہ آج توریت و انجیل کا حال ہے کہ اصل تک رسائی بہت دشوار ہے، ترجمہ ہی ترجمہ سب جگہ پھیل رہا ہے، خدانخواستہ عربی متن کا رواج نہ رہے اور سب کے پاس ترجمہ ہی ترجمہ ہو تو مسلمانان عالم اپنے مذہب اسلام کی معتمد کتاب قرآن پاک سے محروم ہو جائیں گے، نیز ایک بہت بڑی خرابی یہ بھی ہوگی کہ علماء امت اپنے زمانے اور موقع و ضرورت کے لحاظ سے عربی متن میں غور و فکر کر کے کئی ایک مسائل کا استخراج و استنباط کرتے ہیں ترجمہ قرآن کی وجہ سے اس نعمت عظمی سے محروم ہو جائیں گے، بلکہ فکر و نظر کی وسیع دنیا تنگ اور محدود بن کر رہ جائے گی، ہوتے ہوتے اصل دین کی حقیقت عنقاء ہو جائے گی، مذکورہ بالا خرابیوں کی بناء پر بغیر عربی کے محض ترجمہ قرآن کو چھاپنا ناجائز اور ممنوع عمل ہوگا، علامہ شامی ''فتح القدیر'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''في الفتح عن الكافي: إن اعتاد القراءة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع، وإن فعل في آية أو آيتين، فإن كتب القرآن وتفسير كل حرف وترجمته جاز'' (شامی ۱/ ۴۵۳، فتاوی محمودیہ ۷)۔

اسی طرح حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے ''جواہر الفقہ'' میں صاحب ہدایہؒ کی کتاب ''تجنیس ومزید'' کے حوالہ سے رقم کیا ہے: **''ويمنع من كتابة القرآن بالفارسية بالإجماع؛لأنه يؤدى للإخلال بحفظ القرآن لأنا أمرنا بحفظ النظم والمعنى، فإنه دلالة على النبوة،ولأنه ربما يؤدى إلى التهاون بأمر القرآن''** (جواہر الفقہ ۱/ ۹۸)۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ کا محض ترجمہ قرآن کی کتابت کے عدم جواز پر ایک مفصل فتوی ہے جس کا ضروری اقتباس

مندرجہ ذیل ہے، لکھتے ہیں: ”من تشبه بقوم فهو منهم،لتركبن سنن من كان قبلكم“ (ترمذی ابواب الفتن ۱۴۱/۲) ان نصوص صریحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تشبہ باہل الباطل واہل الکتاب عندالشرع ایک مذموم اور قابل تردید عمل ہے، اور یہ بالکل یقینی ہے کہ اس وقت کتاب الٰہی کا ترجمہ غیر حامل المتن جداگانہ شائع کرنا اہل کتاب کے ساتھ تشبہ ہے، پھر تشبہ فی الامر الدین تو اور زیادہ سخت اور ناپسندیدہ ہے، بریں بناء ترجمہ قرآن کو چھاپنا ناجائز ہوگا، نیز عہد صدیقی میں عدم کتابت قرآن میں قرآن کریم کے ضائع ہوجانے کا احتمال تھا، بعینہ آج محض ترجمہ قرآن چھاپنے میں بھی وہی احتمال قوی ہوجاتا ہے، اس لئے منع ضروری ہے، اور وہ سارے مفاسد پیدا ہوں گے جن کو شق دوم کی بحث میں لکھ دیا گیا ہے۔

اور محض ترجمہ قرآن چھاپنے کے جواز کا رجحان رکھنے والے حضرات کا یہ کہنا کہ اس میں مصارف کم آتے ہیں، یہ انتہائی ضعیف اور بے وزن بات ہے جس کی طرف التفات نہیں کیا جاسکتا، اور جہاں تک متن پر مشتمل ترجمہ قرآن غیر مسلموں کو دینے میں بے حرمتی کا مسئلہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بالعموم غیر مسلم حضرات جو تعلیم یافتہ اور گریجویٹ طبقہ سے متعلق ہوتے ہیں وہ مسلمانوں کی ہدایت کی وجہ سے مطالعہ قرآن کے دوران بے حرمتی کے بجائے قرآن کریم مذہبی کتاب ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ حد درجہ تعظیم وتکریم کا معاملہ ہی کرتے ہیں، اور وہ کچھ غیر مسلم حضرات جو قرآن کریم کے ساتھ حرمت وعظمت کا معاملہ نہیں کرتے ہیں ان کی وجہ سے محض ترجمہ قرآن چھاپنے کی اجازت ایک نامعقول بات ہے، چونکہ اس سے مفاسد کثیرہ کا قوی امکان بھی ہے، اس لئے ”درأالمفاسد أولى من جلب المصالح“ (الاشباہ والنظائر) کے پیش نظر مطلقاً عدم جواز کا قول اختیار کرنا ہوگا۔

مذکورہ بالاتحریر سے یہ بات اچھی طرح کھل کر سامنے آ گئی کہ رسم عثمانی توقیفی (سماعی) اور منزل من اللہ تعالیٰ ہے، اس کی مخالفت کسی طرح روا نہیں ہے، مگر مسئلہ یہاں یہ ہے کہ کیا بریل کوڈ میں قرآن کریم تیار کرنے سے رسم عثمانی کی اس درجے کی مخالفت لازم آتی ہے کہ جس سے مفاسد کا ایک بڑا دروازہ کھل جاتا ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ یقیناً اس سے وہ خرابیاں لازم نہیں آئے گی جو مروجہ رسم الخط میں قرآن کریم کو لکھنے سے لازم آتی ہیں۔

اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ بالیقین بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کریم میں حروف وحرکات وسکنات نہیں ہوتے ہیں کہ جس سے تصحیف وتحریف، تقدیم وتاخیر، تغیر وتبدل لازم آئیں، بلکہ اس کی شکل صرف ابھرے ہوئے نقطوں کی ہوتی ہے، جیسا کہ سوالنامہ میں اس کی صراحت ہے، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ موجودہ سائنس اور ٹکنالوجی کی اس پیش رفت کو تسلیم کرتے ہوئے ایسے بریل کوڈ میں قرآن کریم تیار کرنے کی گنجائش ہونی چاہئے، خاص نابینا حضرات کی ضرورت اور مجبوری کے پیش نظر ”المشقة تجلب التيسير“ فقہی ضابطے کی رو سے یہ ضابطے کی رو سے یہ گنجائش خلاف شرع نہ

ہوگی، وجہ یہ ہے کہ مروجہ رسم الخط کے عدم جواز کے عوامل ومحرکات اس طرح کے قرآن کریم میں نہیں پائے جاتے ہیں۔

ہاں: اس طرح کے قرآن کریم کو اصل قرآن کی حیثیت نہیں دی جاسکتی ہے؛ کیونکہ لوح محفوظ میں موجود قرآن مجید وہی ہے جو ہمارے پاس ہے، اور بریل کوڈ والے قرآن کو اسے کسی درجے میں مماثلت نہیں پائی جاتی ہے، لہذا اصل قرآن کا اس پر حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

جہاں تک چھونے کا مسئلہ ہے تو آیت کریمہ **"فی کتب مکنون لا یمسه إلا المطهرون"** (سورۂ واقعہ: ۷۸، ۷۹) تحت بریل کوڈ والا قرآن کریم داخل تو نہیں ہوسکتا، لہذا اس کو چھونے کے لئے وجوب وضو کی بات بعد از قیاس ہے، لیکن کسی درجے میں قرآن کریم سے مناسبت کی وجہ سے اقرب الی التعظیم والاحترام کے پیش نظر وضو کا حکم ہونا چاہئے۔

موبائل اسکرین پر قرآن کو بلا وضو چھونا:

جس موبائل کی اسکرین پر قرآنی آیت نمایاں ہو تو صرف اس اسکرین کو بلا وضو چھونا احتیاط کے خلاف ہے، البتہ موبائل کو پکڑنا اور ہاتھ میں لینا درست ہے، اور اگر آیت دکھائی نہ دے رہی ہو تو ایسے موبائل کو اور اس کی اسکرین کو بلا وضو چھونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں: **"ویمنع دخول مسجد ومسه أی القرآن ولو في لوح أودرهم أو حائط؛لكن لا يمنع إلا من مس المكتوب بخلاف المصحف، فلا يجوز مس الجلد وموضع البياض منه؛ وقال بعضهم: يجوز، وهذا أقرب إلى القياس، والمنع أقرب إلى التعظيم"** (شامی ۱/ ۴۸۸، زکریا دیوبند)۔

☆☆☆

غیر عربی میں قرآن کی اشاعت اور بریل کوڈ

مفتی سلمان قاسمی پالنپوری☆

۱- غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن مجید کی اشاعت۔

۲- عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں متن قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی غیر عربی رسم الخط میں قرآن کو لکھ کر دونوں کو ساتھ شائع کرنا۔

یہ دونوں صورتیں جائز نہیں، کیونکہ رسم خط عثمانی کی مخالفت دونوں صورتوں میں لازم آتی ہے جو باجماع امت حرام ہے، اور رسم الخط بدلنے کے سلسلہ میں جو عذر پیش کیا جارہا ہے (یعنی تاکہ غیر عربی داں حضرات کو تلاوت قرآن میں سہولت ہو)، اس کو اسلاف نے ناقابل اعتبار قرار دیا ہے، نیز دونوں صورتوں میں قرآن مجید کی تلاوت غیر عربی رسم الخط کو دیکھ کر کی جائے گی، اس صورت میں ان پڑھ آدمی غیر عربی رسم الخط میں کس طرح صحیح پڑھ سکتا ہے؟ پڑھنے والا بیسیوں غلطی کا مرتکب ہوکر فرمان نبوی ﷺ: "رب تال للقرآن والقرآن یلعنه" کے مطابق قرآنی لعنت اور پھٹکار کا مستحق ہوگا۔

۳- بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

بریل کوڈ جو نسبۃً موٹے کاغذ پر ابھرے ہوئے نقطوں کی شکل میں ہوتا ہے اور نابینا افراد عموماً انگلیوں کے پوروں کے لمس سے اسے پڑھتے ہیں، بریل کوڈ میں، قرآن مجید کی آیات یا حروف کو کسی غیر عربی زبان میں لکھا نہیں جاتا، بلکہ مصحف عثمانی ہی تلاوت اور تلفظ کے لئے ہر ہر حرف کی شناخت کے واسطے بطور علامت (کوڈ) کے ابھرے ہوئے نقطے مقرر کئے ہیں تاکہ نابینا حضرات انگلیوں کے لمس سے مصحف عثمانی کی تلاوت کرسکیں، مثلاً الف کی جگہ ایک نقطہ، اور ب کی جگہ دو نقطے: وغیرہ، پس الف بتانے کے لئے ایک نقطہ لکھنا، یہ الف کے رسم الخط کی تبدیلی نہیں، کیونکہ نقطے کسی غیر عربی زبان کے حرف نہیں ہیں، بلکہ نابیناؤں کی رہنمائی کے لئے ایک کوڈ (علامت) ہے کہ ایک نقطہ سے الف سمجھیں، البتہ الف کی جگہ

☆ مفتی جامعہ خلیلیہ ماہی پالنپور، گجرات۔

انگریزی زبان میں ALIF لکھنا یہ رسم الخط کی تبدیلی ہے جو جائز نہیں، بالفاظ دیگر قرآن مجید کی کتابت غیر عربی رسم الخط میں ممنوع ہے، اور بریل کوڈ میں قرآن مجید تیار کرنا غیر عربی رسم الخط میں قرآن مجید کی کتابت ہے ہی نہیں، جو کہ ممنوع ہے، کیونکہ بریل کوڈ حروف نہیں ہیں، بلکہ عربی حروف کے کوڈ ہیں، لہذا اس سے غیر عربی زبان میں قرآن کی کتابت لازم نہیں آتی ہے۔

حاصل یہ کہ بریل کوڈ میں تیار کردہ مصحف، مصحف عثمانی کے مطابق تلاوت اور تلفظ کے لئے بطور کوڈ تیار کیا جاتا ہے، اس سے مصحف عثمانی کے رسم الخط کی نہ تبدیلی لازم آتی ہے اور نہ مخالفت، اور صحابہ کرام اور ائمہ سلف نے جن مفاسد کی وجہ سے غیر عربی رسم الخط مین قرآن مجید کی کتابت منع فرمائی ہے، میرے خیال میں وہ مفاسد بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن میں موجود نہیں ہیں، لہذا نابیناؤں کی مجبوری کی بنا پر بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا بلاشبہ درست ہے۔

بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کا حکم:

بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کا حکم اصل قرآن مجید کی طرح تو نہیں کہ اس کو چھونے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہو، بلکہ اسے وضو کے بغیر بھی چھوا جاسکتا ہے، کیونکہ بریل کوڈ والے قرآن میں نہ تو قرآنی آیات لکھی ہوئی ہوتی ہیں اور نہ تو ان کے معانی، تاہم کہنے کو تو وہ مصحف ہے، لہذا اس کو باوضو چھونا بہتر ہے، اسی سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ حقیقی مصحف کے لئے جو آداب واحکام ثابت ہیں، وہ سب بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کے لئے ثابت نہیں ہوں گے، البتہ اس کا ادب کیا جائے گا، کیونکہ مصحف حقیقی کے ساتھ اس کو نسبت حاصل ہے۔

موبائل پر قرآن مجید:

اگر موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید کی آیات موجود ہوں، اس کے حروف دکھائی دے رہے ہوں، تو ان حروف (اسکرین) پر بلا وجو ہاتھ رکھنا درست نہیں، البتہ اسکرین کے علاوہ موبائل کے باقی حصہ کو بے وضو چھونے کی گنجائش ہے، کیونکہ موبائل کی اسکرین پر چند آیات (پورا قرآن بیک وقت موبائل کی اسکرین پر موجود نہیں ہوسکتا) کے موجود ہونے سے، موبائل مصحف نہیں بن جاتا، کہ اس کے کسی حصہ کو بے وضو چھونا منع ہو، بلکہ یہ اس تختی یا دیوار کے مثل ہے جس پر چند قرآنی آیات لکھی ہوئی ہوں، اور اس صورت میں موضع کتابت کے علاوہ تختی یا دیوار کے باقی حصہ کو بے وضو چھونا منع نہیں ہے، یہی حکم موبائل کا بھی ہے، چنانچہ علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"یمنع دخول المسجد(الی قولہ)مسہ أی القرآن ولو فی لوح أو درھم أو حائط"

”لکن لا یحرم فی غیر المصحف إلا بالمکتوب أی موضع الکتابة کذا فی باب الحیض من البحر (شامی ۱/ ۲۸۲،مطلب یطلق الدعاء علی مایشمل الثناء)،البتہ موبائل کے باقی حصہ کو بھی باوضو چھونا بہتر ہے۔

☆☆☆

قرآن مجید کے متن وترجمہ اور بریل کوڈ میں کتابت

مولانا حیدر علی قاسمی☆

بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت، اس کی خرید وفروخت کرنے، تقسیم کرنے اور ہدیہ کرنے کا حکم:

دنیا کے تمام مذاہب میں مذہب اسلام کامل ومکمل، انسانی مزاج سے ہم آہنگ اور اللہ تعالی کے نزدیک مقبول اور معتبر ہے، اس مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب میں کامیابی نہیں ہے، رضائے الٰہی اور معرفت خداوندی کا واحد ذریعہ مذہب اسلام کو اپنانا اور اس کی تعلیمات کے مطابق زندگی گذارنا ہے، اسلام کو جاننے اور اس کی تعلیمات کے مطابق زندگی گذارنے کے لئے قرآن کریم کو پڑھنا سمجھنا اور اپنانا ضروری ہے۔

قرآن کریم عربی زبان میں ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: "انا أنزلناه قرآنا عربیا" (سورۂ یوسف:۲)، دوسری جگہ ارشاد ہے: "إنا جعلناه قرآنا عربیا" (سورۂ زخرف:۲)۔

قرآن کریم محض معانی وتراجم کا نام نہیں ہے، بلکہ الفاظ وعبارات اور معانی وتراجم کے مجموعہ کا نام ہے، جیسا کہ صاحب "نورالانوار" نے تعریف کی ہے: "ان القرآن اسم للنظم والمعنی جمیعا" (نورالانوار/۹)۔

احادیث نبویہ میں بھی عربی زبان کی اہمیت اور فضیلت وارد ہوئی ہے، چنانچہ طبرانی مستدرک حاکم اور شعب الایمان بیہقی میں بروایت عبداللہ بن عباسؓ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "أحبوا العرب لثلاث لأنی عربی والقرآن عربی وکلام أهل الجنة عربی" (بحوالہ معارف القرآن ۲۲۶/۵) (تم لوگ تین وجہ سے عرب سے محبت کرو، ایک یہ کہ میں عربی ہوں، دوسرے یہ کہ قرآن عربی ہے، تیسرے یہ کہ اہل جنت کی زبان عربی ہے)۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ وآیات میں ایسا اعجاز وایجاز اور ایسی جامعیت وکشش ہے کہ دوسری زبان میں اس کی ادائیگی ممکن نہیں، چنانچہ تجربات شاہد ہیں کہ بہت سارے ایسے لوگ جو ایمان کی روشنی اور اسلام کی

☆ جامعہ اسلامیہ جلالیہ ہوجائی، گوپال نگر، نوگاؤں، آسام۔

حلاوت سے دور تھے، محض قرآنی آیات والفاظ سن کر ان کے اعجاز اور جامعیت اور اس کی تاثیر وکشش سے نور ایمانی اور حلاوت اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ یہ بھی بعید نہیں کہ محض ترجمہ کی اشاعت کی صورت میں لوگوں کی توجہ متن قرآن سے ہٹ جائے اور لوگ ترجمہ کی طرف زیادہ متوجہ ہوجائیں، جس کی وجہ سے امت اصل قرآن کی برکتوں اور رحمتوں سے محروم ہوجائے اور رفتہ رفتہ الفاظ قرآن کی حفاظت کا مسئلہ خطرہ میں پڑ جائے اور تحریف وترمیم کا سبب بن جائے، جیسا کہ پچھلی آسمانی کتابوں میں ہوا ہے۔

نیز فقہاء کرام اور علماء امت نے بغیر متن کے محض ترجمہ قرآن کی اشاعت سے منع فرمایا ہے، چنانچہ علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں: "ان اعتاد القراء ۃ بالفارسیة أو أراد أن یکتب مصحفا بها منع" (شامی ۱/۳۲۶) (اگر کوئی فارسی میں قراءت کا عادی ہوجائے یا فارسی میں قرآن لکھنا چاہے تو منع کیا جائے گا)۔

اس سلسلہ میں مفتی شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: قرآن مجید کا صرف ترجمہ بغیر عربی الفاظ کے لکھنا اور لکھوانا اور شائع کرنا باجماع امت حرام اور باتفاق ائمہ اربعہ ممنوع ہے (جواہر الفقہ ۱/۹۷)۔

اور صاحب فتاوی محمودیہ ارقام فرماتے ہیں: بغیر عربی محض اردو یا کسی بھی زبان میں قرآن شریف کو چھاپنا منع ہے (فتاوی محمودیہ ۷/۲۱۵)۔

اسی طرح مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے "کتاب الفتاوی" میں لکھا ہے:

"پچھلی آسمانی کتابوں میں تحریف کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ انہوں نے کتاب کے متن کو نظرانداز کردیا اور اس کے ترجمہ وتشریح کو مرکز توجہ بنالیا، اسی لئے فقہاء نے متن قرآن کے بغیر محض ترجمہ لکھنے کو منع کیا ہے، قرآن مجید کی آیات لکھتے ہوئے ان کے ساتھ ترجمہ لکھنا چاہئے، یہ حکم اردو ترجمہ کے لئے بھی ہے اور انگریزی ترجمہ کے لئے بھی اور دوسری زبان کے تراجم کے لئے بھی، بغیر متن کے صرف ترجمہ لکھنا درست نہیں (کتاب الفتاوی: ۱/۴۷۴)۔

نیز صاحب "اتقان" تحریر فرماتے ہیں:

سئل مالک هل یکتب المصحف علی ما أحدثه الناس من الهجاء؟، فقال: لا، اِلّا علی الکتبة الاولی "(الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ۴/۱۴۶)۔

(امام مالک سے پوچھا گیا کہ کیا قرآن مجید کو اس خاص طرز تحریر پر لکھ سکتے ہیں جو آج کل لوگوں نے ایجاد کیا ہے؟ فرمایا نہیں، بلکہ اسی پہلی طرز کتابت پر ہونا چاہئے)۔

مذکورہ امور ووجوہ کے پیش نظر راقم السطور کے خیال کے مطابق متن قرآن کے بغیر محض ترجمہ قرآن کی اشاعت

جائزنہیں ہے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ محض ترجمہ قرآن کی اشاعت جائز اور درست نہیں ہے، تو اس سے یہ بات بھی معلوم ہوجاتی ہے کہ متن کے بغیر محض ترجمہ قرآن کی خرید وفروخت، تقسیم اور ہدیہ کرنا بھی جائز اور درست نہیں ہے، اس لئے کہ اس کی خرید وفروخت، تقسیم اور ہدیہ کرنا تعاون علی الاثم کے قبیل سے ہے، حالانکہ تعاون علی الاثم جائز نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: "ولاتعاونوا علی الإثم والعدوان" (سورۂ مائدہ:۲)۔

نیز جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اس کے لوازمات بھی ثابت ہوجاتے ہیں، جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے: "اذا ثبت الشئ ثبت بلوازمه"، اور دوسرا قاعدہ ہے: "یثبت التبع بثبوت الأصل" (قواعد الفقہ ۱۳۹)، لہذا جب اس اشاعت کا عدم جواز ثابت ہوا تو اس کے لوازمات یعنی خرید وفروخت تقسیم اور ہدیہ کرنے کا عدم جواز بھی ثابت ہورہا ہے۔

اس سلسلہ میں ''فتاوی محمودیہ'' میں مذکور ہے، اس سے خرید نے اور بیچنے کی بھی ممانعت معلوم ہوگئی (فتاوی محمودیہ ۷/۲۱۵)۔

اور مفتی شفیع صاحبؒ رقم طراز ہیں: جب اس کا لکھنا اور شایع کرنا ناجائز ہوا تو اس کی خرید وفروخت بھی بوجہ اعانت معصیت کے ناجائز ہوگی، اس لیے اس کا فروخت کرنے والا اور خریدنے والا بھی گنہگار ہوگا اور چھاپنے اور شایع کرنے والے کو بھی اپنے عمل کا گناہ ہوگا، اور جتنے مسلمان اس کی خرید وفروخت کی وجہ سے گنہگار ہوں گے، ان سب کا گناہ، اس کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جاوے گا (جواہر الفقہ ۱/۹۷)۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: پس ایسے ترجمہ کا خریدنا یا ہدیہ میں قبول کرنا اعانت ہوگی ایک امر ناجائز کی، اس لئے یہ بھی ناجائز ہے (جواہر الفقہ ۱/۱۱۵)۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

خالق کائنات اور رب ذوالجلال والاکرام نے قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری لی اور اعلان فرمایا: "إنا نحن نزلنا الذکر وإنا له لحافظون" (سورۂ حجر:۹)، یہاں حفاظت سے مراد صرف الفاظ یا عبارات نہیں ہیں، بلکہ الفاظ، معانی اور رسم الخط وغیرہ سب کی حفاظت کا وعدہ اور پیشن گوئی ہے۔

یہ بھی مسلم ہے کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانہ میں مخصوص حضرات کے علاوہ اکثر حضرات قرآن کریم کو عربی رسم الخط میں پڑھنے پر قادر نہیں تھے، ایسی صورت میں قرآن کریم کی اشاعت اور اس کے احکام وتعلیمات کو عام کرنے کے لئے کسی عجمی رسم الخط میں قرآن کی کتابت کی شدید ضرورت تھی، اس کے باوجود قرون مشہور لہا بالخیر میں کسی عجمی زبان و رسم

الخط میں قرآن لکھنے کا ثبوت نہیں ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ عربی زبان کے بعض حروف ایسے ہیں جو عربی کے ساتھ خاص ہیں، دوسری زبان میں ان کا استعمال نہیں ہوتا ہے، ان کے لئے دوسری زبان میں نہ صوت ہے نہ شکل اور نہ ہی کوئی صورت، ایسی صورت میں دوسری زبان ورسم الخط میں ان کی جگہ دوسرے حروف لکھے جائیں گے جو تحریف وتغیر کے مرادف ہے، حالانکہ تحریف وتغیر جائز نہیں ہے۔

ان چیزوں کے ساتھ علماء امت اور فقہاء کران نے بھی غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت کو منع فرمایا ہے، چنانچہ اتقان میں مذکور ہے: ''**سئل مالک هل یکتب علی ما أحدثه الناس من الهجاء؟، فقال: لا، إلا علی الکتبة الأولی**'' (اتقان ۴/۱۴٦) (امام مالک سے سوال کیا گیا کہ کیا قرآن مجید کو اس خاص طرز تحریر میں لکھ سکتے ہیں جو آج کل لوگوں نے ایجاد کیا ہے؟ فرمایا: نہیں، بلکہ اسی پہلی طرز کتابت پر ہونا چاہئے)۔

''فتاوی کبری'' میں اس سلسلہ میں مذکور ہے: ''**وصرح بتحریم کتابته بالعجمیة فی الفتاوی الکبری**'' (۱/۳۸) (فتاوی کبری میں عجمی میں قرآن کی کتابت کے بارے میں حرمت کی صراحت کی)۔

صاحب ''فتاوی محمودیہ'' ارقام فرماتے ہیں: مصحف عثمانی کے رسم خط کی رعایت ومتابعت لازم وضروری ہے اور اس کے خلاف لکھنا اگر چہ وہ عربی رسم خط میں ہی کیوں نہ ہو، ناجائز اور حرام ہے اور اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، بلکہ علمائے امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں تو یہ اجماعی مسئلہ ہوا، پھر غیر عربی بنگلہ وغیرہ رسم خط میں لکھنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟، اس میں جواز کا کوئی احتمال ہی نہیں، لہذا صورت مسئولہ بالاجماع ناجائز ہے، بعض حروف عربی کے ساتھ مخصوص ہیں جیسے طاء، حا، ض، ظ، ذ، ز وغیرہ یہ حروف دوسری زبان میں استعمال ہی نہیں ہوتے، ان کے لئے ان زبانوں میں نہ صوت ہے، نہ شکل وصورت ہے تو لامحالہ ان کی جگہ دوسرے حروف لکھے جائیں گے جو کہ بنگلہ میں مستعمل ہیں اور یہ عمداً تحریف وتغییر ہے جو کہ حرام ہے (فتاوی محمودیہ ۷/۲۱۸-۲۱۹)۔

اسی طرح صاحب ''فتاوی رحیمیہ'' فرماتے ہیں: قرآن شریف گجراتی حروف میں لکھنے سے قرآنی رسم الخط جو قرآن کا ایک رکن ہے، چھوٹ جاتا ہے اور تحریفِ رسمی لازم آتی ہے، جس سے احتراز ضروری ہے (چند سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں) اس کے علاوہ حقیقت یہ ہے کہ قرآنی رسم الخط قیاسی نہیں ہے، بلکہ توقیفی اور سماعی ہے لوح محفوظ میں تحریر شدہ قرآن کے رسم الخط کے مطابق ہے...... لہذا اس کی اتباع واجب اور تبدیلی ناجائز اور حرام ہے (فتاوی رحیمیہ ۱/۹۸)۔

حضرت مولانا یوسف صاحبؒ لدھیانوی تحریر فرماتے ہیں: قرآن کریم کا رسم الخط متعین ہے، اس رسم الخط کو چھوڑ کر کسی دوسرے رسم الخط میں قرآن کریم چھاپنا جائز نہیں ہے (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۴/۴۹۲)۔

نیز حضرت مفتی شفیع صاحبؒ ارقام فرماتے ہیں: جس طرح قرآن میں زبان عربی کی حفاظت لازم اور ضروری ہے کسی عجمی زبان میں بدون عربی عبارات کے قرآن مجید کی کتابت جائز نہیں، اسی طرح عربی رسم الخط کی حفاظت بھی ضروری ہے کسی دوسرے رسم الخط میں لکھنا جائز نہیں، کہ اس میں رسم خط عثمانی کی مخالفت اور تحریف قرآن کا راستہ کھولنا ہے جو باجماع امت حرام ہے (جواہر الفقہ ۱/۷۷)۔

دوسری جگہ حضرت تحریر فرماتے ہیں: ۱۳۵۹ھ میں جب جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبہ متحدہ ناظر باغ کانپور سے قرآن مجید کو ہندی رسم خط میں شائع کرنے کی تجویز ہوئی تو علماء نے مخالفت کی۔ دار العلوم دیوبند میں بھی اس وقت استفتاء اس کے بارے میں آیا۔ اس وقت احقر دار العلوم کی خدمت فتویٰ انجام دیتا تھا۔ اس سوال کی اہمیت کے خیال سے احقر نے اس کو دار العلوم کی مجلس علمی کے مشورہ میں رکھا مجلس علمی کے صدر حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ نے اپنے قلم سے اس پر مضمون ذیل تحریر فرمایا:

”ہندی رسم الخط میں بہت سے وہ حروف نہیں ہیں جو کہ عربی زبان اور قرآن میں پائے جاتے ہیں اور اسی لئے ہندی میں ان کے لئے کوئی صورت تجویز نہیں کی گئی ہے مثلاً (ذ، ز، ظ، ض) کو ایک ہی نقش سے ادا کیا جاتا ہے حالانکہ ان حروف کے فرق سے معانی بدل جاتے ہیں، اس لئے قرآن مجید کو رسم الخط ہندی میں لکھنا تحریف ہوگا جو قطعاً حرام اور ناجائز ہے (۱۴ شعبان ۱۳۵۹ھ، جواہر الفقہ ۱/۸۹)۔

اور ”فتاوی ہندیہ“ میں ہے: **”وينبغي لمن أراد كتابة القرآن أن يكتبه بأحسن خط كما هو مصحف الإمام عثمان بن عفان“** (ہندیہ ۵/۳۲۵) (جو آدمی قرآن کی کتابت کا ارادہ کرے تو اس کو مصحف امام عثمان بن عفان کی طرح اچھے خط میں لکھنا چاہئے)۔

مذکورہ دلائل اور شواہد کی بناء پر بندہ کے نزدیک غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن کی کتابت جائز نہیں ہے۔

اسی طرح غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن کی اشاعت بھی جائز نہیں ہے، اس لئے کہ تعاون علی الاثم ہے، جو ناجائز ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: **”لا تعاونوا على الإثم والعدوان“** (سورۂ مائدہ: ۲) اور فقہی قاعدہ ہے: **”إذا ثبت الشئ ثبت بلوازمه“** (الاشباہ والنظائر)، دوسرا قاعدہ ہے: **”يثبت التبع بثبوت الأصل“** (حوالہ سابق)۔

نیز اگر عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں متن قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن لکھ دیا جائے اور دونوں کو ایک ساتھ شائع کیا جائے تو یہ بھی ناجائز ہے ان دلائل اور شواہد کی بنا پر جو غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت کے سلسلہ میں پیش کئے گئے۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

اللہ رب العزت کے بے شمار انعامات واحسانات ہیں کہ ہر دوراور زمانہ کے لحاظ سے ضروریات کی تکمیل فرماتے ہیں اور فرمائیں گے، جس وقت جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے، اس وقت اس کا انتظام بھی کرتے ہیں، بہت ساری چیزیں جو پہلے موجود نہیں تھیں، آج کے دور میں موجود ہوگئیں، اللہ نے پہلے ہی اعلان فرمایا ہے: "**ویخلق لکم مالا تعلمون**" (سورۂ نحل: ۸)۔

ایسی صورت میں ان کی قیمتی نعمتوں سے استفادہ کرنا، ان کا شکر ادا کرنے ان کے رضا ومعرفت کے لئے کام کرنا اوران کی خوشنودی حاصل کرنا ہر ایک انسان کا فریضہ بنتا ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ خالق کائنات کی رضا ومعرفت کے لئے علم نبوی ایک عظیم سبب اور وسیلہ ہے، اس کے بغیر کما حقہ سعادت دارین اور رضائے الٰہی کا حصول ممکن نہیں ہے، علوم نبویہ کی اہمیت اور عظمت کے پیش نظر سب سے پہلی وحی تعلیم کے بارے میں نازل ہوئی، جیسا کہ ''سورہ اقراء'' سے واضح ہے، نیز خدائے پاک نے "**الرحمن، علم القرآن، خلق الانسان**" (سورۂ رحمٰن ۱-۳) میں تعلیم قرآن کو مقدم کر کے علم کی اہمیت اور اس کی عظمت کا اظہار فرمایا۔

ہر انسان اسلامی زندگی گزارنے اور اس کی تعلیمات کو اپنانے کے لئے قدم قدم اور ہر ہر لمحہ میں علم نبوی کا محتاج ہوتا ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ہر آدمی کے لئے بقدر ضرورت علم حاصل کرنے کو فرض قرار دیا، چنانچہ حدیث ہے: "**طلب العلم فریضة علی کل مسلم**" (مسلم کتاب العلم)، یہ بھی ہر آدمی جانتا ہے کہ پہلے کی بہ نسبت آج کے دور میں لوگوں کے افکار وخیالات کی کثرت اور دیگر وسائل کی فروانی کی وجہ سے علوم نبویہ کی طرف توجہ کم ہونے لگی ہے خاص طور سے نابینا لوگ تو اور توجہ کم دیتے ہیں۔

شریعت اسلامیہ میں ہر ہر فرد کا لحاظ کیا گیا، اس لئے یہ مذہب ہر ایک انسان کے مزاج کے موافق اور معتدل مزاج رکھنے والے انسان کے دل ودماغ تک اثر کرنیوالا ہے، اس مذہب میں تنگی اور عسرت سے دور رہنے اور سہولت وآسانی پیدا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: "**وما جعل علیکم فی الدین من حرج**" (سورۂ حج: ۷۸)، دوسری جگہ ارشاد ہے: "**یرید اللہ بکم الیسر ولا یریدبکم العسر**" (سورۂ بقرہ: ۱۸۵)، اور حدیث شریف میں مذکور ہے: "**الدین یسر**" (بخاری شریف ۱/۱۰)۔

شریعت مطہرہ میں ضرورت کی بنیاد پر غیر مباح چیز مباح ہوجاتی ہے، جیسا کہ شدید بھوک کی وجہ سے دوسری حلال

چیز نہ ملنے کی صورت میں مردار وغیرہ مباح ہوجانا، اور پیاس کی شدت کی صورت میں خمر وغیرہ کا جائز ہوجانا، جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے: ''**الضرورات تبيح المحظورات**'' (قواعد الفقہ ۸۹)۔

تعلیم ایک ایسی ضروری چیز ہے جس کے بغیر جائز، ناجائز اور حلال وحرام کے درمیان امتیاز کرنا مشکل ہے، اس کے بغیر انسان قرآن وحدیث کے مطابق زندگی نہیں گذار سکتا۔

اللہ کی نعمتوں کی قدر کرتے ہوئے، نابینا لوگوں کے پڑھنے، یاد کرنے، بھولنے کی صورت میں مراجعت کرنے پر قدرت حاصل ہونے، براہ راست قرآن کریم کے مطالعہ کرنے کی سہولیات کے لئے اور نابینا لوگوں کی مجبوری کی بناء پر بریل کوڈ میں قرآن کریم تیار کرنے کی گنجائش ہونی چاہئے، اگرچہ بریل کوڈ میں قرآن عربی رسم الخط اور رسم عثمان میں نہیں ہے۔

واضح رہے کہ بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا یہ بعینہ قرآن بھی نہیں ہے اور قرآن کریم کے حکم میں بھی نہیں ہے، بلکہ یہ موٹے کاغذ پر ابھرے ہوئے نقطوں کی شکل میں ہوتا ہے، لہذا اس کو چھونے کے لئے مخصوص آداب واحکام نہیں ہیں، اور وضو بھی ضروری نہیں ہے، البتہ قرآن مجید کے کمال احترام کے ثواب حاصل کرنے کے لئے باوضو ہونا مستحسن ہے۔

موبائل پر قرآن مجید:

قرآن کریم کو چھونے کے لئے باوضو ہونا شرط اور ضروری ہے، اس کے علاوہ دیگر رسائل وکتابیں چھونے کے لئے باوضو اور پاک ہونا ضروری نہیں ہے، اسی طرح جو چیز بعینہ قرآن کریم نہیں ہے یا قرآن کے حکم میں نہیں ہے، اس کو چھونے کے لئے بھی وضو ہونا ضروری نہیں ہے۔

یہ بھی معلوم ہے کہ موبائل ایک مشنری شئ ہے، جس میں آواز، حروف اور رسم الخط وغیرہ محفوظ کرسکتے ہیں، یہ بعینہ قرآن نہیں ہے اور نہ ہی قرآن کے حکم میں ہے، لہذا اگر موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید ہو تو موبائل کو ہاتھ میں لینے یا اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لئے وضو ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ موبائل کے ڈھانچہ کو ایسا غلاف تصور کیا جائے گا جس کو بغیر وضو کے چھونے کی گنجائش ہے، جیسا کہ صاحب شرح وقایہ لکھتے ہیں:

''**ولا يمس هؤلاء أى الحائض والجنب والنفساء والمحدث مصحفا إلا بغلاف متجاف عنه**'' (شرح وقایہ ۱/۱۱۷) (اور یہ لوگ یعنی حائضہ، جنبی اور نفاس والی اور بے وضو قرآن کو نہ چھوئے، مگر ایسے غلاف کے ذریعہ جو اس سے جدا ہو)۔

اور صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں: ''**وكذا المحدث لا يمس المصحف إلا بغلاف**'' (ہدایہ ۱/۶۴) (اور اسی طرح محدث (بے وضو) قرآن نہ چھوئے مگر غلاف کے ذریعہ۔

نیز طحطاوی میں مذکور ہے: "**وفیما عدا المصحف إنما یحرم من الکتابة لا الحواشی**" (طحطاوی علی مراقی الفلاح ۱۱۴) (اور قرآن کے علاوہ کی صورت میں کتابت کا حصہ (چھونا) حرام ہے نہ کہ حاشیہ)۔

صاحب البحر الرائق کا ارشاد ہے: "**لایجوز مس المصحف کله المکتوب وغیره بغلاف غیره، فإنه لا یمنع إلا مس المکتوب**" (البحر الرائق ۱/۲۰۱) (پورا قرآن لکھا ہوا وغیرہ کو چھونا جائز نہیں ہے، برخلاف قرآن کے علاوہ کا اس لئے کہ قرآن کے علاوہ میں صرف لکھا ہوا حصہ چھونا منع ہے)۔

☆☆☆

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت

مولانا عبدالشکور قاسمی☆

بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت:

اسلام دشمن قوتوں کی تمام تر سازشوں کے باوجود قرآن شریف کے نہ الفاظ میں تحریف ہوسکی نہ معانی میں تو تحریف کے لئے نئی شکل بغیر متن کے ترجمہ قرآن جیسی تحریک شروع ہوئی، فقہاء امت اس کی طرف متوجہ ہوئے، جیسا کہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ''جواہر الفقہ'' میں تحریر فرمایا کہ صاحب ''نور الایضاح'' نے مذاہب اربعہ سے اس کی سخت ممانعت اور حرمت کو ثابت کیا ہے، چنانچہ صاحب ہدایہ نے ''التجنیس والمزید'' میں لکھا ہے کہ قرآن مجید کو فارسی میں لکھنا بالاجماع ممنوع ہے، کیونکہ یہ قرآن مجید کے حفظ کرنے میں خلل انداز ہے، اور ہم لوگ قرآن مجید کے الفاظ اور معانی دونوں کی حفاظت کے مامور ہیں، کیونکہ یہ نبوت کا معجزہ ہے، دوسرے یہ بات تلاوت کے باب میں لوگوں کو سست کرتی ہے، اسی طرح ہدایہ کی شرح ''فتح القدیر'' کے حوالہ سے تحریر فرمایا کہ:

”وفی الکافی: إن اعتاد القراۃ بالفارسیة أوأراد أن یکتب مصحفابھایمنع،فإن فعل فی آیة أوآیتین لا، فإن کتب القرآن وتفسیر کل حرف وترجمته جاز“(فتح القدیر ۱/۲۹۱ زکریا)۔

(کافی میں ہے اگر کوئی فارسی میں تلاوت کی عادت بنالے یا فارسی میں قرآن لکھنے کا ارادہ کرے تو اس کو روک دیا جائے، البتہ اگر ایک آیت یا دو آیت میں ایسا کرے تو نہ روکا جائے۔لیکن اگر قرآن شریف بھی لکھے اور ہر ہر حرف کا ترجمہ وتفسیر لکھے تو جائز ہے)۔

اس عبارت سے اس کی تصریح ہوگئی کہ فارسی (یا اور کسی عجمی) زبان میں قرآن شریف کا محض ترجمہ لکھنا جو ممنوع ہے، ایک دو آیت کا ترجمہ لکھنا اس میں داخل نہیں، بلکہ پورا قرآن یا اس کا معتد بہ حصہ اس طرح لکھنا حرام ہے، نیز اگر اصل

☆　ضلع آکولہ، مہاراشٹرا۔

عبارت عربی کے نیچے یا حاشیہ وغیرہ پر ترجمہ اور تفسیر لکھی جاوے تو وہ بھی ممنوع نہیں۔

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی کے تعلق سے تحریر فرمایا ہے ان سے سوال کیا گیا تھا کہ کیا تلاوت کی طرح غیر عربی زبان میں قرآن شریف کا لکھنا بھی حرام ہے، تو جواب دیا کہ یہ کل کا فیصلہ ہے، اور حرام ہونے پر اجماع ہے، دوسری جگہ جواب میں یہ بھی کہا ہے، قرآن شریف کو عجمی زبان میں لکھنا ان الفاظ کو جو خود معجزہ ہیں اور ان سے مقابلہ کا چیلنج ہے۔

ایسے لفظوں سے متغیر کرنا ہے جو وارد نہیں ہوتے، بلکہ بسا اوقات ان سے معجز نہ ہونے کا وہم ہونے لگتا ہے، کیونکہ غیر عربی نقطوں میں مضاف الیہ مضاف پر مقدم ہوتا ہے، اور ایسی ایسی باتیں ہوتی ہیں، جو کلام کی ترتیب کو مختل اور ذہن میں تشویش پیدا کرتی ہیں، اور علماء نے اس کی تصریح کی ہے، ترتیب مدار اعجاز ہے، نیز آگے مزید تحریر فرمایا ہے کہ یہ گمان کہ غیر عربی میں لکھنے کی سہولت ہے کذب محض ہے، واقعہ اور مشاہدہ کے خلاف ہے، اس لئے یہ قابل التفات نہیں، بالفرض اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے، تو یہ الفاظ قرآن کو اس نہج سے جس پر کتابت ہوتی ہے اور اس پر اسلاف اور اخلاف کا اجماع ہے، نکالنے کو جائز نہیں کر سکتے، رہی یہ بات کہ اگر غیر عربی میں لکھ دیا جائے تو اس کا (بے وضو) چھونا اور اٹھانا حرام ہوگا یا نہیں تو جواب میں زیادہ ظاہر یہی ہے، ہاں، کیونکہ اس فعل سے وہ قرآن ہونے سے خارج نہ ہوگا، ورنہ پھر اس کا لکھنا حرام نہ ہوتا۔

امام مالکؒ سے سوال کیا لوگوں نے یہ جو نیا طریقہ نکالا ہے، الگ الگ حروف کر کے لکھنے کا کیا اس طرح لکھا جا سکتا ہے، فرمایا نہیں، سوائے اس پہلے طریقہ امام کے جو مصحف عثمانی کا ہے۔

غیر عربی رسم الخط:

قبائل عرب کے سات لغات جن پر قرآن نازل ہوا ہے، اگرچہ وسب وحی اور حق ہیں، لیکن ان کے لفظی اختلاف سے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں معنوی اختلاف اور تحریف کا راستہ نہ نکل آوے دوسرے لغات کو موقوف کر دیا جائے۔

باجماع صحابہ لغت قریش پر قرآن کریم کے بہت سے نسخے لکھائے گئے، اور ایک جماعت صحابہ کے سامنے ان کو پڑھ کر سنایا گیا، صحیح کیا گیا، اس کے بعد وہ نسخے مختلف ممالک، عرب وعجم، مکہ مکرمہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ، کوفہ میں بھیج دیئے گئے، اور باجماع امت ان کا اتباع ہر چیز میں لازم وضروری سمجھا گیا (جواہر الفقہ)۔

صحابہ کرام کے بعد محدثین عظام نے جو والذین اتبعوھم باحسان کا صحیح مصداق تھے اجماع صحابہ پر سختی سے عمل پیرا رہے، چنانچہ اشہب فرماتے ہیں: امام مالکؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا قرآن مجید کو اس خاص طرز پر تحریر میں لا سکتے ہیں جو آج کل لوگوں نے ایجاد کیا ہے، فرمایا نہیں، بلکہ اسی پہلی طرز کتابت پر ہونا چاہئے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: مصحف عثمانی کے رسم خط کی مخالفت حرام ہے، واوٗ یا الف (زائد) میں (جو کہ تلفظ میں نہیں آتے محض لکھنے میں آتے ہیں)۔

امام بیہقی شعب الایمان میں فرماتے ہیں: جو شخص قرآن مجید کی کتابت کرے تو ضروری ہے کہ اس طرز تحریر کی حفاظت کرے جس پر حضرات صحابہؓ نے لکھے ہیں ان کی مخالفت نہ کرے اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے کسی چیز میں تغیر نہ کرے، کیونکہ وہ زیادہ علم والے اور امانت دار تھے تو ہمارے لئے کسی طرح لائق نہیں کہ ہم اپنے متعلق یہ گمان کریں کہ ان کی کسی کمی کو ہم پورا کرتے ہیں۔

صاحب نور الایضاح نے اپنے ایک رسالہ میں اس میں مذاہب اربعہ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی مستند کتب سے اجماع امت اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق نقل کیا کہ قرآن کی کتابت میں صحف امام کے رسم خط کا اتباع واجب و لازم ہے، غیر عربی عبارت میں اس کا لکھنا حرام ہے، اور اسی طرح غیر عربی خط میں اس کی کتابت ممنوع و ناجائز ہے۔

غرض یہ کہ قرآن کا عربی رسم خط اجماعی مسئلہ ہے، اور خیر القرون سے آج تک تواتر کے ساتھ پوری امت اس پر عمل پیرا ہے، نیز اس کے ساتھ ائمہ اربعہ کا متفق علیہ مسلک ہے کہ نماز بغیر عربی زبان کے دوسری زبان میں فاسد ہوجاتی ہے تو جس طرح نماز اور دعاؤں کی حد تک عربی زبان میں قرآن شریف کا سیکھنا ضروری ہے اس سے زائد قرآن شریف سیکھنے کی شریعت اس درجہ تاکید ہی نہیں کرتی کہ اجماعی مسئلہ میں تغیر پیدا کیا جائے۔

مصارف کے کمی کا لحاظ اور بے حرمتی کا اندیشہ تو دور صحابہؓ میں یہ مشکلات بہت زیادہ تھیں، اس لئے کہ پہلے تو مسلمانوں کی تعداد کم ان میں بھی پڑھے لکھے حضرات کی تعداد بہت ہی کم، لیکن ان سب مشکلات کے باوجود صحابہ کرامؓ نے غیر عثمانی کے مطابق ہر کچے اور پکے مکان میں پہنچ گیا، اور اس طرح کے مزعومہ خیالات اور اعذار ہنوز موضوع گفتگو بنے ہوتے ہیں، جن کے دور کرنے کے لئے اجماعی مسئلہ میں گنجائش کا تصور بھی محل نظر ہے۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

قرآن شریف کی کتابت کے لئے نہ صرف عربی رسم خط ضروری ہے، بلکہ وہ رسم خط ہی ضروری ہے اور اجماعی مسئلہ جو مصحف عثمانی کے مطابق ہو، اس لئے بریل کوڈ کی شکل سے بھی رسم خط عثمانی کی مخالفت لازم آتی ہے، اس لئے اس میں قرآن شریف تیار کرنا درست نہیں، نابینا افراد مجبوری کی صورت میں جتنا قرآن شریف یاد ہو اسی کی بار بار تلاوت کرتے رہے اور اسی پر اکتفا کرتے رہیں اور عربی میں سیکھنے کی کوشش کرتے رہیں۔

موبائل پر قرآن مجید:

اللہ تعالی نے فرمایا: "**لا یمسہ الا المطھرون**" (سورۂ واقعہ:۷۹)، آیت کا مطلب مفسرین نے بیان کیا کہ قرآن کو چھونا بغیر طہارت کے جائز نہیں، اور طہارت کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ ظاہری نجاست سے بھی ہاتھ پاک ہو اور بے وضو بھی نہ ہو، اور حدث اکبر، یعنی جنابت بھی نہ ہو، قرطبی نے اس تفسیر کو اظہر فرمایا، اور تفسیر مظہری میں بھی اسی کی ترجیح پر زور دیا ہے۔

اسی طرح طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**لا یمس القرآن الا طاھر**"، امام مالکؒ نے مؤطا میں حضور ﷺ کا مکتوب نقل فرمایا جس میں یہ بھی ہے "**لا یمس القرآن الا طاھر**"۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے واقعہ میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی بہن کو قرآن شریف پڑھتے ہوئے پایا تو اوراق قرآن کو دیکھنا چاہا ان کی بہن نے یہی آیت: "**لا یمسہ الا المطھرون**" (سورۂ واقعہ:۷۹) پڑھ کر وہ اوراق ان کے ہاتھ میں دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اس کو پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا، فاروق اعظمؓ نے غسل کیا، پھر یہ اوراق پڑھے۔

آیت حدیث اور حضرت عمرؓ کے عمل سے مصحف قرآن کو چھونے کی ممانعت ہے، کیست اور موبائل کے اندر جو آواز ہے وہ نہ صرف آواز ہی نہیں، بلکہ آواز کا عکس ہے۔

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ مفتی اول دار العلوم دیوبند اور حضرت تھانویؒ نے اس کو چھونے کا جواز لکھا ہے، اور بقول مفتی سلمان صاحب اگر موبائل کے اسکرین پر آیات نظر آ رہی ہوں تو اس کو چھونا جائز نہ ہوگا۔

☆☆☆

غیر عربی رسم الخط میں قرآن مجید کی کتابت

مولانا محمد فاروق دربھنگوی☆

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

قرآن مقدس کی جملہ ترتیب جس طرح توقیفی ہے، جس میں سر مو ترمیم وتبدیل کی کوئی گنجائش نہیں، اسی طرح رسم عثمانی کے مطابق اس کی تحریر بھی واجب وضروری ہے، حتی کہ جو ''واؤ''، ''الف'' وغیرہ حروف زائد ہیں لکھنے میں آتے ہیں، پڑھنے میں نہیں آتے، مثلاً ''اولوا'' جیسے کلمہ میں، ان کو بھی رسم عثمانی کے مطابق لکھنا ضروری ہے، اور یہ حضرات ائمہ اربعہؒ کا اجماعی مسئلہ ہے، چنانچہ علامہ سیوطیؒ اتقان میں تحریر کرتے ہیں:

''**سئل مالک هل یکتب المصحف علی ما أحدثه الناس من الهجاء؟، فقال: لا، إلا علی الکتبة الأولی، رواه الدانی فی المقنع، ثم قال: لا مخالف له من علماء الأمة**'' (الاتقان للسیوطی)۔

یعنی حضرت امام مالک سے سوال کیا گیا کہ قرآن مقدس ان حروف ہجائیہ کے مطابق لکھا جا سکتا ہے، جیسے لوگوں نے ایجاد کرلیا ہے، تو آپ نے فرمایا نہیں، مگر اسی طرز تحریر کے مطابق لکھنا ہوگا جس پر مصحف عثمانی ہے۔

علامہ فرنگی محلی ''آکام النفائس''، میں بعض ائمہ قرأت سے نقل کرتے ہیں کہ اس قول کی نسبت حضرت امام مالکؒ کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ آپ سے اس کا سوال کیا گیا ہے، ورنہ یہی ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا مذہب ہے، جیسا کہ نقل کرتے ہیں:''**قال بعض أئمة القراء ة: ونسبته إلی الإمام مالک، لأنه مسئول عن المسألة، وإلافهو مذهب الائمة الأربعه، وقال ابو عمرو: لامخالف له فی ذلک من علماء الأمة**'' (مجموعۂ رسائل الکنوی ۴؍ ۵۳، اکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارس)۔

اسی لئے علامہ سیوطیؒ نے اس رسم کے خلاف کرنے پر حضرت امام احمد بن حنبل سے حرمت کا قول نقل کیا ہے چنانچہ

☆ جامعہ دارالاحسان، مکی مسجد، بارڈولی، سورت، گجرات۔

نقل فرماتے ہیں:

"وقال الإمام أحمد: یحرم مخالفة مصحف الإمام فی واؤ أو یاء، أو ألف أو غیر ذلک" (اتقان ۲/۳۲۹)۔

مذکورہ اقتباسات سے معلوم ہوگیا کہ جب قرآن مقدس کو عربی زبان میں مصحف عثمانی کے خلاف لکھنا جائز نہیں ہے، تو بھلا انگریزی، ہندی، گجراتی وغیرہ غیر عربی زبان میں لکھنا کیسے جائز ہوگا؟، جبکہ قرآن مقدس کے بعض حروف ایسے بھی ہیں جو عربی کے ساتھ خاص ہیں، عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں نہیں ہیں، جیسے ثاء، حاء، ذال، طاء، ظاء، ض، وغیرہ اوران الفاظ وحروف کی تبدیلی سے معنی کی تبدیلی ایک امر لابدی اور لازمی شئی ہے، جس سے قرآن مقدس کی تحریف وتغیر لازم آتی ہے، اوراس طرح دیدودانستہ تحریف کرنے والاسخت ترین وعید کا حقدار ہوتا ہے، تو یہ کیسے ممکن ہوگا کہ قرآن مقدس کو دوسری کسی ایسی زبان میں منتقل کرنے کی اجازت دے دی جائے جس میں یہ خصوصیت فوت ہوکر وبال انسان کا ذریعہ بنے، چنانچہ علامہ ظفر عثمانی فرماتے ہیں:

"قلت: ولا یمکن رعایة ذلک فی خط الهنود ولا فی الخط الانکلیزی فغایة ما یمکن فیها أن یکتب الحروف المتلفظ بها فقط، ولا یمکن رعایة الزوائد أصلا، وأیضا فبعض ما یتلفظ به من الحروف فی العربی لا توجد فی هذین اللسانین أصلا، مثل الضاد، والقاف، ونحوهما، فیعبر عنها بحروف مشترک بینها وبین غیرها ولا یخفی ما فیه من لزوم التحریف فی القرآن" (امداد الاحکام ۱/۲۴۰)۔

نیز قرآن مقدس ایک ایسی موجز کتاب ہے جس کی نظیر ومثیل پیش کئے جانے کا چیلنج تا قیامت باقی ہے، اورامت کے ہر طبقہ سے متعلق ہے، اوراس کا اعجاز قاضی ابوبکر عربی کے مطابق نظم وترکیب کے ایسے مرتبہ فصاحت وبلاغت پر فائز ہونے کی وجہ سے ہے جو طاقت بشریہ سے خارج، اوراہل عرب کے اسلوب خطابات کے مبائن ہے، اورظاہری بات ہے کہ یہ اعجاز اسی وقت بخوبی ظاہر ہوگا جبکہ وہ اپنے حقیقی رسم الخط میں محفوظ ہو، لہذا کسی دوسری زبان میں اس کی تبدیلی کسی بھی طرح درست نہیں۔

"قال القاضی أبوبکر: وجه إعجازه ما فیه من النظم والتالیف والترصیف، وأنه خارج عن جمیع وجوه النظم المعتاد فی کلام العرب ومباین لأسالیب خطاباتهم، ولهذا لم یمکنهم معارضته" (اتقان ۲/۲۳۱)۔

اسی طرح دوسری زبان میں کتابت کرنے سے فساد تجوید بھی لازم آئے گا، اس لئے کہ قرآن مقدس کی قراءت عام کتابوں کی قراءت کے مساوی نہیں ہے، بلکہ قرآنی اصول وضوابط کے مطابق مخارج سے ادائیگی صفات کی رعایت، وقف کی معرفت وغیرہ وغیرہ قواعد کی رعایت کے ساتھ تلاوت ضروری ہے، جیسا کہ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں:

"والأخذ بالتجويد حتم لازم من لم يجود القرآن أثم"

اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ان امور کی رعایت اس وقت ممکن نہیں ہوگی، جبکہ غیر عربی زبان میں قرآن مقدس کی کتابت واقع ہوگی، بلکہ بہت سی غلطیوں کا ارتکاب، جا بجا معانی کا انقلاب، اور فرمان نبوی ﷺ "رب تالي للقرآن والقرآن يلعنه" کا مصداق ہوگا، لہذا قرآن مقدس کو کسی دوسری زبان میں نقل کرنے کی ہرگز اجازت نہ ہوگی (فتاوی رحیمیہ ۱۶۱/۳ مبوب جدید)۔

حاصل کلام:

حاصل یہ ہے کہ دوسری زبان میں قرآن مقدس کی کتابت کرنے میں بہت سے مفاسد ہیں جن میں سے قدر قلیل کی نشاندہی ذیل میں کی جاتی ہے:

الف- رسم عثمانی جو ایک حتمی اور ضروری شئ ہے اس کی تفویت کرنا

ب- بعض حروف جو عربیت کے ساتھ خاص ہیں، ان کی عدم ادائیگی سے قرآن مقدس میں لفظی ومعنوی تحریف وتغیر کا لازم آنا۔

ج- اعجاز قرآنی جو نظم وتراکیب کے ساتھ خاص ہے اس کا ختم کرنا۔

د- قواعد تجوید جن کی رعایت بوقت تلاوت ضروری ہے ان کا اتلاف کرنا۔

ھ- مختلف قراءت متواترہ جو اسی رسم عثمانی میں وارد ہوئی ہیں، ان کا ضیاع۔

و- حضرات ائمہ اربعہؒ کی نہیں، بلکہ علماء امت کے اجماع کی مخالفت۔

ز- امام احمد بن حنبلؒ کے قول کے مطابق حرمت کا ارتکاب۔

ح- "إنا أنزلناه قرآنا عربيا" (سورۂ یوسف:۲) سے ظاہراً بے اعتنائی، وغیرہ بہت سے امور غیر مشروعہ کے لزوم کی وجہ سے اس طرح کی کتابت ناجائز وحرام ہوگی۔

بریل کوڈ میں قرآن کا حکم:

بریل کوڈ (Braille Code) یعنی نابینا کا نظام تحریر وطباعت میں قرآن مقدس کی کتابت بھی جائز نہیں، اس

لئے کہ جس طرح غیر عربی زبان میں قرآن مقدس کی کتابت کرنے میں خرابیاں اور مفاسد مندرج ہوئے وہ سارے مفاسد یہاں بھی موجود ہیں، اس لئے نابیناؤں کے لئے یہی ضروری ہے کہ قرآن مقدس کی بقدر ضرورت تعلیم بالمشافہ حاصل کریں، اور اس کی محافظت کے لئے باہم دور کریں، اور نمازوں میں اہتمام کے ساتھ پڑھیں اور اگر صبر وہمت ساتھ دے تو مکمل حفظ قرآن سے بھی مشرف ہوں، جیسا کہ زمانہ میں اسکی بہتیرے مثالیں موجود ہیں، رہی بات بریل کوڈ میں لکھے ہوئے قرآن پاک چھونے کی، تو اس سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ:

نقوش میں جب تک پڑھے جانے کی صلاحیت نہ ہو، وہ حروف مکتوبہ کے حکم میں نہیں ہوں گے، اس لئے ایسے نقوش کو محدث وغیرہ کے لئے مس کرنا جائز ہوگا، البتہ اگر وہ نقوش پڑھے جانے لگیں تو اس وقت دلالت وضیعہ غیر لفظیہ کی وجہ سے ان کا حکم حروف مکتوبہ ہوگا (امداد الفتاوی ۱/ ۱۴۵)۔

لہذا جب بریل کوڈ میں قرآن مقدس لکھ دیا گیا اور اس کو بعض لوگ مثلا نابینا پڑھتے ہیں تو وہ بھی دلالت وضعیہ غیر لفظیہ کی وجہ سے حروف مکتوبہ کے حکم میں ہوں گے، اور اس کو محدث وجنبی کے لئے مس کرنا جائز نہ ہوگا، چنانچہ فارسی زبان میں لکھے ہوئے قرآن کو مس کرنے کے سلسلے میں علامہ علاء الدین فرماتے ہیں:

”ویمنع مسه ولو مکتوبا بالفارسية فی الأصح“ (درمختار مع الشامی ۱/ ۴۸۸)۔

موبائل پر قرآن مجید:

جب موبائل کی اسکرین پر قرآن مقدس اپنے پڑھے جانے والے الفاظ وحروف کے ساتھ ظاہر ہو تو وہ بھی عام قرآن مقدس کے حکم میں ہے، البتہ یہ موبائل کے ڈھانچے اور غلاف سے مستور ہے، اس لئے بلا وضو اس کو مس کرنے نہ کرنے کا مسئلہ قابل تحقیق ہے، لہذا اس سلسلہ میں ہمیں عام قرآن مقدس کو غلاف وڈھانچہ کے ساتھ بلا وضو مس کرنے کے ضابطہ شرعیہ پر نظر کرنا ہوگی، تاکہ قرآنی موبائل تک رسائی ممکن ہو۔

تحقیق ضابطہ:

چنانچہ حائضہ، نفساء، جنبی اور محدث کے لئے قرآن مقدس کو چھونے کا ضابطہ شرعیہ یہ ہے کہ اگر قرآن مقدس کسی غلاف منفصل کے بغیر ہے تو اس کو بغیر وضو اور طہارت شرعیہ کے یہ لوگ مس نہیں کر سکتے، اور اگر غلاف منفصل کے ساتھ ہے تو ان لوگوں کے لئے طہارت شرعیہ کے بغیر مس کرنا جائز ہے۔

رہی بات یہ کہ غلاف منفصل سے کیا مراد ہے؟ تو اس کی وضاحت یہ ہے کہ وہ ماس اور محسوس کے مابین ایسا امر

ثالث ہو جوان دونوں میں سے کسی کے ساتھ سلے یا چپکے ہونے کی وجہ سے تابع نہ ہو، جیسے کوئی انسان اپنی آستین سے قرآن کو مس کرے تو جائز نہیں، اس لئے کہ یہ ماس پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس کے تابع ہے، ماس اور محسوس کے مابین امر ثالث نہیں ہے، اسی طرح اگر قرآن پاک کو اس کی جلد کے ساتھ مس کرے تو یہ بھی جائز نہیں، اس لئے کہ وہ جلد قرآن پاک سے سلی ہونے کی وجہ سے اسی کے تابع ہے، امر ثالث نہیں ہے، البتہ کوئی ہاتھ میں رومال لے کر مس کرے تو جائز ہے، اس لئے کہ یہ ایک ایسا امر ثالث ہے جو نہ تو ماس کے تابع ہے اور نہ ممسوس کے تابع ہے، اسی طرح اگر قرآن مقدس کسی تھیلا یا صندوق میں رکھا ہو تو اس کو بھی مس کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ ایسا امر ثالث ہے جو نہ تو ممسوس کے تابع ہے اور نہ ماس کے، بلکہ دونوں سے علاحدہ تیسری چیز ہے۔

حاصل یہ کہ غلاف اگر قرآن مقدس سے اس طرح سلا یا چپکا نہ ہو کہ اس کے تابع ہو اور قرآن مقدس کی بیع میں بلا ذکر از خود داخل ہو جاتا ہو تو اس کے ساتھ حائضہ جنبی نفسا اور محدث کے لئے چھونا جائز ہے، ورنہ نہیں، جیسا کہ مذکورہ ضابطہ کی تحقیق حسب ذیل عبارت سے ہوتی ہے۔

چنانچہ ''شرح وقایہ'' اور اس کے حاشیہ میں ہے: ''**ولا یمس ھولاء الحائض والجنب والنفساء والمحدث مصحفا الابغلاف متجاف، ای منفصل عنه، وفی الحاشیة بأن یکون شیاثالثابین الماس والممسوس، ولا یکون تبعا ولأحدھما کالکم فی حق الناس، والجلد فی حق الممسوس**'' (شرح قایہ للصدر الشریعہ)۔

اور ''درمختار'' اور اس کے حاشیہ میں شامی میں ہے:

''**إلا بغلاف متجاف غیر مشرز، أی غیر مخیط به، وھو تسیر للمتجاف، فالمراد بالغلاف، ما کان منفصلا کالخریطة، وھی الکیس ونحوھا،لأن المتصل بالمصحف منه، حتی یدخل فی بیعه بلاذکر**'' (درمختار مع الشامی زکریا ۱/ ۳۱۵)۔

قرآنی موبائل کا ضابطہ پر انطباق:

لہٰذا آج کل موبائل میں جو قرآن مجید محفوظ ہے، جب تک اسکرین پر نہ آئے اس کو بلا وضو چھونے میں کوئی کلام نہیں، تاہم جب اسکرین پر آجائے تو اس کو بلا وضو چھونے اور ہاتھ لگانے کے لئے ضابطہ مذکورہ کی رعایت ضروری ہوگی، کہ اگر اس موبائل کا کوئی خارجی غلاف ہو جس میں وہ رکھا، اور اس سے نکالا جاتا ہو، اور موبائل سے حقیقۃ یا حکما سلا ہوا نہ ہو، بلکہ موبائل سے بالکل علاحدہ رہ سکتا ہو، تو اس غلاف کے ساتھ بلا وضو چھونا جائز ہے، کیونکہ اس کی حیثیت امر ثالث کی ہے، تابع ہونے کی نہیں۔

لیکن موبائل کا وہ غلاف اور ڈھانچہ جس کی حیثیت جسم اور باڈی کی ہے وہ چونکہ قرآنی اسکرین کے ساتھ بند ہے اور سلے ہوئے کے حکم میں ہے، اس لئے وہ قرآنی موبائل کے تابع ہے، اس لئے اس غلاف کے ساتھ بلا وضو مس کرنا جائز نہیں۔

اسی طرح آج کل رائج موبائل پر جلد کے مانند جو دوورقی غلاف ہوتا ہے اس کے اوپر سے بھی چھونا جائز نہیں، کیونکہ اس کی حیثیت قرآن مقدس کی سلی ہوئی جلد پر کاغذ چپکانے کی ہے، نیز یہ غلاف اس کے ساتھ بندھے ہونے کی وجہ سے اس کے تابع بھی ہے، ''**وفي تبيين الحقائق: وغلافه: ما يكون منفصلا عنه دون ما يكون متصلا به في الصحيح**'' (تبیین ۱/۱۶۵)، ''**وفي المحيط: الغلاف الجلد الذي عليه المتصل عند بعض المشائخ، وعن بعضهم المنفصل كالخريطة ونحوها؛ لأن المتصل بالمصحف من المصحف**'' (المحیط البرہانی ۱/۱۸۰)۔

دفع مظنہ:

رہا یہ مظنہ کہ جب قرآن مقدس اسکرین پر ہے، اور اسکرین کا حصہ ایک بکس کے غلاف میں ہے، تو پورے غلاف کی حیثیت صندوق کی ہوگئی، اور قرآن مقدس اگر صندوق میں ہو تو ہر کوئی اسے اٹھا سکتا ہے اس کے لئے وضو ضروری نہیں؟

تو اس کا الزامی جواب یہ ہے کہ صندوق محض محل حفاظت ہوتا ہے، جہاں سے شئ محترم کو استعمال کے لئے نکالا جاتا ہے اور پھر اس میں رکھ دیا جاتا ہے، جبکہ اسکرین جس پر قرآن مقدس موجود ہے، کبھی بھی اپنے غلاف سے اس طرح علاحدہ کر کے نہ پڑھا جاتا ہے اور نہ اس کو جو چاہے جب چاہے نکال سکتا ہے، یہی اس کے صندوق نہ ہونے کے لئے کافی ہے۔

دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے کہ قرآن مقدس کو بلا وضو چھونے کے لئے حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے ''**بغلاف متجاف غير مشرز**'' (غیر بندھا ہوا) کی قید لگائی ہے، اور ''متجاف'' کہتے ہیں کہ وہ غلاف جو قرآن سے علاحدہ ہو، اس کے ساتھ سلا ہوا نہ ہو، جیسا کہ ''متجاف'' کی تفسیر ''غیر مخیط بہ'' اس کی واضح دلیل ہے، اور علامہ شامی کی تفسیر ''**المراد بالغلاف ما كان منفصلا كالخريطة**''، اور حاشیہ شرح وقایہ کی عبارت ''**بأن يكون شيئا ثالثا بين الماس والمموس**''، اس مظنہ کے دفعیہ کے لئے کافی ہے، اس لئے کہ جو غلاف موبائل پر لگا ہوتا ہے وہ اسکرین قرآنی کے حصہ سے اس طرح فٹ ہوتا ہے جو سلے ہوئے کے درجہ میں ہے، اسی لئے موبائل خریدتے وقت اس پورے مجموعہ مرکب کو موبائل کہا جاتا ہے، اور از خود اس کی بیع میں داخل ہو جاتا ہے یا یہی اس کے جز اور تابعیت کی دلیل ہے۔

☆☆☆

عہد جدید میں قرآن مجید کے متن وترجمہ کی اشاعت

مولانا محمد نثار عالم ندوی☆

قرآن کریم کا ترجمہ کسی بھی زبان میں جو دشوار کن امر ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، کلام الٰہی کی ترجمانی الفاظ انسانی میں سمانا مشکل ہے، یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے، اس لئے علماء امت ہمیشہ اس کار خیر سے کتراتے رہے ہیں، پہلی مرتبہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے قرآن کا غیر عربی فارسی ترجمہ کر کے امت کو جواز کا پیغام دیا اور ان کے بعد ان کے فرزند شاہ اسحاقؒ وشاہ عبداللہؒ نے پہلی مرتبہ اردو میں ترجمہ کر کے اس جواز کو تقویت دی ان حضرات کے بعد اور بعد کے حضرات کے ترجمہ کا طریقہ تھا کہ متن کے نیچے عربی عبارت کے سطر کے نیچے اس کا ترجمہ ہوتا تھا اور یہی تعامل امت میں آج تک چلا آرہا ہے اور یہ سب ترجمہ وتفسیر قرآن کے پیغام کو عام کرنے کے پیش نظر ہے۔

دور حاضر میں قرآن کا بغیر عربی متن کے صرف ترجمہ کا نشر واشاعت کرنا یہ ایک دعوتی ضرورت کے تحت ہورہا ہے اور قرآنی پیغام کو عام وسہل بنا کر تمام برادران امت تک پہنچانے کی سعی ہے جس میں قرآن کی حرمت کا پہلو بھی شامل ہے، لہٰذا جائز ہونا چاہئے اور اس سلسلہ میں ان دلائل کا سہارا لیا جاسکتا ہے۔

۱- اگر ایک شخص عربی پڑھنے پر قادر نہیں ہے وہ نماز میں تلاوت قرآن کے بجائے فارسی ترجمہ پڑھ لیتا ہے تو یہ امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے، جبکہ صاحبین اس کا انکار کرتے ہیں، امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے تین دلائل ذکر کئے جاتے ہیں، ''**فاقروا ما تیسر من القرآن**'' (سورۂ مزمل: ۲۰) ''**وإنه لفی زبر الأولین**'' (سورۂ شعرا: ۱۹۶) اور ایک عقلی دلیل کہ حالت عجز میں ایماء ہی رکوع کا قائم مقام بن جاتا ہے پر قیاس کرتے ہوئے جائز کا حکم لگاتے ہیں۔

پس امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق جب فارسی ترجمہ آیت قرآن کے تلاوت کا قائم مقام بن سکتا ہے تو معانی قرآن کی اشاعت میں کیا حرج ہوسکتا ہے؟ ''**فإن افتتح الصلاة بالفارسية أو قرأفيها بالفارسية أو ذبح وسمی**

☆ الجامعۃ الکوثریہ، کیرالا۔

بالفارسیة وھو یحسن العربیة أجزاہ عند أبی حنیفةؒ وقالا: لا یجزیہ إلا فی الذبیحة، وإن لم یحسن العربیة اجزأہ"(شرح فتح القدیر/۲۹۰)۔

۲-ہدایہ جلد اربعہ میں کتاب الکراہیۃ میں مسائل متفرقہ کے ضمن میں مسئلہ مذکور ہے کہ قرآن میں اعراب ونقطہ اور ہر دس آیت پر ایک علامت لگانا مکروہ ہے، نیز فقہاء نے اس مسئلہ میں صراحت کی ہے کہ یہ عرب والوں کے لئے ہے، رہا مسئلہ اہل عجم کا تو یہی چیز ان کے لئے حسن ہے۔

"**ویکرہ التعشیروالنقط فی المصحف لقول ابن مسعودؓ جردوا القرآن ویروی جردوا المصحف وفی التعشیر والنقط ترک التجرید، ولأن التعشیر یخل بحفظ الآی والنقط بحفظ الإعراب اتکالا علیہ، فیکرہ قالوا فی زماننا لا بد للعجم من دلالة فترک ذلک اخلال بالحفظ وھجران القرآن، فیکون حسنا**"(ہدایۃ کتاب الکراہیۃ/۴۵۸)(قرآن میں تعشیر ونقطہ مکروہ ہے، دلیل کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ قرآن کو خالص رکھو، ایک روایت ہے کہ مصحف کو خالص رکھو، تعشیر اور نقطہ لگانے میں خالص رکھنے کے حکم کو چھوڑنا لازم آتا ہے، نیز وہ آیات کو حفظ کرنے میں بھی مخل ہے، نقطہ میں ضیاع اعراب کا اندیشہ ہے اس اعتماد کر لئے جانے کی وجہ سے، پس مکروہ ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں مذکورہ چیزیں عجم والوں کے لئے ضروری ہے، ان چیزوں کا چھوڑنا حفظ میں مخل ہوگا اور پھر ترک قرآن لازم آئے گا، پس یہ چیز حسن ہوگی۔

مسئلہ مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تعشیر ونقطہ واعراب اہل عرب کے لئے مکروہ ہے کہ وہ مخل حفظ ہے، لیکن بالکل یہی چیز اہل عجم کے لئے حسن ہورہی ہے اور مقوی حفظ ہورہی ہے۔

چنانچہ مسئلہ بالا پر قیاس کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ بغیر متن کے ترجمہ عام مسلمانوں کے حق میں مکروہ ہو کہ وہ مخل حفظ اور ضیاع قرآن کا سبب ہوگا، لیکن یہی چیز غیر مسلمین برادران کو بغرض دعوت دینا نہ صرف جائز، بلکہ حسن ہوگا۔

۳-تیسری دلیل ہے کہ علماء امت کسی بھی زبان میں مطلقا ترجمہ کے عدم جواز کے قائل تھے اور شاہ صاحبؒ سے پہلے کا کوئی ترجمہ بھی شاید موجود نہیں ہے، لیکن بعد کے دور میں شاہ صاحب نے خود اس کا ترجمہ کر کے جواز کا فتوی دیا اور علماء امت نے زمان ومکان کی تبدیلی کی وجہ سے اس کو جائز سمجھا، پس اس کو ہی آج کی ضرورت سمجھ کر زمان ومکان کی تبدیلی کے ساتھ جواز کا فتوی دینا بہتر ہے۔

نیز جب ترجمہ قرآن جائز ہے تو صرف ترجمہ قرآن کی اشاعت کیوں کر جائز ہوگی، جبکہ اس کے خلاف کوئی نص بھی موجود نہیں ہے۔

۴-"إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون"(سورۂ حجر:۹) آیت کریمہ کے مصداق میں حفاظت قرآن کا وعدہ خداوندی تا قیامت ہے، اورالحمدللہ عصر حاضر میں حفاظت قرآن کے لئے پہلے کے بنسبت ان گنت طریقہ موجود ہیں، فی زمانہ ضیاع قرآن کا اندیشہ بعید ہے، پس موہوم خیال کی بنیاد پر عدم جواز کا قول بعید معلوم ہوتا ہے۔

۵-بدون متن ترجمہ کا ایک اہم مقصد بیان کیا جاتا ہے وہ دعوتی نقطہ نظر سے ہے کہ غیر مسلمین کو متن قرآن دینے کی شکل میں قرآن کی بے حرمتی کا اندیشہ ہے، پس بے حرمتی سے قرآن کی حفاظت کرنا اور قرآن کو ان تک پہنچانا یہ دونوں ہی باتیں حفاظت قرآن میں شامل ہے، قرآن کے معانی کا تعارف بھی حفاظت قرآن کا مصداق قرار پائے گا۔

۶-کتب سابقہ تورات، زبور، انجیل کے تحریفات کے وجوہات میں یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے تراجم پر اعتماد کرلیا اور متن کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا اس وجہ کا انکار نہیں، لیکن اس کی ایک وجہ یہ بھی کہی جاسکتی ہے کہ ان کے علماء کے تشریحی اقوال متن میں ضم ہوگئے، جیسا کہ قرین قیاس بھی ہے، پس یہ کہنا کہ بدون متن ترجمہ تشبہ بالیہود والنصاری ہے، ٹھیک نہیں لگتا ہے اس کے برعکس اگر دوسری توجیہ کو لے لیں تو ترجمہ وتفسیر بھی تشبہ بالیہود والنصاری کا مصداق بن سکتا ہے۔

۷-حضرات شیخینؓ کے زمانہ میں اختلاف قراءت کی بنیاد پر ضیاع قرآن کے اندیشہ کی بنا پر جمع قرآن کا کام ہوا ہے نہ کہ معانی کے اختلاف کی بنا پر پس اختلاف قراءت کا عام ہونا ضیاع کا سبب تو بن سکتا ہے، لیکن ترجمہ قرآن کی اشاعت ضیاع کا سبب بننا بعید معلوم ہوتا ہے۔

۸-"الضرورات تبيح المحظورات"(قواعد الفقہ رص۸۹) فقہ کا ایک مسلمہ قاعدہ ہے اور دعوت وتبلیغ بھی نہ صرف ایک ضرورت ہے، بلکہ فریضہ ہے اس کی بنیاد پر بھی اس کے جواز کا امکان نظر آتا ہے، مذکورہ بالا دلائل کی بنیاد پر احقر کی رائے میں بدون متن قرآن کی اشاعت کا مسئلہ جواز کے دائرہ میں نظر آتا ہے۔

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

قرآن اللہ کی آخری کتاب ہدایت ہے اور وہ کلام الٰہی ہے اس کے اندر جو تاثیر ہے، آیت میں بیان ہے:"لو انزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته خاشعا متصدعا من خشية الله"(سورۂ حشر:۲۱) لیکن اللہ نے انسانوں کی آسانی کے لئے اس تاثیر کو ختم نہیں کیا ہے، بلکہ چھپا دیا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ پر وحی کے وقت اس کے اثرات نہ صرف آپ ﷺ کی ذات اقدس پر، بلکہ اونٹنی تک پر پڑتے تھے، لیکن فضل خداوندی یہی ہے کہ اس قدر موثر کلام انسان اپنی زبان سے ادا کرلیتا ہے اور اس کو دل میں سمو لیتا ہے، ورنہ کہاں یہ پر اثر کلام اور کہاں یہ کمزور انسان، لیکن اللہ نے اس زبان کو اس قدر آسان بنا دیا ہے کہ دوسری ہر زبان کے مقابلے میں اس کا پڑھنا مشاہدہ سے آسان نظر آتا ہے اور یہ

"ولقد یسرنا القرآن"(سورۂ قمر:۳۲) "وخیرکم من تعلم القرآن وعلمه"،حدیث کا مصداق ہے اسی وجہ سے ہر زمانہ میں کیا عرب وعجم حبشی وغیر عربی پڑھانے پڑھنے میں ماہر ہی نہیں، بلکہ اس فن کے امام ہی پیدا ہوتے آرہے ہیں، ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں نے قرآن کے لئے اپنی لغت وزبان بھی بدل لی،لیکن ایسا شاید کبھی نہیں ہوا ہے کہ قرآن کو اپنی لغت کے مطابق بدل لیا ہو اور یہی امت میں آج تک تعامل چلا آرہا ہے،لیکن بعد کے دور میں خصوصا آج کل ایک نئی بدعت ایجاد ہوتی جارہی ہے کہ لوگ اپنی اپنی زبان میں قرآن کی عربی عبارت کو ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں صرف اور صرف اپنی آسانی کے لئے ہم دیکھنا ہے کہ کیا یہ مسئلہ قرآن حدیث کی روشنی میں صحیح بھی ہے یا نہیں،تو جواب یہ ہے کہ:

قرآن کو کسی دوسری زبان کی عبارت میں اس طرح سے لکھنا کہ عبارت قرآن کی ہو،لیکن رسم الخط عجمی ہو یہ ناجائز ہی نہیں، بلکہ ناممکن بھی ہے کہ عربی الفاظ کے بہت سے الفاظ عجمی زبان میں اس کو صحیح طور پر ادا ہو ہی نہیں سکتا ہے، پھر یہ طریقہ حفاظت قرآن کے بھی مخل ہوگا لوگوں کا اس پر اعتماد کر لینے کی بنا پر، نیز امت کا رسم مصحف عثمانی جو کہ من جانب اللہ توقیفی ہے اس پر عمل چلا آرہا ہے کسی نے اس کی مخالفت آج تک نہیں کی ہے،اس کے سلسلے میں یہ جو بات کہی جاتی ہے کہ سہولت ہوگی امت کے لئے پڑھنا آسان ہوگا،تجربہ بھی اس کے خلاف ہے۔

یہ چند وجوہات ہیں جن کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ حفاظت قرآن کا اولین مصداق اس کے الفاظ ہیں، پس اس کے خلاف کرنا ناجائز ہوگا اس پر قدغن لگانا ازحد ضروری ہوگا (تفصیل کے لئے دیکھئے:مغنی مع الشرح الکبیر ۱/ ۸۳۰،مناہل العرفان فی علوم القرآن، جواہر الفقہ ۱/ ۸۵،اتقان ۲/ ۱۶۷)۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت کرنا نابیناؤں کی تعلیمی سہولت کے لئے نہ صرف جائز، بلکہ مستحسن ہوگا اور مسئلہ ہذا کے لئے ان دلائل سے سہارا لیا جاسکتا ہے:

۱-رسم مصحف عثمانی کا لزوم بغرض حفاظت ہے اور اس کا ترک کرنا مخل حفاظت قرآن ہے،جیسا کہ مفتی شفیع صاحبؒ نے علامہ حسن شرنبلالی کی کتاب ''النفحة القدسية في أحكام قراءة القرآن وكتابته بالفارسية'' کے حوالے سے ائمہ اربعہ کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ'' قرآن کو فارسی میں لکھنا اجماع کی وجہ سے ممنوع ہے، کیونکہ وہ حفاظت قرآن میں مخل ہے''،لہذا جس علت کی بنیاد پر ترک رسم مصحف عثمانی ممنوع قرار پاتا ہے وہ علت بریل کوڈ کی شکل میں لکھنے میں موجود نہیں ہے، پس جائز ہونا چاہئے۔

۲-بریل کوڈ کی شکل کچھ مخصوص افراد کے لئے اس سے استفادہ انگلیوں کے پوروں کی لمس سے ان کے لئے جتنا آسان ہے دوسرے احباب کے لئے اتنا ہی مشکل ودشوار ہوتا ہے، من جانب اللہ بعض امور میں ان کی ذہانت وفطانت دوسرے افراد کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے، جیسا کہ مشاہدہ بھی ہے، چنانچہ بریل کوڈ کا تحفہ دے کران کو بھی محافظ قرآن کے زمرہ میں شامل کیا جاسکتا ہے، جبکہ بریل کوڈ کا نسخہ دوسرے عام حضرات کے لئے سیکھنا پڑھنا اصل قرآن کو چھوڑ نا غفلت برتنا اور بریل کوڈ پر اعتماد کرنا بعید چیز نظر آتی ہے۔ پس بریل کوڈ سے اصل قرآن میں کوئی کوتاہی کا سبب نہیں ہوگا۔

۳-شریعت اسلامیہ میں نابینا حضرات کے لئے کچھ مخصوص احکام بھی ہیں ،لہذا ان کو عذر شرعی کے حکم میں شمار کیا جاتا ہے، جیسا کہ فقہ شافعی کی کتاب ''اللباب'' میں مذکور ہے،''**الأعمی کالبصیر فی جمیع الأحکام إلا فی سبع مسائل لا جهاد علیه وکره إمامته الخ**'' (اللباب فی الفقہ الشافعی ۱/۳۶۲) (نابینا، بینا کے مانند ہے تمام احکام میں سوائے سات احکام کے مثلاً ان پر جہاد نہیں ہے ان کی امامت مکروہ ہے)۔

اسی طرح فقہ حنفی میں بھی ہے:''**لا تجب الجمعة علی مسافر ولا امرأة ولا مریض ولا أعمی**'' (العنایۃ شرح الہدایہ ۲/ ۶۲)،لہذا جس طرح شریعت نے ان کی مجبوری کا خیال کرتے ہوئے ان کو بعض مسائل میں مستثنیٰ قرار دیا ہے ان کو ان کی مجبوری کا خیال کرتے ہوئے اس مسئلہ پر بھی مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے۔

۴-رسم المصحف توقیفی ہے جس کی مخالفت نہیں کی جاسکتی، ''مناہل العرفان'' میں ہے،''**الرأی الأول أنه توقیفی لا تجوز مخالفته عند الجمهور**'' (مناہل العرفان فی علوم القرآن ۱/ ۳۷۷)،رسم المصحف کے بارے میں تین قول میں سے پہلا جمہور کا قول ہے کہ وہ توقیفی ہے مخالفت جائز نہیں ہے، لیکن بریل کوڈ جو کہ ابھرے ہوئے نقطوں کی شکل میں ہوتے ہیں وہ کوئی رسم نہیں ہے وہ صرف علامت ہے کیونکہ اس میں سب نقطہ ایک ہی شکل میں ہوتے ہیں بس اوپر نیچے آگے پیچھے کا فرق رہتا ہے وہ عام الفاظ کی طرح سے نہیں ہوتے ، پس وہ ایسے ہی ہیں جیسے کہ کمپیوٹر کے بٹن جس طرح بٹن علامت ہوتے ہیں الفاظ کے لئے اسی طرح وہ علامت ہوگا رسم مصحف کا۔

۵-شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں باب اختلاف احوال الناس فی البرزخ کے اندر عذاب قبر کی امکانی شکلوں کے بارے میں لکھا ہے کہ جس طرح سونے والا خواب میں تکلیف دہ امور کو دیکھتا ہے اوراس کو تکلیف ہوتی ہے،لیکن سونے والا جاگنے کے بعد اس پر حقیقت حال منکشف ہوتی ہے،لیکن میت کو تو حشر تک جاگنا ہی نہیں ہے پس اس کے حق میں یہ عذاب ہوگا، اور یہ عذاب اس کے لئے دائمی اصل ثابت ہوگی (حجۃ اللہ البالغہ مترجم اردو ۱/ ۹۸)۔

اس پر قیاس کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ رسم مصحف اور بریل کوڈ نابیناؤں کے لئے برابر ہے دونوں میں فرق نہ کر سکنے کی وجہ سے پس بریل کوڈ علامت سمجھی جائیگی ،رسم مصحف عثمانی کی۔

۶- مجرد تلاوت قرآن بھی ایک عبادت ہے اور مطلوب ہے، اور نابیناؤں کے لئے مصحف عثمانی میں جو دشواری ہے اور بریل کوڈ میں جو آسانی ہے وہ عقلی ہے، چنانچہ ان حضرات کے لئے بریل کوڈ کی شکل میں قرآن مہیا کرانا ان کی عبادت میں آسانی پیدا کرنا ہے۔

۷-جس طرح رکوع سے عاجز انسان کے لئے ایماء ہی رکوع کے قائم مقام ہے اسی طرح مصحف عثمانی کے رسم سے شرعی عاجز کے لئے نابیناؤں کے لئے بریل کوڈ ہی اس کے قائم مقام ہے پس جائز ہونا چاہئے۔

مذکورہ دلائل وشواہد سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ نابیناؤں کی مجبوری کی بنا پر رسم مصحف عثمانی کو چھوڑ کر بریل کوڈ کا سہارا لینا نہ صرف درست بلکہ مستحسن ہوگا۔

قرآن بشکل بریل کوڈ کو چھونا:

رسم مصحف عثمانی جو اصل قرآن کا درجہ رکھتا ہے اور قرآن بشکل بریل کوڈ یہ دونوں ہی نابینا کے حق میں برابر ہیں، دونوں میں فرق نہ کر سکنے کی وجہ سے، اس لئے نابینا کے حق میں بریل کوڈ ہی اصل سمجھا جائے گا اور پھر اس کے احکام مصحف عثمانی کے حکم جیسا ہوگا پس اس کو چھونے کے لئے وضو شرط ہوگا، نابیناؤں کے لئے قرآن بریل کوڈ میں تبدیل کرنے سے حکما قرآن تبدیل نہ ہوگا، اس کے وہی احکام ہوں گے جو اصل قرآن کے احکام میں ہیں۔

فقہاء حنفیہ سے منقول ہے: ''**لو كان القرآن مكتوبا بالفارسية يكره لهم مسه عند أبي حنيفة**'' (فتاوی عالمگیریہ ۱/ ۲۵)، لیکن عام انسان کے لئے بریل کوڈ کا نسخہ کتب تفسیر کے حکم ہوگا رسم مصحف کا التزام نہ ہونے کی بنا پر پس بغیر وضو چھونا جائز ہوگا، البتہ کراہت سے خالی نہ ہوگا، جس کے دلائل ترجمہ قرآن کے مسئلہ میں گزر چکا ہے۔

موبائل میں قرآن مجید کا حکم؟

سائنس اور ٹکنالوجی نے جو ترقی کی ہے ان ترقیات میں سے ایک ترقی یہ بھی ہے کہ قرآن کریم جو کبھی دفتین کے درمیان لکھا رہتا تھا وہ ایک موبائل نہ صرف موبائل، بلکہ موبائل کے ایک چھوٹے سے پردہ ''چپ'' میں اس طرح سے سما جاتا ہے کہ باہر سے کچھ پتہ ہی نہیں چلتا ہے کہ اندر کیا کچھ ہے ایسے میں مسئلہ درپیش آجاتا ہے کہ قرآن لوڈ موبائل یا میموری اور کمپیوٹر و موبائل کے اسکرین پر ظاہر ہوتے قرآنی آیات کو چھونے کے لئے وضو کا کیا حکم ہوگا؟۔

مختصرا جواب یہ ہے کہ ایسی صورت میں موبائل یا اسکرین پر موجود قرآنی آیت کو بلا وضو چھونا بلا کراہت جائز ہونا چاہئے مندرجہ ذیل دلائل کی وجہ سے۔

۱-قرآن کی تعریف کے سلسلہ میں جو اقوال مذکور ہیں اس کے تتبع سے دو شرطیں سامنے آتی ہیں: ۱-"مابین الدفتین" کا ہونا، ۲-رسم مصحف عثمانی میں ہونا یہ دونوں شرط پائے جانے پر وہ قران کا مصداق ہوگا، جیسا کہ مذکور ہے: "**اجمع المسلمون علی أن ما بین الدفتین کلام اللّٰہ**" (روح المعانی ۱/۱۴)، "**المراد بالکتاب ما بین الدفتین**" (روح المعانی ۲/۹۷)۔

اسی طرح رسم مصحف عثمانی کا لزوم واجب ہے، "مناہل العرفان" میں ایک سوال و جواب کی شکل میں مذکور ہے، "**هل رسم المصحف توقیفی، فللعلماء فی رسم المصحف آراء ثلاثة: الرأی الأول أنه توقیفی لا تجوز مخالفته، وذلک مذهب الجمهور**" (مناہل العرفان فی علوم القرآن ۱/۳۷۷)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسم المصحف توقیفی ہے اس کی مخالفت جائز نہیں ہے۔

قرآن کے مذکورہ شرائط و تعریف پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر موبائل میں قرآن لوڈ ہو تو یہ دونوں شرطیں اس کے اندر مفقود پائی جاتی ہیں پس اس کو قرآن کے حکم میں لانا قرین قیاس نہیں ہوگا۔

۲-موبائل کے اندر قرآن رسم عثمانی کی شکل میں نہیں ہوتا، بلکہ وہ ایک نقطہ کے برابر چھوٹی سی چپ میں میموری میں اس طرح رہتا ہے کہ اگر اس کو کھول کر دیکھا جائے تو کچھ نظر نہیں آتا، پس اس کا حکم حافظ قرآن کے قلب کے مانند ہوگا، اور جس طرح حافظ قرآن کو چھونے کے لئے وضو کی ضرورت نہیں تو موبائل کو بھی چھونے کے لئے وضو کی شرط نہ ہوگی۔

۳-قرآنی آیت موبائل کی میموری میں ہوتا ہے، پس اس کی مثال اس صندوق کی سی ہے جس میں قرآن رکھا ہوا ہے، اور فقہاء کرام نے صراحت کی ہے کہ قرآن رکھا ہوا صندوق کو چھونے کے لئے طہارت و وضو شرط نہیں ہے، چنانچہ درمختار میں موجود ہے:

"**لو کان المصحف فی صندوق فلا بأس للجنب أن یحمله**" (درمختار ۱/۲۹۳) اگر قرآن صندوق کے اندر ہو تو جنبی شخص کے لئے اس کو اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اسکرین پر نظر آنے والی آیات کا حکم:

موبائل یا کمپیوٹر کی اسکرین پر نظر آنے والی آیات کریمہ کو بلا وضو چھونے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اس کے

اوپر جو غلاف ہے وہ مانع ہے، حائل ہے، اور وہ غلاف منفصل کے حکم میں ہے کہ اس کو الگ کیا جا سکتا ہے، اور غلاف منفصل کے بارے میں کتب تفسیر وفقہ میں مسئلہ صراحۃ مذکور ہے کہ ''غلاف متصل''یعنی جس کو الگ کرنا ممکن نہ ہو کو چھونے کے لئے وضو شرط ہے کہ وہ بھی قرآن کے حکم میں ہے اور غلاف منفصل جس کو الگ کرنا ممکن ہو کو چھونے کے لئے وضو شرط نہیں ہے، کہ وہ خارج قرآن ہے، چنانچہ ''الفتاوی الہندیہ''میں مذکور ہے:

"حرمة مس المصحف لا يجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف الا بغلاف متجاف عنه كالخريطة والجلد الغير المشرز لا بما هو متصل به، وهوالصحيح" (الفتاوی الہندیہ ١/٣٩)(حیض نفاس والی عورت، نیز ناپاک بے وضو شخص کے لئے قرآن کا چھونا حرام ہے، مگر ہاں الگ کئے جاسکنے والے غلاف کے ساتھ جو کہ پٹہ چمڑا کا ہو اس طرح سے کہ وہ الگ کئے جاسکتے ہوں متصل نہ ہوں، یہی صحیح قول ہے۔

اسی طرح ''مجمع الانہر''میں ہے:**"لايجوز لمحدث مس المصحف إلا بغلافه المنفصل"** (مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر ١/٤٢)، نیز تبیین الحقائق میں ہے:**"ومسه إلا بغلافه......وغلافه ما يكون منفصلا عنه دون متصلا به في الصحيح"**(تبیین الحقائق ١/١٦٥)(حیض قرآن کو چھونے میں مانع ہے، مگر غلاف کے ساتھ اور غلاف کی تفصیل یہ ہے کہ وہ منفصل ہونے کے متصل)۔

مسئلہ بالا سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ موبائل کا اسکرین غلاف منفصل کے حکم میں ہے جو مانع ہے، پس قرآنی آیات کو اسکرین پر چھونے کے لئے وضو شرط نہیں ہونا چاہئے، بلکہ بلا کراہت چھونا جائز ہونا چاہئے۔

☆☆☆

بغیر متن کے ترجمہ قرآن کی اشاعت

مولانا وحیدالدین ترکیسر☆

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

اس تیز رفتار زمانہ میں جبکہ دنیا کی ہر قوم مختلف میدانوں میں اپنی سرگرمیاں دکھارہی ہیں وہیں دوسری طرف ایک ڈیڑھ صدی سے تعلیمی میدانوں میں بھی بڑی تیزی آئی ہے، تعلیمی سہولت کے لئے ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے، بچوں کے لئے، بچیوں کے لئے، جوانوں کے لئے، غرض ہر طرح کے لوگوں کے لئے جداگانہ نصاب تیار کیا جارہا ہے، تعلیم کے فروغ کے لئے جدید ٹیکنالوجی کا بھرپور استعمال کیا جارہا ہے، اسی سلسلہ کی ایک کڑی بریل کوڈ کی شکل میں رموز قرآن کی اشاعت کا مبارک کام بھی ہے، یقیناً وہ حضرات قابل مبارکباد ہیں جنہوں نے اس مبارک کام میں حصہ لیا، لیکن شرعی اعتبار سے یہ جاننا بھی بہت اہم وضروری ہے کہ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اس کو شرعا قرآن کہا جاسکتا ہے؟ جس کی بنیاد پر اس پر بھی قرآن کے احکام عائد ہوں یا نہیں؟ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس کی حقیقت معلوم کرلی جائے، تاکہ شرعی اعتبار سے اس پر کیا احکام عائد ہوتے ہیں ان کے جاننے میں سہولت ہو۔

اس کی ایجاد ایک بریل نامی شخص کے ذریعہ ہوئی جو فرانس کے ایک علاقہ کوک ورے نامی گاؤں میں ۱۸۰۹ء کو پیدا ہوا، پندرہ سال کی عمر میں نابینا افراد سے متعلق ایک پروگرام میں وہ شریک ہوا، جو اس لئے منعقد کیا گیا تھا کہ نابینا افراد کس طرح تعلیمی چیزوں سے مستفید ہوسکیں، اس پروگرام میں شرکت کے بعد اس میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ نابیناؤں کی آسانی کے لئے کوئی نہ کوئی ذریعہ اختیار کرنا چاہئے، چنانچہ چارلس باربر کا طریقہ کتابت اس کے ہاتھ لگا اس کا طریقہ کتابت یہ تھا کہ اس نے فوجیوں کے لئے کچھ ابھرے ہوئے نقطوں کا سلسلہ شروع کیا تھا جسے اندھیرے میں انگشت کے ذریعہ پڑھا جاسکے اس کے بعد بریل نے بھی اسے اختیار کیا، پھر رفتہ رفتہ انگریزی ودیگر زبانوں میں منتقل ہوا اس کا طریقہ یہ ہے کہ اولا چھ نقطہ بنائے

☆ دارالعلوم فلاح دارین، ترکیسر، گجرات۔

جاتے ہیں ان میں جو حرف صرف ایک نقط سے بنتا ہے تو اس میں ایک نقطہ ابھار دیا جاتا ہے باقی نقطوں کو حذف کردیا جاتا ہے، اسی طرح دو حرف تین حرف وغیرہ کبھی دو تین حرف ایک ہی تعداد کے نقطوں سے بنتے ہیں تو ان میں مخالف سمتوں سے یا اوپر نیچے یا دائیں بائیں سے نقطے ابھارے جاتے ہیں، تاکہ ان میں فرق ہوسکے، اسی طرح ان چھ نقطوں سے ٦٤ شکلیں بنائی جاتی ہیں، ان نقطوں میں باقاعدہ کوئی حرف نہیں ہوتا، بلکہ یہ تصور کیا جاتا ہے کہ مثلاً ایک نقطہ فلاں جگہ ہو تو{A}اس سے معلوم ہوا کہ یہ چھ نقطے خالی رمز ہیں باقاعدہ کوئی حرف نہیں ہے قرآن پاک کو جو بریل کوڈ میں تیار کیا گیا اس میں چھ نقطے حرف کے لئے اور چھ نقطے حرکات کے لئے ہیں، اور عربی کے لئے باقاعدہ کوئی الگ رمز نہیں تیار کیا گیا، بلکہ انگریزی میں جو{A} کا رمز تھا اس کو الف تصور کیا گیا علی ہذا القیاس۔

ان تمام تفصیلات سے معلوم ہوا کہ نہ یہ رسم الخط ہے نہ رسم عثمانی، بلکہ اس کی حیثیت صرف رموز قرآن کی ہے، اس لئے کہ رسم عثمانی تو کہتے ہیں کلمہ کو حروف ہجاء کی ترکیب سے رسم عثمانی کے مطابق لکھنا (فتح الرحمٰن از قاری محمد صدیق رص ۴۲۲)۔

جبکہ یہاں پر تو حروف ہجا کا تو صرف رمز ہے چہ جائیکہ رسم عثمانی کی موافقت پائی جائے، نیز اس پر قرآن کی شرعی اور اصطلاحی تعریف بھی صادق نہیں آتی موسوعہ میں قران کی یہ تعریف ذکر کی گئی ہے: "**هو اسم لكلام الله تعالى المنزل على رسوله محمد المتعبد بتلاوته المكتوب في المصاحف المنقول إلينا نقلا متواترا**" (۳۸/۵)۔

جب یہ شرعاً قرآن پاک نہیں ہے، بلکہ محض قرآن کا رمز ہے تو اس کو قرآن کے ساتھ موسوم نہیں کرنا چاہئے، بلکہ رمز قرآن وغیرہ کے ساتھ ہی موسوم کرنا چاہئے، ورنہ غیر قرآن کو قرآن کہنا لازم آئے گا۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب یہ شرعاً قرآن پاک نہیں ہے، بلکہ اس کی حیثیت صرف اور صرف رمز کی ہے تو اس کے چھاپنے کو یوں نہیں کہا جائے گا کہ یہ رسم الخط کے علاوہ میں چھاپا گیا اور اس کا چھاپنا اس لئے بھی جائز ہونا چاہئے کہ اس میں وہ خرابیاں لازم نہیں آتیں جو غیر عربی رسم الخط میں پائی جاتی ہیں، مثلاً یہ کہ غیر عربی رسم الخط میں حرکات وحروف تبدیل ہو جاتے ہیں، جو تحریف ہے، لیکن یہاں یہ بات لازم نہیں آتی، اس لئے کہ حروف کا رمز الگ ہے اور حرکات کا رمز الگ ہے، نیز فقہاء نے یہ بھی مفسدہ ذکر کیا ہے کہ عجمی زبان میں بعض حروف میں فرق نہیں ہوتا، مثلاً (ذ-ز) وغیرہ یہ بات اس میں نہیں پائی جاتی، اس لئے کہ یہ رمز اگرچہ انگریزی زبان میں ہے، لیکن عربی حروف ہجا کے اعتبار سے اس کی تخصیص کرلی گئی ہے۔

اسی طرح اس بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن پاک چونکہ رمز قرآن ہے تو اس رمز قرآن کو بلاوضو چھونا جائز ہونا

چاہئے، لیکن اس وجہ سے کہ اس سے تلاوت قرآن میں قرآن کے مانند مدد لی جاتی ہے اور ایک خاص معذورین کا طبقہ اس سے اسی طرح فائدہ حاصل کرتا ہے، جیسا کہ اصل قرآن سے کیا جاتا ہے، اس لئے اس کا ادب واحترام کرنا چاہئے اور اچھا یہ ہے کہ اس کو بلا وضو نہ چھوا جائے۔

کچھ باتیں ایسی ضرور ہیں جن کا لحاظ ضروری ہے:

۱- بریل کوڈ کے سرورق پر لکھ دیا جائے کہ رمز قرآن یا اس کے مانند عبارت اس پر قرآن مجید ہرگز نہ لکھا جائے۔

۲- جن نابیناؤں کو یہ پڑھایا جاتا ہے ان کے سامنے یہ وضاحت کر دی جائے کہ یہ قرآن مجید نہیں ہے، بلکہ اسے ''حفص عن عاصم'' کی قرأت کے مطابق رمز کی شکل میں تیار کیا گیا ہے۔

۳- ایسے رموز کی ایجاد میں مزید محنت کی ضرورت ہے کہ جس سے ایک کلمہ مصدر بھی بن سکتا ہو فعل ماضی بھی وغیرہ یعنی رموز ایسا ہو کہ اس میں قرأت سبعہ اور ثلاثہ کی گنجائش ہو۔

خلاصہ کلام:

بریل کوڈ میں لکھا ہوا قرآن کا رمز جس کو رمز قرآن کہا جاتا ہے اس پر قران کی شرعی واصطلاحی تعریف صادق نہیں آتی، لہذا اس کو قرآن نہیں کہنا چاہئے، نیز اس رمز قرآن کو چھاپنا یہ قران کریم کو عربی رسم الخط کے علاوہ میں چھاپنا بھی نہیں کہا جائے گا جس کی وجہ سے اس کی طباعت کو ناجائز کہا جائے، اسی طرح اس رمز قرآن کو چھونا، قرآن کو چھونا بھی نہیں کہا جائے گا، ہاں! اس وجہ سے کہ یہ رمز قران ہے اور قرآن کی تلاوت میں اس سے قرآن پاک کے مانند مدد لی جاتی ہے اس لئے اس کا ادب واحترام کرنا چاہئے اور اچھا یہ ہے کہ اس کو بلا وضو نہ چھوا جائے، جیسا کہ قران مجید سے متعلق چیزوں کا ادب و احترام کیا جاتا ہے۔

موبائل پر قرآن مجید:

تلاوت کلام پاک کو مزید رواج دینے کے لئے قرآن پاک کو موبائل میں محفوظ کیا گیا، تا کہ ہر شخص بآسانی سفر و حضر میں اس کی تلاوت کر سکے، لیکن اس سلسلہ میں کچھ ایسی چیزیں ہیں جن کے بارے میں غور وخوض ضروری ہے، موبائل پر قرآن کریم کی تلاوت کا مدار اس بات پر موقوف ہے کہ موبائل کو مصحف کہہ سکتے یا نہیں، اگر موبائل پر مصحف کا اطلاق ہوتا ہے تو اس کے احکام بھی وہی رہیں گے جو مصحف کے ہیں، ورنہ اس کے حکم میں فرق ہوگا، اس لئے سب سے پہلے مصحف کی تعریف ملاحظہ ہو، موسوعہ فقہیہ میں ہے:

"والمصحف فی الاصطلاح اسم للمکتوب فیه کلام الله تعالی بین الدفتین"(موسوعہ فقہیہ طبع کویت) یعنی مصحف اس شئی کا نام ہے جس میں دو دفتیوں کے درمیان اللہ کا کلام لکھا ہوا ہو، یہ تعریف موبائل پر صادق نہیں آتی، اس طرح اس کو عرفا بھی مصحف نہیں کہتے، لہذا اس پر مصحف کے احکام جاری نہیں ہوں گے، اور مصحف کے احکام حضرات فقہاء نے یہ ذکر کئے ہیں کہ صفحہ کے کنارے جو بیاض ہے اسی طرح دونوں دفتیاں ان کو بھی بلا وضو چھونا جائز نہیں ہے، بلکہ موبائل کا حکم اس لوح اور درہم وغیرہ کی طرح ہے جس میں قرآن کی آیت لکھی ہوئی ہو اور اس طرح کی چیزوں کا حکم حضرات فقہاءؒ نے یہ ذکر کیا ہے کہ جہاں آیت لکھی ہوئی ہو صرف اس کو چھونا ممنوع ہوگا، اس کے علاوہ کو چھونا جائز ہوگا اسی طرح موبائل کا حکم ہوگا کہ اس کی صرف اسکرین کو چھونا ممنوع ہوگا کنارہ والا حصہ اور نیچے والے حصے کو چھونا جائز ہوگا۔

"(ومسه)ای القرآن ولو فی لوح أودرهم أوحائط لکن لا یمنع إلا من مس المکتوب بخلاف المصحف فلا یجوزمس الجلد وموضع البیاض منه، وقال بعضهم یجوز، وهذا أقرب إلی القیاس والمنع أقرب إلی التعظیم کما فی البحر ای والصحیح المنع کما تذکره"(شامی ۱/ ۲۹۳ سعید، نیز دیکھئے: البحر الرائق ۱/ ۳۴۹ دار الکتاب دیوبند)۔

گرچہ اسکرین پر جو قرآن نظر آتا ہے وہ دراصل قرآن نہیں ہے اصل قرآن تو چپ وغیرہ میں محفوظ ہے، اسکرین پر تو قرآن کا عکس پڑتا ہے، لیکن اس کو بھی تعظیما قرآن ہی کے حکم میں مانا جائے گا، اکثر علماء کی یہی رائے ہے، ہاں اگر کوئی ایسی شکل ہو کہ قران کا عکس براہ راست اسکرین پر نہ پڑتا ہو، بلکہ اس ظاہری اسکرین کے علاوہ کسی اور چیز پر عکس پڑتا ہو اور اس چیز اور اس ظاہری اسکرین کے درمیان کسی کثیف چیز کے حائل نہ ہونے کی وجہ سے اس اسکرین پر نظر آتا ہو تو اس اسکرین کو بھی بلا وضو چھونا جائز ہوگا، یہ اسکرین غلاف کے درجہ میں ہوگی۔

☆☆☆

غیر رسم عثمانی میں قرآن کریم کی کتابت

مولانا محمد موسیٰ القاسمی

رسم عثمانی کی اتباع واجب ہے یا اس کے خلاف رسم قیاسی میں قرآن کریم کی کتابت ہوسکتی ہے، حالات اور زمانہ کے بدل جانے کی وجہ سے کیا رسم عثمانی میں ترمیم وتغیر کیا جاسکتا ہے؟ عربی زبان سے ناواقف طبقہ کے لئے ان کی رعایت میں قرآن کریم کو کسی دوسری زبان میں لکھا جاسکتا ہے؟ اس سلسلے میں علماء کرام کی مختلف رائیں ہیں:

رائے اول:

علماء کرام کی ایک رائے یہ ہے کہ رسم عثمانی ہی کی اتباع واجب ہے اور اس سے اختلاف کرنے کی کسی کو گنجائش نہیں ہے، یہی اکثر علماء بلکہ جمہور امت کی رائے ہے، حضرت مفتی شفیع عثمانی صاحبؒ فرماتے ہیں:

''باجماع صحابہ وتابعین اور باتفاق ائمہ مجتہدین پوری امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے نزدیک قران مجید کی کتابت میں مصحف عثمانی جس کو اصطلاح میں ''امام'' کہا جاتا ہے اس کا اتباع واجب ہے، اس کے خلاف کرنا تحریف قرآن اور زندقہ کے حکم میں ہے اور خصوصا کلمات قرآنی کی ترتیب بدلنا یا اس میں کسی حرف کی کمی زیادتی کرنا تو کھلی تحریف ہے جس کو کوئی ملحد بھی صراحتا تجویز نہیں کرسکتا (جواہر الفقہ ۲/۷۱)۔

علامہ نظام الدین نیشاپوریؒ لکھتے ہیں:

''**قال جماعة من الائمة أن الواجب على القراء والصلحاء وأهل الكتابة أن يتبعوا هذا الرسم فى خط المصحف، فإنه رسم زيد بن ثابت وكان أمين رسول الله ﷺ وكاتب وحيه**''(مناہل العرفان فی علوم القرآن ۱/۲۶۲)۔

سیوطی علیہ الرحمہ کی اتقان میں حضرت امام احمدؒ سے منقول ہے: ''واو یا یاء یا الف یا اس کے علاوہ کسی بھی حرف کی کتابت میں مصحف عثمانی کی مخالفت حرام ہے'' (الاتقان ۲/۲۱۳)۔

حضرت امام مالکؒ سے کسی نے سوال کیا کہ رسم عثمانی کے علاوہ کسی نئی طرز کتابت پر قرآن کریم کا لکھنا جائز ہے؟ حضرت نے فرمایا جس طرز پر ابتدائی مرحلہ میں صحابہ کرامؓ نے لکھا تھا اسی پر لکھنا واجب ہے (الاتقان ۲/ ۲۱۳)۔

علامہ سیوطی ہی نے ''الاتقان'' میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے: **''الأقرب المنع کما تحرم قرأته بغير لسان العرب''** (الاتقان ۲/ ۲۱۸)۔

عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں قرآن کریم کی کتابت کے بارے میں قریب ترین تحقیق یہ ہے کہ اس سے روکا جائے گا جس طرح غیر عربی زبان میں اس کا پڑھنا حرام ہے۔

''النفحۃ القدسیہ'' میں حافظ ابن حجرؒ کے فتاوی سے منقول ہے: **''يحرم أيضا کتابته بقلم غير العربی''** (جواہر الفقہ ۲/ ۸۳)۔

جس طرح عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں بدون متن ترجمہ حرام ہے اسی طرح غیر عربی زبان میں اس کی کتابت بھی حرام ہے۔

دلائل دوم:

مذکورہ بالا عبارت سے فریق اول کا مذہب بالکل واضح ہے کہ رسم عثمانی کی متابعت واجب ہے اب اس سلسلے میں دلائل ناظرین کی خدمت میں پیش ہیں:

۱- مصحف عثمانی بارہ ہزار صحابہ کرام کے متفقہ رائے اور مشورہ سے تیار کیا گیا اس لئے رسم عثمانی پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہوا اور اجماع کی متابعت واجب اور مخالفت حرام ہے۔

شیخ القراء شیخ محمد بن علی حدادؒ کے رسالہ خلاصۃ النصوص الجلیہ میں ہے:

''أجمع المسلمون قاطبة على وجوب اتباع رسم مصاحف عثمان ومنع مخالفته (ثم قال) قال العلامه ابن عاشر: ووجه وجوبه ما تقدم من إجماع الصحابة عليه وهم زهاء اثنى عشر الفا والإجماع صجة جسما تقرر فى اصول الفقه''۔

اس عبارت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

۱- رسم عثمانی کی اتباع کے واجب ہونے پر اور اس کی مخالفت کے عدم جواز پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔

۲- رسم عثمانی پر بارہ ہزار صحابہ کرام کا اجماع ہے۔

۳-اجماع دلیل قطعی ہے، جیسا کہ اصول فقہ سے ثابت ہوا ہے۔

''شرح الطحاوی''میں ہے:

"**ینبغی لمن أراد کتابة القرآن أن ینظم الکلمات کما ھی فی مصحف عثمان رضی الله عنه لإجماع الأمة علی ذلک**''(مرسوم الخط ۱/ ۱۶)۔

جو شخص قرآن کریم کو لکھنا چاہتا ہو اس پر واجب ہے کہ کلمات قرآن کو اسی طرز پر لکھے جس طرز پر مصحف عثمانی میں ہے کیونکہ امت محمدیہ کا اس پر اجماع ہو چکا ہے۔

قاضی عیاض مالکیؒ نے اپنی کتاب ''شفاء'' کے آخر میں لکھا ہے:

مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس قرآن کریم کی تلاوت اطراف عالم میں کی جاتی ہے اور جو مصحف میں مکتوب ہو کر مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ہے اور جو دفتین میں الحمد للہ رب العالمین سے سورہ الناس تک جمع ہے وہ اللہ کا وہ کلام ہے جس کی وحی اس نے اپنے نبی محمد ﷺ پر کی ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ حق ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ جس نے قصد وارادہ کے ساتھ اس کے کسی حرف کو کم کیا یا اس کے بدلہ کوئی دوسرا حرف لایا کسی حرف کو بڑھا دیا، حالانکہ وہ مجمع علیہ مصحف عثمانی میں موجود نہیں ہے اور وہ قرآن میں سے نہیں ہے اور یہ سب اس نے قصدا کیا ہو تو ایسا شخص کافر ہے کتاب مذکور کے شارحین بالخصوص ملا علی قاری اور شہاب الخفاجی فرماتے ہیں کہ کسی حرف کو زیادہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کتابت میں بھی زیادہ کرے اور پڑھنے میں بھی زیادہ کرے (مرسوم الخط ۱/ ۱۶)۔

۲-رسم عثمانی کا وجود صحابہؓ کے ذریعہ ہوا اور ان میں سے خلیفہ ثالث عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت میں ان کی سربراہی میں ہوا ہے اور صحابہ کرام کی اتباع کا حکم امت کو دیا گیا ہے، حدیث پاک میں ہے:"**فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ**''(رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ، مشکوۃ) میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو اور اس کو دانتوں کے نیچے دبالو) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (مرسوم الخط ۱/ ۱۴)۔

۳-قرآن کریم کا نزول عربی زبان میں ہوا، جیسا کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات میں مصرح ہے:"**بلسان عربی مبین** (سورۂ شعراء:۱۹۵)، **وکذلک أوحینا إلیک قرانا عربیا**''(سورۂ شوریٰ:۷)، **وھذا لسان عربی مبین**''(سورۂ نحل:۱۰۳) اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو کتابت کرائی آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں ان کے حکم سے قرآن کو حضرت زید بن ثابتؓ نے عربی ہی میں لکھا اور حضرت عثمانؓ کی خلافت میں عربی ہی میں لکھا گیا اور اسی طرح تابعین، تبع تابعین، اسلاف واکابرین امت اور تمام مسلمان عربی ہی میں پڑھتے آرہے ہیں، حالانکہ ان ادوار

میں اسلام خطہ عرب سے نکل کر دنیا کے دور دراز علاقوں میں پھیل چکا تھا عجم کے بڑے حصے میں اسلام کے درخشندہ ستارے جلوہ گر ہو چکے تھے، تاہم کبھی عجمیت کی غیر عربی میں کتابت نہ ہوئی یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ رسم عثمانی عربی کے علاوہ کسی غیر زبان میں قرآن لکھنا جائز نہیں ہے۔

۴-کسی غیر زبان میں قرآن کریم کی کتابت موجب طعن ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ زبانوں کے کلمات وحروف اصطلاح سے متعلق ہوتے ہیں، اس لئے اس میں مسلسل تغیر ہوتا رہتا ہے اگر دوسرے رسم الخط میں یا دوسری زبان میں کتابت کو جائز قرار دے دیا جائے تو تغیر وتبدیلی کا دروازہ کھل جائے گا جب اصطلاحات بدلیں گے الفاظ وحروف بھی اس سے متاثر ہوں گے اور ایسی صورت میں قوی اندیشہ ہے کہ اس کے تابع ہو کر قراءت بھی بدلے گی، اور اس طرح رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ تخلیط وتشکیک پیدا ہوگی اور اختلاف واضطراب کی وجہ سے دشمنان اسلام قرآن کریم کو ہدف طعن وتشنیع بنائیں گے (تحریم کتابۃ القرآن بحروف غیر عربیۃ ص ۳۷)۔

۵-عربی زبان کے علاوہ دیگر زبان میں رسم عثمانی کی رعایت ممکن نہیں ہے، کیونکہ وہ حروف جو رسم عثمانی میں ہیں، مگر وہ قراءت میں نہیں آتے ہیں دیگر زبانیں ہندی وانگریزی وغیرہ میں ان کے متبادل نہیں ہیں۔

٦-غیر عربی میں قرآن کریم کی کتابت اس وجہ سے بھی جائز نہیں کہ بعض حروف مختلفہ کے لئے ہندی وانگریزی میں ایک ہی حرف ہے، مثلاً ت اور ط، ظ اور زاء وغیرہ پس اس کی وجہ سے لحن جلی لازم آئے گا جو حرام ہے، اور نیز یہ تحریف لفظی وتحریف معنوی کا سبب ہے اور سلف وخلف کے علماء اسلام کا اجماع ہے کہ قرآن میں ہر وہ تصرف جو تحریف لفظی یا تغیر معنوی کا داعی اور سبب ہو وہ ممنوع قطعی اور حرام باشد تحریم ہے۔

۷-رسم عثمانی توقیفی ہے نزول کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے باضابطہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ کو لکھنے کا طریقہ بھی بتایا تھا اور آپ ﷺ نے اسی طریقہ سے کاتبین وحی کو لکھوائی تھی اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت امیر معاویہؓ کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

"ألق الدواة وحرف القلم وانصب الباء وفرق السين ولا تعور الميم وحسن الله و......الرحمن وجود الرحيم وضع قلمك على أذنك اليسرى، فإنه أذكر لك" (مرسوم الخط ۱/۲۰)۔

پھر اسی اسلوب واسی طرز کتابت پر حضرت زید بن ثابتؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں اولا اور حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں دوسری مرتبہ لکھا تھا اور وہی بعد میں چل کر رسم عثمانی کے نام سے منسوب ہوا اس لئے یہ طرز تحریر واسلوب کتابت توقیفی ہے۔

دوسری رائے:

بعض علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ رسم قیاسی میں قرآن کریم کا لکھنا جائز ہے۔

دلائل:

۱-ان حضرات کی طرف سے دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ عوام الناس رسم عثمانی کو جانتی نہیں ہے ان کے نہ جاننے کے باوجود اگر رسم عثمانی والا قرآن پیش کیا جائے تو ان کو اس وقت پریشانی ہوگی، جبکہ وہ اس کو دیکھ کر پڑھیں گے۔

۲-ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے کتابت کے سلسلہ میں امت پر کسی خاص طریقہ کو فرض نہیں کیا ہے کیونکہ کتاب وسنت میں ایسی کوئی ہدایت نہیں دی گئی ہے جس سے کسی خاص طریقہ پر کتابت کو واجب قرار دیا جاسکے اور نہ اجماع امت میں اس طرح کا حکم آیا ہے اور نہ اس پر قیاسات شرعیہ دلیل ہیں، بلکہ سنت تو اس پر دلالت کرتی ہے کہ کتابت کا جو طریقہ آسان ہو اسی میں کتابت کی جائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے لکھنے کا حکم دیا ہے یہ تو حدیث کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ موجود ہے، لیکن اس پر صراحت نہیں کہ کسی خاص طریقہ پر لکھنے کا حکم دیا ہو اور اس کے علاوہ سے روک دیا ہو۔

دلائل پر ایک نظر:

مذکورہ دلائل کی سطحیت اہل علم ودانش سے مخفی نہیں ہے، کیونکہ پہلی دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ عوام الناس رسم عثمانی کو جانتے نہیں ہے ظاہر ہے کہ یہ عذر بے جا ہے جہالت وعدم واقفیت کی وجہ سے اگر احکام شرعیہ میں تبدیل ہونے لگے تو شریعت ایک مذاق بن کر رہ جائے گی آخر علم کی تحصیل کو فرض کیوں قرار دیا گیا ہے عوام الناس نہیں جانتے ہیں تو اس کا علاج تو یہ ہے کہ ان کو تعلیم دینے اور سکھانے کا اہتمام کیا جائے، نہ یہ کہ اس کی وجہ سے اجماعی مسائل کو بدل دیا جائے۔

دوسری دلیل یہ پیش کی گئی کہ کتاب وسنت میں اس کی خاص ہدایت نہیں دی گئی ہے اور نہ اجماع امت میں اس کی رہنمائی ہے اور نہ قیاسات شرعیہ میں تخصیص کی کوئی وجہ ہے، بلکہ سنت عموم پر دلالت کرتی ہے اس میں کوئی واقعیت نہیں، کیونکہ فریق کے دلائل میں ذکر کیا جاچکا ہے کہ رسم عثمانی پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اور ہر چیز کا حکم کتاب وسنت میں صراحت کے ساتھ موجود ہو ایسا نہیں ہے، بلکہ بہت سی چیزیں اجماع امت سے معلوم ہوتی ہیں اور جو حکم اجماع سے ثابت ہوتا ہے وہ ایسا ہی ہوتا ہے جس طرح اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہوتا ہے، کیونکہ وارد ہے: **"فماراه المومنون حسنا فهو عند الله حسن"** (حدیث)، اور رسول اللہ ﷺ کا کوئی خاص طریقہ سے خاموش رہنا اگر عموم کی دلیل ہوتا تو پوری امت رسم عثمانی کے وجوب پر اتباع پر متفق نظر نہ آتی، علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کا کتابت کی تعلیم دینا ثابت ہے، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ

آپ ﷺ نے حضرت معاویہ بن سفیانؓ کو تعلیم دی: "الق الدواۃ وحرف القلم الخ"۔

تیسری رائے:

تیسری رائے یہ ہے کہ عوام الناس جو رسم عثمانی سے ناواقف ہے اس کے لئے قرآن کریم کا اسی زبان واصطلاح میں لکھنا واجب ہے جو ان کے نزدیک مشہور اور رواج پذیر ہے اور رسم عثمانی میں لکھنا جائز نہیں ہے، تاکہ غیر اختیاری طور پر عدم واقفیت کی وجہ سے قران کریم کسی بھی قسم کے تغیر وتبدل سے محفوظ رہے، لیکن ساتھ ساتھ رسم عثمانی کی حفاظت وصیانت بھی ضروری ہے، تاکہ سلف صالحین کے عمدہ آثار ونقوش ہمارے ہاتھ سے فوت نہ ہوجائیں حاصل یہ ہے کہ جاہلوں کی رعایت اس درجہ نہ کی جائے کہ قران کریم کی خصوصیات متروک ہوجائیں، بلکہ اس کو اہل عرفان وخواص کے نزدیک باقی رہنا چاہئے۔

یہ رائے صاحب تبیان وصاحب برہان نے اختیار کیا ہے جس کو انہوں نے عزالدین بن سلامؒ کے کلام سے اخذ کیا ہے۔

تیسری رائے پر ایک نظر:

تیسری رائے میں درحقیقت پہلے دونوں اقوال کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ عوام الناس کی رعایت میں جو زبان بھی ان کے سہل الحصول ہو اس میں لکھا جائے، مگر اہل علم وخواص کے لئے ضروری ہے کہ وہ رسم عثمانی کو لازم پکڑیں، تاکہ سلف کے آثار محفوظ رہیں، اس رائے کے مطابق رسم عثمانی کے مطابق قرآن کریم کا بقاء تو ہوجائے گا مگر ساتھ ساتھ عوام الناس کو دیگر زبانوں میں قرآن کریم دینے کی وجہ سے دوسرے فسادات تاہم باقی ہیں، کیونکہ عربی زبان کے تمام حروف دیگر زبانوں میں موجود نہیں ہیں جس کی وجہ سے لحن جلی کا سبب ہوگا۔

حاصل بحث:

حاصل بحث یہ ہے کہ اخیر کے دونوں اقوال میں رسم عثمانی جس کے اتباع پر امت کا اجماع ہے اس کی مخالفت لازم آتی ہے اور دیگر زبانوں میں رسم عثمانی کی خصوصیات کی حفاظت نہیں ہو پاتی ہے اور اسی طرح دیگر مفاسد کے ساتھ ساتھ لحن جلی کا سبب بن جاتا ہے، البتہ اگر رسم عثمانی کے ساتھ ساتھ کسی ایسی زبان میں جس میں عربی زبان کے تمام حروف کے متبادل موجود ہوں اس میں عوام الناس کی رعایت میں قرآن کریم لکھ دیا جائے تو اس کی گنجائش ہوسکتی ہے جس طرح خالص ترجمہ کی اشاعت تو جائز نہیں، مگر متن کے ساتھ ساتھ جائز ہے، کیونکہ دو صورتوں میں کوئی مفسدہ نہیں، مگر ایسی زبان جس میں عربی کے تمام حروف کے متبادل نہ ہوں تو اس میں قرآن کی کتابت جائز نہیں۔

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

بریل کوڈ ایک قسم کی زبان ہے جو روز بروز شاہ راہ ترقی پر گامزن ہے، یہی وجہ ہے کہ آج کتابوں کا ایک بڑا حصہ اس سے آراستہ ہوکر صفحہ عالم پر جلوہ گر ہو چکا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی کل کائنات چھ نقطے ہیں اور یہی کاغذوں پر جسیم واُبھرتے ہوئے جسم کے ساتھ منقش ہوتے ہیں جن کو نابینا حضرات انگلیوں کے لمس سے پڑھتے ہیں انہی چھ نقطوں میں عربی زبان کے تمام حروف کے متبادل ہوتے ہیں ان کے اجتماع وانفراد اور تبدیلی کیفیات کے مختلف حالات سے مختلف حروف بنتے ہیں، مثلاً عربی زبان میں سین مہملہ اور شین معجمہ دونوں دو مختلف حقیقت والے حروف ہیں، مگر بریل کوڈ میں دونوں کے متبادل تین نقطے ہیں، البتہ مگر کیفیات سے دونوں میں امتیاز ہو جاتا ہے۔

احقر کے علم کے مطابق بریل کوڈ کے یہ چھ نقطے عربی زبان کی طرح دیگر زبانوں کے حروف کے بھی متبادل ہوتے ہیں گو یا یہ ایک قسم کے رموز ہیں اور کلمات قران کی طرف مشیر اور دلیل ہیں جس طرح اور کسی چیز کی معرفت نابینا کو چھونے سے ہوتی ہے اسی طرح کلمات قران کی معرفت چھوکر ہوتی ہے، یہ اشارہ ہی ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس کا فائدہ انسان کے ایک محدود طبقہ کو ہوتا ہے اور انسان کی ایک خاص جماعت ہی اس سے استفادہ کرتی ہے اس سے ایک بات کا مزید علم ہوتا ہے وہ یہ کہ کوئی مستقل زبان نہیں ہے، کیونکہ زبان تو وہ ہوتی ہے جس کے مخصوص حروف تہجی ہوں جن سے الفاظ کی ترکیب ہوتی ہو اور ان کے معانی بھی ہوتے ہوں اور ان کو ادا کرنے کی خاص ادا اور اسلوب ہو اور اس میں کلام ہوتا ہو اور اس کے ذریعہ ما فی الضمیر کی ترجمانی کلام و گفتگو اور تقرو خطابت سے ہو سکتی ہو اور اس پر کلام کا اطلاق ہو سکتا ہو، چنانچہ لغت کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے: "الکلام المصطلح علیه بین کل قوم" (المنجد) لغت وہ کلام ہے جس پر کوئی قوم متفق ہو جائے۔

واضح رہے کہ احقر کو بعض نابینا قاریوں کے ذریعہ معلوم ہوا کہ بریل کوڈ میں قرآن کریم کی کتابت کے باوجود رسم عثمانی کی تمام خصوصیات و امتیازات کی مکمل رعایت ہو جاتی ہے اور جیسا کہ معلوم ہوا کہ عربی حروف کے متبادل بھی اس میں موجود رہیں جن کی وجہ سے تمام حروف کو ان کے صحیح مخارج و مقامات سے ادا کرنا اور ان کے صفات کی رعایت بھی ممکن ہو۔

زبان و بریل کوڈ میں فرق:

بریل کوڈ اور غیر عربی زبان میں دو وجہ سے فرق ہے ایک تو یہ کہ بریل کوڈ مستقل زبان نہیں، بلکہ رموز و اشارات ہیں اور دوسرا فرق یہ ہے کہ بریل کوڈ میں رسم عثمانی کی کامل رعایت ہوتی ہے، جبکہ اور زبانوں میں تفصیل ہے بعض میں تو رعایت ہوسکتی ہے جیسے فارسی و اردو، اسی وجہ سے فقہاء نے ایک دو آیت کو ایسی زبان میں لکھنے کی اجازت دی ہے "وان فعل

فی أیة أو أیتین لا"(فتح القدیر۱/۲۹۱)اور بعض زبان ایسی ہے جس میں رسم عثمانی کی رعایت مطلق نہیں ہوسکتی ہے، جیسے ہندی وانگریزی وغیرہ(امدادالاحکام۱/۲۴۰)۔

بریل کوڈ میں قرآن کی کتابت کا حکم:

احقر کی ناچیز وحقیر رائے یہ ہے کہ بریل کوڈ کا حکم وہی ہے جو اس زبان غیر عربی کا حکم ہے، جس میں رسم عثمانی کی رعایت وحفاظت ممکن ہوسکتی ہے، یعنی اردو وفارسی کی طرح ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ رسم عربی کے ساتھ ساتھ بریل کوڈ میں قرآن کریم کی کتابت کردی جائے تو جائز ہے جہاں تک بغیر رسم عربی کے بریل کوڈ میں قرآن کریم کی کتابت کا مسئلہ ہے تو اس میں خرق اجماع لازم آتا ہے اور خلاف اجماع جائز نہیں ہے اور یہ اگرچہ مستقل زبان نہیں ہے تاہم زبان کے مانند ضرور ہے کیونکہ دونوں رسم عربی کو ادا کرنے میں برابر ہیں اور دونوں صورتوں میں رسم عربی کی صورت مفقود ہوجاتی ہے اور اگرچہ عدم بینائی کا عذر رسم عربی کی جہالت والے عذر سے اشد ہے جس کی وجہ سے بریل کوڈ میں قرآن کریم کی کتابت کے جواز کو تقویت مل سکتی ہے، مگر اشکال اس وقت پیش آتا ہے جب خرق اجماع کے تحقیق کی جانب ذہن مبذول ہوتا ہے، اور یہ کہنا کہ بریل کوڈ میں قرآن کریم کی افادیت کا دائرہ اس معنی کر محدود ہے کہ اس سے ایک طبقہ خاص ہی منقطع ہوتا ہے یہ بھی خلاف اجماع کے لئے مرخص ومجیز نہیں الا یہ کہ اس کے بغیر استفادہ محال ہوجائے، مگر یہاں محال کی بجائے ممکن ہے وہ اس طرح کہ تلقین کے ذریعہ اس کا حفظ کیا جائے اور حفظ نہ ہونے کی صورت میں دیکھ کر پڑھنے کے لئے یہ صورت اھون ہے کہ رسم عثمانی کے ساتھ بریل کوڈ میں قرآن کریم کی کتابت کی جائے، تاکہ کسی قسم کا کوئی مفسدہ وخرابی لازم نہ آئے۔

☆☆☆